"اِنْ تَنْصُرُ اللّٰهَ یَنْصُرْکُمْ"

"اگر تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہاری مدد فرمائے گا"

ناصرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

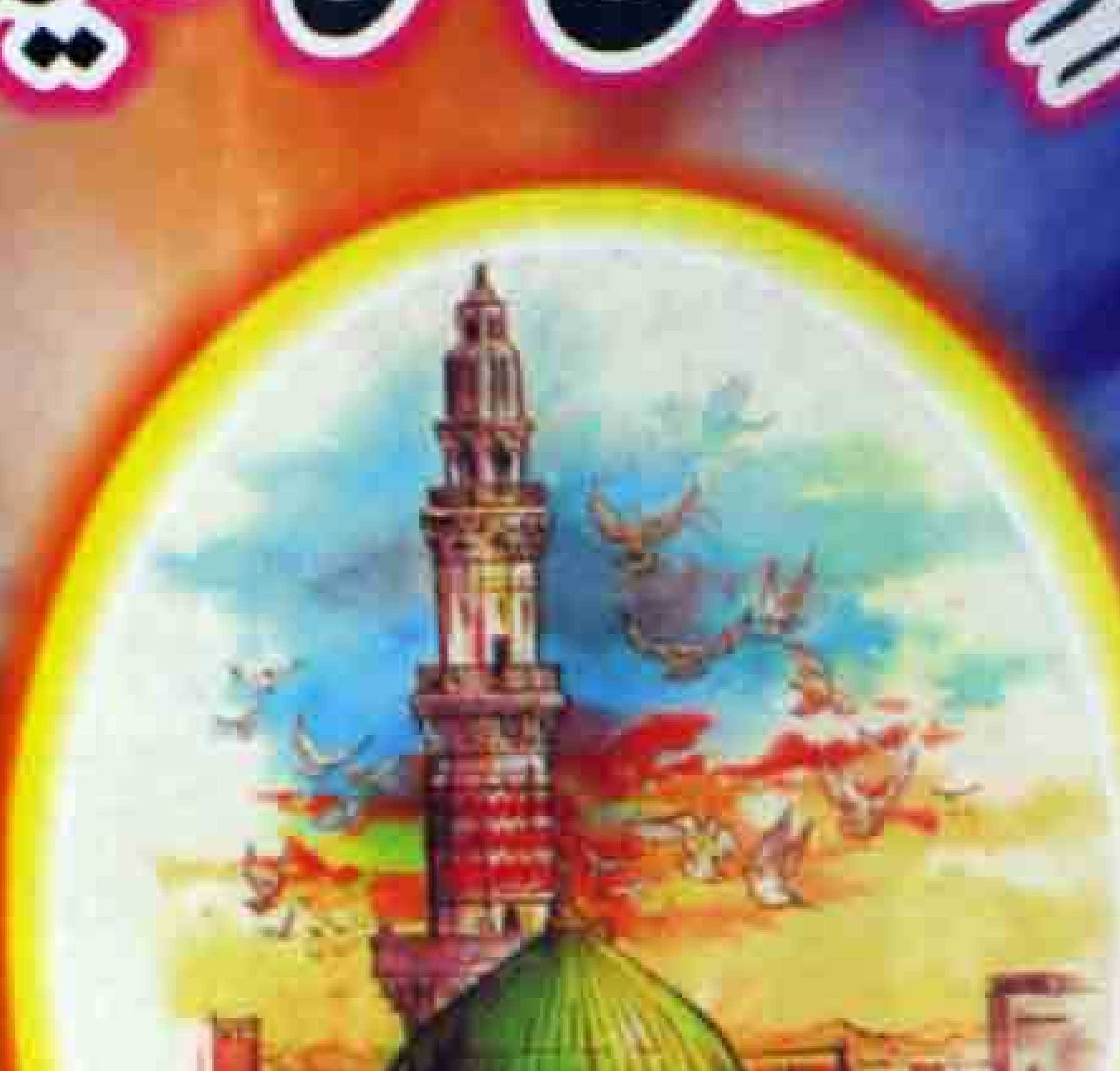

مصنفہ

سیّد یعقوب حیدری

إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ

اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

﴿ قرآن حکیم ﴾

ناصرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

مصنفہ

سید یعقوب حیدری

مکتبہ حیدری کشمیر کالونی جہلم

marfat.com

﴿جملہ حقوق بحق مصنّف محفوظ ہیں﴾

نام کتاب	ناصر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
مصنف	سیّد یعقوب حیدری
نظر ثانی	چوہدری انجم سلطان شہباز
سال اشاعت	2002ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کیلی گرافی	علی انجم کمپیوٹر اکیڈمی دینہ
ھدیہ	200 روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ حیدری کشمیر کالونی جہلم

marfat.com

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر
انتساب	۱
تقریظ	۲
تعارف مصنف	۵
عرضِ مصنف	۷
کیا یہ امراء المومنین تھے؟	۱۲
امرائے بنی عباس	۱۷
باب اوّل ﷺ	
فضائل بنی ہاشم	۲۷
بعثت رسول ﷺ	۳۰
حضور ﷺ کی دعائیں	۳۱
مقام بنو ہاشم	۳۱
بنی ہاشم کی عبادت فرض ہے	۳۲
بنی ہاشم سے بغض نفاق ہے	۳۳
بنی عبدالمطلب کے فضائل	۳۳
آرزوئے مصطفےٰ ﷺ	۳۳
کلام ابوطالبؑ	۳۷
رئیس مکہ حضرت عبدالمطلب	۳۷
فضائل حضرت عبدالمطلب	۳۹
حضورؐ اپنے جدامجد کی نظر میں	۴۰
حضرت عبدالمطلب کا عقیدہ	۴۲
عبدالمطلبؑ اور علامات نبوت	۴۴
حضرت ام ایمنؓ کو تاکید	۴۶
نبوت وحکومت کی پیش گوئی	۴۶
تائید الٰہی	۴۷
زم زم کی بشارت	۴۸
حضرت عبدالمطلب کی منت	۴۸
دُعائے استسقاء	۵۰
حضور ﷺ اجتماع استسقاء میں	۵۱
واقعہ ابرہہ	۵۳

عنوانات	صفحہ نمبر
شان عبدالمطلب	۵۵
شان ابی طالبؑ	۵۷
وصیت جدامجد	۵۸
شان اہل بیت	۵۸
زیارت مشہد مقدس	۵۹
محبت اہل بیت، شرفِ خاندانی	۶۰
حضرت علی کی ولادت پر ارشاد	۶۱
خاندان ابوطالبؑ	۶۲
خواجہ ابوطالب کے حضور نذرانہ عقیدت	۶۳
یمنی زاہد اور سردار مکہ	۶۴
اعلان حمزہؓ	۶۶
مسرت ابوطالبؑ	۶۷
بے مثال محبت	۶۸
ایمان کسے کہتے ہیں؟	۷۰
پھر غور فرمائیے	۷۱
زاہد یمن کی پیش گوئی	۷۱
حضرت عبدالمطلب کا سفر آخرت	۷۴
حضور ﷺ خواجہ ابوطالب کی تربیت میں	۷۷
باب دوم ﷺ	
حضور ﷺ دامن رحمت میں	۷۸
تفسیر غرائب القرآن، جمل علی الجلالین	۷۹
تفسیر صاوی	۷۹
جلالین، خازن، کشاف	۸۰
معالم تنزیل، راویان حدیث	۸۱
حقانی، مظہری	۸۲
معارف القرآن	۸۳
حسینی، جلالین، ابن عباس، تفہیم القرآن	۸۴
روح المعانی	۸۵
عزیزی	۸۶

marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
ضلال کا مفہوم	۸۷
ضیاء القرآن	۸۹
جدامجد کے بعد چچا محترم	۹۰
مکہ مکرمہ میں ایک قیافہ شناس کی آمد	۹۱
آغوشِ ابوطالبؑ	۹۲
مشاہداتِ ابوطالب	۹۳
خواجہ ابوطالبؑ اور تاریخی تاثرات	۹۴
شدید قحط اور بارانِ رحمت	۹۸
خطیبِ مصطفےٰ ﷺ	۱۰۰
باب سوم	
دعوتِ اسلامی کا دوسرا دور	۱۰۴
سردارِ مکہ کا اعلان	۱۰۵
دعوتِ اسلامی کا تیسرا دور	۱۰۵
مشرکین دربارِ ابوطالبؑ میں	۱۰۶
اعلانِ تبلیغ اور مشرکین سے بیزاری	۱۰۷
دعوتِ اسلامی کا تیسرا دور، کردارِ ابوطالبؑ	۱۰۸
حضرت ابوطالبؑ راوی حدیث	۱۱۵
قید سے نجات	۱۱۶
خواجہ ابوطالبؑ حرم شریف میں	۱۱۷
انکشافِ حقیقت، بعض قریش کا احساس	۱۱۸
خواجہ ابوطالبؑ کا احتجاج	۱۱۸
قصیدہ لامیہ	۱۲۰
صحیفہ چاک کرنے کا دلچسپ واقعہ	۱۲۹
مقام حجون پر مشورہ	۱۳۳
قریش کے وفود	۱۳۴
بہشت کا پانی	۱۳۷
جناب ابوطالب صحابی ہیں	۱۳۹
خواجہ ابوطالبؑ کے حضور قریش کا وفد	۱۴۱
کفار کی دھمکی اور شجاعتِ ابوطالبؑ	۱۴۱

عنوانات	صفحہ نمبر
حضرت ابوطالبؑ کا انتقال	۱۴۳
خواجہ ابوطالبؑ کی وصیت	۱۴۴
خواجہ ابوطالب کی وصیت، وصیتِ نصرت	۱۴۵
مؤرخین کا اتفاق	۱۴۷
ابوطالبؑ کی وفات کے بعد کفارِ مکہ کا برا سلوک	۱۴۷
باب چہارم	
خواجہ ابوطالب کے خلاف روایات	۱۴۹
صحیح بخاری	۱۵۰
جامع ترمذی، حضرت ابوہریرہ اور یہ حدیث	۱۵۷
علامہ شبلی نعمانی	۱۵۹
سیرت الرسول ﷺ	۱۶۳
حادثاتِ اسلام	۱۶۵
سب وشتم	۱۶۶
سب وشتم بحوالجات تواریخ	۱۶۹
علامہ مودودی، سیوطی، مسعودی	۱۷۰
حضرت سعدؓ اور معاویہ کا مکالمہ	۱۷۱
باب پنجم	
آیاتِ مقدسہ و خواجہ ابوطالبؑ	۱۷۴
کمزور ترین دلیل	۱۷۶
امام رازی	۱۷۷
تاریخ اسلام کے سیاہ باب	۱۷۷
مراح البید	۱۷۹
رومی سفیر دربارِ رسالت میں	۱۸۰
تین آیات کا مجموعہ	۱۸۰
دیگر آیات	۱۸۲
لمحۂ فکریہ، یہ آیت اور حضرت ابوبکرؓ	۱۸۳
ولکن اللہ کی حکمت	۱۸۳
مزید غور و فکر کی ضرورت	۱۸۷
معیارِ ایمان	۱۸۸

marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
ضیاء القرآن	۱۸۹
سفر معراج اور انتخاب الٰہی	۱۹۰
امام احمد کبیرؒ	۱۹۱
زجاج کی خلاف اصول تحقیق	۱۹۲
مسلمانوں کا اجماع، مفسرین کا اجماع	۱۹۳
اہمیت ثقلین	۱۹۴
معارج النبوۃ، یہ آیت اور امیر علیہ السلام	۱۹۵
تدبر قرآن، آیت استغفار	۱۹۸
مخدومۂ کائنات سیدہ آمنہ صلوات اللہ علیہا	۲۰۰
ایک سوال	۲۰۱
چند اہم نکات	۲۰۲
ابراہیم نے آذر سے استغفار کا وعدہ کیوں کیا؟	۲۰۴
دشمنوں سے ہر قسم کا تعلق توڑ لینا چاہئے	۲۰۶
حیران کن تفسیر	۲۰۶
ضیاء القرآن	۲۰۹
تفسیر نعیمی	۲۱۰
مزید بحث	۲۱۳
نماز جنازہ	۲۱۴
اصل روایت	۲۱۵
تبصرہ وتحقیق	۲۱۶
مفسرین کی رائے، ابن جریر	۲۱۶
مزید تحقیق، سورہ توبہ مدنی ہے	۲۲۲
تفسیر مراح البید	۲۲۳
تفسیر روح البیان	۲۲۴
علامہ رازی، روح المعانی، روض الانف	۲۲۵
قاضی دحلان، قسطلانی، شیخ عبدالحق	۲۲۶
حضرت ابوہریرہؓ	۲۲۷
تین آیات، آیت گریز	۲۲۹
ابن عباس	۲۳۲

عنوانات	صفحہ
جلالین	۲۳۳
خازن	۲۳۴
نمبر تفسیر حسینی	۲۳۵
تفسیر مظہری	۲۳۶
مقام غور وفکر ہے۔ مظہری اور یہ بیان	۲۳۷
رازی کا بیان	۲۴۱
ابن کثیر	۲۴۲
ضیاء القرآن	۲۴۳
تفسیر نعیمی	۲۴۳
ایمان پوشیدہ رکھنا	۲۴۵
جائزہ	۲۴۸
حضرت عباس سابق الاسلام تھے	۲۴۸
ایمان ابوطالبؑ	۲۴۹
باب ششم ﷺ	
صحیح مسلم وتعارف ایمان	۲۵۱
نماز جنازہ	۲۵۲
مسلمان کی تعریف	۲۵۶
اسلام کی بہتر خصلت	۲۵۷
تعارف مومن بروئے قرآن وحدیث	۲۵۸
معیار ایمان بروئے قرآن	۲۶۰
سردار مکہ کی ثابت قدمی	۲۶۶
کردار ابوطالبؑ بنظر قرآن حکیم	۲۶۶
فرمانبردار بندوں کے درجات	۲۶۹
اتباع رسول ہی ایمان ہے	۲۷۲
قرآن حکیم نعمت عظمیٰ ہے	۲۷۳
اطاعت رسول ﷺ ہی ایمان ہے	۲۷۴
انتخاب الٰہی	۲۷۵
باب ہفتم ﷺ	
والدین کریمین علیہما السلام	۲۷۸

marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
دین فطرت پر کون قائم رہا	۲۸۲
سرورِ دو عالم ﷺ کی خواہش، تاریخ مکہ	۲۸۶
حضور ﷺ کے والدین..........	۲۸۷
امام محمد ابوزہرہ کا بیان	۲۹۴
ابن جوزی کا بیان	۲۹۷
حضرت سیدہ آمنہ کو صدمہ	۳۰۱
خاتون اول یثرب میں	۳۰۲
زرقانی کا بیان	۳۰۴
حافظ قرآن کے درجات	۳۰۵
ابوا شریف کہاں ہے	۳۰۶
مزید تحقیق، زیارت خیبر و ابوا شریف	۳۰۷
خیبر شریف کا سفر	۳۱۱
الحاج سید علی رضا کا بیان	۳۱۴
باب ہشتم	
نصرتِ رسول ﷺ	۳۱۵
عہدِ میثاق	۳۱۶
نصرت کس نے کی؟	۳۱۸
تکمیل وفاداری	۳۲۳
حضور ﷺ کے لئے مشرکین سے	
مدد لینا حرام ہے	۳۲۵
نصرتِ الٰہی	۳۲۵
تعاون و حمایت،	۳۲۶
نصرت کا وعدہ	۳۳۵
حضرت مسیح ؑ کا مطالبہ	۳۳۵
حضرت نوح علیہ السلام کی پکار	۳۳۶
نبی اور مومنین کے لئے تسلی	۳۳۷
فضل ربانی	۳۳۸
بے مثال فداکاری	۳۳۹
حضور ﷺ پوری کائنات کے لئے	
رسول ہیں	۳۴۰
احسان اور کردار ابوطالب ؓ	۳۴۲

عنوانات	صفحہ نمبر
نیکی کا بدلہ نیکی ہے	۳۴۳
جزائے صالحین	۳۴۷
نیکوں کا اجر محفوظ ہے	۳۴۹
گستاخ رسول کی سزا	۳۵۰
نبی کا مخالف جہنمی ہے	۳۵۳
گستاخ رسول جہنمی ہے	۳۵۵
ظالم کا معاون دوزخی ہے	۳۵۹
مؤمنین کو ایذا دینا کبیرہ گناہ ہے	۳۶۰
اہل مدینہ کو ایذا دینا حرام ہے	۳۶۲
باب نہم	
حدیث و فن نقد و نظر	۳۶۳
علامہ شبلی کا بیان	۳۶۵
روایت اور قیاس	۳۶۶
واقعہ افک	۳۶۹
شانِ خلیل علیہ السلام	۳۷۳
قرآن حکیم اور شانِ خلیل	۳۷۳
ملتِ ابراہیم ہی دین اسلام پر ہے	۳۷۵
اے انصاف تو کہاں ہے	۳۷۶
حضرت خلیل اللہ پر الزام	۳۷۷
حیران کن حدیث	۳۷۷
صحاح ستہ، خلاف عقل احادیث	۳۷۹
حیران کن عبارت	۳۸۶
حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت عزرائیل ؑ	۳۸۷
امام بخاری کا عجیب فتویٰ	۳۸۸
بخاری کا ابتدائی نسخہ	۳۹۰
ایک عجوبہ	۳۹۲
راویانِ حدیث	۳۹۳
روایت کی ابتداء، امام بخاری کی روایات	۳۹۴
حضرت سعد بن وقاص کا بیان	۳۹۵

marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
شیخ عبدالحق کا بیان	۳۹۶
بخاری کا ابتدائی نسخہ ہی نامکمل تھا	۳۹۷
کتابتِ حدیث	۳۹۷
یونس بن یزید	۳۹۸
معمر بن راشد، محمود بن غیلان	۳۹۹
اسحاق بن ابراہیم	۳۹۹
لیث ابن سعد	۴۰۲
شیخ نورالحق، کرمانی	۴۰۴
کرمانی شرح بخاری	۴۰۵
مزید تحقیق، محدثین کی رائے	۴۰۷
شرح مسلم نووی	۴۰۷
کرمانی شرح بخاری	۴۰۷
بروئے کرمانی مزید تحقیق	۴۰۸
عسقلانی کی فکرمندی	۴۰۸
فتح الباری، شرح بخاری	۴۰۸
تیسر الباری	۴۰۹
حضرت ابوبکرؓ کی تشویش	۴۱۰
راویانِ حدیث	۴۱۲
باب دہم ﷺ	
مقصدِ رسالت، تبلیغ ہی مقصدِ رسالت ہے	۴۱۳
افتراق کی بڑی وجہ	۴۱۵
جو خدا کی بارگاہ میں جھکتا ہے......	۴۱۵
اتباع رسول ﷺ کی تاکید	۴۱۶
سچوں کی پہچان	۴۱۸
مومنین کی آزمائش ہوتی ہے	۴۱۹
صالحین کی قدر و منزلت	۴۲۰
مبلغین صرف اللہ سے ڈرتے ہیں	۴۲۲
شانِ حبیب۔ رحمت عالمیان	۴۲۳
پہلے مومنوں کی شان بلند ہے	۴۲۵
مومن اور منافق برابر نہیں	۴۲۷
شعائر اللہ کی تعظیم	۴۲۷
حضورؐ کی تعظیم، عزت اور نصرت فرض ہے	۴۲۹
باب یازدہم ﷺ	
اسلام سے روکنے والے کافر ہیں	۴۳۲
تفرقہ بازی	۴۳۲
بت پرستی سے نفرت	۴۳۳
گمراہوں کا انجام، تخفیف عذاب،	۴۳۵
منافق کی پہچان	۴۳۷
دیگراں را نصیحت خود ملا فضیحت	۴۳۹
ہر امت اپنے امام کے ساتھ ہوگی	۴۳۹
صحبتِ رسول ﷺ	۴۴۰
برے امام	۴۴۱
مشرک کبھی نہ بخشا جائے گا	۴۴۲
مشرکین نجس ہیں	۴۴۳
مسلمان بادشاہوں کا فتنہ	۴۴۵
اپنے آپ کو مومن کہنے والے بھی مومن نہیں	۴۴۶
ہر انسان کے اعمال اس کے پاس ہوں گے	۴۴۷
کافر پچھتائیں گے	۴۴۸
کافر ہمیشہ جہنم میں رہیں گے	۴۴۹
کفار کے لئے دائمی عذاب ہے	۴۵۰
قیامت کے دن کوئی عذر قبول نہ ہوگا	۴۵۰
اپنا کیا اپنے آگے	۴۵۱
قانون الٰہی اٹل ہے	۴۵۲
باب دوازدہم ﷺ	
کفار سے دوستی حرام ہے	۴۵۳
عزم ابوطالبؓ	۴۵۵
عقیدہ حضرت ابوطالب	۴۵۶

marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
نبی اور رسول	۴۵۷
النبی	۴۵۷
الرّسول	۴۵۸
حضرت ابوطالبؑ کی فراستِ ایمان	۴۵۸
نصیب اپنا اپنا	۴۶۱
حافظ ابن حجر کا بیان	۴۶۲
جان نثاری کا اعلان	۴۶۳
زمانہ صحبت	۴۶۳
کفار کے دوست ظالم ہیں	۴۶۴
مشرک سے مدد لینا حرام ہے	۴۶۷
باب سیزدہم ﷺ	
حقیقتِ انسان	۴۶۸
تفرقہ بازی دین میں حرام ہے	۴۶۹
کردار بنوامیہ و بنوعباس	۴۷۰
حکمِ استقامت	۴۷۱
قرآن حکیم پر عمل کی تاکید	۴۷۲
فتح مکہ کی خوشخبری	۴۷۳
صرف زبانی اقرار سے ایمان نہیں ملتا	۴۷۳
حضرت مریم صدیقہ	۴۷۴
ارض وسماء کا مالک اللہ ہی ہے	۴۷۵
ذکرِ خدا فرض ہے	۴۷۶
باب چہاردہم ﷺ	
خواجہ ابوطالبؑ کا عقیدۂ آخرت	۴۷۷
اولین نعت گو ابوطالبؑ ہی ہیں	۴۸۰
نبی کی حمایت صرف مومن ہی کر سکتا ہے	۴۸۱
حضرت ابوطالبؑ کا دسترخوان	۴۸۲
مومن اور مشرک کا نکاح نہیں ہو سکتا	۴۸۴
کند ہم جنس با ہم جنس پرواز	۴۸۵
مومنوں کے لئے خوشخبری	۴۸۷

عنوانات	صفحہ نمبر
تفریق زوجین	۴۸۸
باب پانزدہم ﷺ	
ایمان ابوطالبؑ بروئے حدیث	۴۸۹
فتنوں کی پیشگوئی	۴۹۱
علمائے سوء کی سزا	۴۹۳
کامل الایمان مومن، دوستی کا اثر	۴۹۵
بدیع الزماں کا بیان	۵۰۱
حضور ﷺ سے وابستگی	۵۰۳
عزم مصمم۔ رحم و کرم۔ مفہوم صبر	۵۰۴
حسن تدبر	۵۰۶
وفاداری	۵۰۶
ایثار۔ حسن اخلاق	۵۰۷
باب شانزدہم ﷺ	
علی مرتضٰی علیہ السلام بحضور رفیقان مصطفٰی	۵۰۹
مخالفت کی بنیاد	۵۱۰
کتب احادیث۔ مرثیہ	۵۱۱
مولائے کائنات کا نذرانہ	۵۱۴
ولید بن مغیرہ کی دھمکی کا جواب	۵۱۵
مقام ابوطالبؑ	۵۱۷
حضرت ابوطالبؑ کا ایمان بروئے تاریخ	۵۱۸
شیخ ابوزہرہ کا بیان	۵۱۹
وصال حضرت ابوطالبؑ	۵۲۰
سگِ اصحاب کہف ۵۲۳	
تفسیر مظہری۔ گفتۂ رومی	۵۲۵
خواجہ ابوطالبؑ کا دم واپسیں اور......	۵۲۷
دشمنان رسول کے روپے پر......	۵۲۸
خواجہ ابوطالبؑ کی تنبیہ	۵۳۰
مہاجرین حبشہ کے بارے میں	
شاہِ بطحا کا اضطراب	۵۳۱

marfat.com

عنوانات	صفحہ نمبر
اقرار و مدحتِ رسولؐ	۵۳۲
عام الحزن	۵۳۳
ارشاداتِ ائمہ اہل بیت	۵۳۴
ارشاد حضرت امام سجاد	۵۳۴
کلماتِ امام محمد باقرؑ	۵۳۵
کلماتِ امام جعفر صادقؑ	۵۳۵
کلماتِ امام علی رضاؑ	۵۳۵
امام سہیلی اور ایمان ابو طالبؑ	۵۳۶
امام حرم علامہ سید احمد زینی دحلان کا بیان	۵۳۶
ایمان اور اسلام	۵۳۷
ایمان کا اسلام سے الگ ہونا	۵۳۸
اسلام کا ایمان سے الگ ہونا	۵۳۸
عذر و مجبوری۔ چوتھی بات	۵۳۸
حضرت ابو طالبؑ کا عذر شرعی	۵۳۹
توحید و رسالت کی گواہی	۵۴۰
احادیث شفاعت	۵۴۰
نجات و ایمان کی مزید وضاحت	۵۴۱
اختلافِ بیان	۵۴۲
حضرت ابو طالبؑ کا ایمان اور اسلام	۵۴۲
محبوبِ الٰہی	۵۴۳
برادرانِ یوسف علیہ السلام اور دو قمیصیں	۵۴۴
تعارف مقالہ نویس	۵۴۵
روشن چراغ	۵۴۶
مرضی الٰہی	۵۶۱
غم کا سال	۵۶۸
عرضِ آخر	۵۷۷

marfat.com

اظہارِ تشکّر

خُدا رحم کرتا نہیں اُس بشر پر
نہ ہو درد کی چوٹ جس کے جگر پر

جس طرح بندوں پر شُکرِ الٰہی ادا کرنا واجب ہے عین اُسی طرح بندگانِ خُدا کے احسانات کی شکر گذاری بھی لازم ہے، ورنہ مفہومِ شُکر کا اِدراک غیر واضح رہے گا۔

اسی اُصُولِ مُسلِمہ کے تناظر میں راقم الحُروف پر بھی اپنے اُن محسنوں اور کرم فرماؤں کا احسان مند ہونا ضروری ہے، جنھوں نے خندہ پیشانی سے کتاب "ناصرِ رسولؐ" کی کتابت وطباعت کے مصارف برداشت فرمائے۔ میں دِل کی اتھاہ گہرائیوں سے مندرجہ ذیل خیر اندیشوں کا شکریہ بجالاتا ہوئے دُعا گو ہوں کہ خُداوند کریم اِن معاونین پر اپنی لازوال رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ آمین

- آغا سیّد احمد مُصطفٰی صاحب زیدی، محترمہ سیّدہ زہرا زیدی صاحبہ ﴿تہران﴾
- آغا سرکار سیّد لال بادشاہ صاحب ﴿اسد آباد جہلم﴾
- زائرِ حرمین سیّد محمد علی حسنین کاظمی ﴿کشمیر کالونی جہلم﴾
- جناب چوہدری ظفر اقبال صاحب ﴿ملوٹ، جہلم﴾

ان تمام خیر خواہوں نے بخوشی بے طلب کے بھرپور تعاون کیا ہے۔

میرے ملنے والے ایک درویش منش دوست ہیں [illegible] طاقت سے بڑھ کر ہمت افزائی کی ہے، نام لکھنے کی اجازت نہیں۔

سپاس گذار

حیدری

marfat.com

نذرانۂ عقیدت

اے خطیبِ مصطفٰے، تیری خطابت کو سلام
اے کفیلِ مجتبٰے، تیری کفالت کو سلام

تو فداکارِ نبیؐ اور ناصرِ اسلام ہے
نرغۂ کفار میں تیری شجاعت کو سلام

سیدِ بطحا ہے زندہ نام تیرا تاحشر
تیری عظمت، تیری ہمت ، تیری نصرت کو سلام

پاسبانی تو نے کی ہے گلشنِ اسلام کی
سرورِ بطحا تیری شانِ جلالت کو سلام

ڈگمگا جاتے ہیں ایسے میں دلیروں کے قدم
تیرے استقلال، تیری استقامت کو سلام

کیا لکھے گا سیدیؔ تو ذرۂ ناچیز ہے
ناصرِ اسلام کی بے لوث خدمت کو سلام

marfat.com

نذرانۂ عقیدت بحضور خواجہ ابی طالبؑ

۔ ﷽مصنف کتاب ہذا، جناب سید یعقوب شاہ حیدری کے حسبِ فرمائش چند اشعار شانِ ابی طالبؑ میں موزوں کیے، جو ہدیہ قارئین ہیں۔ انجم سلطان شہباز

اتنی طاقت کب ہے شانِ شاہِ بطحا جو بیان کریں
سوچ ذرا ان سے تو خود پیار رسولوں کے سلطان کریں
پررونق ہے ہر اک گوشۂ فردوس انہی کے دم سے
ناز اُٹھائیں حوریں اُن کے اور قدسی سارے مان کریں
نازل قرآن ہوا ہے دیکھو ان کے بیتِ اطہر میں
جنت کے پروانے بھی وہ تو خود اوروں کو دان کریں
برسوں دین کی خاطر قید رہے گھاٹی کے زنداں میں
اسلام کی خاطر کنبہ سارا کربل میں قربان کریں
دشنام طرازی شیوہ تھا جب سارے کافر لوگوں کا
ایک ابی طالبؑ مدحت لکھ لکھ احمدؐ کی دیوان کریں
ایسا اک وقت کڑا بھی گذرا ہے سلطانِ عربیؐ پر
مکہ میں جب ظالم کافر نت کھڑے طوفان کریں

marfat.com

للکارا تھا سب سے پہلے شاہِ بطحا نے باطل کو
اس پر بھی جانے کیوں کچھ نادان سوالِ ایمان کریں
روک دیا باطل کے ریلوں کو اک دستِ فولادی سے
عرض کیا یا سرورؐ ! آپؐ سرِ عام اپنا اعلان کریں
یلغار بڑھی جب باطل کی فرمایا پدرِ حیدرؑ نے
آؤ شمع رسالت پر ہم جانیں اپنی قربان کریں
توڑیں گے ہم ان کی طاقت اپنی تلوار کی دھاروں سے
اے اہلِ ہاشم مل کر ہم سب اک پختہ پیمان کریں
کس نے چُن کر خاروں کو راہ اسلام کو آسان کیا
سوچ کریں وجدان کریں حق اور باطل کی کچھ پہچان کریں
ملحوظِ خاطر رکھیں بس تعظیم نبیؐ کے ناصر کی
نکتہ چیں اور ناقد ان کے اتنا تو احسان کریں
ایک سوائے اہلِ بیت کی تکریم کے دامن خالی ہے
ذکرِ شاہِ بطحا سے انجم عقبیٰ کا سامان کریں

انجم سلطان شہباز

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

انتساب

اس حقیر سی کاوش کو اس عظیم ہستی کے بابرکت نام سے منسوب کیا جاتا ہے، جو معلم و مقصودِ کائنات ہیں۔ صاحبِ قاب قوسین اور جدّ الحسنین ہیں۔ ایک بے کس گدائے بے نوا، خاک نشین شہنشاہ کونین کے دربار گوہر بار میں اِخلاص و عقیدت اور عاجزی و انکساری کا نذرانہ پیش خدمت کرتے ہوئے فریاد کناں ہے۔

یَا رَسُوۡلَ اللّٰہِ اُنۡظُرۡ حَالَنَا

یَا حَبِیۡبَ اللّٰہِ اِسۡمَعۡ قَالَنَا

"گر قبول اُفتدز ہے عز و شرف"

گدائے بے نوا

حیدری

marfat.com

تقریظ

﴿از قلم سلمٰی سید بی۔اے﴾

شانِ خاندانِ نبوت کسی تعارف کی محتاج نہیں تاہم بعض ناقص علم رکھنے والے برائے نام علماء ملاں حضرات اس شان پر رکیک حملے کر کے اپنی بدقسمتی اور آخرت کی بربادی کا سامان کرتے ہیں۔ کتاب ہذا اس موضوع پر لکھی گئی ایک مفصل اور مدلّل تصنیف ہے اس تصنیف میں مصنف نے نہایت لطیف پیرائے میں شانِ عمِ رسول صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو واضح کیا ہے اور دلائل سے معترضین کے اعتراض کا جواب دیا ہے۔ غرض یہ کہ شانِ حضرت ابوطالبؑ پر لکھی گئی ایک مکمل تصنیف ہے۔ جس میں نہ صرف شانِ حضرت ابوطالبؑ اور خاندان نبوت صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو اجاگر کیا گیا ہے بلکہ تاریخ اسلام کو سمو دیا ہے گویا کہ دریا کوزہ میں بند کر دیا ہو۔ ایمانِ حضرت ابوطالبؑ کو نہ صرف ان کے کلام سے بلکہ قرآن حکیم کے حوالجات سے ثابت کیا ہے۔

المختصر اپنے موضوع کے لحاظ سے ایک منفرد اور مکمل کتاب ہے۔ جس کا مطالعہ برائے نام علماء کی عاقبت سنوارنے کا باعث بن سکتا ہے اللہ تعالیٰ مصنف کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرماتے ہوئے روزِ محشر اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے سایہ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور اس کوشش کو بخشش و مغفرت کا وسیلہ بنائے۔ آمین

سلمٰی سیّد

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میری انتہائے نگارش یہی ہے

تیرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی زَیَّنَ النَّبِیِّیْنَ بِحَبِیْبِہِ الْمُصْطَفٰی وَمَنَّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ بِنَبِیِّہِ الْمُجْتَبٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ خَیْرُ الْوَرٰی وَعَلٰی آلِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

فریاد بارگاہ خیرالانام مسند نشین لامکاں، مالک کون ومکان، امام الانبیاء والمرسلین، صاحب قاب قوسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اِسْمَعْ قَالَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَ عَلٰی اٰلِکَ وَسَلَّمَ!

ہمارے حال پر رحمت وکرم فرمایئے اور ہماری فریاد پر خصوصی توجہ فرمایئے۔

اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ ھَمٍّ مُّغْرِقٌ خُذْ یَدِیْ سَھِّلْ لَنَا اَشْکَالَنَا

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْکَ وَ عَلٰی اٰلِکَ وَسَلَّمَ!

میں آلام ومصائب کے سمندر میں ڈوبا ہوا غوطے کھا رہا ہوں۔ میری دستگیری فرماتے ہوئے ہماری مشکلات کو آسان فرمایئے۔ اے پناہ بیکساں! اے وارثِ کون ومکاں، اے ''لی مع اللہ'' کے خلوت گزیں، صلوٰۃ وسلام ہو آپ پر اور آپ کی آل اطہار پر ایک بے نوا شہنشاہ دارین کے آستانہ عالیہ پر تہی دست بیکس دامن پھیلائے نظر کرم کا سائل وطالب ہے اس سائل کی معروضات یہ ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ عرش وکرسی، سدرۃ المنتہیٰ نہیں بلکہ لامکان کے مکین ہونے کے باوجود زمین پر واپس تشریف لائے یہ آپ کی مجبوری نہیں بلکہ اختیار تھا اور رہے گا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی سوسماء (گوہ) نے دی، ہرنوں نے

marfat.com

کلمہ پڑھا' اونٹ کی فریاد سن کر اس کی دل جوئی فرمائی۔ستارہ آسمان سے اُتارا' پتھروں اور درختوں نے شہادت دی' جبلِ اُحد آپ کا محبّ' چاند آپ کا غلام اور نظام کائنات کا سب سے بڑا سیارہ سورج آپ کا فرمانبردار' بحروبر ہی نہیں زمین وآسمان آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے تابع فرمان۔حضرت جابرؓ کے گھر چند روٹیاں اور سالن کی ہنڈیا ایک کثیر تعداد کے لئے کافی' تبوک کا پانی قلیل' آپؐ کی مقدس اُنگلیاں پانی کے پانچ چشمے بن گئیں۔صحابی کی لاٹھی روشن ہو کر راہنمائی کرنے لگی' کفار مکہ تلواریں لہراتے راستہ روکے رہے' آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کے بیچ میں سے ہو کر گزر گئے مگر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دکھائی نہیں دیئے۔اُم معبد کی بے شیر بکری کو دوہتے ہیں دودھ سے سارے برتن بھر جاتے ہیں اور برسوں تک وہ بکری مسلسل دودھ دیتی رہی۔جس آدمی کی جس حالت کیلئے دعا فرماتے ہیں قبولیت دعا کو چوم لیتی ہے۔

یَارَسُول اللہ صلّی اللہ تعَالیٰ عَلَیکَ وَاٰلِکَ وسَلّم

کائنات آپ کی مرضی کے زیر نگین ہے......مگر......آپ کی اُمت کے بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ کے شفیق ومحترم چچا (نعوذ باللہ) مسلمان ہی نہ تھے۔ہم نے تو آپ کے اس فرمان کو جان ایمان بنا رکھا ہے کہ مشرک کی امداد نبی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے حرام ہے' نیز یہ کہ دین اسلام کی نصرت وحفاظت وہی کر سکتا ہے۔جو خود دولت ایمان سے بہرہ ور ہو۔

اے حبیبِ خدا! ہماری یہ فریاد قبول فرماتے ہوئے اپنے جان نثار غمگسار' فداکار' ناصرو محافظ اور پہرے دینے والے مومن وموحد چچا کی قربانیوں کے صدقے میں ہماری خطائیں معاف فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ جب تک ہمیں زندہ رکھے' محبت اہل بیت پر رکھے' اسی عقیدہ پر موت اور حشر ہو۔

آمین یارب العٰلمین!

بے کس گدا

حیدری

﴿ مورخہ ۲۴ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ ۱۷ اپریل ۲۰۰۱ء ۵ بیساکھ ۲۰۵۸ ب ﴾

marfat.com

تعارف مصنف:۔سیّد محمد یعقوب شاہ حیدری ﷫

سید محمد یعقوب شاہ نام، حیدری تخلص، ولادت ۱۹۲۸ء بمقام لسانہ پونچھ جموں و کشمیر (مقبوضہ بھارت) شجرۂ نسب چونتیسویں پشت میں آسمان نبوت کے آفتاب ہفتم امیر المومنین حضرت امام موسیٰ کاظم ؑ سے جاملتا ہے۔ ریاست کشمیر میں ہماری رہائش تین جگہ پر ہوا کرتی تھی۔(۱) موسم سرما میں لسانہ پونچھ (۲) موسم گرما میں علاقہ سنبل بالا موضع سورہ فراؤ ضلع سری نگر۔ یہ موضع تبت جانے والی سڑک اور لارندی کے کنارے، سرینگر سے چھتیس میل مشرق میں واقع ہے۔ میرا ننھیالی خاندان وہیں مقیم ہے۔(۳) موسم گرما ہی میں علاقہ ''ساتھریاں'' جو درہ پیر پنجال کے مشرق اور قصبہ شوپیاں کے مغرب میں وسیع و عریض مرغزار ہے، میں تین چار ماہ رہا کرتے تھے۔ یاد رہے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو اس مرغزار کے حقوق ملکیت بروئے قانون حاصل تھے۔

ابتدائی تعلیم، لسانہ، لٹھو نگ اور کلر بامنو تحصیل پلوامہ میں حاصل کی۔ مروجہ تعلیم کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی کی تعلیم اپنے بزرگوں ہی سے حاصل کی۔ میرے اساتذہ کرام میں پیر طریقت حضرت مولانا سید محمد عبداللہ شاہ کاظمی نور اللہ مرقدہ، متوفی ۱۹۴۴ء مزارِ مقدس سورہ فراؤ، مولانا محمد حسین صاحب اور ماسٹر محمد حنیف صاحب ایسی مقدس ہستیاں تھیں، جن کے اخلاقِ کریمانہ اور اندازِ حکیمانہ کے سبب ذرۂ ناچیز کو خداوند کریم نے عزت بخشی ہے۔

تحریک آزادی کشمیر اور ۱۹۴۷ء کے جہادِ آزادیٔ کشمیر کے منفی اثرات مرتب ہونے کے پیشِ نظر وطن مالوف سے ہجرت کر کے پاکستان آنا پڑا۔ یہاں پہنچ کر میٹرک، منشی فاضل اور ادیب فاضل کے امتحانات پاس کئے۔

شجرۂ نسب ﷫

شجرہ نسب چونتیسویں ۳۴ پشت میں آسمان نبوت کے آفتاب ہفتم سیدنا حضرت امام موسیٰ کاظم ؑ سے جاملتا ہے۔ امام ممدوح کے لختِ جگر حضرت سید اسحٰق الموفق قطب کاظمیان ہیں جن کا مزارِ مقدس مزار شریف بلخ میں ہے۔

ہمارا قافلہ ۱۳ نومبر ۱۹۴۸ء کو گھروں کو خیرباد کہہ کر مشکل ترین سفری صعوبتیں برداشت کرتا ہوا

marfat.com

براستہ باغ کوہالہ یکم جنوری ۱۹۴۹ء کو واہ کیمپ (جو حسن ابدال کے قریب ہے) پہنچا۔ کچھ عرصہ وہاں رہنے کے بعد حکومت پاکستان نے ہمیں چکار مظفر آباد پہنچا دیا۔ موسم سرما شروع ہوتے ہی حکومت نے موضع ٹاہلیانوالہ جہلم لا ڈالا۔

۱۹۵۸ء میں ایوب حکومت نے ہمیں چکوال بھیج دیا۔ ماحول موافق میسر نہ آیا۔ لہذا ۱۹۷۸ء میں برادری کی مختصر سی جماعت ''کشمیر کالونی''، جہلم آ بسی۔ تب سے یکے بعد دیگرے شہر خموشاں کی جانب روانگی کا تسلسل جاری ہے۔

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں

بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں

پیشہ: آبائی پیشہ زمینداری و تجارت تھا۔ یہی وجہ تھی کہ راقم الحروف نے پاکستان میں قدم رکھتے ہی حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کی تجارت کو ذریعہ معاش بنائے رکھا۔ سن اٹھاون انسٹھ میں دو سال تک شہر جہلم کی مرکزی جامع مسجد خانساماں میں بطور مدرس کتب اسلامی کی تدریسی خدمات انجام دیتا رہا۔ اسی زمانے میں دو عیسائیوں نے نصرانیت سے تائب ہو کر خاکسار کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

ملازمت: یکم جنوری ۱۹۶۰ء میں گورنمنٹ ہائی سکول پچنند تحصیل تلہ گنگ ضلع اٹک بطور معلم السنۂ شرقیہ تقرری ہوئی۔ ۱۹۷۱ء میں ہائی سکول خان پور چکوال اور ۱۹۷۸ء میں گورنمنٹ ہائی سکول کالا گوجراں جہلم تبادلہ ہوا۔ ۱۹۸۲ء میں خرابی نظر کی وجہ سے بذریعہ طبی معذوری کمیٹی (میڈیکل بورڈ) ملازمت سے سبکدوش ہونا پڑا۔ ۱۹۸۳ء تا ۱۹۸۸ء ایک اشد ضروری شرعی مسئلہ یعنی عدم جواز نکاح سیّدہ پر ''عترت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم'' کتاب لکھ کر شائع کی ۱۹۹۴ء میں فضائل ومناقب اہل بیت پر مبنی ''عرفان اہل بیت'' شائع کی ۱۹۹۵ء میں ''شرعی طلاق وحلالہ'' شائع کی۔ اور سن ۲۰۰۰ء میں ''گلستان بتول'' شائع کی۔

روحانی نسبت آستانہ عالیہ حضرت شاہ ولایت نور اللہ مرقدہٗ سے ہے۔ جس کی تفصیل راقم کی دوسری کتاب گلستان بتولؑ میں مرقوم ہے۔

حیدری

مورخہ ۲۱ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ ۱۶ اپریل ۲۰۰۱ء

marfat.com

بنام خداوند بخشندہ و مہربان

عرضِ مصنّف

قارئینِ کرام !السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہ زیرِ نظر کتاب کے مرکزی موضوع پر بنیادی اعتبار سے کوئی اختلاف نہیں تھا اور نہ ہی اسلام میں ایسے اختلاف کی کوئی گنجائش ہے مگر......

بھلا ہو راویانِ حدیث کا جنھوں نے مطلق العنان اور خودسر حکمرانوں کے دسترخوانوں کی ریزہ چینی کے دوران میں ہر وہ چیز علم حدیث کا حصہ بنادی جس کے ذریعے کسی صورت میں بھی خاندانِ نبوّت کی شان وعظمت میں کوئی گستاخی ہوسکتی تھی۔

حکومتِ دمشق کے پختہ منصوبوں اور سازشوں کا جال اتنا وسیع ہو چکا تھا کہ ابوطالبؑ بچے نہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے والدین کریمین علیہم السلام۔

یہ سب کچھ اس زمانے کے دوران ہو رہا تھا جبکہ حکومت دمشق کے کتب خانوں میں تو قرآن حکیم کے نسخے موجود تھے مگر شرعی حدود کے نفاذ نام کی کوئی علامت موجود نہ تھی احکام قرآن سے کھلی بغاوت تھی۔ اپنے تئیں امیر المومنین اور ظلِ الٰہی کہلانے والے سرِ دربار پانی کی طرح شراب پیتے تھے۔ جو شاعر شراب اور کنیزوں کی تعریف کرتا تھا اسے بیت المال سے انعام دیا جاتا تھا۔ کچھ نمونے مقدمہ کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

اس کتاب کے لکھنے کی ضرورت اس لئے پڑی کہ ایسی روائتیں جن کا تحقیق سے تو کوئی تعلق نہ تھا صرف توہینِ اہلبیت کے لئے مشہور کتب میں نقش ونقل ہو کر اختلاف کا باعث بنیں۔ دوسرے عصرِ حاضر کے خارجی گروہ کے سرغنہ محمود عباسی خارجی کی ناخلف ذُرّیت نے جو انڈے، بچے دیئے تھے پوری نسل جوان ہو کر شب و روز خاندان نبوّت کے خلاف ہر ممکن ذریعے سے رسائل و کتابچے شائع کر کے عوام کو گمراہ کر رہی ہے۔

اس خارجی گروہ کا اثر حکومتِ پاکستان کی اعلیٰ کلیدی اسامیوں پر بھی اچھا خاصا ہے۔ داؤ لگنے پر اخبارات رسائل اور ریڈیو ٹی وی پر بھی روشنی پڑتی رہتی ہے۔ ریڈیو پاکستان پر ''روشنی'' عنوان کے تحت جتنے موضوع نشر ہوتے ہیں، بڑی خوش کن آواز میں اچھوتے لہجے اور سلیس زبان میں بیان کرنے والے ہیں۔ شاہ بلیغ الدین صاحب جن کے منہ سے نکلی ہوئی روشنی کی ہر کرن بنو اُمیہ کے شاہی خاندان کے کسی ''شہزادے'' ہی کے چہرے پر پڑتی ہے۔ بالخصوص یزید بن معاویہ ان کا چہیتا شہزادہ ہے۔ ہاں! ہاں! وہی یزید جس نے حادثۂ

marfat.com

کربلا کے واقع ہونے پر کہا تھا۔ ''کاش! میرے اسلاف زندہ ہوتے تو میں بتاتا کہ میں نے احمد سے بدر کا انتقام لے لیا ہے''۔ جب یہ سب کچھ ہؤا تو خاندانِ نبوّت کی توہین کرنے میں انہیں کیا رکاوٹ درپیش تھی اور اب کیا ہے؟

جہاں کہیں دو چار ہم خیال مل بیٹھتے ہیں تو اپنے اسلاف کی طرح اہل بیت کے حق میں گستاخیاں اور نکتہ چینیاں کرتے ہیں۔ حضرت ابو طالبؑ اور حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے والدین کریمینؑ کے خلاف فتوے صادر کرتے ہیں۔ ضرورت ہے اس بات کی کہ حتی المقدور ان برائیوں کا قلع قمع کیا جائے۔ بالخصوص علمائے حق اور مشائخِ عظام کے لیے خانقاہوں سے نکل کر میدان عمل میں آ کر رسم شبیرؑی ادا کرنے کا وقت ہے۔ اہل بیت کرام کے مخالفین کی حوصلہ شکنی عین جہاد اور اتباع رسول صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم ہے۔

سادات کرام کی خدمت میں بھی گزارش ہے کہ اپنے تئیں پہچانیں اور ایسے کاموں سے اجتناب کریں جن کے کرنے سے خاندانی شرافت پہ حرف آتا ہو۔ علم کا حصول اور تفاخر سادات حسنی حسینیؑ کا پیدائشی حق ہے اور اس حق کو بھی حاصل کرنا سادات کے لیے فرض ہے۔

یہودی نے مولائے کائنات کو طعنہ دیا کہ تم مسلمان ہو اور تمھارے پاس مال نہیں ہم یہودی ہیں اور دولت مند ہیں۔

مولائے کائنات نے فرمایا ہم اپنے رب کی تقسیم اور عطاو بخشش پر بہت خوش ہیں کہ اس نے ہمیں دولتِ علم سے نوازا اور جاہلوں کو مال دیا جو فانی ہونے والی چیز ہے۔

اگر چہ حضرت ابو طالبؑ پر بہت سی کتب موجود ہیں اور عاشقان مصطفٰے صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم آئندہ بھی لکھتے رہیں گے، مگر ہر آدمی کی عقیدت اور انداز فکر کا راستہ الگ ہؤا کرتا ہے۔ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ مقصد و منزل و مدعا ایک ہی ہوتا ہے۔

ہم نے قران و حدیث اور تواریخ اسلام کی روشنی میں کردار ابو طالبؑ کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ الحمدللہ کردارِ ابو طالبؑ اور تعلیماتِ اسلامیہ ساتھ ساتھ سفر کرتے دکھائی دیتے ہیں اس ہستی کی شان و عظمت کیا ہو گی جس نے اپنی جان پروانہ وار شمع رسالت پر قربان بھی کر دی اور یوں کہا کہ

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی — حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہؤا

اگر چہ اس وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں تاہم عرض کیے دیتے ہیں کہ بہت سے علماء و محققین نے شان ابو طالبؑ میں سمندِ قلم کو مہمیز دے کر اپنی اپنی عاقبت کو سنوارا ہے۔ ملاحظہ ہو!

ا۔ علامہ محمد باقر مجلسی نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف بحار الانوار میں پورے بیس ۲۰ صفحات حضرت ابو طالبؑ

marfat.com

کے مومن وموحد ہونے پر دلائل دیئے ہیں۔

۲۔ ابوالحسن شریف فتونی نے ضیاء العٰلمین کی دوسری جلد میں ایمانِ ابو طالبؑ کے بارے میں تفصیلی بحث کی ہے جو بہترین کتاب ہے۔

۳۔ علامہ برزنجی کی کتاب جس کا خلاصہ حضرت علامہ سید احمد بن زینی قاضی دحلان نے ''اسنیٰ الطالب فی نجات ابو طالبؑ'' کے نام سے لکھا ہے۔ بہترین کتاب ہے یاد رہے علامہ برزنجی اور سید احمد زینی مذہب اہلسنّت کے اکابر علماء ہیں اور امام ومفتی حرمین ہوگزرے ہیں۔

۴۔ سعد بن عبداللہ ابوالقاسم اشعری قمی متوفی ۳۰۱ ہجری نے حضرت عبدالمطلب عبداللہ اور ابو طالب علیھم السلام کے فضائل میں بہترین کتاب لکھی ہے، یہی حضرات بنواُمیہ کے فتووں کا ہدف ہیں۔

۵۔ ابوعلی کوفی احمد بن عمار متوفی ۳۴۶ ہجری نے ایمان ابو طالبؑ نام کی کتاب لکھی ہے۔

۶۔ ابومحمد سہیل بن احمد عبداللہ دباجی نے ایمان ابو طالبؑ پر ایک کتاب لکھی ہے۔

۷۔ ابونعیم علی بن حمزہ بصری تمیمی متوفی ۳۷۵ ہجری نے ایمان ابی طالبؑ پر ایک کتاب لکھی ہے، جس کا ایک نسخہ سامرامیں مرزا محمد ترانی کے پاس موجود ہے۔ ابن حجر نے اگر چہ اس کتاب کے مصنف پر رافضی ہونے کی تہمت بھی لگائی ہے تاہم ''اصابہ'' میں اس کتاب کے کئی اجزاء نقل کئے ہیں۔

۸۔ ابوسعید بن احمد بن حسین خزاعی نیشاپوری جو مفسر کبیر شیخ ابوالفتوح خزاع کے نانا تھے نے ''سنی الطالب ایمان ابی طالبؑ'' نامی کتاب لکھی ہے۔

۹۔ ابوالحسن علی بن بلال بن ابومعاویہ مہلبی ازدی نے ''البیان عم خیرۃ الرحمٰن'' نامی کتاب تصنیف کی جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباء اجداد اور ابو طالبؑ کے ایمان کے بارے میں ہے۔

۱۰۔ احمد بن قاسم نے ایمان ابو طالبؑ پر ایک کتاب لکھی ہے۔

۱۱۔ ابوالحسن احمد بن احمد بن عرفان کندی جرجانی متوفی ۴۵۰ ہجری نے ایمان ابو طالبؑ پر کتاب لکھی ہے۔

۱۲۔ ابوعبداللہ محمد بن نعمان معروف بہ شیخ مفیدؒ متوفی ۴۱۳ ہجری نے ایمان ابو طالبؑ پر کتاب لکھی ہے۔

۱۳۔ ابوعلی شمس الدین سید فخار بن معد موسوی متوفی ۶۳۰ ہجری نے ''الحجۃ علی المذاھب الیٰ تکفیر ابو طالبؑ'' نامی کتاب لکھی ہے، جس کو علمائے حق نے بہت سراہا ہے۔

۱۴۔ حسنی سادات کے چشم وچراغ ابوالفضائل احمد بن طاؤس متوفی ۶۷۳ ہجری نے ایمان ابی طالب پر ایک مقالہ لکھ کر اپنی کتاب ''المقالۃ العلویہ'' میں شامل کیا ہے۔ جو امامت کے موضوع پر ہے اور ابو عثمان حافظ کے ردّ میں لکھی گئی ہے۔

marfat.com

۱۵۔سید حسین طباطبائی یزدی حائری المعروف بہ واعظ متوفی ۱۳۰۷ہجری ''غنیۃ الطالبؑ فی ایمان ابی طالبؑ'' نامی کتاب فارسی میں لکھی ہے۔

۱۶۔''ابوطالبؑ مومن قریش''مصنفہ عبداللہ الخنیزی حنفی۔

۱۷۔مفتی شریف سید محمد عباس تستری ہندی متوفی ۱۳۰۶ہجری شاعر عذیر نے ''بغیۃ الطالبؑ فی ایمان ابی طالبؑ'' نامی کتاب لکھی ہے۔

۱۸۔شمس العلماء مرزا محمد حسین گرگانی نے ''مقصد الطالب فی ایمان اٰباءَ النبی وَعَمِّہٖ اَبِیْ طَالِبْؑ'' نامی کتاب لکھی جو ۱۳۱۱ہجری میں بمبئی (بھارت) میں طبع ہوئی۔

۱۹۔شیخ محمد علی بن مرزا جعفر فصیح ہندی نے ''القول الواجب فی ایمانِ ابوطالبؑ'' نامی کتاب لکھی ہے۔

۲۰۔شیخ مرزا محسن بن مرزا تبریزی نے ایک کتاب لکھی۔

۲۱۔سید محمد علی آل شرف الدین عاملی متوفی ۱۳۷۳ہجری نے ''شیخ الابطح اوابوطالبؑ'' نامی کتاب لکھی جو ۱۳۴۹ہجری میں طبع ہوئی۔

۲۲۔شیخ مرزا محمد طہرانی کے فرزند شیخ مرزا انجم الدین نے ''شہاب الثاقب لرجم مُکَفِّرِ اَبِیْ طَالِبؑ'' نامی کتاب لکھی۔

۲۳۔شیخ جعفر بن حاج محمد نقدی ''مواہب الواہب فی فضائل ابی طالبؑ'' نامی کتاب لکھی جو ۱۳۴۱ہجری میں نجف اشرف سے طبع ہوئی۔

۲۴۔علامۃ العصر شیخ عبدالحسین امینی بن شیخ احمد نجفی مصنف ''الغدیر'' نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''الغدیر'' کی ساتویں اور آٹھویں جلد میں خواجہ ابوطالبؑ کے بارے میں طویل ترین بحث نقل کی ہے۔ مصنف کا انتقال ۱۳۹۰ہجری میں ہوا۔

ادارہ تعلیمات اسلامی نے ''الغدیر'' میں نقل موضوع کو کتاب کی صورت اُردو میں ترجمہ کر کے ''ابوطالبؑ مظلوم تاریخ'' کے نام سے شائع کیا۔ سال طباعت ۱۹۹۷ء ہے۔ بہترین کتاب ہے۔

۲۵۔کرنل (ریٹائرڈ) علامہ محمد انور مدنی حال لاہور نے ''حضرت ابوطالبؑ'' نامی کتاب لکھی ہے۔

۲۶۔علامہ صائم چشتی فیصل آبادی نے ''ایمان ابوطالبؑ'' نامی کتاب دو جلدوں میں شائع کی جس میں سیر حاصل بحث ہے۔

یہ وہ کتب ہیں جن کا ہمیں علم ہے۔ جو ہماری دانست و معلومات سے باہر ہیں نہ جانے ان کی تعداد کہاں تک پہنچتی ہوگی۔ مذکورہ چھبیس کتب میں کتنا مواد ہوگا۔ کتنی دلیلیں ہوں گی، کیا کیا شان و عظمت بیان ہوئی ہوگی، کن کن کمالات و درجات کا ذکر ہوا ہوگا اس امر کا تعلق گہرے مطالعہ اور عشق و

marfat.com

محبتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ محب کو محبوب میں کوئی عیب دکھائی نہیں دیتا اور گستاخ کو کوئی خوبی نظر ہی نہیں آتی۔ سارا دارومدار نظر پر ہے آنکھ کی تو بناوٹ ایک جیسی تھی مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس کی زیارت اور دیدار پرانور سے جو کچھ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نظر آتا تھا وہ ابوجہل بدبخت کو کب دکھائی دیتا تھا۔ نظر کا انحصار تو عقیدہ واتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ہے' یہ نعمت بےادب گستاخ کو کہاں نصیب؟

۲۷۔ خواجہ ابوطالبؑ کے عقیدت مندوں اور کتب لکھنے والوں کی تعداد تو خالق کائنات ہی کو معلوم ہو گی۔ اس فہرست کے آخر میں عصر حاضر کے محقق اور مفسر پیر کرم شاہ صاحب الازہری متوفی ۱۹۹۸ء کی مشہورِ زمانہ تاریخ ''ضیاء النبی'' جلد دوم صفحہ ۲۲ میں مصنف نے خواجہ ابو طالبؑ پر جو لکھا ہے آئندہ صفحات میں نمونہ پیش کیا جائے گا۔

فیصلہ شدہ بات ہے کہ کبھی کسی کافر اور مشرک نے کسی نبی کی نصرت وحمایت نہیں کی۔ نبی کی حمایت اور دین کی حفاظت تو وہی کر سکتا ہے جو خود توحید ورسالت پر ایمان رکھتا ہو' جو مقامِ نبوت سے متعارف ہو' جس نے ایمان کی حلاوت کو علم اور ادراک اور عشق ومحبت کی کسوٹی پر پرکھا ہو' جس نے مشاہدات ومعجزاتِ نبوت کو بچشم خود ملاحظہ کرتے ہوئے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے تصدیق کی ہو۔ یہ تمام خصائل واعمال عمِ محترم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خواجہ ابوطالبؑ میں پوری آب وتاب کے ساتھ موجود تھے۔

❀❀❀

marfat.com

مقدمہ

کیا یہ امراء المومنین تھے؟

ع۔ ''اثر کرے نہ کرے سن تو لے میری فریاد''

امیر سے مراد ہے امام و حاکم، سردار، راہنما۔ اصطلاع عام میں یہ مقدس لقب تھا خلفائے راشدین کا۔ اس مقدس لقب کا مستحق و اہل وہی مردِ حق آگاہ ہوسکتا ہے۔ جس کے قول و فعل حسنِ عمل و کردار میں کوئی تضاد نہ ہو اور رو ہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہمہ وقت مطیع و فرمانبردار ہو۔ یہ لقب صوری معنوی اعتبار سے بلند پایۂ تقویٰ طہارت اور تقدس و احترام کا مُتقاضی اور ترجمان ہے۔ یاد رہے کہ خلافت حقہ کا زرین عہد فرزند رسولؐ حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے ساتھ ہی ختم ہوگیا جیسے کہ فرمانِ رسالت سے ظاہر ہے۔

اگر چہ بعد میں آنے والے اموی عباسی ملوک و سلاطین بھی اپنے تئیں خلفاء اور امیر المومنین ہی کہلواتے رہے مگران کے اقوال و افعال اور نظامِ حکومت، قیصر و کسریٰ کے طرزِ حکومت کا مظہر رہا۔

ہم اپنے قارئین کو ایک تاریخی پسِ منظر پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتے ہوئے آخر کلام میں چند جملے پیش کرتے ہوئے فیصلہ چاہیں گے، انصاف کے لیے دامن پھیلائیں گے اور غیر کی توقع بھی ہے۔

ہمیں ان امراء و سلاطین کی ذوات سے کوئی اختلاف ہے نہ رقابت لیکن انہوں نے امتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مذہبی مالی اور جانی ذمہ داریاں جو اپنے کندھوں پر لے رکھی تھیں انکے عدم تحفظ پر ان کے مناصب اور افعال و اعمال کی تحقیق و تجسس کا جائزہ لینے کا ہر مسلمان کو حق حاصل ہے۔ تحقیق و جستجو کا دروازہ تا قیام قیامت کھلا رہے گا۔ نہایت ہی اختصار سے مشتے نمونہ ازخروارے پیش خدمت ہے۔ غور فرمایئے کہ اموی عباسی حکمران، اس مقدس لقب (امیر المؤمنین) کے مستحق اور اہل تھے؟ ملاحظہ ہو!

۱۔ ایک جمہوری ''خلیفہ'' نے سرکاری اور تحریری احکام جاری کئے تھے کہ اسلامی ممالک کی تمام جامع مساجد میں نمازوں کے اوقات میں انفرادی و اجتماعی طور پر خاندانِ نبوت اہل بیت پر سب و شتم کا قبیح و مذموم عمل جاری رکھا جائے۔ انہی احکام کے ذریعے یہ رسوائے زمانہ کام ایک صدی تک جاری رہا۔ مشہدِ اُحد کی جانب نہر زبیدہ کا رُخ موڑنے کا واحد مقصد یہ تھا کہ سید الشہداء حضرات حمزہ علیہ السلام کی بے حرمتی کی جائے۔ کتب تواریخ سے دریافت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مشہد اُحد شریف سے کتنے

marfat.com

شہیدوں کے جسدِ مبارک نکلوائے گئے تھے اور کیوں؟

انہی صاحب نے اپنے ناخلف بیٹے کو امتِ مسلمہ پر مسلط کیا جس نے نہ صرف حرمین شریفین کی بے حرمتی کرتے ہوئے اینٹ سے اینٹ بجادی بلکہ گلستان نبوت کی ہر کلی کو دشتِ نینوا کی جھلستی ہوئی آتشبار ریت سے پیوست کر دیا۔ اس صدمے کو قلم لکھ سکتا ہے نہ زبان بیان کر سکتی ہے' دماغ توجہ دے سکتا ہے' نہ دل برداشت کر سکتا ہے۔ خلیفہ برحق کے خلاف کئی جنگیں لڑیں جن میں ہزاروں انسان تہ تیغ ہوئے۔ مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈالا کہ اُمت گروہوں اور فرقوں میں بٹ گئی آپس کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ نفرت کا جو بیج بویا گیا تھا آج اس کے تناور درخت برگ وبار سے لدے ہوئے ہیں۔

ستم بالائے ستم یہ کہ حضرات امامین کریمین حسنین علیہما السلام کو مسجدِ نبوی میں منبر رسولؐ کے قریب بٹھا کر روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اہل بیت پر سبُّ وشتم کو عبادت کا لازمی حصہ بنایا جاتا رہا۔

اس خلیفۂ جمہور نے مولائے کائنات حضرت علی اور امام حسن علیہما السلام کو شہید کروایا' نیز امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے منصوبے بھی انہی صاحب کے دورِ حکومت میں تجویز ہو چکے تھے۔

صحابی رسول حضرت حجرؓ بن عدی کو ان کے بارہ ساتھیوں سمیت امان کا وعدہ دے کر درجۂ شہادت پر فائز کیا۔ ایک چور کو ایک شعر سنانے کے بدلے حد لگائے بغیر چھوڑ دیا۔ ایک شاعر کو اپنی پسند کے تین شعر سنانے پر مسلمانوں کے مال' بیت المال سے تین لاکھ درہم انعام دیا۔ منبر رسولؐ کو اکھاڑ کر دمشق لے جانا چاہا مگر قدرت کو یہ امر منظور نہ تھا' کیونکہ منبر شریف کے ہلنے سے مدینۃ الرسولؐ میں دن دیہاڑے رات چھا گئی' لوگ رونے لگے' آسمان پر ستارے نظر آنے لگے۔ نہر زبیدہ کا رُخ مشہدِ اُحد کی طرف موڑنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ عمِ رسولؐ سید الشہداء حضرت حمزہ علیہ السلام کے مزارِ مقدس کی بے حرمتی کی جائے کہ وہ مشرکین کے قاتل تھے۔

حزم بن فاتک کی سفید پنڈلیاں دیکھ کر کہا کہ کاش! یہ کسی عورت کی پنڈلیاں ہوتیں۔ حضرت حسن علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنی تو خوشیاں منائیں اور کہا ایک انگارہ تھا' خدا نے اٹھا لیا (نعوذ باللہ)۔

۲۔ ایک اور خلیفہ ''جمہور'' نے اپنے افعال وکردار کی ایسی مثال دُنیا میں چھوڑی کہ قیامت تک انسانیت کو اس سے نفرت رہے گی۔ خاندان رسالت پر بے پناہ جبر واستبداد روا رکھا' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کو بے دردی سے شہید کیا' رسول زادیوں کو درباروں اور بازاروں میں قیدیوں کی حیثیت میں پھرایا' ذہنی وجسمانی اذیتیں پہنچائیں' چادریں لوٹیں اور کلمہ گو یہ سب کچھ دیکھ اور کر رہے تھے مگر کسی کو غیرت نہ آتی تھی۔

marfat.com

اس ''خلیفہ'' کو کتوں اور بندروں سے بہت پیار تھا۔ بندروں کو ریشمی لباس اور سونے کے کنگن پہنا کر گھوڑوں پہ سوار کراتا۔ جب کوئی بندر مر جاتا تو اس کے کفن دفن کے بعد سوگ منایا جاتا۔

فوج بھیج کر مدینۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں قتل عام کیا' مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے' مدینہ منورہ میں دس ہزار باکرہ لڑکیوں کے ناجائز بچے ہوئے۔ مکہ معظمہ میں خانۂ خدا اور اہل مکہ پر جو ظلم وستم ہوئے بیان کی طاقت سے باہر اور ناگفتہ بہ ہیں۔ ہر حرام کو حلال قرار دیا۔ وحی الٰہی قیامت اور جزا وسزا کا انکار کیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا دشمن کہا۔

۳۔ ایسے ہی ایک ''خلیفہ'' نے حضرت عثمان ﷺ کی گود میں بیٹھ کر اُن کو شہید کرایا' افریقہ کا سارا خمس غصب کیا اور اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر سبُّ شتم کیا کرتا تھا۔ سیوطی نے تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵۸ (اردو) پر بروایت اُم المومنین حضرت عائشہ لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حکم اور مروان کو ملعون فرمایا ہے۔ مروان کے تعارف کیلئے ہماری دوسری تصنیف ''احسن المدارج فی ردِ خوارج'' ملاحظہ فرمائیں۔

قارئین کرام! اب ایسے شخص کا تعارف کروانا مقصود ہے جس کو مدینہ منورہ کا بہت بڑا عالم 'محدث اور فقیہ مانا جاتا تھا۔ یہ شخص اسی مروان کا نامور بیٹا عبدالملک بن مروان تھا۔ جب اسے تخت نشینی کا پروانہ ملا تو یہ اس وقت مسجد نبوی میں بیٹھا قرآن حکیم کی تلاوت کر رہا تھا۔ تخت نشینی کی خوشخبری پا کر دیوانگی طاری ہوگئی۔ کہنے لگا اے قرآن! اب تیرا میرا ساتھ ختم ہوگیا' راستے الگ الگ ہوگئے۔ گھر گیا تلوار لی' مسجد میں آ کر اہل مدینہ کو اکٹھا کیا شاہی فرمان سنایا اور اہل مدینہ سے یوں مخاطب ہوا۔

سنو! جس نے مجھے اتق اللہ (اللہ سے ڈرو!) بھی کہا اور جس نے ذرا بھی میری بات کا رد کیا تو اس کا علاج تلوار سے کروں گا۔ اس نے امر بالمعروف سے اہل شہر کی زبان بندی کر رکھی تھی۔ اس کے سامنے کسی آدمی کو بولنے کی جرأت تھی نہ اجازت۔

ایک دفعہ خطبہ جمعہ کو اتنا طول دیا کہ عصر ہوگئی۔ ایک صحابی نے ہمت کرتے ہوئے کہا ''امیر المومنین وقت آپ کا انتظار نہ کرے گا'' عبدالملک بولا' اے شخص! بات تیری سچ ہے' مگر تیری جگہ وہ نہیں ہونی چاہیے' جہاں اس وقت تو ہے یہ کہنا تھا کہ شاہی باڈی گارڈوں نے اسے ''بہشت'' میں پہنچا دیا۔ یہ تھے امیر المومنین فقیہہ اور خلیفہ کہلانے والے ظالم اور بے انصاف حکمران۔ اس نے اکابر صحابہ کی تذلیل کی۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷺ کی داڑھی نوچی' جو امام قرأت تھے۔ عبدالملک نے کہا ''قرآن مجید میں جہاں بھی ابن مسعود ﷺ کی قرآت نظر آئی تو اگر خنزیر کے کولہے کی ہڈی سے بھی کھرچنا پڑا کھرچوں گا (نعوذ باللہ)''۔

marfat.com

بیعت لیتے وقت ''طلاق'' پر حلف لیتا تھا۔ اہل بیت کی دشمنی تو ان بادشاہوں کی خصوصی پہچان تھی۔ رعایا کی زبان بندی تھی۔ اس کے عہد حکومت کی سب سے بڑی نحوست اور لعنت فرعون وقت حجاج بن یوسف تھا عبدالملک نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ جہاں تک ممکن ہو حجاج کی عزت واحترام اور احسان کرنے کی وصیت اپنے بیٹوں کو بھی کرنا' یہی مردود تھا جس نے بیت اللہ شریف پر سنگ باری کر کے خانہ خدا کو مسمار کر دیا۔ پردے جلا دیئے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو حرم بیت اللہ میں شہید کیا۔

حجاج مردود نے اڑھائی لاکھ بندگانِ خدا کو بے قصور تہ تیغ کیا۔ جب یہ مرا تو اس وقت اسی ہزار افراد بغیر کسی قصور کے جیلوں میں گل سڑ رہے تھے۔ عبدالملک اس کا بہت احسان منداور شکر گزار تھا۔ کیئے گئے مظالم میں دونوں برابر کے حصے دار تھے۔ ایک جیسا ''انعام'' ملے گا۔ شراب کا دلدادہ اور مسلمانوں کا خون خوار تھا۔ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن اور گستاخ تھا۔ حضرت ابودرداءؓ کی والدہ مکرمہ کے پاس گیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم عبادت گزار ہونے کے ساتھ شراب خوار بھی ہو؟ عبدالملک نے جواب دیا' شراب خوار بھی ہوں اور خون خوار بھی۔ اپنے ظلم وفجور کا معترف تھا بلکہ فخر کرتا تھا۔

مروان نے عمرو بن سعید کو اپنا ولی عہد نامزد کیا تھا مگر اس بڑے فقیہہ عبدالملک نے اسے قتل کروادیا۔ اس کی نیکیوں میں ایک نیکی یہ بھی تھی کہ اپنے چچا کا قاتل تھا۔

۵۔ یزید بن عبدالملک بھی اپنے باپ ہی کی سی عادات کا وارث تھا۔ بخوف طوالت مضمون صرف ایک ہی نمونہ حاضر خدمت ہے۔

یزید بن عبدالملک کے پاس اموی علماء کا ایک وفد آیا اور انہوں نے اجتماعی فتویٰ جاری کیا کہ خلفاء کو قیامت کے دن کوئی پرسش نہ ہوگی یعنی اُن کا کوئی حساب نہ ہوگا۔ (یہ فتویٰ قرآن سے جنگ اور انکار ہے)۔

۶۔ ہشام بن عبدالملک کی خلافت کی سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ وہ نہ صرف اہل بیت کا گستاخ تھا بلکہ سیدنا حضرت امام زین العابدینؑ کا قاتل بھی تھا۔ (اس سے بڑی اور کیا نیکی ہوسکتی ہے؟)

۷۔ ولید بن یزید بن عبدالملک انتہائی فاسق و فاجر اور بدکار تھا۔ شرعی احکام کی قطعاً پرواہ نہ کرتا تھا۔ بد بخت بہت بے حیا اور فحش گو تھا۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ ابن عائشہ نے چند اشعار سنائے تو ولید نے اٹھ کر اس کے جسم کے ہر عضو کو بوسے دیئے حتی کہ عضو تناسل پر بھی بوسہ دے کر رہا۔ اتنا بے دین اور فحش گو ڈھونڈے سے نہ ملتا تھا۔ سب سے بڑھ کر شاتمِ رسولؐ اور کتاب اللہ کا گستاخ مردود

marfat.com

تھا۔ ایک بار کہنے لگا کہ ہم چوتھے آسمان پر بیٹھ کر شراب پییں گے۔

سیوطی نے لکھا ہے کہ ۱۲۵ھ میں تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔ بہت ہی بدکار شرابی اور حد سے زیادہ ممنوعات شرعیہ میں مبتلا رہتا تھا۔ اس نے حج کا ارادہ محض اس لیے کیا تھا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب پیئے گا۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۵۶)

یہ کارنامے ہیں اس ظالم گروہ کے جو اپنے آپ کو ظلِ الٰہی اور امیر المومنین کے مقدس القاب سے ملقب کرتے تھے۔ ہم ہر زمانے کے علماء و فقہا اور مشائخ و محدثین سے سوال کرتے ہیں کہ ایسے کردار کے مالک ان مقدس القاب کے اہل ہو سکتے ہیں؟

ع۔ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی؟

امیر المؤمنین کہلانے والے ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان کے بارے میں امام المؤرخین مسعودی نے اس کی بہت سی شرمناک اور غیر شرعی حرکات کا وضاحت سے ذکر کیا ہے، تفصیل کے لیے مسعودی کی تیسری جلد ملاحظہ کریں۔ سردست ہم یہاں ولید کی ایک کفریہ حرکت کا ذکر کرتے ہیں۔ مسعودی نے تحت عنوان ''قرآن پاک کے ساتھ ولید کا سلوک'' لکھا ہے ایک روز اس نے یہ آیت پڑھی وَاسۡتَفۡتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيۡدٍ مِّنۡ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسۡقٰى مِنۡ مَّآءٍ صَدِيۡدٍ۔ ''اور فتح مانگی انہوں نے نامراد ہوا ہر سرکش، عناد کرنے والا جہنم اس کے پیچھے لگی اور اسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا'' (سورہ ابراہیم آیت نمبر ۱۵)

تو اس نے قرآن پاک منگوا کر اسے تیروں کے لئے بطور ہدف نصب کر دیا اور یہ شعر پڑھتے ہوئے اسے تیر مارنے لگا۔ (صرف ترجمہ)

''اے قرآن! کیا تو ہر جابر اور حق کے مخالف کو ڈراتا ہے؟ تو دیکھ لے میں جابر اور حق کا مخالف یہاں کھڑا ہوں اور جب تو حشر کے روز اپنے ربّ کے پاس جائے تو کہہ دینا کہ اے میرے ربّ! مجھے ولید نے پھاڑا ہے۔'' (مسعودی اردو ۲۶۶/۳ طبع کراچی)

مسعودی نے اس کفریہ فعل کے نقل کرنے کے بعد ولید کے ملحدانہ اشعار کا ذکر کیا ہے، ان اشعار میں نبوت، رسالت، نزول وحی اور کتاب اللہ کا صریح الفاظ میں انکار ہے، نیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان جلیلہ کے خلاف کفریہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ہمیں ہمت نہیں کہ ان کفریات کو یہاں نقل کریں جن دنوں ولید نے توہین رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر مشتمل شعر کہے اس کے تھوڑے دنوں بعد قتل ہو گیا تھا۔

حیرت تو اس بات پر ہے کہ ولید نے قرآن حکیم کو تیروں سے پرزے پرزے بھی کر دیا

marfat.com

رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ شاتم بھی ٹھہرا' جو بے دینی اور کفر اس سے ہو سکتا تھا کر گزرا۔ قولاً فعلاً مرتد ہوا تو اس زمانے کے علماء ومحدثین اور فقہا نے اس پر کیوں نہ فتوے لگائے' اسے کیوں نہ ملحد اور زندیق قرار دیا؟ کیا اس کی برأت کا کوئی جواز تھا؟ ولید کے ان تمام افعال رذیلہ کے باوجود علامہ ذہبی اس کے کفر کا قائل نہیں۔ کیا حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زرّین عہد اور خلفائے راشدین کے ادوار میں ایسی چشم پوشیاں کی جاتی تھیں؟ ولید پر کس نے حد لگائی' کس کو قانونِ اسلام کے احترام کا خیال آیا' کس کے دل میں غیرتِ ایمانی نے جوش مارا کہ اس شاتمِ رسولؐ اور منکرِ قرآن ووحی کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے' مگر ایسا ثبوت کہیں نہیں ملتا۔ یزید بن معاویہ کو کسی نے نہ پوچھا جس نے گلستانِ رسولؐ و بتول علیہا السلام کی ہر کلی کو روند کر رکھ دیا تو ولید وغیرہ تو بعد کی بات ہے۔

۸۔ یزید ناقص نے حصولِ اقتدار کی خاطر اپنے چچا زاد بھائی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس کی ''خلافت'' میں یہ نیکی نمایاں رہے گی۔

یہ مختصر سا جائزہ تھا سلاطین بنی اُمیہ کا' سوائے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے کسی دُوسرے میں خدا کا خوف' رسولؐ کا اتباع' اہل بیت کرام اور عامۃ المسلمین کی ذرہ بھر محبت نظر نہیں آئی اور نہ ہی ادب و احترام!

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے مسلماں نہیں' راکھ کا ڈھیر ہے

قارئین کرام! یہ سب کچھ ہوتا رہا مگر کسی کو ٹس سے مس نہ ہوا' تو ایسے میں خواجہ ابو طالبؑ پر فتویٰ لگ گیا تو کون سی اچنبے کی بات ہے۔

امرائے بنی عباس

اگر چہ عباسی اور علوی ایک ہی قبیلے کی دو شاخیں تھیں اور شروع ہی سے آپس کی محبت' ہمدردی اور تعاون چلا آ رہا تھا۔ مسلم خراسانی نے عباسیوں کی حکومت کی بنیاد محض اہلِ بیت کی محبت اور عقیدت پر استوار کی تھی۔ سفاح کے عہدِ حکومت میں علوی عباسی دونوں قبیلے شیر و شکر ہو کر رہے مگر منصور دوانیقی کے تخت نشین ہوتے ہی عباسیوں کی عقل و دانش اور آنکھوں پر حکومت کرانے اور دولت جمع کرنے کے پردے پڑ گئے۔ اب کیا ہوا؟ منصور نے اہل بیت کرام حسنی حسینی سادات پر مظالم کے طوفان مسلط کر دیئے بغیر کسی تحریک کے سادات کرام کے ہزاروں افراد کو شہید کروا دیا۔

اگر چہ بنو امیہ اور بنو عباس آپس میں دشمن ہو چکے تھے لیکن اہل بیتِ رسولؐ بنو ابو طالبؑ کے

marfat.com

خلاف دونوں کا برتاؤ اور سلوک ایک جیسا تھا بنو امیہ نے ائمہ اہل بیت کو شہید کیا تو فرق بنو عباس نے بھی نہیں چھوڑا۔ ہر ایک نے اپنے اپنے دورِ حکومت میں اپنے اپنے دور کے امام کو شہید کیا۔ جس کی جھلکیاں آئندہ صفحات میں پیش کی جا رہی ہیں۔

۱۔ عباسیوں نے اہل بیت پر ظلم و ستم کی چکی چلا کر اموی دور کو پھر سے تازہ کر دکھایا۔ حسنی حسینی سادات کا قتل عام کیا اور آفتاب علم و عرفان فرزندِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدنا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو منصور نے زہر سے شہید کر دیا۔

۲۔ مہدی عباسی موضوع حدیثیں بیان کرتا تھا۔ رعایا کا مال اپنی خواہشات پوری کرنے کے لیے بے دریغ خرچ کیا کرتا اور عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ ایسوں سے تقویٰ و انصاف کی توقع عبث ہے۔

۳۔ ہادی نے اپنی ماں خیزران کو زہر دے کر مارنا چاہا لیکن چاہ کن را چاہ در پیش' ماں نے ہی اُس کا کام تمام کر دیا۔ یہ نیکیاں تھیں خلفاء کی جب کہ یہ سب سلاطین راویانِ احادیث شمار کئے جاتے ہیں۔ یعنی محدثین نے اُن سب سے اَحادیث نقل کی ہیں۔ سبحان اللہ!!

۴۔ عباسی '' خلفاء'' میں سب سے باوقار' صاحبِ علم' بہادر اور صاحب حشم و حزم بادشاہ ہارون الرشید تھا۔ عیش و طرب کا دلدادہ اور شراب کا عادی تھا۔ شطرنج کا پہلا کھلاڑی تھا۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کو صرف اُن کا حصہ دیا۔ جب انہوں نے زیادہ کا تقاضہ کیا تو امیر علیہ السلام نے انکار فرما دیا۔ لیکن ہارون الرشید بیت المال کو بے دریغ خرچ کیا کرتا تھا۔ اس کی فضول خرچی کا یہ حال تھا کہ سفیان بن عینیہ کو ایک لاکھ' اسحاق موصلی کو دو لاکھ دینار اور مروان بن حفص کو پانچ ہزار دینار انعام دیا۔ کسی نے ایک اور کسی نے دو شعر سنائے۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

سیوطی نے لکھا ہے کہ سلفی نے اپنی کتاب طیوریات میں ابن مبارک کی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ جب ہارون الرشید تخت سلطنت پر متمکن ہؤا تو اس کا دل مہدی (باپ) کی ایک کنیز پر آ گیا۔ ہارون نے اُس کو طلب کیا تو اس نے یہ کہہ کر کہ میں تمہارے والد کے ساتھ خلوت کر چکی ہوں' انکار کر دیا۔ ہارون الرشید نے اس سلسلے میں قاضی ابو یوسف سے دریافت کیا کہ اس سے قربت کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ تو قاضی ابو یوسف نے کہا کہ امیر المؤمنین اگر کنیز کوئی بات کہتی ہو تو کیا ضروری ہے کہ وہ سچ بولتی ہو؟ کیونکہ کنیز ایسی پارسا تو ہوتی نہیں کہ وہ جھوٹ نہ بولے۔

عبد اللہ ابن مبارک اتنا بیان کر کے کہتے ہیں کہ میں کن کن باتوں پر تعجب اور افسوس کروں۔ آیا اس بادشاہ یا خلیفہ پر کہ جس کے ہاتھوں میں مسلمانوں کے خون اور جانیں اور احوال ہیں

marfat.com

اور جس نے اپنے باپ کی حرمت کا بھی خیال نہ کیا۔ یا کنیز جس نے اپنے آپ کو امیر المؤمنین کی قربت سے دور رکھنے کی جرأت کی' یا ایسے فقیہہ اعظم امام ابو یوسف اور ایسے بے عدیل قاضی پر' جس نے خلیفہ کو اُس کے باپ کی توہین اور باپ کی ہم خوابہ سے مباشرت کا مشورہ دیا اور اپنی گردن کو گناہ میں گرفتار کیا اور گناہوں کا بوجھ اپنے ذمہ لیا۔ (یہ عبارت کتاب سے ہو بہو نقل کی گئی ہے)

قارئین کرام! مقام حیرت و افسوس ہے کہ خلیفہ بھی عالم دین اور قاضی القضاۃ ہر دو صاحب شہرت' ایک حاکم وقت' دوسرا قاضی زمانہ۔ ان کی عقلیں کہاں دفن ہوئیں' ساری عمر کے حاصل کردہ علوم کہاں دفن ہوئے؟ تقویٰ و طہارت' عدل و انصاف' جو خلیفہ اور قاضی کا اصل تعارف تھا کیوں غارت ہوا؟ آیا قرآن حکیم اور سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک یہ فعل مکروہ اور قابلِ نفرت نہیں؟ قاضی شریح نے تو امیر المومنین سیدنا حضرت علی علیہ السلام کی شان و جلالت کا لحاظ کئے بغیر یہودی کے حق میں فیصلہ کیا تھا۔ مگر برا ہو طمع و حرص اور خواہشاتِ نفسانی کا کہ ہارون کو کنیز مل گئی اور قاضی ابو یوسف کو دولتِ دُنیا۔ ان دونوں سے تو کنیز کی جرأت ایمانی قابلِ ستائش ہے جس نے سچائی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا مگر وہ بے بس تھی۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

دوسرا واقعہ ☜

ہارون نے قاضی ابو یوسف سے کہا کہ میں نے ایک باندی خریدی ہے' میں چاہتا ہوں کہ اسے آزاد کرنے سے پہلے اس سے مباشرت کرلوں۔ هَلْ عِندَکَ حِیلَۃٌ کیا آپ کے پاس اُس کا کوئی حل اور حیلہ ہے؟ قاضی صاحب نے کہا کہ آپ اسے اپنے بیٹوں میں سے کسی کے نام ہبہ کر دیں اور مباشرت کرلیں۔ علامہ سیوطی نے اس واقعہ کو زیرِ عنوان ''ایک عجیب مشورہ'' لکھا ہے۔

یہ ہم کیا پڑھ رہے ہیں۔ کبھی باپ کی مدخولہ اور کبھی بیٹے کی مملوکہ کو زیبِ فرش بنا کر ارمان پورے کئے جاتے ہیں۔ کیا اسلام کی قائم کردہ حدود تمام مسلمانوں کے لیے ایک جیسی ہیں یا صرف غرباو مساکین کے لیے۔ یہ تو ایسے واقعات ہیں جو دورِ جہالت میں ہؤا کرتے تھے۔

تیسرا واقعہ ☜

اسحٰق ابن رہویہ کہتے ہیں کہ رشید نے ایک رات ابو یوسف کو اپنے پاس بلوایا اور ایک امر میں فتویٰ لیا۔ جب انہوں نے فتویٰ دے دیا تو ہارون نے اُن کو بطورِ عطیہ ایک لاکھ درہم دینے کا حکم دیا۔ قاضی ابو یوسف نے کہا اگر امیر المؤمنین یہ رقم مجھے رات ہی عنایت فرما دیں تو بہتر ہے۔ ہارون نے حکم دیا کہ رقم صبح ہونے سے پہلے ہی قاضی صاحب کو دے دی جائے۔ یہ سن کر ایک ندیم نے کہا کہ اس

marfat.com

وقت تو خازن اپنے گھر جا چکا اور خزانہ بند ہے اس لیے یہ رقم صبح ہی دی جا سکتی ہے' قاضی صاحب نے فرمایا' جب مجھے بلایا گیا۔ تو خزانے کا دروازہ جب بھی بند تھا۔ یہ سن کر ہارون نے حکم دیا کہ خزانہ ابھی کھولا جائے اور اسی وقت قاضی صاحب کو رقم دلوادی۔

قارئین غور فرمائیں یہ افعال و کردار شرعی احکام سے کتنی موافقت رکھتے ہیں۔ کیا یہ بادشاہ خلیفہ کے مقدس لقب کے مستحق تھے؟ (العیاذ باللہ)

فتویٰ تو اپنی جگہ سربستہ راز ہے کہ سوائے خلیفہ اور مفتی صاحب کے کسی صاحب کو معلوم نہ ہو سکا اگر کسی کو معلوم تھا بھی تو زبان بندی کی وجہ سے پوشیدہ ہی رہا۔

ع ''بدین عقل و دانش بباید گریست''

ہارون کی سب سے بڑی نیکی یہ تھی کہ اس نے فرزندِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدنا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو چودہ سال قید و بند میں رکھ کر شہید کر دیا۔ نیکی اور عدل وانصاف کا یہ معیار اموی عباسی حکمرانوں کی پہچان ہے۔

امین الرشید کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس نے عیش وعشرت کی خاطر رعایا کا مال بے دردی سے خرچ کیا اور شراب سے تو اتنی محبت تھی کہ مرنے سے تھوڑی دیر پہلے بھی شراب پی کر خلیفہ ہونے کا ثبوت تاریخ میں یادگار چھوڑا' کوئی کہاں تک لکھے۔

مامون الرشید: مامون بن ہارون خود بھی عالم فاضل' علم دوست اور مذہبی بحث ومناظرہ کا بے حد شوقین تھا۔ مختلف مذاہب کے علماء کو دربار میں بلوا کر ابحاث ومناظرہ کی محفلیں منعقد کرتا۔ مامون کے ہم عصر اس کو بڑا فقیہ اور محدث کہتے تھے۔ کہتے رہیں ہمارا کیا بگڑتا ہے' ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ احمد بن داؤد معتزلی نے مامون کی علمی قابلیت اور فہم وادراک پر پوری طرح قبضہ کیا ہؤا تھا۔ عباسیوں میں مامون ہی وہ پہلا عالم بادشاہ ہے جس نے خلقِ قرآن کا فتنہ کھڑا کیا' سینکڑوں بندگانِ خدا کو قید وبند کی صعوبتوں میں مبتلا کیا' حضرت امام احمد بن حنبل کو قید کیا' کوڑے مارے۔ مشہور محدث اور مؤرخ محمد ابن سعد اور ان کے ساتھ علماء فقہاء کی ایک بہت بڑی جماعت کو خلقِ قرآن کے قائل نہ ہونے پر کافر' مشرک' بے دین اور زندیق کہتا ہی نہ تھا بلکہ احکام اور فرامین میں لکھتا بھی تھا۔ علماء کی بہت بڑی تعداد پر مشتمل ایک جماعت کو تہ تیغ کرنے کی غرض سے بغداد سے رقہ بلوایا مگر شانِ خدا کی مامون ان کے پہنچنے سے پہلے ہی لقمہ اجل بن گیا' اور بیسیوں علماء وفقہاء کی جانیں بچ گئیں' خدا جانے اس فقیہ کو قرآن حکیم سے کیا بیر تھا۔ مامون کی پرہیزگاری کی دوسری بڑی دلیل یہ ہے کہ اس نے فرزندِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سیدنا امام علی رضا علیہ السلام کو خود زہر دے کر شہید کیا' پھر بھی امیر المومنین؟

marfat.com

معتصم:

معتصم بھی مامون کی طرح خلقِ قرآن کے مذموم فتنے میں مبتلا تھا۔علماء ومشائخ اور فقہاء کی تذلیل کرتا رہتا تھا۔کئی علماء کو ناحق قتل کروایا' اذیتیں دیں اور تعلیمی مدارس میں طلباء کے ذہنوں میں یہ عقیدہ بٹھانے کا حکم دیا کہ قرآن مخلوق ہے۔(معاذ اللہ)

معتصم نے ہزاروں ترکی غلام خریدے ہوئے تھے جن کے سروں پر سنہری تاج' گلوں میں سونے کے گلوبند ہوتے تھے۔اور سب کا لباس ریشمی ہوتا تھا وہ غلام گھوڑوں پر سوار بغداد کے بازاروں اور گلی کوچوں میں دندناتے پھرتے اور عوام کا آرام وسکون غارت کر رکھا تھا۔اس کے مظالم بہت تھے۔سیوطی نے ''معتصم'' کے مظالم کے زیرِ عنوان الگ باب باندھا۔خلیفہ معتصم ہی فرزندِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت سیدنا حضرت محمد تقی علیہ السلام کا قاتل ہے۔یاد رہے! معتصم مامون کا بھائی تھا۔

متوکل

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ متوکل نے تعلیم حدیث عام کی۔سنت کو زندہ کیا' لوگ اس سے خوش ہوئے اور مرنے کے بعد کسی نے اس کو جنت میں بھی دیکھا جہاں تک کسی آدمی کے نیک یا بد ہونے کا تعلق ہے اس کے افعال واعمال اس کے دین کے گواہ ہوتے ہیں اب کچھ نمونے متوکل کی زندگی کے قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں انہیں پڑھیے اور غور فرمایئے کہ شریعت کی نظر میں ایسے لوگ کس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

سیوطیؒ ہی رقم طراز ہیں کہ ۲۳۶ ہجری میں اس نے سیدنا حضرت امام حسینؓ اور دوسرے شہدا کربلا کے مرقد مقدس کھدواڈالے' لوگوں کو زیارت کربلا سے یکسر روک دیا گیا اور کتنا عرصہ وہ جگہ کھنڈر اور جنگل بنی رہی۔

۱۔معتبر کتب تواریخ میں یہ بھی منقول ہے کہ اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کا مزار اکھاڑنے کی نیت سے اس علاقے میں نہر کھدوائی۔جب پانی چھوڑا گیا تو پانی دائیں بائیں سے گزر گیا اور وہ جگہ حائر کہلائی جانے لگی اور اس جگہ کے باشندوں کو اب حائری کہا جاتا ہے۔

۲۔سیوطیؒ نے زیرِ عنوان ''دردناک سزا'' لکھا ہے کہ ۲۱۴ ہجری میں متوکل نے یعقوب بن السکیت امام ادب عربیہ کو جو اس کے بچوں کے معلم تھے قتل کرا دیا۔قصور صرف اتنا تھا کہ ایک دن متوکل نے امام ابن السکیت سے اپنے لڑکوں معتز اور موئد کو دیکھ کر دریافت کیا کہ اے ابن السکیت! تم کو یہ

marfat.com

دونوں محبوب ہیں یا حسن اور حسین (علیہما السلام) ابن السکّیت نے جواب دیا معتز اور موئد سے بدرجہ بہتر تو حضرت علی علیہ السلام کا غلام قنبر تھا۔ حضرات حسن وحسین علیہما السلام سے ان کا کیا مقابلہ کیا جائے ۔ یہ سنتے ہی اس نے ترک غلاموں کو حکم دیا کہ ابن السکّیت کو چت لٹا کران کے پیٹ پر اس وقت تک کودتے رہو جب تک دم نکل نہ جائے ۔ بعض کہتے ہیں کہ اس نے ابن السکّیت کی زبان کھنچوائی تھی ۔ حقیقت یہ ہے کہ متوکل ناصبی (خارجی) ہوگیا تھا (تاریخ الخلفاء)

قارئین کرام! صاحبِ قابَ قوسین کی آغوش رحمت میں کھیلنے والوں کے ساتھ متوکل کو کتنی دشمنی تھی ۔ اس نے کون سی سنت زندہ کی اور بذریعہ خواب جنتی بھی ہوگیا ۔ حق گوئی پر اتنے بڑے عالم دین کو ناحق قتل کرنے والا ہی جنتی اور سنت کا زندہ کرنے والا ہوا؟ جب کہ دوسرے کئی علماء فقہاء کا قتل ناحق اس کے علاوہ ہے تو پھر گنہگار کون ہوگا؟ اور عدل کی پہچان کیا ہوگی؟

ع۔ "شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں مری بات"

مواعید شرعی کہاں اور خوشامدیوں کے جھوٹے خواب کہاں؟ یاد رہے کہ خاندانِ نبوّت کے گستاخ اور ظالم متوکل کو اس کے بیٹے منتصر نے قتل کر دیا تھا ۔ یہ ہر وقت شراب کے نشے میں رہتا تھا اس کی چار ہزار باندیاں تھیں ۔ یہی اوصاف ہیں خلیفہ اور امیر المؤمنین کے؟ اور احیائے سنت کا معیار یہی ہے؟ اس کے ہم عصر شعراء نے اسے یزید ثانی قرار دیا ہے ۔ حالانکہ یزید نے شہدائے کربلا کے مزارات کو نہیں چھیڑا ۔ دشمن اہلِ بیت ہی دشمنِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے ۔

واثق

واثق بھی اپنے باپ معتصم کی طرح عقیدہ خلق قرآن کا داعی تھا اور ساتھ ہی علماء فقہاء کا قاتل بھی ۔ اس نے طبقہ اہل حدیث کے بہت بڑے عالم کو قید خانے میں اپنے ہاتھ سے قتل کر کے ان کا سر اور جسم لٹکا دیا تھا ۔ اس پر ستم یہ کہ ایک چوکیدار مقرر کیا کہ منہ قبلہ رو نہ ہونے پائے ۔ چوکیدار کا بیان ہے کہ ایک رات منہ قبلہ کی طرف پھرا ہوا تھا اور سورۃ یٰسین شریف کی تلاوت جاری تھی ۔ دراصل عباسیوں کا ایمان غارت کرنے والا احمد بن داؤد معتزلی تھا اس نے خلقِ قرآن کا فتنہ برپا کیا تھا ۔ اگرچہ پہلے پہل امویوں نے یہ عقیدہ ظاہر کیا تھا ۔

واثق اور اس کے درباری اکثر مے نوشی میں مدہوش رہتے اور شراب کی تعریف میں محافلِ مشاعرہ گرم رہتی تھیں ۔

چوں خلافت رشتہ از قرآن گسیخت　　　حریّت را زہر اندر کام ریخت

جب خلافت نے اپنا رشتہ قرآن مجید سے توڑ دیا تو آزادی کا گلا دبوچ لیا ۔

marfat.com

ع۔ جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

معتز اور معتمد کی نیکیوں کا معیار اور تعارف یہ ہے کہ انہوں نے بالترتیب سیدنا حضرت امام محمد علی نقی اور سید امام حسن عسکری علیہما السلام کو شہید کیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو متوکل نے شہید کیا تھا۔ الغرض اموی عباسی بادشاہوں میں ایسا کوئی کم ہی ہوگا جس کے دامن پر اہل بیت کے مقدس خون کے دھبے نہ ہوں۔ جنگ فخ میں سادات پر (بالخصوص سادات حسنی) جو مظالم عباسیوں نے ڈھائے وہ بھی کربلا کی ثانوی مثال تھی۔

تازہ خواہی داشتن ہر داغ ہائے سینہ را گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

قارئین کرام! آغازِ کلام میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اختتام کلام پر چند جملے عرض کریں گے تو ہم لے آئے اپنے قارئین کرام کو جہاں لانا چاہتے تھے۔

یہ امر تو واضح ہے کہ اموی عباسی حکمرانوں میں سے ہر ایک نے اہلِ بیت پر ہر قسم کے ظلم بھی کئے اور سبّ و شتم میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ان کے حقوق بھی غصب کئے۔ خاندان نبوت کا قتل عام بھی کیا اور توہین بھی، محرمات کا بھی شرعی پاس نہ کیا۔

اسراف و تبذیر میں بھی بازی لے گئے۔ علماء و محدثین اور فقہا کو کافر، مشرک اور زندیق بھی کہا زبانی بھی تحریری بھی۔ حق گو علماء کا ناحق خون بہایا، رشوتیں دے کر غیر شرعی فتوے بھی حاصل کئے، حرمین شریفین کو تاخت و تاراج کیا، ائمہ اہل بیت کو شہید کیا۔ یہ سب کچھ کرنے والے بھی علماء و فقہا اور راویانِ احادیث اور خلفاء کے مقدس لقب سے ملقب۔ ان تمام میں سے تو کسی پر بھی کوئی فتویٰ صادر نہ ہوا۔ گویا انہوں نے کوئی غیر شرعی کام کیا ہی نہیں۔ حالانکہ ان میں سے ہر ایک نے شرعی حدود کی خلاف ورزیاں بڑی بے باکی سے کی تھیں۔

بایں ہمہ سیدنا ابو طالب علیہ السلام کو (معاذ اللہ) مشرک، کافر، جہنمی اور نہ جانے کیا کیا کہا گیا۔ ان کا قصور یہ تھا کہ آپ خطیب اُمت، محافظ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، مؤیدِ اسلام، ناصرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، مجاہد اوّل، عاشقِ صادق، حصن حصین اسلام، جانبازِ مصطفیٰ اور جاں نثارِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ دوسرا جرم یہ کہ آپ جانشین حضرت عبدالمطلب علیہ السلام، متولی خانہ خدا، والدِ فاتحِ خیبر، جد الحسنین علیہم السلام ہیں۔ اللہ اللہ یہ سعادت اگلوں کو حاصل ہوئی نہ پچھلوں کو نصیب۔ بایں ہمہ اموی عباسی دور کے علماء و حکام نے غیر مسلم مشہور کیا۔

آئندہ اوراق میں مناسب مقامات پر آپ کی جرأت ایمانی، شجاعت، دلیری، پاسداری و پاسبانی، شرافت و بزرگی، عزم و ہمت، استقلال و خود اعتمادی اور اقوال و اشعار کا تذکرہ ہوتا رہے

marfat.com

گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مجازی ہوں یا حقیقی، دنیا کے ہر دور میں عاشقان باوفا ہوتے رہے ان میں بہت کم ہیں جنہوں نے اپنی خواہش کے مطابق گوہر مقصود حاصل کیا ہو لیکن اس عاشق کے مقدر اور نصیب کے کیا کہنے جس کا محبوب پوری زندگی میں ایک لمحے کے لیے داغِ فراق و ہجر سے آشنا نہ ہؤا ہو۔ حضرت ابو طالبؑ ہی واحد خوش نصیب عاشق و جانباز ہیں جن کی حیاتِ طیبہ کا ایک لمحہ بھی گوہر مقصود صاحب قاب قوسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیدارِ پرانوار کی شعاعوں کی لپیٹ میں آئے بغیر گزرا ہو، کثر و بیشتر عشاق، ہجر و فراق اور حرماں نصیبی کے بحرِ بے کراں میں درد و کرب کی موجوں میں غوطہ زن رہتے اور وصلِ محبوب کی خاطر جانوں کا نذرانہ پیش کر دیتے ہیں لیکن سردارِ مکہ کے مقدر میں وصل ہی وصل نظر آتا ہے۔ ہجر و فراق نام کی کوئی صعوبت ہے نہ انتظار، سبحان اللہ! اوّلین و آخرین میں بے نظیر و بے مثال عاشق پھر محبوب کون جو محبوبِ خدا فخرِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ کیا مقدر رہے خواجہ ابو طالب علیہ السلام کا جو ہزاروں، شہیدوں کے مورثِ اعلیٰ اور فخرِ ملت ہیں۔ سلام ہو ان کی قربانیوں اور ان کے نصیب اور ان کے کردار پر نمونے کے طور پر جن اُمراء و سلاطین کے اعمال و افعال، رعایا سے برتاؤ اور دین سے وابستگی کی نشان دہی کی گئی ہے۔ یہ سب خلفاء کہلاتے تھے۔ ان کے خیال و عقیدے میں کوئی برائی قابلِ گرفت نہ تھی۔ حلال و حرام، جائز و ناجائز ان کی نظروں میں یکساں تھا۔ ان کے اعتقاد میں برائی صرف اس فعل و کردار کا نام تھا جو انکو پسند نہ ہو یا ان کی ذاتی رائے کے خلاف ہو ان کا دین پسند ناپسند کے گرد گھومتا تھا۔

ائمہ اہل بیت کے خلاف اس لئے رہے کہ لوگوں کے دلوں پر ان کا قبضہ تھا۔ علمائے حق کی مخالفت ان کی حق گوئی اور راست گفتاری کی وجہ سے تھی۔ البتہ علمائے سوء ان کے معاون و رہنمار ہے جو خلاف شرع فتوے جاری کرتے رہے اور ان فتوؤں کے عوض راتوں رات خزانوں کے مالک بنتے رہے۔ علمائے حق کے نہ جانے کتنے افراد ان خلفاء کی تلواروں کا شکار بنے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور ان جیسے کئی جلیل القدر علماء کو قید و بند میں کوڑے لگتے رہے۔ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں کہ مامون الرشید عباسی نے جن علماء و محدثین کے بارے میں کافر، مشرک اور زندیق لکھا تھا اس جماعت میں امام احمد بن حنبلؒ اور مشہور محدث و مؤرخ محمد بن سعد بھی شامل تھے۔ علماء و صلحاء کا خونِ ناحق بہایا۔ مگر حیرت ہے کہ یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی ان کی شاہی آب و تاب اور خلافت پر کوئی دھبہ محسوس نہ ہؤا۔ علماء نے لکھا ہے کہ جو شخص عالم کو عویلم کہتا ہے یا علماء کے جوتوں کو ٹھوکر لگاتا ہے وہ کافر ہے۔ ایسے فتوے دینے والوں کو معلوم ہو گا، ہماری توبہ! (فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ)

marfat.com

ان پر کوئی فتویٰ نہ لگا جنہوں نے نظام شریعت کا نقشہ ہی بدل دیا۔ حضرت عمرؓ نے شام جانے والی فوج کے سرداروں اور افسروں کو حکم فرمایا تھا کہ ترکی گھوڑوں پر سواری نہ کرنا' ریشمی لباس نہ پہننا' چھنا ہوا آٹا نہ کھانا۔ جب آپ دمشق گئے تو ان ممنوعات کے استعمال اور جاری کئے گئے احکام کی کھلی خلاف ورزی ہوتی دیکھ کر غضب ناک ہو کر امیر شام پر سخت ناراض ہوئے۔ اس ناراضگی کے باعث پیدا ہونے والے حالات حضرت عمرؓ کی شہادت پر منتج ہوئے۔ یہیں سے اُمت میں بغاوت کا آغاز رُونما ہوا۔

۱۔ اب ہم ہاتھ جوڑ کر گزارش کرتے ہیں کہ ان پر تو کوئی فتویٰ نہ لگا جنہوں نے شریعت کی ہر حد کو توڑا مگر حضورؐ کے والدین بچے نہ محترم چچا۔

۲۔ خاندانِ نبوت کا قتلِ عام بھی کیا اور سامان بھی لوٹا۔

۳۔ حلال وحرام کی حدود کو نظر انداز کیا۔

۴۔ اسراف تبذیر میں بازی لے گئے۔

۵۔ علماء ومحدثین اور فقہاء وصالحین کو کافر' مشرک اور زندیق کہا۔

۶۔ بیت المال سے رشوتیں دے کر غیر شرعی فتوے بھی حاصل کئے۔

۷۔ حرمین شریفین میں صحابہ کرام کا قتلِ عام کیا اور غارت گری کی۔

۸۔ اپنے اپنے دورِ حکومت میں آئمہ اہل بیت کو قید کرتے اور شہید کرتے رہے۔

۹۔ مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں گھوڑے اور گدھے بندھے رہے۔

۱۰۔ مدینۃ الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں دس ہزار دوشیزاؤں نے ناجائز بچے جنے۔ (خدا کی پناہ)

۱۱۔ صحابہ کرامؓ کی بے عزتیاں کیں۔ فرمانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ اہل مدینہ کو خوف زدہ کرنے والے پر اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

۱۲۔ بیت اللہ شریف کو منہدم اور نذرِ آتش کیا' وہاں بدکاریاں کیں۔

۱۳۔ ایک خلیفہ صاحب نے صرف اس لئے حج کا ارادہ کیا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر بیٹھ کر شراب پینے کا شوق تھا۔

۱۴۔ چالیس علماء سوء نے ایک خلیفہ کو تسلی بخش فتویٰ دیا کہ قیامت کے دن خلفاء کو کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ کس قدر دلیر علماء تھے؟

یہ سب کچھ ہوتا رہا اور صدیوں تک' مگر ان حکمران اور مفتیوں کو کسی نے کچھ نہ کہا۔ گویا انہوں

marfat.com

نے کچھ کیا ہی نہ تھا۔تو کیا تعجب ہے اگر ان علماء و محدثین نے اپنے آقاؤں کو خوش کرنے اور خاندانِ نبوت کی مخالفت اور توہین جاری رکھتے ہوئے حضور سید البطحا ابو طالب علیہ السلام کو (معاذ اللہ) کافر، مشرک اور جہنمی کہہ دیا تو کوئی انوکھی بات نہیں کی۔ بقول اُن کے حضرت ابو طالب علیہ السلام نے تو کلمہ ہی نہیں پڑھا۔ بزعمِ شما یونہی سہی۔ شاید مولائے کائنات کے بارے میں بھی ان کا یہی مؤقف ہو جبھی تو تبرّا بازی اور سب وشتم کرتے کرتے اموی خاندان کے بارہ ادوارِ حکومت گزر گئے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ اموی دورِ حکومت غیر شرعی اصولوں پر استوار تھا عبدالملک بن مروان جسے مدینہ منورہ کا بڑا فقیہ مانا جاتا ہے۔ کوئی بھی ظلم کرنے میں کسی چیز کا لحاظ نہ رکھتا تھا۔ فرعونِ زمانہ حجاج بن یوسف اس کا چہیتا گورنر اور اموی حکومت کا خیر خواہ تھا۔ عبدالملک نے مرنے سے پہلے اپنے بیٹوں کو تاکیدی وصیت کی تھی کہ حجاج کا خیال رکھنا ہماری بادشاہی اسی کی کوششوں سے قائم ہے۔

فرمانِ خداوندی ہے

وَ لَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ

''ظالموں سے ذرا سی محبت بھی جہنم میں جانے کا سبب ہے''۔

عبدالملک خود بھی کھلا ہوا ظالم تھا اور اڑھائی لاکھ مسلمانوں کے مبینہ قاتل حجاج کے لئے ہمدردیاں اس کے دل و دماغ میں رچی بسی ہوئی تھیں۔ جبکہ ظالم کی طرف ادنیٰ سا جھکاؤ بھی جہنم بھیج دیتا ہے۔

یہ مختصر سا تجزیہ تھا جو کسی آدمی کے کردار کو پرکھنے کے لیے کسی منطقی انجام تک پہنچنے کے لیے نشانِ راہ ہے۔ (حیدری)

❁❁❁

marfat.com

باب اوّل

فضائل بنی ہاشم

عَنْ واثلة بن الاسقع قَالَ قَالَ رَسُوْلَ الله (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمُ)اِنَّ اللّٰه اِصْطَفٰی من ولد اِبْرَاهِيْم اِسْمٰعِيْل واصطفی من ولد اِسْمٰعِيْل بَنِیْ كِنَانَة واصطفی من بنی كنانة قُرَيْشاً واصطفی من قُرَيْشِ بَنِی هَاشِم واصطفانی من بَنِی هَاشم. (ترمذی، بخاری ومسلم وغیرہ)

''روایت ہے واثلہ بن اسقع سے فرمایا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے چن لیا اولا دابراہیم علیہ السلام سے اسمٰعیل علیہ السلام کوان سے بنی کنانہ کواوران میں سے مجھ کو یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خلاصہ موجودات اوراشرف اولا دابراہیم علیہ السلام ہیں۔

سبحان اللہ کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمدؐ کا نور ہے

قارئین کرام! یہ فرمان گرامی اس ہستی کا ہے جومعلم ومقصودِ کائنات ہے۔ عقل مانتی ہے، ایمان ویقین کا بھی اس پر ایمان ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ نعت خوان ہے۔ خداوند کریم کی ساری مخلوق سرنگوں ہے، اس نورِ مجسم کے آستانہ عالی کی دہلیز پر جو امام الانبیاء والمرسلین ہیں، جوشافع اور مالکِ کونین ہیں، جوجد الحسنین ہیں، یہی وہ مقدس نور ہے جس کی زبان پاک سے ادا ہونے والے کلمات قرآن حکیم بن گیا جس کی ہربات وحی " یُوحیٰ جوعرش پر جا کرفرش پر تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہی نے فرمایا کہ بلاشک وشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پسند فرمایا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو چن لیا اور بنی کنانہ سے قریش کو منتخب فرمایا اور قریش سے بنی ہاشم کو پسند فرمایا اور بنی ہاشم سے مجھے اپنا حبیب بنایا۔

یادرہے کہ زیب عنوان حدیث مبارکہ میں پانچ مرتبہ لفظ اصطفٰی وارد ہؤا اور یہ بھی واضح رہے کہ اصطفٰی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو خبر دی ہے اس اصطفٰی کا خلاصہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تو ثابت ہؤا کہ جتنے قبائل وبطون سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق ہے وہ سبھی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ اور مقبول بندگان اور پسندیدہ خاندان وقبائل ہیں۔

marfat.com

سبحان اللہ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد تا ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام تمام موحد اور مومن ہیں۔ نص قطعی اس امر پر حجت ہے ایک محتاط اندازے کے مطابق قرآن کریم میں کلمہ اصطفیٰ ۱۵ دفعہ وارد ہے۔ قرآن حکیم بھی گواہ ہے، حدیث پاک بھی شاہد ہے کہ اسم صفت ہے اور جہاں کہیں اس کا استعمال ہوا ہے سرداری اور سیادت ہی کے مفہوم میں ہوا ہے۔ سرداری اور سیادت بھی وہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہو۔ اس صفت مصطفائی میں مخلوق کی پسند ناپسند کا کوئی تعلق نہیں۔ مخلوق کو سمجھ آئے نہ آئے، کوئی قبول کرے نہ کرے۔ حضور سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد حریم اصطفیٰ میں صفت مصطفائی سے متصف ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دنیا والوں کے لیے سردار چن لیا ہے''۔

قابلِ غور بات تو یہ ہے کہ حضرت آدمؑ و نوحؑ کی سرداری کو ان کی ذواتِ مقدسہ سے مخصوص فرما دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل کی سیادت و بزرگی کا ذکر فرماتے ہوئے بات یہاں ختم کی کہ آلِ عمران کو عالمین پر سردار بنایا۔

آلِ ابراہیمؑ میں وہ تمام انبیاء علیہم السلام معہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم شامل ہیں۔ جو ذریّت حضرت اسماعیلؑ و اسحقؑ سے ہوئے اور سرکار ابد قرار علیہ الصلوۃ والسلام کے تمام آباؤ اجداد جن کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیمؑ تک پہنچتا ہے آلِ ابراہیمؑ ہی تو ہیں۔ اگر یہ آلِ ابراہیمؑ نہیں تو پھر کون ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بنی ہاشم کی بزرگی اور سرداری کا ذکر بحوالہ انتخاب الٰہی فرمایا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آلِ ابراہیمؑ قریشِ مکہ کے کس خاندان اور زیادہ سے زیادہ کس ہستی نے مکہ شہر کے انتظامی امور اور خدماتِ حرم میں بلند کردار ادا کیا؟ نزولِ وحی سے لے کر آنے والے دس سالوں میں انتہائی مشکلات کے عالم میں اور نبوت وتبلیغ رسالت کے امور کی تکمیل کی خاطر انفرادی اور اجتماعی نصرت وحمایت کا سہرا کس خوش نصیب کے سر رہا۔

جہاں تک ابتدائی زمانۂ اسلام میں اجتماعی دفاع کا تعلق ہے تو اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ صحابہ کرامؓ بذاتِ خود اپنے کفار رشتہ داروں کے ہاتھوں مصائب وآلام کا شکار تھے۔ ایسے میں ہادی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کما حقہٗ نصرت وحمایت ان کے بس کا روگ نہ تھا۔ البتہ انفرادی فدا کاری، جانبازی، جاں فروشی اور نصرت وحمایت کے میدان میں مؤرخین عالم اور علماءِ حق کو ایک ایسی قد آور شخصیت شمشیر بکف دکھائی دیتی ہے جس نے کفار ومشرکین کے ہر منصوبے کو خاک میں ملا دیا۔ اس

marfat.com

مردِ حق کا رُعب وجلال تمام قبائلِ عرب پر چھایا ہوا تھا۔ اس کا عزم واستقلال کوہسارِ بطحا سے زیادہ مضبوط، اس کا حسنِ تدبر بلند ترین، اس کی حکمتِ عملی اعلیٰ تربیت یافتہ، قواعدِ دان سالارِ افواج سے پختہ اس کی شجاعت وسخاوت بے مثال، اسی قابلِ تعریف ہستی کو لوگ خواجہ ابو طالب علیہ السلام کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا تحقیق وتجسس سے ثابت ہوا کہ آلِ ابراہیم کے جس خوش نصیب کو آیۂ میثاق کا مصداق بننا تھا وہی صاحبِ ایمان وعرفان ہیں جو رئیسِ مکہ سردارِ بنی ہاشم، والدِ مرتضیٰ اور عمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

۲۔ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَّ قُرَیْشاً جَلَسُوْا فَتَذَا کَرُوْا اَحْسَا بَهُمْ بَیْنَهُمْ فَجَعَلُوْا مَثَلَکَ مَثَلَ نَخْلَةٍ فِیْ کَبْوَةٍ مِنَ الْاَرْضِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَیْرِ فِرَقِهِمْ وَخَیْرَ الْفَرِیْقَیْنِ ثُمَّ خَیَّرَ الْقَبَائِلَ فَجَعَلَنِیْ فِیْ خَیْرِ بُیُوْتِهِمْ فَاَنَا خَیْرُهُمْ نَفْساً وَخَیْرُهُمْ بَیْتاً۔ (ترمذی بشرح صدر مسلم وغیرہ)

روایت ہے کہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ سے انہوں نے کہا عرض کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہ قریش بیٹھ کر اپنے حسب کا ذکر کرنے لگے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ایسے درخت سے مثال دی۔ جو بنجر زمین پر پتھریلی جگہ پر ہو تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ساری مخلوق کو اور مجھے ان سب گروہوں سے اچھے گروہ میں پیدا کیا اور پسند کیا دو گروہوں کو یعنی اولادِ اسحٰقؑ اور اولادِ اسماعیلؑ کو پھر چنا قبیلوں سے اور مجھے بہتر قبیلہ میں کیا پھر چنا گھروں کو اور مجھے سب گھروں سے بہتر گھر میں کیا سو میں ان سب سے ذات میں بھی بہتر ہوں اور گھرانے میں بھی۔

قارئین کرام! حدیث مذکورہ کے سمجھنے میں کوئی دقت یا مشکل نہیں حضرت عباسؓ نے قریش کی باتیں سنیں ناگوار گزریں۔ دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قریش اپنے اپنے قبیلوں کی تعریفیں کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کو خاطر میں نہیں لاتے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرما کر بنی نوع انسان کو دو گروہوں یعنی اولادِ اسحٰقؑ اور اولادِ اسمٰعیلؑ میں پیدا فرمایا تو مجھے بہتر فریق یعنی اولادِ اسمٰعیلؑ میں رکھا۔ پھر قبیلوں کو چنا تو مجھے بہتر قبیلے میں رکھا۔ پھر گھروں کو چنا تو مجھے بہتر گھر دیا۔ لہٰذا میں ہر اعتبار سے بہتر ہوں۔

marfat.com

گذشتہ حدیث کی کافی تشریح ہدیہ قارئین کی گئی ہے۔ اس حدیث کا مفہوم و مقصد بھی وہی ہے کہ خاندان بنی ہاشم سب سے بہتر ہے اور کاشانہ ابو طالب علیہ السلام ہی وہ بابرکت جگہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی پناہ قرار دیا ہے۔

جاننے والے جانتے ہیں کہ جس گھر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قائد المرسلین کی کفالت و تربیت ہوئی۔ وہ اس خوش نصیب انسان کا گھر تھا' جسے عرفِ عام میں خواجہ ابو طالب علیہ السلام کہا جاتا ہے اور جس خاندان میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بیالیس سال گزرے۔ وہ خاندان ابو طالب علیہ السلام ہی تو ہے یہی خاندان اور یہی گھر ہے جسے حق سبحانہ' و تعالیٰ نے ساری کائنات میں سے نعمتِ عظمٰی عنایت فرمائی۔ اس طرح حضرت خلیل علیہ السلام کی آل کی لاج رکھنے والے خواجہ ابو طالب علیہ السلام ہی لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ تم ضرور ہی ایمان لانا اور ضرور ہی میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرنا کے مصداق اوّل ٹھہرے۔ نصرتِ رسول کے لیے ایمان شرط اوّل ہے۔

لہٰذا مضمونِ حدیث سے خاندان ابو طالب علیہ السلام کی شرافت بزرگی' قُربِ خداوندی 'خوشنودی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور شان و عظمت بخوبی معلوم ہوتی ہے۔ قرآن حکیم گواہ 'حدیث شاہد مگر میں نہ مانوں' کیوں نہ مانوں کہ آپ والدِ شیرِ خدا ہیں' کیوں مانوں' نہ مانو! تمہاری مرضی' منوالیں گے مگر پھر ماننا کام نہ آئے گا۔ جس نے محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر دُنیا کی ہر نعمت قربان کردی صحاح میں اور ملاں بہشت میں؟

ملا کو ہے ہند میں سجدے کی اجازت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ نادان سمجھتا ہے اسلام ہے آزاد

۳۔ بعثتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ ! يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ ط

"روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سوال کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کے لیے نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ نے ارشاد فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام کا جسم بے جان تھا۔

(ابواب المناقب کی اگلی حدیثیں بھی اسی مضمون پر مشتمل ہیں)

قارئین کرام! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ ہنوز آدمؑ کا تالوت بھی نہ بنا تھا۔ میں اس وقت بھی نبی اور خاتم النبین تھا۔

marfat.com

ہوں"۔ پھر خوف زدہ ہو گئے "کمبل اوڑھاؤ" ام المومنین حضرت خدیجہ صلوۃ اللہ علیہا نے تسلی دی۔ مزید تسلی کے لئے ورقہ بن نوفل کے پاس گئے وغیرہ وغیرہ۔ واہ بھئی مُلّاں! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کا علم نہ تھا اور ورقہ بن نوفل کو تھا۔

قوم کیا چیز ہے، قوموں کی امامت کیا ہے   کیا سمجھتے ہیں بیچارے دو رکعت کے امام

نبوت چالیس سال کی عمر میں ملی شق صدر کا کیا موقع تھا۔ پھر قدیم نبوت کا کیا مطلب تھا؟

مظہری نے لکھا ہے کہ پہلے نبیوں کی اُمتوں میں جو اولیاء اللہ تھے ان کی تربیت بھی مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ کیا چالیس سال نبوت ہی سے بے خبر رہے؟

عَنِ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ بَلَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ فِيْ اَهْلِهٖ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ مَنْ اَنَا فَقَالُوْا اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِ خَلْقِهٖ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِ فِرْقَةٍ خَيْرَ خَلْقٍ الْقَبَائِلِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِ قَبِيْلَتِهٖ فَجَعَلَهُمْ بُيُوْتاً فَجَعَلَنِيْ خَيْرَ هُمْ بَيْتاً۔

"جناب عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی کہ لوگ آپ کے اہل کی نسبت کچھ کہتے ہیں پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمانے لگے۔ لوگو! میں کون ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا: آپ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ خدا نے خلقت کو پیدا کیا اور مجھے اپنی بہترین خلقت میں گردانا پھر ان کے دو گروہ بنائے اور مجھے ان کے ہر گروہ سے بہترین گروہ سے بنایا۔ پھر ہر فرقہ سے قبائل بنائے اور مجھے ان میں بہتر قبیلہ میں بنایا۔ پھر ان کے گھر بنائے اور مجھے ان میں سے اچھے گھر میں اٹھایا"

قارئین کرام! وہ خاندان، وہ قبیلہ، وہ گھر فرشتوں کا تو نہیں تھا۔ وہ ہاشمی، مطلبی اور علوی ہی تو تھے۔ جن کی فضیلت و درجات اسی مقدس زبان سے بیان ہو رہے ہیں۔ جس کے بیان کردہ کلمات طیبات کا نام کتاب اللہ ہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی دعائیں ﷺ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِنِّيْ سَاَلْتُ اللّٰهَ لَكُمْ ثَلَاثًا اَنْ يَّجْعَلَ لَكُمْ جُوْدًا وَ مَجْدًا وَّ رُحَمَاءَ۔

(اخرجہ ابن السری)

marfat.com

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
اے بنی عبدالمطلب میں نے تمہارے لئے خدا سے تین دعائیں مانگی ہیں۔تم کو سخی' دلیر اور رحمدل بنادے''۔

قارئین کرام! واضح ہو کہ اس مضمون کی متعدد احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اسلامی مساوات واخوت کے باوجود سید العٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے خاندان کا کتنا احساس' محبت' خیر خواہی اور ہمدردی تھی۔

جو چیز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بدرجہ اتم عزیز ہو اور امت کو اس سے نفرت ہو تو وہ لوگ اپنے آقا ومولا کی کسی بھی شفقت اور شفاعت کے کس منہ سے امیدوار اور مستحق ہو سکتے ہیں۔ ایمان واعتقاد کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس چیز کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ذرا سی بھی نسبت ہو محبت کے لئے اصل ایمان ہے۔قرآن وحدیث کی گواہیاں اس امر پر روشن دلائل ہیں۔نہ ماننے والوں کا کوئی علاج نہیں۔بس روئیں اپنی قسمت کو اور فیصلے کا انتظار کریں۔

صاحب انصاف حضرات موازنہ کریں۔محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور عداوت بنی امیہ کا' کہ خاندانِ بنو ہاشم سے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کتنی محبت وشفقت اور خیر خواہی تھی اور بنوامیہ کا رویہ اور برتاؤ کیسا تھا۔اموی ہاشمیوں کے ساتھ جو سلوک کرتے رہے کیا ہاشمی اسی کے مستحق تھے؟

مقام بنو ہاشم ﷺ

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ یَا مَعْشَرَ بَنِیْ هَاشِمٍ وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ نَبِیًّا لَوْ اَخَذْتُ بِحَلْقَةِ بَابِ الْجَنَّةِ مَا بَدَأْتُ اِلَّا بِکُمْ۔

(اخرجہ احمد فی المناقب' والمخلص الذہبی والمحال وارجح المطالب)

''حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا 'اے گروہ بنی ہاشم! اس ذات پاک کی قسم ہے' جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی مبعوث فرمایا ہے۔اگر میں نے جنت کے دروازے کی کنڈی پکڑی' تو میں ہرگز تمہارے سوا کسی سے اندر داخل کرنے کا آغاز نہیں کروں گا۔

بنی ہاشم کی عیادت فرض ہے ﷺ

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے حضرت زبیرؓ

marfat.com

بن عوام سے کہا' تم ارادہ رکھتے ہو حضرت حسن علیہ السلام کی بیمار پرسی کرو جبکہ وہ بیمار ہیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ کو اس میں کچھ توقف تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا' تمہیں معلوم نہیں کہ بنی ہاشم کی عیادت فرض ہے اور زیارت نفل ہے۔

بنی ہاشم سے بغض نفاق ہے ﷺ

طلحہ بن معروف کہتے ہیں کہ عہد صحابہ میں کہا جاتا تھا کہ بنی ہاشم سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

بنی عبدالمطلب کے فضائل ﷺ

عَنْ اَنَسِ بْنُ مَالِکَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہ وَسَلَّم قَالَ نَحْنُ بَنِیْ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ سَادَۃَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ اَنَا وَحَمْزَۃُ وَعَلِیٌّ وَجعفَرُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَالْمَھْدِیُّ۔ (ابن ماجہ وغیرہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کا بیان ہے کہ بے شک جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے' ہم بنی عبدالمطلب اہلِ جنت کے سردار ہیں۔ میں اور حمزہ' علی اور جعفر' حسن اور حسین اور مہدی علیہم السلام۔

آرزوئے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ﷺ

امام ترمذی نے جامع ترمذی میں مندرجہ ذیل حدیث نقل کی ہے۔ علامہ بدیع الزمان محدث نے حدیث کی جو تشریح قلمبند کی ہے وہ من عن ہدیہ قارئین ہے۔

"عَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ قَالَتْ بَعَثَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہ وَسَلَّم جَیْشاً فِیْھِمْ عَلِیٌّ قَالَتْ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہ وَسَلَّم وَھُوَ رَافِعٌ یَدَیْہِ یَقُوْلُ اللّٰھُمَّ لَاتُمِتْنِیْ حَتّٰی تُرِیَنِیْ عَلِیاً۔ (ترمذی صفحہ نمبر ۲/۷۸)

"روایت ہے ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے کہ بھیجا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر کہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے اور کہا انہوں نے کہ سنا میں نے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ اُٹھا کر دعا کرتے تھے۔ کہ یا اللہ! نہ مارنا مجھ کو جب تک نہ دکھا دے مجھے علی رضی اللہ عنہ کو"۔

یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا کی کہ وہ زندہ لوٹ آئیں اسلئے کہ آخر میں ان

marfat.com

سے بہت زیادہ کام لینا ہے۔

ف: یہ حدیث حسن ہے غریب ہے نہیں جانتے ہم اس کو مگر اسی سند سے۔

مترجم: محامدِ حسنہ اور فضائلِ جمیلہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کے بہت ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آپ قرابتِ قریبہ رکھتے تھے۔ اور شرافتِ نسب میں بہت عالی تھے۔ چنانچہ نسب ان کا یہ ہے: علیؑ بن ابی طالبؑ بن عبدالمطلبؑ اور ماں انکی فاطمہ بیٹی اسد کی اور وہ بیٹے ہاشم کے ہیں۔ ابوعمر نے کہا کہ وہ پہلی ہاشمیہ ہیں کہ انہوں نے ہاشمی کو جنا۔ غرض حضرتؑ اور انکے بھائی پدر اور مادر دونوں کی طرف سے ہاشمی ہیں اور کے بعد حضرت حسین علیہ السلام اور ان کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام اور سید عبداللہ محض اور ان کے سب بھائی، دونوں طرف سے ہاشمی ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی والدہ یعنی فاطمہ بنتِ اسد صلوات اللہ علیہا کیلیے فرمایا کہ میری والدہ مکرمہ کے وصال کے بعد وہی میری ماں تھیں۔ اس لئے کہ جب کبھی ابوطالبؑ کے دعوت ہوتی تو وہ ہم کو کھانے پر جمع کرتیں اور چچی فاطمہؑ میرے لئے اس میں سے کچھ بچا رکھتی تھیں کہ میں پھر کھاتا روایت کیا اس کو حاکم نے اور ان کے افضل مناقب لکھے۔ عجیب امر یہ ہے کہ پیدائش جوف کعبہ میں ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم صغرسنی سے ان کی پرورش کے متکفل ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب نماز کا وقت آتا۔ ابتدائے نبوت میں گھاٹیوں کی طرف مکہ کو نکل جاتے اور علی علیہ السلام بن ابی طالبؑ بھی ان کے ساتھ اپنے باپ سے چھپ کر چلے جاتے اور وہاں نماز ادا کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت سے پوچھا کہ یہ کون سا دین ہے جس پر تم چلتے ہو؟ حضرت نے فرمایا کہ اے چچا یہ اللہ کا اور فرشتوں کا اور رسولوں کا اور ہمارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے اور اللہ نے مجھے اس کے ساتھ مبعوث کیا ہے اور ان کی دعوت کی۔ انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے یہ تو مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں اپنے ماں باپ کے دین کو چھوڑ دوں، مگر قسم ہے اللہ کی جب تک جیوں گا کوئی تمھیں ایذا نہ دے سکے گا اور مروی ہوا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؑ سے کہا کہ اے بیٹے کہ یہ کیا دین ہے جس پر تم چلتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اے میرے باپ میں ایمان لایا ہوں۔ تو ابوطالبؑ نے کہا وہ تجھے خیر کے سوا کچھ نہ بتائے گا سو تو ان کا ساتھ کبھی نہ چھوڑنا۔ سبحان اللہ۔ کیا اچھی بات کہی اور جب حضرت ابوطالبؑ کا انتقال ہوا اور حضرت علی علیہ السلام نے ان کو غسل دیا آنحضرتؐ نے حضرت علی کے لیے ایسی دعائے خیر کی اور تسلی فرمائی کہ وہ فرماتے ہیں۔ وہ دعا مجھے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ سبحان اللہ۔ اور جب آنحضرتؐ نے ارادۂ ہجرت مصمم کیا تو حضرت علی علیہ السلام کو فرمایا کہ میرے بستر پر سو رہو وہ سو رہے اور اپنی جانِ عزیز آنحضرتؐ پر قربان کی اور آپ کی ردائے مبارک اوڑھ لی کہ کافروں کو دھوکہ ہوا اور

marfat.com

حضرت تشریف لے گئے۔ پھر بعد چند روز کے حضرت علی علیہ السلام بھی ہجرت کر کے حاضر خدمت ہو گئے اور جب صحابہ میں مواخات واقع ہوئی تو حضرت نے ان کو اپنا بھائی فرمایا۔ چنانچہ روایت اس کی اوپر گزری اور مشہد بدر میں حضرت علی علیہ السلام کو بڑے فضائل حاصل ہوئے۔ اول یہ کہ جب موضع بدر میں پہنچے تو چند لوگوں کو آپ نے خبر کفار دریافت کرنے کو روانہ کیا' حضرت علی علیہ السلام بھی ان میں تھے۔

ثانیاً یہ کہ ہنگام مقاتلہ جب تین کفار لشکر سے نکلے اور مسلمانوں نے ان کا مدافعہ کیا حضرت علی علیہ السلام بھی ان میں تھے (ترمذی)

ثالثاً یہ کہ جبرائیلؑ یا میکائیلؑ ان کے ساتھ تھے۔ روایت کیا اس کو حاکم نے اور بڑی فضیلت آپ کی یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی لخت جگر نور چشم سیدہ فاطمہ زہراؑ کو ان کے نکاح میں دیا اور مشہد احد میں بھی آپؑ کو بڑے فضائل آئے چنانچہ جب مصعب بن عمیر صاحب لواء شہید ہوئے۔ حضرت نے لوائے محمدی آپ کے ہاتھ میں دیا اور حضرت علی علیہ السلام نے قریش کے صاحب لواء کو واصل جہنم کیا اور بعد ختم غزوہ کہ جب زخم مبارک آنحضرت کا دھویا جاتا تھا۔ خدمت آبپاشی کی حضرت علی علیہ السلام کو تھی اور خندق کے دن جب کفار خندق سے پار چلے آئے تو حضرت علی علیہ السلام نے با کمال شجاعت عمرو بن عبدود کو روانہ جہنم کر دیا اور اس سے کفار کی کمر ٹوٹ گئی اور بیعۃ الرضوان میں حاضر تھے اور نامہ صلح آپؑ کے دست مبارک سے لکھا گیا۔ فقیر مترجم کہتا ہے کہ میں نے اس روایت کو لکھا [illegible] کا فضل بہت وسیع ہے امید ہے کہ مجھے بھی اس عقیدت کا درجہ عنایت ہوگا اور غزوہ خیبر میں رایتِ فتح آپ ہی کے ہاتھ میں تھا چنانچہ روایت اس کی اوپر گزری اور اس غزوہ میں آپ نے بڑی شجاعت اور دلاوری فرمائی کہ سپر آپ کی ٹوٹ گئی تھی۔ آپؑ نے اس کے عوض ایک دروازہ اکھاڑ لیا اور سپر بنالی۔ یہاں تک کہ فتح نمایاں ظاہر ہوئی۔ ابو رافع فرماتے ہیں کہ ہم سات آدمی چاہتے تھے کہ اس کو اٹھیں تو اسے الٹ نہ سکیں اور مباہلہ کے وقت آپ نے ان کو اپنا اہل فرمایا۔

قارئین کرام! زیب عنوان حدیث کی تشریح میں مترجم حدیث نے طویل بیان قلم بند کیا ہے۔ اگرچہ قدیم اردو کو ذریعہ اظہار بنایا ہے۔ اس عبارت کو مروجہ زبان کا لبادہ اس لیے نہیں پہنایا کہ قارئین کرام کو روایات پر شبہ نہ گزرے۔

ا۔ حدیث کے متن سے اس عشق و محبت اور نسبت و تعلق کا اظہار ہوتا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت علی علیہ السلام سے تھا۔ فرماتے ہیں یا اللہ مجھے اس وقت تک دنیا سے نہ اٹھانا، جب تک میں علی علیہ السلام کو نہ دیکھ لوں۔ مگر اب تو اپنی اپنی پسند اور ناپسند کی بات ہے جن مشرکین کو امیرؑ نے کسی بھی غزوہ یا سریہ میں واصل جہنم کیا ان کی اولادیں مسلمان ہو کر بھی دشمن خاندان نبوت ہی رہیں۔ مؤرخین عالم

marfat.com

اور مؤرخین اسلام کی کتابیں بطور ثبوت موجود ہیں۔ اہل شام اہل بیت رسول صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت وجلالت اور مراتب ودرجات سے قطعاً ناآشنا اور بے بہرہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ امام نسائی کی بیان کردہ فضیلتیں واحادیث ان کے فہم وادراک پر گراں گزریں اور امام نسائیؒ نے اپنی جان عظمت شان اہل بیت پر قربان کردی۔ ع ''خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را''

۲۔ مترجم نے لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے باپ سے پوشیدہ نمازیں پڑھتے تھے اور ایک دن اپنے بیٹے کو نماز پڑھتے دیکھا تو پوچھا کہ اے میرے بھتیجے یہ کیا دین ہے۔ (آخر تک)

اس میں یا مترجم کو سہو ہوا یا وہی جانبداری اور پسندیدگی کارفرما ہی جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ حقیقت حال تو یہ ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نے اپنے دونوں بیٹوں حضرت جعفرؓ اور حضرت علی علیہ السلام کو تاکید فرمائی تھی کہ اپنے ابن عم کے ساتھ نماز پڑھا کریں یہی نہیں بلکہ جب بھی حضور اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ام المومنین حضرت خدیجہ طاہرہ اور حضرت علیؑ وجعفرؓ نماز میں مصروف ہوتے تو سردار مکہ خواجہ ابو طالبؑ پہرہ دیا کرتے تھے تاکہ کوئی دشمن ایذا نہ پہنچائے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ خواجہ ابو طالبؑ دین کی حقانیت سے بے خبر یا اجنبی ہوں۔ نزولِ وحی ہی سے آپ نے اہل حق کی پاسبانی اور حفاظت اپنے ذمہ لے لی تھی۔ پھر اجنبیت کاہے کی؟

۳۔ مترجم نے اپنے بیان میں اقرار کیا ہے کہ خواجہ ابو طالبؑ نے حضرت علی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کیا دین ہے؟ تو امیرؑ نے صاف صاف بتا دیا تو پھر پوشیدہ رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بڑا ثبوت تو یہ ہے کہ دعوت ذوالعشیرہ حضرت ابو طالبؑ کے گھر منعقد ہوئی تھی۔

۴۔ واقعہ دعوت ذوالعشیرہ ان تمام روایات کا ابطال پیش کرتا ہے جو دین کو چھپانے اور راز میں رکھنے پر دال ہیں وہاں تو امیرؑ نے سرعام اعانت، پیروی اور نصرت وحمایت کا اعلان اور اقرار فرمادیا تھا۔ اور اس اعلان تعاون واتباع پر فرمانِ رسالت ہوا کہ اے علیؑ تمہاری اطاعت سب پر واجب ہے اس پر قریش ہنسی اڑا رہے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اے سردار ابو طالبؑ اب اپنے بیٹے کی اطاعت کرو۔ یہ واقعہ تمام معتبر کتب تواریخ میں منقول ہے۔

❁❁❁

marfat.com

کلام ابو طالبؑ

حضرت خواجہ ابو طالبؑ کے صاحبِ ایمان موحد اور عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہونے پر سب سے بڑا ثبوت' پختہ شہادت اور محکم بالشان دلیل ان کا اپنا کلام ہے۔ جس میں اقرارِ توحید ورسالت بھی ہے اور یقینِ قیامت بھی۔ تبلیغ ہدایت بھی اور تاکید اطاعت بھی۔ احساس مروّت بھی ہے اور تصدیقِ نبوت بھی' دعوتِ حق بھی ہے اور تحفظ نبوت ورسالت بھی۔ مقابلۂ کفار بھی ہے اور تبلیغ جہاد و مقاتلہ بھی' اعلان نصرت بھی ہے اور یقینِ کامرانی بھی۔

مگر بات تو یہ ہے کہ کلام ابو طالبؑ کے پڑھنے کے لیے تو محبت ابو طالبؑ کی بھی ضرورت ہے جو کسی خوش نصیب ہی کو نصیب ہوتی ہے اور ایسا نصیب بھی کسی خوش نصیب ہی کو نصیب ہوتا ہے۔ کلام کوئی پڑھے تو جانے۔ سبعہ معلقات تو درسِ نظامی میں سالہا سال شاملِ نصاب چلا آ تا رہا۔ مگر نہیں سنا کہ کلام ابو طالبؑ بھی شامل نصاب ہوا ہو۔ اصل وجہ یہی ہے کہ خواجہ ابو طالب علیہ السلام والدِ علی علیہ السلام تھے۔ دیوانِ علی علیہ السلام درسِ نظامی کے نصاب میں شامل نہ ہوا تو دیوانِ ابو طالب علیہ السلام کیسے ہوتا؟ جبکہ عصرِ حاضر میں بھی فاضل عربی نصاب میں دیوانِ حماسہ' دیوانِ متنبی وغیرہ شامل ہیں۔ مگر خاندانِ نبوت کے قادر الکلام شاعر کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا گیا۔

خزانے علم کے موتی' کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو لندن میں' تو دِل ہوتا ہے سی پارہ

جہاں شجرِ اسلام کی آبیاری ہوئی' جہاں سے صدائے توحید بلند ہوئی جہاں ہر قسم کے مظلوموں کو پناہ ملی' جہاں خواتین کی عصمت محفوظ ہوئی جہاں معبودانِ باطل سے مخلوق خدا کو رہائی ملی' جہاں حرام و حلال کی تمیز ہوئی' جہاں ظلم کی جگہ عدل قائم ہؤا اسی گھر کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کے لیے مسلمانوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔

رئیس مکہ حضرت المطلبؑ

عبدالمطلبؑ (عامر) بن ہاشم بن عبد مناف' بن قصی۔ آپ کا نام عامر اور لقب شیبۃ الحمد تھا۔

جب آپ کے والدِ گرامی حضرت ہاشمؑ کا انتقال ہؤا تو یہ اپنے ننھیال (یثرب) میں تھے۔ ان کے چچا مطلبؑ ان کو یثرب (مدینہ منورہ) سے جا کر لے آئے اور بیٹوں سے بڑھ کر نازونعم سے ان کی پرورش و تربیت کی۔ اس احسان مندی کی قبولیت و اظہار میں یہ بھی تمام

marfat.com

عمر ''عبدالمطلبؒ'' مطلب کا غلام کہلاتے رہے۔ اصلی نام اور لقب پر یہ آخری لقب اس قدر غالب آ گیا تھا کہ عبدالمطلبؒ ہی اصل نام سمجھا جاتا ہے ان کو شیبۃ الحمد اور فیاض اور معظم طہیر السماء بھی کہا کرتے تھے۔ نیز سید قریش کے نام سے عام طور پر ملک میں نامزد تھے۔ قریش میں سے بھی کوئی شخص ان کے اس خطاب سے منکر نہ تھا۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ مبارک ''محمد'' (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ان ہی نے تجویز کیا تھا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت تا ہشت (آٹھ) سال کا شرف بھی ان کو حاصل ہوا ان ہی کی سرداری کے عہد میں واقعہ فیل کا ظہور ہوا تھا۔

حضرت عبدالمطلبؒ کی عام نصیحت یہ ہوتی تھی ''ظلم و بغاوت نہ کرو اور مکارم الاخلاق حاصل کرو'، عبدالمطلبؒ کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ چاہ زم زم جسے عمرو بن حرث جرہمی نے بند کر دیا تھا اور ابتداز مانہ سے کسی کو یاد بھی نہ رہا تھا کہ کنواں کہاں تھا' عبدالمطلبؒ ہی نے نکالا۔ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلبؒ تین شب متواتر یہ خواب دیکھتے رہے کہ کنواں نکالو پھر خواب ہی میں ان کو چاہ زم زم کی جگہ دکھائی گئی۔ حضرت عبدالمطلبؒ اور ان کے فرزند اکبر ''حارث'' نے اس جگہ کی کھدائی کی۔ تین دن کی کھدائی کے بعد ان کو بنو جرہم کی مدفونہ اشیاء ملنے لگیں۔ تلواریں' زرہیں' شاخہائے آہو وغیرہ۔ قریش کے لوگ اب تک تو حضرت عبدالمطلبؒ کے فعل کو لغو ہی سمجھتے تھے' لیکن مدفونہ اشیاء کی برآمدگی نے ان کو بھی یاد کرا دیا تب وہ درخواست کرنے لگے کہ اس شرف میں ان کو بھی شامل کر لیا جائے مگر حضرت عبدالمطلبؒ نے کسی کو اپنے ساتھ شامل کرنا پسند نہ کیا۔ یہ چشمہ جس سے اب لاکھوں زوار شب و روز سیر آب ہو رہے ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے ظاہر فرمایا تھا۔ حضرت عبدالمطلبؒ کی بھی یادگار رہے اور قیامت تک رہے گا۔ ان شاء اللہ!

قارئینِ کرام! اس مختصر سے تاریخی بیان سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ محبوبِ خدا کا نام نامی اسمِ گرامی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ازل سے تھا اور قرآنِ حکیم میں چار دفعہ آیا ہے۔ حضرت عبدالمطلبؒ ہی نے تجویز فرمایا تھا۔

۲۔ یہ کہ محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اوّلین کفالت کا شرف بھی آپ ہی کو نصیب ہوا جو ایک لازوال سعادت اور عظمت ہے۔

۳۔ یہ کہ زم زم کا کنواں جو برسوں سے غائب اور بھولا بسرا ہو چکا تھا بشارتِ خداوندی کی رہنمائی میں حضرت عبدالمطلبؒ ہی کی محنت اور سعی جمیلہ سے منظرِ عام پر آیا جو قیامت تک جاری رہے گا۔ ان شاء اللہ! جبکہ علماءِ سوء اس عظیم ہستی کو نہیں مانتے۔

❀❀

marfat.com

فضائل سید العرب حضرت عبدالمطلبؑ

علامہ شبیر عثمانی اپنی معروف تصنیف ''الکیل والتمیل''میں رقم طراز ہیں۔

''ظَھَرَ نُورُ النَّبِي صَلَّى اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَآلہٖ وَسَلَّمَ فِی اَسَارِیْدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ بَعْدَ الظُّھُوْرِ وَبِبَرْکَۃِ ذَالِکَ النُّوْرِ اَلْھِمَ النَّذْرُ فِی ذِبْحِ وَلَدِہٖ وَبِبَرْکَتِہٖ کَانَ یَا مُرُوْلَدَہٗ بِتَرْکِ الظُّلْمِ وَالْبَغْیِ وَیَحُشُّھُمْ عَلیٰ مَکَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَیَنْھٰھُمْ عَنْ دَنِیَّاتِ الْاُمُوْرِ وَبِبَرْکَۃِ ذَالِکَ النُّوْرِ قَالَ لِاَبْرَھَہ اَنَّ لِھٰذَالْبَیْتِ رَبّاً۔

''نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور حضرت عبدالمطلبؑ کے خدوخال میں چمکتا تھا اس نور کی برکت سے حضرت عبداللہ علیہ السلام کو ذبح کرنے کی بجائے نذر دینے کا انہیں الہام ہوا۔ اسی نور کی برکت سے وہ اپنی اولاد کو ظلم اور سرکشی کو ترک کرنے کا حکم دیتے تھے۔ مکارم اخلاق کو اپنانے پر انہیں برانگیختہ کرتے تھے۔ اور ان کو کمینی حرکتوں سے روکتے تھے۔ اسی نور کی برکت سے آپ میں یہ جرأت پیدا ہوئی کہ آپ نے ابرہہ کو فرمایا'' کہ اس گھر کا بھی ایک مالک ہے جو اس کی حفاظت کرنا جانتا ہے''۔

اہل عقل و دانش سے گزارش ہے کہ ایسا عقیدہ اور نظریہ اولیاء اللہ کا ہی ہوتا ہے یا جو کچھ بے ادب و گستاخ کہتے ہیں وہ قول درست ہے؟

حنین کے دن سرکار ابد قرار علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ ارشاد کہ:

''اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ''

''میں سچا نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے (اور اگر میری خاندانی شرافت کو دیکھنا ہے تو سنو!) میں عبدالمطلبؑ کا بیٹا ہوں''۔

غور فرمایئے! اگر عبدالمطلبؑ موحد نہ ہوتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی ان کی فرزندی پر فخر نہ فرماتے کیونکہ کافر کی فرزندی پر فخر کرنا شرعاً ممنوع ہے۔

اسی طرح یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ جس ہستی کو مولائے مؤمنین امام المشارق والمغارب 'امام المتقین' امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام کے نام نامی اسم گرامی سے یاد کیا جاتا ہے۔ ایک بار ولید نے دھمکیاں دیں تو حضرت امیرؑ نے فرمایا۔

یُھَدِّ دُنِی بِالعَظِیْمِ الْوَلِیْدُ   فَقُلْتُ اَنَا ابْنُ اَبِی طَالِبْ

''ولید (ملعون) نے مجھے بہت بڑی دھمکی دی تو میں نے جواب دیا (شاید تو مجھے جانتا نہیں) میں ابوطالبؑ کا لختِ جگر ہوں''۔

اس جواب میں دو حکیمانہ باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ابوطالبؑ نے تن تنہا تمام گروہ کفار و مشرکین

marfat.com

کوناکوں چنے چبوادیئے۔ مگر کبھی ان کے منصوبوں سے مرعوب ہوئے نہ دھمکیوں سے خائف۔

دوسری بات وہی سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کہ میں ابنِ عبدالمطلبؓ ہوں تو امیرؑ نے وہی سنت ادا کی کہ میں ابن ابی طالبؓ ہوں۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کفار والدین کی فرزندی پر فخر کرنا شرعی احکام کے خلاف ہے اب کیا ہوگا رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے مکرم ومحترم جدِ امجد کی فرزندی پر فخر فرمایا اور اخِ الرسولؐ نے اپنے والدِ ماجد کی فرزندی پر فخر فرمایا' امت کے "مُلّاں" کہتے ہیں ۔دونوں باپ بیٹا' (نعوذ باللہ) مسلمان ہی نہ تھے۔

اب دونوں میں سے ایک بات سچ ماننا پڑے گا۔ یا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کے ارشادات کی تصدیق کرنا ہوگی' بصورتِ دیگر اقوالِ علماء کو مقدم سمجھا جائے گا۔ ظاہر ہے فرامینِ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی علیہ السلام کو تسلیم کرنا تو اطاعت عین ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار وہی ہے جو مطیع رسولؐ ہے۔ فرمانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ مومن کی پہچان یہ ہے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام سے محبت کرے اور علی علیہ السلام کا گستاخ منافق ہے اور منافق کی جگہ دوزخ کا نچلا طبقہ ہے۔ اب کسی کو سمجھ نہ آئے تو اس کا کوئی علاج ہے نہ دوا۔

حضورؐ اپنے جدِ امجد کی نظر میں ﷺ

حضرت عبدالمطلبؓ پہلے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھ کر اپنے بڑھاپے کے دن گزار رہے تھے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے انتقال پر ملال کے بعد تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اُلفت نے ایک طوفان کی صورت اختیار کرلی۔ کبھی اُن کی اُنگلی پکڑے حرم کی طرف جا رہے ہیں۔ کبھی انہیں اپنے کندھوں پر اٹھائے کعبہ کے گرد طواف کر رہے ہیں' اپنے فرزند دل بند کی درازی عمر' یمن طالع اور بختِ ارجمند کے لئے مصروفِ دُعا ہیں۔ کبھی اس چاند سے چہرے کو دیکھ کر سو جان سے تصدق ہو رہے ہیں۔ کھانا کھاتے ہیں تو انہیں اپنے ساتھ بٹھا کر' سوتے ہیں تو رات کو اپنے پہلو میں سلاتے ہیں۔ ایک لمحہ کے لئے بھی جدا کرنا گوارا نہ تھا۔

حضرت عبدالمطلبؓ جب حرم شریف میں حاضری کے لئے جاتے تو ظلِ کعبہ میں ان کے لئے مخصوص نشست گاہ بنائی جاتی' کسی بڑے سے بڑے آدمی کی مجال نہ تھی کہ اس پر قدم رکھ سکے حتیٰ کہ ان کے فرزندان گرامی قدر بھی از راہِ ادب اس نشست گاہ سے دور ہٹ کر بیٹھتے لیکن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لاتے تو بے جھجک اپنے ذی وقار دادا جان کی نشست پر بیٹھنے کے لئے آگے بڑھ جاتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا ...

marfat.com

عبدالمطلبؓ اپنے بیٹوں کو فرماتے کہ:

دَعُوْ ا اِبْنِیْ فَوَ اللہِ اِنَّ لَہ‘ لَشَانُہ‘

''میرے بچے کو مت روکو اس کو آگے آنے دو بخدا اس کی بڑی شان ہو گی''

ہمیشہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ساتھ بٹھاتے آپ کی پشت پر پیار سے ہاتھ پھیرتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی معصوم ادائیں دیکھتے اور خوشی سے پھولے نہ سماتے۔

اپنے عظیم دادا کی بے پایاں شفقتوں اور محبتوں کے گھنے اور خنک سایہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دو سال بسر ہو گئے۔ عمر مبارک آٹھ سال ہو گئی تو قدرتِ خداوندی نے اپنی دور رس حکمتوں کے پیشِ نظر حضرت عبدالمطلبؓ کو بھی اس دنیا سے اٹھالیا۔ وفات سے پہلے آپ نے اپنے بیٹے حضرت ابو طالبؓ کو بلایا اور حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نگہداشت اور خدمت ان کے سپرد کی کیونکہ آپ حضرت عبداللہ کے سگے بھائی تھے۔ دونوں فاطمہ بنتِ عمرو بن عائذ کے بطن سے تولد ہوئے تھے۔

بوقت وصال حضرت عبدالمطلبؓ کی عمر ایک سو چالیس سال اور دوسری روایت کے مطابق ایک سو دس سال تھی آپ کو حجون میں اپنے جدِ اعلیٰ قصی کی قبر کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

آپؓ کی وفات پر کئی دنوں تک بازار بند رہے اور منڈیوں میں کاروبار معطل رہا آپ کی چھ بیٹیاں تھیں ہر ایک نے اپنے عظیم باپ کی وفات پر مرثیے لکھے۔ جن میں آپ کے محامد و کمالات ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے عمیق حزن و ملال کا اظہار کیا۔ جب آپ ﷺ کا جنازہ اٹھا تو لوگوں نے آپ ﷺ کے آٹھ سالہ کم سن پوتے کو بھی دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ (ضیاء النبی جلد دوئم)

معتبر مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر کعبہ شریف میں گئے' وہاں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں کیں اور جو انعام اس نے فرمایا تھا اس کا شکریہ ادا کیا۔ ابنِ واقد کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت عبدالمطلبؓ کی زبان پر فی البدیہہ یہ اشعار جاری ہو گئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعْطَانِیْ ۔۔۔ ھٰذَا الْغُلَامَ الطَّیِّبَ الْاَرْدَانِ

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے پاک آستینوں والا بچہ عطا فرمایا ہے''۔

قَدْ سَادَ فِی الْمَھْدِ عَلَی الْغِلْمَانِ ۔۔۔ اُعِیْذُہ‘ بِالْبَیْتِ ذِی الْاَرْکَانِ

''یہ اپنے پنگھوڑے میں سارے بچوں کا سردار ہے' میں اسے بیت اللہ شریف کی پناہ

marfat.com

میں دیتا ہوں"۔

حَتّٰی اَرَاهُ بَالِغَ الْبُنْیَانَ اُعِیْذُهٗ مِنْ شَرِّ ذِیْ مُسْنَانٍ
مِنْ حَاسِدٍ مُضْطَرِبِ الْعِیَانِ

"یہاں تک کہ میں اس کو طاقتور اور توانا دیکھوں، میں اس کو ہر دشمن اور ہر حاسد آنکھوں کے گھمانے والے کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتا ہوں"۔

سبحان اللہ! کیا فراست تھی سردار مکہ کی، کیا عرفان نبوت تھا

قارئین کرام! حضرت عبدالمطلبؓ کے کلام سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے، وہ محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا والہانہ عشق، مستقبل کی نیک خواہشات، دشمنوں کا دفاع اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں ہیں۔ یہ سارے امور کسی مومن موحد اور رازدانِ حقیقت ہی کے سزاوار ہو سکتے ہیں، غیر مسلموں کے نصیب ایسی نعمتوں کے لئے کہاں؟ سردارِ مکہ حضرت عبدالمطلبؓ کو غیر مسلم کہنے والوں کو شرم آنی چاہئے کہ انتخابِ الٰہی سے نفرت کرنے اور بنظرِ حقارت دیکھنے والے اپنے آپ کو پاکیزہ اور مقبول بندگانِ خدا کو "مشرک" کہتے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

سید البطحا سردارِ قریش حضرت عبدالمطلبؓ کی فضیلتیں اور درجات بے حد وحساب ہیں۔ اسی موضوع کے آخر میں چند فیصلہ کن احادیث پیش کرتے ہوئے اس بحث کو سمیٹنے کی کوشش کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

ویسے عشاق کی تشفی کے لئے زیرِ عنوان والدین کریمین کا مطالعہ مفید رہے گا۔

حضرت عبدالمطلبؓ کا عقیدہ

سید العرب، سرتاجِ قریش، خادم بیت الحرم، سید العٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلبؓ کی حیاتِ طیبہ کے جس پہلو پر نظر پڑتی ہے حریم وحدت ہی کے شیدائی اور پرستار دکھائی دیتے ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی نے قدیم عربوں کی تحریروں کی تحقیق کرتے ہوئے ابنِ ندیم کے حوالے سے مندرجہ ذیل عبارت نقل کی ہے۔

ابنِ ندیم نے لکھا ہے کہ مامون الرشید کے کتب خانہ میں ایک دستاویز دیکھی تھی جو حضرت عبدالمطلبؓ بن حضرت ہاشم کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی اس کے یہ الفاظ تھے۔

حَقُّ عَبْدُ الْمُطَّلِبُ بْنُ هَاشِمٍ مِنْ اَهْلِ مَکَّةَ فُلَانَ ابْنَ فُلَانَ الْحِمْیَرِی مِنْ اَهْلِ وَزْلِ صُنْعَاعَلَیْهِ اَلْفَ دِرْهَمٍ فِضَّةً کَیْلًا بِالْحَدِیْدَةِ وَمَتٰی دَعَاهُ بِهَا اَجَابَهٗ، شَهِدَ اللّٰهُ وَالْمَلَکَانِ۔

marfat.com

''عبدالمطلبؓ بن ہاشم جو مکہ کا باشندہ ہے' کا یہ قرض فلاں بن فلاں حمیری شخص پر ہے جو صنعا کا رہنے والا ہے۔ یہ چاندی کے ایک ہزار درہم ہیں۔ عبدالطلب یہ قرض ادا کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ اور دو فرشتے اس امر پر گواہ ہیں''۔

اس دستاویز سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ نے کسی حمیری شخص کو ہزار درہم قرض دیئے تھے۔ خاتمہ میں اللہ تعالیٰ اور دو فرشتوں کی گواہی بھی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں فرشتوں (کراماً کاتبین) کا اعتقاد موجود تھا۔

ابن الندیم نے لکھا ہے کہ اس دستاویز کا خط ایسا تھا جیسا کہ عورتوں کا خط ہوتا ہے۔

(سیرت النبی صفحہ نمبر ۱/۱۴)

قارئین کرام! علامہ شبلی نعمانی نے تو قرونِ اولیٰ میں بذریعہ کتابت منضبط ہونے والے امور پر جستجو کرتے ہوئے حضرت عبدالمطلبؓ کی تحریر نقل کی ہے لیکن ہم اس زاویۂ نگاہ سے گوہرِ مقصود کے متلاشی ہیں کہ سید العرب حضرت عبدالمطلبؓ کا دین اور مذہب کیا تھا!

مندرجہ عربی تحریر سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس کی وضاحت ملاحظہ فرمائیں اور خادم حرم کا مقام متعین کریں فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

۱۔ قرضہ حسنہ دینے کا ثواب یہ ہے کہ قرضہ کی واپسی تک قرض دینے والا گویا ہر روز اتنی رقم صدقہ و خیرات کرتا رہتا ہے۔

۲۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے دور دراز یمن کے رہنے والے آدمی کو قرض دے کر اسلامی اقدار میں سے ایک قدر کو کتنی اہمیت دے کر خداوند کریم کی خوشنودی حاصل کی۔

۳۔ انسانی اور معاشرتی معاملات کے تحفظ کے لئے از روئے قانونِ اسلام اور قوانین عالم کے اعتبار سے گواہی انسانوں ہی کی معتبر ہُوا کرتی ہے۔ حیرت ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ قرضہ دیتے ہیں حمیری کو اور گواہی اللہ اور فرشتوں کی مقرر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دانا' بینا اور عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ہے اور فرشتے بھی ہر چیز کو دیکھ سکتے ہیں لیکن ایک مصدقہ حقیقت ہے کہ جب عام طور پر روح اور ہوا کو نہیں دیکھ سکتے ہیں' اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں؟

ظاہر ہے کہ تمام مخلوق سے افضل صرف انسان ہے لیکن باوجود بزرگی و شرف اپنے سے کم تر مخلوق جنّوں کو نہیں دیکھ سکتا اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ۔

حضرت عبدالمطلبؓ 'اللہ وحدہٗ لاشریک پر مکمل ایمان اور یقین رکھتے تھے دینِ ابراہیمی پر عمل پیرا تھے' بتوں کی پرستش سے نفرت تھی۔ شراب خوری اور ہر قسم کی برائیوں سے دور رہتے تھے' سخاوت و

شجاعت اور اخلاص عمل میں جواب نہ رکھتے تھے۔ یہی عقیدہ کی پختگی تھی کہ اپنے معبودِ برحق اور کراماً کاتبین کی شہادت پر یقین فرمایا۔ کون اندازہ کرسکتا ہے آپ کے اس اعتقاد کا جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں تھا اور کتنا یقین تھا قیامت پر کہ آدمی کے اعمال مقرر دو فرشتے لکھتے ہیں اور اسی ضابطۂ تحریر پر اس کا فیصلہ ہوگا۔

اعلان نبوت بتیس (۳۲) سال بعد ہوتا ہے لیکن حضرت عبدالمطلبؓ اس وقت نبوت کی پیش گوئی فرماتے ہیں جبکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے پنگھوڑے میں ہیں۔ مومن کس چیز کا نام ہے اور ایمان کیا ہے؟ بدبختوں کو منفی پہلو ہی پسند ہے اور یہی ان کی بدنصیبی ہے۔

حضرت عبدالمطلبؑ علاماتِ نبوت سے متعارف تھے

طبقاتِ ابن سعد جو تاریخ اسلام کا قدیم اور پہلا ماخذ ہے۔ آگے جس کسی نے بھی لکھا اسی کی راہنمائی میں لکھا۔ لہٰذا ہم نے سوچا کہ تاریخی حالات و واقعات سے متعلق طبقاتِ ابن سعد ہی سے استفادہ کیا جائے۔

اقتباسات ملاحظہ ہوں! لکھتے ہیں۔

''رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ مکرمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنتِ وہب کے ساتھ ہوتے تھے، جب وہ انتقال کرگئیں تو آپؐ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلبؓ نے آپؐ کو لے لیا اور اپنی صُلبی اولاد سے بھی زیادہ آپ کے ساتھ رقت و شفقت کے ساتھ پیش آئے۔ کمال تقرب کا برتاؤ کرتے اپنے ساتھ ہی رکھتے۔

حضرت عبدالمطلبؓ جب تنہا ہو کر سونے لگتے تو اس وقت کوئی آدمی ان کے کمرے میں نہ جاتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایسے اوقات میں بھی جا کر بستر پر بیٹھ جاتے حالانکہ کسی دوسرے کی اتنی مجال نہ تھی یہ دیکھ کر حضرت عبدالمطلبؓ کہتے:

دَعُوْ البَنِیَّ اِنَّہٗ لَیُوْنُسُ مَلِکاً

''میرے بیٹے کو نہ چھیڑو بے شک وہ سلطنت اور سرداری سے مانوس نظر آتا ہے''۔

قبیلۂ مدلج کے کچھ لوگوں نے ایک مرتبہ حضرت عبدالمطلبؓ سے کہا!

اِحْتَفِظْ بِہٖ فَاِنَّا لَمْ نَرَ قَدَماً اَشْبَہُ بِالْقَدَمِ النَّبِیُّ فِی الْمَقَامِ مِنْہُ۔

''اس لڑکے کی حفاظت کرو کیونکہ مقامِ ابراہیمؑ میں حضرت ابراہیمؑ کا جو نشانِ قدم ہے، اس کے ساتھ اس لڑکے کے قدموں سے زیادہ مشابہ ہم نے کسی کا قدم نہیں دیکھا''۔

marfat.com

؟اسی بناپر حضرت ابوطالبؑ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کیا کرتے تھے۔

(طبقات صفحہ نمبر ۱۲۵ جلد اوّل)

قارئین کرام! مندرجہ بالا بیان کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب خداداد فہم و فراست اور آلِ ابراہیمؑ ہونے کی وجہ سے بخوبی جانتے تھے کہ ان کے نورِ نظر کی شان وعظمت ورئی ماورئی ہوگی۔ آپ ہی کا یہ قول بھی ہے کہ رَجَآ اَنْ یُّحَمَّدُ مجھے اُمید ہے کہ میرے بیٹے کی نعت خوانی بہت ہو گی۔ کتنا صادق ہے یہ قول کہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے' کانوں سے سنتے اور ذرائع ابلاغ سے معلوم کرتے ہیں کہ پورے کرۂ عرض پر کوئی مقام ایسا نہیں جہاں توحید کا پرچار اور ثنائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دل پذیر نہ ہو اسی طرح آسمانی مخلوق بھی مدح وثنائے سردار انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں مصروف ومسرور ہے۔

یہ کہ قدرتی وعناصری عوامل کے علاوہ علامات ومعجزات نبوّت نے حضرت عبدالمطلبؑ کے سینۂ فیضِ گنجینہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ نبوت نے روشن وصاحب نظر کر دیا تھا ورنہ بارش کے لئے دُعا مانگتے وقت سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بنانے کا کیا جواز تھا؟ خود بھی تو آلِ ابراہیم علیہ السلام کے چشم وچراغ تھے اور صاحبِ شرف وعظمت۔

یہ کہ نبوت ورسالت کی حفاظت قدرتِ الٰہی کے زیرِ انتظام ہوتی ہے۔ قادرِ مطلق نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت وتربیت کے لیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد اور عمِ محترم ابوطالبؑ کو چن کر اعلان بھی فرما دیا کہ ہم نے یتیمی کی حالت میں اپنے حبیبؐ کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ آغوشِ رافت تو تھی خواجہ ابوطالبؑ کی مگر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے کاشانۂ ابوطالبؑ کو اپنی پناہ فرما کر قیامت تک عظمتِ ابوطالبؑ کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ کسی کے بُخل' حسد اور کینہ سے کسی کی شان و عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ انشاء اللّٰہ تعالیٰ ہم آئندہ صفحات میں کسی کے قول کے مطابق نہیں خود صاحب معراج کی مہر ثبت کریں گے کہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ صرف مومن موحد ہیں بلکہ آپ واحد امت مبعوث ہوں گے اور خلقِ کثیر کی شفاعت فرمائیں گے۔ ہاں جی مفتی جی!

حضرت عبدالمطلبؑ کا تاکیدی جملہ کہ سنو! یہ لوگ کیا کہتے ہیں کوئی تعجب خیز نہ تھا بلکہ اپنے مافی الضمیر کو اہلِ کتاب کے اندازِ فکر سے مزید جلا بخش رہے تھے۔ اس جملے کا مطلب صاف ہے کہ اے ابوطالبؑ! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مستقبل کے بارے میں جو معلوماتی تجربات ہمارے ہیں وہی علمائے یہود وانصاری کے ہیں کیونکہ انہوں نے کتبِ سماوی میں وارد حوالہ جات سے معلومات حاصل کی ہیں اور یہی منشاء الٰہی ہے۔

marfat.com

ابن سعد لکھتا ہے۔ ''یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو طالبؑ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بہت زیادہ حفاظت کیا کرتے تھے''۔

حضرت اُم ایمنؓ کو تاکید:

طبقات میں لکھا ہے کہ حضرت عبدالمطلبؑ نے حضرت ام ایمنؓ کو تاکید فرماتے ہوئے کہا:

یابَرَکَۃُ لا تَغْفُلِی عَنْ اِبْنِی فَاِنّی وَجَدْتُہٗ مَعَ غِلْمَانٍ قُرَیْشاً مِنْ سِدْرَۃٍ وَاِنَّ مِنْ اَھْلِ الْکِتَابِ یَزْعُمُوْنَ اِنَّ اِبْنِی ھٰذَا نَبِیٌّ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ۔ (طبقات)

''اے برکتہ! میرے اس بیٹے سے غافل نہ رہنا۔ میں نے اسے چند لڑکوں کے ساتھ بیری کے درخت کے پاس پایا ہے یہ حقیقت ہے کہ علمائے اہلِ کتاب کا کہنا ہے کہ میرا بیٹا اس اُمت کا پیمبر ہے''

قارئین کرام! کون جانتا ہے کہ حضرت عبدالمطلبؑ ان بشارتوں کو سن کر کتنے خوش ہوئے ہوں گے۔ ان حوالجات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبدالمطلبؑ علامات نبوت اور تصدیقات سے کتنے خوش اور پرامید ہوا کرتے تھے۔ نبوت کے عجائبات بھی دیکھے، علمائے اہل کتاب سے پیش گوئیاں بھی سنیں، اورسب سے بڑھ کر یہ کہ خود اپنے جانشین اور خادمہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حفاظت کی تاکید فرماتے ہیں۔ ملتِ خلیل کے متبع بھی ہیں مگر ''مُلّاں'' کا فتویٰ خلاف ہے۔

نبوت وحکومت کی پیش گوئی

طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ حضرت عبدالمطلبؑ جب کبھی یمن جاتے تو قوم حمیر کے ایک سردار کے یہاں فروکش ہوتے، ایک بار کے سفر میں ایک یمنی سے ملاقات ہوئی جو لمبی عمر کا تھا اور اس نے کتب قدیم کا وسیع مطالعہ کیا تھا۔ اس نے حضرت عبدالمطلبؑ سے کہا۔ تَاْذَنُ لِیْ اِفْتَشُ مَکَاناً مِنْکَ؟'' کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ آپ کے جسم سے کوئی جگہ ٹٹولوں؟ حضرت عبدالمطلبؑ نے جواب دیا۔ لَیْسَ کُلُّ مَکَانٍ مِنِّی اُذِنُ لَکَ فِیْ تَفِیشَۃٍ'' میں تجھے ہر جگہ ٹٹولنے کی اجازت تو نہیں دیتا''۔ یمنی نے پھر کہا۔ اِنَّمَا ھُوَ مَنْخِرَیْکَ۔'' صرف آپ کے نتھنے ٹٹولوں گا''۔ حضرت عبدالمطلبؑ نے اجازت دے دی۔ قَدْ مَکَ۔ یہی بات ہے تو بسم اللہ۔ یمنی نے حضرت عبدالمطلب کے نتھنوں کے بال دیکھے اور کہا۔ اَرَیٰ نَبُوَّۃً وَاَرَیٰ مُلْکاً وَلی اَحَدُھُمَا فِیْ بَنِیْ زُھْرَۃَ۔'' میں نبوت دیکھ رہا ہوں، ملک اور حکومت دیکھ رہا ہوں، مگر ان دونوں میں سے ایک چیز مجھے قبیلہ بنی زہرہ میں نظر آتی ہے''۔

marfat.com

حضرت عبدالمطلبؓ نے اس سفر سے واپس آکر خود تو ہالہ بنتِ وُھیب بن عبد مناف بن زہرہ سے نکاح کیا اور اپنے لختِ جگر حضرت عبداللہ علیہ السلام کا نکاح حضرت سیدہ آمنہؓ بنت وھب بن عبد مناف بن زہرہ سے کر دیا۔ جن سے سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ظہور پذیر ہوئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اولادِ عبدالمطلبؓ کو نبوۃ و خلافت دونوں نعمتیں عطا فرمادیں اور اللہ تعالیٰ اس خانوادۂ شریعت کے تقدس وعظمت کو خوب جانتا ہے کہ اس کو یہ نعمت عطا فرمائی۔ (طبقات ابن سعد)

قارئین کرام! اس واقعہ سے ثابت ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ شواہد نبوت سے کماحقہٗ متعارف اور مستفیض تھے۔

تائیدِ الٰہی

نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور کاشانۂ عبدالمطلبؓ میں ہونا تھا۔ قدرت نے ظرف بھی ایسا منتخب فرمایا جسے پہلے ہی تمام خوبیوں' شرافتوں اور طہارتوں سے معمور کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا جشن میلاد منانے والے خوش نصیب دونوں باپ بیٹا حضرت عبدالمطلبؓ اور خواجہ ابوطالبؓ تھے۔ رئیس مکہ و خادم کعبہ حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے جانشین اور کفیلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطالبؓ کو حکم دیا کہ اونٹ بکریاں ذبح کر کے میلاد کی خوشی میں اہل مکہ کی خوب ضیافت کرو' چنانچہ تین دن تک سارا شہر مکہ کاشانۂ نبوت کا مہمان بنا رہا۔ انسان تو ایک طرف جنگلی پرندے' درندے اور وحشی جانور بھی تین دن تک لنگرِ ہاشمی سے مستفید ہوتے رہے۔ کسی اور کی ولادت پر ایسا کیوں نہ ہوا۔ اسی لئے کہ قبل از میلادِ مقدس سردار عبدالمطلبؓ نے ایسے خواب اور نشانیاں دیکھی تھیں جو رسالت و خلافت پر روزِ روشن کی طرح واضح تھیں۔ کبھی کسی کافر اور مشرک کو بارگاہِ الٰہی سے بشارتیں نہیں ملیں اور نہ ہی مشرکوں کی دُعاؤں پر بارانِ رحمت کا نزول ہوتا دیکھا۔ ایک بار اہل مکہ نے حضرت عبدالمطلبؓ کی خدمتِ اقدس میں قحط سالی کا ذکر کرتے ہوئے بارش کے لئے دُعا منگوائی تو سردارِ عرب نے اپنے لختِ جگر اور نورِ چشم کے وسیلے سے دُعا مانگی تو رحمت کی بارش ہوئی۔

دوسری بار لوگ خواجہ ابوطالبؓ کے حضور حاضر ہوئے تو انہوں نے بھی محبوبِ خدا کے وسیلے سے دُعا مانگی تو خداوندِ کریم نے بارانِ رحمت کا نزول فرمایا حالانکہ سرورِ کشورِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بظاہر کمسن تھے۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ سردارانِ قریش رسالت کے شواہد اور کمالات سے متعلق بہت سی

[illegible] کسی اور کا وسیلہ تلاش کرتے۔ بتوں کے سامنے

فریادیں کرتے جبکہ مشرکین نے بارش کا مخصوص بت بنا رکھا تھا۔

زم زم کی بشارت

بنی جرہم نے مکہ چھوڑتے وقت آبِ زم زم کا کنواں مختلف چیزوں سے بھر کر بے نشان اور گم کر دیا تھا۔ حضرت عبدالمطلبؓ کو مسلسل تین یا چار راتیں بذریعہ خواب بشارتیں ملتی رہیں اور آپ تلاش حقیقت میں رہے۔ انجام کار اپنے بیٹے حارث سمیت خواب میں بتائے ہوئے نشان کی جگہ کھدائی شروع کر دی اور زم زم دوبارہ جاری ہو گیا۔ بشارتیں مومن اور مقبول بندگانِ خدا کو ملا کرتی ہیں مشرکوں کو نہیں ملتیں۔ ان تمام بشارتوں اور عجائبات کا مظہر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد ہی کو ہونا چاہئے۔ مشرکینِ مکہ نے زم زم میں شرکت کی درخواست کی تو حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا کہ خداوند کریم نے زم زم ہمارے لئے مخصوص فرمایا ہے۔ قریش کو لے کر شام روانہ ہوئے کہ کاہنہ سے فیصلہ کروائیں۔ بیس آدمی قریش کے تھے جو فریقِ مخالف تھا اور بیس افراد بنی ہاشم کے، حضرت عبدالمطلبؓ کے ساتھی تھے۔ دورانِ سفر پانی ختم ہو گیا۔ حضرت عبدالمطلبؓ کی سواری کے اُونٹ کے قدم رکھنے پر قدم زمین میں دھنس گیا اور اس جگہ سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا سب نے پانی پیا اور قریش نے قدرت کا یہ کرشمہ دیکھ کر فیصلہ مان لیا کہ زم زم کے وارث سردارِ مکہ حضرت عبدالمطلبؓ ہی ہیں۔

حضرت عبدالمطلبؓ کی منت

اگرچہ اس منت اور فرزند کی قربانی کا ذکر تمام سیرت نگاروں اور مؤرخین نے اپنی اپنی تصانیف میں زیبِ کتب بنایا ہے مگر ہم اس عجیب و غریب واقعہ کے لئے طبقات ابنِ سعد سے استفادہ کرتے ہیں۔ نقل ہے:

"ابنِ عباسؓ اور محمد بن ربیعۃ الحارث وغیرہ سے روایت ہے کہ زم زم کھودنے میں حضرت عبدالمطلبؓ نے جب اپنے مددگاروں کی قلت دیکھی تو تن تنہا کھودتے تھے اور صرف اپنے بڑے بیٹے حارث کو شریکِ حال رکھا۔ آپ نے منت مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں دس بیٹے دیے اور انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیں تو ایک بیٹا اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کریں گے۔

جب دس بیٹوں کی تعداد پوری ہو گئی تو باپ نے بیٹوں کو جمع کر کے اس منت کی اطلاع دی اور چاہا کہ اس نذر کو اللہ تعالیٰ کے لئے وفا کریں۔ ان بیٹوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حارث، ۲۔ زبیر، ۳۔ ابوطالب، ۴۔ حضرت عبداللہ ۵۔ حمزہ

۶۔ ابولہب، ۷۔ الخیداق، ۸۔ المقوم ۹۔ ضرار ۱۰۔ عباس۔

marfat.com

ان میں سے کسی نے بھی اختلاف نہ کیا سب نے وفائے نذر اور ان کے حسبِ خواہش عمل کرنے کا مشورہ دیا۔

حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا تو اچھا تم میں سے ہر ایک اپنا اپنا نام لکھ کر قدح (پیالہ) میں ڈال دے۔

جب یہ عمل ہو چکا تو حضرت عبدالمطلبؓ خانہ کعبہ کے اندر گئے اور وہاں بیٹھے آدمی کو کہا کہ ان ناموں سے ایک کو نکالئے۔ جب نکالا تو پہلے ہی حضرت عبداللہؓ کا نام نکلا، جن سے حضرت عبدالمطلبؓ کو خاص محبت تھی۔ بایں ہمہ حضرت عبداللہؓ کو ہاتھ پکڑے، چھری لئے ہوئے قربان گاہ کو چلے تو حضرت عبداللہؓ کی دو بہنیں رونے لگیں۔ ایک نے عرض کیا کہ ابا حضور! حرم میں آپ کی ساٹھ اونٹنیاں ہیں ان پر قرعہ ڈالو۔

لہذا دس دس اونٹوں پر قرعہ ڈالتے رہے حتیٰ کہ سو اونٹوں پر قرعہ نکلا۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، تمام لوگوں نے تکبیر کہی۔

ابن سعد نے بحوالہ ابنِ عباس لکھا ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ نے سو اونٹ ذبح کر کے اجازت عام دے دی کہ جو چاہے کھائے۔ یہاں تک کہ وحوش وطیور نے بھی اس لنگر سے استفادہ کیا۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ نہ تو حضرت عبدالمطلبؓ نے خود گوشت کھایا اور نہ اہل ہاشم سے کسی نے فائدہ اٹھایا۔ یہ ہے تقویٰ اور معرفتِ الٰہی۔

عکرمہ، عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اس زمانے میں دس اونٹ دیت (خون بہا) دی جاتی تھی۔ حضرت عبدالمطلبؓ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے ایک جان کے بدلے ایک سو (۱۰۰) اونٹ دیئے۔ اس کے بعد قریش میں دِیت سو (۱۰۰) اونٹوں کی دی جانے لگی۔ یہاں تک کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہی تعداد بحال رکھی، جس کی ابتداء سردارِ مکہ نے کی تھی۔ (طبقات ص ۱۲۵ جلد اوّل)

اس واقعہ سے درج ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ حضرت عبدالمطلبؓ نے زم زم کی بازیابی کے لئے ازخود کوشش نہیں کی بلکہ یہ امرِ عظیم قانونِ الٰہی اور رضائے خداوندی بذریعہ بشارت ونشان دہی انجام پذیر ہوا۔

۲۔ یہ کہ منت خاص اللہ تعالیٰ کے نام کی مانی تھی نہ کہ ہبل اور لات ومناۃ کی اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ آپ بت پرستی کی نجاست سے پاک تھے اور بت پرستی کو حرام جانتے تھے۔ ورنہ بتوں کے نام کی نذر ہوتی۔

یہ کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لختِ جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے قربان ہونے کے لیے اظہار

marfat.com

رضامندی وخوشنودی کیا تھا تو آلِ ابراہیم کے جلیل القدر سردار حضرت عبدالمطلبؑ کے دس بیٹوں نے اپنے آپ کو پیش کردیا۔ بات کہنے کی نہیں جان دینے کی بات ہے کہنا سننا اور بات ہے، چھری کے نیچے لیٹنا اور بات ہے، غور کرنے سے کلیجہ کانپ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم سے زم زم کو کھود نکالا، خداوند کریم کے نام پر بیٹے کی قربانی کی منت ادا کی، اللہ تعالیٰ کے نام پر سو (۱۰۰) اونٹ ذبح کیے اور صلائے عام دے کر انسانوں، پرندوں، درندوں اور وحوشِ وطیور کو لنگر سے مستفیض فرمایا۔ ملتِ خلیلؑ پہ کاربند، توحید کے پرستار ومبلغ، کفر وشرک کی نجاستوں سے دور رہنا دین حق نہیں تو اور کیا ہے؟ بھلا کوئی ثانی لا کھڑا کرے تو دیکھیں۔ کبھی مشرکین کو بھی بشارتیں ملیں؟ مشرکین نے کسی کو حفاظتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تاکید کی؟ کیا کردارِ عبدالمطلبؑ ایک موحد مومن کا تھا یا (معاذ اللہ) مشرک کا؟

معاندانہ رویہ صرف خاندان نبوت سے روا رکھنا تھا تو کلمہ پڑھنے کی کیا ضرورت تھی؟ پڑھ کر جو منکر رہنا تھا تو مسلمان کہلانے سے کیا فائدہ؟

ع: وہ مسلماں کیا؟ جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود۔

دعائے استسقاء

طبقاتِ ابن سعد میں معتبر اسناد سے نقل ہے کہ قریش پر ایک مرتبہ ایسی خشک سالیاں گزریں، جو مال ومنال سب کچھ اپنے ساتھ لے گئیں۔ یہ رقیقہ ہاشمیہ کا بیان ہے کہ جب لوگ خشک سالی سے پریشان ہو گئے اور جانوں پر آبنی تو میں نے انہی دنوں خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے۔

یا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ، اِنَّ ھٰذَا النَّبِیُّ الْمَبْعُوْثُ مِنکُمْ وَھٰذَا اِبَّانَ خُرُوجَہ، وَبِہٖ یَأتِیْکُمْ الْحَیَاءُ وَالْحَصَبُ فَانْظُرُ وْرَجُلاً مِنْ اَوْ سَطِکُمْ نَسباً طَوَالاً، عَظاماً، اَبیضَ مَقْرُوْنَ الْحاجِبَیْنَ، اِھْدَبُ الْاَشْعَارَ جُعُدًا سَھْلُ الْخَدَّیْنَ، رَفِیْقُ الْعِرْ نَیْنَ فَلْیَخْرُجْ وَجَمِیْعُ وَلَدِہٖ، وَلْیَخْرُجْ مِنْکُمْ مِنْ کُلِّ بَطْنِ رَجُلٍ"، فَتَطَھَّرُوْا وَتَطَیَّبُوْا ثُمَّ اسْتَلِمُوْا الرُّکْنَ، ثُمَّ ارْقُوْا رَأسَ اَبِی قُبَیْسٍ ثُمَّ یَتَقَدَّمُ ھٰذَا الرَّجُلُ فَیَسْتَسْقِیْ وَتُؤمِنُوْنَ فَاِنَّکُمْ سَتُسْقُوْنَ۔

(طبقات ابن سعد ص ۱۲۷ اُردو)

رقیقہ کو خواب میں جو بشارت ہوئی اس کا مفہوم یہ تھا:

"یہ پیغمبر جو مبعوث ہونے والا ہے تم ہی لوگوں میں ہوگا اس کے ظہور کا یہی زمانہ ہے اسی کے طفیل تمہیں فراخی وکشائش نصیب ہوگی۔ دیکھو! ایسا شخص تلاش کرو جو تم سب میں اوسط النسب یعنی نہایت شریف خاندان کا ہو۔ بلند بالا، بڑا بھاری بھرکم ہو، سفید رنگ، گورا چٹا ہو اس کی بھویں ملی ہوئی

marfat.com

پلکیں دراز ہوں، گھونگریالے بال ہوں، رخسار بہت بھرے ہوئے اور ناک پتلی ہو وہ اپنی اولاد سمیت نکلے اور تم میں سے ہر ایک گھرانے کا ایک ایک شخص نکلے، سب کے سب طہارت کرو، خوشبو لگاؤ، رُکنِ حرم کو بوسہ دو، کوہِ ابوقبیس کی چوٹی پر چڑھ جاؤ، وہ شخص آگے بڑھے، استسقاء کے لئے دعا مانگے، اور تم سب آمین کہو، ایسا کرو گے تو سیراب کئے جاؤ گے یعنی دُعا قبول ہوگی اور باران رحمت نازل ہوگی"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجتماعِ استسقاء میں:

رقیقہ نے اس خواب کا واقعہ لوگوں سے بیان کیا تو سب نے دیکھا یہ صفات اور یہ حلیہ جو خواب میں بتایا گیا تھا حضرت عبدالمطلبؓ ہی کا حلیہ تھا۔ سب لوگ انہی کے پاس جمع ہو گئے۔ ہر گھرانے سے ایک ایک فرد نکلا جو حکم ملا تھا بجالائے۔ پھر کوہِ ابوقبیس پر چڑھ گئے۔ ساتھ ہی حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بظاہر کم سن تھے۔ حضرت عبدالمطلبؓ آگے بڑھے اور یوں دُعا فرمائی۔

"یا اللہ یہ تیرے بندے ہیں اور تیرے بندے کی اولاد ہیں۔ یہ تیری لونڈیاں ہیں، تیری کنیز زادیاں ہیں، تو دیکھ رہا ہے کہ ہم پر کیا مصیبت آن پڑی ہے یہ خشک سالیاں ایسی پڑیں کہ تمام جانوروں کو ہلاک کر ڈالا جو پنجے اور سم رکھتے تھے۔ اب تو جانوں پر آبنی ہے، یا اللہ ہم پر قحط مسلط ہوا ہے اسے دور فرما! ابرِ رحمت برسا اور فراخی عطا فرما!"

لوگ ہنوز واپس بھی نہ ہوئے تھے کہ موسلا دھار مینہ برسا اور وادیاں پانی سے بھر گئیں۔ نالے بہنے لگے، سیلاب آ گیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے ان سب کو سیرابی نصیب ہوئی اسی واقعہ کے رونما ہونے پر رقیقہ بنت ابوصیفی بن ہاشم نے مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

بِشَیْبَةُ الْحَمْدِ اَسقَی اللّٰهُ بَلَدَتَنَا وَقَدْ فَقَدَ نَا الْحَیَاءَ وَاجْلُمَطَرُ

"حضرت عبدالمطلبؓ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے شہر کو سیراب فرمایا، حالانکہ کیفیت یہ تھی کہ ابرِ باراں کو ہم کھو چکے تھے اور بڑی تیزی سے مینہ روانہ ہو چکا تھا"

فَجَاءَ بِالْمَاءِ جَوْلِیَّ" لَهُ سَبَلُ" دَانٍ تَعَاشَتْ بِهِ الْاَ نعَامُ وَالشَّجَرُ

"آخر ایسے کالے بادل نے مینہ برسایا جو پانی سے لبریز تھا اور اس بارش کے باعث حیوانات ونباتات میں زندگی آ گئی"۔

مِنَّا مِنَ اللّٰهِ بِالْمَیْمُوْنِ طَائِرُه، ذُخِیْرُ یَوْماً بِهٖ مَضَرُ

"یہ اللہ تعالیٰ کا احسان تھا اور اس بابرکت اور نیک طالع کے باعث یہ احسان ظہور پذیر ہوا۔ جو ان سب لوگوں سے بہتر ہے اور جن کی بشارت کبھی قومِ مضر کو ہوئی تھی"۔

marfat.com

مُبَارَکُ الْاَمْرُ وَیُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِہٖ   مَا فِیْ الْاَنَامِ لَہٗ عِدْلٌ" وَلَا خَطَرٌ"

"وہ خود بابرکت ہے اس کے کام مبارک ہیں اُس کی بدولت بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے وہ بے نظیر ہے اور مخلوق میں کوئی اس کا ثانی اور عدیل نہیں"۔ (طبقات ص ۱۶۵)

قارئین کرام! واقعہ دُعائے استسقاء معتبر اور قدیم تاریخ طبقات سے نقل کیا ہے اور تمام کتب سیر و تواریخ میں منقول ہے اب ہم اس واقعہ پر غور و فکر کی دعوت دیتے ہوئے رموز و نکات قلمند کرتے ہیں۔

۔ یہ کہ بی بی رقیقہ کو خواب میں یہ بتایا گیا کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہونے والے ہیں۔

۔ یہ کہ ان کی صفات کا بندہ تلاش کر کے اس کے ذریعے بارگاہ رب العزت میں دُعا عرض کرو تو بارش ہوگی، تو وہ صفات رئیس مکہ حضرت عبدالمطلبؓ میں ہی تھیں اور انہوں نے ہی دُعا مانگی۔

انہوں نے اپنے لختِ جگر نورِ نظر محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا، خداوند کریم نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں اہلِ عرب اور بالخصوص شہر مکہ مکرمہ کو ابرِ رحمت سے مالا مال فرما دیا۔

اب دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد نے دُعا کیا مانگی، کس کے حضور عرض کی، بقول اغیار (معاذ اللہ) اگر حضرت عبدالمطلبؓ شرک کی کثافتوں سے آلودہ ہوتے تو یوں کہتے، اے ہُبل! اے لات! اے بارش کے خدا! ہم پر کیا گزر رہی ہے ہم کو بارش عطا فرما جب کہ قریش نے بارش کا الگ دیوتا بنا رکھا تھا۔

لیکن یہاں اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کے حضور عرض کی تھی۔ تشریف لانے والے ہادیٔ خلق کی کئی بشارتیں خواجہ عبدالمطلبؓ کو عطا فرمائی تھیں اور اپنی بشارتوں کی روشنی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دایہ حضرت اُمِ ایمنؓ اور اپنے جانشین و کفیل و ناصرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خواجہ ابو طالبؓ کو حفاظت و نصرت اور حمایت کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ زم زم کی بشارت، نبوت کی بشارت، سرداری کی بشارت، بارش کا انعام، قربانی کی منظوری، ابرہہ پر فتح، سورۂ فیل کا نزول، یہ ساری بشارتیں اور کامیابی مشرک کو نہیں ایک مومنِ کامل، توحید پرست اور بقول نبی رحمت "واحد امت" "مبعوث ہونے والے سردار عبدالمطلبؓ بن ہاشم کو نصیب ہوئیں۔

نور خدا ہے، کفر کی حرکت پہ خندہ زن   پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

یہ ہے شان و عظمت سید البطحا حضرت شیبۃ الحمد، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جدِ امجد

marfat.com

حضرت عبدالمطلبؓ کی۔

ان شاءَ اللہ اس مضمون کے آخر میں اپنے قارئین کو ایک ایسے فیصلے سے متعارف کراؤں گا جس کا اقرار شانِ مومن اور انکار انکارِ رسالت ہوگا۔

واقعہ ابرہہ: طبقات ابنِ سعد میں لکھا ہے کہ جب ابرہہ نے حضرت عبدالمطلبؓ کے اُونٹ اپنے قبضہ میں کر لئے تو حضرت عبدالمطلبؓ اُونٹوں کی بازیابی کے لئے ابرہہ کے پاس تشریف لے گئے۔ بادشاہ نے اُٹھ کر تعظیم کی، عزت واحترام سے بٹھا کر آنے کا سبب پوچھا آپؓ نے فرمایا:

اُرْدُو عَلَیَّ اِبِلِیْ ، وَدُوْنَکَ وَالْبَیْت" فَاِنَّ لَهٗ رَبّاً سنیعه۔

"تو مجھے میرے اونٹ واپس کردے، بیت اللہ کے ساتھ جو چاہے سو کر کیوں کہ اس گھر کا مالک اور ہے اور وہ خود ہی عنقریب اس کی حفاظت کرے گا"

ابرہہ نے حیران ہو کر کہا مجھے آپ کے بارے میں جو خبر ملی تھی وہ غلط تھی۔ میں سمجھا آپ حرم کعبہ کو بچانے کی سفارش کریں گے۔ حضرت عبدالمطلبؓ نے فرمایا، اُونٹ میرے ہیں کعبہ جانے اور کعبے کا مالک جانے۔ ابرہہ نے اُونٹ واپس کر دیئے۔

حضرت عبدالمطلبؓ کوہِ حرا پر چڑھ گئے۔ ان کے ساتھ عمرو بن عابد بن عمران بن مخزوم مطعم بن عدی اور ابو مسعود ثقفی بھی تھے۔

حضرت عبدالمطلبؓ نے اس وقت بارگاہِ الٰہی میں جو دعا مانگی وہ ذیل میں درج ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ یَمْنَعُ رَحْلَهٗ فَامْنَعْ حَلَالَکَ

"یا اللہ! انسان اپنے سامان کی حفاظت کرتا ہے، تو اپنے متاع وسامان کعبہ کی حفاظت فرما"۔

لَا یَغْلِبَنَّ صَلِیْبُهُمْ وَ مَحَالُهُمْ غَدْوًا مُحَالَکَ

"ان کی صلیبیں اور ان کے فریب اور حیلے تری حرمت اور قوت پر غالب نہیں آسکتے"۔

اِنْ کُنْتَ تَارِکُهُمْ وَقِبْلَتَنَا فَاَمْرٌ مَا بَدَا لَکَ۔

"اور اگر تو انہیں چھوڑنے والا ہے کہ ہمارے قبیلے کے ساتھ جو چاہیں کریں تو تجھے اس کا اختیار ہے" (طبقات صفحہ ۱۳۲)

پھر سمندر سے چڑیاں آئیں اُنہوں نے سارے لشکر اور ہاتھیوں کو تباہ کر دیا جیسے سیر کے حوالجات سے ظاہر ہے، مگر واقعہ کا اصل ماخذ قرآن حکیم ہے کہ سورۃ فیل نازل ہوئی۔

قارئین کرام! حضرت عبدالمطلبؓ کے کردار کی اہمیت یہ ہے کہ قرآن حکیم کی ایک مکمل سورۃ

marfat.com

ان کے واقعہ کی تائید' تعریف اور تصدیق میں نازل ہوئی۔ یہ وہی ہستی ہے جسے......(معاذ اللہ) کہا جاتا ہے کہ جو لوگ خود حق سے بے بہرہ اور گمراہ ہیں وہی خاندانِ نبوت کی بے ادبیاں اور گستاخیاں کرتے ہیں۔ واقعہ فیل میں دعائیہ الفاظ بھی خواجہ عبدالمطلبؑ کی مومنانہ فراست اور ملت خلیل پر کار بند ہونے کی پختہ دلیل ہے۔ فرمانِ رسالت ہے کہ میرے تمام آباء وامہات مؤمن ہیں۔ دعائیں مانگیں تو خدائے وحدہٗ لاشریک کے حضور' قربانی دی تو رضائے الٰہی کے لیے' اللہ تعالیٰ ہی کے مقدس نام کے لیے' زم زم کھودا تو بشارت و تائید الٰہی سے' ورنہ یہ بات کس سے پوشیدہ تھی کہ مشرکین مکہ نے تین سو ساٹھ (۳۶۰) معبودانِ باطل حرم شریف میں رکھے ہوئے تھے لیکن دُنیا کی کوئی تاریخ' کوئی شہادت اور ذریعہ یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت عبدالمطلبؑ نے بتوں کے حوالے سے کبھی کوئی کام کیا ہو۔ آپ نے جن چیزوں کو اپنے اور اپنے خاندان کے لیے حرام کر رکھا تھا ان میں بت پرستی سے اجتناب سرفہرست تھا۔ خواہ مخواہ توحید پرستوں کو غیر مسلم قرار دے کر اپنے ایمان کی جڑیں اُکھاڑ رہے ہیں۔ حضرت عبدالمطلبؑ وابوطالبؑ کا تو کوئی نقصان نہیں ہوتا لیکن اپنا سب کچھ غارت کر رہے ہیں۔ ہم ایسے عقیدے سے بیزار ہیں۔

ہم اپنے قارئین کو وہاں لے آئے ہیں جہاں لانا چاہتے تھے بس ضرورت اس بات کی ہے کہ کلمۂ اسلام پڑھنا ہی اصل اسلام نہیں یہ تو ذریعۂ اسلام ہے اس امر کی وضاحت قرآن حکیم میں موجود ہے۔ یزید بھی تو کلمہ پڑھتا ہی ہوگا مگر تا صبح قیامت لعنتیں بھی تو اسی کے گلے کا ہار بنتی رہیں گی۔

اس مختصر بحث سے ثابت ہے کہ حضرت عبدالمطلب علیہ السلام مومن' موحد' مجاہد ہونے کے ساتھ ساتھ علامات ومعجزاتِ نبوت سے بطریق احسن متعارف اور فیضیاب تھے پہلی روایت میں ظاہر کر دیا کہ "میں ملتِ عبدالمطلبؑ پر ہوں۔ اگر یہی بات ہوتی تو خواجہ ابوطالبؑ کے مومن وناصرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہونے اور اہل ایمان وعرفان ہونے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔

لیجئے قارئین! اس بحث کے آخر میں سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی چند احادیث مبارکہ بطورِ توثیق پیش خدمت ہیں جو ایمان عبدالمطلبؑ پر مہر تصدیق ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اس کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا محبّ اور عاشق ہے اس کی آنکھیں خاندانِ رسالت میں کوئی عیب نہیں پاتیں مگر ابوجہل کے فرمانبرداروں کی نظر خوبی نام کی کسی چیز پر پڑتی ہی نہیں۔ اپنا اپنا نصیب اور مقام ہے۔

جن احادیث کا ہم نے اشارہ عرض کیا ہے ان کی صحت کے لئے اسی قدر ثبوت کافی ہے کہ یہ

marfat.com

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجدِ دروزگار مبلغ اعظم، محسنِ کشمیر امیر کبیر حضرت امام سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کی مشہورِ زمانہ تصنیف ''المودۃ القربٰی'' سے نقل کر کے بطور سند ہدیہ قارئین کی ہیں۔ ان شواہد و دلائل پر بے اعتباری کرنا اپنے دین وایمان کا خسارہ ہے اس لئے کہ ممدوح کے علم و عرفان کو علماء وفقہاء اور متکلمین و مشائخ بجان و دل تسلیم کرتے ہیں حضرت علامہ اقبالؒ بھی فرماتے ہیں۔

ع۔ ''سیّد السادات سالارِ عجم''

لیجئے! احادیث کا مطالعہ کرتے ہوئے مقامِ بنی ہاشم سے متعارف ہوکر رئیس بطحا عبدالمطلبؑ کی شان وعظمت پر تصدیق رسالت ملاحظہ فرمائیے۔

شانِ عبدالمطلب علیہ السلام:

۱۔ عَنْ عَلِيِّ الْمُرْتَضیٰ عَلَيهِ السَّلَامَ عَنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ يُبْعَثُ عَبدِ الْمُطَّلِبْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اُمَّةً'' وَّاحِدَةً عَلَيْهِ بِهاَ الْمُلُوْكَ وَسِيماَ النُّبُوَّ ةِ.

''اور علی المرتضیٰ علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت عبدالمطلبؑ قیامت کے دن امّتِ واحد کی حالت میں اُٹھیں گے کہ ان کی شان وشوکت بادشاہوں کی سی ہوگی اور پیشانی پیغمبروں کی طرح چمکتی ہوگی''۔

۲۔ ایضاً: عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَّ عَبدِ الْمُطَّلِبْ سِنَ خَمساً فِيْ الْجَاهِلِيَّةِفَاجْرَاهاَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ الْاِ سْلَامِ حَرَّمَ نِسَاءِ الْاٰبَاءِ عَلَى الْاَ بْنَاءِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ وَلاَ تَنْكِحُوا ماَ نَكَحَ اٰباَءُ كُمْ وَوَجَدَ مَالاً فَاَخْرَجَ مِنْ خَمساً وَ تَصَدَّقَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَاعْلَمُوْ اَنَّماَ غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ'۔ (الآیہ)

وَلَماَّ حَضَرَ بِئرِ زَمْزَمَ سَمَّاهاَ سِقاَ يَةَ الْحَاجِّ فَاَنْزَلَ اللّٰه تَعَالٰى اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الحَاجِّ (الآیہ)

وَسَنَّ فِيْ الْقَتْلِ بِماَئَةٍ مِنَ الْاِبِلِ فَاَجْرٰى اللّٰهُ تَعَالٰى ذَالِکَ فِيْ الْاِ سْلاَمِ وَلَمْ يَكُنْ لِلطَّوَافِ عَدَدٍ'' فِيْ قُرَيْشِ فَسَنَّ عَبدِ الْمُطَّلِبِ سَبْعَةُ اَشْوَاطَ فَاَجْرٰى اللّٰهُ تَعَالٰى ذَالِکَ فِيْ الْاِسْلَامِ۔

''نیز جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

marfat.com

حضرت عبدالمطلبؑ نے زمانہ جاہلیت میں پانچ طریقے مقرر کئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام میں جاری کیا۔

۱۔عبدالمطلب علیہ السلام نے باپوں کی بیویوں کو بیٹوں پر حرام کیا تھا۔پس اللہ تعالیٰ نے اس کے موافق یہ آیت نازل کی وَلاَ تَنْکِحُوْ مَا نَکَحَ اٰبَآ ئُکُمْ مِنَ النِّسَاءِ (الآیہ)

یعنی جن عورتوں سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے تم ان سے نکاح نہ کرو۔(آخر آیت تک)

۲۔عبدالمطلبؑ نے کہیں سے کچھ مال پایا' اس میں سے پانچواں حصہ نکالا اور راہِ خدا میں تصدق کیا۔پس اللہ تعالیٰ نے آیتِ ذیل اس کے موافق نازل کی:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ۔(الآیہ)۔

یعنی معلوم کرو کہ جو مال تم غنیمت میں پاؤ اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا۔(الخ)

۳۔جب عبدالمطلبؑ نے چاہِ زم زم کو کھودا تو اس کا نام سقایۃ الحاج رکھا۔اسی کو خدا نے آیت اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَاجِّ (الآیۃ) میں نازل کیا۔

۴۔آدمی کے قتل کا خون بہا ایک سو (۱۰۰) اونٹ مقرر کئے۔اللہ تعالیٰ نے وہی طریقہ اسلام میں جاری فرمایا۔

۶۔قریش میں طواف کی تعداد نہ تھی۔عبدالمطلبؑ نے سات شوط طواف کے مقرر کئے' اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اسلام میں جاری کیا۔

وَعَنْہُ اَیْضاً :قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم لِیْ یَا عَلِیُّ اِنَّ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ مَا کَانَ یَسْتَقْسِمُ بِالْاَ زْلَامِ وَلاَ یَعْبُدُ الْاَ صْنَامَ وَلاَ یَاْکُلُ مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَکَانَ عَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ

''نیز جناب امیرؑ سے مروی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے علی علیہ السلام! عبدالمطلبؑ جوئے کے تیروں سے تقسیم نہ کرتے تھے اور بتوں کو نہ پوجتے تھے اور جانور کے نصب یعنی بتوں کے استھان اور ان کے نام پر ذبح کیا جاتا تھا اس کا گوشت نہ کھاتے تھے اور وہ ابراہیمؑ کے مذہب پر تھے۔

وَعَنِ الْاِمَامِ جَعْفَرِ الصَّادِقِ قَالَ نَزَلَ جِبْرِیْلُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم فَقَالَ اَنَّ رَبُّکَ یُقْرِئُکَ السَّلاَمَ وَیَقُوْلُ اِنِّیْ حَرَّمْتُ النَّارَ عَلٰی صُلْبِ

marfat.com

اَنْزَلَکَ وَبَطنٍ حَمَلَکَ وَحِجرٍ کَفَّلَکَ۔ (رواہ مسلم مودۃ القربیٰ)

''اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جبریلؑ ناز ہوئے اور عرض کی کہ آپ کا پروردگار بعد تحفہ درود وسلام کے ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے آتش دوزخ کو حرام کر دیا ہے' اس پشت پر جس نے اے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! آپ کو رحمِ مادر میں اُتارا' اور اس شکم پر جس نے آپ کو اٹھایا اور اس گود پر جس نے آپ کی کفالت اور پرورش کی''۔ (اس حدیث کو مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین اور محترم وشفیق چچا حضرت ابو طالب علیہ السلام کی شان کریمی اور مراتب و درجات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مُلّاں نہ مانے تو تعجب نہیں۔ یہ اس کی بہت پرانی عادت' عداوت اور وراثت ہے۔ بے چارا کیا کرے اسی پر اس کی گزر بسر ہے۔

شانِ ابی طالبؑ

وَعَنِ ابْنُ هَشِيمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِياً يَقُوْلُ اتَّبَعَ اَبُوْ طَالِبُ عَبْدُالْمُطَّلِبِ فِيْ كُلِّ اَحْوَالِهِ حَتّٰى خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا عَلٰى مِلَّتِهٖ وَاَوْ صَانِىْ اَنْ اَدْفِنَهٗ فِيْ قَبْرِهٖ فَاَ خْبَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذْهَبْ فَوَارَهٗ فَانْفَذْتُ مَا اَوْ صَاهُ بِهٖ فَغَسَلَهٗ' وَكَفَّنَهٗ' وَحَمَلَهٗ اِلَى الْحَجُوْنَ قَالَ فَنَبَشْتُ قَبْرَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَرَفَعْتُ الصَّفْحَ فَاِذَاهُوَ مَوَاجِدٌ'' اِلَى الْقِبْلَةِ فَحَمِدْتُ اللّٰهِ عَلٰى ذَالِكَ وَاَطْبَقْتُ الصَّفْحَ عَلَيْهِمَا وَهُوَ وَصِيُّ الْاَوْصِيَاءِ وَخَيْرَ وَرَثَةَ الْاَنْبِيَاءِ۔

''اور ابن ہشیم سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام سے سنا کہ فرماتے تھے کہ حضرت ابی طالبؑ نے تمام احوال میں حضرت عبدالمطلبؑ کی پیروی کی یہاں تک کہ ان ہی کے مذہب پر دُنیا سے رحلت کی اور مجھ کو وصیت کی کہ مجھے حضرت عبدالمطلبؑ کی قبر میں دفن کرنا۔ پس میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت سے اطلاع دی۔ فرمایا جاؤ! ان کو دفن کر دو اور جو وصیت کی ہے اس کے موافق عمل کرو۔ راوی کہتا ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے ان کو غسل دیا اور کفن پہنایا کہ قبرستان حجون میں اُٹھالے گئے۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبدالمطلبؑ کی قبر کو کھودا اور تختہ اٹھایا۔ ناگاہ کیا دیکھتا ہوں کہ ان کا منہ قبلہ کی طرف ہے۔ یہ حال دیکھ کر میں نے خدا کی حمد وثناء کی اور تختہ دونوں کے اوپر رکھ دیا اور وہ یعنی ابو طالبؑ پیغمبروں کے وصیوں کے وصی اور بہترین وارثانِ انبیاء تھے۔

marfat.com

وصیت جدِ امجد

حضرت عبدالمطلبؑ کی زندگی میں ہی، جبکہ ابھی حضورِ اکرمؐ بہت کم سن تھے، ایک راہب نے جناب ابو طالبؑ کے سامنے نبی اکرمؐ کی تعریف و توصیف کی، تو اسی وقت سے جناب ابو طالبؑ نے طے کر لیا کہ میں ان کی مدد و نصرت اور تائید و حمایت میں جان کی بازی لگا دوں گا۔

چنانچہ جب، جناب ابو طالبؑ سے ایک مرتبہ ان کے پدرِ بزرگوار نے فرمایا کہ:

''میرے پوتے ﴿حضرت محمد مصطفیٰؐ﴾ کا پورا خیال رکھنا، تو جناب ابو طالبؑ نے اپنے پدرِ بزرگوار کے سامنے ایک پُر جوش نظم پیش کی، جس میں فرمایا۔

لَا تُوصِنِیْ بِلَازِمٍ وَّ وَاجِبِ — اِنِّیْ سَمِعْتُ اَعْجَبَ الْعَجَائِبِ

مِنْ کُلِّ حِبْرٍ عَالِمٍ وَّ کَاتِبِ — بِاَنْ یَّحْمَدَاللّٰهُ قَوْلَ الرَّاهِبِ

(اے میرے پدرِ عالی قدر!) جو کام میرے لیے پہلے سے واجب و لازم ہے، اُس کے بارے میں وصیّت فرمانے کی اس لیے ضرورت نہیں (ہے) کہ میں نے تو نہایت محیّر العقول باتیں سُنی ہیں۔

اہلِ کتاب کے تمام عالموں سے، اُن کے لکھنے والوں سے اور راہب کا خدا بھلا کرے (جو اس نے ان باتوں کو آشکار کیا)

شانِ اہلِ بیت

وَعَنِ الْاَعْمَشِ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ اِسْحَاقَ بْنُ الْحَارِثُ وَسَعْدُ بْنُ بَشِیْرُ عَنْ عَلِی اِبْنِ اَبِی طَالِبِ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه تعالیٰ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَنَاوَارِ دُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ وَاَنْتَ یَا عَلِیُّ السَّاقِیُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ الْاَمْرُ وَعَلِیُّ اِبْنُ الْحُسَیْنُ الْفَاطِرُ وَمُحَمَّد ابن علی النَّاشِرُ وَجعفرُ اِبْنُ مُحَمَّدَ الْاَئِقَ وَمُوْسیٰ اِبْنِ جَعْفَرُ مُحصِیُ الْمُحِبِّیْنَ وَالْمُبْغِین وقامع المنافقین وعلی ابن موسیٰ مزین الْمُؤمِنِیْنَ وَمُحمّد ابن علی منزل اهل جنة الیٰ دَرَجَاتِهِمْ وعلی ابن محمّد خطِیْبُهُمْ یَزَوِّجُهُمْ بحُوْرِ الْعِیْنَ والحسنُ ابن علیٌ سِرَاجُ اَهْلَ الْجَنَّة یَسْتَضِیُوْنَ بهٖ وٖاهل به والْمَهْدِیُّ شَفِیْعُهُم حَیْثُ لَاشَفَاعَةَ اِلَّابِاِذْنِ اللّٰهِ لِمَنْ یَشَآءُ وَیَرضِی بِه۔

''اور اعمش بیان کرتا ہے کہ مجھ سے ابو اسحٰق بن حارث اور سعد بن بشیر نے علی بن ابی طالب

marfat.com

علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں حوض کوثر پر تم کو وارد کرنے والا (اُتارنے والا) ہوں اور اے علی علیہ السلام! تم ساقی ہو یعنی کوثر کا پانی پلانے والے اور حسنؑ اور حسینؑ حکم دینے والے ہیں اور علی علیہ السلام بن حسینؑ فاطر ہیں اور محمد بن علیؑ ناشر یعنی پھیلانے والے ہیں اور جعفر بن محمد سائق یعنی اہل جنت کو اپنے آگے کر کے جنت میں لے جانے والے ہیں اور موسیٰ بن جعفر دوستوں کو شمار کرنے والے منافقوں کی بیخ کنی کرنے والے ہیں اور علی علیہ السلام بن موسیٰ مومنوں کی زینت کرنے والے ہیں اور محمد بن علیؑ اہل جنت کو ان کے درجات میں اتارنے والے ہیں اور علی بن محمد ان کے خطیب ہیں کہ حوروں سے ان کے نکاح پڑھیں گے اور حسن ابن علیؑ جنت کے چراغ ہیں کہ وہ ان سے روشنی حاصل کریں گے اور وہ اس کے لائق ہیں اور مہدی ہادی علیہ السلام ان کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ اس وقت جب کسی کی شفاعت نہ ہوگی مگر خدا کی اجازت اور حکم سے جس کے لیے وہ باری تعالیٰ چاہے اور جس سے وہ خوشنود اور رضا مند ہو"

زیارتِ مشہد مقدس

وَعَنْ الإمَامِ عَلِی الرِّضَاؑ عَنِ النَّبِيِّ صَلیَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ سَيُدْفَنُ بَعْضَةٌ مِنِّي بِخُرَاسَانَ مَازَارَهَا مَكْرُوبٌ اِلَّا نَفَسَ اللّٰهُ كُرْبَتَهُ، وَلَا مُذْنِبٌ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ۔

وَقَالَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلیَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ زَارَوَلَدِي بِالطُّوسِ فَاِنَّمَا حَجَّ مَرَّةً قَالَتْ مَرَّةً فَقَالَ مَرَّتَيْنِ قَالَتْ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ ثَلٰثُ مَرَّاتٍ فَسَكَتَتْ عَائِشَةَ فَقَالَ وَلَوْ لَمْ تُسْكِتِي لَبَلَغْتُ اِلیٰ سَبْعِيْنَ۔

''اور امام علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جنابِ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عنقریب میرے جگر کا ایک ٹکڑا خراسان میں دفن ہوگا مکروب یعنی سختی رسیدہ و مصیبت زدہ جو اس مظلوم کی زیارت کرے گا اور جو گنہگار و خطا کار اس کی زیارت کو جائے گا خدا اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔

نیز عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جنابِ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی شہر طوس میں جا کر میرے فرزند کی زیارت کرے گا اس کو یہ ثواب ہوگا کہ گویا اس نے ایک حج خانہ کعبہ کا کیا۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے (متعجب ہو کر) عرض کی کہ ایک حج کا ثواب ملے گا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلکہ دو حج کا۔ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پھر تعجب سے دریافت کیا، کہ دو حج کا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بلکہ تین حج کا ثواب اس کو

marfat.com

ہوگا۔ یہ سن کر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاموش ہوگئیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اے عائشہؓ! اگر تو خاموش نہ ہوتی تو میں ستر (۷۰) حج تک پہنچ جاتا"۔

محبتِ اہلِ بیت

وَعَنہ، صَلعَم مَنْ مَّاتَ عَلیٰ حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤمِناً وَمَنْ مَّاتَ عَلیٰ بُغْضِ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَّاتَ کَافِراً وَقَالَ اَیضاً حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ یَوْماً خَیرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ سَنَۃٍ۔

"نیز آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت پر مرے گا وہ مومن مرے گا اور جو کوئی عداوت آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر مرے گا وہ کافر مرے گا۔

چونکہ بنو ہاشم کے فضائل و درجات حد و حساب سے باہر ہیں اگر نقل کرنا شروع کر دیں تو اصل موضوع بہت دُور رہ جائے گا۔ لہٰذا مشتے نمونہ از خروارے بطورِ تبرک چند فضائل و کمالات درج کئے ہیں تا کہ راسخ العقیدہ محبانِ اہلبیت کے ایمان رحمتِ الٰہی سے فیض یاب ہوتے ہوئے بیش از بیش تمسک و مودۃ سے بہرہ ور ہوتے رہیں انہی الفاظ پر یہ بیان اختتام پذیر ہوتا ہے۔

صَلّوا عَلَیْہِ وَآلِہٖ دَائماً اَبَداً

قارئین کرام! اب ذرا خواجہ ابوطالبؑ کی خدمتِ اقدس میں عرض ہے کہ خاندانِ بنو ہاشم کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ حکم ہوا میرا کلام حاضر ہے۔ لیجئے کلام ابوطالبؑ ملاحظہ فرمایئے۔

شرفِ خاندان:

ایک موقع پر خاندانِ بنی ہاشم کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرمایا:

اِذَا اجْتَمَعَتْ یَوْماً قُرَیْشٌ لِمَفْخَرٍ — فَعَبْدُ مُنَافٍ سِرُّ ھَا وَ صَمِیْمُھَا
فَاِنْ حُصِّلَتْ اَشْرَافُ عَبْدِ مُنَافِھَا — فَفِیْ ھَاشِمٍ اَشْرَافُھَا وَ قَدِیْمُھَا
فَاِنْ فَخَرَتْ یَوْماً فَاِنَّ مُحَمَّداً — ھُوَالْمُصْطَفٰی مَنْ سِرُّھَا وَ کَرِیْمُھَا
تَدَاعَتْ قُرَیْشٌ، غُثُّھَا وَ سَمِیْنُھَا — عَلَیْنَا فَلَمْ تَظْفَرُوْ طَاشَتْ حُلُوْمُھَا
وَکُنَّا قَدِیْماً لَا نُقِرُّ ظُلَامَۃً — اِذَا مَا ثَنَوْا صُعْرَ الْخُدُوْدِ نُقِیْمُھَا
وَ نَحْمِیْ حِمَا ھَا کُلَّ یَوْمٍ کَرِیْھَۃٍ — وَنَضْرِبُ عَنْ اَحْجَارِھَا مَنْ یَّرُوْمُھَا
بِنَا انْتَعَشَ الْعُوْدُ الذَّوَاءُ، وَاِنَّمَا — بِاَکْنَافِنَا تَنْدٰی وَ تَنْمِیْ اُرُوْمُھَا
ھُمُ السَّادَۃُ الْاَعْلَوْنَ فِیْ کُلِّ حَالَۃٍ — لَھُمْ صِرْمَۃٌ لَّا یُسْتَطَاعُ قُرُوْنُھَا
یَدِیْنُ لَھُمْ کُلُّ الْبَرِیَّۃِ طَاعَۃً — وَیُکْرِمُھُمْ مِلَارْضِ عِنْدِیْ اَدِیْمُھَا

marfat.com

ترجمہ: ”اگر کبھی پورے قریش کے لوگ اپنی اپنی قابلِ فخر باتوں کو لے کر جمع کریں تو جناب عبد مُناف (جناب ہاشمؑ کے والد) کے کارنامے سب سے ممتاز اور منفرد نظر آئیں گے، اور جب جناب عبد مُناف کے خاندان کے اشراف کو جمع کیا جائے تو جناب ہاشمؑ سب سے بلند و اشرف نظر آئیں گے اور اگر جناب ہاشمؑ کی اولاد فخر کرے تو جناب محمد مُصطفیٰؐ کی ذاتِ گرامی سب سے مکرّم و محترم قابلِ فخر ہستی دکھائی دیں گے۔

(جن کے مقابلہ پر) قریش کے بُرے بھلے لوگ اکٹھے ہوگئے ہیں، لیکن یہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے۔ یہ لوگ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے ہیں (جبکہ ان سب لوگوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ) زمانۂ ماضی میں بھی ہم لوگوں نے کبھی ظلم برداشت نہیں کیا، اور اگر کوئی شخص ہمارے خلاف اپنا جبڑا ٹیڑھا کرے گا تو ہم اسے سیدھا کرنے (کی پوری صلاحیت رکھنے) والے ہیں، ہم لوگ (حضورؐ کی حفاظت کی خاطر) ہر روز میدانِ جنگ میں کود پڑنے کو تیار ہیں اور پتھر جس طرف سے بھی آئے گا اُسی طرف اُسے پلٹا دیں گے۔ سوکھے ہوئے پتوں میں بھی ہماری (حمایت ونُصرت) کی بناء پر شادابی نظر آنے لگے گی، اور وہ ہرے بھرے ہو جائیں گے، کیونکہ ہمارے ہی خاندان کے لوگ ہر دور میں سیّد و سردار رہے ہیں، جن کی عظمت کو کوئی للکار نہیں سکتا۔

(ایک وقت آئیگا جب) ساری دُنیا اُن کی اطاعت کے آگے سرنگوں ہوگی اور زمین کے چپّہ چپّہ میں ان کی عزّت واحترام کے نشانات رقم ہوں گے۔

حضرت علیؑ کی ولادت پر ارشاد:

جب خانۂ خُدا میں حضرت علیؑ کی ولادت باسعادت ہوئی تو انھیں اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے فرمایا:

سَمَّیتُهٗ بِعَلِيٍ کَیۡ یَدُوۡمُ لَهٗ　　مِنَ الۡعُلُوِّ وَ فَخرِ الۡعِزِّ اَدۡوَ مَهٗ

”میں نے اِن کا نام علیؑ رکھا ہے تاکہ دائمی طور سے عُلوّ وبلندی اور فخر و شرف ان کے شاملِ حال رہے“

❀❀

خاندانِ ابوطالبؑ

شجرۂ نسب

ابوطالبؑ (عبدمناف یا عمران) بن عبدالمطلبؑ (شیبۃ الحمد) بن ہاشم (عمرو) بن عبدمناف (مغیرہ)

۱۔ عرب قبائل میں آلِ ابراہیمؑ ہونے کے حوالے سے خاندانِ قریش ہر لحاظ سے جلیل القدر اور صاحبِ عزت و وقار خاندان تھا۔ سب سے بڑی عظمت یہ تھی کہ حرم محترم کی ساری خدمات اسی خاندان میں منقسم تھیں۔

خواجہ ابوطالبؑ کے خاندان میں حضور صاحبِ معراج و شفاعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم، خداوند کریم کی سب سے بڑی نعمت ہیں۔ یہی نعمت باعثِ تخلیقِ کائنات اور جانِ کائنات ہے۔

۲۔ مخدومۂ کائنات حضرت سیدہ آمنہ صلوٰۃ اللہ علیہا بنتِ وہب ساری مخلوق میں وہ خوش نصیب خاتون ہیں جن کی گودِ مقدسہ نورِ خدا سے منوّر ہوئی۔ یہ خواجہ ابوطالبؑ کی بھاوج ذی وقار تھیں۔

۳۔ طالب ان کا بڑا بیٹا تھا اسی وجہ سے ابوطالب کنیت ہوئی جو نام پر غالب آ گئی۔ طالب بجبر و اکرہ قریش کے ہمراہ بدر گئے اور اپنے اشعار میں اہل اسلام کی فتح مندی کی دعائیں مانگیں۔ کفار کو غاصب اور ظالم بھیڑیئے کہا۔ پھر ان کا کہیں سراغ نہ ملا۔

۴۔ حضرت جعفر طیارؓ وہ خوش نصیب سر فروش مجاہد ہیں جو جنگِ موتہ میں نیزے اور تلوار کے نوے (۹۰) کاری زخم کھا کر شہادتِ عظمیٰ کے درجے پر فائز ہوئے۔ لڑائی میں دونوں باز و قربان ہو گئے تھے۔ اب بہشتوں میں اُڑتے پھرتے ہیں اسی وجہ سے طیار (اُڑنے والا) کہا جاتا ہے۔

۵۔ حضرت عقیلؓ علم الانساب میں ماہر تھے۔ ان کی قربانیاں بھی لازوال ہیں۔

۶۔ حضرت علی المرتضیٰؑ خواجہ ابوطالبؑ کے سب سے چھوٹے فرزند ہیں۔ آپ کے نام، کام اور بلند درجات سے اہل اسلام کا بچہ بچہ متعارف ہے۔ ”آفتاب آمد دلیلِ آفتاب“۔

۷۔ اُم المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ صلوٰۃ اللہ علیہا آپ کی بہو ہیں۔ اسلام پر آپ کے لازوال احسان ہیں خداوند کریم نے انہیں سلام بھیجا ہے۔

۸۔ حضرت سیدۃ العالمین صلوٰۃ اللہ علیہا خواجہ ابوطالبؑ کی باوقار بہو ہیں، جنتی خواتین کی سردار اور حسنین کریمین علیہما السلام کی والدہ مکرمہ ہیں۔

marfat.com

۹۔اہلِ جنت کے سرداران حضرات حسنین کریمین علیہما السلام کی قربانیوں اور جاں نثاریوں کی بدولت کشتی اسلام غرق ہونے سے محفوظ رہی۔ ممدوح کے پوتے ہیں جن پر اسلام ناز کرتا ہے اور کرتا رہے گا۔

(۱۰) بحیثیت مجموعی کوفہ وکربلا میں درجۂ شہادت پر فائز ہونے والے تمام ہاشمی جانفروش خواجہ ابو طالب علیہ السلام کی ذرّیت اطہار ہیں۔ علاوہ ازیں ساداتِ کرام حسنی حسینیؑ سے سینکڑوں جنگوں میں شہید ہونے والے آلِ ہاشم ساداتِ کرام کے ہزاروں افرادِ آلِ ابو طالب علیہ السلام ہی تو تھے۔ جس شخص کو ہزاروں اولوالعزم شہداء کا مورثِ اعلیٰ ہونے کا شرف حاصل ہو اُس کی شانِ جلالت کیا ہوگی؟ پھر یہ شان وعظمت کیا کم ہے کہ قبل از زمانہ اسلام رکھے ہوئے تمام اسمائے گرامی مظہرِ اسلام وسیادت ہیں۔ حضرت ابو طالب علیہ السلام تو ساری زندگی سرکار ابدقرار علیہ الصلواۃ والسلام کی نصرت وحمایت فرماتے رہے۔ جبکہ آپ کی اولاد نے میدانِ کربلا میں بے مثال قربانیاں پیش کرتے ہوئے دینِ حنیف کی کشتی کو غرق ہونے سے بچالیا۔ قابلِ غور امر تو یہ ہے کہ حضور صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے دوسرے چچاؤں کی اولاد بھی صاحبِ اخلاق کریمانہ موجود تھی۔ لیکن حادثہ عظیمہ کربلا میں مدارج شہادت حاصل کرنے کا شرف صرف ذریتِ ابو طالب علیہ السلام کو نصیب ہوا۔ اپنے نصیب کی خوش نصیب ہی کو نصیب ہوتے ہیں۔ جس کو قدرت عطا فرماوے۔

خواجہ ابو طالبؑ کے حضور نذرانۂ عقیدت

حضرت خواجہ خواجگان علامۃ المقدام قبلہ محدث ہزاروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش کردہ منقبت جسے ہم نے بعنوان ''واہ! واہ'' زینتِ کتاب بنایا ہے ہدیۂ قارئین ہے۔

واہ واہ

بوعلیؑ عمِ نبیؐ عظمت تمہاری واہ واہ
کفر کے نرغے میں حق کی پاسداری واہ واہ
پردہ دارِ دین و ایماں سابق و فائق ہے تو
بارہویں کے چاند کی وہ غم گساری واہ واہ
نور بے سایۂ کے اعداء کے لئے سینہ سپر
کالی راتوں میں تیری روشن نگاری واہ واہ

تیرے دین ایمان کی عظمت سے غافل بدگہر
مصطفےٰ سے دل لگا کر عمر ساری واہ واہ
جس کی دم بھر کی زیارت پر صحابیت ملے
چہل و دو سالہ تیری صحبت شعاری واہ واہ
معرکہ میں پھسل کر سنبھلے تو اچھوں کے قدم
استقامت پر تری آئینہ داری واہ واہ
حق سے بیگانے ہی تجھ کو حق سے بیگانہ کہیں
حق کے پروانے تری پروانہ واری واہ واہ
آلِ فرعون سے بھی پردۂ دار مومن ہی رہا
خواجہ بوطالبؑ تری ایمانداری واہ واہ
بے شبہ ان گنت احساں آپ کے ملّت پہ ہیں
اس فداکاری پہ تنقید بخاری واہ واہ
سید کل اولیاء بیٹا علی شیرِ خُدا
اور کفالت میں تری محبوبِ باری واہ واہ
نعت اور نعمت شعاری مرحبا صد مرحبا
عمر بھر محمود وہ خدمت گذاری واہ واہ

قارئینِ کرام! اس قصیدے کے ایک ایک لفظ میں خواجہ ابو طالب کی شان وعظمت اور نصرت وفداکاری پر روشن دلائل موجود ہیں۔ اگر مندرجہ اشعار کی تشریح کی جائے تو کتاب بن سکتی ہے۔

یمنی زاہد اور سردارِ مکّہ

مُلّا حسین واعظ کاشفی، حنفی مسلک کے ممتاز عالم، مفسّر اور سیرت نگار گذرے ہیں۔ ان کا طرزِ نگارش نہ صرف مذہبی رنگ میں خود رنگ ہے بلکہ فارسی ادب بھی ان کا مرہونِ منّت ہے۔ مقفی مسجع نثر میں شاعری کا رنگ وہی اثر دکھاتا ہے جو اردو نثر میں علامہ راشد الخیری کے قلم میں ہے۔ یعنی سوز وگداز کا عنصر غالب ہے۔ موصوف ''روضۃ الشہدا'' ص ۲۸ پر رقم طراز ہیں:

''حضرتؐ ہشت سالہ شُد جدش عبدالمطلبؑ کہ شفل مہم وے بود وفات کرد واورا بعمش ابو طالبؑ سپرد'' یعنی جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک آٹھ سال ہوئی تو آپؐ کے دادا حضرت

marfat.com

عبد المطلب جو آپؐ کے کفیل تھے۔ انتقال فرما گئے اور اپنی زندگی میں آپؐ کو آپؐ کے شفیق چچا حضرت ابو طالبؑ کے سپرد کر دیا تھا۔

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور امانت جس جس کے سپرد ہوئی، اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوئی۔ جیسے کہ سورہ والضحیٰ کی آیت نمبر ۶ میں وضاحت فرما دی ہے۔

مذکورہ کتاب میں جہاں جہاں بھی حضرت ابو طالبؑ کا اسمِ گرامی منقول ہے۔ وہاں علیہ السلام یا رضی اللہ عنہ کی علامتیں مرقوم ہیں۔

اس کتاب کے صفحہ ۴۴ پر لکھا ہے "محمد اسحاق رحمۃ اللہ گوید کہ کفار بسبب حمایت ابو طالبؑ بہ حضرت پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم دست نداشتند۔ یعنی حضرت ابو طالبؑ کی نصرت و حمایت کی وجہ سے کفار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک نہ پہنچ سکتے تھے۔

قارئینِ کرام! حضرت ابو طالبؑ کا دوست ہو یا دُشمن بھی اعتراف کرتے ہیں کہ اعلانِ نبوّت ہوتے ہی حضرت ابو طالبؑ شب و روز ہمہ وقت مسلح رہتے اور سخت پہرہ دیتے' کفار کی تمام حرکات پر کڑی نظر رکھتے۔ خاص کر رات کے عالم میں حفاظتی تجاویز و اقدام میں نمایاں کردار ادا کرتے۔

ہم کہتے ہیں اگر ایک لاکھ دلائل (نعوذ باللہ) عدم ایمان پر ہوں اور صرف یہی ایک دلیل کہ نصرت و حمایت رسول صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے لئے اپنی جان' اولاد و تمام بنو ہاشم کو مستعد رکھنا جہادِ اکبر ہے۔ حضرت ابو طالب کے لئے نہ صرف ایمان پر نا قابلِ تردید شہادت ہے بلکہ یہ ثبوت اس سے قوی تر ہے کہ سردارِ بنو ہاشم نے جانبازی' فداکاری' جان نثاری' جانفروشی' وفاداری اور عشقِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی منفرد مثال قائم کی ہے۔ جو نبی صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کے کسی صحابی و حواری کو نصیب نہ ہوئی۔ نص قطعی ہے کہ آغوش ابو طالب کو اللہ تعالیٰ نے اپنی پناہ قرار فرما کر قیامت تک کے باطل عقائد و اقوال کی تذلیل و تردید فرما دی ہے۔ اس فیصلے کو تسلیم نہ کرنا قرآنِ حکیم سے کھلی بغاوت اور گمراہی ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ ۶۵ پر فاضل مصنف نے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ نقل کرتے ہوئے حدیث نقل کی ہے۔ لیجئے پڑھیے اور حضرت ابو طالب علیہ السلام کے بلند مقدر اور بدبختوں کے ایمان کا جو خود کو تو بڑے ایماندار کہتے ہیں اور حضرت ابو طالب علیہ السلام کے خلاف تارِ عنکبوت جیسے فقرے جاری کرتے ہیں۔ ربّ العزت کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہیں۔ فرمانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہے: مَنْ مَسَّ جِلْدِیْ لَنْ تَمَسَّهُ النَّارُ.

marfat.com

"جس نے میرے جسمِ اطہر سے مس کیا آگ اس کو کبھی نہ جلائے گی"

یعنی جو چیز بھی حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے مقدس جسم سے مس ہو (چھو جائے) وہ دوزخ پر حرام ہے۔

اللہ اللہ! ساری زندگی ایک بستر میں رہنے والے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ ﷺ کے فداکار چچا حضرت ابو طالب علیہ السلام کا مَساس کوئی شُمار کر سکتا ہے؟ جب خواب گاہ میں ہوتے تو آغوش میں لے کر سُلاتے' جب باہر جاتے تو ہاتھ مبارک پکڑ کر چلتے۔ ایک برتن میں کھانا تناول فرماتے۔ غرضیکہ قبل از اعلانِ نبوت و بعد از نزولِ وحی یک جان دو قالب کی صورت رہے۔ حضرت ابو طالب علیہ السلام مومن تھے۔ جبھی پیغمبرِ اسلام صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے آپ علیہ السلام کی نصرت و حمایت قبول فرمائی۔ ورنہ مشرکوں کی حمایت آپ ﷺ کے لئے حرام تھی۔

اعلانِ حمزہ علیہ السلام

سیرت کی دوسری کتابوں کی طرح روضۃ الشہداء میں بھی سیّدنا حضرت حمزہ علیہ السلام کے قبولِ اسلام کا واقعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔ حضرت حمزہ علیہ السلام کے شکار پر جانے اور ابو جہل ملعون کی گستاخی اور ایذا رسانی کے واقعہ کے بعد لکھا ہے: حضرت حمزہ علیہ السلام سرور کشورِ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"اے فرزند من برائے نصرت تو آمدہ ام' حضرت صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم فرمود بحق آنخدائے کہ مرا رسالت بخلق فرستادہ است کہ اگر بشمشیر آبدار دمار از مشرکان خاکسار برآری و برائے حمایت من مقاتلہ شمای تا خود را بخون بیالائی' ترا از درگاہ حق سبحانہ جز دوری نیفزاید واز یں محاربہ کارزار ہیچ نکشاید مگر بوحدانیت حق و رسالت من اقرار کنی۔ اے عم! اگر می خواہی کہ مرا شربت لطف دہی و مرہم راحت بر جراحتِ دل ریش من نہی بگوی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰہ۔ حمزہ گفت اے جانِ عم! اگر من ایں کلمہ بگویم تو خوشدل میشوی؟ گفت: آری رضائے من وخوشنودی خدائے وابستہ بدین کلمہ است۔ حمزہ کلمہ شہادت بہ زبان راندہ بعد ازاں از مسجد بیرون آمدہ بانتقام ابو جہل روان شد۔ چوں بدر خانہ ابو جہل رسید وے نشستہ بود و جمعی از اشراف عرب باوے بودند' کمانے در دست حمزہ بود بے محابا بر سرِ ابو جہل زد چنانچہ سرش بشکست و خون روان شد و گفت تو محمد ﷺ را ایذا می کنی و دشنام می دہی۔ یکے ازاں قوم برخاست یا ابا عمارہ غضب الودہ ساعتے صبر کنی تا آخر پشیمان نشوی۔ حمزہ گفت چرا پشیمان شوم من گواہی دہم کہ خدا یکے است و محمد صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم رسولِ اوست۔ بحق واز یں ملت باز نمی گردم واز یں قول اونمی

marfat.com

گردانم ﴿روضۃ الشہداء ص ۴۴﴾

ترجمہ: حضرت حمزہؓ نے کہا: اے میرے بیٹے میں آپ کی مدد کے لئے آیا ہوں۔ حضور صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: اس خدا کی قسم! جس نے مبعوث برسالت فرما کر مخلوق کی طرف بھیجا ہے۔ اگر آپ تیز تلوار سے ذلیل مشرکین کے مغز بھی اڑا دیں اور میری حمایت میں جنگ لڑیں اور خود بھی لہولہان ہو جائیں تو اس صورت میں بھی آپ حق سبحانہ سے دور ہی رہیں گے اور اس معرکہ کارزار سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ ہاں اگر آپ توحید ورسالت کا اقرار کرلیں (تو پھر آپ میری حمایت کر سکتے ہیں) اے چچا! اگر آپ مجھے مہربانی کا شربت پلانا چاہتے ہیں اور میرے مجروح دل پر مرہم رکھنا چاہتے ہیں تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰہ کہہ دیں۔ حضرت حمزہ علیہ السلام نے عرض کیا اے جانِ من میرے کلمہ پڑھنے سے آپ ﷺ خوش ہو جائیں گے؟ فرمایا ہاں یہی کلمہ میری اور خداوند کریم کی خوشنودی کا ضامن ہے۔

حضرت حمزہ علیہ السلام نے کلمہ شہادت پڑھا۔ حرم شریف سے نکل کر بغرض انتقام ابوجہل کے گھر کا رخ کیا۔ وہ اپنے ساتھیوں سمیت بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت حمزہ علیہ السلام کے ہاتھ میں کمان تو تھی ہی۔ بلا حیل و حجت ابوجہل کے سر پر دے ماری جس سے اس کا سر زخمی ہو کر خون بہنے لگا۔ ساتھ ہی فرمایا۔ تو حضرت محمدؐ کو ناسزا کہتا اور ستاتا ہے؟ ایک نے اٹھ کر کہا: اے ابو عمارہ غصے میں ایسا کام نہ کرنا جس کی بعد میں پشیمانی ہو۔

حضرت حمزہ علیہ السلام نے فرمایا: پشیمان ہونیکی کیا ضرورت ہے۔ میں دینِ حق قبول کر چکا ہوں اور اس قول اور عقیدے سے کبھی نہ پھروں گا۔

قارئینِ کرام! مندرجہ بالا بابرکت واقعہ کا نچوڑ اور مغز یہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے انتہائی نامساعد اور مشکل وقت میں بھی اس وقت تک حضرت حمزہ علیہ السلام کی حمایت ونصرت قبول نہ فرمائی جب تک حضرت حمزہ علیہ السلام نے توحید ورسالت کا اقرار نہ کرلیا۔ مومن کی حمایت قبول کرنا لوازماتِ نبوّت میں سے ایک ہے۔ سرکار دو عالم صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر بڑا سخت وقت تھا۔ لیکن اصول کو مصلحت کی نذر نہیں کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ہر سانس اور ہر قدم پر کوئی نیا فتنہ اور نئی عداوت درپیش ہوتی تھی۔

مسّرت ابوطالبؑ

اگر حضرت ابوطالب علیہ السلام مومن نہ ہوتے تو اعلان نبوّت سے لے کر عام الحزن تک حضور صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کبھی بھی ان کی بھرپور حمایت قبول نہ فرماتے' بلکہ

marfat.com

پورے بیالیس سال تک ان کے دسترخوان پر خوردونوش نہ فرماتے۔ ان کے بستروں میں استراحت نہ فرماتے۔ ان ہی کے برتنوں میں ان کے ساتھ کھانا تناول نہ فرماتے۔ جبکہ فرمانِ الٰہی ہے کہ مشرکین ہر لحاظ اور ہر نوع سے نجس وناپاک ہیں۔ حضرت حمزہ علیہ السلام کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کے واقعہ سے سردار بنوہاشم کو جوخوشی ومسرّت ہوئی اس کا اندازہ سیّد البطحا کے کلام سے لگایا جاسکتا ہے۔ لیجیے ان کی زبانِ اقدس سے سماعت فرمایئے۔

صَبْراً اَبَا یَعْلٰی عَلٰی دِیْنِ اَحْمَدَ وَ کُنْ مَظْهِراً لِلدِّیْنِ وُفِّقْتَ صَابِراً

''اے ابا یعلی (حمزہ) حضرت احمد مجتبےٰ صَلَّی اللّٰهُ تعالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے دین پر ثابت قدم رہنا۔ دین کا اظہار کرتے رہنا' توفیقِ الٰہی تمہارے شاملِ حال رہے گی۔

وَ حُطْ مَنْ اَتٰی بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ بِصِدْقٍ وَّ عَزْمٍ لَا تَکُنْ حَمْزَه کَافِراً

''حضرت محمد صَلَّی اللّٰهُ تعالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم جو اپنے پروردگار کے پاس سے دینِ حق لے کر آئے ہیں۔ اے حمزہ! عزم وصداقت کے ساتھ ان کا ساتھ دینا (دوبارہ) کفر نہ کرنا۔

فَقَدْ سَرَّنِیْ اِذْ قُلْتَ اَنَّکَ مُؤْمِنٌ فَکُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ فِی اللّٰهِ نَاصِراً

''(اے حمزہ) جب تم نے یہ کہا کہ ''میں ایمان لے آیا ہوں'' تو بہت خوشی ومسرت ہوئی (اے میرے بھائی) دیکھو اب خُدا کی راہ میں حضرت رسولِ خدا کی مدد وحمایت کرتے رہنا۔

وَنَادِ قُرَیْشاً بِالَّذِیْ قَدْ اَتَیْتَه جِهَاراً وَ قُلْ: مَاکَانَ اَحْمَدُ سَاحِراً

''اور جس دین کو تم نے قبول کرلیا ہے' قریش کے مجمع میں پورے زور شور سے اس کا اعلان کرو اور سب کو بتادو کہ حضرت محمد صَلَّی اللّٰهُ تعالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کوئی جادوگر نہیں بلکہ وہ خدا کے برگزیدہ رسولؐ ہیں۔

بے مثال محبّت

قارئینِ کرام! مندرجہ چار اشعار حضرت ابوطالب علیہ السلام کے دیوان سے نقل کئے گئے ہیں۔ اہلِ علم ودانش حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ احادیث کی اکثر عبارتیں ایسی ہیں کہ جن کا مفہوم تو وہی ہوتا ہے جسے نافذ کرنے کے لئے حضور سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰهُ تعالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم نے کلمات طیبات ارشاد فرمائے مگر اکثر جملے اور فقرے صحابہ کرام نے اپنے الفاظ میں بیان فرمائے۔ سند کی حیثیت باعتبارِ اصل عبارت صرف اور صرف دو مضامین کو حاصل ہے۔

۱۔ یہ کہ جب سے حضرتِ انسان نے کلام کو موزون کرکے شاعری کا نام دیا ہے' وہ اپنی اصلی

marfat.com

صورت میں ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ وہ سخنوری وطبع آزمائی کسی مدح وذم یا جس موضوع پر بھی ہو۔ سبعہ معلقات کو لے لیجیے' عرب کے سات قادرالکلام شُعراء کا کلام خانہ کعبہ میں آویزاں تھا۔ دنیا کی جس زبان میں بھی اصنافِ سخن پر طبع آزمائی ہوئی وہ اپنی اصل صورت وعبارت میں پائی جاتی ہے۔

۲۔ مکتوبات' وصیتیں' وثیقے اور شاہی احکام بھی بغیر کسی تبدیلی اور تغیر کے محفوظ ہیں۔

اس تمہید کے حوالے سے ہمارا مدعا یہ ہے کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام بھی صاحبِ طرز بلند پایہ واقعہ نگار شاعر تھے۔ آپ کا کلام تواریخ سیَر کی تمام معتبر کُتب میں منقول وموجود ہے۔

آپ اسی وقت کہتے تھے جب آپؑ کے سامنے کوئی اہم کام یا واقعہ ہوتا تھا۔ آپؑ کے اکثر قصائد اسلام کی خوبیوں' حضور علیہ صلواۃ والسلام کی مدح' قریش کے برتاؤ' اسلام اور پیغمبر اسلام صَلی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیہِ وَالِہٖ وَسَلَّم کی نصرت وحمایت اور باطل کے خلاف عملی جہاد کی تلقین وترغیب میں ہوتے تھے۔ حضور اکرمؐ کی حفاظت وپاسبانی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مَنَعْنَا الرَّسُوْلَ رَسُوْلَ الْمَلِيْكِ ببِيضٍ تَلَا لَأُ لَمعَ الْبُرُوْقِ

بِضَرْبٍ يُذَبِّبُ دُوْنَ النِّهَابِ حِذَارَ الْوَشَائِرِ وَالْخَنفَقِيْقِ

اَذُبُّ وَ اَحْمِيْ رَسُوْلَ الْمَلِيْكِ حِمَايَةَ حَانٍ عَلَيْهِ شَفِيْقٍ

وَمَا اِنْ اَدُبُّ لِاَعْدَائِهٖ دَبِيْبَ الْبِكَارِ حِذَارَ الْفَنِيْقِ

وَلٰكِنْ اَزِيْرُ لَهُمْ سَامِيًا كَمَا زَارَ لَيْثٌ بِغِيْلٍ مَّضِيْقٍ

﴿عربی زبان کا ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ جب کسی بات کو نہایت حتمی اور یقینی انداز سے بیان کرنا ہو تو ماضی کے صیغے استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ جناب ابوطالبؑ نے اس نظم میں مستقبل کی باتوں کو بھی ماضی کی زبان میں بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ﴾

ھم نے رسولِ کرمؐ کی حفاظت کی' جو اللہ کا پیغام لے کر آئے تھے۔ (اور ان کے دُشمنوں کا) ایسی آبدار تلواروں سے مقابلہ کیا جو برق کے مانند چمکنے والی تھیں۔

ہماری ضرب ایسی تھی جو (انسان نما) حیوانوں کو بھی بھگانے والی تھی' لوگوں کے ہجوم کا بھی مقابلہ کرنے والی تھی اور سرکشوں کا بھی خاتمہ کرنے والی تھی۔

ہم اِن تلواروں کے ذریعہ سے خُدا کے رسولؐ کی حفاظت وپاسبانی کر رہے تھے اور ہماری یہ پاسبانی ایک شفیق اور مخلص کی پاسبانی تھی۔

ہم اُن کے دُشمنوں کی طرف اُس طرح نہیں گئے تھے جیسے اُونٹنی ڈرتے ڈرتے اُونٹ کی

iqbalkalmati.blogspot.com

طرف قدم بڑھاتی ہے۔ بلکہ ہم دشمنوں کی طرف اِس طرح بڑھے جیسے شیر غضبناک حالت میں چنگھاڑتا ہوا اپنے شکار پر جھپٹتا ہے (اور اُس کے لئے فرار کا راستہ تنگ کر دیتا ہے)

ایمان کسے کہتے ہیں؟

ابو جہل ملعون نے ستایا، حضرت حمزہ علیہ السلام مدد کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ حضور علیہ الصواۃ والسلام نے فرمایا، میری حمایت اسی صورت میں ہی کر سکتے ہو کہ توحید و رسالت کا اقرار کرو۔ حضرت حمزہ حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ اللہ اور رسول صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم راضی ہو گئے۔

سیّد البطحا حضرت خواجہ ابو طالب علیہ السلام نے سُنا تو خوشی سے باغ باغ ہو گئے، فی البدیہہ مندرجہ بالا اشعار ارشاد فرمائے۔ اپنے بھائی کو پیار بھرے لہجے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

۱۔ اے برادر! خوشی کی بات ہے تم نے دینِ حق قبول کر لیا ہے، میری نصیحت ہے کہ اب اس عقیدے پر قائم رہنا۔

۲۔ اپنے عزم و ہمت سے دینِ حق کی پیروی اور حمایت پہ قائم رہنا ہوگا۔

۳۔ مجھے بے حد خوشی نصیب ہوئی ہے کہ آپ نے اسلام قبول کر لیا ہے، اب میری سنیں، بس اس کے بعد بڑا اور ضروری کام یہ ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم کی نصرت و حمایت کریں۔ یہی ایمان کی تکمیل ہے۔ دوسری بات یہ کہ نبی برحق کو کفار و مشرکین جادوگر کہتے ہیں یہ ان کا صریح جھوٹ ہے۔

قارئینِ کرام! بات انصاف اور ایمان کی ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کے قبولِ اسلام سے مطمئن ہو کر اسلام کی حمایت میں اتنی قیمتی اور مفید نصیحتیں کرتا ہے۔ قرائن اور حالات بتا رہے ہیں کہ وہ شخص ایمان و عشقِ رسول صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم میں ڈوبا ہوا ہے۔ یہ بات اس امر کی پختہ دلیل ہے کہ اس آدمی کے ایمان و یقین میں کس قدر مضبوطی اور استقلال ہوگا۔ اس میں ذرہ بھر شک نہ رہا کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام کی ایمانی کیفیت وہی تھی جو ایک راسخ العقیدہ مومن اور موحد کی ہونا چاہیے۔

اگرچہ حضرت حمزہ علیہ السلام حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم سے بے پناہ محبت کرتے اور آپ کی ہر خواہش کا خیال رکھتے تھے۔ لیکن اعلانِ ایمان سن ۶ نبوی میں فرمایا۔

◆❖◆

marfat.com

پھر غور فرمائیے!

۶ نبوی میں حضرت حمزہ علیہ السلام دولتِ ایمان سے فیضیاب ہوتے ہیں تو حضرت ابو طالب علیہ السلام اُن کے لئے ناصح بن کر استقلال و استقامت کا راستہ بتاتے ہیں۔ تو معلوم ہوا' کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام نے پہلے ایمان کا اقرار کیا اور بعد میں حمایت و رفاقت اور نصرت و تعاون کو اپنی زندگی کا خاصہ بنایا اور اسی تعاون و خدمت گذاری پر عمر قربان کر دی۔

حیرت ہوتی ہے اس روایت پر جس میں بتایا جاتا ہے کہ بوقتِ نزع اسلام پیش کیا اور قبول نہ کیا۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ!

آج سے پہلے حضور صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کو کبھی خیال نہ آیا کہ ابھی سربراہ کنبہ تو مسلمان ہی نہیں ہوا؟ اس کا کچھ کریں۔

حضرت حمزہ علیہ السلام کا قبولِ اسلام اور حضرت ابو طالب علیہ السلام کی خوشی و نصیحتیں اس اَمر کی دلیل ہے کہ حضرت ابو طالب علیہ السلام سابق الایمان محافظ رسالت اور جان نثار مُصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم تھے۔ ورنہ کسی مشرک کی حمایت نبیؐ کے لئے سرے سے ہی حرام ہے۔ یہ ہے عرفان و مقام ابو طالبؑ۔

زاہدِ یمن کی پیشگوئی

روضۃ الشہداء میں امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام اور سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی ولادت باسعادت سے متعلق یوں مرقوم ہے۔

''شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ آوردہ است کہ در یمن مردی بود روئی توجہ بمحراب عبادت آوردہ و تقویٰ وز ہد پشت بر دنیائی دنی و متاع فانی او کردہ نام وی مُشرم بن وعیب الشیقا د بنزاہد یمن مشہور بود و صد و نود سال از عمر وی گزشتہ درین مدت از طاعت و عبادت نفور و ملول نگشتہ وقتی در مناجات گفت۔ الٰہی از بزرگان حرم محترم خود کسی بمن نمائی دعای بیریائی وی بہدف اجابت رسید و ابو طالبؑ کہ بسفر یمن رفتہ بود بزیارت وی توجہ نمود مُشرم چوں وی را دید تعظیم تمام کردہ پرسید و در پہلوئ خود بنشاند آنگہ استفسار کرد کہ تو کیستی و از کجائی گفت۔ مردے از تہامہ' مشرم گفت۔ از کدام تہامہ؟ گفت از مکہ و دیگر پرسید کہ از کدام قبیلہ گفت از قبیلہ بنی ہاشم بن عبد مناف زاہد دیگر بارہ برخاست سر و روئ ابو طالبؑ بوسید و گفت۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔ کہ حق سبحانہٗ دعائ من ردنکرد و مرا مرگ نہ داد تا یکی از مجاوران حرم شریف خود بمن نمود۔ پس گفت نام تو چیست؟ گفت: ابو طالبؑ! گفت: نام پدرت چہ بود گفت عبد المطلب! زاہد گفت کہ

marfat.com

خوانده ام که عبدالمطلب رادو نبیره باشد یکے نبیؐ خداو پدراو را عبداللہ نام باشد۔ ودیگر ولی خُدا ونام پدراو ابی طالبؑ بوذوچون نبیؐ خُدا اسی ساله شود ولی خدامتولد گردد۔ اے ابوطالبؑ! آن نبیؐ بوجود آمده است؟ گفت: آری! محمدؐ متولد شده است۔ وبست وشش سال ازعمر وے گذشته است۔ گفت: اے ابوطالبؑ! بشارت باد تراکه امسال فرزندے از صلب تو بیرون آید که امام متقیان وپیشوائے مومنان باشد۔ اے ابوطالبؑ! ہمکه بازروی آن برادرزادهٔ خودرا بگو که مشرم ترانیازمندی بسیار رساند وگواہی میدہد که خدائے یکست وبجز از وی خدائے نیست وتو که محمدی رسول وے بحق وچون پسر تو متولد شداو راہم سلام من برسان وبگو آن پیرکه دوست وہوادار تو بود چنین گفته است که تو ولی پیغمبرے بآن حضرت نبوّت تمام گردد وبتو ولایت آشکار شود۔ ﴿روضۃ الشہداء ص ۸۸ مطبوعہ پشاور﴾

"شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ یمن میں ایک زاہد رہتا تھا جو ہر وقت عبادت میں مصروف رہتا تھا اس کا نام مشرم بن وعیب بن الشیقبا ذ زاہد یمن کے نام سے مشہور تھا اور اس کی عمر اس وقت ایک سو نوے سال تھی اور کسی بھی وقت عبادت سے وہ فارغ نہیں رہتے تھے۔ ایک دفعہ مناجات الٰہی میں مصروف تھے اور دعا مانگ رہے تھے کہ اے اللہ! حرم شریف کے کسی بزرگ کو بھیج تاکہ میں زیارت کروں۔ ان کی دُعا قبول ہوئی۔

حضرت ابوطالبؑ جو یمن کے سفر پر گئے ہوئے تھے زاہد کی زیارت کے لئے گئے۔ مشرم نے جونہی ان کو دیکھا بہت تعظیم کی اور اپنے پاس بٹھایا۔ پوچھا تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟ حضرت ابوطالبؑ نے جواب دیا کہ میں تہامہ کا رہنے والا ہوں۔ پوچھا کون سا تہامہ؟ جواب دیا: مکہ مکرمہ۔ زاہد نے پوچھا۔ تم کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو۔ جواب دیا۔ قبیلہ بنی ہاشم بن عبدمناف۔ یہ سن کر زاہد اٹھا اور حضرت ابوطالبؑ کے سر اور چہرے پر بوسے دیئے اور کہا۔ الحمد للہ۔ میری دُعا قبول ہوئی اور میں نے اپنی زندگی ہی میں حرم شریف کے کسی خادم کی زیارت کی۔

پھر پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟

جواب دیا: ابوطالبؑ!

پھر پوچھا تمہارے والد کا کیا نام ہے؟

فرمایا: عبدالمطلبؑ

زاہد نے کہا میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ حضرت عبدالمطلبؑ کے دو پوتے ہونگے ایک اللہ کا نبیؐ ہوگا اِن کے والد کا نام حضرت عبداللہ ہوگا اور دوسرا اللہ کا ولی ہوگا اور ان کے والد کا نام حضرت ابوطالبؑ ہوگا۔

marfat.com

جب اللہ کا رسولؐ تیس سال کا ہو جائیگا تو اللہ کا ولی پیدا ہوگا۔ پھر کہا اے ابو طالبؑ وہ نبیؐ پیدا ہو گئے ہیں؟ جواب دیا۔ ہاں! محمد صَلَّى اللّٰهُ تعالىٰ عَلَيهِ وَآلهٖ وَسَلَّم اُنتیس سال کے ہو گئے ہیں۔ زاہد نے فرمایا: اے ابو طالبؑ میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ اس سال تمہاری پشت سے مومنوں کے سردار اور امام المتقین پیدا ہونگے۔ (یعنی حضرت علیؑ)

اے ابو طالبؑ جب آپؑ مکہ شریف واپس جائیں تو اپنے بھتیجے کو میرا اسلام کہنا اور میری طرف سے عرض کرنا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول برحق ہیں۔ اور جب آپؑ کا فرزند پیدا ہو تو ان کو بھی میرا اسلام کہہ دینا اور کہنا وہ بوڑھا جو آپؑ کو دوست رکھتا ہے۔ اور آپؑ سے محبت کرتا ہے وہ کہہ رہا تھا کہ تم پیغمبرؐ کے وارث ہو۔

حضورؐ پر نبوّت ختم ہوئی تو آپؑ پر ولایت ظاہر ہوئی۔

نبوّت ختم ہو گئی اور تم فاتح ولایت ہو گئے۔

ابو طالبؑ نے کہا! اے شیخ میں اس حقیقت کو کس طرح جان سکوں گا سوائے دلیل کے مجھے کوئی نشانی بتائیں۔ مثرم نے جواب دیا آپ خدا سے کیا چاہتے ہیں کہ میں آپؑ کو وہ چیز دکھاؤں اور آپؑ کو میری سچائی کا علم ہو جائے۔ حضرت ابو طالبؑ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے انار کا ایک درخت پایا۔ فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ اس درخت سے مجھے تازہ انار ملیں۔ زاہد نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور عرض کی۔ اے اللہ! جیسا کہ میں نے نبیؐ اور ولیؑ کی تعریف بیان کی ہے اس کے صدقے میں ابھی تازہ انار عطا فرما۔

خُدا کی قدرت سے وہ درخت اسی وقت ہرا ہوا اور پھل دار ہو گیا۔ اسی وقت انار پک گئے زاہد نے انار کا ایک دانہ کھول کر ابو طالبؑ کو دیا۔ جس میں سرخ لعل کی طرح دانے تھے۔ حضرت ابو طالبؑ نے اس میں سے کچھ دانے کھائے اور آپؑ کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا۔ مختصر یہ کہ حضرت ابو طالبؑ ہشاش بشاش زاہد کی مجلس سے باہر آئے اور مکہ شریف چلے گئے۔ (روضۃ الشہداء ص ۸۸)

قارئین کرام! مذکورہ واقعہ میں عجیب و غریب راز سربستہ سے پردہ اُٹھتا ہے زاہد یمن نے حضور صَلَّى اللّٰهُ تعالىٰ عَلَيهِ وَآلهٖ وَسَلَّم کی نبوت اور امیرؑ کی ولایت کی واضح خوشخبری فرمادی۔ خواجہ ابو طالبؑ نے اپنی تسلی کے لئے کرامت کا ظہور چاہا۔ جو آناً فاناً مشاہدہ فرمایا۔ نیز دونوں مقدس ہستیوں کی خدمت میں سلام عقیدت و تصدیق نبوّت وولایت کی۔

یہ تمام کرامات و عجائبات خواجہ ابو طالبؑ بچشم خود ملاحظہ فرماتے ہیں مسرور ہوتے ہیں۔ کیا یہ تمام حقائق و دلائل نبوّت وولایت نہیں؟ کیا خواجہ ابو طالبؑ کو اپنے گھر اور خاندان کی یہ شان جلیلہ عزیز اور قابلِ فخر نہ تھی۔ تو پھر بھی صحاح میں مرضی امام بخاری کی۔

marfat.com

حضرت عبدالمطلبؑ کا سفر آخرت

جب حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کا وقت وفات قریب آیا اور ان کی عمر ایک سو دس اور بعض کے قول کے مطابق ایک سو بیس سے متجاوز ہوگئی تھی ان کی اس جہان میں آنکھیں بند ہوگئیں۔ جب اُنہوں نے محسوس کیا کہ کُلُ نَفسٍ ذَا ئِقَةُ الْمَوْتُ کے چنگل سے کسی مخلوق کو راہ نجات نہیں۔ ان کی تمام توجہ جس کی طرف ان کا دل متوجہ تھا آنحضرتؐ کے امور تھے اور ماں باپ سے یتیم ہو چکے تھے۔ دونوں جہانوں سے ہاتھ جھٹک کر کہتے تھے اس فرزند کا میرے بعد کیا حال ہوگا۔ انتہائی محبت سے رحلت کے وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلِہ وسلم کو طلب کیا اپنے سینے پر بٹھایا اپنے بیٹوں ابی لہب، حمزہؑ، عباسؑ، ابو طالبؑ کو طلب کیا اور کہا اس وقت عباد سے میری رحلت اور رب العباد سے ملاقات کا وقت ہے اور اس فرزند کے علاوہ میرے دل میں کوئی حسرت نہیں ہے۔

کاش! میری عمر وفا کرتی اور میں خود اس کی تربیت کرتا اور اس پر زیادہ شفقت و رحمت اور جانبداری کرتا، کیا کروں!! عمر ساتھ نہیں دیتی۔

اب میں حسرت کے ساتھ عزم رحلت رکھتا ہوں اور جان شیریں اس اندوہ میں دیتا ہوں، میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم سے کون اس فرزند دل پسند کی دیکھ بھال اور نگرانی کرتا ہے جو کماحقہٗ اس کی تربیت سے عہدہ برا ہو سکے۔ ابی لہب عمر میں سب سے بڑا تھا، دوزانو ہوا اور آداب بجالایا اور کہا!

اے شاہِ عرب!

خدا تعالیٰ آپ کو آپ کی مرادوں تک پہنچائے اور اتنی عمر عنایت فرمائے کہ عزت و اقبال اور عظمت و جلال محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل کریں، جیسا کہ آپ کی آرزو ہے اور اگر اس کو پاس خاطر کے لیے کسی کے سپرد کرنا چاہتے ہیں تو میرے سپرد کیجیے میں اس کی حفاظت دل و جان سے کروں گا۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا!

ہاں! تیرے پاس مال و دولت و عزت و حرمت ہے اور اس کی تربیت تم کر سکتے ہو لیکن تم قدرے سخت دل اور بے رحم واقع ہوئے ہو، یتیم خستہ دِل اور مجروح ہوتے ہیں اور تھوڑی سی تکلیف کی بھی برداشت نہیں رکھتے ممکن ہے تو اس سے عہدہ برا نہ ہو سکے۔ پھر امیر المومنین حمزہؓ اٹھے اور آداب بجالا کر عرض کیا! اے آبروئے عرب! اگر اس خدمت کے میں لائق سزاوار ہوں تو میرے سپرد کیجیے حضرت عبدالمطلبؑ نے کہا کہ تم اس کی حفاظت و خصانت میں سب سے زیادہ موزوں ہو اور میری مراد پوری کرنے میں سب سے زیادہ مناسب ہو لیکن تمہارا کوئی فرزند نہیں ہے اور ... شخص

marfat.com

جس کا کوئی فرزند نہ ہو' فرزند کی کوئی قدر نہیں جانتا اور اس کی پرورش صحیح طور پر نہیں کر سکتا۔ دوسری یہ بات ہے کہ جنگجو اور شکار دوست آدمی ہے' ممکن ہے شکار کے دوران تو میرے فرزند سے غافل ہو جائے اور وہ دشمن سے تکلیف اٹھائے اور تو شرائط حفاظت سے عہدہ برانہ ہو سکے اور میں قبر میں آزردہ ہو جاؤں' اس کے بعد عباس ؓ اٹھے' وضائف دعوت اور مراسم آداب بجالا کر عرض کیا' اے امید گاہ ملک وملت اور پشتِ پناہ دین وملت! اگر اس خدمت کے لائق میں ہوں تو اجازت فرمائیے اور مجھ پر یہ نوازش کیجئے۔ فرمایا! تو اس خدمت کا سزاوار ہے اور مراعات وحرمت کا اہل ہے اور تو درست پیمان ہے' مہربان اور کم آزار ہے اور جان کے لئے مرہم کی حیثیت رکھتا ہے' لیکن تو کثیر العیال ہے اور جس کے زیادہ بچے ہوں' اپنے بچے ہوتے دوسرے فرزند کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اور آسانی کے ساتھ اپنے صلبی بیٹے پر دوسرے فرزند کو ترجیح نہیں دے سکتا' اس کے بعد ابو طالبؑ اٹھے اور اپنے پدر بزرگوار کی مجلس پر دعاؤں کے جواہرات نچھاور کئے اور کہا! اے سردار قریش! اور اے اہلِ عیش کی راحتوں کے سرمایہ' مجھے اس مہم کے اہتمام اور اس مقصد کو پورا کرنے میں پوری خوشی ہوگی' لیکن بڑے بھائیوں کی عزت کا خیال دامن گیر تھا۔ اس لئے سب سے آخر میں گزارش کی ہے' اگرچہ مال ودولت کا سرمایہ' میرے پاس سب سے کم ہے لیکن اس مقصد کا عشق سب سے زیادہ ہے اس امر کی دوستی' سطلنتِ دنیا سے زیادہ ہے' لیکن اگر سعادت موافقت کرے اور دولت رفیق ہو' امیدوار کے دامن میں دستِ مراد کی طرح محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کہتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت عبد المطلب نے کہا' اس خدمت کے لائق اور اس دولت کا سزاوار تو ہی ہے' کیونکہ تو نرم دل اور شیریں گفتار ہے اور عہد وپیمان کو نبھانے والا ہے لیکن چونکہ امور کلیہ وجزیہ میں وہ میرا معاون ومددگار اور استشار مشیر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا جس میں عاجز آجاتا' اسے بلاتا' اس کے ارشادات ومراعات کو غور سے دیکھتا اور اس کی باتوں کو غور سے سنتا' جب میں اس کے اشاروں کے مطابق عمل کرتا' اس مہم کو سر کر لیتا اب اس مہم میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو میں حکَم بناتا ہوں' اپنے چچاؤں میں سے جسے وہ اختیار کرے گا میں اس کے سپرد کر دوں گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہا' اے میری آنکھوں کے نور اور اے میرے پسندیدہ فرزند! میں تیرا داغِ حسرت سینہ میں لگائے دُنیا سے رخصت ہوتا ہوں' تم اپنے چچاؤں میں سے کس کو اختیار کرتے ہو' آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اُٹھ کر حضرت ابو طالب سے بغل گیر ہوئے اور ان کے زانو پر بیٹھ گئے' حضرت عبد المطلب نے کہا' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! میری پسند محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پسند کے موافق آئی' پھر حضرت ابو طالبؑ کو وصیت کی اور آنسرور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت کی نسبت تعلیم دیتے ہوئے کہا! اے ابو طالبؑ خیال رکھنا' اس دُرِّ گراں مایہ کی کس

marfat.com

طرح حفاظت کرے گا، جسے باپ کی ہوا تک نہیں لگی اور والدہ کی شفقت کو نہیں دیکھا، اے ابو طالبؑ ! اس فرزند کو اپنے جسم میں دل کی مانند سمجھئے، میں باقی اولاد کے متعلق وصیت کو موقوف کر کے خصوصیت کے ساتھ تجھے صرف اسی کے متعلق وصیت کرتا ہوں کیونکہ تو اور اس کا باپ ایک ہی ماں سے ہو اور تیرے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے درمیان اس قدر زیادہ محبت ہوگی، جس کی بدولت تو دوسرے اعمام سے ممتاز ہوگا۔

اے ابو طالبؑ !

اگر تجھے زمانہ بعثت مل جائے تو تجھے معلوم ہو جائے کہ اس فرزند ارجمند کے اوصاف کمال اور عظمت وجلال کے متعلق جو کچھ میں نے کہا ہے، دانش و فراست کی رو سے کہا ہے، مجھے اس کے حالات سے تمام مخلوق سے زیادہ علم ہے۔ اگر ہو سکے تو اس کی اتباع کرنا اور قطعاً تقصیر نہ کرنا کماحقہٗ اس کی مدد و اعانت کرنا کیونکہ وہ جلد ہی قوم کا سردار ہو جائے گا اور وہ سعادت و نیک بختی جس تک ہمارے کسی بھی آباؤ اجداد میں سے کسی کی رسائی نہیں ہو سکی اور اس کا عشر عشیر بھی نہیں دیکھا ہوگا، وہ حاصل کرے گا اور اسکی بلندیوں کو پالے گا، تجھے چاہئے کہ اس کی یتیمی و تنہائی پر شفقت و مہربانی کرے، پھر کہا، تو نے میری وصیت کو قبول کیا ہے؟

ابو طالبؑ نے کہا میں نے قبول کیا، انہوں نے کہا! میرا خدا گواہ ہے اور عالم الغیوب دلوں کے رازوں سے آگاہ ہے، پھر کہا میری طرف ہاتھ بڑھاؤ، ابو طالبؑ نے ہاتھ بڑھا دیا، حضرت عبدالمطلبؑ نے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا اب موت میرے لئے آسان ہوگئی ہے پھر آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے سر اور چہرہ کو بوسے دیئے اور آپ کی عنبر شمیم خوشبو کو سونگھا اور کہا میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے کسی بھی فرزند کے سر سے ایسی عمدہ اور بہترین خوشبو نہیں سونگھی ہے۔

جب حضرت عبدالمطلبؑ نے اس جہان فانی سے رخت زندگانی باندھا، مکہ کے قبرستان حجون میں انہیں دفن کیا گیا۔

اُمّ ایمنؓ کہتی ہیں کہ حضرت عبدالمطلبؑ کی وفات کے روز میں نے ان کا جنازہ لے جاتے ہوئے دیکھا کہ رسُول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ان کے جنازے کے پیچھے چل رہے تھے اور رو رہے تھے پھر حضرت ابو طالبؑ آپ کی دیکھ بھال اور پرورش کے لئے کمربستہ ہوئے۔ (معارج النبوۃ)

قارئین کرام!۔ حضرت عبدالمطلبؑ کی وصیت توحید رسالت کا اقرار اور تصدیق نہیں تو اور کیا ہے، یہی مومن مواحد کی پہچان ہے۔ یہ سعادت کیا کم ہے کہ آخری وقت حضوؐر کے بوسے لئے۔

marfat.com

حضورؐ خواجہ ابوطالبؑ کی تربیت میں

حضرت ابوطالبؑ کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اعلیٰ درجہ کی محبت تھی، اپنے کسی بھی فرزند سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت برابر صحبت نہیں کرتے تھے، شب وروز آپؐ کے حالات کا جائزہ لیتے تھے، رات کو اپنے پہلو میں سلاتے تھے اور کسی شخص سے بھی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق مطمئن نہ تھے خصوصاً تمام مجالس اور محفلوں میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مصاحبت اپنے اوپر لازم قرار دیتے تھے اور ان کی عزت واحترام کی شرائط کو بجالاتے تھے۔ ان کی موجودگی کے بغیر ہرگز دوپہر اور شام کا دسترخوان نہیں بچھاتے تھے۔ حضرت ابوطالبؑ کے اہل وعیال اس نقطہ دائر مطالب کی برکت سے اپنے مقاصد اور آرزوئیں حاصل کرتے تھے۔ اور آپ کی موجودگی کے بغیر آئینہ امن وسکون میں رفاہیت وجمعیت نہیں دیکھتے تھے۔ حضرت ابوطالبؑ ہمیشہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانا کھاتے تھے اور جس طعام کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ نہ لگاتے، نہیں کھاتے تھے، حضرت ابوطالبؑ کے اہل وعیال بھی جب تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کھانے کے لئے ہاتھ نہ بڑھاتے کھانا شروع نہیں کرتے تھے کیونکہ جس طعام تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا دستِ مبارک پہنچ جاتا، تبرک ہوجاتا تھا اور جلدی ختم نہیں ہوتا تھا۔ وہ تمام سیر ہوجاتے اور کھانا بچ رہتا وگرنہ بھوکے رہتے تھے اور جب اولاد حضرت ابوطالبؑ نیند سے بیدار ہوتے تو، ژولیدہ مو اور منہ دُھلا ہوا نہیں ہوتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، نورانی، صاف ستھرے اور سرگین آنکھیں لئے خواب سے، بیدار ہوتے تھے۔

حضرت ابوطالبؑ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو چمڑے کے گدیلے پر بٹھا کر کہتے، خدائے ربیعہ کی قسم! اس فرزند کی بڑی شان ہوگی۔

قوم نے حضرت ابوطالبؑ کو بنظر قدر نہیں دیکھا اس سے آپؐ کی عزت اور مقام میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

marfat.com

باب دوم

حضورؐ دامن رحمت میں

ارشادالٰہی ہے! اے میرے حبیب اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماً فَاٰوٰی

تراجم:

۱۔شاہ ولی اللہ:

آیا یتیم نیافت ترا پس جای داد
یعنی آپ یتیم تھے پس آپ کو پناہ ملی۔

۲۔پیر کرم شاہ:

کیا اس نے نہیں پایا آپؐ کو یتیم، پھر اپنی آغوش رحمت میں جگہ دی۔

۳۔احمد رضا خان

کیا اس نے تمہیں یتیم نہیں پایا، پھر جگہ دی۔

۴۔اشرف علی تھانوی:

کیا تجھ کو یتیم نہیں پایا اور جگہ دی۔

۵۔مودودی:

کیا اس نے تم کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانہ فراہم کیا۔

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماً فَاٰوٰی (والضحیٰ)

کیا اس نے نہیں پایا آپ کو یتیم پھر (اپنی آغوش رحمت میں) جگہ دی (جمال القرآن)

تفسیر کبیر رازی:

وَکَانَ عَبْدالمطَّلِبُ یُوْصِیْ اَبَا طَالِبَ بِهٖ لِاَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ وَ اَبَاطَالِبُ کَانَ مِنْ اُمِّ وَاحِدَۃً فَکَانَ اَبُوْ طَالِبِ ھُوَ الَّذِیْ یَکْفُلُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بَعْدَ جَدِّهٖ۔ (تفسیر کبیر رازی (بیروت) ۱۲۴-۱۳)

حضرت عبدالمطلبؑ نے آپؐ کے لئے حضرت ابوطالبؑ کو وصیت فرمائی تھی کیونکہ حضورؐ

marfat.com

علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے والد گرامی حضرت عبد اللہ اور حضرت ابو طالبؑ دونوں ایک ہی والدہ سے تھے چنانچہ وہ اپنے والد حضرت عبد المطلبؑ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے کفیل ہوئے۔

تفسیر غرائب القرآن:

فَكَفَلَ اَبُوْ طَالِبُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِلٰى اَنْ اَبَعَثَهُ اللّٰهُ لِلّرِسَالَتِهٖ فَقَامَ بِنُصْرَتِهٖ مُدَّةً مَدِيْدَةً وَعَطِفَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ فَاَحْسَنَ تَرْبِيَّتِهٖ

(تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری ۳۲۷)

مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری لکھتے ہیں کہ حضرت ابو طالبؑ رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت فرماتے رہے۔ پھر جب آپ مبعوث برسالت ہوئے تو حضرت ابو طالبؑ کافی عرصے تک آپ کی حمایت اور نصرت پر قائم رہے اور اللہ تبارک تعالیٰ نے جناب ابو طالبؑ کے ذریعہ سے آپ کی بہترین تربیت فرمائی۔

تفسیر جمل علی الجلالین:

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر جمل میں لکھا ہے۔

وَكَانَ عبدالمطلبؑ اُوْصِیٰ اَبَا طَالِبَ بِهٖ لَاَنَّ عَبْدَاللّٰهِ وَ اَبَا طَالِبَ كَانَ مِنْ اُمِّ وَاحِدَةً فَكَانَ اَبُوْ طَالِبُ هُوَ الَّذِیْ كَفَّالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بَعْدَ جَدِّهٖ اِلٰى بعثه اللّٰه نَبِيًّا۔ **(تفسیر جمل مصر ۵۴۹/۴)**

اور حضرت عبد المطلبؑ نے حضرت ابو طالبؑ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے وصیت فرمائی کیونکہ حضرت عبد اللہ اور حضرت ابو طالب علیہما السلام دونوں کی والدہ گرامی ایک ہی تھیں۔ پس حضرت ابو طالبؑ اپنے والد گرامی کے بعد آپؐ کے کفیل رہے یہاں تک کہ آپؐ نے منصبِ رسالت پایا۔

تفسیر صاوی:

وَمَاتَ جَدِّهٖ عَبْدُالْمُطَّلِبْ وَهُوَ اِبْنُ ثَمَانَ سِنِيْنَ فَكَفَلَهٗ عَمَّه، اَبُوْ طَالِبُ لِاَنَّهٗ كَانَ شَقِيْقُ اَبِيْهِ (صاوی امام احمد مالکی ص ۲۷۵ جلد ۴)

علامہ احمد صاوی مالکی لکھتے ہیں کہ جس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جدِ امجد حضرت عبد المطلبؑ کا وصال ہوا اُس وقت آپ کی عمر مبارک آٹھ سال تھی۔ لہذا حضرت عبد المطلبؑ

marfat.com

کے بعد حضرت ابوطالبؓ آپؐ کے کفیل ہوئے، کیونکہ حضرت ابوطالبؓ اور حضرت عبداللہؓ سگے بھائی تھے۔

تفسیر جلالین:

تفسیر جلالین میں زیر آیت اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی لکھا ہے، **لِاَنَّ ضَمَّکَ اِلٰی عَمِّکَ اَبِیْطَالِبَ** (جلالین ۲۷۸) اس سے مراد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے محترم ومکرم چچا حضرت ابوطالبؓ کی آغوش میں آنا ہے۔

تفسیر کشاف:

علامہ زمخشری مذکورہ آیت کی تشریح اس طرح لکھتے ہیں۔

وَ مَاتَ جَدُّہٗ عَبْدُالْمُطَّلِب وَ ھُوَ ابْنُ ثَمَانِ سِنِیْنَ فَکَفَلَہٗ عَمُّہٗ، اَبُو طَالِبٌ وَعَطَّفَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ فَاَحْسَنَ تَرْبِیَتَہٗ، (کشاف ص ۵۵۰ جلد ۴ طبع بیروت)

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے جدّ امجد حضرت عبدالمطلبؓ کا انتقال ہوگیا۔ تو اس وقت آپ کی عمر مبارک آٹھ سال تھی۔ پس حضرت ابوطالبؓ کی کفالت کے دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کی بہترین تربیت فرمائی۔

تفسیر خازن:

وَ ذَکَرَ نِعْمَۃٗ عَلَیْہِ وَاِحْسَانَہٗ اِلَیْہِ فَقَالَ عَزَّوَجَلَّ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماً اَیْ صَغِیْراً فَاٰوٰی وَالْمَعْنٰی اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماًصَغِیْراً حِیْنَ مَاتَ اَبُوْکَ وَلَمْ یَخْلف لَکَ مَالاً وَلَا مَاوٰی نَجْعَلُ لَکَ مَاویٰ تَاوِیْ اِلَیْہِ وَضَمُّکَ اِلٰی عَمِّکَ اَبِیْطَالِب حَتّیٰ اَحْسَنَ تَرْبِیَتَکَ وَکَفَالَۃُ الْمُؤ نَۃ وَذَالِکَ اِنَّ عَبْدُ اللّٰہِ مَاتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حمل فَکَفَّلَہٗ جَدِّہٖ عَبْدُ الْمُطَّلِب فَلَمَّا مَاتَ عَبْدُ الْمُطَّلِب کَفَّلَہٗ عَمُّہٗ اَبُوْ طَالِبْ انی ان اقویٰ وَاَشَدَّ وَتَزَوَّجَ خدیجۃً وقِیْلَ ھُوَ مِنْ قولِھِمْ دُرَّۃٌ یَتِیْمَۃ وَالْمَعْنٰی اَلَمْ یَجِدْکَ وَاحَدٍ فِی قُرَیْشٍ عَدِیْمُ النَّظِیْرُ فَاوَاکَ اِلَیْہِ وَاَیَّدَکَ وشرفُکَ بِنُبُوَّۃٍ وَاَصْطَفَاکَ بِرِسَالَۃِ۔ (تفسیر خازن مطبوعہ مصر ص ۲۱۶ جلد ۴)

اللہ تبارک تعالیٰ جل مجدہ الکریم نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر اپنے انعام و احسان کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حبیب!

• کیا ہم نے آپ کو یتیم اور صغرسن پاکر اپنی پناہ میں نہیں لیا اور اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماً کے معنی

marfat.com

یہ ہیں کہ آپؐ ابھی والدہ ماجدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کی آغوش میں تشریف نہیں لائے تھے کہ آپؐ کے والد محترم سلام اللہ علیہ وصال فرما گئے تھے اور اپنے پیچھے آپؐ کے لئے نہ تو کوئی مال چھوڑا اور نہ ہی کوئی پناہ کی جگہ تو ہم نے آپؐ کو پناہ دی اور ہماری وہ پناہ گاہ آپؐ کے چچا ابو طالبؑ کی آغوشِ رحمت ہے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی بہترین پرورش و تربیت ہوئی۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی بطن مادر ہی میں تھے کہ آپؐ کے والد ماجد سلام اللہ علیہ واصل بحق ہو گئے تو آپؐ کے محترم چچا حضرت ابو طالبؑ نے اپنی آغوشِ راحت میں لے کر سخت ترین حفاظت اور مضبوط حصار کی صورت میں آپؐ کی کفالت و تربیت فرمائی اور اور آپؐ کی شادی مبارک حضرت خدیجہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ کر دی۔

مفسرین نے یتیم کے معنی دُرِّ یتیم بیان کئے ہیں یعنی آپؐ کو قریش میں واحد و یکتا اور عدیم النظیر و بے مثال پایا تو آپؐ کو اپنے قرب میں پناہ عطا فرمائی اور شرف نبوت و رسالت اعلیٰ وارفع مقام پر سرفراز فرمایا۔

تفسیر معالم تنزیل:

(راویان محذوف) عَنِ ابنِ عَبّاسؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہ صلّی اللّٰہ تعالی علیہ وآلہٖ وَسَلَّم سَاأَلْتُ رَبِیَّ سَالَتَہ اِنِی لَمْ اَکُنْ سَاَلَۃ وَاَنَّکَ اٰتَیتَ سُلَیمَانَ بْنُ دَاوٗدُ مُلْکاً وَعِلْماً وَاٰتَیتَ فَلَاناً کَذاوَاٰتَیتَ فُلَا نا کَذا ۔وَقَالَ یا مُحَمَّدُ اَلَمْ اَجِدْکَ یَتِیماً اَوَیْتُکَ ؟ قُلْتُ بَلٰی اِیْ رَبِّ! قَالَ اَلَمْ اَجِدْکَ عَائِلاً فَاَغْنَیْتُکَ؟ قُلْتُ بَلٰی اِیْ رَبِّ! وَزَا وَغَیرَہٗ

مِنْ حَمَّادٍ:-

قَالَ اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ وَوَضَعْتُ عَنْکَ وِزْرَکَ؟ قُلْتُ بَلٰی اِیْ رَبِّ۔وَمَعْنَی الْاٰیَۃِ اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِماً۔صَغِیراً فَقِیراً حِیْنَ مَاتَ اَبَوَاکَ وَلَمْ بحلِفالَکَ مَا لاَ وَلَا مَاوٰی فَجَعَلَ لَکَ مَاوٰی تَاوِیْ اِلَیہِ وَضَمَّکَ اِلٰی عَمِّکَ اَبِی طَالِبؑ حَتّٰی اَحْسَنَ تَربِیَتِکَ وَکَفَالَ الْمُؤْنَۃَ (تفسیر معالم تنزیل البغوی صفحہ نمبر ۲۱۶ جلد ۴)

راویانِ حدیث:-

ابو سعید احمد بن ابراہیم، ابو اسحاق احمد بن محمد ابراہیم ثعلبی، عبد اللہ بن حامد اصفہانی، محمد بن عبد اللہ نیشاپوری، محمد بن عیسیٰ، ابو عمر حوینی، ابو ربیع زہرانی، حماد بن یزید عطاء بن سائب، سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار جل وعلا کے حضور سوال کیا کہ الٰہی! تو نے حضرت سلیمان بن

marfat.com

داؤد علیہ السلام کو ملک عظیم عطا فرمایا اور فلاں پیغمبر کو فلاں نعمت سے نوازا اور فلاں کو فلاں چیز عطا فرمائی۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

''محبوب! کیا ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یتیم پا کر اپنی پناہ میں نہیں لیا؟'' میں نے عرض کیا!'' اے پروردگار! کیوں نہیں'' پھر ارشاد ہوا کہ ''محبوب کیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو وارفتہ' محبت پا کر اپنی طرف نہیں بلایا؟''

میں نے عرض کیا!'' اے میرے رب کیوں نہیں'' پھر فرمایا:

کہ محبوب کیا آپ کو دُنیاوی مال وزر سے الگ تھلگ پا کر آپ کو غنی نہیں فرمایا؟

میں نے عرض کی اے میرے رب کیوں نہیں'

تفسیر حقانی:۔

''اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماً فَآوٰی''

کہ کیا اس نے یعنی خدا نے تمہیں یتیم نہیں پایا' پھر تم کو جگہ دی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حمل میں تھے کہ حضرت کے والد ماجد حضرت عبداللہؓ کا عین جوانی میں انتقال ہوگیا اور کوئی جائیداد یا مال نہ چھوڑا کہ جس سے پسماندوں کی پرورش ہوتی پھر حق سبحانہٗ نے یہ انعام کیا کہ آپؐ کے جدامجد عبدالمطلبؓ کو آپؐ پر مہربان کر دیا۔ ایسا کہ آپ کے آگے تمام اولاد کو بھول گئے حالانکہ عبدالمطلب کثیر الاولاد تھے اور یہ تھا کہ جب حضورؐ دو برس کے تھے تو والدہ ماجدہ بھی دنیا سے رخصت ہوگئی تھیں اب نہ ماں ہے نہ باپ صرف اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ عبدالمطلب کو فریفتہ کر رکھا ہے جب چھ برس کے ہوئے تو عبدالمطلبؓ بھی چل بسے اب خوف تھا کہ کیا کیا مصیبتیں آئیں مگر ان کی جگہ حضرتؐ کے چچا ابوطالبؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے والد ماجد سرپرستی کرنے لگے اور ایسی کی کہ کوئی اپنی حقیقی اولاد کی بھی ایسی نہ کرے۔ (تفسیر حقانی)

مظہری:۔

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماً کیا اللہ نے تم کو یتیم نہیں جانا یا حالت یتیمی میں نہیں پایا۔ یجد (مضارع) وَجَدَ سے ہے اور وَجَدَ کے معنی ہے عَلِمَ (اس نے جانا) اور یتیماً دوسرا مفعول ہے یا وَجَدَ سے تو ہے مگر وَجَدَ وجود سے مشتق ہے اور وجود کے معنی ہے پانا اس وقت یتیماً حال ہوگا' استفہام انکار نفی کے لیئے ہے اور انکار نفی اثبات کو مستلزم ہے اس سے غرض ہے مخاطب سے اقرار کرانا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے تم کو یتیم پایا یعنی جب تمہارا باپ مر گیا تو تم کو خدا نے نادار بچہ پایا۔ باپ نے نہ تمہارے لیئے مال چھوڑا تھا اور نہ کوئی ٹھکانا۔ اس جملہ میں ماوٰدعک کے معنی کی تاکید ہے۔

marfat.com

مَاْوٰی پس اس نے تم کو ٹھکانا دیا یعنی تمھارے چچا ابو طالبؑ کے پاس تمہارا ٹھکانا بنایا اور اس کو تمہارا کفیل مقرر کر دیا بغوی نے بحوالہ ترمذی حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! میں نے اللہ سے درخواست کی تھی اگر نہ کی ہوتی تو میرے نزدیک بہتر تھا' میں نے عرض کیا تھا پروردگار! تو نے سلیمان بن داؤد کو بڑی حکومت عطا فرمائی اور فلاں کو فلاں چیز دی اللہ تعالیٰ نے فرمایا! محمدؐ! کیا میں نے تجھ کو یتیمی کی حالت میں نہیں پایا اور پھر کیا تجھے ٹھکانہ نہیں دیا۔

میں نے عرض کیا: ''بے شک پروردگار تو نے یہ انعام فرمایا'' (مظہری ص ۴۴۱ ج ۱۲ اردو)

کہ محبوبؐ کیا آپؐ کو دنیاوی مال وزر سے الگ تھلگ پا کر آپؐ کو غنی نہیں فرمایا؟

میں نے عرض کی اے میرے رب کیوں نہیں'

اور اس کے علاوہ حماد نے اس روایت میں مزید جملہ بھی بیان کیا ہے کہ محبوبؐ کیا ہم نے آپؐ کا سینہ کھول کر آپؐ پر سے آپؐ کا بوجھ نہیں اتار لیا؟ تو میں نے کہا ہاں! میرے پروردگار کیوں نہیں' نیز اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ محبوبؐ آپ کے پاس مال بھی نہیں تھا اور آپؐ کی عمر بھی چھوٹی تھی جب آپؐ کے والد گرامی کا وصال ہوا تو انہوں نے نہ تو آپؐ کے لیئے کوئی مال پیچھے چھوڑا اور نہ ہی کوئی پناہ گاہ۔

پس ہم نے آپؐ کو پناہ دی اور جائے پناہ کے لیئے آپؐ کے چچا ابو طالبؑ کی آغوش رافت کا انتخاب کیا حتیٰ کہ انہوں نے آپؐ کی بہترین تربیت کی اور کفالت فرمائی۔

قارئین کرام معلوم ہوا مقام و ایمان ابو طالبؑ؟ اتنی معتبر اور صحیح روایات کا رد کرنا صرف دشوار ہی نہیں ناممکن بھی ہے جو بات بھلائی اور خیر خواہی پر دلالت کرے وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ہی سچی اور درست ہوتی ہے جو بات بدخواہی بے ادبی کی ہو ناپسندیدہ اور باعثِ گناہ ہوا کرتی ہے۔

معارف القرآن (مفتی محمد شفیع)

اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى

ہم نے آپؐ کو یتیم پایا کہ والد ماجد کا انتقال ولادت سے پہلے ہی ہو چکا تھا اور انہوں نے کوئی مال و جائداد بھی نہ چھوڑی تھی جس سے آپؐ کی پرورش ہو سکے تو ہم نے آپؐ کا ٹھکانہ بنا دیا۔ یعنی آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب اور ان کے بعد چچا ابو طالبؑ کے دلوں میں آپ کی ایسی محبت ڈال دی کہ صلبی اولاد سے بھی زیادہ آپ کی تربیت میں کوشش کرتے تھے۔

marfat.com

تفسیر حسینی

آیا نیافت پروردگارتو ترا کودک بے پدر پس جای داد ترا در کف کفالت تو جد و عم تو' یعنی کیا نہیں پایا تجھے تیرے رب نے بے باپ کا بچہ' پس تجھے جگہ دی تیرے دادا اور چچا کی گود میں کہ انہوں نے تیری پرورش کی۔ (فارسی' ص ۱۳۷۵ اُردو ص ۶۰ جلد ۲)

جلالین

(اَلَمْ یَجِدْکَ)استفہام تقریری اَیْ وَجَدَکَ(یَتِیْمًا) یفُقْدِ اَبِیْکَ قَبلَ وِلَادَتِکَ اَوْبَعْدَ ھَا(فاٰوٰی) بِاَنْ ضَمَّکَ اِلٰی عَمِّکَ اَبِیْطَالِبٌ (ص ۶۰۱)

یعنی اے حبیبؐ (استفہام اقراری) یعنی آپ کی حالتِ یتیمی کو ہم نے دیکھا جبکہ آپ کی ولادت سے پہلے یا بعد سایۂ پدری اُٹھ چکا تھا تو (فاٰوٰی) ہم نے اس طرح جگہ عنایت فرمائی کہ آپ کو آپ کے چچا ابوطالبؑ کے گھرانے میں ضم کر دیا۔

ابن عباس

(اَلَمْ یَجِدْ کَ)یَامُحَمَّد یتیماً) بَلا اَبَ وَلاَ اُمَّ (فَاٰوٰی) فَاٰوٰکَ اِلٰی عَمِّکَ اَبِیْطَالِبٌ وَکَفٰی مؤفتِکَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمُ لَعَمْ یَاجِبْرئِیل فَقَالَ جِبْرئِیْلُ نَعَم' (اَیْضًا ص ۲۹۱)

یعنی اے پیارے حبیبؐ! ہم نے دیکھا کہ آپ کے والدین سفر آخرت فرما چکے ہیں' آپؐ کو آپؐ کے چچا ابوطالبؑ کی آغوش عاطفت میں ٹھکانہ دیا۔ اور اس نے حق کفالت کماحقہٗ ادا کیا۔ (حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیغام خداوندی سماعت فرما کر) فرمایا اے جبریلؑ یہ بات درست ہے' حضرت جبریلؑ نے جواباً عرض کیا درست ہے۔

تفہیم القرآن

یعنی تمہیں چھوڑ دینے اور تم سے ناراض ہونے کا کیا سوال؟ ہم تو اس وقت سے تم پر مہربان ہیں جب تم یتیم پیدا ہوئے تھے۔

حضورؐ ابھی بطن مادر ہی میں چھ مہینے کے تھے کہ آپؐ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا اس لئے آپ دنیا میں یتیم ہی کی حیثیت سے تشریف لائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایک دن بھی بے سہارا نہ چھوڑا چھ سال کی عمر تک آپکی والدہ ماجدہ آپ کی پرورش کرتی رہیں ان کی شفقت سے محروم ہوئے تو ۸ سال کی

marfat.com

عمر تک آپ کے جدامجد نے آپ کو اس طرح پالا کہ ان کو نہ صرف آپ سے غیر معمولی محبت تھی بلکہ ان کو (جدامجد) آپ پر فخر تھا اور وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا ایک دن دنیا میں بڑا نام پیدا کرے گا۔ ان کا بھی انتقال ہو گیا تو آپ کے حقیقی چچا ابوطالبؑ نے آپؐ کی کفالت اپنے ذمہ لی اور آپؐ کے ساتھ ایسی محبت کا برتاؤ کیا کہ کوئی باپ بھی اس سے زیادہ نہیں کر سکتا حتیٰ کہ (اعلان) نبوت کے بعد جب ساری قوم آپؐ کی دشمن ہو گئی تھی اس وقت سے دس سال تک وہی آپؐ کی حمایت میں سینہ سپر رہے۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا تفسیری بیان سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہی ہے کہ خداوند کریم نے اپنے محبوب کی کفالت وتربیت اور بعد از نزول وحی جس پناہ گاہ کو پسند فرمایا اسی کا اسم گرامی خواجہ ابوطالبؑ ہے جسے خداوند تعالےٰ نے پسند فرمایا۔ مسلمانوں کے بعض علماء نے پسند نہ کر کے اپنا بیڑہ غرق کیا۔

تفسیر روح المعانی

فَلَمَّا وَصَنَعَتهُ كَانَ فِي حُجرِ جَدِّهٖ مَعَ اُمِّهٖ مَاتَتْ وَهُوَ عليهِ الصَّلوٰةُ وَالسَّلامُ اِبْنُ سِتِّ سِنِيْنَ وَلَمَّا بَلَغَ عَلَيْهِ الصلوٰةُ والسَّلامُ ثَمَانِيْ سِنِيْنَ مَاتَ جَدِّهٖ فَكَفَّلَه' عَمُّهُ الشَّفِيْقُ اَبُوْطَالِبُ بِوَصِيَّةٍ مِنْ اَبِيهِ عَبدُالمُطَّلِبُ وَاَحْسَنُ تَرْ بِيَّةَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ (روح المعانی صفحہ نمبر ۱۵۶ جلد ۱۵)

وَفِيْ كَشَّافِ هُوَ اِبْنُ ثَمَانِيْ سِنِيْنَ فَكَفَّلَه' عَمَّه' وَكَانَ شَدِيْدُ الْاِعْتِنَاءِ ءِ بِاَمْرِهٖ اِلٰى اَنْ بَعَثَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى وَكَانَ يَرىٰ عَنْهُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ صِغْرِهٖ مَالَمْ يَرَ مِنْ صَغِيْرٍ (زیر آیت اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْماً فَاوٰى)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے جدِّ امجد اور والدہ محترمہ کی آغوش میں پروان چڑھتے رہے جب آپ کی عمر مبارک چھ برس ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کا وصال مبارک ہو گیا۔ پھر جب آپؐ کی عمر مبارک آٹھ سال کی ہوئی تو آپؐ اپنے جدِّ امجد سیدنا عبدالمطلبؑ کی وصیت مبارکہ کے مطابق اپنے شفیق اور سگے چچا سیدنا ابوطالبؑ کی آغوشِ کفالت میں تشریف لے آئے۔ چنانچہ حضرت ابوطالبؑ نے آپؐ کی بہترین تربیت فرمائی اور کشاف میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آٹھ برس کی عمر میں عم محترم حضرت ابوطالبؑ کی کفالت میں تشریف لائے تو حضرت ابوطالبؑ آپؐ کے تمام امور میں انتہائی توجہ دینے لگے اور آپؐ کا شدید خیال رکھتے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ حضرت ابوطالبؑ رسول اللہ صلی اللہ

marfat.com

تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے بچپن مبارک ہی کے زمانہ میں آپؐ سے ظہور میں آنیوالی ایسی باتوں کا مشاہدہ فرماتے رہے جو آپؐ نے چھوٹی عمر کے بچوں میں کبھی نہیں دیکھی تھیں۔

قارئین کرام! یہ تمام دلائل و براہین جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت عظمیٰ پر پختہ شہادتیں ہیں۔ اسی طرح خواجہ ابوطالبؑ کی بے نظیر و بے مثال خدمت گاری، نصرت اور پشت پناہی پر ناقابل تردید گواہیاں ہیں۔ کسی بھی نبیؑ یا رسول کا ایسا باوفا ساتھی تا صبح قیامت گنہگاروں میں شمار نہیں ہوسکتا تو پھر سید الانبیاء المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا حواری، کفیل، مربی اور ناصر ضھاح میں کیوں جائے؟ مگر یہ تو اُمت نے اپنے عظیم المرتبت نبیؐ اور رسولؐ کے احسان کا بدلہ دیا ہے۔

تفسیر عزیزی

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماً فَاٰوٰی

حضرت حق تعالیٰ از ابتداء صورت پرورش ایشاں، راچنیں ظاہر فرمود کہ بعد از مردن پدر ایشان را و مادر ایشاں راشفقتے زاید در دل پیدا کرد کہ آں شفقت قائم مقام شفقت پدر شد و در ہر روز و شب مادر وجد ایشاں را کرشمہ ہائے محبوبیت در ایشاں، می نمودند تا عاشق شود در پرورش ایشان، می کوشیدند واز جان ہائے خود عزیز ترمی داشتند وچوں جد ایشاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم قضا کرد عم حقیقی ایشاں را کہ ابوطالبؑ نام داشت سپردہ رفت وبغائیت تاکید وتحریص برخدمت ایشاں نمود۔ ابوطالب بموجب وصیت اودر خدمت ایشاں۔ باقصی الفائیت کشید ودریں بین تربیت معنوی الٰہی از حسن درغائت آداب پنہاں کار خود میکرد تا آں کہ بسر حد بلوغ رسیدند با سجاع اوصاف کمال فخر قوم خود گشتند۔ (تفسیر عزیزی ص ۲۸٦)

امام اہلسنّت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت: اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماً فَاٰوٰی نہایت شرح وبسط کے ساتھ اور انتہائی لطیف انداز میں اس کفالت و پرورش کا تذکرہ فرماتے ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا اور آپؐ کے جدّ امجد سیّدنا حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عم محترم سیّدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی۔

آپ فرماتے ہیں "اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْماً فَاٰوٰی"

یعنی آپؐ کو یتیم پایا اور پھر جگہ دی۔ اس نعت کا بیان یہ ہے کہ حضرت آمنہؑ کے دُرِّ یتیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ابھی بطن مادر سلام اللہ علیہا میں ہی تھے کہ آپؐ کے والد محترم حضرت

marfat.com

عبداللہؓ کا وصال مبارک ہوگیا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت مبارک ہوئی اور ابھی آپؐ تقریباً چھ برس کے ہوئے تھے کہ آپؐ کی والدہ مکرمہ سیدہ آمنہ صلوٰۃ اللہ علیہا وسلامہ کا انتقال ہوگیا اور پھر اس واقعہ کو صرف دوسال کا عرصہ گزرا تھا کہ آپؐ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلبؓ کا وصال مبارک ہوگیا اور آپؐ کو والدِ مکرم والدہ محترمہ جدِ امجد کے یکے بعد دیگرے داغِ مفارقت دے جانے کی وجہ سے تین قسم کی یتیمی حاصل ہوئی اس صورت میں یہ اندیشہ تھا کہ اگر اس دُرِ یتیم کی پرورش و کفالت اور حفاظت ٹھیک طور پر نہ ہوئی تو اس کی آب وتاب متاثر ہوگی۔ چنانچہ اللہ تبارک تعالیٰ جل جلالہٗ الکریم نے ابتداء ہی سے آپؐ کی پرورش و کفالت کا یہ اہتمام فرمادیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد ماجد سلام اللہ علیہ کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کیوجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہؓ اور آپؐ کے جدِ امجد سیدنا عبدالمطلبؓ کے دلوں میں آپؐ کی محبت اس قدر بڑھادی کہ شفقتِ پدری کانعم البدل ہوگئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ محترمہ اور دادا جان کو آپؐ کی شانِ محبوبی اور حسن دلبری کے کرشمے ایسے ایسے دکھاتا ہے کہ وہ آپؐ پر عاشق ہوکر عاشقوں کی طرح آپؐ کی پرورش وحفاظت میں پوری پوری کوشش اور سعی کرتے۔ حتی کہ آپؐ کو اپنی جان سے بھی عزیز رکھتے۔

پھر جب آپؐ کے جدِ امجد حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہہ کا وقتِ وفات آیا تو آپؐ نے اپنے بیٹے جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچا تھے کو بلا کر وصیت کی اور آپؐ کو ان کے سپرد کرتے ہوئے نہایت تاکید فرمائی کہ آپ کی خدمت وحفاظت میں ہرگز کوتاہی نہ کرنا۔

چنانچہ حضرت ابوطالبؓ والدِ محترم کی وصیت کے مطابق آپ کی حفاظت اور خدمت گزاری پر ہمہ وقت کمربستہ اور سرگرم رہے حضرت ابوطالبؓ کی اس کفالت کے دوران ہی تعلیمات الٰہیہ پوشیدہ طور پر آپ کی باطنی تربیت یعنی نیک اخلاق سکھانے اور پسندیدہ آداب بتانے میں اپنا فریضہ سرانجام دیتی رہیں، یعنی آپ کا چال چلن اور کردار معظم ہر ایک کے دل کو اچھا لگتا۔ حتی کہ آپ حدِ بلوغت کو پہنچ گئے۔

وَوَجَدَکَ ضَالًّا فَهَدٰی

ضلال کا مفہوم

مراد از ''ضلال'' محبت و مرتبہ عشق است' چنانچہ پسران حضرت یعقوب علیہ السلام فرطِ عشق ایشاں را با حضرت یوسف با ایں لفظ تعبیر کردہ اند کہ ''اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ''

marfat.com

آن ہمیں قماش است سخنان اہل تفسیر دریں جا' ایں قدر بالیقین باید دانست کہ انبیاؑ قبل از بعثت نیز از ضلال وکفر اصلی وطبعی معصوم ومحفوظ اند بلکہ از معاصی نیز بہ تعمد ' وَوَجَدَکَ ضَالًّا فَھَدٰی کی تفسیر کرتے ہوئے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ضلال کے معنی محبت اور عشق کا ایک خاص مرتبہ ہے ۔چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے باپ کے اس کمال ترین عشق ومحبت کو جو انہیں اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام سے تھا ان الفاظ میں بیان کیا ہے "اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ" اس کے معنی ہیں کہ یقیناً آپ "ضلال قدیم" یعنی اپنے اسی پہلے عشق ومحبت میں مستغرق ہیں۔

مفسرین کرام نے ایسا ہی بیان کیا ہے۔ یہاں اس قدر یہ ضرور سمجھ لیں کہ تمام انبیاء کرام علیہ السلام ظاہر طور پر "حصولِ نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد بھی اصلی وطبعی کفر وضلالت سے پاک اور معصوم ومحفوظ ہیں بلکہ دانستہ یا نادانستہ ہر قسم کا گناہ کرنے سے بھی پاک ہیں۔

"وَوَجَدَکَ عَائِلًا فَاَغْنٰی" یعنی آپ کو دُینوی مال ومتاع سے الگ تھلگ دیکھا تو مال و دولت دے کر غنی اور بے پرواہ کر دیا۔

بیان ایں نعمت آں است کہ اوّل آں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم را بمال جد خود مستغنی ساختند کہ او ایشاں را بہتر وعزیز تر از جمیع فرزندانِ خود فہمیدہ پرورش می کرد۔

بعد ازاں بمال ابوطالبؑ کہ او نیز بموجب وصیت پدر ایشاں' را بر اولا خود مقدم می داشت بعد ازاں چوں بست ۲۰ وپنج سالہ شدند۔ حضرت خدیجہؓ را کہ خیلے مالدار بودند در نکاح' آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدند وآں قدر مصروفِ محبت وخدمت ایشاں' گردانیدند کہ تمام مالِ خود را از نقد وجنس پیش ایشاں' گزاشتند ورؤسائے قریش را طلبید داشتہ شاہد کردند کہ ایں ہمہ مال مالِ ایں شخص است اگر خواہد ہمیں دم اور اتقسیم کند' (تفسیر عزیزی ص ۲۸۸ جلد ۲)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اس آیت کی تفسیر فرماتے ہیں کہ یہ وہ نعمت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے تو ان کے دادا حضرت عبدالمطلبؓ کے مال کی بدولت مستغنی فرمایا کہ وہ اپنے سب بیٹوں سے آپؐ کو بہتر اور عزیز جان کر پرورش کرتے تھے۔ اس کے بعد ابوطالبؑ کی دولت سے غنی فرمایا وہ بھی آپؐ کو اپنے والد محترم کی وصیت کے مطابق انتہائی عزیز رکھتے تھے' حتیٰ کہ اپنی اولاد کو بھی آپؐ پر ترجیح نہ دیتے تھے۔ پھر جب آپؐ کی عمر مبارک پچیس سال ہوئی تو آپؐ کا نکاح مبارک سیدہ خدیجۃ الکبریٰ علیہا السلام سے ہو گیا۔ آپؐ صاحبِ حیثیت اور مالدار خاتون تھیں' آپؐ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری اور باطنی حُسن کی اس قدر گرویدہ تھیں کہ اپنا سب مال ودولت آپؐ کے قدموں پر نچھاور کر دیا' بلکہ رؤسائے قریش کو بُلا کر ان کی موجودگی

marfat.com

میں اعلان فرمایا کہ میرے تمام مال ومنال کے مالک ومختار میرے شوہر نامدار حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ وہ اگر چاہیں تو ابھی تقسیم کردیں۔

قارئین کرام:۔ تفسیر عزیزی کے مندرجہ بالا بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ خواجہ ابوطالبؑ کا انتخاب برائے کفالت وتربیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اگرچہ رئیس مکہ حضرت عبدالمطلبؑ نے فرمایا تھا مگر اس انتخاب میں اصل ارادۂ ایزدی تھا جبھی تو خداوند تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ کو اپنی پناہ میں لے لیا۔ تمام مفسرین نے اس پناہ سے آغوش ابوطالبؑ مراد لی ہے۔ خواجہ ابوطالبؑ کے فعل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے منسوب فرمایا ہے۔ اب بخوبی معلوم ہوجانا چاہیے کہ مقامِ ابوطالبؑ کیا ہے؟

ع۔ ملاں کی اذاں اور مجاهد کی اذاں اور''

ضیاء القرآن

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تو اس بات پر از حد حریص تھے کہ سب لوگ اسلام کے اس چشمۂ فیض سے سیراب ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سارے بندے اس بارگاہ میں سر نیاز جھکائیں اور اپنے اہل شہر، اپنے قبیلے، اپنے رشتہ داروں کے متعلق حضور کریم کی انتہائی دلی آرزو ہوگی کہ ان میں سے کوئی بھی نعمت ایمان سے محروم نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں، اے حبیب! ہدایت بخشنا تیرا کام نہیں ہے کہ تو جس کو چاہے ہماری مرضی نہ ہو تو بھی اس کو ہدایت دیدے کیونکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ کون اس قابل ہے کہ اس کے دل میں ایمان کی شمع فروزاں کی جائے۔ کس میں اس نعمت جلیلہ کو قبول کرنے کی استعداد ہے اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضورؐ کے چچا ابوطالبؑ کا آخری وقت آپہنچا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جاکر کہا کہ چچا تم صرف اتنا کہ دو لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تا کہ میں اپنے رب سے تیری شفاعت کرسکوں۔ لیکن انہوں نے ایسا کہنے سے انکار کردیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی حضرت عباسؓ سے یہ بات بھی مروی ہے کہ آخری وقت میں حضرت ابوطالبؑ کے ہونٹ ہل رہے تھے حضرت عباسؓ نے کان لگا کر سنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب پوچھا کہ کیا کہہ رہے تھے تو آپ نے جواباً عرض کیا کہ وہی کہہ رہے تھے جس کا آپ نے ان سے مطالبہ فرمایا۔ (سیرت ابن ہشام)

لیکن اگر کسی کے نزدیک دوسری روایتیں اس ہدایت سے زیادہ قابل اعتبار ہوں تب بھی اسے آپ کے حق میں کوئی ناشائستہ بات لکھنے سے احتراز کرنا چاہیے، آپ کی بے نظیر خدمات کا یہ معاوضہ ہماری طرف سے نہیں دیا جانا چاہیے کہ ہم منبروں پر کھڑے ہوکر اپنا زور بیاں ان کو کافر ثابت کرنے اور ان کو کافر کہنے اور کہتے چلے جانے پر ہی صرف کرتے رہیں۔ اس سے بڑھ کر ناشکری اور

marfat.com

احسان فراموشی کی کوئی مثال نہیں۔

جدِّ امجد کے بعد چچا محترم

عمر کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، ملاحظہ ہو۔

آپؑ کی عمر اس وقت ایک سو چالیس سال اور دوسری روائیت کے مطابق ایک سو دس سال تھی آپ کو حجون میں جدِّ اعلےٰ قصیٰ کی قبر کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔ آپؑ کی وفات پر کئی دن تک بازار بند رہے اور منڈیوں میں کاروبار معطل رہا۔ آپ کی چھ بیٹیاں تھیں ہر ایک نے اپنے عظیم باپ کی وفات پر مرثیئے لکھے جن میں آپؑ کی محامد کمالات کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے عمیق حزن و ملال کا اظہار کیا جب آپؑ کا جنازہ اٹھا تو لوگوں نے آپؑ کے آٹھ سالہ کم سن پوتے کو بھی دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں آنسو رواں تھے۔

حضرت عبد المطلبؑ کی وصیت کے مطابق سرور عالمؐ کی نگہداشت کی سعادت حضرت ابوطالبؑ کے حصہ میں آئی۔ آپؑ کی مالی حالت اچھی نہ تھی لیکن اس کے باوجود آپؑ نے خدمت گزاری کا حق ادا کر دیا۔ آپؑ اپنے بچوں سے بھی زیادہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلِہٖ وسلم سے پیار کرتے ایک لمحہ کے لیئے بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے رات کو سوتے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلِہٖ وسلمؐ کو اپنے پہلو میں لٹاتے' کھانے کا وقت ہوتا تو اس وقت تک دستر خوان نہ چنا جاتا جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلِہٖ وسلم تشریف نہ لاتے۔ اگر موجود نہ ہوتے تو اپنے کسی بچے کو بھیجتے تا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلِہٖ وسلم کو ڈھونڈ کر لے آئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلِہٖ وسلم کے آنے کے بعد کھانا شروع کیا جاتا۔ اپنے چچا کے دستر خوان پر جب شریک ہوتے تو اس کی برکتیں بھی ظہور پذیر ہوتیں۔ اگر آپؑ کے بچے کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلِہٖ وسلم کے بغیر کھانا کھاتے تو کھانا پورا نہ ہوتا اور بھوکے اُٹھ آتے لیکن جب حضورؐ تشریف فرما ہوتے تو سارے خوب سیر ہو کر کھاتے اور کھانا بچ بھی جاتا یہ دیکھ کر حضرت ابوطالبؑ کہتے' اِنَکَ لَمُبَارَکٌ'' اے میرے بیٹے تو بڑا بابرکت ہے۔ عام بچے بیدار ہوتے تو ان کے بال بکھرے ہوئے آنکھیں چپکی ہوئی چہرے زردی مائل کملائے ہوئے ہوتے لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلِہٖ وسلم جب صبح بیدار ہوتے تو ہشاش بشاش چہرہ آئینے کی طرح صاف ہوتا۔ آنکھیں سرمگیں اور موئے مبارک جیسے کسی نے تیل ڈال کر کنگھی کر دی ہو۔ اُمِ ایمن کہتی ہیں کہ میں نے کبھی بچپن میں عام بچوں کی طرح حضورؐ کو بھوک کی شکایت کرتے نہیں سنا۔

حضرت ابوطالبؑ کے بیٹھنے کے لیئے گدا بچھایا جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلِہٖ وسلم تشریف لے جاتے تو بے درنگ اس پر بیٹھ جاتے ابوطالبؑ کہتے اِنَکَ لَمُبَارَکٌ' میرے بھتیجے کا

marfat.com

حال عظیم مستقبل کی غمازی کرتا ہے' اسی زمانے میں عرب کے نامور قیافہ شناس گاہے گاہے مکہ مکرمہ آیا کرتے اور جب بھی ان میں سے کوئی وہاں آتا تو لوگ اپنے بچوں کو اس کے پاس لے جاتے اور ان کے مستقبل کے بارے میں ان کی رائے معلوم کرتے اس قسم کے متعدد واقعات میں سے چند واقعات ہدیہ قارئین ہیں۔

مکہ مکرمہ میں ایک قیافہ شناس کی آمد

بنی ازد کا ایک خاندان ''لہب'' ہے جو قیافہ شناسی میں بڑی شہرت رکھتا تھا۔ اس کا ایک ماہر قیافہ شناس جب کبھی مکہ مکرمہ آیا کرتا لوگ اپنے بچوں کو اس کے پاس لے جاتے تا کہ ان کے مستقبل کے بارے میں اپنے علم قیافہ کی مدد سے انہیں کچھ بتائے ایک دفعہ جب وہ مکہ آیا تو حضرت ابو طالبؑ حضورؐ کو بھی لے کر اس کے پاس گئے اس نے ایک مرتبہ دیکھا پھر دوسرے بچوں کو دیکھنے میں مصروف ہوگیا۔ جب فارغ ہوا تو کہنے لگا! ابھی ابھی میں نے ایک بچے کو دیکھا تھا وہ کہاں ہے اسے میرے پاس لاؤ۔ حضرت ابو طالبؑ نے جب حضورؐ کے بارے میں اس کی شدید حرص کو دیکھا تو آپؐ کو چھپا دیا وہ بار بار اصرار کرتا وہ بچہ میرے پاس لاؤ۔ وہ بچہ مجھے دکھاؤ۔ بخدا اس کی شان بڑی بلند ہوگی۔

''فَوَاللّٰہِ لَیَکُوْنَنَّ لَہٗ شان''، لیکن حضرت ابو طالبؑ حضورؐ کو لے کر چلے گئے پھر اس کے اصرار کے باوجود اسے نہیں دکھایا'' (مختلف کتب تواریخ)

قارئین کرام! مندرجہ بالا حالات میں بہت سے رموز و نکات ہیں۔ ہمیں اتنا عرض کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت عظمیٰ کو جس ظرف میں بھی رکھا وہی مقدس اور مطاہر' جس مقام پر رکھا وہی مبارک' ظاہری عمر کے اوائل ہی سے یتیمی کی دنیا ملی۔ پھر خدا کی یہ مقدس امانت اپنے جدامجد رئیس قریش سردار مکہ حضرت عبدالمطلبؑ کے دامنِ عاطفت میں آئی۔ دادا حضور کے وصال کے بعد حسب وصیت خواجہ ابو طالبؑ اس نعمت و امانت کے امین منتخب ہوئے۔ یہ ایسی موزوں اور مامون پناہ تھی کہ قادر مطلق نے اپنے مقدس کلام میں اس کا تعارف فرمایا کہ حبیب آپ یتیم تھے ہم نے آپ کو اپنی پناہ میں جگہ دی۔ پناہ کیا تھی' آغوش ابو طالبؑ۔ وہی ابو طالبؑ جن کی رفاقت و نصرت کی بدولت دین متین کی اشاعت و تبلیغ ہوئی۔ وہی ابو طالبؑ جنھوں نے شجرِ اسلام کی آبیاری کی' وہی ابو طالبؑ جن کی قربانیوں سے محسن انسانیت کے بازو مبارک مضبوط رہے' وہی ابو طالبؑ جن کے آہنی ارادوں اور کارگزاریوں سے کفار و مشرکین جمیعت کے باوجود لرزہ براندام تھے۔ وہی ابو طالبؑ جن کی حکمت عملی سے کفار کی نیندیں حرام تھیں۔ وہی ابو طالبؑ جو گلشنِ رسالت کے لیے حفاظتی دیوار کا درجہ رکھتے تھے وہی ابو طالبؑ جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے شفیق چچا اور کفیل تھے وہی ابو طالبؑ جو مولائے کائنات اور

marfat.com

سید الشہدا حضرت جعفر طیارؓ حضرت عقیلؓ کے محترم والد تھے وہی ابو طالبؑ جو حضرات حسنین کریمین اور زینبؑ و امّ کلثومؑ کے جدِ امجد تھے کیا یہ وہی ابو طالبؑ نہیں جو شہدائے کربلا علیہم السلام، شہدائے شیراز اور شہدائے فخ کے مورث اعلیٰ ہیں۔

صحابہ کرام میں یہ فضیلت کس کو نصیب ہوئی سینکڑوں ہزاروں شہیدوں کا ایک دادا ہو' ھاتُوا بُرھانکُمْ اِنْ کُنتُمْ صادِقِینَ۔ اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔ وَاِنْ لَمْ تفعَلُوا وَ لَنْ تفعَلُوا اور اگر دلیل نہ پیش کر سکو اور ہرگز پیش نہ کر سکو گے۔ پس جہنم سے ڈرو۔

خواجہ ابو طالبؑ کی فکر نہ کرو اپنا مقام دیکھو ان کی جن سے محبت تھی وہ جانیں۔ تم بھی اپنا دوست ساتھ ہی پاؤ گے۔ فیصلے کیلئے اللہ تعالیٰ کافی ہے وہی ہر آدمی کو اس کا پسندیدہ مقام دیگا۔

آغوشِ ابو طالبؑ

دوسرے مؤرخین کی طرح علامہ شبلی نعمانی نے بھی لکھا ہے کہ حضرت عبد المطلبؑ کے دس بیٹے مختلف ازواج سے تھے۔ ان میں سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد حضرت عبداللہ اور حضرت ابو طالبؑ ماں جائے بھائی تھے اس لئے عبد المطلبؑ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ابو طالبؑ ہی کی آغوش تربیت میں دیا۔ ابو طالبؑ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس قدر محبت رکھتے تھے کہ آپؐ کے مقابلہ میں اپنے بیٹوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ سوتے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو ساتھ لے کر سوتے اور باہر جاتے تو ساتھ لے کر جاتے کچھ آگے چل کر شبلی نے وہی کچھ لکھا ہے جو امام بخاری کے کھلیان سے حاصل کیا۔ لیکن آگے لکھا ہے محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روائیت چنداں قابل حجت نہیں کہ آخیر راوی مسیب ہیں' جو فتح مکہ میں اسلام لائے اور ابو طالبؑ کی وفات کے وقت موجود نہ تھے۔ اسی بناء پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ روائت مرسل ہے'' روائت میں عباس بن عبداللہ بن سعید اور حضرت عبداللہؓ بن عباس ہیں۔ یہ دونوں ثقہ ہیں لیکن بیچ کا ایک راوی یہاں بھی رہ گیا ہے اس بناء پر دونوں روایتوں کے درجہ اسناد میں چنداں فرق نہیں۔ (یعنی دونوں روایتیں کمزور ہیں)

ابو طالبؑ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے جو جاں نثاریاں کیں' اس سے کون انکار کر سکتا ہے وہ اپنے جگر گوشوں تک کو آپؐ پر نثار کرتے تھے آپؐ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنالیا۔ آپؐ کی خاطر محصور ہوئے' فاقے اٹھائے شہر سے نکالے گئے' تین تین برس تک آب و دانہ بند رہا۔

marfat.com

مشاہدات ابو طالبؑ

رُوِیَ اَنَّہ یَوماً لِاَخِیہِ العَبَّاس اَلاَخبِرُکَ عَنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ بِماَ رَایتَ مِنہُ فَقَالَ بَلٰی قَالَ اِنِّی ضَمَّمۃُ اِلَیَّ فَکُنتُ لَااُفَارِقُہ سَاعَۃً مِنْ لَیل وَلاَ نَھار وَلَمْ اُتمِنْ عَلَیْہِ اَحَدًا حَتّٰی اِنِّیْ کُنتُ اَنُوَمَہٗ فِیْ فِرَاشِیْ فَاَمَرْتُہٗ لَیْلَۃً اَنْ یَخلَعُ ثِیَابَہٗ وَیَنامُ مَعِي فَرَأَیْتُ اَلْکَرَاھِیَۃَ فِیْ وَجْھِہٖ وَکَرِہَ اَنْ یُخَالِفَنِي فَقَالَ یَا عَمَّاہُ اُصرِفْ وَجْھَکَ عَنِّیْ حَتّٰی اَخلَعَ ثِیَابِیْ اِنِّیْ لاَ اُحِبُّ اَن تَنظُرَ اِلٰی جَسَدِیْ فَتَعَجَّبُ مِنْ قَوْلِہٖ وَصَرَفْتُ بَصَرِیْ حَتّٰی دَخَلَ اَلْفِرَاشَ فَلَمَّا دَخَلْتُ مَعَہُ الفِرَاشَ اِذَا بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ ثَوْب" وَاللّٰہِ مَا اَدْخَلْتُہٗ فِیْ فِرَاشِیْ فَاِذَا ھُوَفِیْ غَایَۃِلِّلینِ وَطَیِّبُ الرَّائِحَۃُ کَانَّہٗ غَمِسُ فِیْ اَلْمُسکِ مَھْدتَ لَا نَظُرُ اِلٰی جَسَدِہٖ فَمَا کُنتُ اَمرِيْ شَیْاءً وَکَثِیراً مَا اَفقَدَہٗ مِنْ فِرَاشِیْ (روح المعانی ص ۱۸۶ جلد ۱۵)

روایت آئی ہے کہ ایک دن حضرت ابو طالبؑ نے اپنے بھائی حضرت عباسؓ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے کن امور کا مشاہدہ کیا ہے؟

حضرت عباسؓ نے فرمایا! "ہاں فرمایئے"

حضرت ابو طالبؑ نے فرمایا! کہ آپ ہمیشہ میری آغوش میں رہتے ہیں دن ہو یا رات' میں آپ کو کسی بھی وقت ہرگز علیحدہ نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ ایک رات آپؐ میرے ساتھ سونے لگے میں نے آپ کو قمیض اتار دینے کیلئے کہا تو آپؐ کے چہرے پر کراہت و ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہو گئے۔ پھر آپؐ نے میری مخالف سمت میں ہو کر ارشاد فرمایا! چچا جان' چہرہ دوسری طرف کر لیں بعد میں کپڑا اُتار دوں گا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی میرے برہنہ جسم کو دیکھے۔ آپؐ کا یہ ارشاد سن کر میں سخت حیران ہوا۔ اپنی نگاہوں کو دوسری جانب پھیر لیا لیکن مزید تعجب خیز بات یہ ہے کہ جب آپ کپڑا اُتار کر میرے ساتھ لیٹے تو میں نے دیکھا کہ میرے اور آپؐ کے درمیان اُسی طرح کپڑا حائل ہے۔

سبحان اللہ! رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی کس کس شان و عظمت کا ذکر کیا جائے۔ کائنات کی ہر چیز مل کر ابد الآباد نعت گوئی و نعت خوانی کرتی رہے تو سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاؤں مبارک پر پڑنے والی گرد کے ایک ذرہ کی تعریف ناممکن ہے تو شہنشاہ انبیاء و مرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے مثال ناصر و غمگسار کی شان و عظمت کون بیان کر سکتا ہے۔

❀❀❀

marfat.com

خواجہ ابو طالبؑ اور تاریخی تاثرات

حضرت عبدالمطلبؑ کی وصیت کے مطابق سرورِ عالمؐ کی نگہداشت کی سعادت حضرت ابو طالبؑ کے حصہ میں آئی۔ آپؑ کی مالی حالت اچھی نہ تھی لیکن اس کے باوجود آپؑ نے خدمت گزاری کا حق ادا کر دیا۔ آپؑ اپنے بچوں سے بھی زیادہ حضورؐ سے پیار کرتے ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے' رات کو سوتے تو حضورؐ کو اپنے پہلو میں لٹاتے' کھانے کا وقت ہوتا تو اس وقت تک دسترخوان نہ چنا جاتا جب تک حضورؐ تشریف نہ لاتے۔ اگر حضورؐ موجود نہ ہوتے تو اپنے کسی بچے کو بھیجتے تاکہ حضورؐ کو ڈھونڈ کر لے آئیں۔ حضورؐ کے آنے کے بعد کھانا شروع کیا جاتا اپنے چچا کے دسترخوان پر جب شریک ہوتے تو اس کی برکتیں بھی ظہور پذیر ہوتیں۔ اگر آپؑ کے بچے بھی حضورؐ کے بغیر کھانا کھاتے تو کھانا پورا نہ ہوتا اور بھوکے اٹھ آتے لیکن جب حضورؐ تشریف فرما ہوتے تو سارے خوب سیر ہو کر کھاتے اور کھانا بھی بچ جاتا یہ دیکھ کر حضرت ابو طالبؑ کہتے "اِنَّکَ لَمُبَارَکٌ" اے میرے بیٹے! تو بڑا بابرکت ہے"

عام بچے بیدار ہوتے تو ان کے بال بکھرے ہوئے آنکھیں چپکی ہوئی' چہرے زردی مائل کملائے ہوئے ہوتے لیکن حضورؐ جب صبح بیدار ہوتے تو ہشاش بشاش چہرہ آئینہ کی طرح صاف ہوتا۔ آنکھیں سرگیں اور موئے مبارک جیسے کسی نے تیل ڈال کر کنگھی کر دی ہو۔ امِ ایمنؓ کہتی ہیں کہ میں نے کبھی بچپن میں بھی عام بچوں کی طرح حضورؐ کو بھوک کی شکائیت کرتے نہیں سنا۔

حضرت ابو طالبؑ کے بیٹھنے کے لئے گدا بچھایا جاتا تھا حضورؐ تشریف لے جاتے تو بے درنگ اس پر بیٹھ جاتے۔

حضرت ابو طالبؑ کہتے "اِنَّکَ لَمُبَارَکٌ" "آپؐ بہت بابرکت ہیں میرے بھتیجے کا حال عظیم مستقبل کی غمازی کرتا ہے۔

سَفرِ شام

جب رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر بارہ ۱۲ سال کے قریب پہنچی تو حضرت ابو طالبؑ نے اپنے تجارتی مقاصد کے لئے شام کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ علامہ ابن خلدون نے عمر کے بارے میں تیرہ ۱۳ سال اور سترہ ۱۷ سال کے دو قول لکھے ہیں۔

جب آپؐ روانہ ہونے لگے تو رحمتِ عالمؐ نے اپنے چچا کے اونٹ کی نکیل پکڑی اور اصرار کیا

marfat.com

کہ وہ حضورؐ کو بھی اپنے ہمراہ لے جائیں۔ مَسَکَ بِزِمَامِ نَاقَةِ اَبِیْ طَالِبٍ وَقَالَ یَا عَمِّ اِلٰی مَنْ تَکِلُنِیْ لَا اَبَ لِیْ وَلَا اُمَّ۔

''حضورؐ نے آپ کی اُونٹنی کی مہار پکڑ لی اور فرمایا اے میرے چچا! آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں۔ میرا نہ باپ ہے نہ ماں''

چنانچہ ابوطالبؑ آپؐ کو ساتھ لے جانے پر تیار ہوگئے اور آپؐ کو اُونٹنی پر اپنے ساتھ سوار کر لیا کئی دنوں کی مسافت کے بعد جب یہ قافلہ ''بُصریٰ'' پہنچا تو وہاں عیسائی راہبوں کی ایک خانقاہ کے نواح میں شب بسری کے لئے قیام کیا' اس خانقاہ میں ایک عیسائی راہب عرصہ دراز سے سکونت پذیر تھا۔ اس کا نام جرجیس تھا لیکن بحیریٰ کے نام سے مشہور تھا۔ بحیریٰ سریانی لفظ ہے اس کا معنی عبقری اور نابغہ ہے یعنی از حد دانشمند اور علامۂ روزگار' کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کو جو خصوصی علوم عطا کئے گئے تھے وہ نسلاً بعد نسلاً چلے آتے تھے اور اس زمانہ میں ان علوم کا امین یہی بحیریٰ راہب تھا قریش کے تجارتی کاروان ہمیشہ اسی راستہ سے گزرا کرتے تھے لیکن اس نے کبھی ان کی پرواہ نہیں کی تھی وہ ان سے گفتگو کرنے کا روادار بھی نہ تھا لیکن اس دفعہ جب یہ قافلہ اس کی وادی میں داخل ہوا تو اس نے اپنی خانقاہ سے دیکھا کہ ایک نوخیز بچے پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ فگن ہے وہ بچہ جدھر جاتا ہے بادل کا ٹکڑا اس کے ساتھ ساتھ جاتا ہے پھر اس نے اس امر کا بھی مشاہدہ کیا کہ جب یہ قافلہ ایک درخت کے سایۂ میں اترا یہ بچہ جب وہاں پہنچا تو درخت کے سایہ میں کوئی جگہ نہ رہی تھی اس لئے مجمع سے باہر ہی وہ بچہ دھوپ میں بیٹھ گیا اور درخت نے فوراً جھک کر اپنا سایۂ اس بچہ پر پھیلا دیا۔ بحیریٰ نے جب اپنی خانقاہ کے دریچہ سے یہ منظر دیکھا اسے خیال آیا کہ جس نبی صادق وامین کے ہم منتظر ہیں اور جس کی علامات ہماری کتب میں مرقوم ہیں کہیں یہ جوان وہی تو نہیں' اسے قریب سے دیکھنا چاہئے تا کہ ان کی نشانیوں کے بارے میں پورا وثوق ہو جائے اس نے اس کے لئے یہی تجویز مناسب سمجھی کہ سارے قافلہ کی ضیافت کی جائے وہ نوجوان بھی آئے گا اسے قریب سے دیکھ کر دل کو مطمئن کر لوں گا۔ چنانچہ خلافِ معمول وہ اپنی خانقاہ سے نکل کر ان قافلہ والوں کے پاس آیا اور کہا آج آپ کے قافلہ کے تمام افراد کو میں دعوت دیتا ہوں کہ آج ماحضر میرے ہاں تناول فرمائیں اس کے بعد اس طرزِ عمل سے سارا قافلہ سراپا حیرت بنا ہوا تھا۔ آخر ایک شخص سے نہ رہا گیا اور اس نے پوچھ ہی لیا کہ اے بحیریٰ! آپ کے طرزِ عمل نے ہمیں حیران کر دیا ہے پہلے بھی ہم یہاں سے بارہا گزرے ہیں لیکن آپ نے ہماری طرف کبھی توجہ تک نہ کی اس دفعہ آپ خلافِ معمول اپنی خانقاہ سے چل کر ہمارے پاس آئے اور ہمیں کھانے کی دعوت دے کر ہماری عزت افزائی فرمائی آپ کے طریقہ کار میں یہ بین تفاوت کیوں؟

marfat.com

بحیریٰ نے بات کو ٹالتے ہوئے کہا کہ بے شک آپ درست کہہ رہے ہیں لیکن آخر کار آپ ہمارے مہمان ہیں اپنے مہمانوں کی عزت کرنا اور ان کی ضیافت کا شرف حاصل کرنا ہمارا فرض ہے جب مقررہ وقت آیا تو قافلے کے سارے افراد بحیریٰ کے ہاں گئے اس نے بڑے اہتمام سے ان کا خیر مقدم کیا لیکن جس جانِ عالم کے لئے وہ بڑی بے تابی سے اپنی آنکھیں فرش راہ کئے ہوئے تھا وہ کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے پوچھا آپ میں سے کوئی رہ تو نہیں گیا۔ انہوں نے بتایا کہ تمام لوگ آ گئے ہیں صرف ایک بچہ پیچھے رہ گیا ہے اسے ہم اپنے خیموں اور اونٹوں کی حفاظت کے لئے چھوڑ آئے ہیں۔ اس نے اصرار کیا کہ اسے بھی ضرور بلاؤ اس قافلے کا کوئی بھی فرد خواہ چھوٹا ہو بڑا غلام ہو یا آزاد پیچھے نہ رہے۔ چنانچہ آپ کے چچا حارث بن عبدالمطلبؓ گئے اور حضورؐ کو بلا کر لے آئے اس پیکر نور و سعادت کے آنے پر بحیریٰ کے دل بے قرار کو قرار آ گیا اور وہ حضورؐ کو پہچاننے کے لئے ٹکٹکی باندھ کر رُخِ انور کو دیکھنے میں محو ہو گیا جب قافلے والے کھانے سے فارغ ہوئے تو اس نے سب کو رخصت کر دیا اور خود حضورؐ کے قریب آیا اور آزمانے کے لئے کہنے لگا۔

اَسْئَلُکَ بِحَقِّ اللَّاتِ وَالْعُزّٰی اِلَّا مَا اَخْبَرْتَنِیْ عَمَّا اَسْئَلُکَ عَنْہُ۔

''میں تم سے لات وعزیٰ کے حق کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ جس بارے میں آپؐ سے پوچھوں آپ مجھے اس کا جواب دیں''

اس نے حضورؐ کو آزمانے کے لئے لات وعزیٰ کی قسم کھائی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا!

لَا تَسْئَلْنِیْ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی شَیْئاً فَوَاللّٰہِ مَا اَبْغَضُ شَیْئاً قَطُّ بُغْضَھَا۔

''مجھ سے لات وعزیٰ کے واسطہ سے کوئی بات مت پوچھو، بخدا جتنی مجھے ان سے نفرت ہے اتنی اور کسی چیز سے نہیں''۔

بحیریٰ نے کہا!

فَبِاللّٰہِ اِلَّا مَا اَخْبَرْتَنِیْ عَمَّا اَسْئَلُکَ عَنْہُ۔

''تو میں اللہ کے واسطہ سے عرض کرتا ہوں کہ جو میں آپؐ سے پوچھوں اس کا جواب آپ مجھے مرحمت فرمائیں''۔

فَقَالَ لَہٗ سَلْنِیْ مَا بَدَالَکَ۔

''حضورؐ نے فرمایا اب جو تمہارا جی چاہے پوچھو میں اس کا صحیح صحیح جواب دوں گا''۔

وہ حضورؐ سے آپؐ کی نیند، بیداری وغیرہ کی کیفیات کے بارے میں دریافت کرتا رہا۔ حضورؐ جواب ارشاد فرماتے رہے۔ حضورؐ جو حالات اسے بتاتے اس سے ان صفات کی تصدیق ہوتی جاتی تھی

marfat.com

جو نبی آخر الزمان کے بارے میں اس کے پاس تھیں۔ آخر میں اس نے پشتِ مبارک سے کپڑا اُٹھایا وہاں اس نے خاتم النبوّت کو بعینہٖ اس صورت میں دیکھا جو اس کے پاس تھی۔ بے ساختہ اس نے جھک کر ختم نبوۃ کو چوم لیا جن قافلہ والوں نے یہ منظر دیکھا وہ کہنے لگے کہ اس راہب کے دل میں محمدؐ معصوم کی بڑی قدر و منزلت ہے جب بحیریٰ اس سے فارغ ہوا تو حضرت ابوطالبؑ کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا۔ ما هٰذَا الْغُلَامُ مِنْکَ؟

''اس بچے کا آپ سے کیا رشتہ ہے؟ آپؑ نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ بحیریٰ نے کہا!

مَا هُوَ ابْنُکَ وَمَا يَنْبَغِي لِهٰذَا الْغُلَامِ اِنْ تَكُوْنَ اَبُوْهُ حَيًّا۔ ''یہ آپ کا بیٹا نہیں ہے اور نہ اس کا باپ زندہ موجود ہو سکتا ہے''۔

حضرت ابوطالبؑ نے کہا!''یہ میرا بھتیجا ہے''

اس نے پوچھا!''ان کا باپ کہاں ہے؟''

آپؑ نے فرمایا!''مَاتَ وَاُمُّهٗ حُبْلٰى'' کہ ان کا انتقال ہو گیا جبکہ ابھی یہ شکم مادر میں تھے''

اس نے کہا!''اب آپؑ نے سچی بات کہی ہے پھر ان کی ماں کہاں ہے؟'' آپؑ نے بتایا کہ تھوڑی مدت گزری وہ بھی انتقال کر گئی ہیں۔ پھر اس نے حضرت ابوطالبؑ کو کہا کہ آپؑ اپنے بھتیجے کو لے کر وطن واپس لوٹ جائیں اور یہودیوں سے ہر وقت ہوشیار رہیں اگر انہوں نے دیکھ لیا اور ان کو ان حالات کا علم ہو گیا جن کا مجھے علم ہوا ہے تو وہ انہیں ضرر پہنچانے سے باز نہیں آئیں گے آپؑ کے بھتیجے کی بڑی شان ہو گی یہ چیز ہماری کتابوں میں مکتوب ہے اور ہمیں اپنے آباؤ اجداد نے یہی بتایا ہے دیکھو! میں نے آپ کو حقیقتِ حال سے آگاہ کرنے کا فرض ادا کر دیا' انہیں جلدی اپنے وطن واپس لے جاؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ بحیریٰ نے صراحتاً انہیں بتا دیا۔

هٰذَا سَيِّدُ الْعٰلَمِيْنَ هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ هٰذَا يَبْعَثُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

''یہ سارے جہانوں کی مراد ہیں یہ ربّ العالمین کے رسولؐ ہیں انہیں اللہ تعالیٰ رحمت اللعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا''

بعض روایات میں ہے کہ ابوطالبؑ وہیں سے حضورؐ کو لے کر واپس مکہ آ گئے لیکن دوسری روایت میں ہے آپؐ قافلہ کے ساتھ شام گئے جلدی جلدی کاروبار سے فراغت پا کر واپس مکہ لوٹ گئے۔

فَخَرَجَ بِهٖ عَمُّهٗ سَرِيْعًا حَتّٰى اَقْدَمَهٗ مَكَّةَ حِيْنَ فَرَغَ مِنْ تِجَارَتِهٖ بِالشَّامِ۔

''آپؐ کے چچا آپؐ کو لے کر وہاں سے جلدی جلدی نکلے' شام پہنچے اپنے کاروبار تجارت سے فارغ ہو کر آپؐ کو لے کر مکہ واپس آ گئے''

marfat.com

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ بھی اس قافلہ میں شریک تھے اور جب راہب نے تاکید کی کہ آپؐ کو فوراً اپنے وطن واپس بھیج دیا جائے تو حضرت ابو بکرؓ آپؐ کو اپنے ہمراہ مکہ واپس لے آئے لیکن حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس سفر میں حضرت ابو بکرؓ شریکِ سفر نہ تھے اور نہ اس وقت ان کی عمر اتنی تھی کہ وہ حضورؐ کو اپنی نگرانی میں مکہ واپس لے آتے بلکہ ایک دوسرے سفر میں آپؐ حضورؐ کے ہمرکاب تھے جو حضرت خدیجہؓ کے مال میں تجارت کی غرض سے ان کے غلام میسرہ کی معیت میں کیا گیا تھا اس سفر میں بھی ایک راہب سے بصریٰ کے مقام پر ملاقات ہوئی تھی لیکن وہ راہب بحیریٰ نہیں تھا بلکہ اس کا نام ''نسطورا'' تھا۔ بعض مؤرخین نے ان دونوں واقعات کو ایک واقعہ تصور کیا ہے اس لئے اس کے بیان کرنے میں غلط ملط ہو گیا ہے۔

شدید قحط اور بارانِ رحمت

ابنِ عساکر نے حلیمہ بن عرفط سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں میں مکہ گیا وہاں شدید قحط سالی تھی عرصہ دراز سے بارش کی ایک بوند بھی نہیں ٹپکی تھی ایک شخص نے اہلِ مکہ کو کہا چلو لات وعزیٰ کے پاس وہاں جا کر فریاد کرو۔ ایک اور بولا منات کے پاس بھی چلو۔ اس وقت ایک شیخ نمودار ہوا جو بڑا خوش اندام اور خوبرو تھا' اس کی رائے بھی بہت صائب تھی اس نے کہا کہ تم مارے مارے بھٹکتے پھر رہے ہو۔ جبکہ تمہارے پاس حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسماعیلؑ کے خاندن کی یادگار موجود ہے لوگوں نے کہا! تمہارا مطلب یہ ہے کہ ابو طالبؑ کے پاس جائیں؟ اس بزرگ نے کہا! بے شک سب لوگ کھڑے ہو گئے میں ان کے ساتھ کھڑا ہو گیا' ہم نے جا کر ابو طالبؑ کا دروازہ کھٹکھٹایا آپؐ باہر نکلے سب لوگ آپؐ کی طرف دوڑے' عرض کی! اے ابو طالبؑ! قحط سالی نے وادی کو جلا کر رکھ دیا ہے بال بچے بھوک سے بلک رہے ہیں تشریف لایئے اور بارش کے لئے دعا مانگیئے۔ حضرت ابو طالبؑ سب کے ہمراہ روانہ ہوئے ان کے ساتھ ایک نوخیز جوانؑ بھی تھا (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) یوں معلوم ہوتا تھا کہ مہر درخشاں ابھی بادلوں کی اوٹ سے باہر نکلا ہو۔ حضورؐ کے اردگرد کئی آپؐ کے ہم عمر بھی تھے ابو طالبؑ نے آپؐ کو پکڑا اور آپ کی پشت کعبہ کے ساتھ لگا دی اس نوجوان نے سراپا عجز و نیاز بن کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اس وقت آسمان پر بادل کا نام ونشان تک نہ تھا آپؐ کے مبارک ہاتھ اٹھتے ہی جگہ جگہ سے بادل کی ٹکڑیاں نمودار ہونے لگیں اور چند لمحوں میں بادل امڈ کر آ گئے اور بارش ہونے لگی ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ ساری وادیاں لبریز ہو گئیں سارے میدان لبالب بھر گئے۔ کچھ عرصہ بعد ہر طرف سبز گھاس لہلہانے لگی مرجھائے ہوئے درخت سرسبز وشاداب ہو گئے۔

بعثت کے بعد جب کفار نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت پہنچانا شروع کی تو آپؐ نے

marfat.com

اپنی قوم کو حضور کا وہ احسان یاد دلایا اور اس عظیم برکت کا ذکر کرتے ہوئے انہیں ان اذیت رسانیوں سے باز آنے کی تلقین کرنے کے لئے ایک قصیدہ لکھا جس کے دو شعر آپ بھی ملاحظہ فرمایئے اور لطف اٹھایئے۔ جبکہ پورا قصیدہ شامل کتاب ہے۔

وَاَبۡیَضَ یُسۡتَقَی الۡغَمَامُ بِوَجۡهِهٖ ثِمَالُ الۡیَتَامٰی عِصۡمَةٌ لِلۡاَرَامِلِ

''ان کی رنگت سفید ہے ان کے رُخِ انور کا واسطہ دے کر بارش کی بھیک مانگی جاتی ہے وہ یتیموں کی پناہ ہیں اور بیواؤں کے عصمت کے محافظ ہیں''

یَلُوۡذُبِهِ الۡهُلَّاکُ مِنۡ اٰلِ هَاشِمٍ فَهُمۡ عِنۡدَهٗ فِیۡ نِعۡمَةٍ وَفَوَاضِلِ

''خاندان ہاشم کے مسکین ہلاک ہونے سے اس کے دامن کرم میں پناہ لیتے ہیں پس وہ لوگ آپ کے پاس ہر قسم کے انعامات اور احسانات سے مالا مال کردیئے جاتے ہیں۔

بعض کا خیال ہے کہ یہ اشعار حضرت عبدالمطلبؓ کے ہیں آپ کے زمانے میں بھی اسی طرح شدید قحط پڑا تھا آپ اپنی قوم کے ساتھ جبل ابی قبیس پر دُعا مانگنے کے لئے گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کمسنی کا عالم تھا آپ نے اپنے اس نورِ نظر کو اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا حضورؐ کے واسطہ سے دُعا مانگی جو فوراً قبول ہوئی اس واقعہ سے انکار نہیں لیکن یہ شعر حضرت ابوطالبؓ کے ہیں کیونکہ بخاری شریف کی حدیث سے اس کی تصدیق ہوتی ہے عہد نبوّت میں بھی ایک مرتبہ شدید قحط پڑا ایک اعرابی حاضر ہوا اور عرض کی! یا رُسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ ''یَارَسُوۡلَ اللّٰهِ! هَلَکۡنَا وَهَلَکَتۡ مَوَاشِیۡنَا'' خشک سالی کے باعث ہم بھی ہلاک ہوگئے اور ہمارے مویشی بھی ہلاک ہوگئے''

حضورؐ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اس سے پیشتر کہ دستِ مبارک نیچے آتے بارش شروع ہوگئی اور اس کی بوندیں ریش مبارک کو تر کر کے نیچے ٹپکنے لگیں پورا ہفتہ بارش ہوتی رہی دوسرے جمعہ کو پھر اسی اعرابی نے یا کسی دوسرے بدو نے بارش کی کثرت سے ہلاک ہونے کی شکایت کی۔ حضورؐ نے اشارہ فرمایا اور اسی وقت بادل چھٹ گئے' بارش رک گئی۔

وَضَحِكَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی بَدَتۡ نَوَاجِذُهٗ ثُمَّ قَالَ لِلّٰهِ دَرُّ اَبِیۡ طَالِبٍ لَوۡ کَانَ حَیًّا تَقَرَّتۡ عَیۡنَاهُ مَنۡ یُنۡشِدُ فَا قَوۡلَهٗ۔

''حضور ہنس پڑے یہاں تک کہ دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ پھر فرمایا!

اگر ابوطالبؓ زندہ ہوتے یہ منظر دیکھ کر ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کون ہے جو ان کا شعر سنائے' حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی!

کَاَنَّکَ تُرِیۡدُ قَوۡلَهٗ وَاَبۡیَضَ یُسۡتَسۡقَی الۡغَمَامُ بِوَجۡهِهٖ

marfat.com

''کیا حضورؐ کی مراد آپ کے یہ اشعار ہیں؟ (الخ)

حضورؐ نے فرمایا! بے شک اس روایت سے ثابت ہو گیا ہے کہ یہ اشعار حضرت ابو طالبؑ ہی کے ہیں۔ (ضیاء النبی)

قارئین کرام! ہماری خواہش یہی ہے کہ سردارِ مکہ خواجہ ابو طالبؑ کا وہ قصیدہ جس میں مندرجہ بالا شعر ہے پورا آپ کی خوشنودی اور برکت کے لئے پیش کیا جائے۔

لیجئے کلام ابو طالبؑ پڑھیئے لطف اٹھایئے اور ایمان وایقانِ ابو طالبؑ کو پرکھئے۔ مگر قصیدے سے پہلے مندرجہ بالا بیان سے برآمد شدہ نتائج پر بھی غور فرمایئے۔

۱۔ یہ کہ حضرت ابو طالبؑ مجبوری کی حالت میں بھی حضورؐ کو جدا نہ کر سکتے تھے اور محب وفا شعار تھے۔

۲۔ یہ کہ بحیریٰ راہب نے جو علامات نبوت بیان کیں ان پر خواجہ ابو طالبؑ نے پورا یقین کیا اور راستے ہی سے مکہ معظمہ واپس آ گئے۔

۳۔ یہ کہ بارش کے لئے دعا حضورؐ کے وسیلے سے خالص بارگاہ الٰہی سے مانگی۔ بتوں کا نام تک نہیں لیا نام لیتے بھی کیسے وہ تو مومن موحد اور عاشق وناصر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور بت پرستوں کے خلاف جہاد میں مصروف رہے۔ (نوٹ) مطلوبہ قصیدہ 120 صفحہ پر دیکھیں۔

خطیبِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سرکار ابد اقرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شادی مبارک کے بارے میں ابتدائی صلاح مشورہ کے طے ہونے پر تقریب عقد شریف کا مقدس واقعہ تمام معتبر کتب سیر میں بلا اختلاف اس طرح منقول ہے۔ مقررہ تاریخ پر قبیلہ مضر کے رؤسا مکہ کے شرفا اور امراء اکٹھے ہوئے حضرت خدیجہؑ سلام اللہ علیہا کی طرف سے ان کے چچا عمرو بن اسد وکیل بنے۔ حضرت ابو طالبؑ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے وکالت کا فریضہ انجام دیا۔ آپؑ نے اس وقت ایک فصیح وبلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ لیجئے آپ بھی پڑھیئے!

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَنَا مِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرَاهِیْمَ وَزَرْعِ اِسْمَاعِیْلَ وَضِئْضِئِی مَعْدٍ وَعُنْصُرِ مُضَرَ. وَجَعَلَنَا حَضَنَةَ بَیْتِهٖ وَسُوَّاسَ حَرَمِهٖ وَجَعَلَ لَنَا بَیْتًا مَحْجُوْجًا وَحَرَمًا اٰمِنًا وَجَعَلَنَا الْحُکَّامَ عَلَی النَّاسِ. ثُمَّ اِنَّ ابْنَ اَخِیْ هٰذَا مُحَمَّدُ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ

marfat.com

(صَلّی اللّٰہ تعالٰی علیہٖ وَآلِہٖ وَسَلَّم) **لَا يُوْزَنُ بِرَجُلٍ اِلَّا رَجَحَ بِهٖ وَاِنْ كَانَ فِي الْمَالِ قُلًّا وَاِنَّ الْمَالَ ظِلٌّ "زَائِلٌ "وَاَمْرٌ" حَائِلٌ" وَمُحَمَّدٌ"** (صَلّی اللّٰہ تعالٰی علیہٖ وَآلِہٖ وَسَلَّم) **مَنْ قَدْ عَرَفْتُمْ قَرَابَتَهٗ وَقَدْ خَطَبَ خَدِيْجَةَ بِنْتَ خُوَيْلِدٍ .وَقَدْ بَذَلَ لَهَا مِنَ الصَّدَاقِ مَا اٰجِلُهٗ مِنْ مَالِيْ اِثْنَا عَشَرَةَ اَوْقِيَةَ ذَهَبًا.وَنَشَاً وِهُوَ وَاللّٰهِ بَعْدَ هٰذَا لَهٗ نَبَاءٌ" عَظِيْمٌ" وَخَطَرٌ" جَلِيْلٌ".**

ترجمہ: سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کھیتی سے معد کی نسل سے اور مضر کے اصل سے پیدا فرمایا۔ نیز ہمیں اپنے گھر کا پاسبان اور اپنے حرم کا منتظم مقرر فرمایا' ہمیں ایک ایسا گھر دیا جس کا حج کیا جاتا ہے اور ایسا حرم بخشا 'جہاں امن میسر آتا ہے نیز ہمیں لوگوں کا حکمران مقرر فرمایا۔

حمد کے بعد میرا یہ بھتیجا جس کا اسم گرامی حضرت محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہے اس کا دنیا کے بڑے سے بڑے آدمی کے ساتھ موازنہ کیا جائے گا تو اس کا پلڑا پھر بھی بھاری ہوگا' اگر یہ مالدار نہیں تو کیا ہوا' مال تو ایک ڈھلتی چھاؤں ہے اور بدل جانے والی چیز ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس کی قرابت کو تم خوب جانتے ہو اس نے خدیجہ بنت خویلد (سلام اللہ علیہا) کا رشتہ طلب کیا ہے اور ساڑھے بارہ اوقیہ سونا مہر مقرر کیا ہے اور اللہ کی قسم مستقبل میں اس کی شان بہت بلند ہوگی' اس کی قدر ومنزلت بہت جلیل ہوگی"

قارئین کرام! یہ ہے وہ خطبہ جو خطیب رسولؐ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نکاح شریف کے مبارک موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ سید الانبیاء کا نکاح تو وہی پڑھ سکتا ہے جو رموز نبوت کا شناسا ہو۔ یہ انتخاب الٰہی ہے کہ جس کی آغوش عاطفت میں تربیت وکفالت ہوئی' اسی نے مہر ادا کیا' وکالت کی اور نکاح کا ایسا خطبہ پڑھا جس میں اللہ جل جلالہ کی ثناء انبیاء کی نبوتوں کا اقرار خاندانِ بنی ہاشم کی سرداری عظمت خانہ کعبہ اور عظمت نبوت کے واضح مضامین ہیں۔

خواجہ ابو طالبؑ واشگاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ خدا نے ہمیں لوگوں کا حاکم بنایا نیز فرماتے ہیں میرا ابن اخی افضل الناس ہے۔ قریش قبائل کے سردار وہاں موجود ہیں کسی کو کسی اعتراض کی جرأت نہ ہوئی۔ ہوتی بھی کیسے؟ قدرتی صورتِ احوال نے بنو ہاشم کی سیادت وقیادت کا سکہ بٹھایا ہوا تھا۔

حضرت علامہ قاضی دحلانؒ نے اسنی المطالب فی نجات ابی طالبؑ میں لکھا ہے کہ جب

marfat.com

حضرت ابوطالبؑ نے خطبہ ختم کیا تو سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے چچازاد بھائی حضرت ورقہ بن نوفلؓ نے تقریر فرماتے ہوئے حضرت ابوطالبؑ کو مخاطب کر کے کہا' سب حمد وستائش اس اللہ جلّ جلالہ کے لئے ہے جس نے ہمیں وہ سب کچھ بنایا ہے جس کا آپؑ نے اپنے خطبہ میں تذکرہ فرمایا ہے اور ان لوگوں پر ہمیں فضیلت عطا فرمائی ہے جن کا ذکر آپؑ نے کیا ہے بلاشبہ ہم عرب کے سردار اور سربراہ ہیں اور آپؑ ان تمام باتوں کے اہل ہیں اور عرب کا کوئی خاندان بھی آپؑ کی اس بزرگی اور فضیلت کا انکار نہیں کرسکتا۔ کوئی شخص آپؑ کے اس افتخار اور شرف کو مسترد نہیں کرسکتا ہے۔ ہم لوگوں نے آپؑ کے شرف کے ساتھ ناطہ جوڑنے کو پسند کیا ہے۔

قارئین کرام! ان خطبات میں دینِ ابراہیمیؑ اور خاندانی شرافت وسرداری کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مافوق الفطرت عظمت ورفعت شان کا جس اندازِ تکلم سے بیان کیا ہے اس کو کوئی اہلِ نظر ہی جان سکتا ہے۔ افسوس تو ان لوگوں پر ہے جو لاف علم مارتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتداروں کی دِل آزاری کرتے ہیں اور خود کو بہشتی گردانتے ہیں۔ فرمانِ الٰہی ہے!

نبیؐ کے قرابتداروں سے مودۃ رکھنا اجر رسالت ہے۔ کیا خواجہ ابوطالبؑ آپؐ کے قریبی قرابتدار محسنِ رسالت نہیں؟ کیا ایسے اقوال سے آپؐ کی دِل آزاری نہیں ہوتی؟

خطبہ کے آخری الفاظ غور طلب ہیں!

خواجہ ابوطالبؑ اللہ تعالےٰ کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ آنے والے وقت میں ان کی شان و عظمت اور قدر و منزلت بلند ہو گی۔ یہ نہیں فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ بلند درجات و مراتب ہوں گے۔ بلکہ پختہ یقین ظاہر فرماتے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا' آٹھ سال کی عمر شریف سے لے کر پچیس سال کی حیاتِ طیبہ کے تمام حالات و واقعات مشاہدات و عجائبات اور علامات نبوّت آپؐ کی دور رس نگاہوں میں روشن اور آپؑ کے روشن دِل و دماغ پر تھے یہ سب کچھ وہی کرسکتا ہے جس کو توفیق الٰہی سے ایمان کے ساتھ عشقِ رسولؐ بھی حاصل ہو۔ مگر حیرانی ہے کہ ایسے محسن اسلام کو کس ڈھب سے پیش اور متعارف کیا جارہا ہے۔ راویان کے لئے بزعم خویش فردوس بریں اور ان کیلئے صحاح' پناہ بخدا۔

یہی صلہ تھا محسنِ رسولؐ ناصرِ رسولؐ عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا؟
کبھی پیغمبروں کے نکاح غیر مسلموں نے بھی پڑھے؟ کبھی کوئی غیر مسلم کسی نبی کا وکیل اور کفیل بنا؟

کیا نزولِ وحی اور تبلیغ رسالت کے بعد خواجہ ابوطالبؑ کی خدمات بنظرِ نبوّت مقبول ہیں یا نا

marfat.com

مقبول؟

نزولِ آیت کریمہ "حکم الٰہی کی خوب تبلیغ کرو اور مشرکین سے چہرہ انور موڑ لیں" کے بعد خواجہ ابوطالبؑ کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہوا یا بحکم الٰہی ان کی خدمات کو ترک فرمادیا۔

خواجہ ابوطالبؑ سابق الایمان مومن، موحد، پشت پناہ اسلام و رسولؐ اسلام ہیں۔ خداوند کریم کے حضور عرض ہے کہ ان کی قربانیوں کے صدقے میں ہم سب پر رحم فرمائے (آمین) ۔

اس بحث کے آخر میں بحوالۂ فرمانِ نبوّت ایک شرعی اصول کی جانب توجہ دلائی جارہی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ وَلَا یَجُوْزُ اَلنِّکَاحَ آخر تک، نکاح تب درست ہوگا کہ دو گواہ ہوں جن کی پہچان یہ ہے کہ اہلِ اسلام سے ہوں، بے عقل نہ ہوں، غلام نہ ہوں اور کم عمر نہ ہوں، اگر گواہان کی یہ صفتیں نہ ہوں تو نکاح باطل ہوگا۔

مقامِ غور فکر ہے کہ اگر گواہان کے لئے یہ شرائط ہیں تو نکاح خوان میں ان اوصاف و شرائط کا ہونا بدرجۂ اولیٰ ضروری ہے اب مقام ابوطالبؑ کی رفعت و بلندی واضح ہوگئی نا۔ اب کسی شک و شبہ کی ضرورت ہے نہ گنجائش۔

marfat.com

باب سوم

دَعوۃِ اِسلامی کا دوسرا دور

دعوتِ عشیرہ:

آفتاب نبوت کو طلوع ہوئے تین سال گزر چکے تھے' مکہ مکرمہ کے معتبر سرداران نورایمان کی عالمتاب شعاعوں سے منور ہو چکے تھے اب مشیت ایزدی سے یہ حکم نازل ہوتا ہے ۔وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ خْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

اور آپؐ ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو اور اپنے فرمانبرداروں کو اپنی رحمت کے پروں کے نیچے رکھا کریں' جو اہل ایمان ہیں۔

اب اس حکم کی تعمیل بہت ضروری تھی مگر مشکل یہ تھی کہ کفر وشرک کے بہتے ہوئے سیلاب کی تند و تیز موجوں کے طوفان میں کودنے کے مترادف تھا۔

مؤرخین نے لکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کئی دن تک اس حکم کی تبلیغ کے لئے سوچ و بچار میں خانہ نشین رہے۔ گوشہ نشینی کے عالم میں آپ کی پھوپھیوں نے سوچا کہ کہیں طبیعت ناساز تو نہیں ہوگئی۔ عیادت کے لئے حاضر خدمت ہوئیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا! میں تندرست ہوں۔ اندیشہ یہ ہے کہ اس حکم کی اشاعت و تبلیغ کیسے کروں۔ انہوں نے عرض کیا' آپؐ بے شک عبدالمطلبؓ کی ساری اولاد کو بلا کر یہ حکم پہنچائیں' مگر ابولہب کو نہ بلائیں۔ وہ آپ کی بات نہیں مانے گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسرے دن بنو عبدالمطلبؓ کو بلا بھیجا کچھ لوگ عبدالمناف کی اولاد سے بھی آ گئے۔ قبل اس کے کہ آپؐ کچھ فرمائیں۔ ابولہب نے زبان عداوت کھولی اور مخالفت کے سلسلے میں بہت کچھ بکا۔ آپؐ خاموش رہے۔ حضرت صفیہؓ سے ضبط نہ ہو سکا' تو فرمایا! بھائی تم اپنے بھتیجے کو ایسی باتیں کیوں کہتے ہو؟ ہم نے علماء سے سنا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلبؓ کی اولاد میں نبی بھی ہیں۔ ابولہب نے کہا یہ بے بنیاد باتیں ہیں جو پردہ نشیں عورتیں کیا کرتی ہیں۔

marfat.com

سردارِ مکہ کا اعلان

خواجہ ابو طالبؑ اُٹھے اور اعلان فرمایا ''وَاللّٰہِ لَنَمْنَعَنَّہٗ مَا بَقِیْنَا''

اللہ کی قسم! ہم زندگی کی آخری سانس تک ان کی حفاظت کرتے رہیں گے۔ یعنی ہم رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تا زندگی نصرت اور حفاظت کریں گے۔ یہ ایمان وایقان اور عزم و ہمت تھی اس ہستی کی جسے اصطلاح عام میں خواجہ ابو طالبؑ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے فرمان الٰہی ہے۔ ''اِنْ تَنْصُرُ اللّٰہَ یَنْصُرْ کُمْ'' اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے گا۔ ظاہر ہے اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اسے کسی کی مدد کی ضرورت ہے نہ وہ محتاج ہے تو خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ جو شخص یا جماعت اللہ تعالےٰ کے دین اور اس کے رسول کی مدد کرے گی اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے شاملِ حال ہوگی۔

ابتدائے زمانہ اسلام کے مشکل ترین حالات میں کشتیٔ اسلام کا واحد محافظ اور ملاح خواجہ ابو طالب ہی رہے۔ ان کی جرأت ایمانی، حقیقی فدا کاری وجان نثاری اور ہر قسم کی قربانیوں کا مقابلہ کون کرسکتا ہے؟ زمانہ آپ کی خدمات کا معترف ہے۔

اسی طرح قبل از ہجرت اور ہجرت کے بعد اسلام کی اشاعت واستحکام اور غزوات وسرایا میں مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کی فدا کاریاں اور قربانیاں بے مثال ہیں۔ اسلام پر ہر دو جانبازوں کا احسانِ عظیم ہے کوئی معترف ہو یا نہ ہو۔ خداوند قدوس تو علیم وبصیر ہے۔

دعوتِ اسلامی کا تیسرا دور

قارئین کرام! ہماری کوشش یہ ہے کہ حضور محسنِ انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے مکی دور میں درپیش مشکلات اور کردار ابو طالبؑ کو منظرِ عام پر لایا جائے چنانچہ سیرت کی تمام کتب میں وضاحت موجود ہے کہ جب یہ حکم نازل ہوا کہ ''اے حبیبؐ! اب دعوت اسلام کو عام طور پر پیش کرو اور بلاخوف وخطر تبلیغ رسالت فرماؤ اور مشرکوں سے کوئی رعایت نہ برتو۔ اس حکم کے نزول پر آپؐ نے عام قبائل عرب کو توحید ورسالت کی دعوت دی۔ اس تیسرے اور اہم دورِ تبلیغ سے مشرکین خوفزدہ ہوئے کیونکہ دن بدن نزدیک ودور سے رؤسائے عرب حلقۂ اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔

مشرکین نے صلاح ومشورے کئے کہ اگر اس تحریکِ اسلامی کو روکا نہ گیا تو بت پرستی کا نام ہی مٹ جائے گا۔ مشرک کچھ کرتے بھی تو کچھ کر نہ سکتے تھے۔ اس لئے کہ ابو طالبؑ ان کے راستے میں ایک نہ پاٹنے والی خلیج کی حیثیت رکھتے تھے۔ چار وناچار ایک بار پھر سردار مکہ حضرت ابو طالبؑ کی خدمت اقدس میں بڑی انکساری اور عاجزی سے حاضر ہوئے۔ یہ وفد سرداران قبائل کے مندرجہ ذیل

marfat.com

افراد پر مشتمل تھا۔ عقبہ، شیبہ پسران ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، ابوالبختری، العاص بن ہشام الاسود بن مطلب، ابوجہل، ولید بن مغیرہ، شیبہ اور منبہ پسران حجاج بن عامر اور عاص بن وائل (بحوالہ سیرت ابنِ ہشام صہ ۲۷۶، بحوالہ: ضیاء النبیؐ جلد دوم ص ۲۷۳) پر مشرکین کے مطالبے کا ذکر اس طرح نقل ہے۔ انہوں نے بڑی احتیاط سے سلسلۂ کلام کا آغاز کیا کہنے لگے اے ابوطالبؑ! آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے اور ہمارے مذہب کے عیب نکالتا ہے۔ ہمیں بے وقوف اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے یا آپ اسے روک لیں یا درمیان سے ہٹ جائیں۔ ہم خود اسے روک لیں گے۔

حضرت ابوطالبؑ نے ان کو بڑی نرمی سے جواب دیا اور بڑی خوبصورتی سے انہیں ٹال دیا وہ لوگ مطمئن ہو کر چلے گئے۔ لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حسبِ سابق تبلیغ دین میں مصروف رہے اور اپنے حسنِ بیان اور زور استدلال سے اللہ تعالیٰ کے دین کو سربلند کرنے کے لئے کوشش فرماتے رہے، اسلام کی روز افزوں ترقی کے باعث کفار کے ساتھ تعلقات میں مزید کشیدگی پیدا ہوتی گئی۔

سردارانِ قریش حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دور چلے گئے ان کے دلوں میں حضورؐ کی عداوت کے شعلے تیز ہونے لگے اب ہر وقت اور ہر جگہ حضورؐ کے خلاف باتیں ہونے لگیں اور منصوبے بنائے جانے لگے، وہ ایک دوسرے کو حضورؐ نبی الرحمت کے خلاف ابھارنے لگے اور اسلام کے خلاف سخت اقدام کرنے کے لئے بھڑکانے لگے۔ (بحوالہ جات: سیرت ابن کثیر، ابن ہشام)

مشرکین دربار ابوطالبؑ میں

مختصراً عرض ہے کہ مشرکین سرداروں کا ایک وفد پھر دربار ابوطالبؑ میں حاضر ہوا اور سابقہ وفود کے طریقہ ہائے کار کے برعکس کرخت لہجہ اور دھمکی آمیز معاندانہ رویہ اور تلخ گفتگو تھی، خواجہ ابوطالبؑ سے کوئی جواب لئے بغیر وفد واپس چلا گیا۔

حضرت ابوطالبؑ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلا کر ساری بات سنائی۔ آپؐ نے جلالِ نبوت کے رنگ میں اپنے بے مثال عزم و ہمت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا، یا تو دین کا غلبہ ہوگا یا میں اپنی جان قربان کر دوں گا۔ چونکہ خواجہ ابوطالبؑ کی زندگی کا مقصد ہی یہی تھا کہ تادمِ آخر رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و حمایت کی جائے لہٰذا آپؑ نے نئے انداز رفاقت و تعاون سے تاریخی اعلان فرمایا۔

اِذْهَبْ يَا ابْنَ اَخِيْ وَقُلْ مَا اَحْبَبْتَ فَوَاللّٰهِ لَا اُسْلِمُكَ لِشَيْءٍ اَبَدًا۔

اے میرے پیارے بھتیجے! آپ کا جو جی چاہے فرمائیے میں آپ کو کسی قیمت پر بھی کبھی بھی

marfat.com

دشمنوں کے حوالے نہیں کروں گا۔ نیز اس صورت حال کے مطابق خواجہ ابو طالبؑ نے ایسا فصیح و بلیغ قصیدہ ارشاد فرمایا کہ فصحائے عرب اور شعرائے زمانہ اس کے جواب سے عاجز اور عاری ہیں۔

جناب ابو طالبؑ کا وہ مشہور و معروف کلام جس میں آپؑ نے حضور اکرمؐ سے کہا ہے کہ دین کی تبلیغ واضح اور آشکار کرتے رہیں' چنانچہ اس میں فرماتے ہیں:

وَاللهِ لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْكَ بِجَمْعِهِمْ ۔۔۔ حَتّٰی اُوَسَّدُ فِی التُّرَابِ دَفِیْنَا

فَاصْدَعْ بِاَمْرِكَ مَا عَلَیْكَ غَضَاضَةٌ ۔۔۔ وَابْشِرْ بِذَاكَ وَقَرَّمِنْكَ عُیُوْنَا

وَ دَعَوْتَنِیْ وَ زَعَمْتَ اَنَّكَ نَاصِحِیْ ۔۔۔ وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَکُنْتَ ثَمَّ اَمِیْنَا

وَعَرَضْتَ دِیْنًا قَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّهٗ ۔۔۔ مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّةِ دِیْنَا

خدا کی قسم' یہ (مشرکین و کفار قریش) اپنے جتھوں کے باوجود اس وقت تک آپؐ کو نقصان نہیں پہونچا سکتے جب تک میں زمین کے اندر دفن نہ کر دیا جاؤں۔

(اے نبی اکرمؐ) آپؐ اپنی بات زور شور سے کہیئے کوئی آپؐ کو ہرگز نہیں پہونچا سکتا' آپؐ خوش رہیں' آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ آپؐ نے مجھے دعوت دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپؐ مخلص بھی ہیں سچے بھی اور امانتدار بھی۔ اور آپؐ نے تو ایسا دین پیش کیا ہے جس کے بارے میں مجھے علم ہے کہ یہ کائنات کے ادیان و مذاہب کے درمیان سب سے اچھا دین ہے"

اعلانیہ تبلیغ اور مشرکین سے بیزاری

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ۔ (الحجر ۹۴)

سو آپ اعلان کر دیجئے اس کا جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے۔

تمام مفسرین نے ظاہری معنوں کے مطابق یہی تفسیر کی ہے یاد رکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بتقاضائے مشکل حالات تین سال تک دعوت حق کو پوشیدہ رکھا۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ اب بغیر کسی خوف و خطرے کے تبلیغ رسالت کا کام اعلانیہ جاری رکھو اور مشرکوں کی جانب کوئی توجہ نہ فرماؤ۔

مولانا فتح محمد جالندھری نے ترجمہ کیا ہے' مشرکوں سے **الگ ہو جاؤ**' یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابو طالبؑ کی موجودگی میں مکہ مکرمہ میں **نازل ہوئی اور** نزول آیت کے بعد سات سال بقید حیات رہے اس سارے عرصے میں پوری قوت اور ہمت سے نصرت اسلام کی ذمہ

marfat.com

داری سے عہدہ برآ ہوتے رہے۔ عدم ایمان کے قائلین سے ہم جواب چاہتے ہیں کہ آیت کریمہ کا مفہوم و مطلب صاف ہے کہ تبلیغ اسلام کا عمل اعلانیہ جاری رکھئے اور مشرکین سے الگ رہیے' منہ پھیرنے اور اعراض کرنے کا یہی مطلب ہے کہ مشرکوں سے کوئی واسطہ والفت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا' مشرکوں سے الگ رہو مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حامل قرآن نے خواجہ ابوطالبؑ کی رفاقت ترک کی نہ محبت والفت میں فرق آیا۔ فرق آتا بھی کیسے؟ یہ تعلقات' یہ رفاقت' یہ الفت یہ یگانگت تو یوم ازل سے محکم بنیاد پر استوار چلی آرہی تھی اور قیامت کے بعد بھی انشاء اللہ جاری رہے گی۔ "نقل کفر کفر نہ باشد" کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کریمہ پر حکم الٰہی کے مطابق عمل نہ فرمایا ہوگا؟ تمام بحثوں کو ایک طرف رکھ کر صرف اس آیت کریمہ پر غور کرنے سے مقامِ ابوطالبؑ سمجھ میں آجاتا ہے۔

اعتراض کرنے والوں کو صاحبِ لولاک کا کتنا قرب حاصل ہے؟ خواجہ ابوطالبؑ کو تو نسبتِ روحانی اور مصاحبت دائمی کا لازوال قرب قریبہ حاصل ہے فرمان رسالت ہے جو آدمی دنیا میں ان سے محبت کرتا رہا قیامت میں بھی اُنہی کے ساتھ ہوگا۔

خواجہ ابوطالبؑ محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں تمام جہان سے بڑھ کر بہرہ ور ہوئے پھر قابل ستائش یہ بات ہے کہ نہ صرف خواجہ ابوطالبؑ کو رسولِ خدا سے بے پناہ محبت تھی بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی طرح اپنے ناصر و شفیق چچا سے محبت فرماتے تھے اور بکثرت آپ کو یاد فرمایا کرتے تھے۔

صَلُّوا عَلَيهِ وَآلِهٖ

دعوۃ اِسلامی کا تیسرا دَور اور کردار اُبوطالبؑ

یہ دعوت اسلامیہ کا تیسرا مرحلہ تھا اس کا دائرہ رشتہ داروں سے بڑھ کر سب انسانوں تک بڑھا دیا گیا تھا جب کفار مکہ نے دیکھا کہ اب نبی کریمؐ نے برملا اپنے دین کی تبلیغ کا کام شروع کردیا اور آہستہ آہستہ مختلف قبائل کی اہم شخصیتیں اس نئی دعوت سے متاثر ہورہی ہیں۔ اور اس کو قبول کر رہی ہیں تو انہوں نے سوچا کہ اگر نئی تحریک کو روکنے کے لئے انہوں نے کوئی مؤثر اور بروقت قدم نہ اُٹھایا تو سارا معاشرہ ایک ہمہ گیر انقلاب کی زد میں آجائے گا ان کے معبودوں کے تخت اوندھے کردیئے جائیں گے ان کی پوجا پاٹ کے لئے ان کے استھانوں پر دور و نزدیک سے آنے والے پجاریوں کی نہ ریل پیل رہے گی نہ نذرانوں کے انبار لگیں گے ان کی مذہبی چودھراہٹ کا بھی جنازہ نکل جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے اسلام اور نبی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف راست اقدام کا فیصلہ کرلیا لیکن کوئی قدم

maarfat.com

اٹھانے سے پہلے انہوں نے مناسب سمجھا کہ آپؐ کے چچا حضرت ابوطالبؓ سے بات کریں اوران کے ذریعہ حضورؐ کو اس نئی دعوت سے دست بردار ہونے کی ترغیب دلائیں۔ چنانچہ ایک روز رؤساء قریش کا ایک نمائندہ وفد جو مندرجہ ذیل اکابر قوم پر مشتمل تھا' حضرت ابوطالبؓ کے پاس گیا۔ وفد کے ارکان کے نام یہ ہیں۔

عتبہ' شیبہ' پسران ربیعہ' ابوسفیان بن حرب بن اُمیہ' ابوالبختری' العاص بن ہشام الاسود بن مطلب' ابوجہل' ولید بن مغیرہ' نبیہ اور منبہ پسران حجاج بن عامر اور عاص بن وائل۔

انہوں نے بڑی احتیاط سے سلسلہ کلام کا آغاز کیا کہنے لگے۔ اے ابوطالبؓ! آپ کا بھتیجا ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہتا ہے اور ہمارے مذہب کے عیب نکالتا ہے ہمیں بے وقوف اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے یا تو آپؐ اِسے روک لیں یا درمیان سے ہٹ جائیں ہم خود اسے روک لیں گے۔ حضرت ابوطالبؓ نے ان کو بڑی نرمی سے جواب دیا اور بڑی خوبصورتی سے انہیں ٹال دیا وہ لوگ مطمئن ہو کر واپس آ گئے لیکن سرکارِ دو عالمؐ حسب سابق تبلیغ دین میں مصروف رہے اور اپنے حسن بیان اور زورِ استدلال سے اللہ کے دین کو سر بلند کرنے کے لئے کوشش فرماتے رہے اسلام کی روز افزوں ترقی کے باعث کفار کے ساتھ تعلقات میں مزید کشیدگی پیدا ہوتی گئی۔ قریش کے سردار حضورؐ سے بہت دور چلے گئے ان کے دلوں میں سرکارِ دو عالمؐ کی عداوت کے شعلے تیز تر ہونے لگے۔ اب ہر وقت اور ہر جگہ حضورؐ کے خلاف باتیں ہونے لگیں اور منصوبے بنائے جانے لگے وہ ایک دوسرے کو نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف اُبھارنے اور اسلام کے خلاف سخت اقدام کرنے کیلئے بھڑکانے لگے انہوں نے طے کیا کہ ایکبار پھر ہمیں ابوطالبؓ کے ذریعہ کوشش کرنی چاہئے چنانچہ مکہ کے معزز شہریوں کا ایک وفد دوبارہ آپؓ کے پاس گیا اور پہلے سے زیادہ درشت اور فیصلہ کن لہجہ میں گفتگو کی۔ کہنے لگے' اے ابوطالبؓ!

عمر' عزوشرف اور قدر و منزلت کے اعتبار سے ساری قوم میں آپ کو ممتاز مقام حاصل ہے ہم پہلے بھی حاضر ہوئے تھے اور ہم نے درخواست کی تھی کہ آپؓ انہیں روکیں مگر آپؓ نے نہیں روکا۔ بخدا! اب ہمارا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا ہے ہمیں مزید یارائے صبر نہیں رہا۔ وہ ہمارے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہتا ہے ہمیں احمق اور بیوقوف بتاتا ہے ہمارے خداؤں کی عیب جوئی کرتا ہے یا تو آپؓ انہیں ان باتوں سے روک لیں ورنہ ہم تم دونوں کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیں گے اور یہ جنگ جاری رہے گی جب تک ہم میں سے ایک فریق فنا نہ ہو جائے۔ ان کے اندازِ تکلم سے پتہ چلتا تھا کہ وہ گفتگو کے ذریعہ معاملات سدھارنے نہیں آئے تھے بلکہ کھلا چیلنج دینے کے لئے آئے تھے ان الفاظ میں دھمکی تھی اور حضرت ابو

marfat.com

طالبؑ کا کوئی جواب سنے بغیر وہاں سے اٹھ کر چل دیئے۔

حضرت ابوطالبؑ کو اس دھمکی سے بڑا دکھ ہوا اس پیرانہ سالی میں وہ ساری قوم سے دشمنی مول لینا نہیں چاہتے تھے لیکن وہ اس بات پر بھی تیار نہ تھے کہ حضورؐ کی نصرت واعانت سے دست کش ہو جائیں اور حضورؐ کو کفار کے رحم وکرم پر چھوڑ دیں۔ حضرت ابوطالبؑ نے آدمی بھیج کر حضورؐ کو اپنے پاس بلایا اور اس گفتگو سے آگاہ کیا جو ان کے درمیان اور اس وفد کے درمیان ہوئی تھی۔ واپس جانے سے پہلے انہوں نے جو دھمکی دی تھی اس کے بارے میں بھی بتایا۔ پھر کہا

اے جانِ عَم! مجھ پر بھی رحم کرو اور اپنے آپ پر بھی، مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جس کو اٹھانے کی مجھ میں ہمت نہیں۔

فَابْقِ عَلَيَّ وَعَلىٰ نَفْسِکَ وَلَا تَحْمِلْنِيْ مِنَ الْاَمْرِ مَالَا اُطِيْقُ.

اپنے چچا کی یہ باتیں سن کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خیال گزرا کہ شائد ابوطالبؑ آپ کی مدد اور تعاون سے دست کش ہونے والے ہیں اب ان میں سکت نہیں رہی کہ مزید حضورؐ کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو سکیں سرکارِ دو عالم نے بڑے اطمینان وسکون سے جواب دیا۔

يَا عَمِّ! وَاللّٰهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِيْ يَمِيْنِيْ وَالْقَمَرَ فِيْ يَسَارِيْ عَلىٰ اَنْ اَتْرُکَ هٰذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللّٰهُ اَوْ اَهْلِکَ فِيْهِ مَا تَرَکْتُهُ.

اے میرے چچا! اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر اور یہ توقع کریں کہ میں دعوتِ حق کو ترک کر دوں گا تو یہ ناممکن ہے یا تو اللہ تعالیٰ اس دین کو غلبہ دے دیگا یا میں اس کے لئے جان دیدوں گا اس وقت تک میں اس کام کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں"۔

حضورؐ نے زبان مبارک سے یہ جملہ فرمایا اور چشمان مبارک سے آنسو ٹپک پڑے اور حضورؐ وہاں سے اٹھ کر واپس چل دیئے چچا نے آواز دے کر بلایا اور کہا واپس تشریف لایئے۔ حضورؐ واپس تشریف لے آئے چچا نے کہا!

اِذْهَبْ يَا ابْنَ اَخِيْ وَقُلْ مَا اَحْبَبْتَ فَوَاللّٰهِ لَا اُسْلِمُکَ لِشَيْءٍ اَبَدًا.

"اے میرے بھتیجے آپ کا جو جی چاہے کیجئے میں آپؐ کو کسی قیمت پر کفار کے حوالے نہیں کروں گا"۔ اور چند شعر کہے جن میں ایک یہ ہے۔

وَاللّٰهِ لَنْ يَصِلُوا اِلَيْکَ بِجَمْعِهِمْ حَتّٰى اُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِيْنًا

"بخدا یہ سارے مل کر بھی آپ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک مجھے مٹی میں دفن نہ کر دیا جائے"۔

اہل مکہ کو جب پتہ چلا کہ ہماری یہ کوشش بھی بے سود اور ہماری دھمکی بھی بے اثر ثابت ہوئی

marfat.com

ہے ابوطالبؑ نے اپنے بھتیجے کی امداد سے نہ ہاتھ اٹھایا اور نہ اسے ہمارے حوالے کرنے پر آمادہ ہوا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ اس کی پشت پناہی کا اسے یقین دلایا ہے تو انہوں نے ایک اور چال چلی یہ سارا [illegible] تیسری بار پھر ابوطالبؑ کے پاس حاضر ہوا اور اپنے ساتھ ولید بن مغیرہ کا جواں' خوبرو اور تندرو توانا بیٹا عمارہ بھی لے گئے اور جا کر بڑے ادب سے گزارش کی کہ اے ابوطالبؑ!

ہم آپ کے ساتھ ایک سودا کرنے کے لئے آئے ہیں مکہ کے سردار ولید بن مغیرہ کا خوبصورت اور جواں بیٹا تم دیکھ رہے ہو اس کا عنفوان شباب' اس کا حسن و جمال' اس کی قوت و توانائی سارے مکہ میں ضرب المثل ہے یہ ہم آپ کو دیتے ہیں اس کو فرزندی میں لے لیجئے۔ آج کے بعد یہ تمہارا بیٹا اور تم اس کے باپ۔ اگر اسے قتل کر دیا جائے تو اس کی ساری دیت آپ کو ملے گی ہر میدان' ہر معرکہ میں یہ آپ کا دست و بازو ہوگا۔ ہمارا اس سے اب کوئی سروکار نہیں اس کے بدلے میں بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو جو آپؐ کے اور آپؐ کے بزرگوں کے دین کا دشمن ہے جس نے آپؐ کی قوم کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ ہمیں احمق اور بے وقوف کہتا ہے اور ہم اس کا قصہ تمام کر دیں گے۔ اس طرح آپ کا بھی نقصان نہ ہوگا اور ہم سب بہت بڑی مصیبت سے بچ جائیں گے۔ جب وہ اپنا فلسفہ [illegible] چکے تو آپؑ نے جواب دیا۔

[illegible] لَبِئْسَ مَا تَسُوْمُوْنَنِیْ اَتُعْطُوْنِیْ اِبْنَکُمْ اَغْذُوْہُ لَکُمْ وَاُعْطِیْکُمْ اِبْنِیْ تَقْتُلُوْنَہٗ وَاللہِ مَالَا یَکُوْنُ اَبَدًا۔

"بخدا! تم میرے ساتھ بہت برا سودا کر رہے ہو۔ مجھے تو اپنا بیٹا دے رہے ہو کہ میں اس کی دیکھ بھال کروں اور اس کی پرورش کروں اور اس کے بدلے میں میرا بیٹا لینا چاہتے ہو تا کہ تم اس کو قتل کر دو بخدا ہرگز ایسا نہ ہوگا"۔

مطعم بن عدی بن نوفل بن عبدالمناف بن قصی بولا!

خدا کی قسم! اے ابوطالبؑ تیری قوم نے تیرے ساتھ کمال انصاف کیا ہے اور حتی المقدور کوشش کی ہے کہ اس الجھن سے تمہیں نکالیں۔ جو تم ناپسند کرتے ہو تم نے ان کی یہ منصفانہ پیش کش ٹھکرا [illegible] کر دیا ہے کہ تم ان سے کسی قیمت پر مفاہمت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ حضرت ابوطالبؑ نے [illegible] مطعم! میری قوم نے ہرگز میرے ساتھ انصاف نہیں کیا البتہ تم نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے اور [illegible] مخالف ساری قوم کی مدد کی ہے یہ بہت زیادتی ہے۔

دن بدن کشیدگی میں اضافہ ہوتا گیا حالات سنگین سے سنگین تر ہوتے گئے۔ عداوت کی آگ [illegible] بھڑکنے لگی ایک دوسرے کی کھل کر مخالفت ہونے لگی حضورؐ کے کئی قریبی رشتہ دار بھی حضورؐ کی

marfat.com

مخالفت میں پیش پیش تھے۔ اس تکلیف دہ ماحول سے متاثر ہو کر حضرت ابوطالبؑ نے ایک قصیدہ لکھا جس میں اس طوطا چشمی پر ان رشتہ داروں کو عار دلائی۔

کفار مکہ کا وفد تیسری بار جب ابوطالبؑ کے پاس گیا اور عمارہ کی پیش کش کی جسے آپ نے بھی حقارت سے ٹھکرا دیا تو حالات اور کشیدہ ہو گئے اور کفار نے متحد ہو کر اسلام اور پیغمبر اسلام کی مخالفت کے پروگرام بنانے شروع کئے۔ حضرت ابوطالبؑ نے محسوس کیا کہ میں تنہا کفر کی اجتماعی یلغار کو نہیں روک سکتا چنانچہ آپؑ نے ایک قصیدہ لکھا اور اس میں بنو ہاشم اور بنی مطلب کی غیرت و حمیت کو للکارا کہ جس طرح دوسرے قبائل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت اور عداوت میں متحد ہو گئے ہیں ہمیں بھی آپؐ کے دفاع کے لئے متحدہ محاذ بنانا چاہیئے۔

اگرچہ قصیدہ طویل ہے مگر اس کے رموز و نکات نہ صرف عربی شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے بلکہ حسن تدبر کا بہترین سبق بھی ہے۔

قصیدہ کے متن سے محبت کے ان عمیق جذبات کا آپ کو بخوبی احساس ہو جائے گا اور یہ بھی واضح ہو کہ اس مردِ مومن نے کس عزم و ہمت سے اسلام کی خدمت کی۔

حضورؐ کے دفاع کے لئے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے جملہ افراد کو متحد کرنے کی یہ کوشش بارآور ثابت ہوئی ان دونوں خاندانوں نے وعدہ کیا کہ وہ حضورؐ کو اکیلا نہیں چھوڑ دیں گے بلکہ دشمنوں کے ہر وار کے سامنے وہ خود سینہ سپر ہوں گے اور وہ اپنی جان تک کی پرواہ نہیں کریں گے۔ البتہ ابولہب جو حضورؐ کا چچا تھا اور خاندان بنی ہاشم کا ایک سرکردہ فرد تھا، نے اپنے خاندان کے مؤقف کے برعکس حضورؐ کی عداوت میں اپنی ہر چیز داؤ پر لگانے کی قسم کھالی، اس کی زندگی کا لمحہ لمحہ حضورؐ کو دکھ پہنچانے اور صحابہ کرامؓ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے میں صرف ہونے لگا۔

کلامِ ابوطالبؑ ملاحظہ ہو:

اَلَا مَنْ لِهَمٍّ اٰخِرَ اللَّيْلِ مُنْصِبِ ۔۔۔ وَشَعْبِ الْعَصَا مِنْ قَوْمِكَ الْمُتَشَعِّبِ

وَحَرْبِيْ اَرَاهَا مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ ۔۔۔ مَتٰى مَا تُزَاحِمُهَا الصَّحِيْحَةُ لِحَرْبِ

اِذَا قَائِمٌ فِي الْقَوْمِ قَامَ بِخُطَّةٍ ۔۔۔ اَقَامُوْا جَمِيْعًا ثُمَّ صَاحُوْا وَاَجْلَبُوْا

وَمَا ذَنْبُ مَنْ يَّدْعُوْ اِلَى اللّٰهِ وَحْدَهٗ ۔۔۔ وَدِيْنٍ قَدِيْمٍ اَهْلُهٗ غَيْرُ خُيَّبِ؟

وَمَا ظُلْمُ مَنْ يَّدْعُوْ اِلَى الْبِرِّ وَالتُّقٰى ۔۔۔ وَرَاْبِ الثَّاٰى فِيْ يَوْمٍ لَا حِيْنَ مُتْعَبِ؟

وَقَدْ جَرَّبُوْا فِيْمَا مَضٰى غِبَّ اَمْرِهِمْ ۔۔۔ وَمَا عَالِمٌ اَمْرًا كَمَنْ لَّمْ يُجَرِّبِ

وَقَدْ كَانَ فِيْ اَمْرِ الصَّحِيْفَةِ عِبْرَةٌ ۔۔۔ اَتَاكَ بِهَا مِنْ غَائِبٍ مُتَعَصِّبِ

marfat.com

❁ ''رات کے آخری حصہ میں جو فکر و اندیشہ مجھے لاحق ہوتا تھا وہ بہت سخت تھا، کیونکہ قوم پراگندہ ہو چکی تھی، اور ہمارے اپنے (قریش ہی کے) لوگ ہمارے ساتھ ناانصافی کر رہے تھے۔

❁ اور لوئی بن غالب کے لوگوں (قریش) میں مجھے یہ نظر آ رہا ہے کہ اخلاقی بیماریاں بہت زیادہ پھیل چکی ہیں، یہاں تک کہ اُن کے صحیح لوگ بھی بیمار ہو رہے ہیں۔

❁ جب قوم کے درمیان دعوتِ الٰہی پیش کرنے والا (نبیٔ خدا) کھڑا ہوا (اور اس نے انہیں دین کی طرف بلایا) تو سب اُس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے اور چیخ پکار کرنے لگے۔

❁ لیکن (غور کرنے کی بات تو یہ ہے کہ) جو شخص لوگوں کو خداوندِ عالم کی وحدانیت کی طرف بلا رہا ہے اس کا گناہ کیا ہے؟ (کہ یہ لوگ اسے اذیّت پہنچا رہے ہیں) جبکہ دین (دینِ ابراہیمی جو یہاں والوں کا) قدیم مذہب ہے وہ بھی جانا پہچانا ہے۔ (اور جس طرح توحید کی دعوت حضرت ابراہیمؑ نے دی تھی اسی طرح ہمارا نبی دے رہا ہے)

❁ اس وقت جبکہ ہر طرف برائیاں عام ہو چکی ہیں، جو شخص نیکی اور تقویٰ و پرہیزگاری کی دعوت دے رہا ہے اس نے کوئی ظلم تو نہیں کیا ہے (جو قریش کے لوگ اسے ہر طرح ستا رہے ہیں اور پریشان کرنے کی کوشش کر رہے ہیں)

❁ اور یہ لوگ وہ ہیں جن کا اس سے پہلے بھی تجربہ کیا جا چکا ہے، اور جو شخص تجربہ کی منزل سے نہیں گذرا وہ (اس معاملہ کو اچھی طرح) نہیں سمجھ سکتا۔

❁ (البتہ) ان لوگوں کو یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ:

حلف نامہ کی جو دستاویز (ان لوگوں نے تیار کر کے خانہ کعبہ میں آویزاں کی تھی) اور جسے در حقیقت اپنی عداوت اور تنگ نظری کی وجہ سے ان لوگوں نے تیار کیا تھا (مگر قدرتِ خدا دیکھو! کہ دیمک پورے حلف نامہ کو کھا گئی صرف نامِ خدا باقی رہ گیا ہے) تو اس میں بھی تو ان کے لئے نصیحت کا (کافی) سامان موجود ہے (اگر یہ نصیحت حاصل کرنا چاہیں)

❁ خداوندِ عالم نے (اپنی قدرتِ کاملہ کے ذریعہ سے محمدؐ کی سچائی کو نمایاں کیا اور دیمک بھیج کر) ان کفارِ قریش کی نافرمانی و عناد پر مبنی تحریر کو مٹا دیا، اور یہ لوگ (محمدؐ جیسے) صادق القول انسان سے جو عداوت کر رہے تھے (اُسکا کذب و افترا واضح کر دیا، یہ اور بات ہے کہ) یہ اپنی دشمنی پر جمے رہیں۔

❁ چنانچہ اِن (کفار و مشرکین) نے جو باتیں کہی تھیں (اور جو عہد و پیمان کئے تھے) سب کے سب لغو ثابت ہو گئے، اور یہ بات واضح ہے کہ جو شخص بھی حق کے خلاف کوئی بات ایجاد کرے گا اس کا جھوٹ (واضح ہو جائے گا)۔

marfat.com

❁ عبداللہ کے فرزندِ ارجمند (حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) ہمارے درمیان (شروع ہی سے) صادق (وامین) رہے ہیں' اور قوم کی تمام ناراضگیوں کے باوجود وہی بات سچی ثابت ہوئی (جوانہوں نے فرمائی تھی)

❁ تم لوگ کبھی یہ وہم وگمان بھی نہ کرنا کہ ہم لوگ محمد (مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم) کا ساتھ چھوڑ دیں گے' چاہے ہم میں سے کوئی نزدیک ہو یا دور۔

❁ خاندانِ بنی ہاشم (کے نوجوانوں کے مضبوط وتوانا) بازو اُن کا بھرپور دفاع کریں گے' جنہیں شرف وبزرگی میں اُس ذات (پروردگارِ عالم) نے سنوارا ہے' جو بہترین سنوارنے اور آراستہ کرنے والا ہے۔

❁ اور پھر (سب سے بڑھ کر) یہ کہ خداوندِ عالم جو (ہم سب کا اور) ان کا پالنے والا ہے (وہی دُنیا کے لوگوں کو حضورؐ کی طرف راغب کرے گا پھر) بحرین کے لوگ' یا مدینہ منورہ کے باشندے (اُن کا بھرپور ساتھ دیں گے)

❁ (ذاتِ واجب کی قسم) مکہ معظمہ کے قُرب وجوار کی وادیاں محصب کا علاقہ (اور دور دراز کی جگہیں) اُن کے سامنے سرنگوں ہوں گی اور ہم لوگ ایسے نہیں ہیں کہ خانۂ کعبہ' بیت اللہ کی بلاوجہ قسم کھائیں اور جب ہم قسم کھاتے ہیں' تو پروردگارِ عالم اس کی تصدیق (وتائید) کرتا ہے۔

❁ (خدا کی قسم!) ہم حضورؐ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے یہاں تک کہ ان کی حمایت ونُصرت کرتے ہوئے قتل کر دیے جائیں' اوران لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ مقرّبِ (بارگاہ) نبی اکرم کو جھٹلاتے ہیں؟

❁ اے ہماری قوم کے لوگو! (قریش سے تعلق رکھنے والو) ہم پر ظلم وستم مت کرو' کیونکہ اگر ہمیں' قبیلہ کے ظلم سے ڈرایا گیا' تو ہم غضبناک ہو جائیں گے (اور ہمارے غضب کو کون برداشت کر سکتا ہے)

❁ اپنے لغو ولا حاصل خیالات اور بیجا اُمیدوں کو ختم کرو (کیونکہ محمدؐ کے دین کو مٹانا اور ان کے مشن کو ناکام بنانا ممکن نہیں ہے) لہٰذا ادھر ادھر کی باتیں مت سوچو۔

❁ ہم پر ظلم کی ابتداء مت کرو اور نہ ہمیں اذیت پہنچانے میں پہل کرو' کیونکہ (اگر تم نے ہمارے ساتھ ظلم وستم جاری رکھا تو) چاہے تم ہمارے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو' ہم تمہیں دُہرا مزا چکھائیں گے''

❁❁❁❁❁

marfat.com

حضرت ابو طالبؑ راوی حدیث

حضرت ابو طالبؑ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کچھ ایسی احادیث بھی بیان کی ہیں جن کے کلمات اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ صاحبِ ایمان تھے اور ان کا دل توحید خداوندی سے لبریز تھا۔

حضرت ابو طالبؑ کی بیان کردہ روایات میں سے ایک یہ ہے جسے خطیب بغدادی نے ان اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے۔امام جعفر صادقؑ، امام محمد باقرؑ، امام زین العابدینؑ، امام حسینؑ، امام المسلمین حضرت علی علیہم السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والدِ گرامی حضرت ابو طالبؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھ سے میرے بھائی کے بیٹے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث بیان فرمائی اور خدا کی قسم وہ یقیناً سچے ہیں۔

کیونکہ جب میں نے آپؐ سے پوچھا یا مُحَمّد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپؐ کس چیز کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے۔تو آپؐ نے فرمایا کہ صلہ رحمی اور ادائے نماز وزکوۃ کے لئے'اور نماز سے مراد اس وقت فجر اور عصر کی دو دو رکعتیں تھیں کیونکہ اوائل اسلام میں یہی دو نمازیں تھیں یا پھر نماز تہجد تھی جس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا بعثت مبارکہ سے پہلے بھی عمل تھا اور ان کو پنجگانہ نماز پر محمول کرنا درست نہیں۔کیونکہ نماز پنجگانہ حضرت ابو طالبؑ کی وفات کے ڈیڑھ سال بعد معراج کی رات کو فرض ہوئی کیونکہ حضرت ابو طالبؑ کا وصال بعثت مبارکہ کے دسویں سال شوال المکرم میں ہوا۔اور زکوٰۃ سے مراد اس وقت مطلق مہمان کا اکرام کرنا تھا اور مال وغیرہ میں سے ہر قسم کے صدقات کو بھی زکوٰۃ کے لفظ پر ہی محمول کیا جاتا تھا اور معروف زکوٰۃ شرعیہ اور فطرانہ وغیرہ سب کے سب ہجرت مبارکہ کے بعد مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفہا میں حضرت ابو طالبؑ کے وصال مبارک کے بعد فرض ہوئے اور ایسے ہی خطیب بغدادیؒ حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہہ سے جو کہ حضرت ام ہانیؓ بنت ابن ابی طالب نے حدیث بیان فرمائی کہ مجھے اللہ تبارک تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں تک اس کا یہ حکم پہنچاؤں کہ صلہ رحمی کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو عبادت میں شریک نہ کرو اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے نزدیک سچے اور امین ہیں اور ایسے ہی حضرت ابو طالبؑ کا ارشاد ہے کہ میں نے ابن اخی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ شکر کرو کیونکہ اس سے رزق میں فراوانی ہوگی اور کفر نہ کرو اس سے مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔قارئین کرام کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ ناصرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کتنا بلند مرتبہ اور ارفع مقام ہے۔

ہم سوال کرتے ہیں اگر خدانخواستہ حضرت ابو طالبؑ ایماندار نہیں تو تمہیں اس بات کی

marfat.com

پریشانی کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے حبیبؐ نے فیصلہ سنا دیا کہ جو آدمی دنیا میں جس کا دوست ہوگا وہ قیامت کے بعد بھی اسی کی مصاحبت میں ہوگا۔ اب ہمت ہے تو یہ معلوم کرلیں کہ حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے فرمانبردار اور باوفا چچا سے کتنی محبت اور پیار تھا۔ اور اسی طرح ناصرِ رسول اور پاسبانِ حرم خواجہ ابوطالبؑ سے عرض کیا جائے کہ سردارِ مکہ! آپ کو اپنے آقا و مولا سے کتنا لگاؤ اور عشق تھا' جواب یہی ملے گا کہ محبتِ طرفین کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب' ان ہر دو ہستیوں کی محبت کو نہ تو کسی ترازو میں تولا جاسکتا ہے اور نہ کسی پیمانے سے ناپا جاسکتا ہے خدا جانے یا محبّ اور محبوب' یوں ہی دو رکعت کے امام ملاؤں کو رسول اسلام اور آلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی اور دل آزاری کا ٹھیکہ ملا ہوا ہے۔

قرآن حکیم کا اعلان اور فیصلہ ہے کہ ایمان کا معیار محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

قید سے نجات

(تمام مؤرخین نے بلا حیل وحجت لکھا ہے) قریشِ مکہ نے ایک معاہدہ لکھا ہے کہ بنی ہاشم اور بنی مطلبؑ سے تمام معاملات میں قطع تعلق کیا جائے۔ معاہدہ کی تحریر کئی غلافوں میں لپیٹ کر خانہ کعبہ میں آویزاں کردی تاکہ کوئی شخص اس میں کوئی تبدیلی نہ کرسکے۔ اس حیلے سے انہوں نے اس دستاویز کو لوگوں کی دسترس سے تو بچالیا' مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت واختیار سے تو وہ اس کو محفوظ نہیں رکھ سکتے تھے۔ قادر وحکیم خدا نے اس دستاویز پر چھوٹے سے کیڑے دیمک کو مسلط کردیا۔ اس معاہدہ میں ظلم وستم کی جتنی دفعات تھیں دیمک نے سب کو چاٹ لیا۔ لیکن جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کا اسمِ گرامی تھا' جوں کا توں رہا سبحان اللہ۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوطالبؑ کو فرمایا! اے میرے محترم چچا! جو معاہدہ قوم نے لکھ کر خانۂ خدا میں آویزاں کردیا تھا' اس کی ساری دفعات کو دیمک نے چاٹ کر صاف کردیا ہے' ماسوائے اللہ تعالیٰ کے مبارک نام کے۔

حضرت ابوطالبؑ کے لئے یہ اطلاع باعثِ مسرت بھی تھی اور حیران کن بھی مکہ سے چند میل دور سرکارِ ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام تین سال سے محصور' اس چیز کے بارے میں حیران کن خبر دے رہے ہیں جو کئی غلافوں میں محفوظ خانہ کعبہ میں آویزاں تھی جس کی مسلسل نگرانی کی جارہی تھی۔

خواجہ ابوطالبؑ نے متعجب ہوکر پوچھا' اے جانِ عم! یہ خبر درست ہے؟

ساتھ ہی خواجہ ابوطالبؑ نے قسم کھاتے ہوئے کہا' آپ کی بات بالکل سچی ہے' آپؐ نے آج تک کبھی غلط بیانی نہیں کی۔ حضورؐ کی فرمائی ہوئی خبر کی تصدیق بذاتِ خود تصدیقِ نبوت ورسالت ہے اور یہی ایمان کامل ہے۔

marfat.com

خواجہ ابوطالبؑ حرم شریف میں

خواجہ ابو طالبؑ نے چند افراد ہمراہ لئے اور سیدھے حرم شریف میں جا پہنچے۔ قریش نے اچانک ان کو حرم شریف میں آتے دیکھا تو حیران ہو گئے۔ پھر خوش ہونے لگے کہ ہماری تدبیر کارگر ثابت ہوئی ہے۔ طویل اور تکلیف دہ محاصرے نے ان کو بے بس کر دیا ہے اور آئے ہیں تا کہ محمدؐ (فداہ ابی وامی وروحی) کو ہمارے حوالے کر دیں اور اس طرح انہیں قید سے نجات ملے۔ خواجہ ابو طالبؑ نے قریش کے قریب پہنچ کر فرمایا! اے گروہ قریش!

اس طویل مدت میں ایسے واقعات رو پذیر ہو گئے ہیں جن کے بارے میں ہم تمہیں نہیں بتا سکتے، تم اس صحیفہ کو کعبہ شریف سے باہر لے آؤ، ممکن ہے ہمارے تمہارے درمیان مصالحت کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔

حضرت ابو طالبؑ نے انہیں پہلے اس بات سے آگاہ نہ کیا جو حضورؐ نے فرمائی تھی تا کہ قریش اس دستاویز میں کچھ گڑ بڑ نہ کر دیں۔ اہل مکہ کی خوشی کی حد نہ رہی انہیں یقین ہو گیا کہ بنو ہاشم، بنو مطلب اور ابو طالبؑ خود حضورؐ کی نصرت اور اعانت سے دل برداشتہ ہو گئے ہیں۔ وہ یقیناً انہیں ہمارے حوالے کر دیں گے اور ہم اپنی مرضی سے اس فتنہ کو مٹا دیں گے جس نے ہماری راتوں کی نیندیں حرام کر دی ہیں۔

قریش بڑی تیزی سے اٹھے خانہ کعبہ سے وہ معاہدہ واپس لے آئے اور اس کو سب اہلِ مجلس کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے خواجہ ابو طالبؑ سے کہا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ تم لوگ حضورؐ کی اعانت ونصرت سے باز آ جاؤ اور ہم تم دوست بن جائیں گے۔ خواجہ ابو طالبؑ نے فرمایا!

میں آج ایک بڑا منصفانہ حل لے کر آیا ہوں۔ سب ہمہ تن گوش آپ کی طرف متوجہ ہوئے آپؑ نے فرمایا!

میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے اور یہ بات بھی تسلیم شدہ ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتا کہ یہ دستاویز جو اس وقت تمہارے ہاتھ میں ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے دیمک مسلّط کر دی ہے اور اس کی ساری عبارت چاٹ لی ہے ماسوائے اللہ تعالیٰ کے اسمِ گرامی کے اب تم خود اس کو کھولو! اگر میرے بھتیجے کی بات سچی نکلی تو پھر ہم کسی قیمت اس کو تمہارے حوالے نہیں کریں گے خواہ اس کے لئے ہمیں اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانا پڑے اور اگر اس کی بات سچی نہ نکلی تو پھر ابھی ہم اس کو تمہارے حوالے کر دیں گے تم جیسا سلوک کرنا چاہو تمہیں اختیار ہے۔ حضرت ابو طالبؑ کی یہ تجویز سن کر قریش مطمئن ہو گئے اور بیک زبان بولے۔

قَدْ رَضِیْنَا بِالَّذِی تَقُوْلُ۔ جو آپ نے کہا ہمیں منظور ہے۔

marfat.com

انکشافِ حقیقت

خواجہ ابوطالبؑ کے مطالبے پر قریش نے اس بحفاظت رکھے ہوئے صحیفہ کو کھولکر دیکھا تو اس طرح پایا جیسے مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے خبر ارشاد فرمائی تھی۔ صحیفہ دیکھ کران کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے لیکن بدبختی اور بدنصیبی نے ان کا راستہ روک رکھا تھا وہ اور زیادہ غضب ناک ہو گئے اور بولے ھٰذَا سِحْرُ ابْنِ اَخِیْکَ اے ابوطالبؑ یہ تمہارے بھتیجے کے جادو کا کرشمہ ہے اگر چہ حق روز روشن کیطرح عیاں ہو گیا تھا لیکن اندھی عصبیت نے انہیں اجازت نہ دی کہ وہ اسے تسلیم کر لیں وہ پہلے سے بھی زیادہ حضورؐ کے دشمن ہو گئے۔

بعض قریش کا احساس

اس بگڑے ہوئے معاشرے میں چند افراد ایسے بھی تھے جو اس ظلم اور تعدی پر سخت نالاں تھے اور دل ہی دل میں سوچتے تو تھے کہ اس سنگدلانہ اور ضرر رساں محاصرے کو ختم کرنا چاہئے جس کی زد میں عورتیں، معصوم بچے، ضعیف و نزار بوڑھے اور بیمار بھی ہیں لیکن سارے قریشی خاندانوں کے اجتماعی اقدام کے خلاف آواز اٹھانے کی وہ اپنے اندر ہمت نہیں پاتے تھے۔

خواجہ ابوطالبؑ کا احتجاج

اگر چہ کفار و مشرکین نے حضورؐ کی صداقت کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر لیا تھا پھر بھی اپنے عناد پر اڑے رہے اور حضورؐ کے خلاف اپنی مہم تیز تر کرنے کا اعلان کر دیا تو حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا!

یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ عَلَامَ نُحْصَرُ وَنُحْبَسُ وَبَانَ الْاَمْرُ وَتَبَیَّنَ اِنَّکُمْ اَوْلٰی بِالظُّلْمِ وَالْقَطِعَۃِ وَالْاِسَاءَ ۃِ.

اے گروہ قریش!

کس گناہ کے باعث تم نے ہمارا محاصرہ کیا ہوا ہے؟ اور ہمیں قید میں رکھا ہوا ہے۔ حالانکہ تم پر حقیقت ظاہر ہو چکی ہے اور ہمیں معلوم ہو گیا کہ تم ہی ظالم ہو، تم ہی قطع رحمی کرنے والے ہو اور تم ہی برا سلوک کرنے والے ہو۔

اس خطاب کے بعد خواجہ ابوطالبؑ اور آپؑ کے ساتھی کعبۃ اللہ کے پردوں کے ساتھ لپٹ گئے اور گڑگڑا کر یہ دعا مانگی: **اَللّٰھُمَّ النُّصُرْ نَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا وَقَطَعَ اَرْحَامَنَا وَاسْتَحَلَّ مَا یَحْرُمُ عَلَیْہِ مِنَّا.**

marfat.com

اے اللہ! جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا ہے اور ہماری قطع رحمی کی ہے اور جو چیزیں ان پر حرام تھی وہ انہوں نے حلال بنالی ہے۔

یا اللہ! ایسے لوگوں کے خلاف ہماری مدد فرما۔ (سبل الہدیٰ ص ۵۱۵ جلد ۲)

خواجہ ابو طالبؑ بارگاہِ خداوندی میں یہ فریاد کرنے کے بعد پھر شعب ابی طالبؑ میں آ گئے۔ اور زندان بے سقف دِرہ میں رہنے لگے کتب تواریخ سے بخوبی ثابت ہے کہ خواجہ ابوطالبؑ جب آلِ ہاشم اور دیگر صحابہ کرام سمیت شعبِ ابو طالبؑ میں محصور ہو گئے' مجاہد اول خواجہ ابوطالبؑ نے ایک فقید المثال قصیدہ لکھا جس میں لوگوں کو حق کی حمایت کے لئے ابھارنے کے ساتھ ساتھ اپنے اس پختہ عزم کا بھی بڑی جرأت سے اظہار کیا کہ وہ کسی قیمت پر بھی حضورؐ کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ حافظ ابن کثیر جنہوں نے بڑی دلیری اور فراخدلی سے حضرت خواجہ ابوطالبؑ کے خلاف جو چاہتے تھے کہہ بھی گزرے پھر بھی اس قصیدے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

وَهِيَ قَصِيدَةٌ" عَظِيمَةٌ بَلِيغَةٌ جداً لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يَقُولَهَا اِلَّا مِنْ نُسِبَتْ اِلَيْهِ وَهِيَ اَضْحَلُ مِنَ الْمُعَلَّقَاتِ السَّبْعِ وَاَبْلَغُ فِي تَادِيَةِ الْمَعْنَى وَالاَ شُبَهُ اَنَّ اَبَا طَالِبُ اِنَّمَا قَالَهَا بَعْدَ دُخُولِهَا الشِّعْبَ وَذِكْرُهَا مِنَا النَّسَبِ۔ (ضیاء النبیؐ ص ۳۹۱ جلد ۲)

ترجمہ: یہ قصیدہ بلند مرتبہ از حد بلیغ ہے۔ ابو طالبؑ کے بغیر اور کوئی ایسا قصیدہ نہیں لکھ سکتا یہ معلقات السبع سے بھی زیادہ پر مغز اور پر معنی ہے اور اغلب یہ ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نے یہ قصیدہ اس وقت لکھا جب وہ گھاٹی میں محصور کر دیئے گئے تھے اس لئے اس قصیدہ کو یہاں ذکر کرنا مناسب ہے۔ ابن کثیر کا کلام ختم ہؤا۔

قارئین کرام! یہ قصیدہ سبل الہدیٰ جلد دوم' سیرت ابن ہشام جلد دوم اور سیرت کی معتبر کتب میں مرقوم ہے جبکہ اس کا اصل ماخذ دیوانِ ابو طالبؑ ہے۔ حضرت ابوطالبؑ کے بارے میں تمام دلائل شواہد اور واقعات سے بڑھ کر ان کا کلام ہے مگر اس امر پر معترض کی نظر پڑتی ہی نہیں۔ یوں بھی معترضین کی آنکھوں پر تعصب و عناد کی پٹی بندھی ہوئی ہے اور اس پٹی کا سبب لاعلمی نہیں بلکہ وہ رقابت' تعصب اور دشمنی ہے جس کا بیج غزوۂ بدر میں بویا گیا تھا' جو بڑھتے بڑھتے محرم ۶۱ ہجری تک تناور درخت بن گیا اور اپنے زہریلے برگ و بار سے خاندانِ نبوت کی شہادت و اسیری کا سبب بنا''۔

قارئین کرام! لیجیے خواجہ ابوطالبؑ کا مشہور قصیدہ لامیہ معہ اُردو ترجمہ پیش خدمت ہے یہ قصیدہ ممدوح کے تمام قصائد میں مشہور ہے۔

marfat.com

قصیدہ لامیہ

خَلِیْلَیَّ مَا اُذْنِیْ لِاَوَّلِ عَاذِلٍ	بِصَغْوَاءَ فِیْ حَقٍّ وَلَا عِنْدَ بَاطِلٍ
خَلِیْلَیَّ اِنَّ الرَّاْیَ لَیْسَ بِشِرْکَۃٍ	وَلَا نَهْنَهٍ عِنْدَالْاُمُوْرِ الْبَلَابِلِ
وَلَمَّا رَاَیْتُ الْقَوْمَ لَا وُدَّ عِنْدَهُمْ	وَقَدْ قَطَعُوْا کُلَّ الْعُرٰی الْوَسَائِلِ
وَقَدْ صَارَحُوْنَا بِالْعَدَاوَۃِ وَالْاَذٰی	وَقَدْ طَاوَعُوْا اَمْرَالْعَدُوِّالْمُزَایِلِ
وَخَالَفُوْا قَوْمًا عَلَیْنَا اَظِنَّۃً	یَعُضُّوْنَ غَیْظًا خَلْفَنَا بِاالْاَنَامِلِ
صَبَرْتُ لَهُمْ نَفْسِیْ بِسَمْرَاءَ سَمْحَۃٍ	وَاَبْیَضَ عَضْبٍ مِّنْ تُرَاثِ الْمَقَاوِلِ
وَاَحْضَرْتُ عِنْدَالْبَیْتِ دَهْطِیْ وَاِخْوَتِیْ	وَاَمْسَکْتُ مِنْ اَثْوَابِهٖ بِالْوَصَائِلِ
قِیَامًا مَعًا مُسْتَقْبِلِیْنَ رِتَاجَهٗ	لِذِیْ حَیْثُ یَقْضِیْ نُسْکَهٗ کُلُّ نَافِلٍ
وَحَیْثُ یُنِیْخُ الْاَشْعَرُوْنَ رِکَابَهُمْ	بِمَفْضَی السُّیُوْلِ مِنْ اَسَافٍ وَنَائِلٍ
مُوَسَّمَۃَ الْاَعْضَادِ اَوْ قَصَرَاتِهَا	مُخَیَّسَۃً بَیْنَ السَّدِیْسِ وَبَازِلٍ
تَرَی الْوَدْعَ فِیْهَا وَالرُّخَامَ وَزِیْنَۃً	بِاَعْنَاقِهَا مَعْقُوْدَۃً کَالْعَثَاکِلِ
اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مِنْ کُلِّ طَاعِنٍ	عَلَیْنَا بِسُوْءٍ اَوْ مَلِحٍّ بِبَاطِلٍ
وَمِنْ کَاشِحٍ یَسْعٰی لَنَا بِمَعِیْبَۃٍ	وَمِنْ مُلْحِقٍ فِی الدِّیْنِ مَالَمْ نُحَاوِلِ
وَثَوْرٍ وَ مَنْ اَرْسٰی ثَبِیْرًا مَکَانَهٗ	وَعَیْرٍ وَرَاقٍ فِیْ حِرَاءٍ وَ نَازِلٍ
وَبِالْبَیْتِ رُکْنِ الْبَیْتِ مِنْ بَطْنِ مَکَّۃٍ	وَبِااللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِغَافِلٍ
وَبِالْحَجَرِ الْمُسْوَدِّ اِذْ یَمْسَحُوْنَهٗ	اِذَا اکْتَنَفُوْهُ بِالضُّحٰی وَالْاَصَائِلِ
وَمُوْطِیءِ اِبْرَاهِیْمَ فِی الصَّخْرِ رَطْبَۃً	عَلٰی قَدَمَیْهِ حَافِیًا غَیْرَ نَاعِلٍ
وَاَشْوَاطِ بَیْنَ الْمَرْوَتَیْنِ اِلَی الصَّفَا	وَمَا فِیْهِمَا مِنْ صُوْرَۃٍ وَ تَمَاثِلٍ
وَ مِنْ حَجَّ بَیْتَ اللّٰهِ مِنْ کُلِّ رَاکِبٍ	وَمِنْ کُلِّ ذِیْ نَذْرٍ وَمِنْ کُلِّ رَاجِلٍ
وَبِالْمَشْعَرِ الْاَقْصٰی اِذَا عَمَدُوْا لَهٗ	اِلَالٍ مَفْضَی الشِّرَاجِ الْقَوَابِلِ
وَتَوْقَافِهِمْ فَوْقَ الْجِبَالِ عَشِیَّۃً	یُقِیْمُوْنَ بِالْاَیْدِیْ صُدُوْرَ الرَّوَاحِلِ
وَلَیْلَۃِ جَمْعٍ وَالْمَنَازِلُ مِنْ مِنًی	وَ مَا فَوْقَهَا مِنْ حُرْمَۃٍ وَّ مَنَازِلِ
وَجَمْعٍ اِذَا مَاالْمُقْرَبَاتِ اَجَزْنَهٗ	سِرَاعًا کَمَا یَفْزَعْنَ مِنْ وَّقْعِ وَابِلٍ
وَبِالْجَمْرَۃِ الْکُبْرٰی اِذَا صَمَدُوْا لَهَا	یَؤُمُّوْنَ قَذْفًا رَاْسَهَا بِالْجَنَادِلِ

marfat.com

وَكِندَةُ اِذْهُم بِالْحِصَّابِ عَشِيَّةً	تُجِيْرُبِهِم حِجَاجُ بَكْرِبْنِ وَائِلِ
حَلِيْفَانِ شَدَّا عِقْدَ مَا اجْتَمَعَالَهُ	وَرَدَّا عَلَيْهِ عَاطِفَاتِ الْوَسَائِلِ
وَحَطْمُهُم سُمْرَالرِّمَاحِ مَعَ الظُّبَا	وَاِنْفَاذُهُم مَا يَتَّقِى كُلُّ نَابِلِ
وَمَشْيُهُم حَوْلَ الْبِسَالِ وَسَرْحُهُ	وَشِبْرِقُهُ وَخْدَالنَّعَامِ الْجَوَافِلِ
فَهَلْ فَوْقَ هٰذَا مِنْ مَّعَاذٍ لِّعَائِذٍ	وَهَلْ مِنْ مُّعِيْذٍ يَّتَّقِى اللّٰهَ عَادِلِ؟
يُطَاعُ بِنَا الْاَعْدَآءِ وَوَدُّوالَوَاَنَّنَا	تُسَدُّ بِنَا اَبْوَابُ تُرْكٍ وَ كَابِلِ
كَذِبْتُمْ وَ بَيْتِ اللّٰهِ نَتْرُكَ مَكَّةً	وَنَظْعَنُ اِلَّا اَمْرُكُم فِىْ بَلَابِلِ
كَذِبْتُمْ وَ بَيْتِ اللّٰهِ نُبْزِىْ مُحَمَّدًا	وَلَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهُ وَنُنَاضِلِ
وَنَنْصُرُهُ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهُ	وَنَذْهَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ
وَيَنْهَضَ قَوْمٌ فِى الْحَدِيْدِ اِلَيْكُمْ	نُهُوْضَ الرَّوَايَا تَحْتَ ذَاتِ الصَّلَاصِلِ
وَحَتّٰى يُرٰى ذُوالضِّغْنِ يَرْكَبُ رَدْعَهُ	مِنَ الطَّعْنِ فِعْلَ الْاَنْكَبِ الْمُتَحَامِلِ
وَاِنِّىْ لَعَمْرُاللّٰهِ اِنْ جَدَّمَا اَرٰى	لَتَلْبَسُنْ اَسْيَافُنَا بِاالْاَمَاثِلِ
بِكَفِّ امْرِىءٍ مِثْلِ الشِّهَابِ سَمَيْدَعٍ	اَخِىْ ثِقَةٍ حَامِى الْحَقِيْقَهِ بَاسِلِ
شُهُوْرًا وَّ اَيَّامًا وَّ حَوْلًا مُّحَرَّمًا	عَلَيْنَا وَتَاتِىْ حِجَّةٌ بَعْدَ قَابِلِ
وَمَا تَرْكُ قَوْمٍ لَا اَبَالَكَ سَيِّدًا	يَحُوْطُ الذِّمَارَ غَيْرَ ذَرْبٍ مُّوَاكِلِ؟
وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ	ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ
يَلُوْذُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ	فَهُمْ عِنْدَهُ فِىْ نِعْمَةٍ وَّ فَوَاضِلِ
لَعَمْرِىْ لَقَدْ اَجْرٰى اُسَيْدٌ وَرَهْطُهُ	اِلٰى بُغْضِنَا وَجَزَّاَنَا لِاٰكِلِ
جَزَتْ رَحِمٌ عَنَّا اُسَيْدًا وَ خَالِدًا	جَزَآءَ مُسِيْءٍ لَا يُؤَخِّرُ عَاجِلِ
وَعُثْمَانُ لَمْ يَرْبَعْ عَلَيْنَا وَقُنْفُذٌ	وَلٰكِنْ اَطَاعَا اَمْرَ تِلْكَ الْقَبَائِلِ
اَطَاعَا اُبَيًّا وَابْنَ عَبْدِ يَغُوْثِهِمْ	وَلَمْ يَرْقُبَا فِيْنَا مَقَالَةَ قَائِلِ
كَمَا قَدْ لَقِيْنَا مِنْ سُبَيْعٍ وَ نَوْفَلٍ	وَكُلٌّ تَوَلّٰى مُعْرِضًا لَمْ يُجَامِلِ
فَاِنْ يَلْقِيَا اَوْ يُمْكِنِ اللّٰهُ مِنْهُمَا	نَكِلْ لَهُمَا صَاعًا بِكَيْلِ الْمُكَايِلِ
وَذَاكَ اَبُوْ عَمْرٍو اَبٰى غَيْرَ بُغْضِنَا	لِيَظْعَنَنَا فِىْ اَهْلِ شَاءٍ وَجَامِلِ
يُنَاجِىْ بِنَا فِىْ كُلِّ مُمْسًى وَّ مُصْبَحٍ	فَنَاجِ اَبَا عَمْرٍوبِنَا ثُمَّ خَاتِلِ

marfat.com

وَيُقْسِمُنَا بِاللّٰهِ مَا اِنْ يَغُشَّنَا … بَلٰى قَدْ نَرَاهُ جَهْرَةً غَيْرَ حَائِلِ

اَضَاقَ عَلَيْهِ بُغْضُنَا كُلَّ تَلْعَةٍ … مِنَ الْاَرْضِ بَيْنَ اَخْشَبٍ فَمُجَادِلِ

وَسَائِلُ اَبَا الْوَلِيْدِ: مَا ذَا حَبُوْتَنَا … بِسَعْيِكَ فِيْنَا مُعْرِضًا كَالْمُخَاتِلِ

وَكُنْتَ امْرًا مِمَّنْ يُّعَاشُ بِرَأْيِهٖ … وَرَحْمَتُهٗ فِيْنَا وَلَسْتَ بِجَاهِلِ

اَعُتْبَةُ، لَا تَسْمَعْ بِنَاقَوْلَ كَاشِحٍ … حَسُوْدٍ كَذُوْبٍ مُبْغِضٍ ذِيْ دَغَاوِلِ

وَقَدْ خِفْتَ اِنْ لَمْ تَزْجُرَنْهُمْ وَتَرْعَوُدا … تُلَاقِيْ وَ نَلْقٰى مِنْكَ اِحْدَى الْبَلَابِلِ

وَمَرَّ اَبُوْسُفْيَانَ عَنِّيْ مُعْرِضًا … كَمَا مَرَّ قَيْلٌ مِنْ عِظَامِ الْمَقَاوِلِ

يَفِرُّ اِلٰى نَجْدٍ وَّ بَرْدِ مِيَاهِهٖ … وَ يَزْعَمُ اَنِّيْ لَسْتُ عَنْكُمْ بِغَافِلِ

وَاَعْلَمُ اَنْ لَا غَافِلَ عَنْ مَسَاءَةٍ … كَفَاكَ الْعَدُوُّ عِنْدَ حَقٍ وَ بَاطِلِ

فَمِيْلُوْا عَلَيْنَا كُلُّكُمْ اِنَّ مَيْلَكُمْ … سَوَاءٌ عَلَيْنَا وَالرِّيَاحُ بِهَاطِلِ

يُخَبِّرُنَا فِعْلَ الْمُنَاصِحِ اَنَّهٗ … شَفِيْقٌ وَ يُخْفِيْ عَارِمَاتِ الْجَلَائِلِ

اَمُطْعِمُ لَمْ اَخْذُلْكَ فِيْ يَوْمِ نَجْدَةٍ … وَ لَا عِنْدَ تِلْكَ الْمُعْظَمَاتِ الدَّوَاخِلِ

وَلَايَوْمِ خَصْمٍ اِذْ اَتَوْكَ اَلَدَّةٍ … اُوْلِيْ جَدَلٍ مِنَ الْخُصُوْمِ الْمُسَاجِلِ

اَمُطْعِمُ اِنَّ الْقَوْمَ سَامُوْكَ خُطَّةً … وَاِنِّيْ مَتٰى اُوْكَلْ فَلَسْتُ بِوَائِلِ

جَزَى اللّٰهُ عَنَّا عَبْدَ شَمْسٍ وَ نَوْفَلًا … عُقُوْبَةَ شَرٍّ عَاجِلًا غَيْرَ اجِلِ

بِمِيْزَانِ قِسْطٍ لَا يَغِيْضُ شَعِيْرَةً … لَهٗ شَاهِدٌ مِنْ نَفْسِهٖ حَقٌّ عَادِلِ

لَقَدْ سَفِهَتْ اَحْلَامُ قَوْمٍ تَبَدَّلُوْا … بَنِيْ خَلَفٍ قَيْضًا بِنَا وَالْغَيَاطِلِ

وَنَحْنُ الصَّمِيْمُ مِنْ ذُؤَابَةِ هَاشِمٍ … وَاٰلِ قُصَيٍّ فِي الْخُطُوْبِ الْاَوَائِلِ

وَكَانَ لَنَا حَوْضُ السِّقَايَةِ فِيْهِمْ … وَنَحْنُ الذُّرٰى مِنْهُمْ وَفَوْقَ الْكَوَاهِلِ

فَمَآ اَدْرَكُوْا ذَحْلًا وَّلَا سَفَكُوْا دَمًا … وَلَا خَالَفُوْا اِلَّا شِرَارَ الْقَبَائِلِ

بَنِيْ اَمَةٍ مَّجْنُوْنَةٍ هِنْدَكِيَّةٍ … بَنِيْ جُمَعٍ عُبَيْدُ قَيْسِ بْنِ عَاقِلِ

وَسَهْمٌ وَ مَخْزُوْمٌ تَمَالَؤُا وَاَلَّبُوْا … عَلَيْنَا الْعِدَآ مِنْ كُلِّ طِمْلٍ وَ خَامِلِ

وَشَائِظُ كَانَتْ فِيْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ … نَفَاهُمْ اِلَيْنَا كُلُّ صَقْرٍ حُلَاحِلِ

وَرَهْطُ نُفَيْلٍ شَرُّ مَنْ وَطِيءَ الْحَصٰى … وَاَلْاَمُ حَافٍ مِنْ مَعَدٍّ وَنَاعِلِ

اَعَبْدَ مُنَافٍ اَنْتُمُوْ خَيْرُ قَوْمِكُمْ … فَلَا تُشْرِكُوْا فِيْ اَمْرِكُمْ كُلَّ وَاغِلِ

marfat.com

فَقَدْ خِفتُ اِنْ لَّمْ يُصْلِحِ اللّٰهُ اَمْرَكُمْ	تَكُوْنُوْا كَمَا كَانَتْ اَحَادِيْثُ وَائِلِ
لَعَمْرِىْ لَقَدْ اُوْهِنْتُمُوْ وَ عَجَزْتُمُوْ	وَجِئْتُمْ بِاَمْرٍ مُخْطِيءٍ لِلْمَفَاصِلِ
وَكُنْتُمْ قَدِيْمًا حَطْبَ قَدْرٍ فَاَنْتُمُوْ	اَلْاٰنَ حِطَابُ اَقْدُرٍ وَّ مَرَاجِلِ
لِيَهْنِيءُ بَنِىْ عَبْدِ مُنَافٍ عُقُوْقُهَا	وَخُذْ لَانُهَا وَتَرْكُنَا فِىْ الْمَعَاقِلِ
فَاِنْ يَّكُ قَوْمٌ سَرَّهُمْ مَا صَنَعْتُمُوْ	سَتَحْتَلِبُوْهَا لَاقِعًا غَيْرَ بَاهِلِ
فَبَلِّغْ قُصَيًّا اَنْ سَيُنْشَرُ اَمْرُنَا	وَ بَشِّرْ قُصَيًّا بَعْدَنَا بِالتَّخَاذُلِ
وَلَوْ طَرَقَتْ لَيْلًا قُصَيًّا عَظِيْمَةٌ	اِذَا مَاالْجَأَنَا دُوْنَهُمْ فِىْ الْمَدَاخِلِ
وَلَوْ صُدِقُوْا ضَرْبًا خَلَالَ بُيُوْتِهِمْ	لَكُنَّا أَسَى عِنْدَالنِّسَآءِ الْمَطَافِلِ
فَاِنْ تَكُ كَعْبٌ مِنْ لُؤَىٍّ تَجَمَّعَتْ	فَلَا بُدَّ يَوْمًا مَرَّةً مِنْ تَزَايُلِ
وَاِنْ تَكُ كَعْبٌ مِنْ كَعُوْبٍ كَثِيْرَةٍ	فَلَا بُدَّ يَوْمًا اَنَّهَا فِىْ مَجَاهِلِ
وَكُلُّ صَدِيْقٍ وَابْنُ اُخْتٍ نَعُدُّهٗ	وَجُدْنَا لَعَمْرِىْ غِبَّهٗ غَيْرَ طَائِلِ
بِسِوَى اَنَّ رَهْطًا مِنْ كِلَابِ بْنِ مُرَّةٍ	بَرَاءٌ اَلَيْنَا مِنْ مُعَقَّةِ خَاذِلِ
بَنِىْ اَسَدٍ لَا تُطْرِفُنَّ عَلَى الْقَذٰى	اِذَا لَمْ يَقُلْ بِالْحَقِّ مِقْوَلُ قَائِلِ
فَنِعْمَ ابْنُ اُخْتِ الْقَوْمِ غَيْرَ مُكَذَّبٍ	زُهَيْرٌ حُسَامًا مُفْرَدٌ امِنْ حَمَائِلِ
اَشَمُّ مِنَ الشُّمِّ الْبَهَالِيْلِ يَنْتَمِىْ	اِلٰى حَسَبٍ فِىْ حُوْمَةِ الْمَجْدِ فَاضِلِ
لَعَمْرِىْ لَقَدْ كَلِفْتُ وَجْدًا بِاَحْمَدٍ	وَاِخْوَتِهٖ دَأْبَ الْمُحِبِّ الْمُوَاصِلِ
اَقِيْمُ عَلٰى نَصْرِ النَّبِىِّ مُحَمَّدٍ	اُقَاتِلُ عَنْهُ بِالْقَنَا وَالْقَنَابِلِ
فَلَا زَالَ فِى الدُّنْيَا جَمَالًا لِاَهْلِهَا	وَزَيْنًا لَمْ وَلَّاهُ رَبُّ الْمَشَاكِلِ
فَمَنْ مِّثْلُهٗ فِى النَّاسِ اَىُّ مُؤَمَّلٍ	اِذَا قَاسَهُ الْحُكَّامُ عِنْدَ التَّفَاضُلِ
حَلِيْمٌ رَشِيْدٌ عَادِلٌ غَيْرُ طَائِشٍ	يُوَالِىْ اِلٰهًا لَيْسَ عَنْهُ بِغَافِلِ
فَاَيَّدَهٗ رَبُّ الْعِبَادِ بِنَصْرِهٖ	وَاَظْهَرَ دِيْنًا حَقُّهٗ غَيْرُ فَاصِلِ
فَوَاللّٰهِ لَوْلَا اَنْ اُجِيْءَ بِسُبَّةٍ	تَجُرُّ عَلٰى اَشْيَاخِنَا فِى الْمَحَافِلِ
لَكُنَّا اتَّبَعْنَاهُ عَلٰى كُلِّ حَالَةٍ	مِنَ الدَّهْرِ جِدًّا غَيْرَ قَوْلِ التَّهَازُلِ
لَقَدْ عَلِمُوْا اَنَّ ابْنَنَا لَا مُكَذَّبٌ	لَدَيْهِمْ وَلَا يُعْنٰى بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ
رِجَالٌ كِرَامٌ غَيْرُ مِيْلٍ نَمَاهُمُوْ	اِلَى الْغُرِّ اٰبَآءٌ كِرَامُ الْمَخَاصِلِ

marfat.com

دَفَعْنَا هُمُوْ حَتّٰی تَبَدَّد جَمْعُهُمْ	وَحَسَّرَعَنَّا كُلُّ بَاغٍ وَجَاهِلِ
شَبَابٌ مِنَ الْمُطَيَّبِيْنَ وَهَاشِمٍ	كَبِيْضِ السُّيُوْفِ بَيْنَ اَيْدِی الصَّيَاقِلِ
بِضَرْبٍ تَرَی الْفِتْيَانَ فِيْهِ كَاَنَّهُمْ	ضَوَارِیْ اَسْوَدٍ فَوْقَ لَحْمِ خَرَادِلِ
وَلٰكِنَّا نَسْلٌ كِرَامٌ لَسَادَةٍ	بِهِمْ نَعْتَلِی الْاَقْوَامَ عِنْدَ التَّطَاوُلِ
سَيَعْلَمُ اَهْلُ الضِّغْنِ اَيِّیْ وَاَيُّهُمْ	بِفَوْزٍ وَ يَعْلُوْ فِیْ لَيَالٍ قَلَائِلِ
وَاَيُّهُمُوْ مِنِّیْ وَمِنْهُمْ بِسَيْفِهٖ	يُلَاقِیْ اِذَا مَا حَانَ وَقْتُ التَّنَازُلِ
وَمَنْ ذَا يَمِلُّ الْحَرْبَ مِنِّیْ وَمِنْهُمُوْ	وَيَحْمَدُ فِی الْاٰفَاقِ مِنْ قَوْلِ قَائِلِ؟
فَاَصْبَحَ فِيْنَا اَحْمَدٌ فِیْ زِمَّةٍ	تُقَصِّرُ عَنْهَا سَوْرَةُ الْمُتَطَاوِلِ
كَاَنِّیْ بِهٖ فَوْقَ الْجِيَادِ يَقُوْدُهَا	اِلٰی مَعْشَرٍ زَاغُوْا اِلٰی كُلِّ بَاطِلِ
وَجُدْتُ بِنَفْسِیْ دُوْنَهٗ وَ حَمِيْتُهٗ	وَدَافَعْتُ عَنْهُ بِالطُّلٰی وَالْكَلَاكِلِ
وَلَا شَكَّ اَنَّ اللّٰهَ رَافِعُ اَمْرِهٖ	وَمُعْلِيْهِ فِی الدُّنْيَا وَيَوْمَ التَّجَادُلِ

"اے میرے دوستو! ایسا نہیں ہے کہ حق و باطل کے معاملہ میں، پہلی ملامت (سنتے ہی) میرے کان، منحرف ہونے لگیں۔

(اور) اے میرے دوستو! اہم اور دوررس معاملات میں، صحیح اور با بصیرت رائے، باہمی مشورے کے بعد ہی ملتی ہے۔

اور جب میں نے یہ دیکھا کہ قوم نے ہم سے ہر قسم کے تعلقات توڑ لیے، وسائل و روابط منقطع ہو گئے اور اُن لوگوں کے دلوں میں (ہمارے لیے) کوئی محبت باقی نہ رہی بلکہ کھلم کھلا وہ لوگ ہماری عداوت اور ایذا رسانی پر اُتر آئے اور ہمارے دشمنوں کی بات پوری طرح ماننے لگے، اور جو لوگ ہم سے بدگمان تھے اُن سے اِن لوگوں نے عہد و پیمان کر لیا اور ہم سے بھرپور دشمنی کرنے لگے۔

تب بھی میں نے صبر سے کام لیا اور اپنے گندم گوں نیزوں اور آب دار تلواروں کو، جو ہمیں بزرگوں سے ورثہ میں ملی تھیں، روکے رکھا۔

اور خانۂ خدا کے پاس اپنے اہلِ خاندان اور برادران کو جمع کیا، اور تمام معاملات کے نشیب و فراز کو اُن کے سامنے رکھا۔

سب لوگ خانۂ خدا کے دروازے کی طرف رخ کر کے کھڑے تھے جہاں عبادت گذار لوگ مصروفِ عبادت رہتے ہیں (اور جس کے قرب و جوار میں زمانۂ جاہلیتؐ میں) بُت رکھے جاتے تھے، اور جہاں حج کے لئے آنے والے لوگ اپنے اونٹوں کو ٹھہراتے تھے، وہ اونٹ ہر سن و سال کے

marfat.com

ہوتے تھے ان پر انواع واقسام کے سامان بھی لدے ہوتے تھے اور ان کی آرائش وزیبائش بھی گوناگوں طریقوں سے کی جاتی تھی جو انگور کے خوشوں کی طرح ایک دوسرے سے پیوست ہوتی تھیں۔

(اس منظر کشی کے بعد جناب ابو طالبؑ فرماتے ہیں کہ)

میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں ہر اس شخص سے جو ہماری طرف کسی برائی کی تہمت لگائے یا کسی باطل اور غلط بات پر اصرار کرے۔ اور ہر اس دشمن سے جو ہماری عیب جوئی کرے یا دین میں ایسی بات شامل کرے جس کا ہم نے کوئی اقدام نہ کیا ہو (یا ہمارے دین و مذہب کے بارے میں ایسی بات کہے جس سے ہم بری الذمہ ہوں)

میں اس پروردگار کی پناہ چاہتا ہوں جس کے مکہ کے پہاڑوں) ثور، ثبیر، عیر اور حرا کو ان کی جگہ پر قائم کیا ہے۔ (اور اس نبی اکرمؐ کی پناہ طلب کرتا ہوں جو) کوہ حرا پر جاتے اور آتے ہیں۔

اور مکہ کی سرزمین پر جو خدا کا گھر ہے اُس گھر کی اور رُکن (ومقام) کی پناہ مانگتا ہوں (اور سب سے بڑھ کر) خُداوندِ (ذوالجلال) کی پناہ مانگتا ہوں یقیناً خداوندِ عالم (بندوں کے حالات سے کبھی) غافل نہیں ہوتا۔ (اور میں تمام دینی شعائر جیسے) حجر اسود جسے لوگ چھوتے (اور چومتے) ہیں اور دِن رات اُس سے لپٹتے رہتے ہیں مقامِ ابراہیمؑ (یعنی) وہ پتھر جو (بحکم خُدا) اِتنا نرم ہوگیا کہ جناب ابراہیمؑ نے اپنے کھلے ہوئے پیروں کو اُس پر رکھا (تو اس پتھر کے اندر نشاناتِ قدم ثبت ہو گئے)۔ (اسی طرح) وہ قدم جو (سعی کے لیے) صَفا و مَروہ کے درمیان اُٹھائے جاتے ہیں (جہاں اُس وقت) ہر قسم کی تصویریں نظر آتی (تھیں)۔

اور وہ تمام لوگ جو نذر کر کے یا بغیر نذر کے) خانۂ خُدا کا حج کرنے سواریوں پر یا پیدل آتے ہیں۔ اور عرفات و مَشعَر الحرَام جس کا لوگ قصد کرتے ہیں اور (عرفات کی) وہ بُلند جگہ جہاں دینی پیشوا (کھڑا ہو کر خُطبہ دیتا ہے) اور اس کی وہ وادیاں اور نشیبی علاقے جو پانی کی گذرگاہ ہیں۔ اور حاجیوں کا (۹ ذی الحجہ کو) شام کے وقت تک (عرفات کی) پہاڑیوں پر وقوف کرنا جہاں وہ (روانگی کے لیے) اُونٹنیوں پر ٹھہرے رہتے ہیں۔ خُدا کی بارگاہ میں اتنی تیزی سے قُربانی کرتے ہیں جیسے کوئی شخص بارش سے بھاگ رہا ہو۔ (درحقیقت یہ ایک تمثیل ہے قربانی میں اُس عُجلت کی جو آج بھی بخوبی نظر آتی ہے)۔ اور (اِسی منیٰ کے اندر) یہ لوگ بڑے شیطان کے پاس پہونچ کر کنکریوں سے اُس کے سر پر ضرب لگاتے ہیں۔

جناب ابو طالبؑ، حج کے ان تمام ارکان کو اپنے اس قصیدہ کے اندر نہایت خوبصورتی سے قلمبند کرتے ہوئے اپنے ایمان کی منزلت کو بھی واضح کر رہے ہیں اور ان شعائرِ اسلام کی اہمیت کو بھی

marfat.com

آشکار فرما رہے ہیں۔ اور اس کے بعد قریش کے اُن دو قبائل کا ذکر کرتے ہیں جنھوں نے بنی ہاشم کے خلاف بائیکاٹ کا عہد و پیمان کیا ﴾

جمرات کے پاس، رات کے وقت، جب حُجاج وہاں سے گذر رہے تھے، بنی کندہ اور بنی بکر بن وائل نامی دو حلیفوں نے باہمی میٹنگ کے بعد ایک مضبوط عہد و پیمان کیا، اور اس کے لیے ہر قسم کے وسائل کو کام میں لائے (اور انہوں نے یہ بھی طے کیا کہ) اِسے گندم گوں نیزے اور تلواریں ہو توڑ سکتی ہیں اور خوفناک شمشیر زنی ہی ختم کر سکتی ہے اور وہ لوگ اپنے بہادروں کے اِرد گرد اس طرح تیزی سے چل رہے تھے جیسے تیز رفتار سواریاں چلتی ہیں۔

﴿اس کے بعد جناب ابو طالبؑ تمام لوگوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ: اب جبکہ قریش کے قبائل نے ہمارے بائیکاٹ کا فیصلہ کر ہی لیا ہے ﴾

کیا اس کے بعد بھی (کوئی عذر باقی رہتا ہے، اور دُنیاوی طور سے) کسی کی پناہ لینے والے کے لیے پناہ کی جگہ رہ گئی ہے۔ کیا کوئی انصاف پسند ایسا نہیں رہ گیا ہے جو خدا سے ڈرے (اور ان لوگوں کو سمجھائے کہ رسول خداؐ کو اذیّت نہ پہنچائیں!)

(اب صورتِ حال یہ ہو گئی ہے کہ) ہمارے دُشمنوں کی بات مانی جا رہی ہے اور (ہماری بھرپور مخالفت کی جا رہی ہے بلکہ) یہ لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ (ہمیں مکہ سے نکال دیا جائے اور) ترک و کابل کے دروازے بھی ہمارے لئے بند کر دیے جائیں (نزدیک و دور کی ہر زمین ہمارے لئے تنگ کر دی جائے) لیکن ربِّ کعبہ کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم لوگ مکہ چھوڑ دیں' ان (قریش کے) لوگوں کے تمام ارادے لغو بیکار ہیں۔

خدا کی قسم! یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم رسولِ خداؐ کا ساتھ چھوڑ دیں (بلکہ ہم تو ان کی حمایت میں) تم سے تلواروں اور نیزوں کے ذریعہ مقابلہ کریں گے۔

ہم اُن کی مدد و نصرت کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اُن کی نظروں کے سامنے جان دے دیں اور اپنے اہل و عیال سے جدا ہو جائیں (اور ہمارے مرنے کے بعد بھی) ایسے لوگ اُٹھیں گے جو اسلحوں میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور سیلِ رواں کی طرح (تم پر) چھا جائیں گے۔ یہاں تک کہ کینہ پرور لوگوں کے کینوں کو اپنے نیزوں کے ذریعے ختم کر دیں گے (اور دشمن) منہ کے بل زمین پر گر پڑیں گے۔ اور خدا کی قسم! میری نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ (عنقریب) ہماری تلواریں قریش کے بزرگان کے ساتھ ٹکرانے والی ہیں۔

(اور ہماری یہ تلواریں) ایسے بہادروں کے ہاتھوں میں ہوں گی جو شہاب ثاقب کی

marfat.com

طرح (دشمن پر ٹوٹ پڑیں گے) یہ ہر لحاظ سے قابلِ اعتماد ہوں گے، حق و حقیقت کی حمایت کرنے والے اور شجاع ہوں گے۔

(صنادیدِ عرب کے ساتھ ہمارے یہ مقابلے اتنے طویل ہوں گے کہ) دن مہینوں میں (مہینے) کامل سال (میں تبدیل ہوں گے) اور ایک سال کے بعد دوسرا سال آ جائے گا (یاد رکھو) چاہے کچھ ہو جائے، ہم لوگ اپنے نبی کو نہیں چھوڑ سکتے، کیونکہ) قوم کا اپنے عالی وقار سیّد و سردار کو چھوڑنا تو نہایت بُری بات ہے۔ (اور سیّد و سردار بھی ایسا نبی مکرّم) درخشندہ چہرے والا، جس کے رُخِ زیبا کا واسطہ دیکر بارش کی دُعا کی جاتی ہے، جو یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کا والی و وارث ہے۔

بنی ہاشم کے ستم رسیدہ افراد اُسی کی پناہ چاہتے ہیں، کیونکہ وہ اُن کے لئے (درحقیقت اللہ کی) ایک بڑی نعمت اور بہت بڑا احسان ہے۔ (اور جہاں تک) اُسید اور اُن کے خاندان کے طرزِ عمل (اور ہمارے بائیکاٹ کا تعلق ہے تو) میری جان کی قسم! ان لوگوں نے ہماری عداوت میں ایسا اقدام کیا ہے کہ (پوری قوم سے) کاٹ کر گویا کھانے والوں کے لیے (ہمیں لقمہ) بنا دیا ہے!!

اور عثمان بن عبیداللہ اور قنفذ بن عمیر نے ہمارے خلاف (کوئی نیا) اقدام نہیں کیا ہے بلکہ اُن ہی قبائل کے حکم کی اطاعت کی ہے اور اُبی اور ابنِ عبد یغوث (جیسے بدسرشت لوگوں) کی بات مان لی اور ہماری کسی بات کا خیال نہیں کیا۔

جیسا کے سبیع بن خالد اور نوفل بن خویلد (جیسے شیطان صفت لوگوں) سے ہم لوگوں کو اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا، یہ سب لوگ ہم سے منحرف ہیں کوئی بھی حُسنِ سُلوک پر آمادہ نہیں ہے (لیکن ان سب لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ) اگر ان لوگوں سے ہماری مڈبھیڑ ہو گئی اور خدا نے موقع دیا تو ہم بھی ان لوگوں سے پورا پورا بدلہ چکائیں گے۔

اسی طرح ابوعَمرو (قرظہ بن عبدعَمرو) بھی مسلسل ہمارے ساتھ دشمنی کرتا رہتا ہے (اور اس کی پوری کوشش) یہی ہے کہ ہم اپنے جانوروں پر بیٹھ کر یہاں سے چلے جائیں، یہ شخص صبح و شام باتیں کرتا ہے، ہمارے پاس آتا بھی ہے پھر دھوکہ بازی بھی کرتا ہے۔ قسم کھا کر ہم سے کہتا کہ دھوکہ نہیں دے گا، لیکن پھر کھُلم کھلا مخالفت کرتا ہے اور اسے کوئی شرم بھی نہیں آتی۔ (حقیقت یہ ہے کہ) ہماری عداوت کی بناء پر اُس کی نگاہوں میں مکّہ سے لے کر عراق و شام تک کی زمینیں تنگ ہو چکی ہیں۔

(اے لوگو!) ابو ولید (عتبہ بن ربیعہ) سے دریافت کرو کہ تم جو ایک دھوکہ باز کی طرح مسلسل ہمارے خلاف کوششیں کرتے رہتے ہو تمہاری ان باتوں کا ہمارے لیے کیا نتیجہ نکلا؟ جب کہ تم ایک صاحبِ رائے انسان سمجھے جاتے تھے اور ہم سے ناواقف نہیں تھے۔

marfat.com

اے عُتبہ! (خدا کے لئے) ہمارے خلاف کینہ پروروں، حاسدوں، جھوٹوں، عداوت رکھنے والوں اور دغابازوں کی بات مت سنو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر تم نے ان لوگوں کو نہ روکا اور یہ اسی رَوِش پر چلتے رہے تو ہم اور تم کسی بڑے معرکے میں آمنے سامنے نظر آئیں گے۔

اور ابوسفیان تو (اپنے غرور وتکبّر کی وجہ سے) ہم (بنی ہاشمؑ) کے پاس سے یوں منہ موڑ کر گذر جاتا ہے جیسے وہ یمن کا کوئی بڑا آدمی ہے۔ (کبھی) وہ نجد کی طرف بھاگتا ہے کبھی اپنے کنوؤں (اور زمینوں) کی طرف (تاکہ لوگوں کو ہمارے خلاف ورغلائے) لیکن اُسے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہم اُس سے غافل ہیں۔

میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ بُرائی سے غفلت نہیں کی جاسکتی (اور دشمن کی عداوت بھی واضح ہے) لہٰذا حق و ناحق کسی بات میں اُس سے بھلائی کی توقّع نہیں کی جاسکتی۔ (اے قریش کے لوگو! جنھوں نے ہمارا بائیکاٹ کیا ہے) تم سب مل کر ہم لوگوں پر حملہ آور ہو جاؤ (تب بھی ہمیں کوئی پروا نہیں ہے اور نہ تم ہمیں کوئی نقصان ہی پہنچا سکتے ہو بلکہ) تمہارا حملہ آور ہونا ایسا ہوگا جیسے تیز ہوا بارش کے ساتھ کسی پر حملہ آور ہو جائے۔

(اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ کچھ لوگ) ہمدردی ظاہر کرنے کے لئے خود کو شفیق و مہربان کے انداز میں پیش کر رہے ہیں جبکہ اُن کے دلوں میں خیانت چھپی ہوئی ہے۔

اے مطعم! (تم آج ہم سے کنارہ کشی کر رہے ہو لیکن) جب تم ایک اندوہناک پریشانی میں پڑے تھے تو ہم نے تو تم سے کنارہ کشی نہیں کی تھی، اور نہ اُس دن (تمہارا ساتھ چھوڑا تھا) جب لوگ بڑی تعداد میں تمہارے خلاف اکٹھا ہوئے تھے اور سخت دشمنی پر آمادہ تھے۔

اے مطعم! لوگوں نے تمہیں اپنے پھندے میں گرفتار کرلیا ہے جبکہ تم مجھے اچھی طرح پہچانتے ہو کہ جب تک زندہ ہوں مغلوب نہیں ہوسکتا۔

بنی عبدشمس اور بنی نوفل نے ہمارے خلاف جو برا اقدام کیا ہے، خداوند عالم بہت جلد انہیں اس کی سخت سزا دے گا، اور اس کی سزا میزانِ عدل کے مطابق ہوگی، اس میں کوئی کمی نہیں ہوگی جسے دیکھ کر خود ان کا نفس گواہی دے گا کہ یہ حق ہے۔ اور وہ لوگ تو بہت کم عقل ہیں جنھوں نے صرف ہماری عداوت کی بناء پر بنی خلف اور بنی غیطلہ کو ہم سے منحرف کر دیا۔

جبکہ ہم لوگ خاندانِ بنی ہاشمؑ کے اعلیٰ ترین افراد ہیں اور قُصی جیسے صاحبِ کمالات کی اولاد ہیں جن کی عظمت زمانۂ قدیم سے (تسلیم شُدہ) ہے۔

حاجیوں کو سیراب کرنے کی ذِمّہ داری بھی ہمارے ہی پاس رہی ہے اور (قریش و عرب کے

marfat.com

درمیان ہمیشہ) ہم ہی لوگ بلند مرتبہ رہے ہیں۔ (اور اب جو ہمارے خلاف) لوگ ایک دوسرے سے عہدو پیمان کر رہے ہیں' کینہ وعداوت کا اظہار کر رہے ہیں اور خونریزی کی (باتیں) کر رہے ہیں یہ صرف چند شر پسند قبیلوں کی شرارت ہے۔ (جیسے) بُت پرست بنی اُمیہ جو (ہماری دشمنی میں) پاگل ہو گئے ہیں۔ بنی جمح جو قیس بن عاقل کے غلام (اور بے حیثیت لوگ) ہیں۔ (اسی طرح) بنو سہم اور بنو مخزوم جو ہم سے روگرداں ہیں اور فتنہ پرور اوباش لوگوں کو اکٹھا کر کے ہماری عداوت پر آمادہ کرتے رہتے ہیں اور بنی لوئی بن غالب کے کچھ نکمے افراد جنہیں سردارانِ قریش نے (ہمیں اذیت پہونچانے کے لئے) بھیج دیا ہے اور (جہاں تک) بنی نفیل کے خاندان کا (تعلق ہے) تو اُن لوگوں کی حالت تو یہ ہے کہ بنی مَعد کے جو لوگ بھی زمین پر چل رہے ہیں اُن میں سب سے زیادہ بدسرشت یہی (بنی نفیل) ہیں!!

(لیکن) اے عبدِ مناف کے لوگو! تم قوم کے بہترین افراد ہو لہٰذا اپنے معاملات میں غلط اور بُرے لوگوں کو شریک نہ کرو۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر توفیق الٰہی تم لوگوں کے (شاملِ حال نہ ہوئی) اور تمہارے حالات درست نہ ہوئے تو تمہارے درمیان بھی بنی وائل جیسے حالات رونما ہو سکتے ہیں (جن کی اولاد آپس میں ہی لڑ پڑی تھی)۔ میری جان کی قسم' تم لوگ کمزوری دکھا رہے ہو اور نقصان دہ راہوں پر چل رہے ہو' ماضی میں تو تم ایک ظرف کے لیے ایندھن تھے اب تو مختلف ظروف کے ایندھن بنتے جا رہے ہو۔

اے عبدِ مناف کے خاندان کے وہ لوگ جو لوگوں کی ناراضگی' ہمارا ساتھ چھوڑنے اور ہمیں شُعَب میں محصور کر دینے (کے باوجود ہمارا ساتھ دے رہے ہو) مبارک ہو۔ اگر کسی قوم کو (اہل حق کا ساتھ دینے کی بناء پر) خوشیاں حاصل ہوئی ہیں (اور ایسا بکثرت ہوا ہے تو یاد رکھو کہ) تم لوگوں نے جو حُسنِ سلوک کیا ہے اس کا فیض تمہیں عنقریب حاصل ہو گا۔

قُصَی (یعنی قریش) کے لوگوں کو بتا دو کہ ہمارا دین یقیناً پھیلے گا اور ان لوگوں کو یہ بھی بتا دو کہ جو ہم سے الگ رہے گا رُسوا ہو گا۔

(لیکن انہیں اطمینان دلا دو کہ) اگر جناب قُصَی کے خاندان پر کسی مصیبت کی رات آئی تو جس طرح انہوں نے ہمارا ساتھ چھوڑا ہے ہم ان کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔

اور اگر کوئی اُن کے گھروں میں شمشیر زنی کرتا ہوا داخل ہو جائے تو ہم اُن کی عورتوں اور بچّوں کی حفاظت کرتے (ہوئے نظر آئیں گے)

اگر اس وقت کعب بن لوئ کے خاندان کے لوگ (ہماری دشمنی میں) اکٹھا ہو گئے ہیں تو ایک نہ ایک دن ان میں پھوٹ بھی پڑے گی۔

marfat.com

اور اگر اس خاندان کو (ماضی میں) بہت بڑا شرف و مجد حاصل رہا ہے' تو' (پیغمبر اکرمؐ کی مخالفت کی بناء پر) ایک روز یہ لوگ ذلیل و خوار بھی ہوں گے۔

ہمارے وہ سب دوست اور ننھیالی رشتہ دار جن سے ہماری توقعات وابستہ تھیں' انجام کار کے لحاظ سے سب بے فائدہ ثابت ہوئے۔

سوائے کلاب بن مُرّہ کے ایک خاندان کے جو اس بات سے پاک ہیں کہ اُنہوں نے ہمیں اذیّت پہونچائی ہو یا ساتھ چھوڑا ہو۔

اے شیروں کی اولاد! جس وقت لوگوں کی زبانیں حق کا ساتھ دینے کے لئے کھلنے پر آمادہ نہ ہوں' تم لوگ اپنی آنکھیں بند نہ رکھنا۔

بہترین راست گو بھانجہ زُھیر ہے جو (دشمنوں کے خلاف) نیام سے نکلی ہوئی تلوار کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ بڑے جواں مردوں سے بڑھ کر جواں مرد و سردار ہے اور حسب و نسب کے لحاظ سے بھی عالی قدر اور بلند مرتبہ ہے۔

خدا کی قسم! مجھے (حضرت) محمد مصطفیٰؐ سے بے پناہ محبت ہے' اُن کی اور اُن کے (چچازاد) بھائیوں (علیؑ اور جعفرؓ وغیرہ) کی اُلفت میرے دل میں رچی بسی ہوئی ہے۔ (کیونکہ یہ دونوں ہر وقت حضور اکرمؐ پر اپنی جان نثار کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں)

(اور دنیا والوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ) میں رسولِ خدا محمد مُصطفیٰؐ کی مدد و نُصرت میں ثابت قدم ہوں اور (جب ضرورت پڑے گی تو اُن کی حمایت و نُصرت کرتے ہوئے) اُن کے دشمنوں سے نیزوں اور دیگر ساز و سامانِ حرب کے ساتھ مقابلہ کروں گا۔

پروردگارِ عالم کی قسم! اُن کی ذات ہمیشہ سے سرچشمۂ جمال و کمال رہی ہے اور ہر محبت کرنے والے کے لیے وہ باعثِ زینت ہیں۔

تمام دُنیا کے انسانوں میں اُن جیسا کون ہے جس سے لوگوں کی اُمیدیں وابستہ ہوں؟ اور فضل و کمال کون ہے۔ جس سے اُن کا موازنہ کیا جا سکے؟

صاحبِ عقل و دانش' منبعِ عدل و انصاف' حلیم و بُردبار' یادِ خدا میں مشغول رہنے والے اور اس سے محبت کرنے والے ہیں۔

خُداوندِ عالم اپنی مدد و نُصرت کے ذریعہ سے اُن کی تائید کرنے والا ہے' اور انہوں نے ایسا دین پیش کیا ہے جو برحق ہے اور قائم رہنے والا ہے۔

❁ سرکار ابو طالبؑ کے یہ جملے' اسی حقیقتِ کُبریٰ کا اعلان کر رہے ہیں جس کو مالکِ دو جہاں

marfat.com

نے قرآن مجید میں اِن الفاظ میں بیان کیا ہے کہ: کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ اللہ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبرؑ ہی (آخر کار) غالب رہیں گے" سورۃ الصف میں فرمایا: (خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا' تاکہ اُن کو ہر دین پر غالب قرار دے" (مترجم) ﴾

دنیا والے بھی اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ میرے بھتیجے (محمدؐ) نے کبھی اُن لوگوں سے کوئی غلط بات نہیں کی اور نہ وہ لغو بات کہہ سکتے ہیں۔

(اُن کے خاندان کے لوگ بھی) معزز و بلند مرتبہ ہیں' بُزدِل و کمزور نہیں ہیں' اور اپنے عالی وقار آباء واجداد کے ذریعہ سے اُن لوگوں نے شرف پایا ہے۔

(جو لوگ بھی محمدؐ کی مخالفت کر رہے ہیں) ہم لوگ اُن سب کو مار بھگائیں گے' اُن کا شیرازہ منتشر کر دیں گے' اور ہر بغاوت وجہالت کرنے والے کی حسرت کو خاک میں ملا دیں گے۔

(کیونکہ) بنی ہاشمؑ اور مطیبین کے جوانمرد آبدار تلواروں کے مانند ہیں۔

جب یہ جوان شمشیر زنی کریں گے تو پھاڑ کھانے والے شیروں کی طرح دشمنوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔

اور ہم لوگ تو ایسے کریم اور عالی مرتبت شخصیتوں کی نسل سے ہیں جن سے نسبت کو ساری دُنیا کے بزرگان باعث فخر سمجھتے ہیں۔

کینہ پرور لوگوں کو عنقریب پتہ چل جائے گا کہ کون کامیاب اور سر بلند رہنے والا ہے اور دیکھیں مقابلے کا وقت آتا ہے تو کون ہمارے مقابلے پر تلوار اُٹھاتا ہے اور ہم میں سے کون اِس مقابلے میں اس طرح سُرخ رُو ہوتا ہے کہ پوری کائنات میں اس کی حمد وثناء ہو رہی ہو۔

حضرت محمد مُصطفٰےؐ تو شرف کے اعتبار سے اتنے بلند ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا آدمی اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتا' اور میری چشمِ بصیرت تو یہ دیکھ رہی ہے کہ مکّہ کے یہ تمام لوگ جو آج لغو طریقہ سے اُن کی مخالفت کر رہے ہیں کل (محمدؐ ہی) اُن کے قائد و رہنما ہوں گے (اور اس بات میں بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ) میں اُن کی حمایت میں اپنی جان کی بازی لگاتا رہوں گا اور بڑے بڑے چُغادریوں اور چوہدریوں کا مقابلہ کرتا رہوں گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خداوندِ عالم (حضرت محمد مُصطفٰےؐ کے) پرچم کو بلند رکھے گا' انہیں دُنیا کے اندر بھی رفعت و برتری عطا کرے گا' اور روزِ قیامت بھی وہی سر بلند رہیں گے۔

❁❁❁❁❁

marfat.com

صحیفہ چاک کرنے کا دلچسپ واقعہ

حضرت ابو طالبؓ جب قریش کے پاس سے واپس تشریف لے گئے تو انکی پر خلوص دُعا رنگ لائی اور معاہدہ نامہ جس طریقہ سے بے اثر ثابت ہوا اس کی تفصیل ہدیۂ قارئین ہے۔

اوّل تو یہ کہ اب صحیفہ میں تحریر نام کی کوئی چیز باقی نہ تھی پھر بھی مشرک اپنی مرضی پر حسبِ سابق قائم تھے۔ خواجہ ابو طالبؓ کی دُعا کا اثر دیکھو کہ دشمنانِ اسلام ہی سے چند افراد ازروئے ہمدردی کفار کی روش کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور دستاویز ٹکڑے ٹکڑے کر دی جن لوگوں کو ظلم و تشدد کی اس دستاویز کو پارہ پارہ کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں ہشام بن عمرو بن حارث کا نام سرفہرست ہے یہ اس وقت تک مشرف با سلام نہیں ہوئے تھے لیکن بنو ہاشم کے ساتھ ان کی قریبی رشتہ داری تھی اسی تعلق کی وجہ سے یہ دن رات بے چین رہا کرتے تھے اور ان کی رہائی کے لئے منصوبے سوچتے رہتے تھے۔

محاصرہ کے زمانے میں رات کی تاریکی میں بھی یہ غلہ پہنچانے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ اونٹ پر کھانے پینے کا سامان لاد لیتے۔ جب گھاٹی کے قریب پہنچتے تو اونٹ کی نکیل نکال لیتے اور اونٹ کے پہلو میں تھپڑ لگا کر اسے چھوڑ دیتے وہ بھاگتا ہوا شعب میں پہنچ جاتا وہ پکڑ کر سامان اتار لیتے، پھر واپس ہانک دیتے وہ اپنے مالک کے پاس لوٹ آتا۔

یہی ہشام ایک روز زبیر بن ابی اُمیہ کے پاس گئے۔ زبیر حضرت عبدالمطلبؓ کی صاحبزادی حضرت عاتکہ کے فرزند تھے اس وجہ سے ان کو بھی بنو ہاشم کی یہ تکلیف گوارا نہ تھی، ہشام نے زبیر سے کہا! اے زبیر! کیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ تم تو لذیذ کھانے کھاؤ، عمدہ لباس پہنو اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ پرسکون زندگی بسر کرو اور تمہارے ننہیال بھوکے ننگے خستہ حال طرح طرح کی مشقتوں میں گھرے اذیتوں میں زندگی گزار رہے ہوں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، اگر تم ابو جہل کے ننہیال کے خلاف ایسا قدم اٹھاتے اور ہم اسے اس میں شرکت کی دعوت دیتے تو وہ ہرگز تمہاری اس دعوت کو قبول نہ کرتا۔

زبیر نے جواب دیا!

صد حیف اے ہشام!

میں اکیلا کیا کر سکتا ہوں؟ اگر ایک اور ساتھی مجھے مل جائے تو اس معاہدہ کو توڑنے کے لئے کھڑا ہو جاؤں۔ ہشام نے جواب دیا۔ ایک آدمی چاہتے ہو تو میں حاضر ہوں۔ زبیر نے کہا! ہمت کرو کوئی تیسرا آدمی بھی تلاش کرو۔ ہشام نے مطعم بن عدی کے پاس جا کر بنو ہاشم کی حالت زار پر توجہ دلائی وہ بھی ساتھ مل گیا۔ مطعم بن عدی نے بھی کسی اور کو معاون بنانے کی تجویز دی۔

غرضیکہ چھ سات رکنی یہ کمیٹی رشتہ داری کی خاطر بنی ہاشم کی طرف داری اور تعاون پر کمربستہ

marfat.com

'ہوگئی بعد میں ملنے والوں میں سہیل بن بیضا کا نام تو کلام ابو طالبؒ میں بھی ملتا ہے ان میں سے ہشام 'زبیر' سہیل' مطعم بن عدی مسلمان ہوئے۔

مقامِ حجون پر مشورہ

ان لوگوں نے طے کیا کہ مشورہ کے لئے آج رات حجون کے فلاں گوشہ میں جمع ہوں گے چنانچہ مقرر جگہ پر اس رات یہ سارے جمع ہو گئے انہوں نے متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ وہ اس ظالمانہ معاہدہ کو کالعدم کر کے ہی دم لیں گے۔ زبیر نے کہا! اس کام کی ابتداء میں کروں گا۔ کل صبح صحن حرم میں کھڑا ہو کر میں اس معاہدہ کے بطلان کا اعلان کر دوں گا۔

صبح ہوئی تو روَ سائے قریش حسب دستور حرم شریف میں اپنی مجالس میں جا کر بیٹھ گئے لیکن آج زبیر کی شان ہی نرالی تھی وہ بڑی آن بان سے حرم شریف میں داخل ہوا اس نے آج قیمتی لباس پہن رکھا تھا۔ اس کی چال ڈھال میں بھی خاص قسم کی تمکنت تھی۔ اس نے پہلے بیت اللہ شریف کا طواف کیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر بلند آواز سے گفتگو کرتے ہوئے کہا! اے اہلِ مکہ! یہ کتنے شرم کی بات ہے کہ ہم سب لذیذ کھانے کھائیں' زرق برق لباس پہنیں اور خاندانِ بنو ہاشم کے مرد و زن بھوکوں مر رہے ہوں نہ ان کے پاس پیٹ بھرنے کیلئے کھانا ہو اور نہ تن ڈھانپنے کیلئے کپڑا ہم ان کے ہاتھ قیمت لے کر بھی کوئی چیز بیچنے کیلئے تیار نہ ہوں اس نے آخر میں جو فقرہ کہا وہ یہ تھا۔ وَاللّٰہِ لَا اَقْعُدُ حَتّٰی تَشَقَّ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةُ الْقَاطِعَةُ الظَّالِمَةُ "بخدا میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اس قطع رحمی کرنے والی ظالمانہ دستاویز کو پرزے پرزے نہ کر دیا جائے گا" مسجد کے ایک کونے میں ابوجہل بھی بیٹھا ہوا تھا اس نے جب زبیر کا اعلان سنا تو غصے سے پیچ و تاب کھاتا ہوا اُٹھا اور گرج کر بولا! كَذَبْتَ وَاللّٰهِ لَا تُشَقّ

"زبیر! تم جھوٹ بولتے ہو۔ بخدا اس صحیفہ کو ہرگز نہیں پھاڑا جائے گا" زمعہ بن اسود فوراً کھڑا ہو گیا اس نے ابوجہل کو مخاطب کرتے ہوئے کہا سب سے بڑے جھوٹے تم ہو۔ بخدا اس تحریر میں ہم راضی نہ تھے۔

زمعہ کی تائید کرتے ہوئے ابوالبختری کڑک کر بولا! زمعہ نے سچ کہا ہے جو اس دستاویز میں لکھا گیا ہے نہ ہم اس کو پسند کرتے ہیں نہ اس کو برقرار رہنے دیں گے۔ مطعم نے کہا!

صَدَقْتُمَا وَكَذَبَ مَنْ قَالَ غَيْرُ ذَالِكَ نبرا اِلَى اللّٰهِ مِنْهَا وَمِمَّا كُتِبَ فِيْهَا۔

اے زمعہ اور ابوالبختری! تم نے سچ کہا ہے اور اس کے علاوہ جو کہتا ہے وہ جھوٹ بکتا ہے جو کچھ اس صحیفہ میں لکھا گیا ہے ہم بارگاہِ الٰہی میں اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں ہشام بن عمرو نے

marfat.com

بھی اٹھ کر اپنے ساتھیوں کی پر زور تائید کی یہی اس تجویز کا محرک بھی تھا۔ ابو جہل نے کہا یہ سوچی سمجھی سازش ہے اوراس کے بارے میں رات کو فیصلہ کیا گیا ہے مطعم نے اس تحریر کو پرزے پرزے کر ڈالا جبکہ دیمک نے اسے چاٹ لیا تھا حضرت ابو طالب حرم شریف کے ایک گوشے میں یہ سب کچھ سن اور دیکھ رہے تھے۔

چنانچہ خاندان بنو ہاشم و بنی مطلب کو جن کی سرپرستی کی ذمہ داریاں ابو طالبؑ کے سر تھیں محاصرے میں تین سال رہنے کے بعد نجات ملی نبوت کے دسویں سال اور ہجرت سے تین سال قبل بنو ہاشم اور بنو مطلب کو شعب ابی طالب کی قید تنہائی سے نجات ملی۔

قارئین کرام! یہ سارا واقعہ پڑھنے والے کے ذہن میں یہ احساس ضرور ابھرتا ہے کہ شعبِ ابی طالب میں اہلِ ایمان کی نظر بندی اور تین سالوں میں پیش آنے والے تمام واقعات اور ان کا دفاع کرنے میں واحد حضرت ابو طالب کی سرپرستی اور رہنمائی کارفرما رہی۔ مشہور محدث و مورخ ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ جب صحیفہ پھاڑ دیا گیا تو حضرت ابو طالب نے اپنا وہی مشہور قصیدہ لکھا جو آپ گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں اس میں آپ نے ان لوگوں کو خراج تحسین پیش کیا جنہوں نے اس کارِ خیر میں حصہ لیا تھا۔

قریش کے وفود:

جب دعوتِ اسلام و تبلیغ رسالت روز بروز ترقی پذیر ہونے لگی تو کفار و مشرکین کی نیندیں حرام ہو گئیں مگر خواجہ ابو طالب کی مسلسل نصرت و حمایت کفار کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی' جبر تو نہیں کر سکتے تھے کہ آپ کی قیادت و سیادت کو طوعاً کرھاً تسلیم کرتے تھے البتہ وفود کی صورت میں حاضر خدمت ہو کر کبھی منت سماجت اور کبھی دھمکیوں کی صورت میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے رہتے تھے۔

ایک بار بڑے بڑے سردارانِ قریش خواجہ ابو طالبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مطالبہ کیا کہ اے سردارِ مکہ ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ یا تو اپنے بھتیجے کو اس بات سے روکیں کہ وہ ہمارے بتوں کو برا نہ کہے' بصورت دیگر ان کو ہمارے حوالے کر دیں' ہم خود بندوبست کر لیں گے' چونکہ کفار کا لہجہ ذرا سخت تھا خواجہ ابو طالب مصلحت اور نزاکت حال سے کوسوں دور ہو کر دوٹوک جواب دیتے ہیں۔ کہ نہیں ہرگز نہیں فی البدیہہ ارشاد فرماتے ہیں

كذبتم و بيت الله نُبزى مُحمّدا   ولمّا تروا يومًا لدى الشّعب قائما

marfat.com

ربِّ کعبہ کی قسم، یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ ہم لوگ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیں چاہئے، ہمیں اس کے لئے ہمیشہ ہمیشہ شعب ابی طالبؑ میں ہی رہنا پڑے۔

معتبر علماء و مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا، ہمیں بھی اس حقیقت کا اعتراف ہے بوقت نزع تبلیغ و ہدایت کا افسانہ فرضی اور دشمنانِ اہلِ بیتؑ کا شاخسانہ ہے اعلانِ نبوت کے بعد دس بارہ سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو موقع نہ ملا اور آخری وقت تبلیغ فرمائی جس پر گواہیاں بھی پیش کیں۔ گواہیاں کون دے رہا ہے ابو جہل اور اس کے ساتھی یہ خیال نہیں کہ گواہی عادل کی مقبول ہے ظالم کی نہیں۔

ایمان کی پوشیدگی کے باوجود، حضرت ابو طالبؑ جب کفار و مترین کا غلبہ دیکھتے ہیں تو عشقِ رسولؐ تمام پردوں کو چاک کر کے میدانِ جہاد میں جوش جذبہ کے ساتھ سینہ سپر دکھائی دیتا ہے۔ قابلِ اعتبار وہ بات ہوتی ہے جو کسی بھی آدمی نے خود بیان یا تحریر کی ہو۔ ادھر اُدھر سے سنی سنائی قابلِ قبول نہیں ہوا کرتی۔ ستم بالائے ستم یہ کہ حضرت ابو طالبؑ کے ذاتی کلام اور بیانات کو پسِ پشت ڈال کر بے پر کی اڑائی ہوئی حسد اور عناد پر مبنی باتوں کو حجت بنایا جاتا ہے۔ حضرت ابو طالبؑ کے کلام میں توحید و رسالت کا اقرار اور تصدیق بذاتِ خود ان کے صحابی اوّل ہونے پر نا قابلِ تردید گواہی ہے، اپنے عقیدے کو پوشیدہ رکھنے کے باوجود، کلمۂ شہادت کا خلاصہ بھی بیان کر رہے ہیں، کفار و مشرکین کو اپنے عزم و ارادے سے بھی خبردار رکھتے ہیں جہاد کے لئے اپنے غیر متزلزل منصوبے سے بھی آگاہ فرماتے ہیں۔ اپنی برادری کو جہاد کے لئے تیار رہنے کی ترغیب بھی دلاتے ہیں، تبلیغی امور کو جاری رکھنے کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھرپور حمایت و نصرت بھی فرماتے ہیں، زور دار کلام اور مخصوص لب و لہجہ کفار و مشرکین کی کمر توڑ دیتا ہے نہ جانے اسلام کا اور کیا تقاضا ہے جو حضرت ابو طالبؑ نے پورا نہیں کیا، بس قصور یہی ہے کہ آپ حضرت علی علیہ السلام کے محترم والد اور صاحب قاب وقوسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے جان نثار فدا کار اور غمگسار چچا ہیں۔

عجیب مسلمان ہیں، زمانہ جاہلیت کے روایتی شعراء کے کلام کو مستند مانا جاتا ہے اور ماضی قریب میں تمام دینی مدارس میں سبعہ معلقات کو شامل نصاب رکھا جاتا رہا ہے، ہوسکتا ہے کئی مدارس میں اب بھی ہو، ان شعراء کے کلام میں تو مذہب نام کی کوئی چیز منظوم و مذکور نہیں۔ ان عقائد میں انہوں نے اپنے اپنے عشق و محبت کی تعریفوں میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں۔ دوسری جانب حضرت ابو طالبؑ و حضرت علی علیہ السلام کے دیوان خالص اسلامی تعلیمات کے موضوعات کا ذخیرہ ہیں لیکن کسی درسِ نظامی کے نصاب میں شامل نہیں۔ اب ہم مندرجہ بالا شعر پر کی گئی بحث کو سمیٹتے ہوئے قارئین کرام کو یاد

marfat.com

دلاتے ہیں کہ حضرت ابو طالبؑ اپنے خون کا آخری قطرہ بہانے اور نصرتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر قربان ہونے کا عزم بالجزم کئے ہوئے تھے اور حمایتِ رسولؐ میں مصروف اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کردی۔ ہے کوئی ایسا عاشق، جان نثار اور وفا شعار ؟

حافظ صبور باش! کہ در راہِ عاشقی　　ہر کس کہ جاں نداد بجاناں نمی رسد

اے حافظ! عشق اختیار کیا ہے تو صبر و تحمل سے ثابت قدم رہ کر جان کا نذرانہ پیش کر دے، اس لئے کہ جو جان کی قربانی نہیں پیش کرسکتا وہ محبوب کے وصل سے بھی محروم ہی رہتا ہے۔

ہے عاشقی میں رسم، الگ سب سے بیٹھنا　　بت خانہ بھی، حرم بھی، کلیسا بھی چھوڑ دے

امام بخاری اپنی تاریخ میں حضرت عقیلؓ بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ قریش نے حضرت ابو طالبؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ کے بھائی کے بیٹے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہمیں تکلیف پہنچاتے ہیں تو حضرت ابو طالبؑ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں قول کفار دہراتے ہوئے عرض کیا کہ آپؐ کے ابنِ عم زادوں کا گمان ہے کہ آپؐ انہیں تکلیف پہنچاتے ہیں۔ جناب ابو طالبؑ کی یہ بات سن کر حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی لاکر رکھ دو تو جب بھی اس کام یعنی دعوتِ تبلیغ حق سے باز نہیں آؤں گا حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اس کام میں کامیابی عطاء فرمادے یا میں اس کو سرانجام دیتا ہوا شہید ہو جاؤں۔ یہ جملہ ارشاد فرما کر آپؐ آبدیدہ ہو گئے اور رونے لگے، حضرت ابو طالبؑ نے آپؐ کی یہ حالت دیکھی تو تڑپ کر رہ گئے اور پھر عرض کیا، اے ابنِ اخی! آپ کا جو جی چاہتا ہے علی الاعلان کریں، خدا کی قسم! میں کبھی آپؐ کو ان لوگوں کے حوالے نہیں کروں گا اور ساتھ ہی قریش کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی کے بیٹے نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

غور فرمایئے! کہ حضرت ابو طالبؑ جھگڑا کرنے والے کفارِ مکہ کی موجودگی میں حلف اُٹھا کر اعلان کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی جھوٹ نہیں بولا حالانکہ کفار قریش ان کے پاس حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شکایت لے کر آئے تھے کہ یہ ہمارے بتوں کی تکذیب کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت ابو طالبؑ کے اس ارشاد پر بھی غور کیجیے کہ آپ نے کفار کی شکایت پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ ان لوگوں کا گمان ہے کہ آپ انہیں تکلیف دیتے ہیں اور اپنے طور پر یہ بات انہوں نے مطلقاً نہیں کی کہ آپ انہیں تکلیف پہنچاتے ہیں بلکہ تبلیغ دین کو

marfat.com

کفار کے بیان کردہ معنوں میں کفار ہی کیلئے تکلیف قرار دیا ہے کہ ان لوگوں کا خیال ہے کہ آپؐ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں بلکہ اپنی طرف سے کرتے ہیں تو ان کے گمان کے مطابق اگر یہ تکلیف کی بات ہے تو ان کو اذیت نہ دیں مگر جب اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہی طرف سے ہے اور یہ اتنا ہی یقینی امر ہے جس یقین کے ساتھ تم سورج کو دیکھ رہے ہو تو یہ بات سنتے ہی حضرت ابو طالبؑ نے کفار کے زعم کی نفی فرمادی اور ساتھ ہی اعلان کر دیا کہ خدا کی قسم! میرے بھائی کے بیٹے نے کبھی جھوٹ نہیں بولا' جس کا مطلب ہے اگر آپؐ بتوں کو جھوٹا کہتے ہیں تو یہ درست بات ہے۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا تاریخی واقعات کی روشنی میں جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابو طالبؑ دل و جان اور یقین واعتماد کے ساتھ تصدیق رسالت کئے ہوئے تھے اور دولتِ ایمان سے مالا مال تھے۔ تین سال شعب ابو طالبؑ میں کھلے آسمان تلے قید کاٹی۔ نیز اعلانِ نبوت کے بعد دس سالوں میں کبھی آپؐ نے اپنے محسن چچا کو اسلام کی تبلیغ نہ کی اور بقول کے وقت نزع اسلام پیش کیا' کوئی کہنے والی اور قابلِ یقین بات ہے؟ اگر یہی بات تسلیم کر لی جائے تو یہ امر نص قطعی کے خلاف ہے کہ موت کے وقت کی توبہ قبول ہی نہیں ہوتی' قانونِ قدرت اٹل ہے۔ علم و دانش اور فہم وادراک اس مفروضے کو تسلیم ہی نہیں کرتا۔ ضد وعناد اور خاندانی رقابت وعصبیت کی بنا پر خواجہ ابو طالبؑ کی مقدس ہستی پر ایسا الزام لگا دیا جس کے لئے بہت پہلے سازشی منصوبے تیار کئے جا چکے تھے۔ کردار ابو طالبؑ اور خاندانِ ابو طالبؑ تو اسلام کا بنیادی ستون ہے۔

بہشت کا پانی

ابن سعد' خطیب بغدادی' ابن عساکر حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ میں ابن اخی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وادی ذی الحجاز میں تھا تو مجھے شدید پیاس محسوس ہوئی اور میں نے اپنی پیاس کی شکایت حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کی حالانکہ وہاں کہیں پانی کا نشان تک نہیں تھا مگر آپؐ نے زمین پر اپنی ایڑی مبارک دبائی تو وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ نکلا اور آپؐ نے مجھے فرمایا! چچا جان پانی پی لیجئے۔ چنانچہ میں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ یہ حدیث نقل فرمانے کے بعد قاضی دھلان مکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جناب محمد بن رسول برزنجی علیہ الرحمۃ اس مقام پر فرماتے ہیں کہ بغیر اہل توحید کے اللہ تبارک وتعالیٰ اس قسم کا مقدس پانی کسی کے نصیب نہیں کرتا' کیونکہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایڑی مبارک کی رگڑ سے زمین سے برآمد ہونے والا پانی آبِ کوثر اور آبِ زم زم سے

marfat.com

بہرصورت افضل واعلیٰ ہے علاوہ ازیں امام برزنجی علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں کہ جس شخص کے سامنے اس قسم کے معجزات ظاہر ہوں اس کے دل میں ان کی تصدیق کیسے وقوع پذیر نہیں ہوگی اور بے شک قرائن کثیرہ ان کی تصدیق پر دلالت کرتے ہیں اور ابنِ عدی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابو طالبؓ بیمار ہو گئے تو سرکار دوعالم حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آپؓ کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو جناب ابو طالبؓ نے بارگاہ رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کی اے ابنِ اخی' اللہ تبارک وتعالیٰ سے میری صحت کے لئے دُعا فرمایئے۔ چنانچہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے بارگاہ ربّ العزت میں دعا کی کہ الٰہی میرے چچا جان کو صحت وعافیت عطا فرما اسی وقت حضرت ابو طالبؓ اس طرح صحت یاب ہو گئے جیسے بیماری تھی ہی نہیں۔

حافظ ابو نعیم ''دلائل النبوۃ'' میں ابی بکر بن عبداللہ بن جہم کے طریق سے بیان فرماتے ہیں کہ وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو طالبؓ سے یہ حدیث سنی۔

آپؓ نے فرمایا! کہ میرے والدِ محترم حضرت عبدالمطلبؓ نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میری پشت سے ایک درخت پیدا ہوا جس کی بلندی آسمان کو چھو رہی ہے اور اس کی شاخوں نے مشرق ومغرب کا احاطہ کر رکھا تھا اور فرمایا کہ میں نے ایک ایسا چمکتا ہوا نور دیکھا کہ اگر ستر آفتاب بھی بیک وقت طلوع ہوں تو یہ روشنی ان پر غالب رہتی اور وہ اس کے سامنے مدہم رہتے اور میں نے دیکھا کہ اس نور کے حضورؐ میں عرب وعجم کے تمام لوگ سجدہ ریز ہیں اور یہ نور ایک لمحہ پوشیدہ رہنے کے بعد دوبارہ ظاہر ہو جاتا ہے اور میں نے قریش کے ایک گروہ کو اس درخت کی شاخوں سے لٹکتے ہوئے دیکھا اور کچھ لوگوں کو اسے کاٹنے کے درپے پایا' مگر جب وہ قریب آئے تو انہیں ایک نوجوان نے پکڑ لیا۔ جو ایک ایسا پیکرِ حُسن وجمال اور خوبصورت ترین جوان ہے۔ جس کے رُخِ انور کی مثال میں نے کبھی کوئی حسین نہیں دیکھا اور نہ ہی میں نے کبھی اس قسم کی خوشبو سونگھی ہے جو اس کے جسم مشکبار سے پھوٹ رہی تھی پھر میں نے دیکھا کہ اس خوبرو نوجوان نے ان لوگوں کی پشتیں توڑ دیں اور آنکھیں پھوڑ دیں جو اس درخت کو کاٹنا چاہتے تھے بعد ازاں میں نے اس درخت کی طرف ہاتھ بڑھا کر اپنا حصہ لینا چاہا مگر کامیاب نہ ہوا' پھر میں نے پوچھا کہ یہ کس کا حصہ ہے تو لوگوں نے بتایا کہ یہ انہی لوگوں کا حصہ ہے جو اس درخت کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں میں نے یہ خواب دیکھا تو خوفزدہ ہو کر بیدار ہو گیا اور قریش کاہنہ سے تمام ماجرا بیان کیا تو کاہنہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اس نے کہا کہ اگر میں آپ کے خواب کی

marfat.com

تصدیق کروں تو آپ کی پشتِ انور سے ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جو مشرق و مغرب کا مالک ہوگا اور لوگ اس کی اطاعت کریں گے پھر جب حضورؐ دنیا پر تشریف لے آئے تو حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا! شائد یہی وہ مولود ہے اکثر طور پر حضرت ابوطالبؑ یہ حدیث بیان فرمایا کرتے تھے اور جب حضورؐ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہوئی تو حضرت ابوطالبؑ فرماتے خدا کی قسم یہی وہ شجرِ نور ابوالقاسم اور امین ہے۔

قارئینِ کرام! اس بیان میں علاماتِ نبوت کا کتنا وسیع مرکز معجزاتِ نبوت کا ثبوت ہے ایسی بشارتیں صرف خداوندکریم کے مقبول بندگان اور صاحب ایمان و ایقان حضرات کے حصے آیا کرتیں ہیں۔ حضرت عبدالمطلبؑ کے اس خواب میں تو سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پورا نقشہ ہے، جو کچھ ہونے والا تھا سردارِ مکہ نے بشارت میں ملاحظہ فرمالیا اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ نورِ رسالت سید البطحا کی پیشانی میں جلوہ فگن تھا مگر افسوس ہے ابوطالبؑ بچے نہ عبدالمطلبؑ اب تک مسلمان ایک دوسرے کو فتویٰ تکفیر کے تحفے پیش کررہے ہیں۔ خدا ہدایت بخشے۔ آمین۔

جنابِ ابوطالبؑ صحابی ہیں

پہلی بات یہ ہے کہ علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے حضرت ابوطالبؑ کا تعارف اپنی کتاب ''الاصابہ فی تمیز الصحابہ'' میں شامل کرکے اس امر کی گواہی دے دی ہے کہ حضرت ابوطالبؑ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی تھے اس لئے کہ پوری کی پوری کتاب ''الاصابہ فی تمیز الصحابہ'' صحابہ کرام کے ہی تذکار عالیہ سے مزین ہے۔

علاوہ ازیں علامہ عسقلانی نے پہلی، دوسری اور تیسری روایت میں حضرت ابوطالبؑ کا تعارف اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت اور پرورش اور آخر دم تک حمایت و نصرت پر قائم رہنے کے متعلق نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے جو عباسی اور اس کی ذریت خبیثہ کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کیونکہ یہ لوگ بوقت ضرورت علامہ ابنِ حجر کو ہی اپنی آرام گاہ سمجھتے ہیں۔ بہرحال ان کی روایات میں حضرت ابوطالبؑ کے ان قصائد کا بھی ذکر ہے جوانہوں نے سرورِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں بیان کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً انشا فرمائے، جو اس امر کی دلیل ہے کہ علامہ ابنِ حجر جناب ابوطالبؑ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا کفیل و جان نثار اور نعت خوانِ اوّل تسلیم کرتے ہیں اور یہی اصل ایمان ہے۔

چوتھی روایت میں حضرت ابوطالبؑ کے نعتیہ شعروں کی تعریف و توصیف میں حضرت علی بن زیدؒ کا قول بھی نقل فرمایا ہے کہ میں نے اس سے زیادہ خوبصورت کوئی شعر نہیں سنا اور یہ دلیل ہے اس

marfat.com

بات کی کہ حضرت ابو طالبؑ رسول اللہ صلی تعالیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں ڈوب کر آپؐ کی نعتیں بیان کرتے تھے اور یہی ان کا ایمان ہے۔

پانچویں روایت میں علامہ ابنِ حجر عسقلانیؒ نے واضح طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو طالبؑ کو دعوتِ اسلام دی گئی تو آپ نے منع فرمایا کہ یہ نہایت اچھی چیز ہے مگر خدا کی قسم! میں اسے ہمیشہ چھپا کر رکھوں گا اور اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ نے مومن آلِ فرعون اور حضرت عباسؓ کی طرح اپنا ایمان پوشیدہ کر رکھا تھا۔

چھٹی روایت میں بتایا گیا ہے کہ جب کفار قریش کے جواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے سورج کو بلانے پر بھی قدرت حاصل ہے تو حضرت ابو طالبؑ نے آپؐ کے اس ارشاد کی واضح ترین تصدیق کرتے ہوئے فوراً فرمایا کہ خدا کی قسم! میرے ابنِ اخی نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور یہی اقرار أبالِلسان اور تصدیق بالقلب ہے اور یہی حقیقت ایمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہر فرمان کی بغیر مشاہدہ کئے تصدیق کر دی جائے اور آپؐ کو رسول صادق تسلیم کیا جائے۔

ساتویں روایت میں علامہ عسقلانی آیت کریمہ ''وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ'' کو حضرت ابو طالبؑ کے حق میں بیان کیا ہے جس کا جواب اس آیت کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

آٹھویں روایت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت ابو طالبؑ بیمار ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپ کی عیادت کو تشریف لے گئے تو آپ نے بارگاہِ رسالتؐ میں دعا کیلئے عرض کی آپ کی گزارش پر حضورؐ نے بارگاہِ صمدیت سے ان کے لئے شفاء طلب کی' تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا دعا فرمانا تھا کہ حضرت ابو طالبؑ اسی وقت یوں تندرست ہو گئے کہ جیسے بیماری تھی ہی نہیں۔

اس روایت کا واضح طور پر مطلب یہ ہے کہ حضرت ابو طالبؑ کا اس بات پر ایمان تھا کہ خدائے وحدہٗ لاشریک ہی شفاء عطا کر سکتا ہے اور حضورؐ اس سے شفا لے کر دے سکتے ہیں اور یہی مضبوط ترین ایمان کی ''آخری دلیل ہے'' ورنہ آج کل کے نام نہاد مسلمان تو بغیر زینوں کے ایک ہی چھلانگ لگا کر سیدھے خدا تک جا پہنچنے کی باتیں کرتے ہیں۔ (الاصابہ)

علامہ ابنِ حجر عسقلانی کے بیان کے مطابق خواجہ ابو طالبؑ صحابی ہیں جب کوئی آدمی فیض محبت سے مستفیض ہو گیا تو اس کے بعد اس کے ایمان پر بحث وتکرار کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہتی اور نہ ہی کسی تاویل سے شک وشبہ اور تاویل کی ضرورت ہے۔ عسقلانی نے سورۃ انعام کی آیت کریمہ کا حوالہ دے کر بظاہر اپنے سارے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا ہے مگر اس کے اس منظر میں عسقلانی کے ذہن پر

marfat.com

امام بخاری کی افواہ ہے جس کے حوالے سے تین آیات کا نزول خواجہ ابو طالبؑ کے حساب میں ڈال کر بخاری کی روح کو راضی رکھنا مقصود ہے۔ ورنہ بیان کردہ روایات میں خواجہ ابو طالبؑ کے صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہونے میں وہی شک کرے گا جس کو اپنے ایمان پر یقین نہ ہو۔

خواجہ ابو طالبؑ کے حضور قریش کا وفد

مکہ معظمہ میں جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کفار و مشرکین اور ان کے خود ساختہ معبودوں کے خلاف پختہ ارادہ سے آواز بلند کی، جس کے نتیجہ میں مشرکین مکہ کی راتوں کی نیندیں حرام ہونے لگیں، تو وہ سب مل کر حضرت ابو طالبؑ کی خدمت میں آئے اور پیش کش کی کہ آپ ہمارے کسی خوبصورت، تنومند لائق، فائق مالدار نوجوان کو لے کر اس کے بدلے آنحضرت کو ہمارے سپرد کر دیں۔ ان کی یہ مہمل اور لغو پیش کش سن کر جناب ابو طالبؑ نے ان سب کو دھتکار دیا اور پورے جاہ و جلال کے ساتھ ایک قصیدہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کہا۔ جس کے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

یَقُوْلُوْنَ دَعْ نَصْرَ مَنْ جَاءَ بِالْهُدٰی وَغَالِبُ لَنَا غُلَّابَ کُلَّ مُغَالِبِ

یہ لوگ مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ میں اس ذات گرامی کی مدد و نصرت ترک کر دوں جو ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہے یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

وَسَلِّمْ اِلَیْنَا اَحْمَدًا وَاکْفِیْنَ لَنَا وَلَا تَحْفَلُ بِقَوْلِ الْمُعَاتِبِ

اور یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں اپنے نورِ نظر احمد مجتبیٰ کو تو ان کے سپرد کر دوں اور انکے کسی فرزند کی حفاظت و نصرت کر کے اسے دنیا کے مصائب و آلام سے بچاؤں اور اپنے فرزند ارجمندؐ کو ان کے سپرد کر کے مصائب و آلام سے دوچار ہو جانے دوں بخدا یہ کبھی نہیں ہو سکے گا اور اس راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی میں پرواہ نہیں کر سکتا۔

فَقُلْتُ لَهُمْ : اَللّٰهُ رَبِّیْ وَنَاصِرِیْ عَلٰی کُلِّ بَاغٍ مِّنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبِ

میں نے ان لوگوں کو صاف صاف بتا دیا ہے کہ اللہ جو میرا رب ہے وہی میرا مددگار ہے اور قریش میں سے لوی بن غالب کی اولاد میں سے جو شخص بھی رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بغاوت کا علم بلند کرے گا ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔ (دیوانِ ابو طالبؑ)

کفار کی دھمکی اور شجاعتِ ابو طالبؑ

جب مشرکین کا وفد آخری بار مایوس ہو کر لوٹنے لگا تو جاتے ہوئے انتہائی کرخت لہجے میں

marfat.com

خواجہ ابو طالبؑ کو دھمکی دیتے ہوئے کہا' اب ہم آپؑ کے پاس کبھی نہیں آئیں گے اور اس سے بہتر ہے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دھوکے سے قتل کر دیا جائے۔ جب یہ رات گزری اور دوسرے دن کی شام ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم گم ہو گئے جناب ابو طالبؑ آپ کے دوسرے اعمام کو ساتھ لے کر آپ کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے تو آپ کو گھر پر موجود نہ پا کر سخت پریشان ہو گئے اور خیال گزرا کہ کہیں کفار نے آپ کو شہید نہ کر دیا ہو۔

چنانچہ اس کے فوراً بعد جناب ابو طالبؑ نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلبؑ کے نوجوانوں کو جمع کیا کہ تم میں سے ہر شخص کو ایک ایک تیز تلوار ساتھ لے کر میرا ساتھ دینا ہو گا اور جب میں بیت الحرام میں داخل ہو جاؤں تو تم میں سے ہر نوجوان کو چاہیئے کہ وہ کسی بڑے سردار کے پاس بیٹھے جن میں ابو جہل بھی ہو' کیونکہ اگر خدانخواستہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم قتل کر دیئے گئے ہیں تو ابو جہل اس شر میں یقیناً شریک ہو گا۔

نوجوانانِ بنو ہاشم و بنی عبد المطلبؑ نے حضرت ابو طالبؑ کا یہ حکم سنا تو بیک زبان کہا کہ ہم اس کام کے لئے آپ کے اشارے کے منتظر ہیں' ابھی یہ تیاری مکمل ہو رہی تھی کہ زید بن حارثہؓ تشریف لے آئے اور جناب ابو طالبؑ کو اس حال میں دیکھ کر پریشانی کا سبب پوچھا۔ جناب ابو طالبؑ نے فرمایا! زیدؓ تم نے کہیں میرے بھتیجے کو دیکھا ہے؟ حضرت زیدؓ نے عرض کیا! جناب میں ابھی ابھی انہی کی خدمتِ اقدس سے اٹھ کر آیا ہوں' یہ سن کر جناب ابو طالبؑ کے چہرۂ انور پر خوشی و مسرت کے آثار نمایاں ہوئے اور فرمایا! خدا کی قسم! میں جب تک آپ کے دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی نہ کر پاؤں' اپنے گھر نہ جاؤں گا۔

حضرت زید بن حارثہ تیزی سے روانہ ہوئے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں باریاب ہو کر سارا واقعہ عرض کیا۔ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت کوہ صفا پر ایک مکان میں جلوہ افروز صحابہ کرام سے گفتگو فرما رہے تھے۔ جوں ہی جناب ابو طالب کا پیغام ملا تو اسی وقت تشریف لا کر اپنے شفیق چچا کو شرف زیارت بخشا۔ جناب ابو طالبؑ نے آپؐ کو دیکھتے ہی عرض کیا! اے جانِ عم! آپؐ کہاں تھے؟ فرمایئے خیریت تو تھی؟ فرمایا بالکل خیریت سے ہوں' پھر آپؐ کاشانۂ نبوت میں تشریف لے گئے اور جناب ابو طالبؑ اپنے گھر چلے گئے' صبح ہوئی تو حضرت ابو طالبؑ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ کو ساتھ لیا۔ قریش کی مجلس میں تشریف لائے اس وقت آپ کے ساتھ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلبؑ کے جوان بھی تھے۔ جناب ابو طالبؑ نے قریش کے سامنے جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑ کر بلند

marfat.com

کرتے ہوئے فرمایا! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے کیا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا نہیں' جناب ابو طالبؑ نے انہیں تمام واقعہ بتا کر ہاشمی نوجوانوں سے فرمایا! جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے سامنے کرواں لوگوں نے کپڑوں کو کھولا تو ہر جوان کے پاس تیز دھار تلوار موجود تھی۔ جناب ابو طالبؑ نے اس منظر کا مشاہدہ کرواتے ہوئے فرمایا! اگر تم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیتے تو خدا کی قسم! میں تم میں سے کسی ایک کافر کو بھی زندہ نہ چھوڑتا۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ ہم تم لڑتے لڑتے ختم ہو جاتے۔ حضرت ابو طالبؑ کا یہ اعلان سنتے ہی تمام مشرکین بھاگنے لگے اور ان سب سے تیز بھاگنے والا ابو جہل تھا۔ (طبقاتِ ابنِ سعد ص ۱۰۱۔۳۰۰ جلد ۲)

قارئینِ کرام! انصاف کرنا آپ کا حصہ ہے' کہ ہے کوئی عاشقِ رسولؐ؟ ہے کوئی ایسا فداکار' جاں نثار اور وفادار جس نے تن تنہا سردارانِ مشرکین کو اس قدر خوفزدہ کیا ہو کہ ان کو حرم شریف سے بھاگنے کے بغیر کوئی پناہ نہ دکھائی دی۔ یہ خدمت گزاریاں' یہ قربانیاں' یہ غمگساریاں اور نصرت وحمایت عاشقِ صادق کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا۔ حضرت ابو طالبؑ کا بار بار اعلان فرمانا کہ نصرتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک کرتا رہوں گا جب تک جان میں جان ہے۔

حضرت ابو طالبؑ کا اِنتقال

۱۰ نبوی میں نبی صلعم کے چچا ابو طالبؑ کا جو حضرت علی المرتضیٰؓ کے والد تھے' انتقال ہو گیا' ابو طالبؑ نے لڑکپن ہی سے نبی کی تربیت کی تھی اور جب سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کی دعوت اور منادی شروع کی تھی وہ برابر مددگار رہے تھے' اس لئے نبی صلعم کو ان کے مرنے کا صدمہ ہوا۔ (رحمتہ للعلمین ص ۶۰ جلد ۱)

قاضی سلمان منصور پوری نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام اور خواجہ ابو طالبؑ کی تبلیغی خدمات اور نہ ختم ہونے والی رفاقت واشتراکِ عمل کا ذکر دو جملوں میں کر دیا ہے۔

قاضی صاحب اس دلدل میں نہیں پھنسے کہ امورِ رسالت کے داعی تو صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور نصرت وحمایت اور پشت پناہی کرنے والا جانباز مسلمان بھی ہے یا نہیں؟ اس امر پر جس شخص کی بھی سوچ منفی پہلو کی حامل رہی اس نے اپنے ہی ایمان پر دشمنی کا گرد وغبار مسلط کر دیا۔

"چاہ کن را چاہ درپیش"

marfat.com

خواجہ ابو طالبؑ کی وصیت

مروی ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نے بنی عبد المطلبؑ کو اپنی موت کے وقت بلایا اور وصیت کی کہ تم سب ہمیشہ نیکی اور بھلائی پر قائم رہنا۔ اگر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنو تو ان کی پیروی کرنا اور ان کی نصرت واعانت کرتے رہنا تاکہ تم رشد وفلاح پاؤ۔

مواہب لدنیہ میں ہشام بن سائب سے منقول ہے کہ جب ابو طالبؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے قریش کے جوانوں اور ان کے بڑوں کو اپنے پاس بلایا اور وصیّت کرتے ہوئے کہا' اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی مخلوق میں بزرگی وسرداری بخشی ہے۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں بھلائی کرنا۔ اس لئے کہ وہ قریش میں امین اور عرب میں صدیق (سچے) ہیں۔ اور ان میں ہر حسن وخوبی جمع ہے ان کے بارے میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔ بلاشبہ وہ ایسی باتیں لائے ہیں جن کو ہر دل مانتا تو ہے مگر زبانیں ملامت کے خوف سے انکار کر رہی ہیں میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے فقیروں درویشوں عرب کے بادیہ نشینوں اور کمزوروں نا تواں لوگوں کو کہ وہ سب ان کی دعوت کو قبول کرتے' ان کے کلمہ کی تصدیق کرتے اور ان کو اپنا بزرگ ورہنما جانتے ہیں پھر قریش اور ان کے بڑوں کے سر جھک گئے ہیں اور ان کے مکانات ویران ہوگئے ہیں ان کے کمزور' صاحبِ ثروت اور عظیم ترین ہوگئے ہیں اور جوان میں بزرگ اور بڑے تھے وہ ان میں ذلیل وخوار اور حقیر بن گئے ہیں اور جو ان سے بہت دور تھے وہ ان کے نزدیک نصیبہ ور اور بہرہ مند ہوگئے ہیں بلاشبہ انہوں نے عرب کو خالص بنا دیا ہے اور اپنی محبت ان کے دلوں میں رچا بسا دی ہے اور وہ سب ان کی اطاعت وفرمانبرداری کر رہے ہیں۔ (یہ سب واقعات آئندہ رونما ہونے والے ہیں' میں گویا اس وقت دیکھ رہا ہوں) تو اے گروہ قریش تم ان سے محبت کرنے والے اور ان کی نصرت وحمایت کرنے والے بن جاؤ' خدا کی قسم جو بھی ان کی پیروی کی راہ اختیار کرے گا اور ان کی مطابقت کرے گا یقیناً وہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہوگا اور کوئی نیک بخت ان کی سیرت وخصلت کا انکار نہیں کرے گا۔ اگر میں کچھ عرصہ اور زندہ رہا اور میری اجل میں کچھ تاخیر ہے تو یقیناً میں ان کی حفاظت وحمایت ہی کرتا رہوں گا اور ہر حادثہ اور برائی کو ان سے دور رکھوں گا۔ یہ وصیت کی اور اس جہان سے رخصت ہوگئے۔

غرض یہ کہ حضرت ابو طالبؑ کا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اعانت وامدادِ حمایت ورعایت کرنا اور آپ کی مدح وثناء کرنا' آپ کی شان کو بڑھانا اور آپ کے مرتبہ کو اونچا کرنا اور ان کے

marfat.com

اشعار واخبار میں بکثرت موجود ہے۔

قارئین کرام! عقل و دیانت اور عدل و انصاف اس امر کو تسلیم کرتا ہے کہ وہ روایات جن میں کفار و مشرکین کی موجودگی بوقت وفاتِ ابو طالبؑ بیان کی جاتی ہے اموی حکمرانوں اور ان کے ریزہ چین ملاؤں کا ذہنی اختراع اور دشمنیٔ اہلبیت پر مبنی تخلیق ہے۔

مندرجہ بالا وصیّت کا ہر فقرہ اس امر پر نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ ایسی وصیت وہی روشن دماغ کر سکتا ہے جو رسولؐ خدا اور قرآن حکیم پر پختہ ایمان و یقین رکھتا ہو، جس کو مستقبل کے حالات پر پوری طرح روحانی اور نفسیاتی طور پر عبور حاصل ہو۔ جس شخص کے سامنے ملک الموت کی صورت ہو، جو دنیا سے رخصت ہو رہا ہو، جسے روپے پیسے اور مال و دولت کی بجائے صرف اس بات کا غم ہو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا کیا ہوگا، کون نصرت وحمایت کرے گا، مشرکین کے منصوبوں کو کون خاک میں ملائے گا، اس سے بڑا ایماندار، غمگسار اور وفا شعار کون ہو سکتا ہے؟ اپنی قوم برادری کو جو وصیت فرمائی اس کا ہر جملہ اور ہر کلمہ بتا رہا ہے کہ یہ کلام اسلام کے کسی مبلغ اعظم ہی کا ہو سکتا ہے۔

محققین نے لکھا ہے کہ اس وصیت کے فوراً بعد ہی خواجہ ابو طالبؑ کا وصال ہو گیا تھا۔ جبکہ مُسلم بخاری میں کفار سے سوال جواب اور اسلام سے انحراف کا ذکر ہے، تعجب کی بات تو یہ ہے کہ حفاظتِ رسولؐ اور تبلیغ اسلام کے زمانے میں تو پوری قوت وہمت سے قریش کا مقابلہ کیا، جنگ کی دھمکیاں دیتے رہے۔ بنو ہاشم کو ہر وقت مقابلے کے لئے تیار رہنے کا حکم دیتے رہے اور کفار و مشرکین کی کبھی بات نہ مانی، لیکن بوقت نزع صرف تین چار کافروں کی بات مان لی۔ ملامت کا خوف بھی طاری ہوا اور (معاذ اللہ) حضورؐ کی بات بھی نہ مانی۔ انتہائی کم عقل اور ان پڑھ آدمی بھی اس فلسفے کو ماننے کے لئے تیار نہیں بفضل تعالیٰ ان تمام روایات کا بہترین آپریشن ہوا ہے جو خواجہ ابو طالبؑ کے خلاف بیان کی جارہی ہیں''

وصیّتِ نُصرت

جب سردار بطحا حضرت ابو طالبؑ کو علم ہوا کہ مشرکین مکہ کے ارادے یہ ہیں کہ آپؑ کی وفات کے بعد وہ (نعوذ باللہ) حضرت محمد مصطفیٰؐ کو قتل کر دیں گے تو آپؑ نے خاندان بنی ہاشم کے تمام لوگوں اور جن سے اس خاندان کے عہد و پیمان تھے، سب کو جمع کر کے وصیت فرمائی کہ: ''میں دُنیا میں رہوں یا نہ رہوں بہر صورت رسول خدا کی مدد و نُصرت کرتے رہنا''۔ اس موقع پر آپؑ نے حسبِ ذیل اشعار بھی ارشاد فرمائے۔

marfat.com

اُوصِی بِنَصرِ النَّبیِّ الُخَیرِ مَشھَدَہٗ	عَلِیًّا اِبُنِی وَ عَمَّ الُخَیرِ عَبَّاسَا
وَحَمُزَۃَؑ الاَسَدِ الُمَخشِیّ صَولَتَہٗ	وَجَعفَرًا اَنُ تَذُودَا دُونَہٗ النَّاسَا
وَھَاشِمًا کُلَّھَا اُوصِیُ بِنُصرَتِہٖ	اَنُ یَّا خُنُوا دُونَ حَرُبَ الُقَوُمِ اَمرَاسَا
کُونُوا فِدَیً، لَکُمُ نَفسِیُ وَمَا وَلَدَتُ	مِنُ دُونَ اَحُمَدؐ عِنُدَالرَّوُعِ اَتُرَاسَا
بِکُلِّ اَبَیَضَ مَصُقُوُل عَوَارِضُہٗ	تَخَالُہٗ فِیُ سَوَادِ اللَّیُلِ مِقَیَاسَا

’’حضرت نبی اکرمؐ کی مدد و نصرت کے لیے میں (آپ سب لوگوں کو، اور خاص طور سے) اپنے فرزند علیؑ اور پیغمبرؐ کے چچا عباسؓ کو وصیّت کرتا ہوں، اور شیرِ بیشہ شجاعت جناب حمزہؓ کو جن کی ہیبت سے سب ڈرتے ہیں، اور (اپنے بیٹے) جعفرؓ کو وصیّت کرتا ہوں کہ لوگوں کے مقابلے میں حضورؐ کا پورا ساتھ دینا اور اُن کی طرف سے دفاع کرنا۔ نیز بنی ہاشمؑ کے تمام لوگوں کو وصیّت کرتا ہوں کہ اگر لوگ جنگ پر کمربستہ ہو جائیں تو تم لوگ رسول خداؐ کی مدد کرنا۔

اور جب بھی خطرات کا سامنا ہو تو تم سب لوگ حضرت محمد (مصطفیٰؐ) کے لیے سینہ سپر ہو کر اُن پر اپنی جان نثار کرنا، میری جان اور میری اولاد سب تم پر قربان ہو۔ (پیغمبر اکرمؐ کی مدد و نصرت کے لیے) وہ چمکدار اور آبدار تلواریں لے کر (میدان میں نکل آنا) جو رات کی تاریکی میں شُعلہ کی طرح (لپکتی ہوئی) محسوس ہوتی ہیں‘‘

فرزندان کو وصیّت

ابو العباس مبرد کہتے ہیں کہ:

مجھ سے ابن عائشہ نامی شخص نے بیان کیا، کہ ایک روز جناب ابو طالبؑ ایک ایسی جگہ سے گذرے، جہاں حضرت رسولِ خداؐ نماز پڑھ رہے تھے اور اُن کے داہنی جانب حضرت علیؑ کھڑے تھے۔ یہ دیکھ کر جناب ابو طالبؑ نے اپنے بیٹے جعفر طیّارؓ سے فرمایا کہ:

’’تم بھی جاؤ اور رسول اللہ کے ساتھ نماز پڑھو‘‘ اس کے بعد جناب ابو طالبؑ نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

اِنَّ عَلِیًّا وَّ جَعُفَرًا ثِقَتِیُ	عِنُدَ اِحتِرَامِ الُاُمُورِ وَالُکُرَبِ
اَرَاھُمَا عُرُضَۃَ اللِّقَاءِ اِذَا	سَامَیُتَ اَوُ اَنُتَمِیَ اِلٰی حَسَبُ
لَا تَخُذُ لَا وَانُصُرَا اِبُنَ عَمِّکُمَا	اَخِیُ لِاُمِّیُ مِنُ بَیُنِھِمُ وَاَبِیُ
وَاللّٰہِ لَا اَخُذُلُ النَّبِیَّ وَلَا	یَخُذُلُہٗ مِنُ بَنِیَّ ذُوُ حَسَبِ

’’جب زمانہ کی چیرہ دستیاں بڑھ جائیں اور معاملات بہت سخت ہو جائیں تو مجھے علیؑ اور جعفرؓ پر

marfat.com

ہی (بہت زیادہ) اعتماد ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جب بھی اپنی بلندیوں (کے اظہار) یا خاندان کے شرف کی نسبت (یا کسی جگہ سے آواز دوں گا) تو یہ دونوں (میری طرف سے) آمادۂ پیکار نظر آئیں گے۔ دیکھو میرے بیٹو! میرے حقیقی بھائی کے بیٹے (محمد مصطفیٰ) جو تمہارے چچازاد بھائی ہیں کسی وقت ان کا ساتھ نہ چھوڑنا' بلکہ مسلسل مدد و نصرت کرتے رہنا۔ اور میں خداوند عالم کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ تو میں نبی کریم کو (کسی حال میں) چھوڑ سکتا ہوں' اور نہ کسی شریف خاندان کا' کوئی آدمی اُن کا ساتھ چھوڑ سکتا ہے۔"

مؤرخین کا اتفاق

تمام مؤرخین اور سیرت نگاروں نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ اور ام المؤمنین حضرت خدیجہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے وصال کے بعد مشرکین مکہ نے سید العلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو کھلم کھلا ایذائیں دینا شروع کر دیں' اس لئے کہ اب وہ عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم آسودہ خاک ہو چکے تھے' اب کفار و مشرکین کے راستے میں کوئی ایسی رکاوٹ موجود نہ تھی جو حضرت ابوطالبؑ کی طرح جاں نثاری اور فداکاری اور جواں مردی سے ان کے ہر منصوبے کی دھجیاں بکھیر دے"۔ مندرجہ ذیل مؤرخین کے حوالجات ہدیہ قارئین ہیں۔

ا۔ علامہ شبلی نے سیرت النبیؐ جلد اوّل کے ۲۵ پر لکھا ہے ابوطالبؑ اور حضرت خدیجہؓ کے اُٹھ جانے کے بعد قریش کو کسی کا پاس نہ تھا' اب وہ نہایت بے رحمی و بے باکی سے آنحضرت کو ستاتے تھے۔ آگے مختلف مصائب وایذارسانی کے واقعات منقول ہیں۔

ابوطالبؑ کی وفات کے بعد کفارِ مکہ کا انسانیت سوز رویہ

۲۔ ضیا النبیؐ جلد دوم ص ۴۳۱ پر پیر کرم شاہ صاحب الازہری نے لکھا ہے' حضرت نبی مکرمؐ نے جس روز سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا آغاز فرمایا' قریش نے اسی روز سے دل آزاری اور اذیت رسانی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لیکن ان کی یہ دل آزاریاں زیادہ تر پھبتیاں کسنے مذاق اڑانے اور دشنام طرازیوں تک محدود تھیں۔ اگرچہ فقراء صحابہ کو وہ طرح طرح کی بدنی اذیتیں بھی دیتے تھے لیکن سرکار دوعالم کی ذات اقدس پر دست درازی کی جرأت شاذونادر ہی کیا کرتے تھے حضرت ابوطالبؑ کی وفات سے وہ بند بھی ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد مخالفت کی آگ بھڑک اُٹھی۔

۳۔ سیرت الرسول مصنفہ محمد بن عبدالوہاب صفحہ نمبر ۱۹۸ پر نقل ہے ابوطالبؑ کی وفات کے بعد کفار کی طرف سے آپ کو سخت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ کھلم کھلا ایذارسانی پر اتر آئے اور آپ کو قتل

marfat.com

کرنے کے منصوبے بنائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو ناکام بنادیا۔
۴۔رحمتہ اللعٰلمین مُصنّفہ قاضی سلیمان منصور پوری صفحہ نمبر ۶۰ میں حضرت خدیجہ الکبریٰ صلوٰۃ اللہ علیہا کے وصال شریف کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں۔اب قریش نے نبی صلعم کو زیادہ ستانا شروع کردیا۔ایک دفعہ ایک شریر نے نبی صلعم کے سر پر کیچڑ پھینک دی، آنحضرت صلعم اسی طرح گھر میں داخل ہوئے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیٹی اُٹھی، وہ سر دھلاتی تھی اور روتی جاتی تھی۔ نبی صلعم نے فرمایا!
پیاری بیٹی تم کیوں روتی ہو، تمہارے باپ کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود فرمائیں گے۔دوسرے مؤرخین نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔

◆❀✧❀◆

marfat.com

باب چہارم

خواجہ ابوطالبؑ کے خلاف روایات

اُمّت کی طرف سے انعام

بار بار لکھنا پڑتا ہے کہ خواجہ ابوطالبؑ کی ان خدمات کا کوئی شمار نہیں جو انھوں نے اسلام کی اشاعت و تبلیغ کے لئے انجام دی ہیں' ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اُمّت کی طرف سے قیامت تک آپؑ کی لا زوال خدمات پر خراجِ عقیدت و تحسین پیش ہوتا رہے' مگر ہُوا کیا؟ خاندان بنی ہاشم و بنی اُمیّہ کی قدیم عصبیت اور رقابت زمانہ اسلام کے آغاز ہی سے اپنا پنجہ گاڑ چکی تھی۔ جو کچھ بھی ہُوا تقریباً مسلمانوں اور غیر مسلم مؤرخین نے شرح و بسط سے اس کو اپنی اپنی تصانیف میں نقل کیا ہے۔

غزوۂ بدر سے آغاز ہُوا' امویوں کی جوابی کارروائی ان کے ارمان پورے کرنے لگی۔ کربلا میں ان کے سارے ارمان پورے ہو گئے۔ بچے کھچے افراد اہلِ بیت کو بھی رفتہ رفتہ شہید کرتے رہے۔ جب کتب تواریخ و احادیث کی کتابت و تدوین کا وقت آیا تو دُنیا جہان کی حدیثیں حکمرانوں نے اپنے ریزہ چین علماء سے لکھوائیں۔ جو لکھوایا لکھا جو کہلوایا کہا گیا' جو کچھ ہُوا اس میں دنیاوی جاہ و مرتبہ ہی پیش نظر رہا۔ دین کی کشتی تو اسی وقت ہی ہچکولے کھانے لگی تھی جب مدینہ منورہ کے بڑے فقیہہ نے قرآن حکیم ہاتھ میں لے کر کہا تھا کہ اے قرآن اب میری تیری جدائی ہے اب ہمارے راستے جُدا جُدا ہو گئے۔ واقعی فقیہہ بزرگ نے جو کہا تھا کر دکھایا اور ایسا ہونا ضروری بھی تھا کیوں کہ اس دور کا برسوں سے انتظار تھا۔ چونکہ اموی حکمرانوں کو خاندانِ نبوت سے ''بَیر'' تو تھا ہی' بھاری انتقام تو تلوار سے کیا اب قلم سنبھالا' ہزاروں موضوع عبارتیں حدیث کے نام پر کتابوں میں منقول ہوئیں اور ترویج و تشہیر ہونے لگی۔

چونکہ اکابر بزرگانِ دین چشمۂ شہادت سے سیراب ہو چکے تھے اب اس کے بغیر چارہ نہ تھا کہ تلوار سے زندوں کی خبر لی جائے اور نوکِ قلم سے اہلِ قبور کی۔ تیسری صدی ہجری میں کتب احادیث تیار ہوئیں۔ موقع تھا رہی سہی کسر علماء نے نکال دی۔ یہی وجہ ہے اُمّت میں اختلاف مذہب کی بنیاد پر فرقہ بندی ہوگئی' غیر مسلم اقوام نے موقع غنیمت دیکھا' اہلِ اسلام میں مزید پھوٹ ڈال کر اُمّتِ واحد کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' جب سے اب تک سلسلہ جاری ہے۔

امام بخاری نے تیسری صدی کے آغاز ہی میں حدیثیں جمع کرنا شروع کیں' لاکھوں حدیثیں

marfat.com

جمع کیں، پھر چند ہزار پر اعتبار کیا اوران کی مشہورِ زمانہ تصنیف کو صحیح بخاری کے نام سے یاد کیا جارہا ہے
'جیسے کہ ہم نے عرض کیا ہے کہ خاندانِ نبوت پر ہر قسم کے ظلم وستم ڈھائے جاتے رہے ان مظالم میں سے ایک یہ ہے کہ ناصرِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خواجہ ابو طالبؑ پر (نعوذ باللہ) امام بخاری نے کفر کا فتویٰ چسپاں کردیا۔ روایت بھی ایسی کہ محدثین کے اُصول ضوابط کے اعتبار سے تو کیا امام بخاری کے اپنے اصول وشرائط پر بھی نہیں اترتی۔

اب کیا ہوا جس کسی نے حدیثیں جمع کیں یا سیرت یا تاریخ کی کتاب لکھی امام بخاری کو عینی گواہ بنا کر خواجہ ابو طالبؑ پر کیچڑ پھینکی جاتی رہی۔ ہم نے بخاری ومسلم (صحیحین) اور ترمذی وغیرہ سے حدیث نام کی اصل عبارتیں نقل کردی ہیں۔ کتب سیر میں جس قدر واقعہ وفاتِ ابو طالبؑ اور عدم اسلام پر عبارتیں ہیں بہت کم نقل کی ہیں' کیونکہ ہر کسی نے صحیح بخاری کا حوالہ دیا ہے' لہٰذا کتب سیَر کی عبارتیں بار بار لکھنا باعثِ طوالت ہے۔ قارئین یہ اعتراض نہ کریں کہ فلاں مؤرخ فلاں کتاب میں لکھا ہے کہ ابو طالب۔۔۔۔۔

جب کتب احادیث سے اصل عبارتیں منقول ہیں تو پھر کیا ضرورت ہے کہ کئی صفحات کا بے سود اضافہ کیا جائے۔ یہی وہ عبارتیں ہیں جو احادیث کے نام پر خواجہ ابو طالبؑ کے خلاف باعثِ موضوع بنی ہوئی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

صحیح بخاری

۶۔حَدَّثَنَا اسحق بْنُ اِبْرَاهِیْمَ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ اَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِیُّ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ لَمَّا حَضَرَتْ اَبَاطَالِبِ الْوَ فَاةُ دَخَلَ عَلَیْهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهٗ' اَبُوْ جَهْلٍ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنَ اَبِیْ اُمَیَّةَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَیْ عَمّ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اُحَاجُّ لَکَ لِمَا عِنْدَ اللّٰهِ فَقَالَ اَبُوْ جَهْل وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُمَیَّةَ یَا اَبَا طَالِب اَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدُ الْمُطَّلِب فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ سَاَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ مَالَمْ اَنْهُ عَنْکَ . فَنَزَلَتْ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ (آخر تک) (صحیح بخاری اردو کتاب التفسیر باب ۱۲۷ حدیث نمبر ۱۸۱۷' صفحہ نمبر ۷۸۴ جلد ۲)

ہم سے اسحٰق بن ابراہیم بن نصر نے بیان کیا۔ کہا ہم سے عبدالرزاق نے کہا ہم کو معمر نے خبر دی 'انہوں نے زہری سے انہوں نے سعید ابن میںب سے انہوں نے اپنے والد میںب بن حزن سے' انہوں نے (میںب) کہا جب ابو طالبؑ (آنحضرتؐ کے چچا) فوت ہونے لگے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ

marfat.com

وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا! چچا جان تم لاَ اِلہٰ الا اللّٰہ زبان سے کہہ لو۔ مجھ کو قیامت کے دن اللہ کے سامنے تمہارے چھوڑانے کے لیے ایک دلیل مل جائے گی ۔ یہ سن کر ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ ان کو سمجھانے لگے ۔ ابو طالبؑ ! کیا تم عبدالمطلب کے دین سے پھر جاتے ہو! اس وقت حضور صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! میں تمہارے لئے برابر دُعا کرتا رہوں گا۔ جب تک منع نہ کیا جاؤں۔ تب یہ آیت نازل ہوئی ما کان لِلنبی آخر تک۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا ترجمہ علامہ وحید الزمان شارح صحاح ستہ کا ہے۔ اب تھوڑی دیر خالی الذہن ہو کر مذکورہ حدیث کے الفاظ اور مفہوم ومعنی پر غور فرمایئے اور دیکھئے کہ کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔

۱۔ یہ کہ یہ حدیث اکیلے میسّب بن حزن مخزومی نے روایت کی ہے کہ جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ بقول عسکری بیت الرضوان کے دن اسلام قبول کیا تو ان دونوں صورتوں میں وہ وصالِ ابو طالب کے موقع پر موجود نہ تھے نہ مسلم نہ کافر' اگر بحالت کفر بھی موجود ہوئے تو گواہی مردود تھی کیونکہ گواہی عادل کی مقبول ہے فاسق کی نہیں۔

۲۔ یہ کہ وصال ابو طالبؑ سے دس یا گیارہ سال بعد مسلمان ہونے والا آدمی جو شہادت دے گا وہ غیر واقعاتی ہوگی جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

۳۔ یہ کہ اس پوری عربی عبارت میں خواجہ ابو طالبؑ کی زبانی ایک لفظ تک درج نہیں تو اس حدیث میں خواجہ ابو طالبؑ کا انکار یا کوئی وجہ بیان کرنا کہاں ثابت ہے؟

۴۔ یہ کہ آپؐ نے فرمایا! جب تک مجھے منع نہ کیا گیا تو میں برابر دعا مانگتا رہوں گا پھر ماکَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (آخر تک) نازل ہوئی۔ نیز اِنَّکَ لاَ تَھْدِیْ (آخر تک) اُتری۔

یاد رہے سورۃ توبہ پوری غزوہٴ تبوک کے بعد ۹ ہجری میں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی جبکہ وصال ابو طالب کو بارہ سال بیت گئے تھے۔ اتنا عرصہ حبیبِ خدا نے جو دعائیں مانگیں وہ کہاں گئیں؟ جبکہ ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے پھر حضورؐ کی شان کے کیا کہنے۔ لہذا یہ حدیث غیر واقعاتی اور نقد ونظر اور روایات ودرایات اور عقل وقیاس کے خلاف ہے۔

۵۔ یہ کہ ایک آیت میسّب کے اسلام قبول کرنے سے پہلے اور دوسری قبول اسلام سے تین یا ایک سال بعد نازل ہوئی مگر دونوں کی شانِ نزول میسّبؓ ہی نے بیان کی۔

۶۔ یہ کہ حدیث میسّبؓ سے صرف ان کے بیٹے سعید ہی نے روایت کی اور کسی نے حضرت میسّب سے نہ سنی۔

۷۔ یہ کہ بخاری کی قائم کردہ شرائط پر بھی پوری نہیں اترتی۔ مگر چونکہ بخاری میں ہے اس لئے تسلیم کرنے

marfat.com

والے تسلیم کرتے ہیں۔

۸۔ یہ کہ اس حدیث کے جتنے راوی ہیں ان کی خامیوں اور کمزوریوں کی پوری پوری نشاندہی بحوالہ میزان الاعتدال انشاء اللہ آئیندہ اوراق میں ہدیۂ قارئین کی جائے گی۔ یاد رہے کہ صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابوں میں منقول جس قدر روایات خواجہ ابوطالبؑ کے خلاف ہیں ان کا بعد از آپریشن یہی حال ہے ناصرِ رسولؐ کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ وہ مولا علیؑ کے محترم والد اور مؤیدِ اسلام اور پیغمبر اسلام کے رفیق ہیں۔

تاہم مندرجہ حدیث میں مذکور راویوں پر مختصر نوٹ ہدیۂ قارئین کیا گیا ہے۔

۱۔ پہلا راوی اسحٰق بن ابراہیم ہے' اس نام ولدیت کا کوئی آدمی میزان الاعتدال میں منقول نہیں۔ جبکہ بخاری کے حاشیہ پر ابنِ نصر نہ ہے بلکہ ابونصر ہے جس میں صرف نقطے ہی کا فرق نہیں بلکہ ابن اور ابو کا نمایاں فرق ہے۔ ایک اسحٰق بن ابراہیم الدہری ہے جو عبدالرزاق کا شاگرد ہے اور ائمہ حدیث کے نزدیک منکر حدیث ہے۔

۲۔ عبدالرزاق بن ہمام ہے۔ نسائی' ابنِ عدی اور دار قطنی نے منکر الحدیث کہا ہے۔

۳۔ معمر زہری کا شاگرد ہے' ابوحاتم نے کہا ثقہ تو ہے مگر اس کی حدیثوں میں غلطیاں ہیں۔

۴۔ زہری کے بارے میں ائمہ حدیث نے بہت کچھ لکھا ہے جس سے اس کی روایتوں کے ضعف اور کمزوریوں کا بخوبی پتہ چلتا ہے' شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے۔ وہ بہت چھوٹی عمر کے تابعی تھے اور روایت لینے کی صلاحیت نہ تھی علامہ احمد رضا خان نے کہا زہری کی روایت پایہ ہوا ہے۔

۵۔ سعید ابنِ مسیب پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ تحت عنوان راویانِ حدیث ملاحظہ فرمائیں اسی طرح مسیب ابنِ خزن پر بھی۔

۶۔ امام بخاری نے ابوطالبؑ کے خلاف بیان ہونے والی حدیث کو صحیح بخاری کتاب التفسیر جلد دوم صفحہ ۹۳۹ پر نقل کی ہے۔ جس کے راوی مندرجہ ذیل ہیں۔

ابوالیمان' شعیب' زہری' سعید ابنِ المسیب' مسیب بنِ خزن۔ حدیث کی عبارت اور ترجمہ اس لئے نقل نہیں کیا کہ جلد اوّل کتاب الجنائز میں منقولہ حدیث اور کتاب التفسیر میں منقولہ حدیث کے مضمون میں کوئی فرق نہیں' البتہ زیر بحث حدیث کے راوی ابوالیمان اور شعیب ہیں اور یہ بھی سعید ابن المسیب ہی سے روایت کرتے ہیں' لہٰذا اس حدیث پر چنداں تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ کتاب الجنائز میں بیان ہونے والی حدیث کے راویوں پر تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ اتنا ضرور عرض کرنا ہے کہ مندرجہ راویوں کی کمزوریاں اور خامیاں بحوالہ میزان الاعتدال قلمبند کی جا چکی ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث بھی محل نظر اور بے اثر ہے۔

marfat.com

جائے تعجب ہے کہ دو آیتوں کے زمانہ نزول میں تقریباً بارہ سال کا فرق ہے
مگر اس روایت کی رو سے بوقت وصال ابو طالبؑ آیات کا نزول ہوا اور بغیر سعید ابن مسیب اور ان کے والد کے کسی دوسرے کو خبر نہ ہوئی۔ حضرت ابو طالبؑ کے خلاف آنے والی ہر روایت کو پڑھتے وقت ہر آدمی کے دل میں پوری شدت سے یہ سوال ابھرتا ہے کہ زمانہ کفالت سے لے کر تا وصال، حضرت ابو طالبؑ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اطاعت اور نصرت وحمایت میں مصروف رہے تین سال تک شعب ابی طالب میں قید رہے اس تمام عرصے میں خواجہ ابو طالبؑ کو اسلام کی دعوت کیوں نہ دی اور بوقت نزاع اسلام پیش فرمایا، کتنی حیرت اور پتے کی بات ہے۔ اسی ایک نقطے پر غور کیا جائے روایات کالعدم، بے محل، ہو جاتی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کسی مشرک کے ہاتھ سے ذبح شدہ حیوان کا گوشت حرام تھا جبکہ خواجہ ابو طالبؑ کے دستر خوان پر اکثر گوشت ہوا کرتا تھا کون ذبح کرتا تھا؟

۱۔ حدَّثنا اسحٰق قَالَ اَخبرَنا یَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِیمَ قَا لَ حدَّثنا اَبِی عَنِ بْنِ شِهَابِ۔ قالا اَخبَرَ نِی سَعِیدُ بْنُ الْمُسَیَّبَ عَنْ اَبِیهِ اَنَّهٗ اَخبرَهٗ اَنَّهٗ لَمَّا حَضرتَ اَبَا طَالِبُ الْوَفَاۃ جَاءَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فوَجَدَ عِنْدَهٗ اَبَا جَهْلَ بْنُ هشَامَ وَعَبْدُ اللّٰه ابنِ اُمَیّه بن الْمُغِیْرَۃ۔ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ لِاَبِیْ طَالِبَ۔ اِیْ عَمّ قُلْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کَلِمَۃً اَشْهَدُ لَكَ بِمَا عِنْدَ اللّٰهِ وَقَالَ اَبُوْ جَهْلَ وَعَبْدُ اللّٰه ابن اُمَیّه یَا اَبَاطَالِبُ اَتَرْ غَبُ عَنْ مِلَّۃِ عَبْدُ الْمُطَّلِبَ۔ فَلَمْ یَزَلْ۔ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَعْرِضُهَا عَلَیْهِ یَعُوْدَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَۃِ حَتّٰی قَالَ اَبُوْطَالِبُ اٰخِرُ مَا کَلَّمَتْهُمْ بِهٖ وَهُوَ عَلٰی مِلَّۃِ عَبْدُ الْمُطَّلِب وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰه۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَمَا وَاللّٰهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ ـ لَكَ مَالَمْ اَنْهُ عَنْهُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ رَبَّهٗ۔ مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ۔ الایۃ۔

(بخاری اُردو کتاب الجنائز صفحہ ۵۸۷)

ہم سے اسحاق نے بیان کیا، ہم کو یعقوب بن ابراہیم نے خبر دی، کہا ہم سے میرے باپ ابراہیم بن شہاب سے انہوں نے مجھ سے سعید ابن المسیب نے نقل کیا، انہوں نے اپنے باپ مسیب بن حزن صحابی سے انہوں نے کہا جب ابو طالبؑ مرنے لگے تو آنحضرتؐ ان کے پاس تشریف لائے۔ دیکھا تو

marfat.com

وہاں ابوجہل ابنِ ہشام اور عبداللہؓ بن ابی امیہ (ام سلمہؓ کے بھانجہ سخت کافر تھے) پاس بیٹھے ہوئے ہیں ۔آنحضرتؐ نے ابو طالبؑ سے فرمایا! چچامیاں تم ایک دفعہ کلمہ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ لو میں پروردگار کے پاس تمہارے لئے گواہی دوں گا۔ یہ سن کر ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بولے ہائیں' اُبوطالبؑ کیا تم اپنے باپ عبدالمطلب کے دین سے پھر جاتے ہو!

غرض آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہ کلمہ برابر ان پر پیش کرتے رہے اور وہ دونوں وہی کہتے رہے جو پہلے کہہ چکے تھے آخر ابوطالبؑ نے آخری بات جو کہی وہ یہی تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے سے انکار کیا۔ اس وقت حضورؐ نے (بہت رنجیدہ ہوکر) فرمایا! خیر جو ہونا تھا وہ ہوا اب میں تمہارے لئے اللہ سے اس وقت تک دعا کرتا رہوں گا جب تک منع نہ کیا جاؤں۔ پھر اللہ نے یہ آیت سورہ توبہ کی اتاری۔ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ آخر تک''۔

قارئین کرام! مقامِ غور وفکر ہے کہ پوری سُورۃ توبہ ۹ھ وصال ابوطالبؑ سے بارہ سال بعد مدینہ منورۃ میں نازل ہوئی۔ سعیدابن میسب کی روایت بھی اصولِ روایت کے خلاف ہے نیز اسحٰق ابنِ رہویہ کے ضعف اور کمزوری پر بھی کافی کچھ لکھا جاچکا ہے ابوطالبؑ کے خلاف تمام روائتیں ضعیف ہیں۔

تحت عنوان راویانِ حدیث پر کافی محکم اور تسلی بخش دلائل ومشاہد پیش کئے جاچکے ہیں' یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تمام زندگی حضرت ابوطالبؑ نے کفار کے وفود کی ایک بات بھی نہ مانی۔ جبکہ کفار ومشرکین نے دھمکیاں بھی دیں منت سماجت بھی کی مال اور حکومت کا لالچ بھی دیا پر ناصر رسول نے کفار کی ایک نہ مانی۔ شدید ترین چیلنج کے جواب میں فرمایا! جانِ عم! اپنا کام جاری رکھیں کفار کا جتھہ بھی آپ تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک میں زندہ ہوں۔ کون مان سکتا ہے کہ خواجہ اُبو طالبؑ آخروقت صرف ابوجہل اور ابن امیہ سے مرعوب اور متاثر ہوگئے۔ جو ہونا تھا وہ ہوگیا اس کی تو عربی عبارت بھی بخاری میں نہیں پھر یہ فقرہ تو حضورؐ پر افترا باندھا گیا ہے مترجم نے اضافہ کیا۔

۲۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا عَنْ سُفْیٰنَ حَدَّثَنَا عبدالمُلِكِ حَدَّثَنَا عَبْدُاللہِ بْنُ حَارِثِ حَدَّثَنَا العَبَّاسُ بْنُ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمِ مَا اَغْنَیْتَ عَنْ عَمِّكَ فَاِنَّہٗ کَانَ یَحُوطُكَ وَلَیَغْضَبُ لَكَ قَالَ ھُوَ فِیْ ضَحْضَاحٍ مِنْ نَّارٍ وَلَوْ لَا اَنَا لَکَانَ فِی الدَّرْكِ الْاَ سْفَلِ مِنَ النَّارِہ

ہم سے مسدد نے بیان کیا ہم سے یحیٰ بن سعید قطان نے انہوں نے سفیان ثوری سے کہا ہم سے عبدالملک بن عمیر نے بیان کیا کہا ہم سے عبداللہ بن حارث نے کہا ہم سے عباس بن عبدالمطلبؓ نے۔

marfat.com

انہوں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا! یارسولؐ اللہ! آپ اپنے چچا کے کیا کام آئے وہ آپکو بچاتے تھے اور آپ کے لئے غصے ہوتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا ٹخنوں تک آگ میں ہیں اور اگر میں ان کی سفارش نہ کرتا تو وہ دوزخ کی تہہ میں ہوتے بالکل نیچے۔ (بخاری اُردو)

مندرجہ بالا حدیث میں چوتھے راوی کا نام عبدالملک بن عمیر ہے۔ اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے کہا ضعیف تھا۔ ابوحاتم کا قول حافظ حدیث نہ تھا اور حافظہ خراب تھا۔ ابن معین کا کہنا ہے کہ روایات کو غلط ملط کر دیتا تھا یعنی ترتیب وتدوین کا کوئی پتہ نہ چلتا تھا۔ یاد رہے کہ اگر ایک راوی بھی کمزور ہو تو روائیت قابل قبول نہیں ہوتی۔ قارئین کرام! ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ خلافِ عقل وقیاس حدیث صحیح نہیں ہوگی چاہے اس کے راوی ثقہ ہی کیوں نہ ہوں اس عبارت میں حضرت عباسؓ کا اسم گرامی لانے کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ حضرت ابوطالب کے بھائی ہیں۔ اس طرح سلطانی گواہ کی موجودگی سُودمند نظر آئی۔ مگر بیچ کا راوی ضعیف ہونے کی وجہ سے بیل مُنڈھے نہ چڑھی۔ کیا حضرت عباسؓ اس بات سے بے خبر تھے کہ جس شخص نے پوری زندگی ہادی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت اطاعت اور حفاظت میں قربان کر دی وہ صحابی اور عاشق رسول بھی تھے اور مومن وموحد بھی بس دروغ گورا حافظہ نباشد۔ کسی روایت میں کچھ ہے اور کسی میں کچھ۔"

۳ حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاق اَخْبَرْنَا يَعْمَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ اَبَا طَالِب لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ دَخَلَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تعالیٰ علیه و آله وسلّم فِعِنْدَه اَبُوْ جَهْل۔ فَقَال :اَیْ عَمِّ قُلْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه كَلِمَةً اُحَاجُّ لَكَ بِمَاعِنْدَ اللّٰه فَقَالَ اَبُوْ جَهْل وَعَبْدُاللّٰه بنِ اَبِيْ اُمَيَّةَ يَا اَبَا طَالِب تَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عبدالمُطَّلِبُ فَلَمْ يَزَالَايُكَلِّمَانِه حَتّٰى قَالَ آخِرَشَيْئٍ كَلَّمَهُمْ بِه عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِالْمُطَّلِب فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم لَاسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَالَمْ اُنْهَ عَنْهُ فَنَزَلَتْ۔ مَاكَانَ لِلنَّبِيِّ اِلٰى اٰخِير

(صحیح بخاری اُردو حدیث ۱۰۶۴ص ۵۰۸ جلد دوم)

ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا کہا ہم سے عبدالرزاق نے کہا ہم کو معمر نے خبر دی انہوں نے زہری سے انہوں نے سعید بن میتب سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے کہا جب ابوطالب مرنے لگے تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اس وقت ان کے پاس ابوجہل بیٹھا تھا آپؐ نے ان سے فرمایا!

چچاتم لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ کہہ لو مجھ کو پروردگار کے پاس ایک دلیل مل جائے گی ابوجہل اور عبداللہ بن ابی اُمیہ کہنے لگے کیا عبدالمطلب کے دین کو چھوڑ دیتے ہو؟

marfat.com

دونوں ان کو برابر ہی سمجھاتے رہے آخر ابوطالبؑ نے بھی آخری بات جو کی وہ یہ تھی میں عبدالمطلبؑ کے دین پر ہوں۔ (اسی دین پر مرے) اب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا! میں تو تمہارے لئے اس وقت تک دعا کرتا رہوں گا جب تک منع نہ کیا جاؤں۔ پھر سورہ برات کی یہ آیت اُتری۔ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ (آخر تک)

قارئین کرام! متن معہ ترجمہ حرف بحرف نقل کیا ہے تاکہ معترضین شور نہ مچائیں۔ متن کے آخر میں سورہ قصص کی آیت کریمہ بھی درج ہے۔

مندرجہ بالا حدیث میں پہلا راوی محمود بن غیلان ہے میزان الاعتدال میں محمود بن غیلان نام کا کوئی شخص نہیں البتہ ابن غیلان ہے جس کو ابن عمر نے مجہول کہا ہے۔ دیگر راویان عبدالرزاق معمر بن راشد زہری اور سعید ابن مسیّب کی کمزوریوں کا ذکر دوسری حدیثوں کے تحت لکھا جا چکا ہے سب میں کمزوریاں ہیں۔ حضرت اُبوطالبؑ نے ساری عمر کفار کی کوئی بات نہ مانی اور تبلیغ دین میں سرگرم رہے مگر بوقت نزع دو کافروں کی بات میں آ گئے کیسا جھوٹ ہے؟

۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ حَدَّثَنَا بْنُ الْھَادِعَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِالْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صلّے اللّٰہُ تعالیٰ علیہ وَاٰلہ وَسَلَّم وَذُکِرَ عِنْدَہٗ عَمُّہٗ فَقَالَ لَعَلَّہٗ تَنْفَعُہٗ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَیُجْعَلُ فِیْ ضَحْضَاحٍ مِّنَ النَّارِ یَبْلُغُ کَعْبَیْہِ کَفَلِیُ مِنْہُ دِمَاغُہٗ (بخاری حدیث ۱۰۶۵، ۵۰۹)

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا کہا ہم سے لیث بن سعد نے کہا! ہم سے یزید ابن عبداللہ ابن الہاد نے انہوں نے آنحضرت صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے سنا جب آپؐ کے چچا ابوطالبؑ کا ذکر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ شاید میری شفاعت سے ان کو قیامت کے دن اتنا فائدہ ہو کہ وہ اوتھلی آگ میں ڈالے جائیں جو ٹخنوں تک پہنچے جس سے ان کا ''بھیجا'' (مارے گرمی کے) پھد پھداتا (جوش مارتا) رہے گا۔ (ترجمہ وحیدالزمان)

قارئین کرام! مندرجہ بالا حدیث کے راویوں کا مختصر جائزہ ملاحظہ فرمائیں ا۔ عبداللہ بن یوسف میزان الاعتدال میں غیر معتبر لکھا ہے۔

۲۔ لیث بن سعد یحیٰی بن معین نے کہا روایت حدیث میں سستی اور بے توجہی کا شکار تھا۔

۳۔ ابن الہاد ابن معین اور حاتم کے نزدیک کمزور اور ضعیف ہے۔

۴۔ ابوسعید خدری مقرب صحابی ہیں مگر سلطانی گواہ کے طور پر مندرج ہیں خلاف واقعہ اور عقل وقیاس کے خلاف جانے والی حدیث مقبول نہیں چاہے ثقہ راویوں کی بیان کردہ ہو۔ نیز دوسرے راوی کمزور ہیں۔

marfat.com

مندرجہ بالا عبارت حدیث ضحضاح کہلاتی ہے ضحضاح کے لغوی معنی ہیں پایاب پانی یا بہت سے اونٹ (مصباح اللغات) جتنی حدیثیں خواجہ ابو طالب کے خلاف بیان کی جاتی ہیں ہر ایک کی عبارت ہی دیکھ لیجئے۔

ابو سعیدؓ خدری بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ان کے چچا کا ذکر ہوا (نام نہیں کون چچا) تو آپ نے جملہ شکیہ استعمال کیا کہ شاید قیامت کے دن میری شفاعت ان کے کام آ جائے اور انہیں جہنم کی اوکھلی آگ پر لایا جائے۔

جبکہ دوسری عبارت میں ہے کہ وہ جہنم کے نچلے طبقے میں تھے میری وجہ سے اوپر لائے گئے۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ سب سے نیچے ہوتے۔ ذرا غور وفکر کی ضرورت ہے یہ کلام کسی بے علم بدوی سے تو منسوب نہیں۔

مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ کا علم رکھنے والے لِی مَعَ اللّٰہِ کی مسند کے مالک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہے جن کی ہر بات وحی الٰہی کا حکم رکھتی ہے۔ نبوت سچی خبر اور یقین کا نام ہے یہاں شک اور احتمال کی گنجائش ہے نہ شبہ کی رسائی۔ بس ایک قرار داد پاس ہوئی کہ خاندان نبوت کو خوب ستاؤ۔ سواس قرارداد پر حتی الوسع عمل کیا گیا جو کام تلوار سے نہ ہو سکے وہ نوک قلم اور تقریر وتدبیر سے انجام پذیر ہوئے جبکہ اس زمانے میں ذرائع ابلاغ نے اس مشن کے زندہ رکھنے کے لئے آسان ترین طریقے ایجاد کر دیئے ہیں ریڈیو ٹی وی اور اخبار ورسائل کے ذریعے گھر بیٹھے بٹھائے مقاصد پورے ہو رہے ہیں۔

کاش! کہ مسلمان اپنے اولو العزم نبیؐ کے خاندان کی اتنی ہی قدر کرتے جتنی قدر یہود ونصاریٰ نے اپنے نبیوں کے جوتوں کی کی تھی۔

ہر گزم باور نمی آید ز روئے اعتقاد　　ایں ہمہ ہا کردن ودین پیمبر داشتن

مجھے کسی طرح یقین نہیں آ رہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھنے والے یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔

حَدَّثَنَا اِبْرٰهِيْمُ بْنُ حَمْزَةَ حَدَّثَنَا بْنُ اَبِيْ حَازِمٍ وَالدَّارَدِيُّ عَنْ يَزِيْدَ بِهَا وَقَالَ نَغْلِيْ مِنْهُ اُمُّ دِمَاغِهٖ (بخاری حدیث ۵۰۹،۱۰۶۶)

ہم سے ابراہیم بن حمزہؓ نے بیان کیا کہا ہم سے ابن ابی حازم اور دراوردی نے یزید سے یہی حدیث بیان کی اس میں کہا اس سے اس کی ام دماغ جوش مارے گی۔ حیرت کا مقام ہے اس عبارت میں کوئی وضاحت اور صراحت نہیں کس کی بات ہے کس کا دماغ کھولتا ہے کب کی بات ہے کس کی

marfat.com

تصدیق سے بیان ہو رہا ہے اس روایت اور مندرجہ ذیل کہاوت میں مطلب و مفہوم مشترک ہے۔

جا کے کہنا ان کو جن کے ہم تھے ان کے گئے وے جن کے رہے یہ

جامع ترمذی۔ حضرت اُبوہریرہ اور یہ حدیث

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِعَمِّهٖ قُلْ لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ لَكَ بِهَا یَوْمَالْقِیٰمَةِ قَالَ لَوْ لَا اَنْ تُعَیِّرَنِیْ قُرَیْشٌ اِنَّمَایَحْمِلُهٗ عَلَیْهَاالْجَزَعُ لَا قْرَرْتُ بِهَا عَیْنَكَ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (ترمذی ۵۲۵)

ابی ہریرہ نے کہا! رسول صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فرمایا! اپنے چچا سے کہ کہو تم کہ کوئی معبود نہیں سوا اللہ کے کہ میں قیامت کے دن اس کے سبب تمہارے لئے گواہی دوں۔ کہا (ابوطالبؑ نے) اگر قریش مجھے عار نہ دلاتے تو میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (یعنی اے نبیؐ) تو ہدایت نہیں کر سکتا جس کو چاہے لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے جس کو چاہے (آخر تک)

قارئین کرام! حدیث کے الفاظ پر غور فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ ''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ'' تو جب معتبر ہوتا ہے کہ '' سَمِعْتُ قَالَ '' ہوتا میں نے سنا کہ آپؐ نے فرمایا ''لِعَمِّهٖ'' اپنے چچا کو کسی چچا کا نام عبارت میں نہیں ہے۔ البتہ مترجم نے قوسین میں (ابوطالبؑ) لکھ دیا ہے۔ ''اَشْهَدُ لَكَ'' میں قیامت کے دن تمہاری گواہی دوں اور عالم برزخ میں جو مرضی ہو ابوہریرہ نے یہ بھی بیان نہیں کیا کہ میں نے حدیث نبی اکرمؐ سے خود سنی یا کسی اور کی بیان کردہ ہے پتے کی بات تو یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ حضرت ابوطالبؑ کے وصال کے وقت نہ تو مسلمان ہوئے تھے اور نہ ہی ملک عرب کے کسی کونے میں موجود تھے بلکہ بوجہ تنگدستی یمن میں بھیک مانگا کرتے تھے تا نکہ فتح خیبر کے زمانے میں قبیلہ دوس کے ہمراہ اسلام قبول کیا حدیث تو اس راوی کی مقبول ہے جو واقعہ کے وقت موجود ہو اس نے خود حدیث سنی ہو اور وہ صاحب ایمان ہو جو شخص وصال ابوطالبؑ کے تقریباً دس گیارہ سال بعد اسلام قبول کرتا ہے وہ کس طرح وفات ابُوطالبؑ کا گواہ بن سکتا ہے؟ لہٰذا روایت کے اعتبار سے حدیث غیر واقعاتی ہے اور بقول امام ترمذی اس حدیث کو صرف یزید بن کسان نے روایت کیا ہے۔

امام ترمذی خود لکھتے ہیں کہ یزید بن کیسان کو ہم نہیں جانتے یہ بات ضرور ہے کہ اسماء الرجال میں اس کا نام ہے مگر ایک محدث کا یہ کہنا ہے کہ اس شخص کو ہم نہیں جانتے بذات خود روایت کی تردید ہے ویسے بھی اس روایت میں بے اعتبار اور کافر اور مقطوع راوی ہیں بس اس روایت کا بھی وہی حال ہے

marfat.com

جو بخاری میں نقل سعید ابن میسبؓ والی عبارت کا ہے جب نقد و نظر کے مرحلے سے ایسی عبارتیں گذرتی ہیں تو پھر راوی ہی رہتا ہے روایتیں غائب ہو جایا کرتی ہیں۔''

علامہ شبلی نعمانی

علامہ شبلی نعمانی نے وہ سب کچھ لکھا ہے جو بحوالہ بخاری بہت سے لوگوں نے لکھا ہے آخر میں لکھا ہے۔ کیا یہ محبت' یہ جوش' یہ جان نثاریاں سب ضائع ہو جائیں گی؟

ابو طالبؑ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے ۳۵ برس عمر میں بڑے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اُن سے نہایت محبت تھی

ایک دفعہ وہ بیمار پڑے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّمان کی عیادت کے لئے گئے تو اُنہوں نے کہا بھتیجے جس خدا نے تجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اس سے دعا نہیں مانگتے کہ مجھ کو اچھا کر دے آپ نے دُعا کی اور وہ اچھے ہو گئے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کہا خدا تیرا کہا مانتا ہے' آپؐ نے فرمایا کہ' آپ بھی اگر خدا کا کہنا مانیں تو وہ بھی آپؐ کا کہنا مانے۔ (ابن ہشام مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۰)

شبلی کہتے ہیں عینی کتاب الجنائز کے مصنف سے مجھے اتفاق نہیں ہے اس لئے کہ بخاری کی روایت کے آخر راوی حضرت میسبؓ ہیں جو صحابی کی روایت کسی صحابی ہی سے ہوگی۔ اس لئے مراسیل صحابہ حجت ہیں اور ابن اسحاق کی روایت منقطع ہے اور چھوٹا ہوا راوی صحابی نہیں ہے خود ابن اسحاق بھی استناد کا اعلیٰ درجہ نہیں رکھتے اس لئے دونوں روایتوں کو یکساں نہیں قرار دیا جاسکتا۔ علاوہ بریں حضرت میسبؓ کی اس روایت کی تائید میں خود حضرت عباسؓ کی وہ روایت ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت عباس نے دریافت کیا کہ یارسول اللہؐ آپؐ کے چچا (ابو طالب کو آپ سے کیا فائدہ پہنچا کہ وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے لئے آپ کے دشمنوں سے برسرِ پرخاش رہتے تھے۔ فرمایا! وہ دوزخ کی آگ میں صرف ٹخنے تک ہیں مگر اس کا اثر بھی دماغ تک پہنچ جاتا ہے اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتے اس سے معلوم ہوا کہ خود حضرت عباسؓ کے علم میں تھا کہ اُن کا خاتمہ توحید کے اقرار پر نہیں ہوا۔ (سیرت النبی جلد اوّل) شبلی نے تمام روایتوں کو دائیں باتیں سے سہارا دے کر جان ڈالنے کی کوشش تو کی ہے مگر پلے کچھ نہ پڑا۔ خود ان روایات میں مثبت پہلو موجود ہے۔

قارئین کرام!

یہ تھا بیان جس کو علامہ شبلی نے اپنی معروف تصنیف سیرت النبی جلد: اوّل) میں نقل کیا

marfat.com

مصنف نے زور تو بہت لگایا مگر حاصل کچھ نہ ہوا کیونکہ ظن وتخمین کے ساتھ ساتھ حقیقت اور صداقت کی کرنیں بھی جلوہ فگن رہیں۔ غور فرمائیے مندرجہ بالا بیان میں کتنی صداقت اور راست بازی ہے۔

ا۔ بیان کے شروع میں واضح کیا ہے کہ عبدالمطلبؑ نے آپ کو ابوطالب کے آغوش تربیت میں دیا۔ سردار ہو تمام انبیاء علیہم السّلام کا شفیع ہو تمام امتیوں کا اور لقب ہو رحمۃ اللعالمین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اور جس آغوش میں آرام وسکون مل رہا ہو وہ معاذ اللہ.......... کتنی بے انصافی اور ظلم کی بات ہے کہ محافظِ رسالت پر فتوے پہ فتوے ٹھونسے جا رہے ہیں مگر یہ امر مسلّم ہے کہ کسی کے کیچڑ اچھالنے سے کچھ نہیں بگڑتا۔ شبلی نے خود ہی لکھا ہے کہ ابوطالبؑ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے اور آپ کو بھی ابوطالبؑ سے بے پناہ محبت تھی مصنف کو یہ بھی اعتراف ہے کہ ابوطالبؑ حمایت اور نصرت میں کوئی کسر نہ رکھتے تھے۔ مقام غور وفکر ہے ایک شخص اللہ کے حبیبؐ سے محبت بھی رکھتا ہے حضور بھی محبت فرماتے ہیں کھانے اور سونے کے وقت بھی ساتھ نہیں چھوڑتے۔ اور (معاذ اللہ) پھر بھی جہنم میں فرمان رسالت ہے! مَنْ مَّسَسِیْ جِلْدِیُ لَن تَمَسَّ النَّارُ جو مجھ سے چھو گیا' اسے آگ ہرگز نہ چھوئے گی۔ جس نے تا حیات نصرت اور حمایت کی وہ دوزخی کیوں ہو؟! (معاذ اللہ)

قرآن حکیم نے اصول دیا ہے کہ اللہ اس شخص سے محبت فرماتے ہیں جو محبِّ رسول صلّی اللہُ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم ہوتا ہے۔ دین حق کی شرط اول محبت واتباع رُسولؐ ہے محبت اور ادب واحترام کا نام ایمان ہے۔

شبلی نے زیر عنوان ''وفات ابوطالب'' لکھا ہے کہ بوقت وفات حضور صلّی اللہُ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت ابوطالبؑ کو کلمہ پڑھنے کا احساس دلایا۔ ابوطالبؑ نے قریش کے طعن سے خائف ہو کر کہا میں ملت عبدالمطلبؑ پر مرتا ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور علیہ والصلوۃ والسلام نے اعلان نبوت سے لیکر وفات ابوطالبؑ تک کبھی بھی دعوت اسلام نہ فرمائی تھی۔ سبحان اللہ بیالیس سال ساتھ رہے تین سال شعب ابی طالبؑ میں قید کاٹی۔ تنہائی وانجمن میں رہنے کے موقع میسر آئے مگر دعوۃ کا مناسب موقع بستر مرگ تھا۔ جس شخص کے عزم وہمت اور صبر واستقلال نے کفار ومشرکین کو ناکوں چنے چبوا دیئے وہ آج قریش کے طعنوں سے ڈر کر دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے پر مجبور ہے۔ جس مجاہد کی انفرادی کوششوں کی وجہ سے خواجہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا تبلیغی مشن پوری قوت کامیابی سے ہمکنار ہوتا جا رہا تھا اس نے اب تک لاالٰہ الا اللہ بھی نہ کہا تھا؟

اصل بات تو یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کے دو اجزا ہیں یعنی توحید خداوندی کی تصدیق وتصدیق رسالت تمام روایتوں میں صرف لاالٰہ الا اللہ تک کا ذکر ہے جبکہ تصدیق رسالت ہی اصل ایمان ہے

marfat.com

۔خدا کو تو کسی نہ کسی صورت میں ہر قوم مانتی ہے۔

۳۔ رہا یہ بیان کہ میں عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہوں'' تو واضح ہو کہ سید البطحیٰ حضرت عبدالمطلبؑ مواحد مومن ہیں ان کے دین میں شک کرنے والا اپنے ایمان کی خیر مانگے اس امر کی وضاحت حضرت عبدالمطلبؑ پر لکھے ہوئے مضمون میں کی جا چکی ہے۔

۴۔ شبلی نے بخاری و مسلم کا حوالہ دے کر اپنے مؤقف کو مضبوط کرنے کی کوشش تو کی ہے مگر اپنے ہی بیان میں مثبت پہلو نقل کرنا ہی ان کی مجبوری دکھائی دیتی ہے۔

بحوالہ بخاری ابن اسحاق کی روایت کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت عباسؓ کی کلمہ پڑھنے پر گواہی کا بھی ذکر کیا ہے افسوس ہے کہ اس روایت میں حضرت عباسؓ کو اس وقت کافر کہا گیا ہے (معاذ اللہ) یاد رہے کہ حضرت عباسؓ قدیم الاسلام اور سابق الایمان اور راز دار امور رسالت تھے جہاں تک حضرت عباس کی گواہی کا تعلق ہے اگر اس روایت کو درست مان لیا جائے تو پھر ان کی گواہی پر اعتبار نہ کرنا حضرت عباسؓ عم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلّم کو جھوٹا قرار دینا ہے اگر حضرت عباسؓ کی گواہی کو مانا جاتا ہے تو بھی حضرت ابو طالبؑ مومن ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب سے اعلان نبوت ہوا۔ دعوت عشیرہ میں توحید و رسالت کا تعارفی جلسہ ہوا۔ اسی دن سے سید البطحا حضرت ابو طالبؑ نے اسلام اور رسولؐ اسلام کی نصرت حمائیت اور حفاظت ہمہ وقتی اپنے ذمہ لے لی تھی اور اسی فدا کاری پر زندگی قربان فرما دی۔ حضرت ابو طالبؑ حصارِ رسالت کی ایک آہنی فصیل تھی جو دشمن جس طریقے سے آیا ناکام ہوا۔ اگر حضرت ابو طالبؑ کے اسلام کے قائل نہیں تو کوئی اچنبے کی بات نہیں کیونکہ ان کے لخت جگر حضرت علیؑ کو مسلم اول مان کر بھی نوے سال تک سب و شتم کی قبیح رسم جاری رکھنے والوں نے اگر حضرت ابو طالبؑ کے خلاف روایات گھڑ لیں تو یہ معمول کی بات ہے اگر خلیفہ برحق حضرت علی المرتضے کے خلاف جنگیں لڑنا برائی نہیں تو حضرت ابو طالبؑ کو جہنم میں ڈالنا ان کے لئے آسان ترین کام ہے۔

بے حیا باش ہرچہ خواہی کن

شرم و حیا چھوڑ دو جو مرضی ہو کرو۔

۶۔ اسی مضمون میں لکھا ہے کہ ابو طالبؑ کے ایمان میں اختلاف ہے مگر بخاری کی حدیث صحیح مانی جاتی ہے اور محدثین عدم ایمان کے قائل ہیں پہلی تو بات یہ ہے کہ محدثین نے خود ہی ان عبارتوں کو نقل کیا ہے جن کو حدیث کا نام دے کر حضرت ابو طالبؑ کی خدمات کا صلہ یہ دیا کہ (معاذ اللہ) انہیں کفر شرک کا مرتکب قرار دے کر (خدا کی پناہ) جہنم میں ڈال دیا اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سفارش سے ہلکا عذاب ملا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے کہ مشرکین کے عذاب میں کوئی تخفیف اور کمی نہ ہوگی کہ محد

marfat.com

ثین کی شرط پر بخاری کی حدیث قابل حجت نہیں اس لئے کہ حضرت میتب خود فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے اور حضرت ابوطالبؑ کی وفات کے وقت موجود نہ تھے۔ علامہ عینی نے اس حدیث کو مرسل کہا ہے۔ یاد رہے کہ حضرت ابوطالبؑ کی وفات کے بارہ سال بعد مسلمان ہونے والا آدمی موقع کا گواہ کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ اصولِ حدیث یہ ہے کہ راوی واقعہ کے وقت موجود ہو۔

۷۔ بقول شبلی' ابن اسحاق کے سلسلہ روایت میں عباسؓ بن عبداللہ بن سعید اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ دونوں ثقہ ہیں مگر درمیان کا ایک راوی غائب ہے اس لئے سند کے اعتبار سے دونوں حدیثیں کمزور ہیں یہ روایت ابن اسحٰق کی ہے جسے شبلی نے دائیں بائیں کر کے کمزور کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ حالانکہ شبلی نے حضرت ابوطالبؑ کی تمام اسلامی خدمات کا ذکر بھی کیا ہے اور ساتھ ہی ابن اسحاق کو اپنے سے کم درجہ ظاہر کیا ہے۔ علامہ شبلی نے الفاروق میں بھی خاندانِ نبوت کے بارے میں دور راز کا رآ راء پیش کرتے ہوئے خود اعتمادی کا پرچار کیا ہے۔

قارئین کرام کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ جب بھی کوئی مصنف خاندان رسالت کے درپے آزار ہوتا ہے تو راویوں میں حضرت عباس یا عبداللہ ابن عباسؓ کے اسمائے گرامی شامل کر کے سلطانی گواہ بنالیتا ہے اسی طرح حضرت ابوطالبؑ کے معاملہ میں بھی حضرات مذکورہ کو بطور گواہ پیش کیا ہے۔ معتبر روایات سے ثابت ہے کہ حضرت عباس سابق الایمان ہیں اور اپنے عقیدہ اسلام کو اسلام کی خیر خواہی کیلئے پوشیدہ رکھا رہا۔ مشرکین کے تمام منصوبے حضورؐ کی خدمت اقدس میں عرض کرتے رہتے تھے مگر مخالفین کے فتووں سے نہ بچ سکے۔

کاش۔! کہ حضرت ابوطالبؑ کو ان کے کردار سیرت اور اقوال و اشعار کی روشنی میں بھی کوئی پرکھ سکتا۔ برا ہو تعصب اور رقابت کا بنو ہاشم اور بنو امیہ مخالفت حضرت ہاشم اور عبدالشمس سے شروع ہوئی' کربلا میں امویوں کے ارمان پورے ہوئے اور جب تک دُنیا رہے گی حق و باطل کا معرکہ جاری رہے گا۔

۹۔ علامہ شبلی نے حضرت ابوطالبؑ کی بیماری' حضورؐ کی دعا اور شفاء یابی کا ذکر بھی کیا ہے اور یہ واقعہ سیرت کی تمام کتابوں میں منقول و موجود ہے اس واقعہ سے مندرجہ ذیل نتائج برامد ہوئے ہیں

۱۔ یہ کہ حضرت ابوطالبؑ کا پختہ عقیدہ تھا کہ شفاء دے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اسی عقیدے کی بناء پر دعا کی درخواست کی۔

۲۔ یہ کہ حضورؐ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

۳۔ یہ کہ حضورؐ کی دعا مستجاب ہے کیا یہ عقیدہ کسی کافر کا ہو سکتا ہے؟ یہ بحث مختلف مقامات پر آتی رہے گی کہ حضرت ابوطالبؑ اگر چہ اپنے اسلام اور ایمان کو پوشیدہ رکھنے کی پوری کوشش فرماتے تھے لیکن جب

marfat.com

مشرکین کا دباؤ بڑھتا تو اپنے کلام میں توحید و رسالت کا کھلم کھلا اظہار فرمادیا کرتے تھے۔ حضرت ابو طالبؑ کے تمام اقوال و افعال میں توحید و رسالت کا اقرار اور تصدیق قلبی نمایاں ہے آپکا قصور صرف یہ تھا کہ آپ امیر علیہ السلام کے والد محترم اور محافظ اسلام اور رسولؐ اسلام تھے ورنہ کفار و مشرکین کی مخالفت کا سیلاب رو کے نہ رکتا۔ شبلی کا بیان اور اس پر تبصرہ ختم ہوا۔

❁●❁

سیرۃ الرّسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

ابو طالبؑ کی کفالت

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی عمر آٹھ سال سے کچھ زیادہ تھی کہ آپؐ کے دادا نے ۱۱۰ سال کی عمر میں انتقال کیا اور آپؐ کے چچا ابو طالبؑ آپؐ کے سرپرست بنے چونکہ ابو طالبؑ آپکے والد حضرت عبداللہ کے حقیقی بھائی تھے اس لئے آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اُن کو آپؐ کا کفیل مقرر کیا' واقدی کا بیان ہے کہ ابو طالبؑ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی عُمر کے آٹھویں سال سے نبوّت کے دسویں سال تک ۴۳ سال آپؐ کی حفاظت اور سرپرستی کا حق ادا کیا۔ ابو طالبؑ ہر موقعہ پر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی حمایت میں سینہ سُپر ہو جاتے تھے۔ آپؐ سے نہایت رحم دلی کا برتاؤ کرتے تھے۔

ابن عساکر حلیمہ بن عرفطہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مکّہ مکرمہ آیا' اس وقت وہاں سخت قحط پڑا ہوا تھا لوگ سخت پریشان تھے' قریش ابو طالبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے ملک میں قحط پڑ گیا ہے اور بال بچے بھوکے مر رہے ہیں خدا کے لئے آیئے اور بارش کی دُعا کیجئے چنانچہ ابو طالبؑ ایک چاند سے نوجوان کو لے کر نکلے جیسے ابھی ابھی سیاہ بادل کے حلقہ سے برآمد ہوا ہو اس کے ارد گرد اور لڑکے بھی تھے خانہ کعبہ میں پہنچ کر ابو طالبؑ نے اس نوجوان کی پشت دیوار کعبہ سے لگا دی اور بارش کی دُعا کے لئے اپنی انگلی کے ساتھ اس کی طرف اشارہ کیا۔ اس وقت آسمان صاف تھا اور کہیں بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں نظر آتا تھا۔ اس کی دُعا کا یہ اثر ہوا۔ کہ چاروں طرف سے بادل گھر

marfat.com

آئے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی میدانوں میں سیلاب آ گیا شہر اور جنگل سرسبز و شاداب ہو گئے اسی کے متعلق ابو طالبؑ نے اپنا مشہور شعر کہا ہے۔

وَ اَبۡیَضُ یُسۡتَسۡقَی الۡغَمَامُ بِوَجۡهِهٖ   ثِمَالُ الۡیَتَامٰی عِصۡمَةٌ لِلۡاَرَامِلِ

بارش کی دعا کی جاتی ہے یتیموں کی جائے پناہ اور بے کسوں کا سہارا ہے۔

ثِمَال:۔ ثا کے کسرہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جائے پناہ مدد یا قحط سالی میں کھانا کھلانے والا۔

اَرَامِل:۔ مسکین مرد اور عورت عِصۡمَةٌ لِلۡاَرَامِلِ:۔ مسکین مرد اور عورتوں کو محتاجی اور ضائع ہونے سے بچانے والا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کی گود اور دادا بزرگوار حضرت عبدالمطلبؑ کی سرپرستی میں انتہائی پُرامن اور پرسکون زندگی بسر کی چونکہ آپؐ کے سر پر عزوکرم کا تاج رکھا جانا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی بڑے احسن طریق پر نشونما فرمائی (سیرۃ الرسول صفحہ ۳۷)

مندرجہ مضمون میں مصنف نے حضرت ابو طالبؑ کی جن قربانیوں جان نثاریوں اور نصرت وحمایت کا ذکر کیا ہے وہ صرف مومنِ موحد اور عاشقِ رسول صلّی اللّٰہُ تعالیٰ علیه و آلهٖ وسلّم ہی کرسکتا ہے کبھی کافروں نے بھی نبیوں پر جانیں قربان کی ہیں؟

حضرت ابو طالبؑ کا کردار اور نصرتِ اسلام ایک ناقابل تردید حقیقت ہے آپ کی تمام تر مدد وحمایت اللہ کے رسولؐ کے ساتھ تھی نہ کہ بھتیجے کے ساتھ قوت ایمانی کے بغیر کون ساری قوم اور ملک کی دشمنی مول لے سکتا ہے۔ افسوس ہے کہ اموی ہاشمی رقابت کی پیداوار مخالفتِ ابو طالبؑ کا سبب بنی ورنہ اور تو کسی کے بارے میں کفر و اسلام پر تذکرہ نہ ہوا۔ مولائے کائنات نے حضرت ابو طالبؑ اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی وفات کے بعد دونوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے پردرد مرثیہ پیش فرمایا۔ دونوں ایک جیسے احترام وعزت اور عظمت وجلال کے مالک تھے۔ بس بخاری اور مسلم کی روائیت کو بنیاد بنا کر اس قدر مخالفت کا جال بچھایا ہے کہ حقیقت حال پر نظر ہی نہیں پڑتی تعجب تو اس بات پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کو مومن و مسلم ماننے کے باوجود پورے نوے سال سب وشتم کا مستحق بنائے رکھا۔ ہادی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فرمان یاد نہ رہا کہ جس نے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی کتب احادیث وتواریخ میں بے شمار ثبوت موجود ہیں۔ خالی حضرت امیرؑ ہی ان کے مذموم فعل کا نشانہ نہ تھے بلکہ حضرات حسنینؑ کریمین اور دوسرے بنی ہاشم کو منبروں کے قریب بٹھا کر دل کے ارمان پورے کئے جاتے تھے ۱۳۲ھ تک یہ فعل بد پوری اسلامی ریاست میں حکماً جاری رہا۔ تو پھر ایسے میں حضرت ابو طالبؑ کو دوزخی کہہ دینا کون سی انوکھی اور نئی بات ہے۔

marfat.com

حادثات اسلام

قارئین کرام! اگر اجازت ہو تو بحوالہ احادیث وتواریخ چند حادثات کا ذکر عرض کیا جائے جنہوں نے قصر اسلام کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ جہاں تک واقعات کی صحت وصداقت کا تعلق ہے اس امر کی ذمہ داری ان کتب احادیث وتواریخ کے مصنفین پر ہے جنہوں نے واقعات منقول کیے ہیں۔ حوالہ غلط ہونے کی صورت میں ہم ذمہ دار ہیں۔

۱۔ پہلا حادثہ قیامتِ صغریٰ واقعہ کربلا ہے اولادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلم کے ساتھ کلمہ پڑھنے والوں نے ایسے عظیم ظلم وستم کیے ہیں جن کی دہشتناک حالت لکھتے وقت دل دماغ کے ساتھ قلم بھی تھرا کر رہ جاتا ہے اہلبیت کے مردوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو تہ تیغ کیا رسول زادیوں کو پابند سلاسل کیا درباروں اور بازاروں میں نمائشیں کیں، ذہنی اذیتیں دیں، چادریں لوٹیں سامان لوٹا خیمے جلائے کیا کیا ظلم کیے۔

۲۔ دوسرا حادثہ جنگ حرہ ہے جس میں اصحاب رسولؐ کا قتل عام ہوا۔ مدینۃ الرسولؐ کی غارت گری ہوئی مسجد نبوی میں گھوڑے اور گدھے بندھے رہے صحابہ کرام کی بے عزتیاں کی گئیں اور ستم بالائے ستم دس ہزار دوشیزاؤں نے ناجائز بچوں کو جنم دیا یہ سب کچھ حاکم کے حکم سے ہوا۔

۳۔ تیسرا حادثہ بھی دل ہلا دینے والا سانحہ ہے کون نہیں جانتا کہ خانہ کعبہ کو منہدم کیا گیا حرم شریف میں بے حرمتیاں، قتل عام اور (معاذ اللہ) بدکاریاں، آتشزدگی اور خانہ خدا کی غیر آبادی ان جرائم میں سے ہر ایک جرم خداوند تعالیٰ کے غضب کو دعوت دیتا ہے۔

۱۔ علاوہ ازیں شہدائے احد کے مزارات سے شہداء کے اجساد پاک کو نکلوانا، نہر زبیدہ کا رخ اُحد کی طرف موڑنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ عم محترم سید الشہداء شیر خدا رسولؐ حضرت حمزہ علیہ السلام کے جسدِ پاک کی بے حرمتی کی جائے۔ شک ہو تو تفسیر حقانی کا دیباچہ اور معتبر کتب تواریخ ملاحظہ فرمالیں"۔

۲۔ منبر رسولؐ کو مسجد نبوی سے اکھاڑ کر دمشق لے جانے کی دوبار کوشش کی گئی مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ منبر شریف کو اس لئے دمشق لے جانے کی کوشش کی گئی کہ دمشق کو مدینۃ الرسولؐ کا درجہ دیا جائے، جب منبر شریف کو اکھاڑنا چاہا تو اندھیرا چھا گیا۔ (طبری مسعودی وغیرہ)

۳۔ بروئے حکم الٰہی مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ حضرت حجرؓ بن عدی صحابیٔ رسولؐ کو ان کے بارہ ساتھیوں سمیت ہاتھ گردن میں باندھ کر قتل کیا گیا ان کا جرم یہ تھا کہ سر عام خاندان نبوت پر سب وشتم کرنے سے روکتے تھے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ نے جب سنا کہ حضرت

marfat.com

حجر بن عدی کو قتل کر دیا گیا تو بہت رنجیدہ خاطر ہوئیں۔

۴۔ حضرت محمد بن ابو بکرؓ کو شہید کر کے گدھے کی کھال میں سی کر نذرِ آتش کر دیا جبکہ حضرت عائشہؓ بقیدِ حیات موجود تھیں' حضرت محمد بن ابو بکرؓ کا قصور یہ تھا کہ حضرت علیؑ کے طرف دار اور محبِ اہل بیت تھے۔

۵۔ حضرت عثمانؓ کو مشورہ دیا گیا کہ حضرت علی علیہ السلام اور طلحہ علیہ السلام و زبیر علیہ السلام کو قتل کر دو۔ وہ نہ مانے' کہا جلاوطن کر دو مگر نہ مانے۔ (الامت والسیاست صفحہ ۱۳ طبع مصر)

۶۔ سبطِ رسولؐ حضرت حسن علیہ السلام کے شہید ہونے پر دمشق میں خوشیاں منائی گئیں۔ تکبیریں کہی گئیں اور کہا گیا کہ ایک انگارہ تھا جس کو خدا نے بجھا دیا۔ (حاشیہ بخاری و مسعودی صفحہ ۲٬۳۶۵)

۷۔ حضرت عثمانؓ جب خلیفہ بنے تو انہیں کس نے مشورہ دیا تھا کہ ایک ہاشمی' ایک عدوی اور ایک فخروی نے حکومت کی اور چلے گئے۔ اب چکی کا قبضہ آپ کی گرفت میں آ گیا ہے خبردار یہاں سے ملنے نہ پائے' جنت دوزخ کچھ نہیں یہ سب کچھ حکومت کے لئے ہے۔ (بحوالہ الاستیعاب جلد دوم)

۸۔ بقول ڈاکٹر طٰہٰ و حکیم سنائی حضرت بی بی عائشہؓ اور حضرت علی علیہ السلام کا قاتل کون ہے؟ اس کے علاوہ مناقب مرتضٰی میں بھی یہی سوال دیکھ لیں۔ (ترجمہ کوکب دری)

۹۔ سب و شتم:

سب سے آخر میں ہم عرض کرتے ہیں کہ پوری ایک صدی تک خاندانِ نبوت پر ہر نماز کے ساتھ خصوصاً بروز جمعہ سب و شتم کی بوچھاڑ کی جاتی رہی۔ ہم آگے چل کر چند احادیث و تواریخی حوالہ جات پیش کریں گے۔ تاکہ ہم پر کوئی فتویٰ نہ چسپاں ہو جائے۔ جو لوگ سب و شتم سے متعلق کہتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا ہم ان کو دعوت دیتے ہیں کہ صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث غور سے پڑھیں اور غور کریں کہ صاحب فضیلت و کمالات امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام کا کیسا احترام کیا جاتا رہا۔

۱۰۔ امام نسائی کی شہادت کس وجہ سے ہوئی' انہیں دمشق میں کیا واقعہ دیکھنا پڑا۔ دمشق کی جامع مسجد میں شانِ اہل بیت کو نمایاں کرنے کے لئے حدیثیں پڑھنے لگے تھے۔ وہی وعظ ان کی شہادت کا سبب بنا۔

۱۔ عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ اَمَرَ مُعَاوِیَۃُ ابْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ سَعْداً فَقَالَ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسُبَّ اَبَا التُّرَابِ فَقَالَ اَمَّا مَا ذَکَرْتُ ثَلَاثاً قَالَھُنَّ لَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَلَنْ اَسُبَّہٗ لَاَنْ تَکُوْنَ لِیْ وَاحِدَۃٌ مِنْھُنَّ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ۔

(ترجمہ علامہ وحید الزماں) (صحیح مسلم کتاب الفضائل صہ ۹۸٬۶ اردو)

marfat.com

سعدؓ بن ابی وقاص سے روایات ہے معاویہ بن ابوسفیان نے سعد کو امیر کیا (گورنر بنایا) تو کہا تم کیوں برا نہیں کہتے ابوتراب کو سعد نے کہا میں تین باتوں کی وجہ سے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمائی ہیں ہرگز حضرت علی علیہ السلام کو برا نہیں کہوں گا اگر ان باتوں میں سے ایک بھی مجھے حاصل ہو تو وہ مجھے لال اونٹوں سے زیادہ پسند ہے۔اس سے آگے حدیث بیان ہے جس میں امیر کی ان فضیلتوں کا ذکر ہے۔جن کی طرف حضرت سعدؓ نے اشارہ فرمایا ہے تشریحات میں منقول ہے کہ حضرت سعدؓ ناراض ہو کر اٹھنے لگے معاویہ نے ان کی چادر پکڑ لی اور وہ چادر چھڑا کر چلے گئے۔

علامہ نووی، شارح مسلم نے اگرچہ اس حدیث کے بارے میں کچھ تاویلیں کی ہیں۔لیکن ان کی حیثیت طفل تسلیوں سے زیادہ کچھ نہیں نمونہ عرض ہے:

"نووی نے کہا اس میں ایک صحابی پر الزام آتا ہے اور اس کی تاویل ضرور ہے اس طرح کہ معاویہ نے سعد کو برا کہنے کا حکم نہیں دیا بلکہ برا نہ کہنے کا سبب پوچھا گویا دریافت کیا کہ تم میرے کہنے سے کیوں پرہیز کرتے ہو ان کے ڈر سے یا دلیل شرعی سے پرہیز کرتے ہو تو ٹھیک کرتے ہو اور جو اور کسی وجہ سے ہو تو اس کا اور جواب ہے اور شاید سعد اس گروہ میں ہوں جو حضرت علیؑ کو برا کہتے ہوں اور سعد نے برا نہ کہا اور اس سے انکار نہ کیا ہو تو معاویہ نے اس کا سبب پوچھا اور شاید برا کہنے سے یہ مقصود ہو کہ تم ان کی خطائے اجتہادی کیوں نہیں بیان کرتے" (اردو حاشیہ صحیح مسلم ۶،۹۹)

نووی کے تاویلی بیان میں ایک ذرہ برابر بھی جان نہیں ایک آدمی جو خود کام کرتا ہے دوسرا وہ کام نہیں کرتا تو اس کام کا موجد استفہامیہ انداز میں دریافت کرتا ہے کہ میرے حکم، میری رسم، میری حکومت پر تم کیوں حکم عدولی کرتے ہو؟ تو جواب ملتا ہے کہ وہ صاحب فضائل و درجات ہیں ایسی ہستی کی مدح سرائی لازم ہے کہ توہین؟ نعوذ باللہ

نووی کے اس حکیمانہ بیان سے جو بات کھل کر سامنے آجاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ خطائے اجتہادی پر تھے۔اصل بات یہ ہے کہ جدھر کسی کا ذہنی لگاؤ اور رجحان ہوتا ہے اس کے بچاؤ اور اس کے فضائل کے لیئے تاویلوں کا سہارا تلاش کیا جاتا ہے جو رسم سرکاری احکام کے زور اور اثر رسوخ سے جاری ہو کر ایک صدی تک واجب العمل رہی وہ کوئی خفیہ سکیم اور پوشیدہ راز تھا یا حکومت کی نافذ کردہ قانونی شق تھی کتب احادیث و تواریخ میں بے شمار شواہد موجود ہیں حدیث بالا کے مترجم کے بھی دو جملے بطور تبصرہ ملاحظہ فرمائیے۔

علامہ وحید الزمان حدیث بالا پر تبصرہ کرتے ہوئے حاشیہ مسلم پر تحت نمبر ۵۶ رقمطراز ہیں۔ابو تراب کنیت ہے حضرت مرتضےٰ علی علیہ السلام کی اس روایت سے معاویہ کی نسبت ایک قباحت عائد ہوتی ہے

marfat.com

کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی قرابت اور حضرت علیؑ کی فضلیت کا مطلق خیال نہیں کیا۔

صحیح مسلم کی مندرجہ بالا حدیث" اسی سند کے ساتھ حرف بحرف ترمذی ص ۵۷۷، جلد ۲ میں بھی وارد ہے، بخوفِ طوالتِ مضمون صرف حوالہ درج کیا ہے۔

۲۔عَنْ سَعِیْدِبْنُ جُبَیرٍ قَالَ کُنْتُ انودابن عَبَّاس بَعْدَ مَاذَهَبَ بَصَرُہٗ مِنَ الْمَسْجِدِ فَمَرَّ بِقَوْمٍ یُسَبُّوْنَ عَلِیًا ۔فَقَالَ رُدُّنِی اِلَیهِمْ فَرَوْدَنُہٗ اِلَیهِمْ فَقَالَ اَیُّکُمْ سَبَّابُ اللّٰہِ فَقَالُو سُبحَانَ اللّٰہِ مَن سَبَّ اللّٰہَ فَقَدْ کَفَرَ۔ فَقَالَ اَبُکُمْ سَبَّ عَلِیًا" قَالُوْا فَاَمَا ھٰذَا فَقَدْ کَانَ فَقَالَ اَشْھَدُ بِاللّٰہِ وَاللّٰہِ قَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم یَقُوْلُ مَن سَبَّ عَلِیاً فَقَدسَبَّنِی وَمَن سَبَّنِی فَقَد سَبَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یُوْشَكُ اَن یَاءَ خُذُہٗ ثُمَّ النصرَفَ یَعنِی ابنُ عَبَّاس (مَودۃ القربٰی ص ۳۷ صحیح بخاری وغیرہ)

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن ابن عباسؓ کو ان کے نابینا ہو جانے کے بعد ہاتھ پکڑ کر مسجد لے جا رہا تھا۔ اثنائے راہ میں وہ ایک جماعت پر گزرے جو حضرت علیؑ کو گالیاں دے رہے تھے تب حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے ان لوگوں کے پاس لے چلو۔ میں ان کو وہاں لے گیا تب انہوں نے ان لوگوں سے پوچھا۔ تم میں سے کون شخص اللہ تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) گالیاں دے رہا ہے۔ وہ بولے بزرگ و برتر ہے وہ خدا، جو کوئی خدا کو گالیاں دے، وہ کافر ہو جاتا ہے پھر ابن عباسؓ نے ان سے کہا کہ تم میں سے کون شخص حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دے رہا ہے وہ بولے یہ تو البتہ ہوا ہے پھر ابن عباسؓ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں خدا کی قسم میں نے رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے حضرت علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھ کو گالی دی اس نے خدا کو گالی دی اور جس نے اللہ اور اسکے رسول کو گالی دی عنقریب اللہ تعالیٰ اس سے مواخذہ فرمائے گا یہ کہہ کر حضرت عبداللہؓ ابن عباسؓ وہاں سے چلے گئے۔

اس حدیث کا سادہ ترجمہ بھی تشریح کی سی معنویت رکھتا ہے یعنی تشریح نہ بھی کی جائے تو بھی مطلب و مفہوم صاف سمجھ میں آجاتا ہے "ملاں" کہتے ہیں یہ مخالفت نہ تھی بلکہ خطائے اجتہادی تھی عجیب منطق اور علم و عرفان ہے گالیاں دینا بھی گویا اجزائے دین میں سے ایک جزو ہے۔ اور عرض کیا ہے کہ علامہ نووی شارح مسلم نے علم و دانش کے باوجود اس قدر کمزور تاویل کی ہے کہ معاذ ہن میں گفتۂ اقبال آجاتا ہے۔

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پاژند
الفاظ و معانی میں کچھ فرق نہیں لیکن
ملاں کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

marfat.com

سب وشتم بحوالجات تواریخ

مشتے نمونہ از خروارے کتب احادیث سے سب وشتم کے اثبات پیش کرنے کے بعض اب ہم کتب تواریخ سے چند اقتباسات ہدیۂ قارئین کررہے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

سیرۃ النبی

﴿صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّم﴾

علامہ شبلی نے فن احادیث نقد ونظر کے سلسلے میں تحت عنوان فن تاریخ پر خارجی اسباب کا اثر لکھا ہے۔فن تاریخ وروائیت پر جو خارجی اسباب اثر کرتے ہیں ان میں سب سے بڑا قوی اثر حکومت کا ہوتا ہے لیکن مسلمانوں کو ہمیشہ اس پر فخر کا موقع حاصل رہے گا کہ ان کا قلم تلوار سے نہیں دبا۔حدیثوں کی تدوین، بنوامیہ کے زمانہ میں ہوئی جنہوں نے پورے نوے برس تک سندھ سے ایشیائے کوچک اور اندلس تک مساجد جامع میں آل فاطمہؑ کی توہین کی اور جمعہ میں سر منبر حضرت علیؑ پر لعن کہلوایا، سینکڑوں، ہزاروں، حدیثیں امیر معاویہ کے فضائل میں بنوائیں۔

عباسیوں کے زمانے میں ایک ایک خلیفہ کے نام بنام پیشین گوئیاں حدیثوں میں داخل ہوئیں۔لیکن نتیجہ کیا ہوا، عین اسی زمانہ میں محدثین نے اعلانیہ منادی کردی کہ یہ سب جھوٹی روایتیں ہیں آج حدیث کا فن اس خس وخاشاک سے پاک ہے اور بنوامیہ اور عباسیہ جو ظل اللہ اور جانشین پیغمبر کہلاتے تھے اسی مقام پر نظر آتے ہیں جہاں ان کو ہونا چاہیئے تھا۔ایک دفعہ ایک شاعر نے مامون الرشید کے دربار میں قصیدہ پڑھا کہ امیر المومنین اگر تو آنحضرتؐ کے انتقال کے وقت موجود ہوتا تو خلافت کا جھگڑا سرے سے ہی نہ پیدا ہوتا دونوں فریق تیرے ہاتھ پر بیعت کرلیتے وہیں سر دربار ایک شخص نے اٹھ کر کہا تو جھوٹ کہتا ہے امیر المومنین کا باپ (حضرت عباسؓ جو عباسیوں کے مورث اعلیٰ ہیں) وہاں موجود تھا اس کو کسی نے پوچھا؟ مامون الرشید کو بھی اس گستاخانہ لیکن سچ جواب کی تحسین کرنا پڑی۔(سیرت النبی ص ۶۶،۱)

قارئین کرام! علامہ شبلی کے مندرجہ بالا بیان سے جو نتیجہ ملتا ہے یہ ہے۔

۱۔ یہ کہ سب وشتم کی رسوائے زمانہ رسم اہلبیت نبوت کی سراسر توہین اور بے حرمتی تھی جو خدا و رسول کی بے ادبی گستاخی اور نافرمانی کا باعث ہوکر ایذائے رسولؐ پر کھلا ثبوت ہے۔

marfat.com

۲۔ یہ کہ اہلبیت نبوت کی بے حرمتی اموی عباسی حکمرانوں اور ملاؤں کے نزدیک کوئی شرعی جرم نہ تھا۔

۳۔ مذکورہ حکمرانوں نے افعالِ بد کو عبادت کا اہم حصہ بنایا ہؤا تھا جن کو ہر مقام پر پورے اہتمام کے ساتھ ادا کیا جاتا رہا ہے۔

مولانا مودودی کی تحقیق

عصر حاضر کے دانشور مولانا مودودی نے لکھا ہے ایک اور نہایت ہی مکروہ بدعت حضرت معاویہ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں برسرِ منبر حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر سب وشتم کی بوچھاڑ کرتے تھے۔حتیٰ کہ مسجدِ نبوی میں منبر رسولؐ پر عین روضہ رُسولؐ کے سامنے حضورؐ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں دی جاتی تھیں۔اور حضرت علی علیہ السلام کی اولاد اُن کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں سے یہ گالیاں سنتے تھے۔کسی کے مرنے کے بعد اس کو گالیاں دینا شریعت تو درکنار انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص طور پر جمعہ کے خطبے کو اس گندگی سے آلودہ کرنا تو دین واخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا فعل تھا۔حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آکر اپنے خاندان کی دوسری غلط روایات کی طرح اس روایت کو بھی بدلا اور خطبہ جمعہ میں سبِ علی علیہ السلام کی جگہ یہ آیت پڑھنی شروع کر دی۔اِنَّ اللہ یَامُرُ تَاتذکّرُونَ نحل۔

(خلافت وملوکیت ۱۷۴ بحوالجات طبری ۱۸۸، ابن الاثیر ۲۳۴، ۱۵۴، البدایہ ۸۰۲۵۹ وغیرہ)

علامہ سیوطی۔

علامہ سیوطی نے تحت عنوان حضرت علیؑ پر سب وشتم موقوف لکھا ہے۔خلفائے بنو اُمیہ کا دستور تھا کہ وہ اپنے خطبوں میں حضرت علی علیہ السلام پر سب وشتم کرتے تھے آپؐ نے (عمر بن عبدالعزیز) خلافت پر متمکن ہوتے ہی سختی سے اس کی ممانعت کر دی اور اپنے گورنروں کو لکھا کہ ممالک محروسہ میں کہیں بھی ایسا نہ ہونے پائے اور جو خلاف شان الفاظ کہے جاتے ہیں ان کی بجائے یہ آیت پڑھی جائے اِنَّ اللہ یَا مُرُ (آخر تک) یہی وجہ ہے کہ اب تک یہی آیت پڑھی جاتی ہے۔(تاریخ الخلفاء ۳۴۷ اُردو)۔اسی طرح مسعودی میں بیجا سب وشتم کا ذکر ملتا ہے۔

مسعودی

مسعودی جس کو امام المؤرخین کا خطاب ملا ہوا ہے نے لکھا ہے کہ زیاد ابن ابیہ نے کوفہ میں

marfat.com

اپنے محل کے دروازے پر لوگوں کو جمع کیا اور انہیں حضرت علیؓ پر (نعوذ باللہ) لعنت کرنے کی ترغیب دینے لگا اور جس نے لعنت کرنے سے انکار کیا زیاد نے اسے تلوار پر رکھ لیا۔ (آگے کافی بیان ہے) مسعودی اردو ۲/۵۱" ملاں کہتا ہے ایسا نہیں ہوا کس کس کے منہ پر ہاتھ رکھو گے؟

حضرت سعد اور معاویہ کا مکالمہ

قارئین کرام! بحوالہ صحیح مسلم و سنن ترمذی حضرت سعدؓ کا واقعہ عرض کیا جا چکا ہے اس واقعہ کی ایک دوسری صورت مسعودی نے اس طرح نقل کی ہے لکھتے ہیں کہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے محمد بن اسحاق سے اور اس نے ابو نجیح سے روایت کی ہے وہ بیان کرتا ہے کہ جب معاویہ بن ابوسفیان نے حج کیا تو اس نے بیت اللہ شریف کا طواف کیا اس کے ساتھ حضرت سعدؓ بھی تھے۔ فارغ ہو کر جب وہ دونوں دار الندوہ آئے تو معاویہ نے حضرت سعدؓ کو اپنی چار پائی پر بٹھایا اور حضرت علیؓ پر عیب لگانے اور انہیں برا بھلا کہنے لگا۔ حضرت سعدؓ نے قریب ہو کر کہا تو نے مجھے اپنی چار پائی پر بٹھایا ہے اور پھر تو حضرت علیؓ کو برا بھلا کہنے لگ گیا ہے قسم بخدا۔! اگر حضرت علیؓ کی ایک ہی خصلت مجھ میں ہوتی تو وہ مجھے دنیا بھر کی نعمتوں سے محبوب ہوتی (مسعودی صفحہ ۳۶/۳) اس سے آگے حضرت علی علیہ السلام کے وہی فضائل بیان کیے جو حضرت سعدؓ کے حوالے سے مسلم و ترمذی نے نقل کیے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ بنی امیہ سب و شتم کے سلسلے میں جنون کی شکل اختیار کر چکے تھے جو آدمی بھی ان کے سرداروں سے ملتا تھا وہ اس مذموم فعل کو ضرور اس پر پیش کیا کرتے تھے جو مال و دولت کے حریص تھے وہ تو سب کچھ کہہ گزرتے تھے اور جو خدا ترس اور دیندار ہوتے وہ مصیبتیں برداشت کرتے اور برابر جانوں کے نذرانے پیش کر کے خدا اور رسولؐ کی خوشنودی حاصل کرتے رہے۔

حضرت عبداللہؓ ابن عمر

امام بخاری نے اپنی صحیح میں نافع سے روایت کی ہے انہوں نے بیان کیا جب مدینہ منورہ والوں نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی تو عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے گھر والوں لونڈی غلاموں اولاد وغیرہ کو جمع کیا اور کہنے لگے میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے ہر دغاباز کیلئے قیامت کے دن ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا دیکھو ہم تو اس شخص (یزید) سے اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے موافق بیعت کر چکے ہیں اب میں اس سے بڑھ کر کوئی دغابازی نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالے اور اس کے رسولؐ کے حکم کے موافق ایک شخص سے بیعت کی جائے پھر (بیعت توڑ کر) اس سے لڑنے کا سامان کیا جائے اور دیکھو مدینہ والو تم میں سے جو کوئی یزید کی بیعت توڑ کر دوسرے کسی سے بیعت کرے تو

marfat.com

اس میں اور مجھ میں کوئی تعلق نہیں رہا۔ یعنی میں اس جماعت سے الگ ہوں جو یزید بن معاویہ کے خلاف ہو۔ (بخاری کتاب الاحکام ترجمہ اُردو حدیث ۱۹۸۶ باب ۱۱۲۱ صفحہ ۴۴۸ جلد ۳ ترجمہ وحید الزمان)

قارئین کرام! طوالت مضمون کی وجہ سے ہم نے عربی عبارت نقل نہیں کی۔ مندرجہ بالا حدیث کے متن اور متعلقات پر غور کرنے سے کافی نکات و رموز کا ادراک ہوتا ہے۔

۱۔ یہ کہ یہ حدیث بھی ان حدیثوں کی طرح معلوم ہوتی ہے جو غیر واقعاتی اور بے محل ہیں کیونکہ عبداللہ بن عمرؓ نہایت ہی عابد و زاہد صحابی تھے ایک پرہیز گار اور متقی کی شان سے بعید ہے کہ وہ یزید جیسے ملعون اور ظالم اور گستاخ و دشمن رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت پر راضی اور ثابت قدم رہے لیکن کتب احادیث و تواریخ میں یہ خبر بھی مصدقہ ہے کہ ابن عمر نے بیعت برقرار رکھی رہی تھی تو اس اعتبار سے دونوں نتائج نکلتے ہیں ایک یہ کہ ابن عمرؓ کو مدینہ منورہ میں ہونے والی غارت گری اور بے حرمتی و ظلم جور کا پہلے سے پوشیدہ طور پر علم ہو چکا تھا بطور تقیہ اپنا گھر بچانے کے لیے ایسا کیا ہو۔

۲۔ لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ اکابر صحابہؓ نے یزید کی حکومت سے اظہار بیزاری فرما دیا تھا کیونکہ اشراف مدینہ کا جو وفد دمشق سے واپس آیا تھا اس نے یزید کی بدعملیوں اور سیاہ کاریوں کو بچشم خود مشاہدہ کیا تھا تو ایسے حالات میں ابن عمر کا جماعت سے الگ ہونا بذات خود فرمان رسالت کے منافی اقدام ہے دوسرے یہ کہ ابن عمرؓ کو شاید یزید کی حکومت میں کوئی خرابی یا قباحت نظر نہ آتی ہو۔

مرا رازیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد　　اگر پنہاں کنم ترسم کہ مغز استخوان سوزد

''میرے دل میں ایسا شدید راز پوشیدہ ہے کہ بیان کرتا ہوں تو زبان جلتی ہے اور بیان نہ کروں تو ہڈیوں کا بھیجا جلتا ہے''

کیا ابن عمرؓ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وہ ارشادات یاد نہ تھے کہ امیر و حاکم کی اطاعت اسی وقت واجب ہے جب تک وہ قانون الٰہی کا پابند اور خدا اور رسولؐ کا مطیع ہو ان کی آنکھوں کے سامنے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی داڑھی نوچی گئی۔ ابرو اور سر مونڈا گیا صحابہ کرامؓ کا قتل عام ہوا۔ خواتین کی عصمتیں لوٹیں۔ مسجد نبوی میں گھوڑے اور گدھے بندھے رہے اور ابن عمرؓ کے لئے یزید پھر بھی خلیفہ برحق رہا اور بیعت قائم رکھی اور اہل مدینہ سے لاتعلقی کا اعلان بھی کر دیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ صفین کی عبرت ناک جنگ کے بعد دھوکے اور حیلہ گری سے تحکیم کی جو صورت حال پیش آئی اس بحث میں ابو موسیٰ اشعری کی حتمی کوشش یہ تھی کہ ابن عمرؓ ہی کو خلیفہ بنایا جائے' لیکن اموی کب نیچے بیٹھنے والے تھے وہ نہ مانے۔

چونکہ ابن عمرؓ، موسیٰ اشعری کے داماد تھے اور ناکامی بھی ہوئی اس کے بعد خاندان نبوت کے

marfat.com

معاملات میں عدم دلچسپی کا ہی اظہار کرتے رہے اور آخر کار یزید کی موت تک اسی کی بیعت کے پابند رہے۔ جہاں تک مندرجہ بالا حدیث میں دغابازی کا تعلق ہے حدیث صحیح ہے مگر ایک فاسق فاجر کی بیعت توڑنے میں دغابازی نہیں بلکہ عین اطاعت رسولؐ ہے۔ بخاری کتاب الاحکام ہی میں عبدالرحمٰنؓ بن سمرہ کی روایت کردہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے انہی کو فرمایا! جب تو کسی بات کی قسم کھالے پھر اس کے خلاف جو کرنا بہتر ہے وہ کر اور قسم کا کفارہ دیدے (بخاری صفحہ۔۸۵۶ جلد ۳)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو تعلیم فرمائی ہے کہ جو کام بھی خسارے والا ہو اسے ترک کردو۔ دینِ اسلام کے خلاف عمل تو دنیا و آخرت کا نقصان اور اللہ تعالےٰ کی ناراضگی کا سبب ہے، مگر یزید روپے تو دیتا تھا جو اس کے بہی خواہ ہوتے تھے۔

◆❖◆

marfat.com

باب پنجم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آیاتِ مُقدّسہ وخواجہ اَبُو طَالِبؑ

اس کتاب کا مرکزی موضوع ومحور (بخاری ومسلم کی) وہ روایات ہیں جن کی بنیاد پر عدم ایمان ابوطالبؑ کی بحث کا محل تیار ہوا ہے۔ مفسرین ومحدثین کی تحقیق وجستجو کی روشنی میں ان آیاتِ مقدسہ کے تفسیری تقاضوں کے پیش نظر تحقیقی جائزہ ہدیۂ قارئیں ہے جن کو خواجہ ابوطالبؑ سے منسوب کیا گیا ہے۔ خواجہ ابوطالبؑ سے منسوب آیات اور متعلقہ روایات کے نقل کرنے سے کردارِ ابوطالبؑ کا آغاز ہوتا ہے

ا۔ آیت ھدایت!

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ٥ (قصص ۵۶)

"بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں البتہ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے ہدایت یافتہ لوگوں کو" (مظہری جلد دوم صفحہ ۱۳۱)

مسلم وغیرہ نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالبؑ سے فرمایا آپ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہہ دیجئے تاکہ قیامت کے دن میں آپ کے لئے شہادت دے سکوں، جواب دیا اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ قریش کی عورتیں عار دلائیں گی اور کہیں گی کہ (موت کے) خوف سے ابوطالبؑ نے کلمہ پڑھ لیا ہے تو میں یہ کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کردیتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ. بے شک آپ (ہر اس شخص کو) جس کو پسند کریں ہدایت یاب نہیں کرسکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت یاب کرتا ہے اور وہی ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

مَنْ اَحْبَبْتَ یعنی جس کو ہدایت کرنا آپ پسند کریں یا جس سے قرابت داری کی وجہ سے آپ کو محبت ہو۔

اَلْمُهْتَدِیْنَ مجاہد ومقاتل نے کہا یعنی ان لوگوں کو اللہ ہی خوب جانتا ہے جن کے لئے

marfat.com

ہدایت مقدر کر دی گئی ہے ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اور نسائی نے ابوسعید بن رافع کی روایت سے بیان کیا ہے ابوسعید نے کہا! میں نے حضرت ابن عمر سے دریافت کیا' کیا آیت انک لا تھدی من احببت ابوجہل وابوطالبؓ کے متعلق نازل ہوئی فرمایا! ہاں یہ شیخین اور نسائی اور ابن جریر اور منذر اور ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ اور بیہقی نے سعید بن المسیب کے حوالہ سے ان کے باپ کی روائیت نقل کی ہے سعید کے باپ نے کہا ابوطالبؓ کے انتقال کا وقت آ پہنچا تو رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم ان کے پاس تشریف لے گئے' ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ وہاں موجود تھے حضورؐ نے فرمایا! میرے چچا ایک بار صرف لا الٰہ الا اللہ کہہ دیجئے تاکہ اللہ کے سامنے اس کلمہ کو آپؓ کیلئے حجت میں پیش کر سکوں۔ ابوجہل اور عبداللہ نے کہا کیا آپؓ عبدالمطلبؓ کے دین سے روگرداں ہو جائیں گے۔؟

رُسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم برابر کلمہ پیش کرتے رہے اور بار بار دہراتے رہے بالآخر ابوطالبؓ نے جو آخری لفظ زبان سے نکالا وہ یہ تھا علی ملتہ عبدالمطلبؓ کے مذہب پر اور لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا رُسول اللہ صلّی اللہُ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا! جب تک مجھے ممانعت نہ ہوگی میں آپؓ کیلئے دعائے مغفرت کرتا رہوں گا اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین الایۃ، نبیؐ اور مسلمانوں کے لئے مشرکوں کیلئے دُعاءِ مغفرت کرنی جائز نہیں الایۃ اور ابوطالبؓ کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشآء (مظہری ۱۳۱ اُردو)

قارئین یہ معاملہ حضور رسالت مآب صلّی اللہُ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اور آپؐ کے امورِ رسالت سے گہرا تعلق رکھتا ہے اہل ایمان کے لئے لازمی امر ہے کہ بات بیان کرتے اور لکھتے وقت ادب واحترام کو پیش نظر رکھیں کہیں ان تحبط اعمالکم کے چکر میں نہ آ جائیں۔ جائے تعجب ہے کہ مندرجہ تشریح میں سُورہ قصص اور سورہ توبہ کی آیات کے نزول کا سبب حضرت ابوطالبؓ سے منسوب کر دیا گیا ہے۔ سورہ قصص تو مکی ہے اور سُورہ توبہ ۹ھ ماہ شوال مدینہ منورہ میں نازل ہوئی جو حضرت ابوطالبؓ کے سفرِ آخرت کے تقریباً بارہ سال بعد کی بات ہے پھر دونوں آیتوں کا تعلق ایک ہی واقعہ سے ہونا بعید از قیاس ہے۔ دوسری حیرانگی اس بات پر ہے کہ یہی آیتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین صلوٰۃ اللہ تعالےٰ علیہما وسلامہٗ سے بھی منسوب کی جاتی ہیں۔ اتنا ظلم وستم کہ جو رحمت عالمیان ہیں حدیثیں گھڑنے والوں نے انکے والدین کریمین علیہما السلام کو بھی (خاکم بدہن) جہنم میں ڈال دیا ہے۔ حضرت

marfat.com

ابوطالب کا قصور یہ ہے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے والد محترم ہیں افسوس ہے کہ صرف خاندانِ نبوت ہی ملاؤں کے زہریلے تیروں کا نشانہ بن رہا ہے اس بے باکی اور دلیری سے فتاویٰ تکفیر تیار ہو رہے ہیں کہ گویا کسی غیر مسلم کا معاملہ ہے (نعوذ باللہ)

۲۔ سعید بن رافع کا سوال ابن عمرؓ سے اور ان کا جواب کہ یہ آیت ابو جہل اور ابو طالبؑ کے حق میں ہے۔

بہت اچھی کہی۔ حضرت ابو طالبؑ کی کفار سے دس سال پرانی دشمنی اور دشمنی کا سبب کفر اور اسلام ابو جہل ملعون وفود پر وفود لا کر کبھی تو سردار مکہ کی منتیں کرتا ہے اور کبھی سخت دھمکیاں دیتا ہے اور ملاؤں نے اسے حضرت ابو طالبؑ کے رفقائے کار میں لا کھڑا کیا۔ یہی اجتہاد ہے؟

کمزور ترین سوچ

مظہری کی روایت کہ سعید بن رافع نے ابن عمر سے دریافت کیا کہ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ آیت ابو جہل اور ابو طالبؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے انہوں نے کہا ہاں اب ذرا انصاف سے غور کیجئے کہ آیت کریمہ میں لفظ مَنْ اَحْبَبْتَ ہے جس کا مطلب ہے آپؐ جس سے بھی محبت فرماتے ہیں (استغفر اللہ) کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلِہ وسلّم کبھی ابو جہل سے بھی محبت فرماتے تھے؟ (خدا کی پناہ) اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ آپ کو حضرت ابو طالبؑ سے بے پناہ محبت تھی اور حضرت ابو طالبؑ ہر وقت پروانہ دار جان قربان کرتے تھے لیکن ابو جہل تو ہمہ وقت دشمنِ رسولؐ رہا۔ اس کے لئے محبت کہاں؟ افسوس ہے کہ کوئی بات لکھتے وقت عقل سے بھی دریافت کر لینا چاہیئے کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے ہمیں صحابہ کرام کا ادب واحترام کرنا چاہیے مگر یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ ابن عمرؓ نے یزید کی بیعت بلا جبر واکراہ اور اہل مدینہ کے بیعت یزید سے خلع پر ابنِ عمر نے یزید کی بیعتِ فسخ بھی نہیں کی، چلو جو بھی کرے مگر ابو جہل کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا محب تو نہ ٹھہرائے اللہ کی پناہ ایسے عقیدے اور طرفداری سے تو ایسا لگتا ہے کہ وہ روایت بھی جعلی ہے اور حقیقت سے دور۔

اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ

اس آیت میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو ظاہری طور پر دلالت کرتا ہو کہ آیت حضرت ابو طالبؑ کے حق میں ہے قرآن حکیم میں بکثرت ایسی آیات موجود ہیں جو ظاہر کرتی ہیں کہ وہ کس کس

marfat.com

کے حق میں ہیں۔بس خاندانِ نبوت سے دشمنی میں الٹی سیدھی روایتیں تلاش کی جاتی رہیں۔اور اب بھی عباسی کی بغلی اولاد دہر جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بنانے میں بے پر کی اڑاتی جارہی ہے ہر آدمی کی زبان وقلم تو اس کے اختیار میں ہوتا ہے۔

امام رازی

امام رازی تفسیر کبیر میں نقل کرتے ہیں۔

اِعلَم اَنَّ فِیْ تَوٰلِدِ تَعَالٰی اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ مَسائِل" ۔اَلْمَسْئَلَۃُ الْاُوْلٰی؟ ھذا لَا یَۃُ لَادَلَالَۃُ فِیْ ظَاھِرِ ھَاعَلٰی کُفْرِ اَبِیْ طَالِبؑ (تفسیر کبیر صفحہ ۶/۴۴۹)

جان لیجئے کہ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ آیت میں کئی مسائل ہیں۔

پہلا مسئلہ: یہ آیت اپنے ظاہر میں کفر ابو طالبؑ پر دلالت نہیں کرتی

قارئینِ کرام! رازی کی طرح سیوطی نے بھی پہلا قول بیان کیا ہے کہ یہ آیت ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی اب دیکھنا ہے کہ ابو جہل کے ساتھی مشرکین مکہ تھے یا ناصرِ رسولؐ ابو طالبؑ؟

تاریخ اسلام کے سیاہ باب

تاریخ اسلام میں سینکڑوں واقعات اس امر کے شواہد ہیں جن سے خاندانِ رسالتؐ کی دشمنی اور بغض اظہر من الشمس ہے چند نمونے ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ صحابی رسولؐ حضرت حُجر بن عدیؓ اور ان کے بارہ ساتھی، گردن میں ہاتھ باندھ کر حاکم شام نے شہید کر دیئے ان کا جرم صرف یہ تھا کہ خاندان اہلِ بیت پر سرعام سب وشتم کرنے پر اعتراض کیا کرتے تھے یاد رہے کہ اسلامی ریاست کی تمام مساجد میں قبل از نماز یا کسی بھی وقت خاندان نبوت پر سب وشتم کی رسوائے زمانہ رسم پورے نوے سال جاری رکھی گئی۔کتب واحادیث وتاریخ گواہ ہیں۔

۲۔ انہی لوگوں نے حضرت محمدؓ بن ابو بکر کو شہید کر کے گدھے کی کھال میں "سی" کر جلا دیا تھا اس وقت ام المومنین حضرت عائشہؓ بقید حیات تھیں۔اور آپ کو اپنے بھائی کا بہت صدمہ ہوا۔حضرت محمدؓ بن ابو بکرؓ کا قصور یہ تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کے محب اور وفادار تھے حضرت ابو بکر اور حضرت عائشہؓ کا کیا احترام اور لحاظ کیا گیا؟

marfat.com

حاکمِ شام جب ام المومنین عائشہ صدیقہ کے پاس مدینہ منورہ میں آیا تو ام المومنین نے فرمایا 'بیٹھو' میں کسی کو بلاتی ہوں تاکہ تم کو اسی طرح قتل کرے جس طرح محمد بن ابو بکرؓ کو قتل کیا ہے اور اسی وقت یہ بھی فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا تھا کہ تم نے حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کی جو جماعت صالحین تھی امان کا وعدہ دے کر قتل کیا۔

قارئین کرام! کسی کو اس بات پر تعجب یا اعتراض ہو تو ہماری تحریر پر ناراض ہونے کی ضرورت ہے نہ گنجائش۔ تمام حالات معتبر کتب سے لکھ رہے ہیں اس میں جذبات کو دخل نہیں، حقائق و واقعات کی صداقت وحقانیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ "اَلْحَقُّ مُرٌّ" "وَلَوْ کَانَ دُرٌّ" حق کڑوا ہوتا ہے اگرچہ سچے موتی ہی کیوں نہ ہوں۔

ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دِل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

۳۔ واقعہ کربلا، جنگ حرہ اور حرمین شریفین میں قتل عام و تاخت و تاراج اور بے حرمتیاں اموی شہزادوں کی دلچسپی کے چند کھیل تھے جس قوم نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ذریّت اطہار کو گاجر مولی کی طرح کاٹا، مقدس شہیدوں کو بے گور و کفن صحرا میں پڑے رہنے دیا، رسول زادیوں کی چادریں چھین لیں، پیروں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں گلے میں بھاری بھرکم آہنی طوق ڈالے اور اُلٹا اونٹوں پر سوار کر کے درباروں بازاروں اور صحراؤں میں پھرایا گیا ان کے لئے حضرت ابو طالبؑ کی (خاکم بدہن) تکفیر کے لئے موضوع حدیثیں پیش کرنا کوئی مشکل کام نہ تھا۔

ع: شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

قارئین کرام! آئندہ صفحات میں بھی معتبر کتب تفاسیر، شروح و محدثین کی آراء پیش خدمت کی جارہی ہیں۔

دیکھنا یہ ہے کہ ہادیٔ اسلام کو کس چیز نے باز رکھا کہ سخت سے سخت حالات میں بھی دعوت اسلام کا عمل جاری رکھا اور کسی مخالف طاقت سے خائف نہ ہوئے نیز کفار کی کسی دھمکی اور سازش سے خواجہ ابو طالبؑ مرعوب نہ ہوئے لیکن بوقت نزع کفار سے ڈر گئے؟ عقل تسلیم کرتی ہے نہ انصاف، جس ابو طالبؑ نے ساری زندگی مشرکین کی کسی بات اور تجویز کو در خور اعتناء نہ سمجھا وہ آخر میں مرعوب ہو جاتے، آخر کیوں؟ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بعد از اعلان نبوت دس سالوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے اور وقت دم واپسیں جلدی جلدی دعوتِ اسلام دی، ایسا کرنا تو پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان و عظمت کے خلاف تھا (نعوذ باللہ) حضور ڈرتے رہے یا بھول گئے، استغفر اللہ۔

marfat.com

مراحِ لبید

اِنَّکَ لَا تَهۡدِیۡ وَ هٰذِہِ الۡاٰیَةُ لَا دَلَا لَةَ فِیۡ ظَاهِرِ هَا عَلٰی کُفۡرِ اَبِیۡ طَالِبٍ لِاَنَّ اللّٰہَ هُوَالَّذِیۡ هَدَاهُ بَعۡدَ اَنۡ اَئِیۡسِیۡسَ مِنۡهُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَمَّا الۡحَدِیۡثُ اَلَّا لَا دَلَالَةَ عَلٰی عَذَابِهٖ وَدُخُوۡلِهٖ فَهُوَالتَّرُوۡكُ اُنۡطِقَ بِالشَّهَادَةِ وَاِنۡ اَعۡتَدَّ بِهِ فَالۡعَذَابُ یَکُوۡنُ فِیۡ مُقَابَلَةِ تَرۡكِ فَرۡضٍ آخَرَوَ مِمَّا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ اٰمَنَ بِرَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ قَدۡ وَصّٰی عِنۡدَ مَوۡتِهٖ بِاِتِّبَاعِ رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ (مراح لبید ۱۴۶ جلد ۲ مطبوعہ مصر)

یہ آیت ظاہری طور پر ابی طالبؑ کے کفر پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابو طالبؑ کو ہدایت دے دی تھی جبکہ حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم ان سے مایوس ہو گئے تھے اور وہ حدیث جو آپؑ کے عذاب اور جہنم میں جانے کی دلالت کرتی ہے وہ اس لئے بھی ہو سکتی ہے کہ انہوں نے شہادت کو بیان نہ کیا اگر اس شمار کو بھی لیا جائے تو وہ یہ عذاب دوسرے فرض ترک کرنے پر ہو گا اور آپؑ کے ایمان لانے پر اہم ترین دلیل یہ ہے کہ آپؑ نے اپنی وفات کے وقت حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم پر ایمان لانے کی وصیت کی تھی۔

قارئین کرام! مفسر نے بخاری وغیرہ میں وارد حدیث کو درست مانتے ہوئے بھی اس امر پر یقین کیا ہے کہ حضرت ابو طالبؑ مومن ہیں۔ بڑی بات تو آیت کا استدلال ہے جس کا اطلاق عام کفار و مشرکین پر ہوتا ہے حضرت ابو طالبؑ تو جان بوجھ کر دھر لئے گئے ہیں۔ (اگر گفتہ را باز گویم رواست)

پھر گذارش ہے کہ سب سے بڑا قصور یہ ہے کہ حضرت ابو طالبؑ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے والد اور حضرات حسنین کریمین علیہم السلام کے جد امجد اور حضورؐ صاحب قاب قوسین کے شفیق و غمگسار چچا ہیں علیہم السلام۔

سوال: ابو طالبؑ کا کفر پر انتقال بہت سی احادیث سے ثابت ہے انہی کے حق میں یہ آیت آئی اِنَّکَ لَا تَهۡدِیۡ۔

پھر ان سے رعایت کیسی؟

جواب: اس کا کوئی ثبوت نہیں، فتویٰ کفر کے لئے یقین چاہئے، ابو طالبؑ کی کفر پر موت بھی احادیث سے ثابت ہے جس پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ پھر بڑے بڑے علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ (تفسیر نعیمی

marfat.com

ص ۱۰۷ جلد ۲)

مفسر نے ان احادیث پر بے اعتمادی اور غیر یقینی کا اظہار کیا جو حضرت ابو طالبؑ کے خلاف منقول ہیں' یہ تو خاندانی ضد کا نتیجہ ہے۔

رومی سفیر دربار رسالتؐ میں

قیصر روم کا سفیر خط لے کر دربار رسالتؐ میں حاضر ہوتا ہے آپؐ اُس پر اسلام پیش فرماتے ہیں وہ انکار کرتا ہے ملاحظہ ہو

عن سعید ابی راشد قَالَ كَانَ رَسُوْلُ قیصر جَاءَ كِتُبُ مَعَهُ قَیْصَرَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کِتَاباً فَاتَیْهِ مَدَفَعَتَ الْکِتَابَ فَوَ ضَعَه فِیْ حَجَرِ ثُمَّ قَالَ عَنِ الرَّجُلِ قَالَ مِنْ تنوح: قَالَ هَلْ لَکَ فِی دِ یْنِ اَبِیْكَ اِبْرَاهِیْمَ الْحَنِیْفَةِ؟ قَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ قَوْمٍ عَلٰی دِیْنِهِمْ حَتّٰی اَدْفَعُ اِلَیْهِمْ: فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیه وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَنَظَرَ اِلٰی صِحَابِهٖ وَقَالَ :اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ۔ (دُرِمنثور ص ۳۸۳' جلد ۳۔ ابن کثیر ص ۳۴۵' جلد ۳)

حضرت سعید ابن ابی راشد سے روایت ہے کہا کہ قیصر روم کا قاصد خط لے کر حضور صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے اس شخص کے بارے میں دریافت فرمایا کہ کس قبیلے سے ہے۔ جواب ملا "تنوح" سے۔ فرمایا کیا تو پسند کرتا ہے کہ تیرے باپ ابراہیمؑ کا دین حنیف تجھے پیش کیا جائے؟ اس نے کہا میں اپنی قوم کا قاصد ہوں جب تک واپس نہ جاؤں دین کو تبدیل نہیں کر سکتا تو آپؐ نے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا' اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ (ال آخر)۔

قارئین کرام! زیر بحث آیۃ کریمہ کی تلاوت خود صاحب قرآن نے فرمائی اور کہیں بھی حضرت ابو طالبؑ کا حوالہ نہ ارشاد فرمایا' پھر آیت کے ظاہر باطن میں ایک لفظ بھی حضرت ابو طالبؑ کی طرف اشارہ نہیں کرتا' کسی طرح بھی ثابت نہیں کہ آیۃ کریمہ حضرت ابو طالبؑ کے حق میں اتری ہو۔ گذشتہ صفحات میں معتبر مفسرین کے تحقیقی بیان ہدیۂ قارئین کر دیئے گئے ہیں۔ انشاءاللہ آئندہ اوراق میں بھی مصدقہ روایات پیش کی جائیں گی۔

تین آیات کا مجموعہ

زیر بحث آیتِ کریمہ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ کے سیاق و سباق میں ایک ایک آیت کریمہ ہے

marfat.com

تینوں آیات مطالب و مقاصد کے اعتبار سے باہم مربوط ہیں' بہتر ہے کہ آیات کا اندراج کر کے قارئین کے لئے آسانی پیدا کی جائے۔

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِى الْجٰهِلِيْنَ ۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ٥ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَىْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ٥

آیت نمبرا:۔ ان (مومنوں نے) جب کسی سے کوئی میری بات ہی سے الگ رہے اور صاف کہہ دیا کہ ہماری کرنی ہمارے لئے اور تمہاری کرنی تمہارے لئے ہے' پس تمہیں سلام کہ ہم چاپلوسی کی صحبت نہیں چاہتے۔

آیت نمبر۲: ''اے پیغمبرؐ! آپؐ جس کو چاہیں راہ ہدایت پر نہیں لا سکتے لیکن اللہ تعالےٰ جسے چاہے راہِ ہدایت پر لا سکتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں سے خوب واقف ہے''

۳:۔ ''اے رسولؐ! کفار آپؐ سے کہتے ہیں کہ اگر ہم تمہارے ساتھ دین حق کی پیروی کریں تو ہم اپنے ملک سے اُچک لئے جائیں تو کیا ہم نے اُنہیں امن کی جگہ حرم مکہ میں نہیں دی؟ جہاں ہماری بارگاہ سے ہر قسم کے پھل روزی کے واسطے چلے آتے ہیں لیکن بہت سے لوگ یہ جانتے ہی نہیں''

ان میں سے پہلی آیت مومنوں کی تعریف میں ہے اور تیسری آیت میں خداوند کریم نے ان لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اس خوف سے ایمان نہیں لاتے تھے کہ مکہ سے اغوا نہ کر لئے جائیں۔ یا قتل و غارت میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

پس ان آیات کے سیاق اور پیرایہ بیان سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ زیر بحث درمیانی آیت میں اللہ تعالےٰ کا قصد یہ ہے کہ جن ہدایت یافتہ لوگوں کا ذکر اس سے پہلے آیت میں آیا ہے ان کا حال بیان کر لے اور یہ بتائے کہ ان کی ہدایت کا تعلق جناب رسول اکرم صلّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلّم کی دعوت سے نہیں بلکہ خدائے تعالےٰ کی مشیت اور ارادے سے ہے اور اسی پر قائم ہے۔ بلاشبہ یہ ہدایت جبر کی شکل میں نہیں بلکہ ایک قسم کی توفیق ہے' جیسے کہ گمراہ لوگوں کے معاملہ میں خداوند کریم کے ارادے کا مطلب ایک قسم کی ذلت اور خواری ہے جو خدا کی طرف سے گمراہ شخص پر آ گئی ہے اور اس میں بھی کوئی جبر نہیں ہوا لیکن اگر دعوت پہنچانے میں پیغمبرؐ کا کردار ہدایت ملنے کے بعد ایک عامل کا ہو تو اس کی یہ صورت ہو گی جو سورہ نور کی آیت نمبر ۵۴ میں بیان فرمائی گئی ہے صرف اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔

''پس اگر تم سرتابی کرو گے تو بس رسولؐ پر اتنا ہی واجب ہے جس کے وہ ذمہ دار بنائے گئے

marfat.com

ہیں اور جس کے ذمہ دار تم بنائے گئے ہو وہ تم پر واجب ہے اگر تم رسول کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے اور رسولؐ پر احکام کا پہنچانا ہی فرض ہے''

اس بیان سے واضح ہوتا ہے۔

''(اے پیغمبرؐ) آپؐ جسے چاہیں راہ راست پر نہیں لا سکتے لیکن خدا جس کو چاہے راہ ہدایت پر لا سکتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں سے خوب واقف ہے''

یہ آیت تو حضرت ابوطالبؑ کے وقت آخر رسولؐ اکرم کی طرفؐ سے دعوت اسلام دینے اور ان کے اس سے انکار کرنے اور پھر ''عبدالمطلبؑ کے مذہب پر'' کہنے کی روائیت سے دور کا تعلق بھی نہیں رکھتی۔ اس کی بجائے اس سے پہلے اور اس کے بعد کی آیتوں کے مضمون کے مطابق، اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہدایت خدا ہی سے ملتی ہے اور پیغمبر اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم صرف وسیلہ ہدایت ہیں۔ یعنی وہ کسی شخص کو ہدایت کا پیغام دینے کے ذمہ دار تو ہیں مگر اس کو ہدایت یافتہ بنانے کے ذمہ دار نہیں فیصلہ ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ۝

دیگر آیات:

سورۃ نمل کی آیت نمبر ۹۱-۹۲ کا مفہوم ہے۔

''پس! مجھے تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس خدا کی پرستش کروں جس نے اس شہر (مکہ) کو عزت وحرمت دی اور ہر چیز اسی کی ہے مجھے یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوا ہوں اور قرآن پڑھا کروں، پھر جو شخص راہ ہدایت پر آیا تو وہ خود اپنے نفع کیلئے ہدایت پر آیا، اور اگر کوئی گمراہ ہوا تو تم کہہ دو کہ میں تو بس ایک ڈرانے والا ہوں''

قارئین کرام! آیت کریمہ زیر بحث یعنی ''اِنَّکَ لَا تَھْدِی'' کی طرح قرآن حکیم میں بڑی تعداد میں آیات بیّنات ایسی ہیں جو سورہ قصص کی آیت نمبر ۵۶ کی ہم معنی اور مفہوم و مطلب میں مشترک ہیں مثلاً سورہ لقمان آیت نمبر ۲۱، سورۃ نمل آیت نمبر ۲۴، سورہ عنکبوت آیت نمبر ۳۸، سورہ مجادلہ آیت نمبر ۱۹، سورہ محمدؐ آیت نمبر ۱۵، سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۷۲، سورہ نمل آیت نمبر ۳۷، سورہ زخرف آیت نمبر ۴۰، سورہ نمل آیت نمبر ۸۱، سورہ نساء آیت نمبر ۸۸، سورہ یونس آیت نمبر ۴۳، سورہ کہف آیت نمبر ۸۱، سورہ رعد آیت نمبر ۲۷، سورہ ابراہیم آیت نمبر ۴، سورہ نحل آیت نمبر ۹۳ اور سورہ یونس آیت نمبر ۱۰۸ کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات مشترک مضمون پر مشتمل ہیں پس سورہ قصص کی زیر بحث آیت نمبر ۵۶ بھی قرآن پاک کی ان دیگر آیات کی طرح ہے جو ہدایت اور گمراہی کو خدائے تعالیٰ کے ارادے سے نسبت دیتی ہے۔ صاحب ایمان وانصاف کا ذہن ان شواہد سے صاف ہو جاتا ہے کہ

marfat.com

جب بیسیوں آیات میں ایک موضوع ارشاد فرمایا گیا ہے تو پھر اس امر پر بضد ہونا کہ یہ آیت حضرت ابو طالبؑ کے حق میں ہے کہاں کا انصاف اور احترام خاندانِ نبوت ہے؟ اب دو راستوں میں سے ایک کو اختیار کرنا ہوگا۔ یا تو مذکورہ تمام آیات کو سورہ قصص کی آیت نمبر ۵۶ کی طرح حضرت ابوطالبؑ کے حق میں تسلیم کرنا پڑے گا تا کہ (خاکم بدہن) جہنمی کہنے والوں کا دعویٰ مضبوط تر ہو جائے یا پھر مذکورہ آیت کو بھی مندرجہ بالا تمام آیات کی طرح عمومی شکل میں تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور حق بھی یہی ہے مندرجہ بالا وضاحت سے کوئی امر پوشیدہ نہیں رہا لہذا محکم دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت ابوطالبؑ کے حق میں نہیں بلکہ عام مشرکین کے حق میں ہے۔

لمحہ فکریہ

آیت مذکور کسی ثبوت سے بھی حضرت ابوطالبؑ کے حق میں نہیں ہوئی ورنہ اتنے بڑے ذخیرہ حدیث میں ارشادات رسالتؐ سے کتنی وضاحت ہو چکی ہوتی' احادیث کے شارحین اور مفسرین کرام نے مِن کُلِّ الوجوہ' ان تمام مرویات کی تردید کی ہے جو اس آیت اور دوسری آیات کا نزول خواجہ قریش حضرت ابوطالبؑ کے حق میں مذکور و منقول ہے۔

یہ آیت اور حضرت ابوبکرؓ

مفسرین کرام نے نقل کیا ہے کہ آیت کریمہ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ جب نازل ہو رہی تھی تو حضرت جبریل علیہ السلام کی زبانی کسی بھی صحابی نے نہیں سنی ماسوائے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اور انہوں نے بھی اِنَّکَ سے مَنْ یَشَآءُ تک سنی۔ یعنی حضرت روح الامین کی آواز کو اپنے کانوں سے سنا عجیب بات ہے کہ ساری زندگی میں ایک بار بھی حضرت ابوبکرؓ نے یہ نہیں بیان کیا کہ یہ آیت حضرت ابوطالبؑ کے حق میں ہے بیان بھی کیسے کرتے جبکہ تحقیق و تجسس سے واضح ہے کہ آیت کے نزول کا تعلق عام کفار و مشرکین سے ہے۔ حضرت ابوطالبؑ مومن اور صحابی رسولؐ ہیں۔

وَلٰکِنَّ اللہ کی حکمت:

ارشادِ خداوندی ہے!

۱۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ (آلِ عمران صفحہ ۱۷۹)

اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع فرمائے مگر وہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں

marfat.com

سے جسے چاہے۔ مذکورہ آیت میں حق سُبحانہٗ و تعالیٰ نے ایک کام کو واضح طور پر پہلے تو اپنی شان کے منافی بیان فرمایا ہے اور پھر اسے مخصوص صورت میں وَلٰکِنَّ اللہ کے صیغہ ہی سے اپنی ذات سے صادر ہونے کا اثبات فرما دیا ہے۔

۲۔ زیرِ نظر آیت کریمہ پر غور و تدبر کے بعد مزید کسی دلیل کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ اہل علم پر مخفی نہیں کہ کفر اور اسلام کی پہلی باقاعدہ جنگ بدر کے مقام پر ہوئی۔ جس کے نتیجے میں تاریخ اسلام کی پیشانی پر تا قیامِ قیامت فتح و نصرت کا جھومر تابناک ہو گیا کیا کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں نے کسی ایک مشرک کو بھی قتل نہ کیا تھا؟ جبکہ تاریخی شواہد میں ہے کہ اکیلے اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابی طالب علیہا السّلام نے ۳۵ اور بقول بعض ۳۶ مشرکین کو واصلِ جہنم کیا تھا اور کل ستر مشرکین قتل ہوئے تھے یہ غزوہ اہل اسلام کے لئے آبرومندانہ تاریخ کا ایک روشن ترین باب ہے اس امر کو ذہن میں رکھتے ہوئے ارشادِ خداوندی ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ان سرفروش مجاہدین اسلام کو جنھوں نے جنگ بدر میں اپنی خداداد قوت سے کفر کی شہ رگ کاٹ کر رکھ دی تھی ارشاد فرماتا ہے!

فَلَمۡ تَقۡتُلُوۡهُمۡ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمۡ

"کفار و مشرکین کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے"

یہاں پر بھی وہی صیغہ وَلٰکِنَّ اللہ استعمال فرمایا ہے، ہم ایک بار پھر اپنے قارئین کرام کی توجہ اس اہم تاریخی واقعہ پر مرکوز کرنے کی درخواست کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اپنے ہی اپنوں کے مقابلے میں صف آراء ہوئے حقیقی رشتہ دار باہم برسرِ پیکار تھے۔ جہاں ظاہر صورتِ حال کا تعلق ہے تمام مقتول مشرکین مجاہدین اسلام غلامانِ مصطفیٰ کی تلواروں کا شکار ہوئے۔ لڑائی کی ابتداء میں شیرانِ خدا و رسول حضرت حمزہؓ اور حضرت علی علیہا السّلام نے بالترتیب عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کو انفرادی مقابلے میں واصل جہنم کیا عتیبہ کو پہلا زخم تو حضرت عبیدہؓ ابنِ حارث کے ہاتھوں آیا جبکہ حضرت عبیدہؓ کے شدید زخمی ہونے پر حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؑ نے عتیبہ بن ربیعہ کو بھی جہنم کا پروانہ دے دیا' ۳۵ مشرکین ذوالفقار حیدری کا شکار بنے۔ حضرت معاذؓ اور معوذؓ نے اس امت کے فرعون ابوجہل کو اس کے کبر و غرور سمیت جہنم کا راستہ بتا دیا مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا ان کو تو اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے۔ نتیجہ کیا رہا؟ کہ مومنین کے اس عملی جہاد کو اللہ تعالیٰ نے اپنا فعل قرار دیا اقبالؒ نے جوشِ ایمان و عشق میں کیا خوب کہا!

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کار کشا کار ساز

قرآن حکیم کے دیئے ہوئے اس اصول سے ثابت ہے کہ حضور سرورِ کشورِ رسالت صلی اللہ

marfat.com

تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہادی ہیں ہدایت کے ذمہ دار نہیں، آپ کے ذمہ تبلیغِ رسالت ہے، کوئی قبول کرے نہ کرے، منوانا آپؐ کے ذمہ نہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے۔اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِر" وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔آپؐ کے ذمہ صرف یہ امر ہے کہ لوگوں کو اعمال کے بدلے سے متعارف کروائیں اور ہر قوم کے لئے ہادی اور رہنما ہیں۔

تفسیر میں یہ امر ثابت ہے کہ ڈر سنانے والے حضور اکرمؐ ہیں اور ہادی حضرت علی علیہ السلام (ارجح المطالب وغیرہ)

یہ ایک ہی طرزِ کلام کی قرآنی آیات نفی کرتی ہیں کہ آیت کریمہ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ کا حضرت ابو طالبؑ سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

ع: شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات"

سورہ انفال کی اسی آیت کریمہ کا دوسرا حصہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

یہ مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک اور نورانی ہاتھ سے ایک مٹھی مٹی یا کنکر کی کفار کی طرف پھینک دی تھی تو اللہ نے اپنے محبوبؐ کے اس انوکھے فعل اور معجزہ کو اپنی ذاتِ اقدس سے منسوب فرمایا۔ارشادِ گرامی ہے! وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی۔قارئینِ کرام! کتنا لطیف اور انوکھا پن ہے ربِّ ذوالجلال کے کلام میں،

اے حبیبؐ! نہیں پھینکا تھا آپ نے (کب)؟

جب پھینکا تھا، آپ نے (پھر کس نے پھینکا)؟

وہ تو اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا سُبحان اللہ!

پھینکنے کے فعل کو پہلے اپنے حبیبؐ کی نسبت کی نفی فرمائی پھر اثبات فرمایا! پھر کلی طور پر فعل کی نسبت اپنی ذاتِ اقدس سے فرمادی، نتیجہ یہ نکلا کہ ہاتھ تو تھا مصطفیٰ کا مگر فعل تھا خداوند تعالیٰ کا، اقبال نے غور کیا پکار اٹھا۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ — غالب و کار آفریں کار کشا کار ساز

قرآن حکیم کلام تو ہے ربُّ العٰلمین کا مگر بیان کرنے والی زبان مبارک ہے حضور رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس لئے کہ زبانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جو آواز بھی نکلتی ہے وہ ترجمان ہوتی ہے وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى کی۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام حرکات و سکنات، تکلم و سکوت نشست و برخاست، خواب و

بیداری، روزہ و افطار، سیری و گرسنگی سب کچھ رضائے الٰہی کے تابع ہے۔

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے — غبار راہ کو بخشا فروغ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر — وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

قارئینِ کرام! اوپر بیان ہو چکا ہے کہ وَلٰکِنَ اللّٰہَ کا صیغہ اپنے اندر بہت بڑی بلاغت اور وسعت سمیٹے ہوئے ہے اسی ضمن میں ایک حدیث کا مطالعہ بھی کر لیجئے۔

باب" عَنْ جابر قَالَ دُعارَسُوْلُ اللّٰہِ صَلیّ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلِیاً یَوْمَ الطَّائِفِ فانْتَجاہُ فَقَالَ النَّاسُ لَقَدْ طَالَ نَجْواہُ مَعَ اِبْنِ عَمِّہٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلیّ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَا نْتَجَیْتُہ، وَلٰکِنَّ اللّٰہَ انْتَجَاہُ (ترمذی ص ۲۷ / ۲۷ جلد ۲)

روایت ہے جابر سے کہا انہوں نے کہ بلایا رسُول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو طائف کے دن اور ان سے سرگوشی کی، سو لوگ کہنے لگے آج آپؐ نے اپنے چچیرے بھائی کے ساتھ بہت دیر تک سرگوشی کی۔ تو آپ نے فرمایا! میں نے ان سے سرگوشی نہیں کی بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی کی ہے۔

قارئینِ کرام! اس حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہی راز دار پیغمبرؐ ہیں۔ دوسرے صحابہ کرام بچشم خود مشاہدہ فرما رہے ہیں کہ حضورؐ حضرت علی علیہ السلام سے سرگوشی فرما رہے ہیں۔ صحابہ کے عرض کرنے پر جواب ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے کوئی سرگوشی نہیں کی بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے سرگوشی فرمائی۔ صحابہ کرام نے تو ان ہی دو مقدس ذوات کو دیکھا مگر حضور اس فعل کو اللہ تعالیٰ سے منسوب فرماتے ہیں۔

اس حدیث سے تو صاف ظاہر ہے کہ جو مرضی حضورؐ کی ہے وہی خداوند تعالیٰ کی پسند ہے یہاں بھی وہی اضافت ہے جو سورۂ قصص کی آیت اور دوسری آیات میں ہے" خواہ مخواہ خواجہ ابو طالبؑ کی مقدس ذات پر الزام لگائے جاتے ہیں۔

قارئینِ کرام! سورۂ انفال کی اس آیت کے بعد اہلِ علم و دانش اور صاحبِ بصیرت حضرات کے لئے مزید کسی بھی دلیل و برہان کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ان دلائل سے واضح ہے لَا تَھْدِیْ کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہدایت و راہنمائی کے امر میں (خاکم بدہن) بے اختیار ہیں۔ ہمارا تو ایمان ہے کہ

دو عالم رضا چاہتے ہیں خدا کی — خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

ورنہ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی کا کیا مفہوم و مقصد ہو سکتا ہے؟ اس کلامِ مقدس

marfat.com

کا آسان اور واضح مطلب یہی ہے کہ اے حبیبؐ عنقریب آپؐ کا رب آپؐ کو اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ آپؐ راضی اور خوش ہو جائیں گے۔ زبان و قلم جلتا ہے لکھتے ہوئے، مگر کیا کریں مجبوری ہے اے پروردگارِ عالم میں تیرے دربارِ مقدس کی پناہ میں آ کر فقرہ لکھنے لگا ہوں۔ "نقل کفر کفر نباشد"

حضورؐ سید الانبیاء والمرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے گنہگار بھی دامنِ شفاعت میں آ کر داخل بہشت ہوں تو حضورؐ کی خوشی کی انتہا نہ رہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

حضورؐ کے والدین کریمین اور جان فروش اور محسن چچا (اے اللہ پھر تیری پناہ) آگ کے شعلوں میں ہوں تو وارث کونین جد الحسنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قلبی کیفیت کیا ہوگی؟ بس بخاری و مسلم میں ایک غیر واقعاتی اور خلاف اصول عبارت بنام حدیث نقل ہوگئی اسے بنیاد بنا کر خیر خواہ جان نثار چچا کو معاف کیا نہ والدین کریمین کو بخشا۔

گلہ جفا وفا نما کہ حرم کو اہل حرم سے ہے   کسی بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

خلاصۂ کلام کیا نکلا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہادی ہیں۔ ذمہ دار نہیں، جن کے افعال کو اللہ تعالیٰ اپنی ذات مقدس سے منسوب فرمائے (معاذ اللہ) وہ بے اختیار ہیں؟ لہٰذا آیت کریمہ: اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ سے کردار ابو طالبؓ کا کوئی تعلق نہیں یہ آیت عام ہے اس کا اطلاق نصف اوّل اسلام اور نصف ثانی اہلِ کفر گروہوں پر ہوسکتا ہے۔ محب رسولؐ و اہل بیتؓ اور محب صحابہؓ پر لازم ہے کہ ایسے باطل عقیدے سے دور رہیں۔ کسی بھی نبیؐ کے لئے بالخصوص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مشرکوں کا تعاون حرام ہے حضرت ابو طالبؓ نے ساری زندگی اپنے آقا پر قربان کردی۔

مزید غور و فکر کی ضرورت

اگر بیان کردہ بات کو دہرایا جائے تو بہتر ہوگا۔ ارشادِ ربانی ہے کہ اے محبوبؐ! وہ مٹی جو آپ نے پھینکی تھی، آپؐ نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی کیا فرماتے ہیں صاحبانِ عقل و دانش اور اصحاب تاویل کہ کیا وہ مٹی حضورؐ نے پھینکی تھی؟ جبکہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں اے محبوبؐ جو مٹی آپ نے پھینکی اور یہ آیت ہر آئینہ درست ہے کہ وہ مٹی آپؐ ہی نے پھینکی تھی۔ تو وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى کو وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ کے قریب لے آئیں، ہمیں یقین ہے کہ اگر آپ خلوص نیت سے سمجھنے کی کوشش کریں گے تو حقیقت از خود بے نقاب ہو جائے گی۔ اگر بالفرض آیت کریمہ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ حضرت ابو طالبؓ ہی کے حق میں نازل ہوئی ہے تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ انہیں ہدایت حاصل نہیں ہوئی؟ اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی عادت کریمہ کے مطابق صاف صاف وضاحت فرما دی ہے

marfat.com

کہ محبوبؐ ان کو ہدایت آپؐ نے نہیں دی بلکہ میں نے دی ہے اور اس اثبات حقیقی پر قرآنِ حکیم کی بہت سی آیات شاہد عدل ہیں جو گذشتہ صفحات میں منقول ہیں۔

معیار ایمان:

فرمانِ رسالتؐ کے مطابق حضورؐ سے والہانہ محبت کا نام ایمان ہے ملاحظہ فرمائیں۔

"لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" (بخاری ترمذی مشکوٰۃ وغیرہ)

"تم میں سے اس وقت تک کوئی ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے اپنے والدین اور اپنی اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبت نہ کرے"

یہ ہے معیار ایمان بقول خیر الانام ورنہ عمر بھر کی عبادت بے سود۔ اب ہمارے لئے لازمی ہے کہ ہم محبت رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم بننے والے اس معیار ایمان پر چند لمحوں کے لئے اپنی اپنی ذات کو جانچنے کی کوشش کریں اگر ہمارا قلب صادق اور ضمیر زندہ ہے تو پھر ہم پر ہمارے ایمان کی حقیقت پوشیدہ نہ رہے گی جب ہم اس معیار پر اپنے اپنے ایمان کی جانچ پڑتال کر چکیں تو پھر حضرت ابو طالبؑ کو بھی اس معیار پر لے آئیں اور اس صحیح حدیث کو بھی سامنے رکھیں تو حضرت ابو طالبؑ محبت رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم میں غرق نظر آئیں گے ملاحظہ ہو روایت:

وَکَانَ اَبُوْ طَالِبُ لَا مَالَ لَهٗ وَکَانَ یُحِبُّهٗ حُبًّا شَدِیْدًا لَا یُحِبُّهٗ وَلَدِهٖ وَکَانَ لَا یَنَامُ اَلَّا اِلٰی جَنْبِهٖ وَیَخْرُجُ فَیَخْرُوْجُ مَعَهٗ

(الاصابہ طبقات علی المواھب ابن سعد روض الانف خصائص کبریٰ زرقانی علی المولوب)

"یعنی اگرچہ حضرت ابو طالبؑ مالدار نہ تھے مگر آپؑ کو حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی اور ایسی شدید محبت انہیں اپنی اولاد سے بھی نہ تھی آپؑ حضور اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آغوش شفقت میں لئے بغیر نہ سوتے تھے جب بھی آپؑ باہر تشریف لاتے تو سرکار دو عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ساتھ ہوتے۔ جناب ابو طالبؑ کی وہ والہانہ اور بے مثال محبت جو آپؑ کو حضور صاحب لولاک صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھی اس کے ساتھ اس لافانی خدمت گزاری اور رفاقت کا بھی نور بصیرت کی رہنمائی میں تصور کر لیں جو سردار بنو ہاشم کو حضور رسالت مآبؐ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاصل تھی تو بڑی آسانی سے مقام ابو طالبؑ معلوم ہو جائے گا۔

قارئین کرام! مذکورہ بالا تمام صورتیں آپ کے سامنے آ چکی ہیں تو آپ بغیر کسی اضطراب کے حضور ابو طالبؑ کے ایمان کے ساتھ ذرا اپنے ایمان کا موازنہ بھی کر دیکھیں آپکو بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے الطاف کریمانہ خسروانہ کا ساری دنیا سے کہیں زیادہ

marfat.com

مستحق وحقدار جناب ابوطالبؑ کے بغیر کون ہوسکتا ہے لیکن یہاں بھی حضرت ابوطالبؑ کے منکرین کی دال نہیں گلتی اس لئے کہ ان روایات پر اعتبار کرنے والے ذرا کلام ابوطالبؑ پر بھی غور فرمالیں جہاں توحید و رسالتؐ کا اقرار دعوت حق کی حمایت کفر وشرک سے بیزاری اور خالص اسلام نظر آرہا ہے۔

قارئین کرام !۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ اگر آپ اچھی طرح اس راز کو پالیں کہ قرآن وحدیث کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سچی اور خالص محبت کی جزا کیا ہے ؟ تو حضرت ابوطالبؑ کے بارے میں کبھی الجھن کا شکار نہیں بن سکتے۔

وفاداری بشرطِ استواری اصل ایمان ہے ۔۔۔ مرے بت خانے میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کو

اصل بات نیت اور خلوص محبت اور وفاداری ہے خداوند کریم دلوں کے بھید جانتے ہیں۔

اعمالؐ کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ فرمان رسالتؐ ہے اللہ تعالےٰ تمہاری شکلوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نظر تمہارے اعمال اور نیتوں پر ہوتی ہے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل ۔۔۔ دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

ضیاء القرآن

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تو اس بات پر از حد حریص تھے کہ سب لوگ اسلام کے اس چشمۂ فیض سے سیراب ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سارے بندے اس بارگاہ میں سر نیاز جھکائیں اور اپنے اہل شہر، اپنے قبیلے، اپنے رشتہ داروں کے متعلق حضور کریم کی انتہائی دلی آرزو ہوگی کہ ان میں سے کوئی بھی نعمت ایمان سے محروم نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے ہیں، اے حبیبؐ! ہدایت بخشنا تیرا کام نہیں ہے کہ تو جس کو چاہے ہماری مرضی نہ ہو تو بھی اس کو ہدایت دیدے کیونکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ کون اس قابل ہے کہ اس کے دل میں ایمان کی شمع فروزاں کی جائے۔ کس میں اس نعمت جلیلہ کو قبول کرنے کی استعداد ہے اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضورؐ کے چچا ابوطالبؑ کا آخری وقت آ پہنچا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جا کر کہا کہ چچا تم صرف اتنا کہدو لا الٰہ الا اللہ تاکہ میں اپنے رب سے تیری شفاعت کرسکوں۔ لیکن انہوں نے ایسا کہنے سے انکار کردیا تو اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی حضرت عباسؓ سے یہ بات بھی مروی ہے کہ آخری وقت میں حضرت ابوطالبؑ کے ہونٹ ہل رہے تھے تو حضرت عباسؓ نے کان لگا کر سنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب پوچھا کہ کیا کہہ رہے تھے تو آپؓ نے جواباً عرض کیا کہ وہی کہہ رہے تھے جس کلمہ کا آپؐ نے ان سے مطالبہ فرمایا۔ (سیرت ابن ہشام)

لیکن اگر کسی کے نزدیک دوسری روایتیں اس ہدایت سے زیادہ قابل اعتبار ہوں تب بھی

marfat.com

اسے آپؑ کے حق میں کوئی ناشائستہ بات لکھنے سے احتراز کرنا چاہیے' آپ کی بے نظیر خدمات کا یہ معاوضہ ہماری طرف سے نہیں دیا جانا چاہیئے کہ ہم منبروں پر کھڑے ہوکر اپنا زوربیاں ان کو کافر ثابت کرنے اور ان کو کافر کہنے اور کہتے چلے جانے پر ہی صرف کرتے رہیں۔ اس سے بڑھ کر ناشکری اور احسان فراموشی کی کوئی مثال نہیں۔

چنانچہ علا آلوسی لکھتے ہیں۔

ثُمَّ انَّهٗ عَلَی الْقَوْلِ لعدْمِ اَسْلَامِهٖ لَا یَنْبَغِیْ سَبّهٗ وَالتکلّم فِیْهِ بفضُول الکلام فَاِنَّ ذَالِكَ مِمَّا یَتَاَذیٰ بِهالعَلَوِیُوْنَ بَلْ لَاّ یَبْعُدُ اَنْ یَکُوْنَ مِمَّا یَتَاذیٰ بِهِ النَّبِیَّ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الَّذِیْ نطقت الایٰهُ بِنَاء عَلیٰ هٰذِهِ الرّوَایَتِ بِحُبِّهٖ اِیَّاهُ وَالاِحتیَا طُ لَا یخفی علی ذِیْ فهم ع۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کا مسئلہ اختلافی مسئلہ ہے اور جو لوگ آپؑ کے ایمان کے قائل نہیں انہیں بھی یہ مناسب نہیں کہ اپنی زبان پر کوئی ناروا جملہ لے آئیں کیونکہ اس سے حضرت سیدنا علی کرم اﷲ وجہہ کی اولاد کو اذیّت پہنچتی ہے اور کوئی بعید نہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کا دل مبارک بھی رنجیدہ ہوتا ہو۔ ہر عقلمند آدمی جانتا ہے کہ ایسے نازک مقامات پر احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ (ضیاء القرآن صفحہ ۱۰۵ جلد ۳)

علامہ آلوسی کے بیان سے ظاہر ہے کہ خواجہ ابوطالبؑ کی شان میں گستاخی سادات کرام کی دل آزاری ہوکر براہ راست حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی اذیّت رسانی کا باعث بنتا ہے۔ لہٰذا خواجہ ابوطالبؑ کا تو کچھ بگڑے گا نہیں مگر ملّاں کے ایمان کا بیڑہ غرق ہوجائے گا۔

سفرِ معراج اور انتخابِ الٰہی

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْر۔ (بنی اسرائیل)

''(ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصّہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک بابرکت بنادیا ہم نے جس کے گردونواح کو تاکہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں بے شک وہی یہ سب کچھ سُننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے''

سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی آیت کریمہ ہے اس میں حضور علیہ الصّلوٰۃ والسلام کے سفر معراج کا ذکر ہے حضرت ابوطالبؑ کے موضوع پر لکھی جانے والی اس کتاب میں یہ نکتہ واضح کرنا مقصود ہے کہ بیت الحرام سے مدینہ منوّرہ اور بیت المقدس ہوتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ تک کے سفر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام

maktabah.com

ہمرکاب رہے۔ اللہ ﷻ فرماتے ہیں، اپنے محبوب کو معراج پر لے جانے والے ہم ہیں۔ جبریل براق لائے، ہر آسمان کا دروازہ کھلوایا فرشتوں سے تعارف کروایا۔ اور دوسرے تمام امور میں حضرت جبریل کا ہمراہ ہونا بغیر کسی تردد کے ثابت ہے۔ مگر اللہ کریم کا فرمان ہے معراج پر ہم لے گئے۔

قرآن حکیم میں چند واقعات ایسے ہیں جو انجام پذیر تو ہوئے غیر اللہ کے ذریعے مگر قدرت نے اپنا فعل قرار دیا ہے اس کرشمہ قدرت کو اسی کتاب میں سورۂ والضحیٰ کی آیت نمبر ۷ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں نیز غزوہ بدر میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات کو قرآن حکیم کی وضاحت وانتساب کا مطالعہ ضروری اور نفع بخش ہے۔

امام احمدؒ کبیر

حضرت امام سید احمد کبیرؒ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مشہور کتاب "برہان المؤید" میں لکھا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم بالواسطہ ہادی ہیں اصل ہادی اللہ تعالیٰ ہے چنانچہ ایک جگہ تو یوں ارشاد الٰہی ہوا یاد دلاتے ہیں وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ بے شک آپ سیدھے راستے کی ہدایت فرماتے ہیں دوسری آیت پانچ سال پہلے کے واقعہ سے منسوب کردی اور آدھی پانچ سال بعد کے حالات پر چسپاں کردی۔ یہ تقسیم حالات واقعات سے کتنی دور اور انصاف سے کتنی زیادتی اور ناانصافی ہے اس لئے کہ نہ تو اس آیت کریمہ کا اطلاق حضرت ابوطالبؑ پر ہوسکتا ہے اور نہ ہی حضرت عباسؓ پر حضرت ابوطالبؑ کے ساتھ جہاں اور بے انصافیاں اور زیادتیاں ہوئیں، وہیں آدھی آیت بھی چھین لی گئی۔ یہ کیسی تفسیر اور کیسا اجتہاد ہے؟

کفار و مشرکین کو یہ غلط فہمی تھی کہ حضرت ابوطالبؑ مسلمان نہیں اس وجہ سے زیادہ تر وفد کی شکل میں شکوہ شکائیت کبھی منت کبھی دھمکی اور کبھی دوسرے طریقے سے پیش آئے تھے۔ اگر حضرت ابوطالبؑ اپنے اسلام کا واضح اعلان کردیتے تو اسلام اور پیغمبر اسلام کی کبھی اتنی حمایت نہ کرسکتے کفار کا خیال تھا کہ صرف قریبی رشتہ کی وجہ سے طرفداری اور نصرت وحمایت کرتے ہیں۔ حالانکہ بعض اوقات اپنے کلام کے ذریعے نہ صرف خود کو اسلام کا خیرخواہ ظاہر کرتے بلکہ بنو ہاشم کو حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اور اتباع کی تاکید فرماتے تھے یہ نصیب تھا حضرت ابوطالبؑ کا کہ پورے بیالیس سال صاحب قاب قوسین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہمہ وقتی صحبت اور قرب سے فیضیاب ہوتے رہے یہی ایمان ہے۔

جسے چاہا در پہ بلا لیا، جسے چاہا اپنا بنالیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے، یہ بڑے نصیب کی بات ہے

marfat.com

یہ آئیت عام ہے یاد رکھیئے۔ آیت انک لاتھدی عام ہے ہر اس آدمی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جو ایمان لایا اور جو ایمان نہ لایا صرف حضرت ابو طالبؑ ہی پر اس کا اطلاق روایت اور درایت دونوں اعتبار سے نہیں ہے۔

تفسیر قطب ظلال وغیرہ میں بڑی وضاحت وصراحت سے بیان ہے کہ اس آئیت کا پہلا حصہ عام کفار ومشرکین کے لئے ہے اور دوسرا حصہ عام اہل اسلام کے لئے کسی واحد شخص کے لئے مخصوص نہیں۔ بتقاضائے رحمتہ للعلمین حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی ہمیشہ یہ حرص اور خواہش رہی کہ سب لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں۔ کوئی ایسا ثبوت نہیں کہ کبھی کسی کافر یا مشرک کے لئے آپ کی یہ خواہش ہو کہ وہ کافر ہی رہے۔ رہی یہ بات کہ بعض دفعہ بعض آدمیوں کے لئے زیادہ ہی چاہا ہو کہ مسلمان ہو جائیں جیسے حضرت عمرؓ کے لئے دعا کا ذکر ہے اس کی وجہ یہی تھی کہ قبل از قبول اسلام حضرت عمرؓ اسلام کے سخت مخالف تھے۔ اگر آپ حضرت ابو طالبؑ کو ہدایت یافتہ نہ جانتے تو یقیناً آپؐ کو ان کے ایمان کی شدید ترین خواہش ہوتی اور تشویش بھی ہونا ممکن ہے کہ محبوب کسی چیز کو پسند کرے اور محبت اس سے انکار کرے محب کی محبت کا نصب العین ہی یہی ہے کہ محبوب راضی رہے۔ دنیا میں ایسی بہت کم مثال ہوگی کہ حضرت ابو طالبؑ جیسا کوئی محبّ عاشق جان نثار جانباز فدا کار وفادار اور جاں فروش ہوا اور حضور پرنور ہادی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسّلام جیسا محبوب کسی کو نصیب ہوا ہو یا آئندہ کسی عاشق کو اتنی سعادت نصیب ہوگی۔ حضرت ابو طالبؑ کے زمانہ خدمت گاری کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک حرکت ایمان ابو طالبؑ کی شاہد ہے کسی مشرک کے ساتھ کھانا پینا اس کے بستر میں سونا اس کی رفاقت دوستی اور نصرت وحمائیت کسی بھی نبی اور بالخصوص سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے حرام ہے

زجاج کی خلاف اصول تحقیق

آئیت کریمہ انک لاتھدی کے بارے میں کچھ مفسرین یہ قول نقل کرتے ہیں کہ

قَالَ زُجَاجُ اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نزلت فِیْ حَقِ اَبِیْ طَالِبؑ (قرطبی وغیرہ۔

۲۔ قَالَ زُجَاجُ اَجْمَعَ الْمُفَسِرُوْنَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ نزلت فِیْ حَقِ اَبِیْ طَالِبؑ۔

۱۔ یعنی زجاج نے کہا کہ

"مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت ابو طالبؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے"

۲۔ "مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت ابو طالبؑ کے حق میں ہے"

بظاہر ان دونوں فقروں کا مفہوم ایک جیسا معلوم ہوتا ہے لیکن تھوڑا سا غور کیا جائے تو ان میں ایک خاص اور غیر معمولی فرق کی وضاحت ہو جاتی ہے یعنی ایک قول میں مسلمانوں کا اور دوسرے میں

marfat.com

مفسرین کا اجماع بتایا گیا ہے۔

مسلمانوں کا اجماع:

اگر چہ دونوں اقوال ہی اپنے اپنے مقام پر محل نظر ہیں لیکن پہلا قول کہ ''مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے بالکل لایعنی اور بے بنیاد ہے۔''

کیوں کہ پورے ذخیرہ کتب اسلامیہ میں اس بات کا معمولی سا سراغ بھی کہیں نہیں ملتا کہ مسلمانوں نے کسی بھی دور میں اس بات پر اجماع کیا ہو کہ یہ آیت حضرت ابوطالبؑ کے حق میں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس ایسے بیشمار شواہد موجود ہیں کہ اس مسئلہ میں شروع ہی سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ اختلاف ہو یا نہ ہو دیکھنا تو یہ ہے کہ یہ اجماع کہاں کہاں ہوا کس زمانے میں ہوا اور کس نے کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ سوال ہمیشہ تشنہ جواب ہی رہے گا۔ کیونکہ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب نہیں''

ہم حضرت زجاج کے تبحر علمی اور علوم تفسیر پر دسترس کے صدق دل اور خلوص نیت سے معترف ہیں اس کے باوجود بھی ان کے ہر قول کو حجت تسلیم کرنے سے قاصر ہیں اس لئے کہ قرآن و حدیث سے معارض نہ ہو یا وہ جس کی اصل کتاب وسنت میں موجود ہو۔ حضرت زجاج تابعین کو ملنے والے اور ان سے علوم حاصل کرنے والے ہیں مگر تمام گروہ صحابہؓ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سوائے حضرت زجاج کے کسی ایک کا قول بھی تو ایسا موجود نہیں جس میں یہ بیان کیا گیا ہو کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت ابوطالبؑ کے حق میں ہے۔

مفسرین کا اجماع:۔

دوسرا قول زجاج کا یہ بتایا جاتا ہے کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ'' یہ آیت حضرت ابوطالبؑ کے حق میں ہے'' البتہ یہ قول پہلے قول سے وزنی معلوم ہوتا ہے۔ اگر چہ یہ بھی خاص طور پر محل نظر ہو یعنی اس کی کوئی حیثیت نہیں''۔ اس میں صرف اس حد تک صحت وصداقت ہے کہ بعض مفسرین نے ایسا ضرور بیان کیا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا حوالہ ہم سابقہ اوراق میں پیش کر چکے ہیں لیکن یہ درست نہیں کہ اس دور کے مفسرین نے اس پر اجماع کیا ہو۔ کیونکہ اس وقت کے جید مفسرین کرام میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے اسمائے گرامی پیش پیش ہیں اور یہ وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جن کا اجتہاد بھی مسلّم ہے اور قرآن مجید کے علوم ظاہر و باطن سے واقفیت بھی تسلیم شدہ ہے لیکن ان ہر دو حضرات کا ہمیں کوئی ایسا قول کہیں بھی نہیں ملتا۔ چنانچہ اس پر بھی اجماع ہوا ہوگا اب صرف یہی سوچا جا سکتا ہے کہ حضرت عبداللہؓ، ابن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت

marfat.com

عبداللہ ابن عمرؓ کے اقوال کے پیش نظر زجاج نے خیال فرمالیا ہو کہ مفسرین کا اس پر اجماع ہے۔ اور ان ہر سہ حضرات کے متعلق ہم سابقہ اوراق میں بتا ہی چکے ہیں کہ یہ لوگ آیت کریمہ کے نازل ہونے اور حضرت ابو طالب علیہ السلام کی وفات کے وقت کہاں کہاں تھے۔ یعنی ابو ہریرہؓ تو ملک عرب میں موجود ہی نہیں تھے اور حضرت عبداللہؓ ابن عباس اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی عمر اس وقت تین سال اور سات سال تھی۔ اگر یہ حضرات ارشادات نبویہ کے بارے میں کچھ روایت کر دیتے ہیں تو ان کی عظمت سے انکار ہی نہیں لیکن وہ آپ کی کسی مجلس میں جو موجود ہی نہ ہوں تو پھر کیا اعتبار۔ راوی تو وہ ہے جو بر وقت موجود ہو۔

اہمیت ثقلین

اہلبیت کا اجماع مستند اور نا قابل تردید حقیقت ملاحظہ ہو۔

عَنْ زَیْدِبْنُ اَرْقَمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی الله تعالیٰ علیه و آلہٖ وسلم اِنِّی تَارِكٌ فِیْكُمْ مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِیْ اَحَدُ هُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخِرِ كِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَاءِ اِلَی الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ وَلَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَی الْحَوْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْهِمَا (مشکوٰۃ)

حضرت زیدؓ بن ارقم سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم ان سے تمسک کرتے رہے یعنی مضبوطی سے پکڑے رہے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے، ان میں سے پہلی چیز دوسری سے بڑی ہے ایک قرآن ہے جو آسمان سے زمین تک ایک لمبی رسی ہے اور دوسری چیز میری عترت و اہلبیتؑ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور میرے اہل بیت کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر اکٹھے آئیں گے پس دیکھا جائے گا کہ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو؟

یہ حدیث مختلف عبارتوں میں کتب حدیث میں وارد ہے۔ اور اس حدیث مبارکہ میں واضح ارشاد ہے کہ قرآن حکیم اور اہلِ بیت ایک دوسرے کے لئے لازم ملزوم ہیں۔ دوسرے یہ کہ اہلِ بیت سے بڑھ کر تفسیر قرآن اور الٰہی رموز ونکات کو کما حقہٗ کون جان سکتا ہے؟

اس لئے کہ قرآن حکیم انہی کے دامن میں نازل ہوا ہے اور حشر میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ حوضِ کوثر پر حضورؐ سے ملیں گے۔ اہلِ بیت کا اجماع ہے کہ آیت اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ حضرت ابو طالبؑ کے حق میں نہیں نازل ہوئی، کیونکہ وہ دنیا سے مومن گئے ہیں۔ اندریں حالات کس طرح گمان کیا جا سکتا ہے کہ اہلِ بیت کے اجماع کو توڑ کر جملہ اہلِ اسلام نے اس کے برعکس کوئی اجماع کر لیا ہو گا اور وہ

marfat.com

اجماع کس طرح ہوا ہوگا؟ جس میں اہلِ بیت شامل ہی نہ ہوں اور اگر ایسے کسی اجماع کی نشان دہی ہو بھی جاتی تو اس کی شرعی حیثیت کیا ہو سکتی تھی؟ لیکن اصل بات تو یہ ہے کہ ایسا کوئی اجماع کتب اسلامیہ میں ہرگز ثابت نہیں۔

ع: تیراز جاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ،

مُعارج النّبوۃ

مُعارج النّبوۃ میں مرقوم ہے۔ از اہلِ بیت ایشان کہ اتفاق دارند بر آنکہ ابوطالبؑ بایمان رفتہ (معارج النبوۃ رکن دوم صہ ۶۹) اہلِ بیت کے بارے میں ہے کہ حضرت ابوطالبؑ اس دنیا سے مومن رخصت ہوئے۔ آیتِ مبارکہ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ کی طرح قرآن حکیم میں بہت سی آیات مفہوم کے اعتبار سے مشترک ہیں پھر حضرات اہل بیت کے مخالفین سے غلطی ہوگئی ان تمام آیات کو بھی حضرت ابوطالبؑ کے کھاتے میں ڈالنا تھا تاکہ ان کا دعویٰ مضبوط ہو جاتا اس طرح ضھاح کی حدود میں بھی وسعت آجاتی، پس خاندانِ نبوتؐ کے ہر بلند مرتبہ شخص پر نکتہ چینی کا سلسلہ قرونِ اولیٰ ہی سے جاری چلا آرہا ہے اور اب اہلِ بیت کے اسمائے گرامی پر بچوں کے نام بھی رکھنے سے مسلمان نفرت کرنے لگے ہیں اسی لئے حضورؐ نے خدشہ ظاہر فرمایا تھا کہ میں تمہیں اللہ کا خوف دلاتا ہوں کہ میرے بعد میری اولاد سے کیا سلوک کرو گے۔

آیت اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ اور امیر علیہ السلام

اس آیت کا نزول حضرت ابوطالبؑ کے حق میں نہ ہونے کی ایک پختہ دلیل یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے کبھی بھی اس کا ذکر نہیں فرمایا۔ حالانکہ آپؑ علم قرآن کے لاثانی مفسر اور بے مثل قاضی اسلام ہیں۔ آپ سے بہتر کون تھا جو علم تفسیر میں کما حقہ، ماہر ہو اور ایسا کیوں نہ ہوتا آپؑ ہی تو باب مدینۃ العلم کے اوصاف اور اعزاز سے سرفراز تھے۔ پھر یہ معاملہ آپؑ کے اپنے گھر کا ہے کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ کوئی آیت حضرت ابوطالبؑ کے حق میں نازل ہو اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اس کا ذکر حضرت علی علیہ السلام سے نہ فرمائیں اور اگر تذکرہ فرمائیں تو حضرت علیؑ اس پر اظہارِ افسوس نہ فرمائیں۔ یہ بات سمجھ میں آنے والی نہیں ہے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ قرآن کریم میں حضرت ابوطالبؑ کے حق میں ان کے (خاکم بدہن) کفر و گمراہی کے متعلق وعیدِ خداوندی کا اعلان بزبان وحی ہو چکا ہے۔ اور حضرت علی علیہ السلام ان کے مرثیے میں ان کے ایمان و ہدایت کا اعلان فرمائیں۔ اور ولید کی دھمکی کے جواب میں ابنِ ابی

marfat.com

طالبؑ ہونے پر فخر فرمائیں۔ حضرت ابوطالبؑ کی وفات حضرت علیؑ کے سامنے ہوئی۔ اور آپؑ اپنے والدِ گرامی کے تمام حالات اور اعمال کو بخوبی جانتے تھے اور آپؑ کو اپنے والدِ گرامی سے بے پناہ محبت تھی یہ ان کا ذاتی معاملہ تھا آپ اسے کس طرح نظر انداز کر سکتے تھے۔ اگر حضرت علی علیہ السلام کو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ آیت میرے والدؑ کے حق میں ہے تو وہ اس پر ضرور پریشان ہوتے اور کچھ نہیں تو کم از کم ان کی شان میں اس قسم کے قصائد ہر گز نہ تحریر کرتے جن کو ہم نے اسی کتاب میں کسی جگہ نقل کیا ہے اصل گواہی تو ان کا کلام ہے بہر حال حضرت علی علیہ السلام کے کسی بھی قول سے ایسی بات ثابت نہیں کہ یہ آیت حضرت ابو طالبؑ کے حق میں آئی ہے۔ یہ مصدقہ حقیقت ہے کہ علوم قرآن تمام کے تمام حضرت علی علیہ السلام پر منکشف تھے چنانچہ امام ابونعیم نے "حلیۃ الاولیاء" میں روایت نقل فرمائی ہے۔

عَنْ عَبْدُ اللّٰہ بْنُ مَسْعُوْدُ قَالَ اِنَّ الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ عَلٰی سَبْعَۃِ اَحْرُفٍ مَامِنْھَا حَرْفٌ اِلَّا لَہٗ ظَھْرٌ وَّبَطْنٌ وَاِنَّ عَلِیاً اِبْنُ اَبِی طَالِبْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الظَّاھِرِ وَالْبَاطِنِ (حلیۃ الاولیاء صہ ۶۵ ؍ ا مصر)

قرآن حکیم سات قرأت پر نازل ہوا ہے اس کے ہر حرف کا ایک ظاہر ہے ایک باطن اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی علیہ السلام ظاہر و باطن دونوں کا علم رکھتے تھے اسی طرح صاحبِ حلیہ نے حلیہ کے ص ۳۸۷ پر لکھا ہے:

خَصَائِصُہٗ عَلٰی لِسَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَنَایَتِہٖ بِجَمْعِ الْقُرْاٰنِ حِفْظاً وَعِلْمِہٖ وَاَسْبَابِ نُزُوْلِہٖ۔

"آپؑ (علی علیہ السلام) کی خصوصیات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے ارشاد ہوئیں اور آپؑ نے قرآنِ حکیم کے حفظ اور جمع کرنے پر خاص توجہ فرمائی اور اسباب نزول کا علم حاصل کیا"

مندرجہ بالا روایت میں حضرت عبداللہؓ ابن مسعود کا قرآن کے معاملہ میں حضرت علی علیہ السلام کے علوم ظاہر و باطن میں اعتراف اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت علی علیہ السلام قرآن کو دیگر صحابہ کرامؓ سے بہت زیادہ جانتے تھے۔ کیونکہ حضرت عبداللہؓ ابن مسعود خود مفسرِ قرآن اور مجتہد فی الدین تھے۔ اب یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ قرآن تو ابو طالبؑ کو گمراہ کہے اور مفسرِ قرآن علیؑ انہیں تاریکی کا نور اور پاک فطرت کے القاب سے یاد فرمائیں۔ (ایمانِ ابوطالبؑ صہ ۲۹۷ جلد ۲)

بصد تلاش نہ کچھ وسعت نظر سے ملا
نشانِ منزلِ مقصود راہبر سے ملا
علیؑ ملے تو ملے خانۂ خدا سے ہمیں
خدا کو ڈھونڈا تو وہ بھی علیؑ کے گھر سے ملا

marfat.com

تدبّرِ قرآن

مدغم بداں، معنی قرآن، اندر حجاب صد تتق یعنی قرآن حکیم کے معانی سو پردوں کے اندر پوشیدہ ہیں جیسے کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا ہے کہ قرآنِ حکیم کے ہر حرف کا ظاہر اور ہے اور باطن اور۔

قارئینِ کرام! قرآنِ حکیم میں بعض ایسے افعال و واقعات کا ذکر ہے جو اس کے مقبول بندوں کے افعال ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان افعال کو اپنی ذاتِ مقدس سے منسوب فرمایا ہے تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔ سورۃ والضحیٰ کی آیت نمبر ۶ کی تفسیر۔

یہاں کتاب اللہ سے چند اسرار و رموز پیش خدمت ہیں گزارش ہے کہ اگر آیت کریمہ

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ

کا یہی مطلب ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہادی ہونے کی نفی فرما کر ہدایت دینے کو اپنی ذاتِ مقدس کے ساتھ مخصوص فرمالیا ہے تو مندرجہ ذیل چند آیات کے معنی ومقاصد کیا ہوں گے؟ اگر خالی ذہن ہو کر غور وتدبر کیا جائے تو قارئین کرام پر حقیقت اور صورتِ حال روز روشن کی طرح کھل کر سامنے آجائے گی کیونکہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے وہی صیغہ استعمال فرمایا ہے جو آیت مذکورہ میں ہے اور نفی کے بعد اثبات فرمایا ہے۔ یعنی وَلٰكِنَّ اللّٰہ۔ اس ضمن میں ایک ایسی آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیں جس میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ کسی دوسرے کے فعل کی نفی فرما کر اپنے فعل کا اثبات فرمایا ہے بلکہ نفی اور اثبات کے ہر دو صیغے اپنی ہی مقدس ذات کے لیے استعمال فرمائے ہیں یہ تمام شواہد و دلائل اس بات کی تصدیق اور فیصلہ ہے کہ سورۃ قصص کی آیت نمبر ۵۶ اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ الی آخر حضرت ابوطالبؑ کے حق میں نازل نہیں ہوئی بلکہ اس کی حیثیت عمومی ہے۔ ہر کافر اور ہر مومن پر اس آیت کا جزوی اطلاق ہوتا ہے۔ الحمد للہ کہ حضرت ابوطالبؑ کے خلاف بیان کی جانے والی آیت جو اپنے ماقبل اور مابعد کی آیت سے مربوط ہو کر مفہوم بیان کرتی ہے، مناسب تشریح اور تفسیر کے پختہ حوالجات کی روشنی میں غلط روایات سے مبرّا ہو کر اختتام پذیر ہوئی۔

بدرگاہ قاضی الحاجات دعا ہے کہ خواجہ ابوطالبؑ کی قربانیوں کے صدقے میں قبول فرما کر نافع خلق بنائے۔ آمین یارب العلمین

(۲ شوال ۱۴۲۱ ہجری بمطابق ۲۹ دسمبر ۲۰۰۰ء)

marfat.com

۲۔آیت استغفار

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۔

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۔

ترجمہ: پیغمبرؐ اور مومنین کے لئے مناسب نہیں تھا کہ مشرکین کے لیۓ (خدا سے) بخشش طلب کریں اگرچہ وہ ان کے قریبی کیوں نہ ہوں جبکہ ان پر روشن ہو گیا کہ یہ لوگ اصحاب دوزخ ہیں۔اور ابراہیم کی استغفار اپنے (بمنزلہ) باپ (چچا آزر) کے لیۓ صرف اس وعدہ کی وجہ سے تھی کہ جو اس سے کیا گیا تھا (تا کہ اسے ایمان کی ترغیب دیں) لیکن جب اس پر واضح ہو گیا کہ وہ دشمن خدا ہے تو اس سے بیزاری کی۔ کیونکہ ابراہیمؑ مہربان اور بردبار ہے۔

شان نزول

تفسیر مجمع البیان میں مندرجہ بالا آیات کی شان نزول کے بارے میں یہ روائیت نقل ہوئی ہے کہ بعض مسلمان پیغمبر اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کہتے تھے کہ کیا آپ ہمارے آباء اجداد (جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے تھے) کے لیۓ طلب بخشش نہیں کرتے اس پر مندرجہ بالا آیات نازل ہوئیں اور انہیں خبر دار کیا گیا کہ کوئی شخص حق نہیں رکھتا کہ مشرکین کے لیے استغفار کرے ان آیات کی شان نزول کے بارے میں کچھ اور مطالب بھی بیان کئے گئے ہیں جو آئیت کی تفسیر کے آخر میں آئیں گے۔

تفسیر دشمنوں سے لاتعلقی ضروری ہے

پہلی آیت ایک اچھی اور قطعی تعبیر کے ساتھ پیغمبرؐ اور مومنین کو مشرکین کے لئے استغفار کرنے سے منع کرتی ہے اور کہتی ہے مناسب نہیں کہ پیغمبرؐ اور صاحب ایمان افراد مشرکین کے لئے طلب مغفرت کریں۔اس کے بعد تاکید کے طور پر اور عمومیت کیلئے مزید کہا گیا ہے یہاں تک کہ وہ ان کے نزدیکی ہی کیوں نہ ہوں۔اس کے بعد اس امر کی دلیل بیان کی گئی ہے: جب مسلمانوں پر واضح ہو گیا کہ مشرکین اہل جہنم ہیں اب ان کیلئے طلب مغفرت کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ یہ بالکل فضول کام اور نامناسب آرزو ہے۔ کیونکہ مشرک کسی طرح بھی قابل بخشش نہیں ہے اور جو شرک کی راہ پر ہیں ان کیلئے

marfat.com

راہ نجات کا تصور نہیں ہوسکتا۔

علاوہ ازیں استغفار اور طلب بخشش ایک طرح سے مشرکین کے ساتھ محبت وابستگی اور لگاؤ کا اظہار بھی ہے اور یہ وہ چیز ہے جس سے قرآن میں بار ہا منع کیا گیا ہے۔ قرآن سے آگاہ اور آشنا مومنین نے چونکہ اس آسمانی کتاب میں پڑھ رکھا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر کیلئے استغفار کی تھی تو ممکن تھا ان کے ذہن میں فوراً یہ سوال پیدا ہوتا کہ کیا آزر مشرک نہیں تھا اور اگر یہ کام ممنوع ہے تو خدا کے اس عظیم پیغمبرؑ نے کیوں انجام دیا لہٰذا زیر نظر دوسری آیت میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی استغفار اپنے باپ (کے بمنزلہ چچا) کے لئے ایک وعدہ کی بنا پر تھی جو انہوں نے اس سے کیا ہوا تھا لیکن جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ دشمن خدا ہے تو انہوں نے اس سے بیزاری اختیار کرلی اور پھر اس کیلئے استغفار نہیں کی۔ آیت کے آخر میں قرآن مزید کہتا ہے ابراہیم وہ تھے جو بارگاہ خدا میں خاضع اور غضب الٰہی سے خائف بزرگوار تھے اور حلیم و بردبار تھے ہوسکتا ہے یہ جملہ ابراہیم کے آزر کے لئے استغفار کرنے کے وعدہ کی دلیل کے طور پر ہو کیونکہ ایک تو آپ حلیم اور بردبار تھے اور دوسری صفت آپ کی وہ بیان ہوئی ہے جو بعض تفاسیر کے مطابق رحیم اور مہربان کے معنی میں ہے ان صفات کا تقاضا تھا کہ آپ آزر کی ہدایت کیلئے زیادہ سے زیادہ کوشش کرتے اگر چہ وہ وعدہ استغفار اور اس کے گزشتہ گناہوں کیلئے طلب بخشش کی صورت میں ہو۔ یہ احتمال بھی ہے کہ مندرجہ بالا جملہ اس امر کے لئے ہو کہ حضرت ابراہیم میں جو خشوع وخضوع تھا اور آپ میں خدا کی مخالفت کا جو خوف تھا اس کی وجہ سے وہ حق کے دشمنوں کے لئے استغفار کرنے کو بالکل تیار نہ تھے بلکہ یہ کام اس زمانے سے مخصوص تھا جب آپ کو آزر کی ہدایت کی امید تھی لہٰذا صرف اس کی دشمنی واضح ہوتے ہی آپ ؑ نے اس کام سے صرف نظر کرلیا۔ اگر سوال ہو کہ اس وقت مسلمانوں کو کیسے معلوم ہو گیا کہ ابراہیم نے آزر کیلئے استغفار کی تھی تو ہم جواب میں کہیں گے سورۂ توبہ کی یہ آیات جیسا کہ ہم ابتداء میں اشارہ کر چکے ہیں پیغمبرؐ خدا کی عمر کے آخری حصے میں نازل ہوئی تھیں جبکہ مسلمان پہلے سے سورہ مریم کی آیت ۴۷ پڑھ چکے تھے اس میں شبہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے، سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّىْ کہہ کر آزر سے استغفار کا وعدہ کیا تھا اور یہ بات مسلّم ہے کہ خدا کا پیغمبرؐ کسی سے فضول اور بلاوجہ وعدہ نہیں کرتا۔ اور اگر کرتا ہے تو اس کو وفا بھی کرتا ہے نیز سورہ ممتحنہ کی آیت نمبر ۴ میں بھی وہ پڑھ چکے تھے کہ حضرت ابراہیم نے اس سے کہا لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ میں تیرے لئے استغفار کروں گا۔ اسی طرح سورہ شعراء جو مکی سورتوں میں سے ہے اس کے لئے حضرت ابراہیم ؑ کی استغفار صراحت سے آئی ہے ارشاد ہوتا ہے وَاغْفِرْ لِاَبِىْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ میرے باپ (چچا) کو بخش دے وہ گمراہوں سے ہے۔

marfat.com

مخدومۂ کائنات سیّدہ آمنہ صلوٰۃ اللہ علیہا

اور راویانِ حدیث

صاحب معالم تنزیل بغوی نے حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت بریدہؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم (فتح کے بعد) مکہ میں تشریف لے گئے تو اپنی والدہ حضرت آمنہؓ کی قبر پر پہنچ کر اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ آپ کو (اللہ کی طرف سے) اجازت مل جائے تو والدہ کے لئے دُعائے مغفرت کریں یہاں تک کہ سورج میں گرمی آ گئی اس پر آیت مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ نازل ہوئی ابن سعد اور ابن شاہین نے یہ حدیث حضرت بریدہ کے ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے کہ جب رسول اللہؐ نے مکہ فتح کر لیا تو اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر گئے اور جا کر بیٹھ گئے ابن جریر نے حضرت بریدہ کی روایت ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے جو بغوی نے نقل کئے ہیں۔ ابن سعد نے طبقات میں اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد صراحت کی ہے کہ یہ غلط ہے حضرت آمنہؓ کی قبر ابواء میں ہے مکہ میں نہیں۔

نمبرا: امام احمد اور ابن مردویہ نے حضرت بریدہ کا بیان اس طرح نقل کیا ہے۔ میں رسول اللہؐ کے ساتھ تھا مجھے عسفان پر ٹھہرنا پڑا حضورؐ نے (وہاں) اپنی والدہ کی قبر دیکھی فوراً وضو کیا نماز پڑھی اور رونے لگے، پھر فرمایا! میں نے اپنے ربّ سے ان کے لئے شفاعت کرنے کی اجازت مانگی تھی مگر مجھے ممانعت کر دی گئی پھر اللہ نے نازل فرمایا: مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ

نوٹ: ابواء شریف مکہ مکرمہ سے دو سو میل دور ہے۔ (حیدری)

سیوطی نے کہا اس حدیث کے تمام طریق (روایت) مجروح ہیں۔

حافظ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے جو شخص حضرت ابن مسعود والی حدیث کو صحیح کہتا ہے وہ اس کو صحیح لذاتہٖ نہیں کہتا بلکہ اس لئے صحیح کہتا ہے کہ ان طریقوں سے اس کی روایت کی گئی ہے مگر میں نے ان طریقوں پر غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ تمام طریق روایت مجروح ہیں۔ اس کے علاوہ اس حدیث کے معلول ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ صحیحین کی اس روایت کے خلاف ہے جس میں ذکر کیا گیا ہے کہ اس آیت کا نزول مکہ میں ابو طالبؑ کے انتقال کے موقع پر ہوا۔ بغوی نے لکھا ہے کہ قتادہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا تھا، میں اپنے باپ کے لئے

marfat.com

مغفرت کی دُعا اسی طرح کروں گا جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے کی تھی اس پر آیت مَا کانَ لِلنَّبِی نازل ہوئی یہ روایت مرسل ہے صحیح نہیں ہے ضعیف ہے صحیحین کی روایت کے خلاف ہے لہٰذا اس آیت کو دلیل بنا کر حضورؐ کے والدین کو مشرک قرار دینا درست نہیں ہے رسول اللہ کے والدین کو مومن ثابت کرنے کے لئے سیوطی نے چند رسائل لکھے ہیں بلکہ حضرت آدم علیہ السلام تک آپؐ کے تمام آباؤاجداد وامہات کے ایمان کو ثابت کیا ہے میں نے ان سب کا خلاصہ کر کے موضوع پر ایک رسالہ ''تقدیس آباء النبی صلعم'' تالیف کر دیا ہے اس جگہ اس موضوع پر زیادہ تفصیل سے بحث کرنے کی گنجائش نہیں۔ ﴿بغوی﴾

ایک سوال:

صحیحین کی حدیث میں ابوطالبؓ کے انتقال کے وقت ابوجہل کا ابوطالبؓ سے یہ کہنا کہ کیا آپ عبدالمطلبؓ کے دین سے پھر گئے ہیں اور ابوطالبؓ کا آخری جواب دینا کہ میں عبدالمطلبؓ کے دین پر ہوں بتا رہا ہے کہ عبدالمطلبؓ مشرک تھے (نعوذ باللہ) پھر حضورؐ کے تمام آباء کا موحد ہونا کہاں سے ثابت ہوا؟)

جواب:

اس حدیث سے یہ مطلب نہیں نکلتا کہ عبدالمطلبؓ مشرک تھے عبدالمطلبؓ یقیناً مومن تھے ابن سعد نے طبقات میں اپنی خصوصی سندوں سے بیان کیا ہے کہ عبدالمطلبؓ نے رسول اللہ کی کھلائی ام ایمنؓ سے فرمایا:

''اے برکۃ! میرے بیٹے سے غفلت نہ کر میں نے بیری کے درخت کے پاس دیکھا تھا اور اہل کتاب کہتے ہیں کہ میرا یہ بیٹا اس اُمت کا پیغمبر ہے''

بات یہ ہے کہ عبدالمطلبؓ دورِ جاہلیت میں تھے آسمانی شریعتوں سے ناواقف تھے اور زمانہ فترت کے زمانہ میں صرف توحید کا اقرار کافی ہے (فترت اس مدت کو کہتے ہیں جس میں گزشتہ پیغمبر کی شریعت مٹ چکی ہو یا کالعدم ہو اصل شریعت گم ہو چکی ہو اور نیا پیغمبر ابھی نہ آیا ہو) تمام شرائع سے عبدالمطلبؓ کی ناواقفیت ابوجہل کو معلوم تھی اس کی وجہ سے اس کو اور ابوطالبؓ کو یہ خیال قائم کرنے کا موقع ملا کہ عبدالمطلبؓ کے مذہب کے خلاف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کوئی نیا مذہب پیش کر رہے ہیں اور ان کا جدید دین عبدالمطلبؓ کے دین سے ٹکراتا ہے اس لئے ابوطالبؓ نے کہہ دیا کہ میں عبدالمطلبؓ کے دین پر ہوں۔ (معارج النبوت)

marfat.com

قارئین کرام! مندرجہ بالا بیان سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ جو روایات بھی حضورؐ کے والدین کریمین علیہم السلام کے خلاف بیان ہوئی ہیں سب موضوع اور نادرست اور مجروح ہیں۔

۲۔ ایمان ابوطالبؑ کے خلاف مرویات بھی صرف نظر اور بے اعتبار اور موضوع ہیں۔

۳۔ عجیب فقرہ ہے کہ حضرت عبدالمطلبؑ تو سابقہ شرائع سے ناواقف تھے اور جس کا نام ہی بے دینوں اور جاہلوں کا باپ ہو وہ واقف تھا' خدا کی پناہ خاندانِ نبوت کی شان وعظمت بیان کرتے کرتے 'مصنف اپنے کئے پہ پانی پھیر دیتے ہیں' افسوس ہے ان علماء پر جو پھر یہ کہہ کر خاندانِ نبوت کی بے ادبی' کرتے ہوئے اپنے ایمان کا بیڑہ غرق کر دیتے ہیں۔

چند اہم نکات

۱۔ ایک جعلی روایت

کئی ایک سنی مفسرین نے صحیح بخاری، مسلم اور دیگر کتب سے سعید بن مسیّب کے واسطے سے اس کے باپ سے ایک جعلی روایت نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت ابوطالب کی موت کا وقت آیا تو پیغمبر اکرمؐ ان کے پاس گئے ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ ان کے پاس بیٹھے تھے تو پیغمبر اکرمؐ نے ان سے فرمایا!

''اے چچا آپ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ کہیں تا کہ میں اس کے ذریعے پروردگار کے ہاں آپ کی شفاعت کروں''

اس وقت ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے ابوطالب علیہ السلام کی طرف رخ کیا اور کہا!

''کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے باپ عبدالمطلب کے دین کے سے منہ پھیر لو''

پیغمبرؐ خدا نے ان سے وہی بات بار بار کہی مگر ابوجہل اور عبداللہ وہی کہتے ہوئے روکتے رہے۔ آخری بات جو ابوطالبؑ نے کہی وہ یہ تھی ''عبدالمطلب کے دین پر'' اور لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنے سے اجتناب کیا۔ اس وقت پیغمبرؐ اکرم نے فرمایا!

میں آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے اس سے روکا جائے''

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ ''مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا''، ص ۱۔ اس حدیث میں جعلی ہونے کی نشانیاں صاف نظر آ رہی ہیں پہلی بات تو یہ ہے کہ مفسرین اور محدثین کے درمیان مشہور ہے کہ

marfat.com

سورہ برأت ۹ ہجری میں نازل ہوئی بلکہ بعض کے نظریے کے مطابق یہ آخری سورۃ ہے جو پیغمبر اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی جبکہ مؤرخین نے لکھا ہے کہ جناب ابو طالبؑ کی وفات مکہ میں رسول اللہ کی ہجرت سے پہلے ہوئی ہے اسی واضح تضاد کی بناء پر بعض متعصبین مثلاً صاحب المنار نے ہاتھ پاؤں مارے ہیں کبھی کہا ہے کہ یہ آیت دو مرتبہ نازل ہوئی ایک دفعہ مکہ میں اور ایک دفعہ مدینہ میں ۹ ہجری میں اس بے دلیل دعویٰ سے انہوں نے اپنے خیال میں اس تضاد کو برطرف کرنے کی کوشش کی ہے کبھی کہا ہے کہ ہوسکتا ہے یہ آیت مکہ میں وفات ابو طالبؑ کے وقت نازل ہوئی ہو۔ پھر بعد میں رسول اللہ کے حکم سے سورۂ توبہ میں رکھ لی گئی ہو جبکہ یہ دعویٰ بھی بالکل دلیل سے عاری ہے کیا یہ بہتر نہ تھا کہ بجائے ایسی بے سند توجیہات کرنے کے مذکورہ روایت اور اس کی صحت میں تردد کیا جاتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس میں شک نہیں کہ حضرت ابو طالبؑ کی وفات سے پہلے خدا تعالےٰ قرآن کی چند آیات میں مسلمانوں کو مشرکین کی دوستی اور محبت سے منع کر چکا تھا اور ہم جانتے ہیں کہ استغفار کرنا دوستی اور محبت کے اظہار کا ایک واضح ترین مصداق ہے اس کے باوجود کس طرح ممکن ہے کہ ابو طالبؑ دنیا سے مشرک کے طور پر چلے جائیں اور پھر بھی رسول اللہ قسم کھائیں کہ میں تو اسی طرح تمہارے لئے استغفار کرتا رہوں گا جب تک خدا مجھے اس سے منع کر دے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ فخر رازی اس کا تو انکار نہیں کر سکا کہ یہ آیت باقی سورہ توبہ کی آیات کی طرح مدینہ میں پیغمبر اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی آخری عمر میں نازل ہوئی ہے لیکن ایسے مسائل میں اپنے مشہور تعصب کی بناء پر ایک اور توجیہہ کرتا ہے اور وہ یہ کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم ابو طالبؑ کی وفات کے بعد اسی طرح مسلسل سورۂ توبہ کے نزول تک ان کے لئے استغفار کرتے رہے یہاں کہ مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی اور انہیں منع کیا گیا! اس میں کیا حرج ہے کہ یہ چیز پیغمبر اور مومنین کے لئے اس وقت جائز ہو۔

اگر فخر الدین رازی اپنے آپ کو تعصب کی قید سے آزاد کر لیتا تو اس حقیقت کی طرف متوجہ ہو جاتا کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ پیغمبر اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم اتنی طویل مدت تک ایک مشرک شخص کے لئے استغفار کریں جبکہ بہت سی قرآنی آیات جو اس وقت تک نازل ہو چکی تھیں مشرکین کے ساتھ ہر قسم کی محبت اور دوستی کی مذمت کر چکی تھیں

تیسری بات یہ ہے کہ وہ اکیلا شخص جس نے یہ روایت نقل کی یہ وہ سعید ابن میتب ہے اور اس کی امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے دشمنی مشہور ہے اس بناء پر اس کی بات پر حضرت علی علیہ السلام ان کے والد اور ان کی اولاد کے بارے میں ہرگز اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ امینی نے مذکورہ بات کی طرف اشارہ کرنے کے بعد واقدی سے ایک بات نقل کی ہے

جو قابل توجہ ہے واقدی کہتا ہے! سعید بن مسیب حضرت امام سجاد علی بن الحسین علیہ السلام کے جنازے کے قریب سے گذرا اور ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی اور ایک فضول عذر کے ساتھ اس کام سے اجتناب کیا لیکن ابن حزم کے بقول جب لوگوں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم حجاج کے پیچھے نماز پڑھتے ہو یا نہیں تو اس نے کہا کہ ہم حجاج سے بدتر کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیتے ہیں (کیا یہی تقویٰ ہے)

سورہ نساء مسلماً سورہ برات سے پہلے نازل ہوئی اس کی آیت ۱۳۹ میں اور سورہ آل عمران بھی برات سے پہلے نازل ہوئی اس کی آیت ۲۸ میں صراحت سے کفار سے دوستی اور محبت کرنے کو منع کیا گیا ہے اور خود اسی سورہ توبہ کی زیر بحث آیت سے پہلے آیات میں خدا تعالیٰ اپنے پیغمبرؐ سے بالصراحت فرماتا ہے ان کفار کے لئے استغفار کرو یا نہ کرو خدا انہیں نہیں بخشے گا۔

۴۔ چوتھی بات یہ ہے کہ جیسا کہ اسی تفسیر کی پانچویں جلد میں ہم کہہ آئے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ حضرت ابوطالبؑ پیغمبر اسلام صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم پر ایمان لے آئے تھے اس سلسلے میں ہم نے واضح مدارک اور دلائل پیش کئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ جو کچھ جناب ابوطالبؑ کے ایمان نہ لانے کے بارے میں کہا گیا ہے وہ ایک بہت بڑی تہمت ہے تمام شیعہ علماء اور بہت سے سنی علماء مثلاً ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں قسطلانی نے ارشاد الباری میں اور زینی دحلان نے تفسیر حلبی کے حاشیہ پر اس امر کی تصریح کی ہے۔ ایک باریک بین محقق اگر اس لہر کی طرف توجہ کرے جو بنی امیہ کے حکام کی طرف سے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف سیاسی مقاصد کے تحت اٹھی تھی تو وہ اچھی طرح اندازہ لگا سکتا ہے کہ جو شخص بھی آپؑ سے رشتہ اور تعلق رکھتا تھا وہ اس سازش سے امان میں نہیں تھا اور حقیقت حضرت ابوطالبؑ کا اس کے علاوہ کوئی گناہ نہ تھا کہ وہ اسلام کے عظیم پیشوا حضرت علیؑ کے والد محترم تھے کیا ان لوگوں نے ابوذر رضی اللہ عنہ جیسے عظیم مجاہد اسلام پر حضرت علی علیہ السلام سے عشق و محبت اور مکتب عثمان سے مقابلے کی وجہ سے ایسی تہمتیں نہیں لگائیں۔

حضرت ابوطالبؑ جو ساری زندگی پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حامی اور ان کے محافظ رہے اور آپؐ کی ہر طرح سے فرمانبرداری کرتے رہے ان کے ایمان کے سلسلے میں مزید اطلاع کے لئے اسی تفسیر کی جلد نمبر ۵ کے ۱۶۶ تا ۱۷۱ (اردو ترجمہ) کی طرف رجوع فرمائیں۔ (یعنی تفسیر نمونہ)

حضرت ابراہیمؑ نے آزر سے استغفار کا وعدہ کیوں کیا؟

دوسرا سوال جو یہاں سامنے آتا ہے یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے چچا آزر سے استغفار کا وعدہ کیونکر کیا جبکہ زیر بحث آیت اور قرآن کی دیگر آیات کے مطابق آپ نے یہ وعدہ پورا بھی کیا تھا

marfat.com

لانکہ وہ ہرگز ایمان نہیں لایا اور مشرکوں اور بت پرستوں میں سے تھا اور ایسے افراد کے لئے استغفار کرنے کی ممانعت ہے۔ اس سوال کے جواب میں اس نکتے کی طرف توجہ کرنا چاہیئے کہ مندرجہ بالا آیت سے اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کو توقع تھی اور انتظار تھا کہ اس طریقے سے آزر ایمان اور توحید کی طرف مائل ہو جائے گا اور ان کی استغفار حقیقت میں یہ تھی کہ

''خداوندا! اسے ہدایت کر اور اس کے گزشتہ گناہوں کو بخش دے''

لیکن جب آزر نے حالت شرک میں اپنی آنکھیں دنیا سے بند کیں اور حضرت ابراہیم کے لئے مسلم ہو گیا کہ وہ پروردگار کی دشمنی میں مرا ہے اور اب اس کی ہدایت کی کوئی گنجائش نہیں رہی تو آپ نے اس کے لئے استغفار کو ختم کر دیا۔ اس معنی کے مطابق مسلمان بھی اپنے مشرک دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے جب تک وہ بقید حیات ہیں اور ان کی ہدایت کی اُمید ہو سکتی ہے استغفار کریں یعنی خدا سے ان کے لئے ہدایت اور بخشش دونوں طلب کریں لیکن جب وہ حالت کفر میں مرجائیں تو ان کے لئے اب استغفار کا کوئی موقع نہ رہے گا۔ باقی رہا یہ جو بعض روایات میں آیا ہے کہ امام صادق نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وعدہ کیا تھا کہ اگر آزر اسلام لے آیا تو اس کے لئے استغفار کریں گے (نہ کہ اسلام لانے سے پہلے) اور جس وقت ان پر واضح ہو گیا کہ وہ دشمن خدا ہے تو آپؑ نے اس سے بیزاری اختیار کی۔ اس بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وعدہ مشروط تھا اور چونکہ شرط پوری نہ ہوئی اس لئے انہوں نے کبھی اس کے لئے استغفار نہیں کی۔ روایت مرسل اور ضعیف ہونے کے علاوہ ظاہر یا صریح آیات قرآن کے مخالف ہے کیونکہ زیر بحث آیت کا ظہور یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے استغفار کی۔ سورہ شعراء کی آیت ۸۶ میں صراحت سے ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے اس کی بخشش کا تقاضا کیا تھا۔

اس کا دوسرا شاہد وہ مشہور جملہ ہے جو ابن عباسؓ سے نقل ہوا ہے کہ جب تک آزر زندہ تھا۔ حضرت ابراہیم نے بار ہا اس کے لئے استغفار کی لیکن جب وہ حالت کفر میں مر گیا اور اس کی دین حق سے عداوت مسلم ہو گئی تو آپ بھی اس کام سے رک گئے بعض مسلمان چونکہ اپنے بزرگ مشرکین کیلئے جو حالت کفر میں مر گئے تھے استغفار کرنا چاہتے تھے لہذا قرآن حکیم نے صراحت کے ساتھ انہیں منع کیا اور تصریح کی کہ ابراہیم کا معاملہ بالکل ان سے مختلف تھا وہ تو آزر کی زندگی میں اور اس کے ایمان کی امید پر ایسا کرتے تھے نہ کہ اس کی موت کے بعد۔

❀❀❀

marfat.com

دشمنوں سے ہر قسم کا تعلق توڑ لینا چاہیئے

زیر بحث آیت کوئی واحد آیت نہیں جو مشرکین سے ہر قسم کا رابطہ منقطع کرنے کی بات کرتی ہے بلکہ قرآن حکیم کی متعدد آیات سے یہ امر اچھی طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کا رابطہ رشتہ داری قطع تعلق اور عدم رشتہ داری مکتبی اور مذہبی بنیادوں پر ہونی چاہیئے اور یہ رشتہ (خدا پر ایمان اور اس قسم کے شرک اور بت پرستی سے مقابلہ) مسلمانوں کے تمام روابط پر حاوی ہونا چاہیئے کیونکہ یہ رشتہ بنیادی ہے اور یہ رابطہ تمام اجتماعی اور معاشرتی امور پر حاکم ہے۔ سطحی اور ظاہری رشتے ناطے اس کی ہر گز نفی نہیں کر سکتے یہ درس کل کیلئے بھی تھا اور آج کیلئے بھی ہے۔ یہ ہر زمانے اور ہر دور کے لئے ایک سبق ہے۔ (تفسیر نمونہ ۱۲۹ اردو)

جلالین

آیت مذکورہ تفسیر جلالین شریف میں اس طرح منقول ہے۔

وَنَزَلَ فِیْ اِسْتِغْفَارِہٖ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لِعَمِّہٖ اَبِیْ طَالِبٍ وَ اِسْتِغْفَارِ بَعْضِ الصَّحَابَۃِ لِاَبَوَیْہِ الْمُشْرِکَیْنَ مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ الی اٰخر یا نَّھُمْ مَاتُوْا عَلَی الْکُفْرِ (جلالین ۲۰۶ کراچی)

اور یہ آیت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے اپنے چچا ابو طالبؑ کے لئے استغفار کرنے اور صحابہ کے مشرکین والدین کے لئے مغفرت طلب کرنے پر نازل ہوئی جو کفر کی حالت پر مر گئے تھے۔ اس تفسیر سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو طالبؑ کے بارہ تیرہ سال بعد تک آپؐ اپنے چچا کے لئے دعائیں مانگتے رہے اور پھر اللہ تعالٰے نے منع فرمادیا یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ اتنا عرصہ حکم نازل نہ ہونے میں کون سی مصلحت کارفرما تھی صاف بات ہے کہ سورۂ توبہ ۹ ہجری میں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور وفات ابو طالبؑ مکہ معظمہ میں بارہ تیرہ سال پہلے ہو چکی تھی۔ دوسری یہ بات ہے کہ تفسیر میں اس بات کی وضاحت ہے کہ مسلمانوں کے ان والدین کے بارے میں آیت نازل ہوئی جن جن کی موت کفر پر ہو چکی تھی۔ لہٰذا حضرت ابو طالبؑ کے حالات وواقعات سے اس آیت کریمہ کا کوئی تعلق ہے نہ واسطہ یوں ہی ابو طالبؑ اچھے نہ لگیں تو اور بات ہے۔

حیران کن تفسیر

علامہ سیوطی نے روایت نقل کی ہے آپؐ ابو طالبؑ کے لئے استغفار سے ممانعت عنوان کے تحت لکھا ہے' ابن عسا کر نے حسن بن عمارہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

marfat.com

اور حضرت علی علیہ السلام ابوطالبؑ کی قبر پران کے لئے دعائے مغفرت کرنے کے لئے گئے اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ

مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ (سورۃ توبہ:۹ آیت ۱۱۳)

''یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اہل ایمان کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں'' نازل فرمائی۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ابوطالبؑ کا کفر کی حالت میں انتقال کر جانا بہت شاق گزرا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ دوسری آیت نازل فرمائی

اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ

''آپ جس کو چاہیں (یعنی ابوطالبؑ وغیرہ کو) اسے ہدایت پر نہیں لا سکتے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے راہ ہدایت پر لے آتا ہے یعنی آپ ابوطالبؑ کو ہدایت پر نہیں لا سکتے حق تعالیٰ جسے چاہیں ہدایت پر لا سکتے ہیں یعنی حضرت عباسؓ کو ہدایت فرماتے ہیں غرض یہ کہ ابوطالبؑ کے عوض میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے چچاؤں میں حضرت عباسؓ سے زائد محبت تھی (خصائص کبریٰ اردو جلد اول صہ ۱۶۶)

قارئین کرام! ذرا انصاف کیجئے حضرت ابوطالبؑ کا وصال تین سال قبل از ہجرت مکہ مکرمہ میں ہوا سورہ توبہ بارہ سال بعد ۹ ہجری میں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی روایت میں وضاحت ہے کہ جب مغفرت مانگنے سے آپ کو روک دیا گیا تو آپ غمگین ہو گئے اور پھر ساتھ ہی آیت اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ نازل ہوئی کہ آپ کی پسند پر ابوطالبؑ کو ہدایت نہیں دی جا سکتی بلکہ حضرت عباسؓ ہدایت کے مستحق ہیں۔ اور حضور اکرم کو ان ہی سے زیادہ محبت تھی۔ غور کیجئے حضور کا غم اور صدمہ دور کرنے کے لئے یہی حل تھا؟

سورہ قصص مکی ہے اسے سورۂ توبہ سے مؤخر کر دیا ہے یہ کسی ان پڑھ اعرابی کی تحقیق نہیں بلکہ مشہور زمانہ مفسر، محدث اور مورخ علامہ جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں لکھا ہے کہ حیرانی تو اس بات کی ہے کہ جن مفسرین اکرام نے مذکورہ بالا آیات کو ابوطالبؑ کے حالات سے منسوب کیا ہے انہوں نے ہی ہوش و حواس سنبھال کر یہ بھی لکھا ہے کہ ان آیات کا حضرت ابوطالبؑ سے کوئی تعلق نہیں جیسے کہ گزشتہ اوراق میں عرض کیا جا چکا ہے۔ علامہ سیوطی نے بھی درمنثور میں لکھا ہے کہ سورۂ توبہ کی آیت ۱۱۳ عام مشرکین کے بارے میں ہے پھر کیسی مجبوری ہے کہ خواہ مخواہ ان آیات کے حوالے سے حضرت ابوطالبؑ کی توہین کو ایذائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا سبب بنایا جاتا ہے؟ ہمارے خیال میں اس کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں مگر دو وجوہ عام فہم ہیں ایک یہ کہ اموی خاندان نے ہر ممکن طریقے اور میسر وسائل سے خاندان نبوت کی توہین ایذا رسانی سب و شتم اور قتل و غارت کا سلسلہ اپنے اپنے عہد حکومت میں پوری قوت سے جاری رکھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں اپنی

marfat.com

ہی شروط کے خلاف ایک موضوع حدیث نقل کر کے حضرت ابو طالبؑ کو (معاذ اللہ) مشرک اور جہنمی قرار دے کر ایک فتنے کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اس کے بعد جس نے بھی کچھ لکھا' ان ہی بنیادوں پر مخالفت کے محل تعمیر کئے اور بخاری مسلم کی اس روایت پر سیر حاصل بحث کی جائے گی۔

سیوطی کی منقولہ تحریر سے یہ حیران کن بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ۹ ھ ہجری تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو طالبؑ کے لئے مغفرت طلب فرماتے رہے یہاں تک کہ بارہ سال بعد اللہ تعالیٰ نے بذریعہ آیات منع فرمادیا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مشرکین کے لئے دعائے مغفرت قانون الٰہی کے خلاف ہے جبکہ وہ مر جائیں۔ تو قبر پر کھڑے ہونے کی اجازت بھی نہیں دوسرے یہ کہ بارہ سال پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (خاکم بدہن) بے خبری میں دعائیں مانگتے رہے کوئی دیوانی عدالت تو نہ تھی' یہ امر دربار خداوندی اور بارگاہِ رسالت کے درمیان تھا جبکہ رضائے خدا' رضائے مصطفیٰ سے مشروط ہے۔ عام دنیا کا دستور ہے' جب کوئی بہت ہی پیارا دوست روٹھ جائے یا ناراض ہو جائے تو اس کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کی جاتی ہے جبکہ محبوبؐ قادرِ مطلق ہو تو کیا کچھ نہیں ہو سکتا علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ جب آیت ''مَا کَانَ'' کے ذریعے مغفرت طلب کرنے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روک دیا تو آپؐ بہت غمگین ہو گئے اور پھر آیت اِنَّکَ لَا تَہْدِیْ نازل ہوئی۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کو ان کے عذر سن کر جہاد میں نہ جانے کی اجازت دی' اس پر حکم الٰہی نازل ہوا۔ عَفَاکَ اللہ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ؟ سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ نے پہلے دلجوئی فرمائی کہ حبیبؐ کو رنج نہ پہنچے فرمایا اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف فرمادیا' ان کو کیوں اجازت فرمائی تھی؟ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا فرمان ہے! اللہ ہر وقت آپؐ کے ساتھ ہے اور آپؐ کو راضی فرمادے گا۔ تو یہ بیان قرآن حکیم میں دیئے ہوئے اصولوں سے سراسر متصادم اور معارض ہے امت نے خاندانِ نبوت پر تلوار اٹھانے' قتل و غارت کرنے' رسولؐ زادیوں کو اسیر کرنے' خیام جلانے درباروں اور بازاروں میں بغیر پردوں کے پھرانے کو جائز جانا' نیز اہلِ بیتِ رسولؐ پر ایک صدی تک سب و شتم کرنے کو عبادت کا جزو بنادیا تو ایسے میں حضرت ابو طالبؑ تو ایک طرف سرور کشورِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین علیہم السلام کو (نَعُوْذُ بِاللہِ مِنْ ذَالِکَ) اسلام سے خارج سمجھنا کون سا مشکل ہے۔ ''بے حیا' باش ہرچہ خواہی کن''

ع۔ ایں ہمہ ہا کردن و دینِ پیمبر داشتن

کیا کسر چھوڑی علمائے امت نے' شاید ان کے نزدیک انہی افعال کا نام ادب واحترام ہے؟

marfat.com

حضرت ابو طالبؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بے مثال ناصر، محافظ، فداکار، جاں نثار، محسن، جانباز، رفیق شفیق اور محب تھے۔ ایسی صحبت کسی کو نصیب ہوئی اور نہ ہی خدمت گاری کسی کے مقدر میں تھی کہ نصف صدی تک محبوبِ خدا کے دیدار پر انوار اور شبانہ روز مصاحبت مبارکہ سے مستفیض ہوتے رہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آغوشِ ابو طالبؓ کو اپنی بارگاہ سے منسوب فرمایا۔ جیسے کہ سورۃ والضحیٰ کی تفسیر میں مفسرین کے اقوال نقل کئے۔ جا چکے ہیں۔ ایک لمحہ کی صحبت تو صحابیت کے درجے پر فائز کرتی ہے "نصیب تو اس خوش نصیب کے ہیں جس کی آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل و دماغ کو منور کیا" واہ مُلاں تیری فراست اور دلیری!"

سردار بنی ہاشم کی برابری کس کو میسر ہوئی یا اب ہوگی، چشم بینا کو تو ہر شے کی اصل صورت نظر آتی ہے کور چشم اور دِل کے اندھے کو کیا سوجھے گا!

ضیاء القرآن

صاحبِ تفسیر ضیاء القرآن نے آیت کریمہ ما کان کی تفسیر میں لکھا ہے جب انسان فوت ہو جائے تو زندوں پر اس کا یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اس کے لئے طلب مغفرت کرتے رہیں۔ تاکہ ان کے استغفار سے پروردگارِ عالم اس میت کو بخش دے لیکن یہاں واضح طور پر بیان کر دیا کہ مغفرت صرف ان کے لئے ہے جن کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو اور جو کفر یا شرک کی حالت میں مرے ہوں ان کے لئے مغفرت کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے اس لئے اس آیت میں حکم دیا کہ جن کے متعلق تمہیں علم ہو کہ وہ حالت کفر میں مرے ہیں ان کے لئے کسی کو دعائے مغفرت نہ کرنی چاہیئے وہ تمام روایات جن میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اپنے رسول کو منع فرمایا ہے کہ وہ اپنے والدین کے حق میں دُعائے مغفرت نہ کریں کیونکہ ان کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوا تھا ان پر بیہقی زماں حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے خوب سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اس قسم کی تمام روایات ضعیف اور معلول ہیں اس لئے قابل سند نہیں۔"

وَمَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِىْ آمِنَةَ اُمِّ النَّبِىِّ صلّے اللّٰه تعالےٰ عليه وَاٰلِهٖ وَسَلَّم وَعَبْدُاللّٰهِ اَبِيْهِ لَا يُصَحُّ مِنْهَا شَىْءٌ"

علامہ پانی پتی نے حافظ ابن حجر شارح صحیح بخاری کا قول بھی نقل کیا ہے وَقَدْ فَاَمَّلْتُهَا لِّلطُّرُقِ فَوَجَدْتُهَا كُلُّهَا مَعْلُوْلَه (مظہری)

ہم نے ان روایات کے سارے طریقوں میں غور کیا ہے اور سب کو معلول (قابل اعتراض) پایا ہے علماء کرام نے لکھا ہے کہ قرآن میں کان کا استعمال دو معنوں میں آیا۔ بمعنی نفی جیسے وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ

marfat.com

تَمُوتَ اِلاَّ بِاِذْنِ اللّٰهِ اور بمعنی نہی جیسے یہ آیت۔ (قرطبی)(ضیاءُ القرآن ص ۲۵۸ جلد ۲)

قارئین کرام! فاضل مفسّر پیر کرم شاہ صاحب الازہری نے جو وضاحت کی ہے اس سے آیتِ کریمہ کے تفسیری تقاضے پورے ہو جاتے ہیں اگر یہ آیت حضرت ابو طالبؑ کے حق میں ہوتی تو کوئی وجہ مانع از ذکرِ ابو طالبؑ نہ ہوتی۔ حضرت ابو طالب کا ذکر ہوتا بھی کیسے؟ جن کا وصال ہجرت نبویؐ سے تین سال قبل ہوا، اور سورہ توبہ کا نزول ۹ ہجری میں ہوا جیسے کہ کئی تفاسیر کے حوالجات پیش کئے جا چکے ہیں ہم مکرر یہ بات لکھ رہے ہیں۔

تفسیر نعیمی حاشیہ بر قرآن العظیم

مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نے آیت وَمَا كَانَ لِلنَّبِیِّ کی تشریح یوں کی ہے اس آیت کی شانِ نزول میں مفسرین کے چند قول ہیں۔

۱۔ نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالبؑ سے فرمایا تھا کہ میں تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ جب تک کہ مجھے ممانعت نہ کی جائے تو اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ممانعت فرما دی۔

۲۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اجازت چاہی دے دی پھر میں نے ان کی استغفار کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت نہ دی اور مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ اقول میں کہتا ہوں یہ وجہ شانِ نزول کی صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث حاکم نے روایت کی اور اس کو صحیح بتایا۔ ذھبی نے حاکم پر اعتماد کر کے میزان میں اس کی تصحیح کی لیکن مختصر المستدرک میں ذہبی نے اس حدیث کی تضعف کی اور کہا کہ ایوب بن ہانی کو ابن معین نے ضعیف بتایا ہے علاوہ بریں یہ حدیث بخاری حدیث کے مخالف بھی ہے۔ جس میں اس آیت کے نزول کا سبب آپؐ کا والدہ کے لئے استغفار کرنا نہیں بتایا گیا بلکہ بخاری کی حدیث سے یہی ثابت ہے کہ ابو طالبؑ کے لئے استغفار کرنے کے باب میں یہ حدیث وارد ہوئی اس کے علاوہ اور حدیثیں جو اس مضمون کی ہیں جن کو طبرانی اور ابن سعد اور ابن شاہین وغیرہ نے روایت کیا ہے وہ سب ضعیف ہیں۔ ابن سعد نے طبقات میں حدیث کی تخریج کے بعد اس کو غلط بتایا اور سید المحدثین امام جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ التعظیم والمنۃ میں اس مضمون کی تمام احادیث کو معلول بتایا لہٰذا یہ وجہ شانِ نزول میں صحیح نہیں اور ثابت ہے اس پر بہت دلائل قائم ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ

marfat.com

ماجدہ موحدہ اور دین ابراہیمی پر ہیں۔

۳۔ بعض اصحاب نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے آباء کے لیے استغفار کرنے کی درخواست کی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (قرآن عظیم ص ۳۲۸)

قارئین کرام! اس تفسیری بیان کا نچوڑ اور خلاصہ یہ ہے کہ مفسر نے بغیر حیل و حجت حضرت ابوطالبؑ کو اس آیت کا مصداق ہونے کی نفی کی ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ

اس آیت کریمہ کی شان نزول کے بارے میں مفسرین کی آراء میں بہت اختلاف پایا جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ خواجہ ابوطالبؑ کا وصال ۱۰ نبویؐ میں ہجرت مدینہ سے تین سال پہلے مکہ مکرمہ میں ہوا۔ جبکہ یہ سورت توبہ جس میں یہ آیت ۱۱۳ نمبر پر واقع ہے کا نزول بیک وقت بعد از غزوۂ تبوک ۹ ہجری میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ اس اعتبار سے واقعہ وصال خواجہ ابوطالبؑ کے بارہ سال بعد نازل ہونے والی آیت کسی طرح بھی حضرت ابوطالبؑ کے حق میں نہیں ہوسکتی اس بناء پر بہت سے معتبر مفسرین اور شارحین حدیث کا مذہب ہے۔ کہ یہ آیت عام مشرکین کے حق میں نازل ہوئی جن کی مسلمان اولادان کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتی تھی جیسے کہ سنن ترمذی میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی روایت کردہ حدیث سے ثابت ہے کہ آیت کریمہ عام کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہوئی۔ بصورت دیگر اس واقعہ کے بارہ سال بعد نزول آیت کی کیا علت اور دلیل ہوسکتی ہے؟

خواجہ ابوطالبؑ کے بارے میں ایسا سوچنا بھی احترام رسولؐ کے خلاف ہے کیونکہ ابوطالبؑ پہلے مومن تھے اور پھر ناصر و حامی رسولؐ۔ یاد رکھنے اور آنکھیں کھول دینے والی بات ہے کہ دنیا کا کوئی بھی سیرت نگار چاہے مسلم ہو یا غیر مسلم، خواجہ ابوطالبؑ کی خدمت و رفاقت کا ذکر کئے بغیر سیرت رسول پر مضمون مکمل نہیں کرسکتا۔ یہ صرف مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔

کفار و مشرکین اپنے مشوروں میں جو تجویزیں سوچتے اور منصوبے بناتے تھے ادھر مشرکین دھمکیاں دے کر واپس ہوتے ادھر خواجہ ابوطالبؑ رسول خدا کو مشورہ دیتے کہ جو کرنا چاہتے ہو کئے جاؤ میں کسی بھی خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں کوئی دانشور اور صاحب بصیرت سوچ بھی نہیں سکتا کہ خواجہ ابوطالبؑ صرف ابن اخی کی طرف داری کرتے تھے انہوں نے بھتیجے کی نہیں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت وحمایت میں پوری زندگی قربان کردی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ مجلس کفار میں خواجہ ابوطالبؑ کی وفات کا ذکر ہی فرضی روایات پر ہے۔ اور ان تمام روایات کا محور وہی حدیث نام کی عبارت ہے جس کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں بروایت سعید ابن میتب نقل کیا ہے سعید ابن میتب

marfat.com

وصال ابو طالبؑ کے زمانے میں ابھی شکم مادر میں بھی نہ آئے تھے۔ مخالف روایات کے مطابق تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ سورہ توبہ کی آیت وصال ابو طالبؑ کے فوراً بعد نازل ہوئی جبکہ کسی شک وشبہ کے بغیر اس آیت بلکہ پوری سورۃ توبہ کا نزول ۱۲ سال بعد ہوا۔

ستم بالائے ستم تو یہ ہے کہ اسی آیت کریمہ کو (خاکم بدہن) حضور سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین، طیبین الطاہرین علیہما السلام کے ایمان کے بھی خلاف بیان کیا جاتا ہے ،ثبوت کتب احادیث میں مرقوم ہے جبکہ آپؐ کے آباؤ اجداد وامھات مکرمات حضرت آدم علیہ السلام تک مومن موحد اور مقبول بارگاہِ الٰہیٰ بندگانِ خدا ہیں۔ جب والدین کریمین اور عمِ محترم پر باری باری ایک ایک آیت کا نزول ظاہر کیا جاتا ہے تو باقی کیا بچا؟ (العیاذ باللہ)

کیا عقل وادراک کے نزدیک یہ امر قابل تسلیم ہے کہ حضور خاتونِ اوّل مخدومۂ کائنات سیدہ آمنہ صلوٰۃ اللہ علیہا وسلامہٗ کے وصال مبارک کے پورے بچپن ۵۵ سال بعد ان کی دعائے مغفرت سے حضور کو منع کیا جانا اسلام کی توہین نہیں تو اور کیا ہے؟

قارئین کرام! یہ بھی سوچئے کہ جو آیت کریمہ حضرت ابو طالبؑ کے حق میں بیان کی جاتی ہے وہی والدین نبی کریمؐ رؤف الرحیم صلوٰۃ اللہ علیہم کے بارے ظاہر کی جاتی ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ سورہ قصص کی آیت نمبر ۵۶ اسی آدمی کے حق میں ہے جو ھدایت یافتہ یا ہدایت سے محروم ہو۔ آیت کا اطلاق عمومی ہے اور اپنے سیاق وسباق سے گہرا تعلق ہے۔ رہی آیت استغفار تو اس کا تعلق ان کفار ومشرکین سے ہے جن کے رشتہ دار حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے اور مشرک والدین و اقارب کی بخشش کے لئے دعائیں مانگتے تھے علاوہ ازیں اور اسباب نزول بھی بیان کئے گئے ہیں۔

رہی تیسری آیت جو سورہ انعام میں ہے تو اس کا دُور کا تعلق بھی خواجہ ابو طالبؑ سے نہیں وہ ابو جھل اور اس کے ساتھیوں کی مذمت میں نازل ہوئی بلکہ سورہ انعام کی مسلسل تینوں آیات کا مفہوم مشترک ہے اب اس سے بڑھ کر ان روایات کے مخدوش ہونے کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے؟ جن میں مشرق ومغرب کو اکٹھا کر دیا ہے؟ یہ راویان حدیث اور مفسرین جانیں کہ ایسا کیوں ہوا کس نے کیا کس مقصد اور مطلب کے لئے کیا؟ ہم تو یہی مثال پیش کر سکتے ہیں۔

یکے مُرغ دیدم نہ پاء و نہ پر　　　نہ از شکم مادر نہ پشت پدر

''ہم نے ایک پرندہ دیکھا نہ تو اس کے پنجے تھے اور نہ پر، اور اس کے ماں باپ کی بھی کوئی خبر نہ تھی''

marfat.com

مزید بحث

عَنْ عَطِیَّۃَ قَالَ لَمَّا قدم رسُول اللّٰہ صَلّی اللّٰہ تعَالی علیہِ والِہ وَسَلّم مکۃَ وَقَفَ عَلی قبر اُمِّہِ حَتّیٰ معدث عَلیہ الشَّمْسُ رَجَاءَ اَنْ یُؤْذَنَ لَہٗ فَیَستَغفِرَ لَھَاحَتّیٰ نزلَتْ:ما کَانَ لِلنَّبِیِّ الی اخرہ۔(ابن جریر۴۳/۱۱ادرمنثور۲۸۲/۳ابن کثیر۳۹۲/۳)

''عطیہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو اپنی والدہ مکرمہ کی قبر مبارک پر ٹھہرے۔یہاں تک کہ سورج گرم ہوگیا یہ امید کرتے ہوئے کہ والدہ کی استغفار کی اجازت مل جائے تو یہ آیت نازل ہوگئی۔

۴۔ اور نقل شدہ حدیث کے مضمون کی دو حدیثیں حضرت ابنِ عباس کی روایت کردہ محض طوالت مضمون کی بنا پر چھوڑ دی ہیں۔

۵۔وقَالَ اٰخَرُوْنَ بَلْ نَزَلَتْ لِاَجَلِ اَنَّ قَوْماً مِنْ اَھْلِ الْاِیْمَانِ کَانُوْا یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَوْتَاھُمْ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ فَنُھُوْا عَنْ ذٰلِکَ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ(ابن جریر۴۴/۱۱کشاف۳۵۲/۲)

اور متاخرین کا بیان ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہے کہ اہلِ ایمان میں سے اپنے مشرکین رشتہ داروں کے لئے مغفرت کی دعائیں مانگتے تھے'پس اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا اور یہ آیت نازل فرمائی کہ نبیؐ اور مومنوں کی شان کے لائق نہیں کہ مشرکین کے لئے استغفار کریں۔

۶۔ ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ تَضَمَّنَتْ قَطْعَ مُوَالَاتِ الْکُفَّارِ حَیِّھِمْ وَمَیِّتِھِمْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَجْعَلْ اَنْ لِیَسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ فَطَلَبَ الْغُفْرَانَ الْمُشْرِکَ'' لَا یَجُوْزُ فَاِنْ قِیْلَ اَصَحّ'' اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمَ اُحُدٍ حِیْنَ کَسَرُوْا رُبَاعِیَّۃَ شَجُّوْ وَجْہٖ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ فَکَیْفَ یَجْتَمِعُ ھٰذَا مَعَ مَنَعَ اللّٰہُ تَعَالٰی رَسُوْلَہٗ وَالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ طَلَبِ الْمَغْفِرَۃِ الْمُشْرِکِیْنَ۔(قرطبی ۲۵۲/۸)

یعنی یہ آیت کفار کی دوستی اور ان سے محبت کے مقاطع کے بارے میں ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ مومنوں کو یہ اجازت نہیں فرماتا کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں'اس لئے کہ مشرک کے لئے استغفار کرنا جائز نہیں۔چاہے زندہ ہوں یا مردہ۔

اگر کہا جائے یہ بات صحیح ہے کہ احد کے دن حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ انور زخمی اور دانت مبارک شہید ہوا'تو آپ نے فرمایا!یااللہ میری قوم کو معاف فرمادے وہ جانتے نہیں اب ان دونوں روایتوں میں اتفاق کس طرح ہوسکتا ہے حالانکہ اللہ اپنے رسولؐ اور مومنین کو مشرکین کے لئے مغفرت طلب کرنے سے منع فرماتا ہے۔

marfat.com

نمازِ جنازہ: استغفار سے مرادنمازِ جنازہ بھی ہے ملاحظہ ہو۔

عَنْ عطَا ابنِ رَباح قَالَ مَا کُنْتُ اِدُعٰی الصَّلوٰۃَ اَلاَّ عَلٰی اَحَدُ مِنْ اَھَلِ ھٰذا لقِبلَۃِ وَلَوْ کَانَتْ حَبُشِیَّۃٍ حَمَلٰی مِنَ الزّنَاءِ لِاَنیلَمْ اَسْمَعَ اللّٰہَ یَحِبَ؟ الصَّلوٰۃَ اَلاَّ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ۔یَقُوْلُ اللّٰہُ :مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْ الِلْمُشْرِکِیْنَ۔ (ابن جریر ۱۱/۴۳ عمدۃ القاری ۳/۲۸۲ مسند احمد ۱/۹۰)

حضرت عطاء بن رباح سے روایت ہے کہ ہم لوگ ہر اہل قبلہ کی نمازِ جنازہ ادا کرتے تھے خواہ وہ زنا سے حاملہ حبشیہ ہی کیوں نہ ہو اور مشرکوں کا جنازہ نہ پڑھتے تھے کیونکہ فرمان الٰہی ہے کہ نبیؐ اور مومنوں کے لئے مناسب نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت طلب کریں۔

فَقَالَ بَعْضُھُمْ نَزَلَ مِنْ اَجَلَ النَّبِیُّ صَلّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِہٖ کَانُوْا یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَوْتَا ھُمْ لِلْمُشْرِکِیْنَ ظَنَّامِنْھُمْ اَنَّ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلَ الرَّحْمٰنِ قَدْ فَعَلَ ذَالِکَ حِیْنَ اَنْزَلَ اللّٰہَ قَوْلِہٖ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْنَ لِلْمُشْرِکِیْنَ. (ابن جریر ۱۱/۲۲ عمدۃ القاری ۳/۱۸۲ مسند احمد ۱/۹)

اور کہا بعض نے اس کے نزول کے سبب میں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین استغفار فرماتے تھے۔ مرنے والے مشرکین کے لئے اس گمان سے کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام ایسا کرتے تھے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ نبی اور مومنین کی شان کے شایان نہیں کہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں۔

عَنْ قَتَادَۃَ قَالَ ذَکَرَلَنَا اَنَّ رَجُلاً مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ یَا نَبِیَ اللّٰہُ اَنَّ مِنْ آبَائِنَا مَنْ کَانَ یَحْسَنَ الْجوارِ وَیَعِلِ الرحم ۔وَیفَکَ الحَاضِی وَیُوْضِیْ بذمم اَفَلاَ لاَ سْتَغْفِرَنَّ لِاَبِی کَمَا اَسْتَغْفِر اِبْرَاھِیْمَ لِاَبِیْہٖ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ۔مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اِلٰی آخر۔

(ابن جریر ۱۱/۲۳ عمدۃ القاری ۱۹/۱۰۵ کبیر ۱۱/۱۸۹ در منثور ۳/۲۸۲ مسند احمد ۱/۹۰)

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ کے چند صحابہ سے معلوم ہوا کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میرے آباء میں سے بعض ایسے تھے جو حق ہمسائیگی ادا کرتے تھے۔ صلہ رحمی کرتے تھے۔ قیدیوں کو آزاد کرتے تھے اور ذمہ داریوں کو ملحوظ رکھا ہے 'کیا میں اپنے باپ کے لئے استغفار کروں جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے کیا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

marfat.com

اصل روائت

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ سَمِعْتُ رَجُلًا یَسْتَغْفِرُ لِاَبَوَیْہِ وَھُمَا مُشْرِکَانِ فَقَالَ اَوَلَمْ اَسْتَغْفِرُ اِبْرَاھِیْمُ لِاَبِیْہِ فَذُکِرْتُ ذَالِکَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَنَزَلَتْ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ۔

﴿ابنِ جریر ۱۱/۳۴ ترمذی ۲/۴۹۴ عمدۃ القاری ۱۹/۱۰۵ درمنشور ۳/۲۸۲ سند احمد ۱/۹۰ قرطبی ۸/۱۸۴ کشاف ۲/۲۱۵ مظہری ۴/۳۰۷ کبیر ۱۱/۱۸۹ طبقات ابن سعد ۱/۱۲۴ امراح لبید ۱/۳۵۷﴾

حضرت علی علیہ السلام روائت فرماتے ہیں ایک شخص اپنے مشرک والدین کے لئے استغفار کر رہا تھا کہ کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لئے استغفار نہیں کیا تھا پس اس کا ذکر جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ نبی اور مومنوں کی شان کے لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار طلب کریں یہ تمام روایات بخاری و مسلم کی روایات کو کمزور بے جان اور بے اثر کر دیتی ہیں۔ جب بھی کسی روائت کے رد میں کوئی دوسری روائت آ جائے تو اس کی صحت مجروح ہو جاتی ہے۔ رہی بات حضرت ابو طالبؑ کی تو تھوڑا سا غور اور انصاف کرنے سے حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ سب مانتے اور جانتے ہیں کہ خواجہ ابو طالبؑ کو کائنات کی ہر نعمت سے بڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عزیز تھے۔ اس حقیقت کو دوست دشمن سب تسلیم کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی وضاحت و صراحت ہے کہ محبتِ رسولؐ ہی کا نام ایمانِ کامل ہے اب سوچنے کی یہ بات ہے کہ جس آدمی کے ساتھ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بے پناہ محبت اور الفت اور یگانگت ہوگی اس کے ایمان کی کیا کیفیت اور سر بلندی ہوگی مقام ابو طالبؑ کے تعارف کے لئے ضخیم کتابیں پڑھنے اور روایات کے جنگل کی ریت چھاننے کی بجائے نکتۂ محبت کو سمجھ لینے سے ہر قسم کے جھگڑوں، مناظروں اور مجادلوں سے نجات مل جاتی ہے خواجہ ابو طالبؑ محب رسولؐ ہیں اور حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محب ابو طالبؑ کی گود میں ہیں جہاں سے دنیا جہان کو ایمان ملتا ہے تو ابو طالبؑ جیسا ایمان دار ڈھونڈے سے بھی نہ ملے تو ایمانِ ابو طالبؑ پر کھود کرید کرنا اپنے ایمان کی کمزوری ہے کلام ابو طالبؑ تو پڑھ لیا ہوتا۔

حافظ ابن کثیر تعصب کے باوجود رقم طراز ہیں کہ حضرت ابو طالبؑ کا قصیدہ لامیہ اس قدر پر مغز کلام ہے کہ سبعہ معلقات بھی اس کمال سے محروم ہے سارا زمانہ ایمانِ ابو طالبؑ کی کمزوریاں تلاش کرنے کی فکر میں ہے اور اپنے ایمان کا بیڑہ غرق ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ ابو طالبؑ جیسا نصیب بھی تو کسی کو نصیب ہو۔

marfat.com

تبصرہ و تحقیق:

مختلف محدیثین اور مفسرین نے صرف امام بخاری کی روح کو راضی رکھنے کی خاطر حضرت ابو طالبؑ کی تمام تر دینی خدمات اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفاقت، نصرت اور حمایت کو فراموش کرتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا کہ قرآن حکیم کی تین آیاتِ مقدسہ کو حضرت ابو طالبؑ کی عصمت کے خلاف ظاہر کر کے بزعم خود دین کی وہ خدمت کی جو حضورِ اکرم کی ایذاء رسانی و دل آزاری کا باعث ہے۔

مفسرین کی رائے

علامہ ابنِ جریر طبری اور علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

وَاخْتَلَفَ اَهْلُ التَّاوِيْلِ فِيْ سَبَبِ الَّذِيْ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَةُ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ۔ (ابن جریر ۱۱/۴۳ و درِ منثور ۳/۲۸۳)

اس آیت کے شانِ نزول کے اسباب میں اہلِ تاویل کا اختلاف ہے نبیؐ اور مومنین کی شان کے لائق نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے بخشش طلب کریں۔

قارئینِ کرام! آئندہ صفحات میں مختلف مفسرین کی تحقیق اور ''آراء ھدیہ'' پیش کیا جاتا ہے۔ ان تحقیقی بیانات کی روشنی میں ہر سہ آیات کا نزول خواجہ ابو طالبؑ کے حق میں کسی طرح بھی ثابت نہیں، ہوتا بھی کیسے؟

ایمان کے محافظ اور ناصرِ رسولؐ ہی کو ایمان کی دولت سب سے پہلے نصیب ہوئی تب دوسروں کو بھی حصہ ملا۔ چشمہ پہلے اپنے ماحول کو سیراب کرتا ہے دور والے بعد میں بہرہ ور ہوتے ہیں۔ خواجہ ابو طالبؑ خود صاحبِ ایمان تھے اس کا ثبوت نصِ قطعی ہے قرآن حکیم نے اصول دیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس اصول کی تشریح فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے قسم فرما کر ایمان اور اصل ایمان کا تعارف فرمایا کہ جب تک میرے حبیب کو حاکمِ اعلیٰ اور مالک و مختار نہ مان لیا جائے ایماندار نہیں ہو سکتا۔

فرمانِ رسالت ہے جب تک اپنی جان اپنی اولاد اور اپنے والدین اور ساری مخلوق سے بڑھ کر مجھے عزیز نہ رکھا جائے مومن نہیں ہو سکتا۔ یہ مقام سب سے بڑھ کر ابو طالبؑ کو ملا۔ لیجئے آیت مَاکَانَ کے بارے میں مختلف مفسرین اور محدیثین کی صراحت و وضاحت ملاحظہ فرمائیے۔

ابنِ جریر طبری

۱۔ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عليه وَآلِهٖ وَسَلَّم اَرَادَ اَنْ يَّسْتَغْفِرَ

marfat.com

لِاُمِهٖ فَنَهَاهُ لّٰهُ عَنْ ذَالِكَ تَنَزّلَتْ مَا كَانَ اللّٰه لِلنَّبِیّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْ لِلْمُشْرِکِیْنَ۔ (ابنِ جریر ۳۴۲/۳ عمدۃ القاری ۱۰۵/۱۹ کبیر ۱۱۹/۱۱)

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی والدہ مکرمہ کے لیئے استغفار کا ارادہ فرمایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سے منع فرمادیا اور یہ آیت نازل ہوئی کہ نبی اور مومنوں کے لئے مناسب نہیں کہ مشرکین کی مغفرت طلب کریں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه صَلّی اللّٰه تَعَالٰی علیه وآلِهٖ وَسَلَّم اَسْتَاذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ زِیَارَةِ قَبْرِ اُمِّیْ فَاَذَنَ لِیْ وَاسْتَاذَنْتُهٗ فِیْ الْاِسْتِغْفَارِ فَلَمْ یَاْذَنْ لِیْ فَمَا رَوِیٰ بَاکِیًا اَکْثَرُ وَمِنْ یَوْمَئِذٍ۔ (ابنِ جریر ۳۴/۱۱۱ ابنِ کثیر ۳۴۳/۲، درِ منثور ۲۸۲/۳)

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ مکرمہ کی قبر شریف کی زیارت کی اجازت چاہی تو مل گئی اور جب ان کی مغفرت کی اجازت چاہی تو نہ ملی اور اس روز آپؐ بہت زیادہ روتے رہے۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَلْبَاب

قارئینِ کرام! مندرجہ آیت کریمہ ان تین آیات میں سے ایک ہے۔ جو بعض محدثین و مفسرین کی بے احتیاطی اور جانبداری کی وجہ سے بجبر واکراہ حضرت ابوطالبؑ اور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کریمین علیہما السلام کے عدم ایمان پر حجت اور سند پیش کی جارہی ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کی امداد نہیں تو اور کیا ہے کہ جن مفسرین نے ان آیات کا انتساب حضرت ابوطالبؑ اور حضورؐ کے والدین کریمین علیہما السلام سے کیا ہے انہی کی تفاسیر سے دس روائتیں پیش خدمت کی ہیں۔ آپ نے ان روایتوں کو غور وفکر سے پڑھا تو مزید کسی ایسے ثبوت کی ضرورت ہی نہ محسوس ہوگی کہ خاندانِ نبوت کے ان پاکباز حضرات کے تقدس اور طہارت میں کوئی شبہ کی گنجائش ہے تعارف روایات پیش خدمت ہے۔

۱۔ ابنِ جریر اور دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں کے بیان کے مطابق سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۳ حضرت ابوطالبؑ کے حق میں نازل ہوئی غور طلب یہ بات ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کا وصال شریف ۱۰ نبوی میں ہوا اور سورۃ توبہ تقریباً بارہ سال بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ دوسری بات یہ ہے کہ راویان میں کسی ایک کا نام نہیں۔ عام لوگوں میں بعض کی روایات سے ظاہر ہے بے نام روایت بھی بے سروپا ہی ہوتی ہے جسے افواہ کہا جاتا ہے تعجب اور حیرت کی تیسری بات یہ ہے کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بارہ سال تک پھر معاذ اللہ بے خبری کے عالم میں اپنے عم محترم کے لئے استغفار کرتے رہے اور بارہ سال بعد اللہ کریم نے منع فرمایا عقل ودانش اور فہم وادراک میں اس مفروضہ کو تسلیم

marfat.com

کرنے کی ذرہ بھر گنجائش نہیں انشاء اللہ مستند ثبوت فراہم کئے جائیں گے کہ یہ آیت مبارکہ حضرت ابوطالبؑ کے حق میں نہ ہے بلکہ عام مومنین اور مشرکین کے بارے میں ہے۔(ابنِ کثیر' ابن جریر' درمنثور)

۲۔ ابن جریر، ابن کثیر اور درمنثور نے اپنی اپنی تفاسیر میں نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وَ آلہٖ وَ سلّم مکہ میں تشریف لائے، اپنی والدہ مکرمہ کی قبر مبارک کی زیارت فرمائی، گرمی کافی تھی دیر تک دُعائیں مانگنے کے لئے ٹھہرے رہے مگر اللہ تعالےٰ نے آیت کے ذریعے منع فرمادیا جس سے آپ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے مقام غور وفکر ہے پہلی بات تو یہ ہے حضور اکرم صلّی اللہ تعالےٰ علیہ وَ آلہٖ وَ سلّم سے لیکر ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام تک آپؐ کے تمام آباؤ اجداد مومن اور مواحد گزرے ہیں۔ کتاب کے شروع میں تفصیل موجود ہے

دوسری بات یہ ہے کہ خاتونِ عرب حضرت سیّدہ آمنہ صلوٰۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی قبر انور مکہ میں نہیں بلکہ ابواشریف میں ہے جو مدینہ منورہ سے تقریباً ایک سو ۱۰۰ میل کے فاصلہ پر شاہراہِ ہجرت کے کنارے واقع ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ جس ذاتِ اقدس نے جمادات ونباتات اور حیوانات کو کلمہ پڑھوادیا، اس محبوب خدا کے والدین کریمین کو (خاکم بدہن) ایمان ہی نہ ملا ثابت یہ ہوا کہ یہ آیت مبارکہ نہ تو حضرت ابوطالبؑ کے حق میں اُتری اور نہ ہی والدین کریمین علیہما السلام کے بارے میں، بلکہ ترمذی کی روائت کے مطابق عام مشرکین کے لئے مغفرت طلب کرنے سے روکنے کے بارے میں ہے یہاں بھی دال نہ گلی۔

۳۔ ابن جریر اور صاحب کشاف کا بیان ہے کہ متاخرین کا بیان ہے کہ عام مسلمان اپنے مشرک رشتہ داروں کے لئے استغفار کرتے تھے اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا کہ نبیؐ اور مومنین مشرکین کیلئے دعائے مغفرت نہ مانگیں۔

۴۔ قرطبی کا بیان ہے کہ اس آیت میں یہ حکم ہے کہ کفار ومشرکین کے ساتھ دوستی میل جول نہ ہو بلکہ ترک موالات کی تعلیم ہے دوسری روایت یہ بھی ہے کہ میدان احد میں صدمہ اُٹھانے کے باوجود قوم کے لئے دعا مانگنے پر اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا۔ یاد رہے علامہ قرطبی نے بھی ۳ روایتوں کو حضرت اُبوطالبؑ کے خلاف نقل کیا ہے مگر روایات خلاف واقعہ ہیں اس روایت میں حضرت ابوطالبؑ اور حضرات والدین کریمینؑ کا ذکر تک نہیں۔ لہٰذا یہ آیت کریمہ خاندان نبوت کے حق میں کسی طرح ثابت نہیں۔ جن روایات میں خاندان نبوت سے انتساب ہے وہ درست نہیں۔ ایک آدمی موقع پر موجود بھی نہیں اور نہ

marfat.com

اس وقت مسلمان ہی تھا وہ بارہ سال بعد حدیث بیان کرتا ہے یہ امر محدثین کی شرط پر بھی ناقابل اعتبار ہے۔ جیسے پہلے بھی بیان کیا گیا ہے۔

۵۔ ابن جریر اور قرطبی نے حضرت عطا بن رباح کی روایت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے حضرت عطا بن رباح کہتے ہیں کہ ہم ہر مسلمان کی نماز جنازہ میں شامل ہوتے تھے چاہے مرنے والا کتنا ہی بداعمال کیوں نہ ہو مگر مشرکین کیلئے ایسا نہ کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مشرکین کے لئے استغفار سے منع فرمایا تھا اور امتناع کے لئے بھی آیت حجت پیش کی یہاں تو کسی کا نام تو درکنار اشارہ بھی نہیں کیا۔ الحمد للہ کہ خاندان نبوت پر کوئی حملہ نہیں ہوا ایسی ہی روایتیں قبل ازیں بھی نقل کی جا چکی ہیں۔

۶۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں، عینی نے ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' میں اور امام احمد نے ''مسند'' میں بعض راویان سے نقل کیا ہے کہ حضورؐ اور صحابہ کرامؓ مشرکین مرنے والوں کیلئے اس خیال سے بخشش طلب کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم نے اپنے چچا آزر کے لئے دعائے مغفرت کی تھی تو اللہ تعالےٰ نے اس آیت کے حکم سے منع فرمادیا۔ لیجئے یہاں بھی خاندانِ نبوت ماشاءاللہ حملہ اغیار سے محفوظ رہا ہے۔

۷۔ ابن جریر نے تفسیر میں عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں رازی نے تفسیر کبیر میں سیوطی نے ''درمنثور'' میں امام احمد نے ''مسند'' میں قتادہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص دربار رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے آبا میں سے بعض بہت نیک کام کیا کرتے تھے اسی بنا پر میں اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت کروں کیونکہ حضرت ابراہیمؑ نے بھی اپنے باپ کے لئے دعا کی تو یہ آیت نازل ہوئی یہاں بھی خاندان رسالت کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

۸۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ترمذی نے سنن میں عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں سیوطی نے درمنثور میں امام احمد نے مسند میں قرطبی نے اپنی تفسیر میں زمخشری نے کشاف میں قاضی ثناء اللہ نے مظہری میں رازی نے کبیر میں ابن سعد نے طبقات میں اور صاحب مراح لبید نے تفسیر میں حضرت علیؑ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص اپنے والدین کے لئے بحوالہ حضرت ابرہیمؑ دعائے مغفرت کر رہا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ مشرکین کے لئے طلب مغفرت جائز نہیں۔ سبحان اللہ، خیام اہل بیت ایک طرف اور سیلاب کا رُخ دوسری طرف مڑ گیا آندھیاں ختم اہل بیت محفوظ۔

۹، ۱۰۔ نویں روایت ابن جریر و عینی عمدۃ القاری اور تفسیر کبیر میں بروایت حضرت ابن عباسؓ نقل ہے۔ جبکہ دسویں روایت ابن جریر، ابن کثیر اور دُرِ منثور میں نقل ہے دونوں روایتوں کا ملا جلا مضمون یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وَ آلہ وَسلم نے اپنی والدہ مکرمہ کی قبر شریف کی زیارت کی اجازت چاہی تو مل گئی، مگر دعائے مغفرت کی اجازت نہ ملی اس پر آپؐ کو بہت صدمہ ہوا اور سارا دن رونے میں گذار

marfat.com

آیت ماکان الخ نازل ہوئی۔

قارئین کرام! ہم نے قبل ازیں بھی عرض کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نسب عالی حضرت آدم علیہ السلام تک مومن' موحد' طاہر و مطاہر ہیں' پھر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ہے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کو راضی کردوں گا راضی ہونے کے یہ معنی تو نہیں کہ نعوذ باللہ حاکم بدہن بقول محدثین والدین........ ہوں اور نور نظر لختِ جگر شافع ثقلین مگر والدین کے معاملہ میں بے بس ہوں؟ اتنی بے بسی کہ دعا وزیارت کی اجازت نہ ملے۔ استغفر اللہ یہ تو سراسر اسلام اور ہادیٔ اسلام کی توہین اور کھلم کھلا گستاخی ہے' ہمیں سمجھ نہیں آتی' وثوق اور یقین کے ساتھ ایسی خلاف عقل روایت نقل کیسے کی جاتی ہے۔

ایمان غیرت نہیں دلاتا' غیرت رسوا نہیں کرتی علم وعرفان نفرت نہیں کرتے انسانیت جامہ چاک نہیں کرتی' رحمت للعلمین کا یہی ادب ہے' سید المرسلین کی یہی تعظیم ہے صاحب قاب قوسین کی یہی توقیر ہے؟ لی مع اللہ کا یہی عرفان ہے؟ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ کی یہ شان ہے اَسْکُنُتُ فِیْ بَیْتِ رَبِّیْ کا یہی مقام ہے کہ جس ملاں کا جب جی چاہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان اور بالخصوص عم محترم اور والدین کریمین علیہما السلام پر فتویٰ لگا دیا۔ اگر عام مسلمان کو کوئی غصے میں کہہ دے ''معاذ اللہ'' ''اوہ کافر کے بچے'' تو اس کے احساسات وجذبات کیا ہوں گے' شرم نہیں آتی وہی بات رحمت للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کہہ دیتے ہیں۔ جو بات کوئی ان پڑھ کر دے تو جہالت پر محمول کیا جائے گا مگر توہین رسولؐ کی سزا سے نہیں بچ سکے گا۔ سینکڑوں کتابوں میں لکھنے کے باوجود کتنے ''ملاں'' ہیں جن پر توہین رسول کی حد لگنا تو در کنار کوئی پوچھتا تک نہیں۔

ع: شرم تم کو مگر نہیں آتی؟

قارئینِ کرام! آیئے اب روایت کی رائے شماری کریں اور نتیجہ دیکھیں کہ کس کو کتنے ووٹ ملے اور کون کامیاب ہوا' یاد رہے کہ اس قائدے کے خلاف کامیابی ان کو ملے گی جنہیں کم ووٹ ملیں گے یہ طریقہ بھی دیکھ لیجئے۔ آیت کریمہ بقول محدثین ومفسرین تین گروہوں کے حق میں نازل ہوئیں تفصیل حسب ذیل ہے۔

ا۔ حضرت ابو طالبؓ ہیں مندرجہ بالا دس ۱۰ روایات میں سے صرف ایک روایت حضرت ابو طالبؓ کے خلاف ہے نتیجہ یہ رہا کہ کسی طرح بھی حضرت ابو طالبؓ کا کوئی تعلق اس آیت سے نہیں یہ آیت عمومی ہے ۱

marfat.com

۲۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ مکرمہ صلوٰۃ اللہ علیہا والسلامہٗ کے خلاف تین روایات ہیں دس میں سے تین متعارض ہیں جن کی کوئی وقعت نہیں لہٰذا والدین کریمین بھی مخالف تیروں کی زد میں نہیں آتے۔

۳۔ دس میں سے چھ عدد روایات وہ ہیں جنہیں بتغیر چند الفاظ یہی وضاحت ہے کہ عام صحابہؓ اپنے مشرک رشتہ داروں کے لیے مغفرت طلب کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا صحیح سلسلہ نزول یہی ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ بہت سی کتابوں میں اس آیت کا سبب نزول حضرات والدین کریمین اور حضرت ابو طالبؑ سے وابستہ کر رکھا ہے لیکن سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ مدنی آیت کا تعلق برسوں پہلے مکہ میں فوت ہونے والے خاندان نبوت کی بخشش کے منافی ہوں سوچیے تو حضرت سیدہ آمنہ صلوٰۃ اللہ علیہا وسلامہٗ کا وصال اس آیت کے نزول سے تقریباً پچپن سال قبل ۶ عام الفیل میں ہو چکا تھا۔ یہاں یہ سوال بھی اپنے اندر ایک حقیقت سموئے ہوئے ہے کہ نزول وحی سے لے کر ۹ ہجری تک تقریباً بائیس سال کے عرصہ میں کبھی زیارت نہ ہوئی ہو گی دعائے مغفرت نہ فرمائی ہوگی؟

شاباش! ایک کم عقل اَوڑ بے علم بھی یقین نہیں کرسکتا کہ اپنے مقدس ومطاہر والدین کے لئے نصف صدی سے زائد عرصہ گزرنے پر صرف دُعا کا ارادہ ہی فرمایا تھا کہ کرفیو لگ گیا۔ اسی طرح حضرت ابو طالبؑ کے وصال شریف کے بارہ سال بعد سورۂ توبہ کی اسی آیت کے ذریعے خاکم بدہن ان کو دوزخی قرار دیا گیا جبکہ اس آیت کا اطلاق خاندان نبوت کے کسی بھی فرد پر نہیں ہوسکتا ایسا عقیدہ ایذائے رسولؐ کا باعث ہے جو فعل حرام ہے اور اس معاملہ میں قرآن حکیم کا فیصلہ بڑا سخت ہے

آیت کب نازل ہوئی قارئین کرام! قرآن حکیم کا اسلوب فیصلہ ہے کہ جب کوئی معاملہ در پیش ہوتا اور لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم سے مسئلہ دریافت کرتے تو حضورؐ توقف فرماتے اور آیت نازل ہؤا کرتی تھی یہ بات تو تھی عوام الناس کی لیکن جب معاملہ کا تعلق خاندان رسالت سے ہوتا تو اکثر اس طرح ہؤا کہ واقعہ ہو جانے کے بعد وحی نازل ہوتی مثلاً چادر تطہیر اوڑھی تو آیت آئی، یتیم مسکین اور قیدی کو کھانا عطا فرمایا تو آیت آئی، انگوٹھی بخشی تو آیت آئی، خانہ کعبہ میں گفتگو ہوئی تو آیت آئی، صدقہ دیا تو آیت آئی، قرآن حکیم نازل ہوتا رہا تو صحابہ عمل کرتے رہے اہل بیت عمل کرتے رہے تو قرآن پاک بنتا گیا یہ کبھی نہیں ہؤا کہ واقعہ ظہور پذیر ہونے کے وقت سے پچپن اور ساٹھ سال بعد آیت نازل ہوئی ہو، سورہ توبہ ۹ ہجری میں غزوہ تبوک کے بعد ایک ساتھ ہی مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی اس امر کی تفصیل تھوڑی دیر بعد آیا چاہتی ہے۔

marfat.com

ا۔ ایک بار پھر قارئین کرام کی توجہ ان روایات پر دلانا مقصود ہے جو محدثین اور مفسرین کی مہربانی سے حضرت ابو طالبؑ کے خلاف ہیں۔

مزید تحقیق

بخاری مسلم وغیرہ میں آیا ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نے کلمہ نہ پڑھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا! ''اے چچا جب تک مجھے منع نہیں کیا جاتا میں آپ کے لیے استغفار کیا کرتا رہوں گا''

پھر چند دن گھر میں رہے تو یہ آیت اتری ما کان الیٰ آخر۔

دوسری روایت میں ہے کچھ دن بعد آیت نازل ہوئی ان تمام کتابوں میں یہ روایت نقل ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نے کلمہ نہ پڑھا۔ بعض مفسرین نے تو لکھا ہے ادھر حضرت ابو طالبؑ نے (بقول ان کے) جوں ہی انکار کیا تو یہ آیت آپؐ پر نازل ہوئی بہت سے مفسرین نے سرے ہی سے اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ یہ آیت حضرت ابو طالبؑ کے حق میں نازل ہوئی اس لیئے کہ پوری سورہ توبہ ۹ ہجری میں غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوئی اور حضرت ابو طالبؑ کا وصال تقریباً ۱۲، ۱۳ سال پہلے مکہ مکرمہ میں ہوا۔

عَالِم ماکَانَ وَ مَا یَکُوْن (خاکم بدہن) بے خبری ہی میں دعائیں مانگتے اور پھر روک دیئے گئے؟

ستم بالائے ستم یہ کہ حضرات والدین کریمین کے حق میں بھی آیت ذکر کی گئی ہے یہ بخاری اور مسلم جانیں کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ انہیں اس میں کیوں اتنی دلچسپی تھی، ہم اتنا ضرور جانتے ہیں کہ تحقیق کا میدان صرف خاندان نبوت ورسالت ہی کے لیئے ہموار ہوئے صدیاں بیت گئیں جن علماء کے نزدیک یہ آیت دوبارہ نازل ہوئی ان کی سوچ خام اور دعویٰ بے دلیل ہے ملاحظہ ہو۔

سورہ توبہ مدنی ہے:

عَلیٰ ھٰذَا نَا سِخَۃُ لِاَ سْتِغْفَار النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وآلہٖ وسلم فَاَ نَّہٗ اسْتِغْفَرَ لَہٗ بَعْدَ مَو تِہٖ عَلیٰ مَارُوِیَ فِی غَیْرِ الصَّحِیْح وَقَالَ الحُسَیْنَ ابْن الْفُضَلُ وَھٰذَا بَعِیْدُ لِاَ نَّ السُّو رَۃُ مِنْ اٰخِرِ مَا نَزَلَ الْقُراٰنَ وَمَاتَ اَبِیْ طَالِبُ فِیْ عُنْفُوَ اِنِ الاِسْلَامِ بِمَکَّۃِ۔ (تفسیر قرطبی ص ۲۷۳ جلد ۸)

اور یہ آیت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کے استغفار کو روکتی ہے جو حضرت ابو طالبؑ کے انتقال کے بعد فرماتے تھے مگر یہ روایت درست نہیں حسین بن فضل نے کہا یہ صداقت سے دور ہے اس لیئے کہ یہ قرآن حکیم کی آخری سورۃ ہے اور حضرت ابو طالبؑ کا وصال شریف

marfat.com

آغازِ اسلام کے زمانے میں مکہ معظمہ میں ہو چکا تھا۔

۴۔ تفسیر کشاف ۲۔۳۱۵: هذا اَصح لِاَنَّ مَوتَ ابيطَالِب قَبلَ الهجرَتِ وَهذَا اخِرُ مَا اُنزِلَ بِالمَدِينَةِ۔

''اور یہ بات بہت صحیح ہے کہ حضرت ابو طالبؑ کا وصال ہجرت سے پہلے ہوا اور یہ آیت مدینہ منورہ میں آخر میں نازل ہوئی۔

تفسیر مراح لبید

فَظَهَرَهٗ بِهذَا الاَ حبارَ اِنَّ الاٰ يَةَ نَزَلَتْ فِى اِستِغفَارِ المُسلِمِينَ لِاَ قَارِبٌ هُم المُشرِكِينَ لَا نَزَلَتْ فِى حَقِّ اَبِى طَالِب لِاَ نَّ هذَا السُّورَةُ كُلُّهَا مَدِينَةٌ نَزَلَتْ بَعدَ تَبُوكِ وَّ بَينَهَا وَبَينَ مَوتِ اَبِى طَالب نحوا اثنان عَشرَسَنَةً۔

اس آیت کے متعلق یہ ظاہر خبریں ہیں کہ اس کا نزول ان مسلمانوں کے حق میں ہے جن کے رشتہ دار مشرک تھے یہ آیت حضرت ابو طالبؑ کے حق میں نہیں نازل ہوئی حقیقت میں یہ پوری سورۃ مدنی ہے اس کے نزول اور خواجہ ابو طالبؑ کے وصال میں بارہ سال[۱۲] کا فرق ہے۔

قارئین کرام! سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۳ کے بارے میں جس قدر محکم دلائل نقل کئے گئے ہیں ان کو بغور پڑھنے کے بعد کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی بات کھل کر سامنے آ گئی آیت کا نزول عام مشرکین کے حق میں ہوا۔ حضرات والدین کریمینؑ یا حضرت ابو طالبؑ کے حالات سے اس آیت کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ ابھی تو ان راویوں کا اتا پتا نقل کرنا باقی ہے جن کے حوالجات سے خاندان مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی اور ایذا رسانی کا دروازہ کھلا ہوا ہے یہ علماء سُوء کا کردار ہے کہ جب سے اب تک سرگرم عمل ہیں،

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ با من ہر چہ کرد آں، آشنا کرد

◆❖◆❖◆

حضرت ابو طالبؑ قصرِ رسالت کی سیسہ پلائی ہوئی حفاظتی فصیل ہیں حضرت ابو طالبؑ نے اس عہد و پیمان کی عملی تصویر بن کر دنیا کو دکھا دیا مؤرخین سے لکھوا دیا کہ ابو طالبؑ عزتِ رسول کے لئے قربان ہو جانے کا نام ہے۔

marfat.com

روح البیان

صاحب تفسیر روح البیان نے وضاحت کی ہے کہ بعض لوگ اس بات کو جائز جانتے ہیں کہ ایک ہی آیت دو بار نازل ہوئی یعنی پہلے والدہ مکرمہ کے بارے میں اور پھر محترم چچا کے حق میں۔ یعنی ان دونوں حضرات کا زمانہ وصال الگ الگ ہے۔

مفسر نے یہ تو بعض لوگوں کی بات بیان کی اب اپنے ضمیر کی آواز ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں یَقُوْلُ الْفَقِیْرُ فقیر (مفسر) کہتا ہے خدا اس سے چشم پوشی فرمائے کہ اگر آیت کا نزول اور والدہ محترمہ کے لئے دعا پہلی بات ہو تو جناب رسول اللہ نے اپنے چچا کے لئے اتنی مدت کیوں دعائیں مانگیں؟ جبکہ یہ ثابت ہے کہ نزول کے اعتبار سے یہ قرآن حکیم کی آخری سورۃ ہے اور دونوں استغفاروں میں مطابقت ہی ممکن نہیں۔ (صرف اردو ترجمہ پر اکتفا کیا ہے (روح البیان ۴۵۵ جلد ۲)

قارئین کرام کے لئے مقام فکر ہے کہ اکثر مفسرین نے اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے کہ یہ آیت دس بارہ سال بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی۔ حضور کے والدین کریمین یا محترم چچا سے اس آیت کا کوئی تعلق نہیں۔

علامہ رازی کا بیان

قَالَ الْوَاحِدِیُّ قَدِاسْتَبْعَدَ الْحُسَیْنُ الْفَضْلِ لِاَنَّ هٰذِهِ السُّوْرَةُ مِنْ اٰخِرِ الْقُرْاٰنِ نُزُوْلًا وَ وَفَاةُ اَبِیْطَالِبِ کَانَتْ بِمَکَّةَ (تفسیر کبیر ص ۲۰۸ جلد ۱۹ تہران)

واحدی کہتے ہیں حسین بن فضل نے اس بات کو بعید از واقعات جانا ہے۔ اس لئے یہ سورۃ مبارکہ بلحاظ نزول قرآن حکیم کی آخری سورۃ ہے۔ (مدنی سورۃ ہے) اور حضرت ابو طالبؑ کی وفات مکہ مکرمہ میں ہو چکی تھی۔ اس کے بعد امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے۔

اِنَّمَا ظَهَرَ فِیْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ فَلَمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ کَانَ یَجُوْزُ لَهُمْ اَنْ یَسْتَغْفِرُوْا الْاَبَوْبُهُمْ مِنَ الْکَافِرِیْنَ (کبیر ۲۰۸ جلد ۱۶)

رازی نے اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ یہ اُن مسلمانوں کے حق میں ہے جو اپنے مُشرک والدین کے لئے استغفار جائز سمجھتے تھے۔ کمالین علی الجلالین ص ۳۱۰ جلد ا پر وہی روایت نقل ہے جو حسین بن فضل کے طریقے سے تفسیر کبیر کی عبارت میں گذر چکی ہے۔

marfat.com

روح المعانی

لِاَنَّ هٰذا السُّوْرَةُ مِنَ اٰخِرِ قُرْاٰنِ نُزُوْلًا وَ وَفَاۃُ اَبِیْطَالِبِ کَانَتْ بِمَکَّۃَ فِیْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ۔ (رُوح المعانی ص ۹۲ جلد ۱۰ اتہران)

بے شک یہ سورۃ مبارکہ قرآن حکیم کے آخر پر نازل ہوئی ہے اور حضرت ابوطالبؑ کی وفات شروع زمانۂ اسلام میں مکہ مکرمہ میں ہو چکی تھی۔

روض الانف

وَ ذَکَرَ قَوْلَ اللّٰہِ تَعَالٰی مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْالِلْمُشْرِکِیْنَ وَقَدِ سْتَغْفَرَ عَلَیْہِ السَّلَامُ یَوْمَ اُحَدٍ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِ نَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ وَ ذَالِکَ حِیْنَ جَرَحَ الْمُشْرِکُوْنَ وَجْھَہٗ وَ قَتَلُوْا عَمَّہٗ وَ کَثِیْراً مِّنْ اَصْحَابِہٖ ۱ وَلَا یَصِّحُ اَنْ تَکُوْنَ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِیْ عَمِّہٖ کَانَتْ قَبْلَ ذَالِکَ بِمَکَّۃَ وَّلَا یَنْسَخُ الْمُتَقَدِّمَ الْمُنَاخِرَ۔ وَ قَدْ اُجِیْبَ عَنْ ھٰذَا السُّوَالِ بِاَجُوْبَۃٍ وَقِیْلَ اسْتِغْفَارُ لِقَوْمِہٖ مَشْرُوْطٌ بِتَوْبَتِھِمْ مِنَ الشِّرْکِ کَانَّہٗ اَرَادَ الدُّعَاءَ لَھُمْ بِالتَّوْبَۃِ حَتّٰی یَغْفِرْلَھُمْ وَ یَقْوِیْ ھٰذا الْقَوْلُ وَذَکَرَ ھَا اِبْنِ اِسْحٰقَ۔ وَ ھُوَ اَنْ تَکُوْنَ الْاٰیَۃَ تَاخَرَ نُزُوْلُھَا نَنَزَلَتْ بِالْمَدِیْنَۃِ۔ ﴿روض الانف سہیلی ص ۲۵۸ مطبوعہ مصر﴾

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا ذکر بیان ہوا یعنی ماکان الی آخر؛ بے شک اُحد کے دن حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔ یا اللہ! میری قوم کو معاف فرمادے یہ جانتے نہیں۔ یہ اس وقت فرمایا! جب مشرکین نے آپ کے چہرہ انور کو زخمی کیا، آپ کے چچا حضرت حمزہ ؑ کو شہید کیا اور بہت سے صحابہ کو بھی شہید کیا اور یہ درست نہیں کہ یہ آیت حضرت ابوطالبؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے یہ آیت تو وہ ہے جو اُحد کے دن کے استغفار کو منسوخ کرتی ہے کیونکہ آپ کے چچا حضرت ابوطالبؑ کا وصال اس سے پہلے مکہ مکرمہ میں ہو چکا تھا اور مقدم مؤخر کا ناسخ نہیں ہو سکتا یعنی جو حکم پہلے آچکا ہو وہ بعد میں آنے والے کو منسوخ نہیں کر سکتا۔

اس سوال کے کئی جواب ہیں، بعض کا قول ہے کہ آپ کی قوم کے لئے دعائے استغفار ان کی شرک سے توبہ کے ساتھ مشروط ہے یعنی ان کی توبہ کے لئے دعا کا ارادہ فرمایا، تاکہ اللہ تعالےٰ انہیں بخش دے۔ اس نظریئے کو ابن اسحٰق کے اس قول سے تقویت ملتی ہے کہ یہ آیت کریمہ آخر میں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔

marfat.com

قاضی دحلان اسنی المطالب

اِنَّمَا نَزَلَتْ فِیْ اَسْتِغْفَارِ النَّاسِ اٰبَاءِ لِھِمُ الْمُشْرِکِیْنَ لَا لِاَ بِیْ طَالِبْ۔

"بے شک یہ آیت مبارکہ ان لوگوں کے لیے نازل ہوئی ہے جو اپنے مشرکین آباؤ اجداد کے لئے استغفار کرتے تھے اور یہ آیت حضرت ابوطالبؑ کے حق میں نہیں نازل ہوئی۔ ﴿اسنٰی المطالب فی نجات ابوطالب، قاضی دحلان ص ۷، مصر﴾

علامہ قسطلانی

وَاُسْتُشْکِلَ ھٰذَا اَبَانَ وَفَاۃُ اَبِیْطَالِبٌ وَقَعَتْ قَبْلَ الْھِجْرَۃِ بِغَیْرِ خلافٍ (الخ) وَفِیْ ذَالِکَ دَلَالَتٌ عَلٰی فَاٰخِرُ نُزُوْلِ الْاٰیَۃِ عَنْ وَفَاتِ اَبِیْ طَالِبٍ وَالْاَصْلُ عَدَمُ تَکْرَارِ النَّزُوْلِ۔ (ارشاد الساری قسطلانی ص ۲۲۶ جلد ۷ منار الایمان ۲۸۸ جلد ۸)

"اور یہ بات مشکل ہے کیونکہ حضرت ابوطالبؑ کی وفات کا واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے اور بغیر اختلاف کے مکّہ کا واقعہ ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وفات حضرت ابوطالبؑ نزولِ آیت کے بعد کا واقعہ ہے اور یہ ہے کہ عدم تکرار نزول ہے۔ بعض کے نزدیک یہ آیت کریمہ دوبارہ نازل نہیں ہوئی۔

قارئین کرام! جن مفسرین نے بخاری و مسلم کی روایت کو مرچ مصالحہ لگا کر حضرت ابوطالب کے عدم ایمان پر روایتوں کے پہاڑ کھڑے کئے تھے۔ انہی مفسرین کی اپنی کتابوں میں سے بیس سے زائد دلائل و شواہد پیش کئے گئے ہیں۔ جو اس امر پر نا قابل تردید حقائق ہیں کہ سورہ توبہ کی آیت ۱۱۳ عام لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے ہر معتبر مفسر اور محقق نے لکھا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ سے اس آیت کا دور کا واسطہ بھی نہیں۔ اگر ایک روایت کے مقابلہ میں صرف ایک ہی روایت ہو تو بھی روایت کا زور ٹوٹ جاتا ہے جب بیسیوں مزید روایات تردید کریں تو پھر ضد اور ہٹ دھرمی ہی کارفرما ہوتی ہے۔

شیخ عبدالحق

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ زَارَ رَسُوْلُ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰیْ عَلَیْہِ وآلہٖ وسلم قَبْرَ اُمُّہٗ فَبَکٰیْ وَاَبْکٰی مَنْ حَوْلَہٗ۔

زیارت کرد آن حضرت قبر مادر خود را بس گریہ کرد و گریانید کسے را کہ گرد آنحضرت ایستادہ بودند یعنی چندان گریہ کرد و بگریہ انیز تاثیر کرد دیگر یہ او در گریہ در آمدند۔

فَقَالَ اَسْتَاذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرُ لَھَا پس گفت طلب اذن کردم پروردگار خود را

marfat.com

درآنکہ طلب تو مرزیدن کنم برائے مادر خودرا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِی پس اذن کردہ نشد مرا فَاسْتَأْذَنْتُہٗ فِی اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَھَا پس طلب اذن کردم پروردگارر ادران کہ زیارت کنم قبر مادررا۔ فَاَذِنَ لِیْ پس اذن دادہ شد مرا۔ فَزُوْرُوْا الْقُبُوْرَ۔ پس زیارت کنید قبر ھارا۔ فَاِنَّھَا تُذَکِّرُ الْمَوْتَ۔ زیرا کہ قبرہا یاد میدہند موت را۔ (رواہ مسلم)

برآنکہ ذکر کردہ شدہ درین حدیث وامثال وے طریقہ متقدمین است۔ وبعضے از ایشان میگویند کہ درین باب نازل شدہ است قول وے سبحانہٗ وتعالےٰ۔ مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ وَلَوْ کَانُوْا اُوْلِیْ قُرْبٰی۔ وَ قَوْلِ وے سُبْحَانَہٗ وَ تَعَالٰی۔ وَ لَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ۔ برقرأت معلوم۔ وَاَمَّا متاخرین۔ پس تحقیق اثبات کردہ اند اسلام والدین بلکہ تمامہ آباوامہات آن حضرت صَلَّی اللّٰہُ تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ را تا آدمؑ۔ وایشان رادر اثبات آن سہ طریقہ است۔ یا ایشان بردین ابراہیمؑ بودہ اند یا آنکہ ایشان رادعوت نرسیدہ ومردہ کہ در زمان فترت بودہ ومردند پیش از نبوت۔ یا آنکہ زندہ گردانید خدائے تعالےٰ ایشان رابر دست آن حضرت وبد عائے وے پس ایمان آوردند۔ وحدیث احیائے والدین اگر چہ درحد ذات خود ضعیف لیکن تصحیح و تحسین کردہ اند آن رابتعدد طرق۔ واین علم گویا مستور بود از متقدمینؒ پس کشف کرد آن را حق تعالےٰ بر متاخرین۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ تَشَاءُ بِمَا شَاءَ مِنْ فَضْلِہٖ

وشیخ جلال الدین سیوطیؒ رسائل تصنیف کردہ اندو آن رابدلائل اثبات نمودہ۔ واز شبہ مخالفان جواب دادہ۔ واگر آن رانقل کنیم سخن دراز گردد۔ وہم درآن جابا یدنگریست و اللّٰہُ اَعْلَمُ۔ (اشعۃ اللمعات ص ۷۶۴ فارسی طبع پشاور)

❀❀❀

حضرت ابوہریرہؓ

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی والدہ مکرمہ سلام اللہ علیہا کی قبر شریف کی زیارت کی اور بہت روئے آپ کے رونے سے آپ کے ساتھ صحابہ کرام بھی جو اس وقت وہاں موجود تھے رونے لگے اور فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی ماں کی مغفرت کے لئے اجازت مانگی لیکن نہ ملی اور پھر میں نے قبر کی زیارت کی اجازت مانگی تو زیارت کی اجازت مل گئی اور عام لوگوں کو قبروں کی زیارت کی اجازت ہوگئی اور فرمایا کہ قبروں کی زیارت کیا کرو کیونکہ اس سے موت یاد آتی ہے۔ مسلم نے روایت کیا۔

شیخ عبدالحق محدث فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں یہ متقدمین کے

marfat.com

طریقے ہیں ان میں سے بعض کا کہنا ہے کہ اس سلسلے میں یہ آیت نازل ہوئی مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ ۔اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ تمہیں جہنمیوں کے بارے میں نہیں پوچھا جائیگا تو اس قرآت پر معلوم ہوتا ہے کہ علماء متاخرین تحقیق کے اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ حضورؐ کے تمام آباؤ اجداد اور امہات کرام اہل اسلام میں سے تھے۔

۴ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک آپؐ کے چچاؤں کے بارے میں تین روایتیں ہیں۔

نمبرا۔ یہ کہ وہ دین ابراہیمی پر تھے۔

نمبر۲۔ یہ کہ ان کو کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی تھی اور وہ زمانہ فترت میں فوت ہو چکے تھے حضورؐ کی نبوت سے پہلے۔

نمبر۳۔ یہ کہ وہ سب زندہ کیئے گئے ان سب کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کیا اور وہ حضورؐ پر ایمان لائے۔

اگر چہ یہ حدیث ضعیف ہے لیکن بار بار آنے سے حسن اور صحیح کے درجہ کو پہنچ چکی ہے مختلف طریقوں سے روایت ہوئی ہے گویا یہ علم علماء متقدمین سے پوشیدہ رہا اور اللہ تعالیٰ نے متاخرین پر کشف کر دیا اور اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص فرمالیتا ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطی نے بہت سے رسالے تصنیف کئے ہیں جن میں پختہ دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضورؐ کے آباؤ اجداد مومن تھے۔اور مخالفین کو خوب جواب دیئے ہیں۔یہاں بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔یہی بیان ''الوفا'' میں بھی نقل ہے۔یہ تمام دلائل وشواہد اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ خواجہ ابو طالبؑ سے منسوب قرآنی آیات کا تعلق مشرکین سے ہے۔حضرت ابو طالبؑ مومن ہیں۔

خلاصۂ کلام

قارئین کرام کی خدمت عالیہ میں گزارش ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذوالاحترام والدین کریمین اور محترم چچا ابو طالبؑ کے خلاف صحیح بخاری ومسلم کی حدیثوں کو بنیاد بنا کر جن محدثین ومفسرین نے عدم ایمان پر روایات کے قلعے تعمیر کئے تھے' انہی علماء اور کچھ دوسروں نے تردیدی روایات سے ان قلعوں کو مسمار کر کے یہ شواہد و دلائل مہیا کئے ہیں کہ سورۃ انعام،سورۃ توبہ اور سورۃ قصص کی آیات کا تعلق والدین کریمین یا ابو طالبؑ سے نہیں بلکہ ہر سہ آیات اپنے سیاق وسباق سمیت عمومی حیثیت کی ہیں' جیسے کے ہر سہ آیات کے تعارف وتشریح میں عرض کیا جا چکا ہے۔

الحمدللہ کہ ان ذوات مقدسہ کی کرامات وبرکات سے مخالفین کا کیا کرایا دھرا رہ گیا جنکے فتوے

marfat.com

اور تصانیف مشہور و معروف ہیں اور ان کے جبہ و دستار کے بوسے لئے جاتے تھے، سب کچھ کالعدم اور بے اثر ثابت ہوا۔ جن روایات پر گھمنڈ تھا وہ صداقت کے تھپیڑوں کا شکار ہو گئیں۔

اندھوں نے کبھی یہ نہ سوچا کہ سرکار ابدقرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں رَبِّ جْعَلْنِیْ اِلٰی اخر دعا پڑھتے اور کیا کبھی رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَ لِوَالِدَیَّ کو ترک فرمایا۔ جب بقول راویان کے والدین کریمین کی دعائے مغفرت سے منع فرما دیا تھا پھر والدین کریمین کے لئے دعائیں مانگنے سے کیا فائدہ؟ لہٰذا یہ روایتیں نہیں بلکہ افوائیں ہیں جو خاندان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف اڑائی جاتی رہی ہیں۔

حضور سرور کائنات پانچ فرض نمازوں اور نوافل نمازوں میں قرآنی دعا رب جعلنی الی اخر پڑھتے رہے کیا والدین کریمین علیہما السلام کے حق میں قبول نہ ہوئیں؟ جبکہ ہر نبی مجیب الدعوات ہے۔ پھر آپ تو محبوبِ خدا ہیں اور آپ کی شان جلیلہ تو فہم ادراک سے بالا ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

صَلُّوْا عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ اَجْمَعِیْنَ

۳۔ آیت گریز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّسْتَمِعُ اِلَیْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَفِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ یَّرَوْا كُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْكَ یُجَادِلُوْنَكَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ وَهُمْ یَنْهَوْنَ عَنْهُ وَیَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ یُّهْلِكُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ۔

ترجمہ: ''ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تمہاری بات سنتے ہیں مگر حال یہ ہے کہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں جنکی وجہ سے وہ ان کو کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے کانوں میں گرانی ڈال دی ہے کہ (سب کچھ سننے پر بھی کچھ نہیں سنتے) وہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ حد یہ ہے کہ وہ جب تمہارے پاس آ کر تم سے جھگڑتے ہیں تو ان میں سے جن لوگوں نے انکار کا فیصلہ کر لیا ہے وہ ساری باتیں سننے کے بعد بھی یہی کہتے ہیں کو یہ ایک داستان پارینہ کے سوا کچھ نہیں۔ وہ اس امر حق کو قبول کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں (وہ سمجھتے ہیں کہ اس حرکت سے وہ تمہارا کچھ بگاڑ رہے ہیں) حالانکہ در اصل وہ خود اپنی ہی تباہی کا سامان کر رہے ہیں

marfat.com

ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں ہے"

تفسیر

صاحب تفسیر نے ان آیات کی تشریح اس طرح لکھی ہے۔

یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ قانون فطرت کے تحت جو کچھ دنیا میں واقع ہوتا ہے۔ اسے اللہ تعالےٰ اپنی طرف منسوب فرماتا ہے کیونکہ دراصل اس قانون کا بنانے والا اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ اور جو نتائج اس قانون کے تحت رونما ہوتے ہیں وہ سب حقیقت میں اللہ تعالےٰ کے اذن وارادہ کے تحت ہی رونما ہوا کرتے ہیں۔ ہٹ دھرم منکرین حق کا سب کچھ سننے پر بھی کچھ نہ سننا اور داعی حق کی کسی بات کا ان کے دل میں نہ اترنا ان کی ہٹ دھرمی اور تعصب اور جمود کا فطری نتیجہ ہے۔ قانون فطرت یہی ہے کہ جو شخص ضد پر اتر آتا ہے اور بے تعصبی کے ساتھ صداقت پسند انسان کا سارویہ اختیار کرنے پر تیار نہیں ہوتا اس کے دل کے دروازے ہر اس صداقت کیلئے بند ہو جاتے ہیں جو اس کی خواہشات کے خلاف ہو۔ اس بات کو جب ہم بیان کریں گے تو یوں کہیں گے کہ فلاں شخص کے دل کے دروازے بند ہیں اور کسی بات کو جب اللہ تعالےٰ بیان فرمائے گا تو یوں فرمائے گا کہ اس کے دل کے دروازے، ہم نے بند کر دیئے ہیں۔ کیونکہ ہم صرف واقعہ بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالےٰ حقیقت واقعہ کا اظہار فرماتا ہے۔

نادان لوگوں کا عموماً یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص انہیں حق کی طرف دعوت دیتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تم نے نئی بات کیا کہی یہ تو سب وہی پرانی باتیں ہیں جو ہم پہلے سے سنتے چلے آرہے ہیں۔ گویا ان احمقوں کا یہ نظریہ ہے کہ کسی بات کے حق ہونے کے لئے اس کا نیا ہونا بھی ضروری ہے اور جو بات پرانی ہے وہ حق نہیں ہے۔ حالانکہ حق ہر زمانے میں ایک ہی رہا ہے اور ہمیشہ ایک ہی رہے گا۔ خدا کے دیئے ہوئے علم کی بنا پر جو لوگ انسانوں کی رہنمائی کیلئے آگے بڑھے ہیں وہ سب قدیم ترین زمانے سے ایک ہی امر حق کو پیش کرتے آئے ہیں اور آئندہ بھی جو اس منبع علم سے فائدہ اٹھا کر کچھ پیش کرے گا۔ وہ اسی پرانی بات کو دہرائے گا البتہ نئی بات صرف وہی لوگ نکال سکتے ہیں جو خدا کی روشنی سے محروم ہو کر ازلی وابدی حقیقت کو نہیں دیکھ سکتے اور اپنے ذہن کی اُپج سے کچھ نظریات گھڑ کر انہیں حق کے نام سے پیش کرتے ہیں اس قسم کے لوگ بلاشبہ ایسے نادرہ کار ہو سکتے ہیں کہ وہ بات کہیں جو ان سے پہلے کبھی دنیا میں کسی نے نہ کہی ہو۔ (تفہیم القرآن)

قارئین کرام! یہ وہی آیت اور اس کے ماقبل مابعد کی آیات ہیں جنکے بارے میں ہر لنگڑے لولے علم اور عقل والا خاندان نبوت سے عداوت رکھنے والا لکھتا ہے نزلت فی ابی

marfat.com

طالبؑ ۔فی الحقیقت آیت زیر بحث اپنے سے پہلی آیات سے ملکر مطالب بیان فرماتی ہے اور بعد کی آیت نمبر ۳ تک مفہوم ومقصد مشترک ہے۔

صاحب تفسیر نے سیر حاصل بحث نقل کی ہے مگر سردار عرب سیدنا حضرت ابوطالبؑ کی طرف آیت کے نزول کا ذکر تو درکنار' اشارہ تک بھی نہیں کیا۔اور ذکر یا اشارہ ہوتا بھی کیوں؟ جبکہ ان تینوں آیات میں کفارومشرکین کے رویے اور عمل وکردار کا واضح ذکر ہے۔یونہی حضرت ابوطالبؑ کا نام لینا آسان بھی ہے اور ان کی دلی خواہش کا تقاضا بھی۔

سردار نبو ہاشم کو خدا تعالےٰ نے وہ کچھ عطا فرمایا جس پر زمانہ رشک کرتا ہے۔یہ سعادت کس کونصیب ہوئی کہ بحیثیت مجموعی مدت پورے باون ۵۲ سال شب وروز دیدار پرانوار اور مقدس صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے؟

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن توچیزے دیگری

''بروئے قرآن حکیم نسبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ازواج مطہرات مدارج مراتب کے اعتبار سے تمام عورتوں سے افضل ہیں ماسوائے بنت رسول صلوات اللہ علیہا کے۔ یہ بے مثلی نسبت رسول کی صحبت سے تھی جو چیز بھی آپ سے کوئی نسبت رکھتی ہے وہ قابل احترام ہے۔

اگر در مکہ مقام ابراہیمؑ است ازاں بہ مدینہ کہ جائے محمدؐ ایست

صاحب تفسیر نے اتنی لمبی تشریح قلمبند کرنے کے باوجود حضرت ابوطالبؑ کا نام تک نہیں لیا۔اسی وجہ سے کہ آیت وَهُمْ يَنْهَوْنَ حضرت ابوطالبؑ کے حق میں نہیں نازل ہوئی بلکہ عام کفارومشرکین کے حق میں نازل ہوئی تھی جیسے کہ دیگر معتبر تفاسیر میں بھی نقل ہے۔تفسیر جلالین اور دوسری تفاسیر میں قول اول یہی ہے جبکہ حضرت ابوطالبؑ مومن' صحابی اور عاشق وجان نثار رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

تب وتاب بتکدہ عجم نرسد بسوز وگداز من کہ بیک نگاہ محمد عربی گرفت حجاز من

شعر میں ایک نگاہ بے کس نیاز کا ذکر ہے۔جس پر بیالیس سال کا عرصہ مقدس نگاہیں مرکوز رہی ہوں اس کے نصیب اور مقدر کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

ہم قبل ازیں بھی عرض کر چکے ہیں کہ مندرجہ بالا آیات میں کسی طریقے سے بھی حضرت ابوطالبؑ اس آیت کے مصداق نہیں جو آپ سے منسوب کی جاتی ہے۔وہ بھی آیت کا صرف ایک ٹکڑا۔یہ ہرسہ ۳ آیات کفارومشرکین کے بارے میں ہیں۔ان آیات میں واضح ہے کہ کفار جب بھی آپ کے حضور حاضر ہوتے ہیں۔دین حق پر اعتراض کرتے ہیں آپ سے جھگڑا تنازعہ کرتے ہیں۔

marfat.com

دین کو پرانے قصے کہتے ہیں۔ لوگوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے دور رکھنے کی کوششیں کرتے ہیں اور خود بھی دین حق اور رسولؐ اسلام سے دور بھاگتے ہیں۔

زمانہ گواہ اور تاریخ شاہد ہے کہ ابوجہل اور اس کے ساتھی مقامی اور باہر سے آنے والے کسی بھی فرد یا گروہ کو دربار رسالت سے دُور رکھنے کی کوشش میں مصروف رہتے تھے اور قربت رسالت اور سماعت قرآن حکیم سے دُور بھاگتے تھے۔

سبحان اللہ! کیا خوب تفسیر کی ہے۔ دوست دشمن گواہ ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان بے پناہ محبت و دوستی تھی۔ ایک لمحہ کی جدائی بھی گوارا نہ تھی حالات کا تقاضا بھی یہی تھا کیونکہ سفر و حضر میں حضرت ابوطالبؑ نے حیران کن معجزات و علامات نبوت کا بچشم خود مشاہدہ فرمایا تھا۔

آیت کا جو ٹکڑا حضرت ابوطالبؑ سے بجبر و اکراہ منسوب کیا جاتا ہے اس میں دو ہی باتیں ہیں نا یعنی مشرکین خود بھی دور بھاگتے تھے اور لوگوں کو بھی قریب آنے سے روکتے تھے حضرت ابوطالبؑ نے تمام قبائل کو بار بار دعوت دی کہ دین حق کی حمایت اور حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اور اتباع کریں۔ شب و روز بیالیس سال صحبت مقدسہ سے مشرف و مستفید رہے بنی ہاشم کو سختی سے حکم فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کی پیروی کریں اسی میں نجات ہے اپنے فرزندوں کو حفاظت و نصرت کے فرائض سونپے۔

ایک لمحہ کے لئے جدا ہوئے نہ غافل۔ شعب ابی طالبؑ میں شام ہوتے ہی تلوار سنبھال پہرہ دینے لگتے۔ افسوس صد افسوس ہے حدیثیں گھڑنے اور گھڑوانے والوں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین بچے نہ محترم و شفیق چچا۔

ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان مادر معاویہ نے ابوا شریف میں پہنچ کر کہا تھا کہ جو آدمی حضرت سیدہ آمنہ صلوات اللہ علیہا کی قبر اطہر کو ملیامیٹ کرے گا میں اس کی ہر خواہش پوری کروں گی مگر اس کی اپنی ہی خواہش پوری نہ ہوئی۔ لہٰذا اس آیت یا دوسری آیات کا حضرت ابوطالبؑ کے حالات سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

ابن عباس

وَهُوَ اَبُو جَهْلُ وَ اَصْحَابِهٖ يَنْهَوْنَ عَنْهُ عَنْ مُحَمَّدٍ وَالْقُرْآنِ يَمْنَعُوْنَ عَنْهُ وَ يَتَبَاعِدُوْنَ وَ يُقَالُ هُوَ اَبُوْ طَالِبُ كَانَ يَنْهَى النَّاسَ عَنْ اَذَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ وَلَا يَتَابِعَهٗ (ص ۸۵)

marfat.com

ابوجہل اور اس کے ساتھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور قرآن حکیم پر ایمان لانے اور اتباع سے روکتے تھے اور خود بھی دور رہتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ وہ ابوطالبؑ ہیں جو لوگوں کو ایذائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تو روکتے تھے مگر خود اتباع نہ کرتے تھے۔

غور وفکر اور انصاف کی ضرورت ہے کہ بقول مفسر اس آیت میں کفار ومشرکین مکہ کے سردار ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کی اسلام دشمنی کا ذکر ہے اور تمام صیغے جمع کے استعمال ہوئے ہیں پھر دنیا میں کوئی ایسی گواہی نہیں کہ حضرت ابوطالبؑ نے دین اسلام کی حقانیت سے کبھی اعراض کیا ہو۔ اس عاشق صادق نے تو ساری زندگی حضور نبی الرحمۃ کی حمایت ونصرت میں گذار دی۔ بھلا کسی دوسرے کو بھی ایسی مبارک زندگی نصیب ہوئی جو آخری دم تک عشق رسول کی نذر ہوتی رہی۔

ادھر ادھر سے گھر کر پھر حضرت ابوطالبؑ کی ذات مقدس کو موضوع روایات کا نشانہ بنایا جاتا ہے اس لئے کہ وہ والد علی مرتضےٰ علیہ السلام تھے۔ آیت میں دین سے منع کرنے والے اور دور رہنے والے تو ایک طبقہ کے لوگ ہیں جو گروہ کفار کا ہے۔ ابوطالبؑ تو ایک ہی شخص کا نام ہے ایک آدمی کا فعل بھی واحد صیغہ میں بیان کیا جاتا ہے ضد کی بات اور ہے حقیقت اور ہے۔

پورے عرب کا مقابلہ کرنے والے تو حضرت ابوطالبؑ اور (معاذ اللہ) جہنم میں بھی وہی جائیں۔ جو اسلام کا قلعہ بنا وہی مجرم ٹھہرا استغفر اللہ۔

جلالین

وَهُمْ يَنْهَوْنَ النَّاسَ (عَنْهُ) عَنْ اِتِّبَاعِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ (وَيَنَاؤْنَ) يَتَبَاعِدُوْنَ (عَنْهُ) فَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقِيْلَ نَزَلَتْ فِيْ اَبِيْ طَالِبٍ كَانَ يَنْهٰى عَنْ اَذَاهُ وَلَا يُؤْمِنُ بِهٖ۔

اور وہ لوگوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع سے منع کرتے ہیں اور اپنے آپ کو بھی دور رکھتے ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوطالبؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے اس لئے کہ وہ لوگوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دینے سے روکتے تھے اور خود ان پر ایمان نہیں لائے۔

اس آیت کی تشریح میں بھی متن کی طرح جمع کے صیغے ہی استعمال ہوئے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع سے لوگوں کو روکنے والے بھی کافر تھے اور دور رہنے والے بھی وہی لوگ تھے حضرت ابوطالبؑ کو بیچ میں لانے والے وہی لوگ ہیں جنھوں نے نوے سال تک خاندان نبوت پر

سب وشتم کیا۔

تفسیر خازن

وَهُم يَنْهَوْنَ عَنْهُ يعني يَنْهَوْنَ النَّاس عَنْ اِتِّبَاعِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَ يَنْوَنَ عَنْهُ يعني يَتَبَاعِدُوْنَ عَنْهُ بِاَنْفُسِهِمْ۔ نَزَلَتْ فِيْ كُفَّارِ مَكَّةَ كَانُوْا يَمْنَعُوْنَ النَّاسَ مِنَ الْاِيْمَانِ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِجْتِمَاعِ بِهٖ وَ يَنْهَوْنَهُمْ عَنْ اِسْتِمَاعِ الْقُرْآنِ (تفسیر خازن ص ۱۰ جلد ۲)

"یعنی وہ کفار لوگوں کو اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روکتے تھے اور خود بھی دور بھاگتے تھے۔ یہ آیت کریمہ کفار مکہ کے بارے میں نازل ہوئی (کیونکہ) وہ لوگوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور قرآن پاک سننے سے منع کیا کرتے تھے۔

وَيَنْهَوْنَ عَنْهُ يَنْهَوْنَ النَّاسَ عَنِ الْقُرْآنِ اَوْ عَنِ الرَّسُوْلِ وَاتِّبَاعِهٖ وَالْاِيْمَانَ بِهٖ وَيَنْئَوْنَ عَنْهُ وَ يَبْعُدُوْنَ عَنْهُ بِاَنْفُسِهِمْ۔ (تفسیر نسفی مطبوعہ بیروت ص ۶ جلد ۲)

"اور لوگوں کو قرآن یا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے سے منع کرتے تھے اور خود بھی ایسا کرنے سے دور بھاگتے تھے۔

قارئین کرام! دو معتبر مفسرین کی تفسیروں کو غور سے پڑھیئے۔ انصاف کی کہیے ان تفاسیر میں حضرت ابو طالبؑ کی طرف کہیں ادنیٰ سا اشارہ بھی ہے؟ جہاں جی چاہا حضرت ابو طالبؑ کا نام لکھ دیا۔ ہم نے قبل ازیں بھی عرض کیا ہے کہ اس آیت سے پہلی اور بعد کی آیات کا مربوط مطلب بیان ہوا ہے بیچ میں (آردنہ ماند) حضرت ابو طالبؑ کا اسم گرامی ٹھونس کر تعصب کو تازہ کرنے کی ناکام کوشش ہی نہیں کی بلکہ کلام اللہ شریف کی تفسیر سے انحراف بھی کیا ہے۔ کتب احادیث میں شاید ہی کہیں اس روایت کا تذکرہ ہو البتہ بعض مفسرین نے دو قول نقل کئے ہیں۔ جن میں پہلا قول تو درست البتہ دوسرے قول کے ذریعے تعصب کا پہلو نمایاں کیا ہے۔

حضرت ابو طالبؑ سے منسوب ہر سہ آیات والی روایات کا تیسرا ستون بھی دھڑام سے زمین بوس ہو گیا جیسے کہ دو کا حشر ہوا تھا۔ جو لوگ بدنیتی اور تعصب سے حضرت ابو طالبؑ کی توہین کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بلاشک وشبہ ایذائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارتکاب کرتے ہیں سورہ توبہ اور

marfat.com

سورہ احزاب کی آیات اس امر پر صریح حجت ہیں۔ مگر جہاں آل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم وستم روا ہو جہاں اولاد رسولؐ کو قید کرنا انتظام حکومت میں شمار ہو جہاں غیر کفو میں اولادِ رسول کے نکاح جائز قرار دیئے گئے ہوں جہاں تمام اہل بیت پر سر عام اور تمام جامع مساجد میں سب وشتم اور توہین آمیز کلمات جز وعبادت ہوں۔ وہاں حضرت ابوطالبؑ کے ایمان وایقان اور عشق ومحبت پر ڈاکہ زنی کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیا یہ سب کچھ نہیں ہوا جو اوپر عرض کیا گیا ہے؟ پھر کمال تو یہ ہے کہ عباسی خارجی اور اس کی طفیلی ذریت نے تو سرے سے واقعہ کربلا کا انکار کر دیا ہے۔ نیز شہزادگان ذوالاحترام کے بارے میں جو توہین وتحقیر کی شیطان بھی کان پکڑتا ہے۔

جب معیار ایمان کا دارومدار محبت واتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ہے تو پھر آپؐ کو مَا لَا یَطَاقُ ایذا دینے والے کس کی امت میں شمار اور محشور ہوں گے؟

بہ مصطفےٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست اگر باو نرسیدی تمام بولہبی است

زیب عنوان آیت کسی طرح بھی خواجہ ابوطالبؑ کے حق میں ثابت نہیں۔ بلکہ ہر سہ آیات کا مفہوم مشترکہ طور پر کفار ومشرکین کے حالات سے متعلق ہے۔ ہم نے جو کچھ لکھا ہے دلائل سے لکھا ہے۔ اگر ایک روایت خلاف ابوطالبؑ ہے تو دس پندرہ موافق احوال ہیں۔ تو قابلِ اعتماد ایک ہوگی کہ دس پندرہ؟

تفسیر حسینی

وَهُمْ وایشان یعنی کافران یَنْهَوْنَ عَنْهُ باز میدارند مردمان را از ایمان برسولؐ وَ یَنْئَوْنَ عَنْهُ و دور میشوند بنفس خود از و یعنی نہ ایمان می آرند ونہ دیگری را میگذ ارند وگفتہ اند این آیت درشان ابوطالب است ومعنی آنکہ نہی میکند دشمنان را ز تعرض رسول علیہ السلام بہ حمایت خود از دین او دوری میجوید وَاِنْ یُهْلِكُوْنَ وہلاک نمیکند بدین عمل اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ مگر نفسہائی خود را وما یشعرون و نمید انند کہ ضرر ایشان بغیر ایشان تعدی نمیکند۔

اور یعنی کافر لوگوں کو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے سے روکتے ہیں اور خود بھی دور رہتے ہیں یعنی نہ تو خود ایمان لاتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کو اسلام قبول کرنے دیتے ہیں کہتے ہیں یہ آیت حضرت ابوطالبؑ کی شان میں ہے مطلب یہ کہ اپنی حمایت سے دشمنوں کو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت سے روکتے تھے اور خود دوری اختیار کرتے تھے (تفسیر حسینی)

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اس آیت شریف میں تین صیغے جمع کے ہیں اور ینؤن صاحب

marfat.com

تفسیر حسینی نے خود بھی ایشان، کافران، دارند، شوند وغیرہ تمام جمع کے صیغے لکھے ہیں منع کرنے والے بھی کفار ومشرکین اور خود دور بھاگنے والے بھی وہی لوگ' صاحب حسینی نے گفتہ اند کہ کر ذمہ داری دوسروں پرڈال دی ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوطالبؑ کے حق میں ہے حیرت کی بات ہے آیت میں ایک اشارہ بھی حضرت ابوطالبؑ کے کسی فعل کی جانب نہیں منع کرنے والے بھی کافر اور خود دور رہنے والے بھی وہی کافر ومشرک تھے۔

تفسیر مظہری

اور یہ لوگ قرآن سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی دور رہتے ہیں یہ ترجمہ حضرت محمدؒ بن حنفیہ اور قتادہؒ کے قول کے مطابق کیا گیا ہے۔ دونوں بزرگوں کے نزدیک اس آیت کا نزول مکہ کے ان کافروں کے حق میں ہوا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع اور قرآن سے دوسروں کو روکتے تھے اور خود بھی دور دور رہتے تھے لیکن حضرت ابن عباسؓ کے قول پر آیت کا نزول ابوطالبؑ کے حق میں ہوا جو مشرکوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دینے سے روکتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو دین وقرآن لے کر آئے تھے اس کو نہیں مانتے تھے خود اس سے دور رہتے تھے۔ کذا اخرج الحاکم وغیرہ اس صورت میں جمع کی ضمیر ابوطالبؑ اور ان کے رفقا کی طرف راجع ہوگی ابن ابی حاتم نے سعید بن ابی ہلال کی روایت سے بیان کیا ہے کہ آیت کا نزول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چچاؤں کے حق میں ہوا جن کی تعداد دس تھی علی الاعلان تو وہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھی تھے لیکن اندرونی طور پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سخت مخالف تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا دینے سے لوگوں کو تو روکتے تھے لیکن اتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے خود دور رہتے تھے۔

بغوی نے لکھا ہے مشرکوں کے کچھ سردار ابوطالبؑ کے پاس جمع ہوئے اور درخواست کی کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو ہمارے سپرد کر دیجئے اور اسکے عوض ہمارے کسی حسین ترین جوان کو لے لیجئے ابوطالبؑ نے جواب دیا تم نے یہ انصاف کی بات نہیں کہی میں تو اپنا بچہ تم کو دے دوں کہ تم اسکو قتل کر دو اور تمھارے بچہ کی میں پرورش کروں روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے ابوطالبؑ کو اسلام کی دعوت دی ابوطالبؑ نے کہا اگر قریش کے عار دلانے کا مجھے اندیشہ نہ ہوتا تو میں (مسلمان ہوکر) تمھاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔ پھر بھی جب تک زندہ ہوں دشمنوں کو تمھاری طرف سے دفع کرتا رہونگا۔ ابوطالبؑ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کی دعوت کے سلسلے میں یہ شعر کہے ہیں۔

marfat.com

ترجمہ ''میرے قبر میں دفن ہونے تک یہ لوگ اپنے جتھوں کے ساتھ بھی آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے آپ علی الاعلان اپنا کام کریں آپ کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہوسکتی اور اپنے کام سے آپ خوش اور خنک چشم رہیں آپ نے مجھے دعوت دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ آپ میرے خیر خواہ سچے اور امین ہیں اور ایسا دین پیش کر رہے ہیں جو سب لوگوں کے مذاہب سے اچھا ہے۔ مگر مجھے ملامت کا اندیشہ ہے اگر لوگوں کے ملامت کرنے اور عار دلانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو آپ مجھے علی الاعلان دعوت قبول کرنے والا پاتے''

مقام غور و فکر ہے

علامہ مظہری نے خود اعتمادی اور اطمینان سے دو معتبر مفسرین کی تحقیق کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ آیت مکے کے کافروں کے حق میں نازل ہوئی ہے پھر حضرت ابن عباسؓ کو سلطانی گواہ بناتے وقت ذمہ داری راویوں پر ڈال دی۔ اور پھر وہی روایت یا قصہ پارینہ کہ عار نہ ہوتی تو میں دعوت قبول کر لیتا اور ساتھ ہی بحوالہ کلام ابو طالبؑ ملامت کا خوف دامن گیر ہوا مجھے حیرت ہوئی کلام ابو طالبؑ میں تو شجاعت و تہور اور قوت ایمانی کے جوہر نمایاں ہیں۔ یہ قریش کی ملامت کہاں آ گئی جبکہ ملامت تو انسانی اور دینی کمزوری کا نام ہے سچائی و صداقت نے جس خاندان میں جنم لیا وہاں ندامت و ملامت کیسی؟ پھر دین اسلام کا رنگ تو تمام رنگوں پر غالب رہا اور قیامت تک انشاءاللہ غالب ہی رہیگا۔ مظہری نے شعر کے حوالے سے حضرت ابو طالبؑ کو تو ملامت کے چکر میں ڈال دیا۔

مظہری اور یہ بیان

ہم نے یہ دیکھ کر کہ دیوان ابو طالبؑ میں شعروں کی جستجو کی تو وہاں ملامت تھی نہ ندامت وہاں تو حمایت حق اور تصدیق حق ہی نظر آئی۔ بہر حال جو کچھ ہم نے دیوان میں پایا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں انشاءاللہ مناسب مقام پر یہ بھی عرض کیا جائے گا کہ مظہری کے ذکر کردہ دو شعر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کے موقع پر نہیں بلکہ کفار مکہ کے غضبناک وفد کی تلخ کلامی کے اور دھمکی کے جواب میں ارشاد فرمائے تھے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

وَاللهِ لَنْ يَّصِلُوْا اِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ   حَتّٰى اُوَسَّدَ فِي التُّرَابِ دَفِيْنَا

''اللہ کی قسم یہ (مشرکین و کفار) اپنے جتھوں کے باوجود اس وقت تک آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے جب تک میں زمین میں دفن نہ کر دیا جاؤں''

حضرت ابو طالبؑ جیسا عشق و محبت ... کا نمونہ کوئی پیش کر کے تو دکھائے؟ کچھ تو

marfat.com

معلوم ہو گیا ہوگا ایمانِ ابو طالبؑ کے بارے میں۔ معتبر بات تو وہی ہے جو حضرت ابو طالبؑ اپنی زبانی فرمائیں۔ موضوع روایات تو دشمنانِ اہل بیت کی فنکاری ہے۔

وَاصۡدَعۡ بِاَمۡرِکَ مَا عَلَیۡکَ غَضَاضَۃٌ وَاَبۡشِرۡ بِذَاکَ وَ قَرَّ مِنۡکَ عُیُوۡنَا

''(اے نبی اکرمؐ) آپؐ اپنا مقصد پوری طاقت اور ہمت سے بیان فرمائیں۔ کوئی آپ کا راستہ نہیں روک سکتا۔ آپؐ خوش رہیں اور آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں''

قارئین کرام! غور فرمائیں اس کلام میں کتنی قوت، دلیری اور حمایت ہے پورے عرب کو مقابلے کے لیۓ للکارا اور لاجواب کیا۔

وَ دَعَوۡتَنِیۡ وَ زَعَمۡتَ اَنَّکَ نَاصِحِیۡ وَلَقَدۡ صَدَقۡتَ وَ کُنۡتَ ثَمَّ اَمِیۡنَا

''آپؐ نے مجھے دعوت دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپؐ مخلص بھی اور سچے بھی اور امانتدار بھی ہیں''

اس ایک شعر میں دعوت حق، صداقت، اور امانتداری کا کھلا اقرار اور تصدیق رسالت کا اعلان ہے۔ دین کسے کہتے ہیں؟

ہم نے مظہری (اردو) میں تو ملامت و عار کا تذکرہ پڑھا لیکن دیوانِ ابو طالبؑ میں مضمون ہی واضح اور صریح ہے۔

''ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا''

ابھی بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو شعر حاضر ہے۔

وَعَرَضۡتَ دِیۡنًا قَدۡ عَلِمۡتُ بِاَنَّہٗ مِنۡ خَیۡرِ اَدۡیَانِ الۡبَرِیَّۃِ دِیۡنَا

''اور آپؐ نے تو ایسا دین پیش کیا ہے جس کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ یہ کائنات کے ادیان و مذاہب کے مقابلے میں سب سے اچھا دین ہے''

کلمہ طیبہ کا یہی مفہوم نہیں تو اور کیا ہے؟ تصدیق توحید و رسالت کس چیز کا نام ہے؟

اگر کوئی اور دلیل نہ ہو تو مندرجہ بالا چاروں شعروں میں سے یہ شعر ایمان ابو طالبؑ پر حجت اور نا قابل تردید گواہی ہے۔

چلو بھئی ابو طالبؑ تو تمہاری نظروں میں (معاذ اللہ) کلمہ گو نہیں اور تم نے دوزخی کہہ دیا مگر حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کا کیا قصور تھا کہ نہ صرف ان پر بلکہ تمام اہل بیت کرام پر پورے نوے سال سب وشتم کا مکروہ سلسلہ جاری رہا۔ قصور یہی تھا کہ آپؑ حضرت ابو طالبؑ کے لختِ جگر ہیں۔ صحابہ کرام کے اختلافات تو ہر کسی کو کسی سے رہتے ہی تھے مگر گالی گلوچ کو صرف خاندان نبوت کے لئے روا رکھا رہا۔ تا

marfat.com

وقتیکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ممنوع قرار دیا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ مروان اور یزید پر تو کسی حکمران نے سب وشتم نہ کیا اور نہ ہی کسی اور کو یہ تحفہ ملا ماسوائے ان ذواتِ مقدسہ کے جن پر درود وسلام بھیجنا اور ان کی اطاعت ومحبت بھی امت پر واجب ہے۔

امت نے اپنے آقا و مولا کی اس وصیت کا خوب پاس کیا جس میں فرمایا تھا کہ میرے بعد میری اولاد سے کیسا سلوک کرو گے؟

ایک عجیب روایت مشہور مفسرین مظہری اور ابن کثیر نے بروایت سعید بن ہلال لکھی ہے کہ حضورؐ کے دس چچا تھے جو بظاہر تو آپ سے محبت کرتے تھے مگر اندرونی طور پر مخالفت کرتے تھے۔ جیسے کہ اوپر گذر چکا ہے۔

آپ غور فرمائیں کہ اتنے بڑے دو مفسروں نے اس روایت کو قبولیت کا شرف بخشا ہے اور یہ نہ سوچا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانۂ نبوت ان چار چچاؤں نے پایا' حضرت حمزہؓ' حضرت عباسؓ ' حضرت ابوطالبؑ اور ابولہب نے۔ ابولہب تو دعوتِ ذوالعشیرہ کی تاریخ سے ہی دشمنِ رسولؐ ہو گیا تھا۔ بقیہ ہر سہ اعمام دولت ایمان وعشق سے سرفراز ہوئے۔ لہٰذا اس روایت میں صداقت نام کی کوئی چیز نہیں۔ جب سرے ہی سے یہ روایت غلط ہے تو پھر راوی کی شہادت کہ ینھون ابوطالبؑ کے حق میں نازل ہوئی کالعدم اور بے سروپا ہے۔ حضرت ابوطالبؑ کے ایمان وعشق اور جان نثاری اور نصرت رسول کا اندازہ لگانے کے لئے ان کے کلام سے بہتر کوئی شہادت ہے نہ ثبوت۔ پہلے تو ہمارا یہ خیال تھا کہ ہر معتبر دلیل کے ساتھ خواجہ ابوطالبؑ کے اشعار نقل کئے جائیں۔ بہت سے صفحات میں اس پر عمل بھی ہوا۔ لیکن سب سے معتبر شہادت کلام ابوطالبؑ ہی ہے۔ لہٰذا کلام کے بعض جملوں کو نقل کرتے ہوئے قارئین کی تسلی وتشفی کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ کسی آدمی کا قول وفعل ہی اس کے دین کا گواہ ہوسکتا ہے۔ جیسے کہ مولانا رومی نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے۔

شیر حقم نیستم شیر ہوا فعل من بر دین من باشد گواہ

وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ

صاحب الغدیر ''حضرت سید عبدالحسین المعروف علامہ امینی نے مندرجہ آیت کریمہ پر یوں بحث کی ہے۔

''بخاری ومسلم میں آیا ہے کہ یہ آیت ابوطالبؑ کی وفات کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم پہلی آیت پر نظر ڈالتے ہیں جو زندہ وموجود کفار کے بارے میں ہے

marfat.com

اس میں ابوطالبؑ کے متعلق قطعاً کوئی اشارہ نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ سورۂ انعام کہ جس میں یہ آیت آئی ہے، وہ سورہ قصص کے بعد پانچ سورتوں کے فاصلے سے یکبارگی نازل ہوئی ہے۔ اس لئے یہ ممکن نہیں کہ اس کا اطلاق ابوطالبؑ پر کیا جا سکے جو اس آیت کے نزول سے پہلے فوت ہو گئے اور منوں مٹی تلے دفن ہو چکے تھے۔

وجہ ا سورہ انعام کی آیت ۲۶ کو ۲۵ کے ساتھ ملا کر دیکھنا چاہیے۔

آیت ۲۵۔ ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو تمھاری باتوں کی طرف کان لگائے رہتے ہیں لیکن وہ انہیں نہیں سمجھ پاتے کیونکہ ہم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کے کانوں پر پردہ ڈال دیا ہے اب اگر وہ ہماری تمام نشانیاں بھی دیکھ لیں تو بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ وہ کفار یہاں تک ضدی ہو گئے ہیں کہ جب تمھارے پاس آتے ہیں تو تم سے الجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسؑ (قرآن) میں تو اگلوں کی نشانیوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

۲۔ آیت ۲۶: وہ لوگ دوسروں کو اس کے سننے سے روکتے ہیں اور خود تو الگ تھلگ رہتے ہی ہیں یعنی وہ اپنے آپ کو ہی ہلاک کرتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں جیسا کہ واضح ہو رہا ہے ان دونوں آیتوں کا اشارہ ان کافروں کی طرف ہے جو رسول اکرمؐ کے پاس آتے آنحضرتؐ سے الجھتے' قرآن مجید پر اگلے لوگوں کی کہانیوں کی تہمت لگاتے۔ لوگوں کو آنحضرتؐ کی کتاب کے سننے سے روکتے تھے۔

لیکن کہاں یہ سب کچھ اور کہاں ابوطالبؑ؟ ابوطالبؑ تو وہ شخص ہیں جنھوں نے زندگی بھر ان میں سے کوئی بھی کام نہیں کیا اور ہمیشہ آنحضرتؐ کے حامی اور محافظ بن کر رہے چنانچہ مفسرین نے بھی اس بات کو سمجھا ہے اور اس قول کو چنداں وقعت نہیں دی کہ زیر بحث آیت کا نزول ابوطالبؑ کے بارے میں ہوا ہے ان میں سے بعض نے تو یہ بھی کیا ہے کہ اس قول کی کوئی سند نہیں۔ جبکہ کچھ دوسروں نے اس کے برعکس قول ہی کو قابل قبول سمجھا ہے۔ اب ہم انکے نظریات بطور نمونہ نقل کرتے ہیں۔ مفسر طبری لکھتا ہے۔

۳۔ یہ آیت جن افراد سے بحث کرتی ہے۔ وہ وہی مشرک ہیں جو خدا کی نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں۔ لوگوں کو حضورؐ کی پیروی سے باز رکھتے اور اپنے آپ کو اور دوسروں کو آنحضرتؐ سے دور رکھتے تھے پھر انہی طریقوں سے جن کا ہم نے (وجہ ۲۔ ۳ میں) پہلے ذکر کیا ہے، ابن حنفیہ' ابن عباس، سدی، قتادہ اور ابو معاذ کے قول سے سند لاتا ہے نیز اس بارے میں وہ ایک قول کا ذکر کرتے ہوئے اسے قتادہ' مجاہد اور ابن زید سے منسوب کرتا ہے جس میں اس آیت سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگ قرآن کے سننے اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے منع کرتے تھے۔

marfat.com

پھر اس آیت کے ابوطالبؑ کے بارے میں نازل ہونے نیز حبیب بن ابی ثابت کی اس روایت کے متعلق جو اس نے ایک نامعلوم شخص کے ذریعے ابن عباس سے نقل کی۔

طبری یوں کہتا ہے:

ان اقوال میں سب سے موزوں یہ ہے کہ اس آیت کی تاویل میں ہم اس بات کے قائل ہو جائیں کہ اس کا اشارہ انہی افراد کی طرف ہے جو دوسروں کو پیغمبر کی پیروی سے منع کرتے اور باز رکھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت میں مشرکین کے اس گروہ کا ذکر ہے جو پیغمبرؐ کو جھٹلاتے ان سے الجھتے اور خدا کی جانب سے نازل کی گئی وحی سے روگردانی کرتے تھے پس مناسب ہے کہ وہ اس (پیغمبرؐ) کی طرف مائل ہونے سے روکتے ہیں۔ پس اس جماعت کے اعمال ہی کی خیر ہو کیونکہ ہمارے پاس اس امر کی کوئی دلیل نہیں کہ ان دو آیات کے سلسلہ بیان میں تخاطب کا رخ ایک دوسرے فریق کی طرف تبدیل ہو گیا ہے بلکہ اس آیت سے پہلے اور بعد کی آیات اس قول کو درست ثابت کرتی ہیں کہ ان میں کسی خاص فرد یا افراد سے نہیں بلکہ پیغمبرؐ کی قوم کے مشرکین سے بحث کی گئی ہے لہذا آیت کی تاویل یوں ہے۔

"اے محمدؐ یہ مشرکین اگر ساری کی ساری نشانیاں بھی دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے۔ جیسا کہ وہ تمہارے پاس آتے ہیں تم سے الجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ہمارے لئے جو آسمانی کتاب لائے وہ اگلے لوگوں کے قصے کہانیوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے اس طرح وہ نازل کی گئی آیات کو سننے سے انکار کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اور دوسروں کو تم سے دور رکھتے ہیں مگر وہ ایسا کر کے اپنے علاوہ کسی اور کو ہلاکت میں نہیں ڈالتے ہیں"

رازی کا بیان

مفسر رازی اس بارے میں دو قول نقل کرتا ہے؟

۱۔ یہ آیت ان مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو لوگوں کو رسول اکرمؐ کی نبوت کا اقرار کرنے اور ان کی پیروی کرنے سے باز رکھتے تھے۔

۲۔ یہ آیت ابوطالبؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

رازی مزید کہتا ہے پہلا قول دو دلائل کی بنا پر زیادہ قابل قبول ہے۔

پہلی دلیل یہ ہے کہ اس سے ماقبل کی تمام آیات کفار کی اس جماعت کے کردار کی مذمت میں ہیں۔ لہذا لوگوں کو رسول اکرمؐ کی پیروی سے روکنا اور منع کرنا بھی اس کے ذیل میں آتا ہے اگر ہم فرض کریں کہ یہ عمل ابوطالبؑ سے نسبت رکھتا ہے تو ابوطالبؑ کا عمل اس جماعت کے برعکس تھا کیونکہ وہ

marfat.com

لوگوں کو رسول اکرمؐ کو تکلیف پہنچانے سے روکتے تھے۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ زیر بحث آیت کے بعد خدائے تعالیٰ اس بات کا اضافہ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اپنے سوا کسی کو ہلاکت اور تباہی کی جانب نہیں لے جاتے پس اس سے وہی جماعت مراد ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے لہٰذا یہ درست نہیں ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ جو لوگ رسول اکرمؐ پر سختی کرنے والوں کو روکتے اور منع کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو تباہ کر لیتے ہیں۔ کیونکہ ایسا نیک کام ہلاکت اور تباہی کا موجب نہیں ہوتا۔

اگر ہم سے یہ کہا جائے کہ ''وہ اپنے سوا کسی کو ہلاکت میں نہیں ڈالتے'' کا جملہ ''خود تو اس سے الگ تھلگ رہتے ہی ہیں'' کے ساتھ مربوط ہے اور دوسروں کو اس کے سننے سے روکتے ہیں'' سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ جس گروہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ پیغمبرؐ کا دین ترک کرتے اور آنحضرتؐ کے ساتھ ناسازگاری کی بنا پر ان سے دوری اختیار کرتے ہیں اور یہ بات قابل مذمت ہے اور تمہارا استدلال درست نہیں ہے۔ اس پر ہمارا جواب یہ ہے کہ ''وہ اپنے سوا کسی کو ہلاکت میں نہیں ڈالتے'' کی عبارت اپنے ماقبل سے مربوط ہے۔ اور تمہارے قول کی مثال وہی ہے کہ کہا جائے کہ فلاں شخص جو فلاں شخص کو کسی کام سے روکتا ہے۔ اور ہٹا دیتا ہے وہ اس میں اپنے علاوہ کسی اور کو نقصان نہیں پہنچاتا حالانکہ یہ نقصان دونوں میں سے ایک کو نہیں بلکہ دونوں کو پہنچتا ہے۔

ابن کثیر

مفسر ابن کثیر ابن حنفیہ، قتادہ، مجاہد ضحاک اور کئی دوسرے راویوں سے پہلا قول نقل کرنے کے بعد لکھتا ہے۔

''حقیقت کا علم تو خدا ہی کو ہے مگر یہ قول واضح اور منطقی معلوم ہوتا ہے نیز ابن جریر طبری نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

نسفی نے پہلا قول نقل کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت ابو طالبؑ کے بارے میں ہے حالانکہ پہلا قول یعنی اس آیت کا مشرکین سے مربوط ہونا زیادہ منطقی ہے۔

مفسر زمخشری شوکانی اور کئی دوسرے مفسروں نے بھی پہلا قول اختیار کیا ہے اور دوسرے قول کو بلا ثبوت کا دعویٰ قرار دیا ہے۔

ان کے بعد آلوسی نے بھی پہلے قول کو تفصیل سے پیش کیا ہے دوسرے قول کے بارے میں لکھا ہے کہ امام رازی نے اسے رد کر دیا ہے پھر ان کی عبارت کا محصل نقل کیا ہے اسی مقام پر علامہ امینی اس عبارت کا اضافہ کرتے ہیں۔

marfat.com

جب قرطبی نادانی میں ہماری طرف قدم بڑھا رہا تھا تو اس کے دونوں ہونٹوں کے درمیان ایسی روایت تھی جو اس نے رات کے وقت لکڑیاں اکٹھی کرنے والے لکڑہارے کی طرح کہیں سے اُٹھا لی تھی اے کاش کہ وہ ہماری رہنمائی اپنی اس من گھڑت داستان کے مصدر کی طرف کرتا کہ اس نے یہ کہاں سے اخذ کی ہے؟ اس کی اسناد کس شخص تک پہنچی ہیں؟ اس روایت کے نقل کرنے میں کون کون سے حفاظ حدیث اس کے ساتھ ہیں؟ اور اس سے پہلے کن مؤلفین نے ان کو نقل کیا ہے؟ وہ کون ہے جو کہتا ہے کہ قرطبی نے ابن زبعری کے واقعہ میں جو اشعار نقل کئے ہیں وہ ابوطالبؑ ہی کے ہیں؟ کس شخص نے یہ روایت کی ہے کہ زیر بحث آیت اس دن نازل ہوئی؟ اس آیت کے نزول پر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ابوطالبؑ کو خبردار کرنے اور ابوطالبؑ کے اشعار میں کیا ربط اور علاقہ ہے؟ قرطبی کا یہ من گھڑت جملہ کہ ''اے چچا! آپ کے بارے میں ایک آیت نازل ہوئی ہے'' کیا اس سے پہلے یا اس سے بعد ائمہ حدیث میں سے کسی نے یہ جملہ نقل کیا ہے؟ کیا قرطبی کو اس روایت کے آخری حصہ کے لئے اپنی تفسیر کے علاوہ کوئی مصدر اور مآخذ بھی ملا ہے؟ کیا اس نے جہنم میں سانپوں اور بچھوؤں کے بل دیکھے ہیں اور انہیں ابوطالبؑ سے خالی پایا ہے؟ کیا اس نے جہنم کی ہتھکڑیاں کھولی اور باندھی ہیں؟ تاکہ پہچان لیتا کہ سید و سردار مکہ ابوطالبؑ ان ہتھکڑیوں اور زنجیروں سے نہیں باندھے گئے؟ یا پھر ایسا ہوا ہے کہ اس نے آنحضرت کی حدیث سے یہ باتیں خود ہی اخذ کی ہیں؟

کیا ہی اچھا ہوتا اگر قرطبی کے یہ سہانے خواب حقیقت کا روپ دھار لیتے! مگر اب وہ ہمارے بہت سے قطعی دلائل کے سامنے مغلوب اور محکوم ہو کر رہ گیا ہے۔

ضیاء القرآن

نہی کا معنی ہے روکنا، اور نائی کا معنی ہے دور کرنا" النهى الزجر ولنأى البعد "یعنی کفار کی یہ حالت ہے کہ خود بھی حق قبول نہیں کرتے، اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں۔ اس طریق کار سے وہ اپنی دنیا و آخرت برباد کر رہے ہیں۔ دین کی ترقی کو نہیں روک سکتے۔ (ضیاء القرآن صفحہ ۵۴۶)

قارئینِ کرام! ہم نے پہلے بھی لکھا ہے کہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۲۲ تا آیت نمبر ۲۶ کا مضمون مربوط اور مسلسل کفار و مشرکین کے حالات کی وضاحت کرتا ہے جو معنی ظاہر ہیں وہی مقصود ہیں۔ خواہ مخواہ حضرت ابوطالبؑ پر بدبخت لوگ الزام تراشی اور بدخواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ایمان کا بیڑہ غرق کرتے ہیں۔

marfat.com

تفسیرِ نعیمی:

سید نعیم الدین مراد آبادی کی تفسیر برحاشیہ قرآن حکیم مترجم مولانا احمد رضا خان بریلوی نے زیر عنوان آیت کی وضاحت اس طرح کی ہے۔ قبل اُسکے تفسیر نقل کی جائے پر یہ عرض کریں گے کہ سورۃ انعام کی آیت نمبر ۲۵ تا ۲۷ میں ایک ہی مضمون چل رہا ہے۔ خواجہ ابوطالبؑ کے دشمنوں نے قرآن حکیم کو گھریلو معانی کے روپ میں پیش کرنے کی ناکام کوشش کی ہے تفسیر ملاحظہ ہو۔

ابوسفیان ولید، نصر اور ابوجہل وغیرہ جمع ہو کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تلاوت قرآن پاک سننے لگے۔ تو نصر سے اس کے ساتھیوں نے کہا، کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کیا کہتے ہیں؟ کہنے لگا میں نہیں جانتا زبان کو حرکت دیتے ہیں اور پہلوں کا قصہ کہتے ہیں۔ جیسے میں تمہیں سنایا کرتا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا کہ ان کی باتیں مجھے حق معلوم ہوتی ہیں۔ ابوجہل نے کہا کہ اسکا اقرار کرنے سے مرجانا بہتر ہے اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس سے ان کا مطلب کلام پاک کی وحی الٰہی ہونے کا انکار کرنا ہے یعنی مشرکین لوگوں کو قرآن شریف سے یا رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آپؐ پر ایمان لانے اور آپؐ کا اتباع کرنے سے روکتے ہیں شان نزول۔ یہ آیت کفار مکہ کے حق میں نازل ہوئی۔ جو لوگوں کو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے اور آپؐ کی مجلس میں حاضر ہونے اور قرآن کریم سننے سے روکتے تھے اور خود بھی دور رہتے تھے۔ کہیں کلام مبارک اُن کے دل میں اثر نہ کر جائے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت حضورؐ کے چچا ابوطالبؑ کے حق میں نازل ہوئی جو مشرکین کو تو حضور کی ایذا رسانی سے روکتے تھے اور خود ایمان لانے سے بچتے تھے یعنی اسکا ضرر خود انھیں کو پہنچتا ہے (قرآن حکیم مترجم معہ تفسیر ۲۱۰)

قارئین کرام! مندرجہ بالا تفسیر سے صاف واضح ہے کہ کفار و مشرکین نے شرارت کے طور پر، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن حکیم کی تلاوت سننے کا بہانہ بنا کر آپؐ کے پاس جمع ہوئے تھے۔ جیسے کہ آیات سے کفار کے نظریات کی وضاحت ہوتی ہے کہ خود بھی دور بھاگتے تھے اور دوسروں کو بھی حضورؐ کے پاس آنے سے روکتے تھے۔ رہی روایت حضرت ابن عباسؓ کی تو ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ سلطانی گواہ کے طور پر حضرت ابنِ عباسؓ کا نام لیا ہی جاتا ہے کہ ان کا تعلق بھی خاندان نبوت سے ہے۔ یاد رہے خلافِ عقل واصولِ حدیث قابل قبول نہیں چاہے اس کے راوی ثقہ ہی کیوں نہ ہوں۔

marfat.com

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو بنتی نہیں ہے بادہ ساغر کہے بغیر

جب تک خاندان نبوت کی خبر نہ لے لی جائے امام بخاری کی روح کیسے راضی رہیگی اور ابن مسیب کی روح پر نہ جانے کیا گذرے دائیں بائیں سے پھر ہر کے بے تقصیر ابو طالبؑ کا نام نوک قلم پہ آ ہی جاتا ہے۔ اکثر مفسرین نے ان آیتوں کا شان نزول کفار و مشرکین کے حق میں بیان کیا ہے اور یہ درست بھی ہے۔ احادیث کے اکثر شارحین نے حضرت ابو طالبؑ اور حضورؐ اکرم کے والدین کریمین کے خلاف ہونے والی تمام روایتوں کو ضعیف، موضوع اور مجروع قرار دیا ہے۔

قارئین کرام! ایک روایت کے مقابلے میں اتنی قوی اور مصدقہ روایات آنے کے بعد بھی اگر کسی دل میں چراغ حقانیت اور نور بصیرت اثر انداز نہ ہو تو سوائے افسوس اور حیرانی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

جس خوش نصیب نے قبل از پیغام ہدایت و نزول وحی نبوت و رسالت پر بیسیوں علامات، معجزات اور واقعات کا بچشم خود مشاہدہ کیا ہو کتب سماویہ کے اقتباسات پڑھے ہوں قدرتی انوار برکات سے فیضیاب ہوئے ہوں اہل کتاب کے ہر دو طبقوں سے تخت نبوت پر جلوہ افروز ہونے کی پیشین گویاں سن رکھی تھیں۔ اور سب سے بڑھ کر ولادت مسعود اور بعد از میلاد مبارک قدرتی حالات کا رونما ہونا خاندان بنو ہاشم اور بالخصوص سرداران مکہ حضرت عبدالمطلبؑ اور خواجہ ابو طالبؑ سے بڑھ کر کون صاحب عرفان ہو سکتا تھا؟

جس نے اسلام اور رسولؐ اسلام پر جان قربان کر دی اس پر رنگ برنگ کے فتوے صادر کئے جا رہے ہیں۔ تو یہ بدبختی اور شقاوت نہیں تو اور کیا ہے۔

مذکورہ بالا تمام شواہد و دلائل اس امر کا بین ثبوت ہے کہ سورۂ انعام کی آیت ۲۶ خواجہ ابو طالبؑ سے کوئی تعلق نہیں رکھتی بلکہ یہ آیت مشرکین مکہ کی مذمت میں نازل ہوئی۔

ایمان پوشیدہ رکھنا

اس فصل میں اس سوال پر بحث و تکرار ہے کہ اگر مسلمانوں پر کفار کا غلبہ ہو تو دو صورتوں میں جونسی پسند ہو اختیار کی جائے۔

اول یہ کہ اگر کفار کلمہ نازیبا کہنے پر جبر و تشدد کریں تو مسلمان جان بچانے کی خاطر ظاہری الفاظ میں ناشائستہ کلمات کہہ سکتا ہے۔ بشرطیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن اور مستقل ہو۔ جیسے کہ قوم فرعون کا مومن تھا۔

دوسرے یہ کہ اگر نا جائز کلمات کہنے سے انکار کرتے ہوئے شہید ہو جائے تو یہ افضل ہے جیسے

marfat.com

ال یاسر اور حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنھم نے کیا۔

اگر چہ خواجہ ابو طالبؑ نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا لیکن جب بھی کفار کا غلبہ دیکھا تو انتہائی دلیری اور عزم وہمت سے مشرکین کو جواب دے کر بے نیل ومرام لوٹا دیتے۔

تاریخ گواہ ہے کہ کفار ومشرکین نے ایک بار بھی یہ نہیں کہا کہ ابو طالبؑ! آپ بھی تو ہمارے ہم مذہب ہیں اور نہ ہی اس بات پر کبھی مجبور کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ناپسندیدہ الفاظ استعمال کریں۔ وہ کہتے بھی کس جرأت سے جبکہ خواجہ ابو طالبؑ نے نصرت وحمایت رسولؐ کی خاطر اپنی مقدس زندگی وقف کی ہوئی تھی۔ لیجئے آیات الٰہی پڑھئے اور فیصلہ کیجئے۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ (نحل ۱۰۶)

۱۔ جس نے کفر کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانے کے بعد بجز اس شخص کے جسے مجبور کیا گیا اور اس کا دل مطمئن ہے ایمان کے ساتھ (تو اس سے مؤاخذہ نہ ہوگا لیکن وہ بدنصیب) کھل جائے گا کفر کے ساتھ (جس کا سینہ) تو ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوگا اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

۲۔ جو لوگ ایمان لانے کے بعد (لوٹ کر) اللہ کے (یعنی اس کی ذات، صفات، قیامت) ساتھ کفر کرنے لگیں اور جی کھول کر دل کی خوشی کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہوگا اور ان کو بڑے دکھ کی سزا ہوگی۔ ہاں جو لوگ کفر کرنے پر مجبور کئے گئے ہوں اور ان کا دل ایمان پر مطمئن ہو (اور زبان سے کلمات کفر بہ مجبوری کہ گزریں وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

بغوی نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اس آیت کا نزول حضرت عمارؓ بن یاسرؓ کے حق میں ہوا۔ مشرکوں نے عمارؓ کو ان کے باپ یاسرؓ کو ان کی ماں سمیہؓ کو اور خبیبؓ و بلالؓ اور سالم کو پکڑ کر سخت ترین جسمانی دکھ دیئے۔ حضرت سمیہؓ کو دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا گیا۔ ایک ٹانگ ایک اونٹ سے دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے، اور شرمگاہ میں نیزہ ڈال کر چیر دیا گیا۔ حضرت یاسرؓ کو بھی قتل کر دیا گیا۔ اسلام میں سب سے اول یہی دونوں شہید ہوئے حضرت عمارؓ نے بمجبوری وہ بات زبان سے نکال دی جو مشرک چاہتے تھے۔ قتادہ نے کہا بنو مغیرہ نے عمار کو پکڑ کر چاہ میمون میں غوطے دیئے اور کہا محمدؐ کا انکار کر، حضرت عمارؓ نے وہی بات کہ دی جو مشرک چاہتے تھے۔ مگر آپؓ کا دل اس بات سے نفرت کرتا تھا دل کو انکار رسالت گوارا نہ تھا کسی نے جا کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دے دی کہ عمار کافر ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ عمارؓ کے اندر تو چوٹی سے قدم تک ایمان بھرا ہوا ہے۔ اس کے خون اور گوشت میں ایمان سرایت کر گیا ہے آخر کیا بات ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ بات

marfat.com

بری ہے میں نے آپؐ کو برا کہہ دیا (اور انکار کے طور پر) آپ کا ذکر کیا' فرمایا، اس وقت تمھارے دل کی کیا حالت تمکو محسوس ہو رہی تھی؟ عرض کیا دل تو ایمان پر مطمئن تھا۔ یہ سنکر حضوؐر نے عمارؓ کے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا، اگر وہ دوبارہ تمہارے ساتھ ایسی حرکت کریں۔ تو تم دوبارہ بھی یہی کفریہ الفاظ لوٹا سکتے ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی اور واحدی نے بھی یہ واقعہ اسی طرح بیان کیا ہے۔

ابن ابی حاتم نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، رسول اللہ نے جب مدینہ کو ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو مشرکوں نے بلالؓ، خبیبؓ اور عمارؓ کو پکڑ لیا، عمارؓ نے تقیہ کر کے وہ بات کہدی، جو مشرکین کو پسند تھی، پھر خبیبؓ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو واقعہ بیان کر دیا حضوؐر نے فرمایا (کلمات کفر) کہتے وقت تمہارے دل کی کیا حالت تھی عرض کیا دل تو آپؐ کے قول پر مطمئن تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

بغوی نے لکھا ہے ابن ابی حاتم نے مجاہد کا قول بیان کیا ہے کہ اس آیت کا نزول مکہ کے چند مسلمانوں کے حق میں ہوا تھا۔

بعض صحابہ نے مدینہ منورہ سے ان کو لکھا تھا کہ مکہ چھوڑ آ ؤ۔ جب تک ہجرت کر کے ہمارے پاس نہ آ جاؤ گے، ہم تمکو اپنے میں شمار نہیں کریں گے۔ اس تحریر پر وہ لوگ مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ چل دئے۔ راستے میں ان کو قریش نے پکڑ لیا اور سخت دکھ دئے۔ مجبوراً نہ چاہتے ہوئے ناگواری کے ساتھ کلمات کفر کہہ دیئے۔

بغوی نے لکھا ہے اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ عامر بن حضرمی کے غلام جبیرؓ کے حق میں اس آیت کا نزول ہوا۔ ان کے آقا نے ان پر زبردستی کی تھی۔ مجبوراً جبیرؓ نے کلمات کفر کہہ دیئے تھے۔ بغوی نے لکھا ہے پھر جبیرؓ کا آقا بھی مسلمان ہو گیا تھا۔ اور پکا مسلمان ہو گیا۔ پھر جبیرؓ کو ساتھ لیکر اس نے بھی مدینہ کو ہجرت کر لی۔

ایمان پر دل کے مطمئن ہونے کا یہ مطلب ہے کہ عقیدہ کو تغیر نہیں آیا، دل ایمان پر قائم رہا۔ یہ جملہ بتا رہا ہے کہ دل سے سچا جاننا ایمان کا رکن ضروری ہے خالی شہادت ایمان بغیر دلی عقیدہ کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔

کفر کے لئے سینہ کے کشادہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ دل نے کفر کو پسند کر لیا، اور بخوشی کفر کو قبول کر لیا۔ اس کے بعد مفسر نے اکراہ پر نوٹ لکھا ہے اور اس کے بعد پھر آیت مذکورہ میں اکراہ کی دوسری قسم مراد ہے علما کا اجماع ہے کہ جس شخص کو کفر پر مجبور کیا ہو اور وہ بے بس ہو جائے تو ظاہری طور پر کفر اختیار کر لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ دل میں اطمینان ایمانی ہو، حضرت عمارؓ کے متعلق اس آیت کے

marfat.com

نزول اس مسئلے کے ثبوت کے لئے کافی ہے حضرت عمارؓ کو کافر نہیں قرار دیا گیا۔ ایسے ظاہری کافر کا نکاح بھی فسخ نہیں ہوگا۔ لیکن اگر کلمہء کفر زبان پر لانے سے انکار کرے اور جان کی قربانی دیدے تو افضل ہے یہی کام ہمیشہ حضرت عمارؓ کے والدین نے کیا حضرت حبیبؓ حضرت زید بن حارث اور حضرت عبداللہ بن طارق نے بھی مرتد ہونا پسند نہیں کیا اور شہادت کو اختیار کر لیا۔ (آگے بیان ہے مظہری اردو ۴۴۰ تا ۱۴۲ء ر ۷)

جائزہ

مندرجہ بالا بیان قرآن وسنت سے ماخوذ ہے۔ اس بیان کی روشنی میں واضح ہوا کہ اگر کسی مومن پر کفار کی جانب سے جبر وتشدد حد سے بڑھ جائے تو .... غیر مناسب کلمات کہنے سے ایمان میں کمی یا نقصان نہیں ہوتا بشرطیکہ دل میں ایمان پر تسلی ہو۔ بات نیت پر منحصر ہوتی ہے اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت ابو طالبؑ نے اپنا ایمان پوشیدہ رکھا ہوا تھا اس کے باوجود جب کفار ومشرکین کی طرف سے کوئی مخالفت کا قدم اُٹھتا تو آپؑ کا جذبۂ ایمانی راز داری کی سرحدوں کو توڑ کر میدان جہاد میں آجاتا۔ اب قریش قبائل کے نام لے کر نصرت رسولؐ اور دعوت اسلام کیلئے حق وصداقت کی طرف بلاتے اور مخالفت کرنے والوں کو بار بار للکارتے کہ ابھی ہماری چمکدار تلواریں میانوں سے باہر نہیں نکلیں اور وقت آنے پر تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ بنی ہاشم کبھی جنگ اور موت سے خائف نہیں ہوئے اور نہ آئندہ کبھی ایسا ہوسکتا ہے غور فرمایئے حضرت یاسرؓ کے خاندان پر کیا گذری؟ دونوں میاں بیوی کس بربریت سے شہید کئے اور حضرت عمارؓ پر وہ مظالم ڈھائے کہ پہاڑ بھی نہ برداشت کر سکتے۔ ایک مومن صادق کو وہ کلمات کہنا پڑے جو اصول اسلام کے منافی تھے۔ مگر بفضل خدا ان کا دل مومن تھا ان ناشائستہ کلمات سے ان کے ایمان کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ سیرت اور حدیث کی بہت سی کتب میں یہ واقعہ منقول وموجود ہے۔ جن میں الاستیعاب طبع مصر ص ۴۱۱ جلد دوم' الاصابہ ص ۵۰۶ جلد دوم' درمنثور ص ۱۳۴ جلد ۳ تہران' ابن کثیر' بیہقی کے علاوہ تمام تفاسیر وکتب سیر میں یہ واقعہ تفصیل سے منقول ہے۔

حضرت عباسؓ سابق الاسلام

حضرت عباسؓ عم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہجرت سے پہلے دولت ایمان سے بہرہ ور ہو چکے تھے اسلام ظاہر نہ کرنے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کفار ومشرکین کے تمام مشوروں اور منصوبوں کی اطلاع حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت اقدس میں پیش کر کے اسلام کی خیر خواہی کیا کرتے تھے۔

اگر چہ بعض کتابوں میں منقول ہے کہ آپؓ معرکہ بدر کے موقعہ پر مشرف بہ اسلام ہوئے

marfat.com

لیکن وہ روایتیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عباسؓ نے ہجرت کی اجازت مانگی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ چچا تمہاری ہجرت سے مکّہ مکرمہ میں رہنا اسلام کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپؑ واقعہ بدر سے بہت پہلے حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ اس امر کا ثبوت یہ ہے کہ بدر میں سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام کو خبردار فرما دیا تھا کہ اگر کسی کا سامنا عباسؓ سے ہو تو خبردار! اسے قتل نہ کرنا اس لئے کہ قریش انہیں زبردستی لے آئے تھے۔ پھر اسیری میں دیکھ کر آپؐ کا بے قرار ہونا بھی چچا کے لئے نہ تھا بلکہ ایک مومن کی قید پر بے چینی تھی۔ طبقات ابنِ سعد، ابن اثیر، واسد انصابہ وغیرہ نے واقعات نقل کئے ہیں۔ بخوف طوالت صرف چند سطور ہدیۂ قارئین کی ہیں۔

قوم فرعون کے مومن حبیبؓ نے اپنا ایمان پوشیدہ رکھا اور ساتھ ہی مکمل خیر خواہی بھی کی۔

حضرات اصحاب کہف نے پہلے تو آپس میں بھی ایک دوسرے سے ایمان چھپایا جب ہم خیال ہوگئے تو عوام اور حکومت سے نہ صرف ایمان پوشیدہ رکھا بلکہ خود بھی غار میں روپوش ہوگئے۔

ایمانِ ابوطالبؑ:

حضرت ابوطالبؑ کی ایمانی صورت حال عجیب تھی نہ تو کفار نے کبھی آپ کو بت پرستی پر مجبور کیا اور نہ ہی کفریہ کلمات کہنے کی ترغیب دی اور کبھی بھی نہ کہا کہ ابوطالبؑ ہم تم ہم مذہب ہیں پھر اسلام کی حمایت کیسی؟ دنیا کی کسی بھی کتاب میں حضرت ابوطالبؑ کی اصنام پرستی، بتوں کے نام ذبح ہونے والے جانوروں کا گوشت کھانے اور دوسری رسوم جہالت کے اپنانے کا ذکر نہیں۔ اور ذکر ہوتا بھی کیوں؟ جبکہ حضرت عبدالمطلبؑ نے جن سات چیزوں کو اپنے لئے حرام قرار دیا تھا ان میں بت پرستی سے اجتناب سرِفہرست ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام آباؤ اجداد توحید پرست مومن ہیں جیسے قرآن حکیم اور صحیح حدیث سے ثابت ہے نامعلوم مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ خاندانِ نبوّت کے درپے آزار ہیں۔

حضرت ابوطالبؑ نے اگرچہ اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا لیکن وقتاً فوقتاً کفار ومشرکین کے سامنے اسلام کی حقانیت کو واشگاف الفاظ میں بطور تبلیغ بیان فرما دیتے۔ مومن نہ ہوتے تو اتنی مصیبتیں برداشت کرنے کی کیا ضرورت تھی تھوڑی دیر کے لئے خالی الذہن ہو کر سوچا جائے تو حضرت ابوطالبؑ کی آخری وصیت تبلیغ اسلام کا بلند ترین نمونہ ہے اگر بھتیجے کی حفاظت مطلوب ہوتی تو اطاعت کی تاکید کیوں کرتے۔ تاکید تھی رسولؐ خداؐ کی اطاعت وفرمانبرداری اور نصرت کی" ورنہ کہہ دیتے میرے ابنِ اخی کا خیال رکھنا۔ اگر قیادت دین کی بات نہ ہوتی تو پھر قریش کو کیا دشمنی اور عداوت تھی جبکہ اعلان نبوت سے پہلے بھی عزت واحترام کرتے اور صادق اور امین کہتے تھے۔ قبل از اعلان نبوت حمایت وکفالت ... سے مگر بعد از اعلان نبوت نصرت وحمایت اور پشت پناہی تھی حضور سید

marfat.com

العٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اور مقصد تھا تبلیغ واشاعت اسلام۔

قارئینِ کرام! آئندہ آیت کریمہ بھی اسی مضمون کی مظہر ہے۔

۲۔ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ۔ (۲۸ المومن)۔

''اور کہنے لگا ایک مردِ مومن جو فرعون کے خاندان سے تھا اور چھپائے ہوئے تھا اپنے ایمان کو کیا تم قتل کرنا چاہتے ہو ایک شخص کو اس وجہ سے کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے حالانکہ وہ لے آیا ہے تمہارے پاس دلیلیں تمہارے رب کی طرف سے''

تفسیروں میں مرقوم ہے کہ فرعون کی قوم کا یہی ایک آدمی مومن تھا۔ جو فرعون کے چچا کا بیٹا تھا بعض نے اس کا نام حبیبؓ اور بعض نے کچھ دوسرے نام بھی نقل کئے ہیں۔

قوم فرعون کا مومن تو اپنے ایمان کو چھپا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خیر خواہی کر سکتا ہے اور اگر حضرت ابو طالبؑ نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھ کر حضور رحمۃ العٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت وحمایت کی اور اس پر ملاؤں اور حکمرانوں کو کیا تکلیف ہے۔ صرف یہی نا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کے والد محترم اور حضورؐ کے محترم چچا ہیں۔ آنے والی آیت کریمہ بھی ملاحظہ ہو۔

۳۔ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ۔ (قصص ۲۰)

''اور آیا ایک آدمی شہر کے آخری گوشہ سے دوڑتا ہوا۔ اس نے (آکر) بتایا اے موسیٰؑ سردار لوگ سازش کر رہے ہیں آپؑ کے بارے میں کہ آپؑ کو قتل کر ڈالیں اس لئے نکل جائیے (یہاں سے) بے شک میں آپ کا خیر خواہ ہوں''

سورۂ مومن کی آیت نمبر ۲۸ میں تو قوم فرعون کے مومن کی گفتگو فرعون کی سرکاری مجلس مشاورت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خیر خواہی میں ہوئی تھی۔ جبکہ سورۂ قصص کی آیت میں حاضر ہو کر کفار کے سرداروں کے مشورے سے آگاہ کرتے ہوئے کہتا ہے کہ آپؑ کے قتل کی سازش ہو چکی ہے آپؑ یہاں سے ہجرت کر جائیں۔

اسی مومن کی طرح حضرت ابو طالبؑ نے مشرکین مکہ کے ہر منصوبے اور سازش پر گہری نظر رکھی رہی اور کفار کو مناسب طریقوں سے ٹالتے اور ناکام بناتے رہے۔ یہ تمام دفاعی آپؑ کے ایمان اور عشق رسول کا ثمر اور نتیجہ تھا۔

marfat.com

باب ششم

صحیح مسلم و تعارف ایمان

خطابی نے کہا اکثر علماء کا مذہب ہے کہ ایمان اور اسلام ایک ہی ہے زہری نے کہا اسلام زبان سے اقرار کرنا ہے اور ایمان اعمال صالحہ کو کہتے ہیں۔ اور صحیح یہ ہے کہ اسلام عام ہے اور ایمان خاص۔ ہر مومن مسلم ہے لیکن ہر مسلم کو مومن نہیں کہا جا سکتا

ایمان کی اصل تصدیق ہے یعنی دل سے یقین کرنا اور اسلام کی اصل فرمانبرداری ہے یعنی اطاعت کرنا، تو کبھی آدمی ظاہر میں مطیع ہوتا ہے پر دل میں اس کے یقین نہیں ہوتا۔ وہ مسلم ہے نہ مومن۔ پھر ایمان اصطلاح شرع میں یہ ہے کہ دل سے یقین کرے اور زبان سے اقرار کرے اور اعمال کو ہاتھ پاؤں سے ادا کرے اس لئے ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ اور یہی مذہب ہے اہل حدیث کا۔ اور اس کی دلیل بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں۔ (تمہید کتاب الایمان صحیح مسلم اردو صفحہ نمبر ۴۷)۔

قارئینِ کرام! یہ تھا تعارفِ ایمان اور اسلام کا بزبان محدثین۔ اب اس تعارف کی روشنی میں ایمان و اسلام ابوطالبؑ کا جائزہ لیتے ہیں۔ اگرچہ حضرت ابوطالبؑ نے بتقاضائے حالات و مصلحت اپنے عقیدے کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا لیکن بعض اوقات عشق و محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنے کلام میں واشگاف الفاظ میں ظاہر فرما دیا کرتے تھے۔ حضرت ابوطالبؑ کا کلام ہوتے ہوئے کسی دوسری شہادت کی ضرورت ہے نہ روایت کی۔ فرماتے ہیں

مَلِيْكُ النَّاسِ لَيْسَ لَه، شَرِيْكٌ۔ هُوَ الْوَهَّابُ وَالْمُبدِ الْمُعِيْدَ۔

کلام کا مطلب صاف اور غیر مبہم ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے وہی لوگوں کا مالک ہے بخشش اسی کے دستِ قدرت اور اختیار میں ہے اور مخلوق کی پیدائش اور حیات بعد الممات بھی اسی کے دستِ قدرت میں ہے کفار و مشرکین کے ذہن میں یہ بات نہ آتی تھی کہ مرنے کے بعد پھر جی اٹھنا سب سے بڑا اختلاف اسی عقیدہ آخرت کا تھا حضرت ابوطالبؑ نے اس شعر میں جو مفہوم بیان فرمایا یہی مضمون ہے کلمۂ توحید کا۔ اب ثبوت کے بعد ایمان ابوطالبؑ میں وہی شک کرے گا جس کا اپنا ایمان شک کے بحرِ عمیق میں پڑا ہوا ہے۔ رہا اقرارِ رسالت کا تو لیجئے پڑھیے سردار مکہ کیا ارشاد فرماتے ہیں

اَنْتَ الرَّسُوْلُ رَسُوْ لُ اللهِ نَعْلَمُه، عَلَيْكَ نَزَلَ مِنْ ذِالْعِزَّةِ كُتُبُ

(دیوان

marfat.com

"ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپؐ ہی اللہ کے رسولؐ ہیں اور صاحب عزت وجلال نے آپؐ پر کتاب (قرآن حکیم) نازل فرمائی ہے۔

توحید ورسالت کا اقرار اس سے بہتر پیرائے میں تو کسی نے بہت کم ہی کیا ہوگا۔ مگر افسوس اعلان اسلام کے باوجود ضحضاح کے مستحق ٹھہرا دیئے گئے۔ شاید یہ صلہ آپ کی قربانیوں اور خدمت گزاریوں کا ہے؟ امت اور کیا دے سکتی تھی؟

رہا یہ سوال کہ دل میں ایمان کی تصدیق ہو تو اس تصدیق کا ثبوت بیالیس (۴۲) سال کی وہ خدمات، قربانیاں اور نصرت وحمایت ہے جو کسی دوسرے کو نصیب نہ ہوسکی۔

رہا یہ سوال کہ اعمال صالحہ کی ادائیگی۔ تو گزارش ہے کہ اگر کھلے بندوں اعمال کی ادائیگی عمل میں آتی کفار ومشرکین شبہ کا شکار نہ بنتے۔ اس کے باوجود حضرت ابو طالبؑ، حضرت عبدالمطلبؑ کے طور طریقے پر گامزن ہونے کی وجہ سے ہر قسم کی حرام چیزوں سے دور رہتے تھے۔ اگر حضرت ابو طالبؑ کا ذبیحہ حلال نہ ہوتا یا خدانخواستہ بتوں کے نام پر ہوتا تو حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیالیس سال تک گوشت نہ کھاتے اور نہ ہی مشرکوں کے گھر رہ کر ہر قسم کی ضروریات پوری فرماتے۔ اس بارے میں بہت سے ثبوت کتب احادیث وتواریخ میں موجود ہیں۔

نماز

اس وقت صرف دوگانہ پڑھا جاتا تھا وہ بھی صبح اور عصر، نماز فرض شبِ معراج میں ہوئی جو حضرت ابو طالبؑ کی وفات شریف کے بعد کا واقعہ ہے۔ اسی طرح رمضان شریف کی فرضیت ۲ ہجری میں ہوئی مدینہ منورہ میں رہ گئے حج اور زکواۃ تو دونوں امور بھی حضرت ابو طالبؑ کی وفات تک فرض نہ تھے لیکن کسی بھی صورت میں ادائیگی ہوتی رہی۔ اور زمانۂ قدیم سے حج بیت اللہ تو عربوں کا عام تھا کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابو طالبؑ اپنے فرزندوں کو تو نماز کی سختی سے تاکید کرتے ہوں اور خود نہ پڑھتے ہوں۔ ان کی نظر میں نماز کی کوئی اہمیت نہ تھی تو اپنے بیٹوں کو کیوں تبلیغ فرماتے تھے؟

اپنے عزیز بیٹوں کو نماز کی تبلیغ کرنا اور خود اعمال صالحہ سے دور اپنا خاندان مصطفیٰؐ کی طہارت و عظمت کے خلاف ہے۔ حضرت ابو طالبؑ کے صاحبِ ایمان ہونے پر دو دلیلیں سب سے زیادہ قوی اور روشن ہیں۔ ایک یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کفالت، نصرت اور حمایت صرف مومن ہی کر سکتا ہے۔ کیونکہ مشرک کی مدد نبیؐ کے لیے حرام ہے دوسرے حضرت ابو طالبؑ کے وہ قصائد ہیں جو وقتاً فوقتاً آپ موقع محل کی مناسبت سے انشا فرماتے رہے۔ چونکہ کلام ابو طالبؑ سیرت کی تمام بڑی کتابوں میں

marfat.com

نقل ہے روایت کے الفاظ بدل سکتے ہیں کسی شاعر کا کلام اور خط تو اپنی اصل عبارت اور زبان میں ہوتا ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی توہین اور دل آزاری ہے جواز روئے قرآن گناہ کبیرہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس مبارکہ میں بیٹھے تھے ایک اجنبی شخص آ کر بیٹھ گیا وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اَخبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ الْاِسْلَامُ اَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَتُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَیْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا۔ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَعَجِبْنَا لَہٗ یَسْئَلُہٗ وَمُصَدِّقُہٗ فَقَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِیْمَانِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ قَالَ صَدَقْتَ (صحیح مسلم صفحہ ۲۷) آگے حدیث طویل ہے۔

"پھر بولا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بتلاؤ مجھے کہ اسلام کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے (یعنی زبان سے کہے اور دل سے یقین کرے) اس بات کی کہ کوئی معبود سچا نہیں سوا خدا کے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اس کے بھیجے ہوئے ہیں۔ اور قائم کرے نماز اور ادا کرے زکوٰۃ کو اور روزے رکھے رمضان کے اور حج کرے خانہ کعبہ کا اگر تجھ سے ہو سکے (یعنی راہ خرچ ہو اور راستے میں خوف نہ ہو) وہ بولا سچ کہا آپؐ نے۔ ہم کو تعجب ہوا کہ آپ ہی پوچھتا ہے پھر خود ہی کہتا ہے سچ کہا آپؐ نے۔ حالانکہ پوچھنے والا لاعلم ہوتا ہے اور سچ کہنے والا وہ ہوتا ہے جسکو علم ہو۔ تو یہ دونوں کام ایک شخص کیوں کرے گا۔

پھر وہ شخص بولا مجھ کو بتلاؤ ایمان کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایمان یہ ہے کہ تو یقین کرے (دل سے) اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاک بندے ہیں۔ اور اسکا حکم بجالاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی طاقت بخشی ہے اور اس کے پیغمبروں پر (جن کو اس نے بھیجا خلق کو راہ بتلانے کے لئے) اور پچھلے دن پر یعنی قیامت کے دن پر جس روز حساب کتاب ہوگا (اور اچھے برے اعمال کی پڑتال ہوگی) اور یقین کرے تو تقدیر پر کہ برا اور اچھا سب خدا پاک کی طرف سے ہے (یعنی سب کا خالق بھی وہی ہے) پھر وہ شخص بولا سچ کہا تم نے۔ (آگے حدیث طویل ہے)

قارئینِ کرام! یہ سوال کرنے والے سید الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جو صحابہ کرام کو دین سکھانے آئے تھے۔ سکھلانا اس طرح خود سائل بنے اور حضور معلم۔ جبرئیل علیہ السلام مصدق۔

marfat.com

یہ اوپر عرض کر چکے ہیں کہ جن چیزوں پر ایمان لانا فرض ہے ان سب پر حضرت ابو طالبؑ کا پختہ عقیدہ تھا۔ توحید، رسالت، قیامت، حشر نشر، سب چیزوں پر پختہ ایمان اور عشق و محبت رسولؐ جو معیار ایمان ہے پوری دنیا سے بڑھ کر آپؑ کو حاصل تھی چونکہ پورے پورے قصیدے درج کتاب ہیں اس لئے جا بجا اشعار کا اندراج طوالت مضمون کا سبب ہوگا۔ جب وہ تمام شرائط پوری ہیں جو ایمان کامل کے لئے ضروری ہیں تو ابو طالبؑ کیوں ضحضاح میں جائیں؟ اصل قصور تو یہ ہے کہ حضرت ابو طالبؑ حضرت علی علیہ السلام کے والد محترم اور سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باوفا اور شفیق چچا تھے۔ جب تمام خاندان مصطفیٰ پر پورے نوے سال سب و شتم کا عمل سرکاری احکام اور پورے اہتمام سے جاری رہا ۹۹ میں عمر بن عبد العزیز نے حکم امتناعی جاری کیا مگر ۱۰۱ھ میں وہ بھی اپنوں ہی کے ہاتھوں موت کی آغوش میں پہنچ گئے۔

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے گلیم بوذرؓ و دلقِ اویسؓ و چادر زہرا

حدیث ملاحظہ ہو۔

عَنْ عُثْمٰنَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مرجاوے اور اس کو اس بات کا یقین ہو کہ کوئی لائق عبادت نہیں سوا اللہ جلِ جلالہٗ کے، وہ جنت میں جائے گا۔ (مسلم)

قارئینِ کرام! ہم قبل ازیں عرض کر چکے ہیں کہ حضرت ابو طالبؑ کے کلام واقوال میں توحید و رسالت، مبدأ و معاد اور حشر و نشر کا اقرار جا بجا پایا جاتا ہے۔ معلوم نہیں خاندان نبوت کے خلاف کیوں حدیثیں گھڑی جارہی ہیں۔ کبھی والدین کریمینؑ، کبھی محافظ رسالت چچا اور کبھی کوئی دوسرا طعنوں اور فتووں کے تیروں کا نشانہ بنا رہتا ہے۔ کسی دوسرے آدمی میں رتی بھر بھی توحید و رسالت کے اقرار کی علامت پائی جاتی ہے تو اس کو مومن صادق کہا جاتا ہے۔ لیکن جو شخص قلعۂ اسلام بن کر اسلام اور بانی اسلامؐ کی حفاظت میں آخری سانس تک مصروف جہاد رہا وہ ضحضاح میں پھینک دیا۔

ع..... چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

حدیث مندرجہ بالا اور کلام ابو طالبؑ کی مطابقت کر کے ہی کسی منطقی نتیجے تک پہنچا جا سکتا ہے۔ زیب عنوان مسلم کی حدیث کی روشنی میں بھی کلام ابو طالبؑ سے تعلق کا ثبوت ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں مَلِیْکُ النَّاسِ لَیْسَ لَہٗ شَرِیْکٌ "اللہ تعالیٰ مخلوق انسانی کا مالک اور وحدہٗ لاشریک ہے برحق معبود

marfat.com

بے ... اپنی بخششوں کا مالک ہے۔ اسی نے کائنات کو پیدا فرمایا اور وہی بروز حشر پھر زندہ کرے گا۔ ... فرماتے ہیں۔

وَمَنْ تَحْتَ السَّمَاءِ لَهٗ بِحَقٍّ وَمَنْ فَوْقَ السَّمَاءِ لَهٗ عَبِيْدٌ

آسمان و زمین کے درمیان جو مخلوق بھی زندگی گزار رہی ہے اور جو آسمان کے اوپر ہیں سب اسی ذات کے حقیقی بندے ہیں۔

قارئین کرام! کوئی صاحب علم و معرفت کوئی منطقی اور متکلم کوئی عالم اور محدث بتائے کہ لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم بھی یہی ہے جو اوپر بیان ہوا یا کچھ اور ہے؟ بس شعروں کی موزونیت کے اعتبار سے کلمات و الفاظ کی ترتیب و ترکیب میں فرق ہے مفہوم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔

حضرت ابوطالبؑ کے خلاف آنے والی، بخاری کی روایت میں آدھے کلمے کا ذکر ہے، کسی ایک کتاب میں بھی پورے کلمے کا ذکر نہیں جبکہ شرط ایمان توحید و رسالت کا اقرار ہے پھر وقت نزع تو اقرار اسلام اور توبہ قبول ہی نہیں۔ جبکہ روایت میں آیا ہے۔ یہ کہا کہ ملت عبدالمطلبؑ پر مرتا ہوں اور وصال ہو گیا۔

لیجئے اب کلمہ طیبہ کے نصف ثانی کے بارے میں حضرت ابوطالبؑ کا عقیدہ ملاحظہ فرمایئے فرماتے ہیں۔

وَخَيْرُ بَنِىْ هَاشِمٍ اَحْمَدُ رَسُوْلُ الْاِلٰهِ عَلٰى فَتْرَةٍ

''اور خاندان بنی ہاشم میں سب سے افضل جناب احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو زمانہ فترت کے بعد خداوند تعالیٰ کے رسول کی حیثیت سے تشریف لاتے ہیں''

انصاف اور ایمان کی روشنی میں دیکھا سوچا اور محسوس کیا جائے تو یہی مفہوم و مقصد ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا، یہی نہیں حضور سردار مکہ اور ناصر و حافظ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں جا بجا ایسے ہی مضامین پائے جاتے ہیں جن میں توحید و رسالت کے اقرار اور نصرت و حمایت اسلام کا واضح ذکر منقول و مرقوم ہے۔

راسخ العقیدہ مومن کے لئے مذکورہ بالا بیان کامل حجت ہے مگر مشکل یہ ہے کہ حضرت ابوطالبؑ حضرت علی علیہ السلام کے والد محترم اور پیغمبرِ خدا کے باوفا اور شفیق چچا ہیں۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ الْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ۔

حضرت ابو ہریرہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا

marfat.com

ایمان کی ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیاوشرم بھی ایمان کی ایک شاخ ہے (بخاری کتاب الایمان)

قارئین کرام! کوئی ایسی دلیل، گواہی، ثبوت اور واقعہ ہے کہ حضرت ابو طالب نے بیالیس سالہ خدمت ونصرت رسولؐ کے دورانیہ میں (معاذ اللہ) کوئی ایسا کام کیا جس میں بے حیائی کا عنصر پایا جاتا ہو؟ آپ سردار مکہ اور متولی حرم کعبہ تھے۔ آپ کی زندگی ایک عاشق کی زندگی تھی، عشق اسی ذات مکرم کا جسے خدا وند عالم نے اپنا محبوب اور حبیب منتخب فرمایا۔ علاوہ ازیں حضرت ابو طالب نے ایک باوقار اور مقدس زندگی بسر کی اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ قبائلی عصبیت اور خاندانی رقابت کے باوجود آپ ہی کو سردار مکہ اور محافظ حرم بیت اللہ تسلیم کیا گیا تھا۔ یہ خدمت زندگی کے آخری لمحہ تک آپ ہی کا خاصہ رہی۔

مسلمان کے لہو میں ہے سلیقہ دلنوازی کا ۔۔۔ مروت حسن عالمگیر ہے مردان غازی کا

مسلمان کی تعریف:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ والی آخر) بخاری

امام بخاری نے اسناد کے ساتھ عبداللہؓ بن عمروؓ سے حدیث نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان امن میں رہیں یعنی نہ تو کسی مسلمان کو ہاتھ سے ایذا دی ہو اور نہ زبان سے دکھ دیا ہو۔

قارئین کرام! حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دیئے ہوئے مبارک اصول کی روشنی میں حضرت خواجہ ابو طالب کی مبارک زندگی اور کردار کا اندازہ کرنا آسان ہے۔ چونکہ حضرت ابو طالبؑ حضورؐ کے زمانہ کفالت سے ۱۰ نبوی تک شب وروز دنیا کے تمام کام دھندے چھوڑ چھاڑ تحفظ رسالت اور حمایت رسولؐ میں مصروف رہے۔ قبل از نزول وحی آپ علامات واخبار نبوت ہی سے بخوبی متعارف ہو چکے تھے۔ اعمال صالحہ کا کھلے بندوں اظہار نہ فرمایا کیونکہ آپ کی اس روش سے کفار ومشرکین دھوکے میں رہنے لگے۔ یاد رہے کہ کفار کو داؤ دینا جہاد اسلام میں جائز ہے اصل بات تو یہ ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نے اسلام، مسلمانوں اور ھادی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت وحمایت اور بلند ترین خدمت گاری کو اپنا شعار بنائے رکھا۔ دوسری مسلمہ بات یہ ہے کہ اگر ابو طالب مومن نہ ہوتے تو پیغمبر اسلام کسی صورت میں بھی آپ کی معاونت اور نصرت قبول نہ فرمائے اور نہ ہی خواجہ ابو طالبؑ اپنی ساری زندگی پوری قوم کی مخالفت کرتے۔ کفار نے جب بھی کوئی وفد آپ کے پاس بھیجا، یہی کہا ہمارے بتوں کو جھوٹا اور ہمیں گمراہ کہا جاتا ہے۔ کتب تواریخ سے کہیں ثابت نہیں کہ ابو طالبؑ آپ بھی تو

marfat.com

ہمارے ہم مذہب ہیں۔ کیوں اپنے بتوں کی تکذیب کرواتے ہو کسی کافر نے حضرت ابو طالبؑ سے ایسی بات نہیں کی۔ بایں ہمہ جب بھی کفار نے قوت و طاقت کی دھمکی دی تو سردار مکہ نے تمام خطرات سے بے نیاز ہو کر یہی جواب دیا' زور لگا دیکھو میری زندگی میں ہادیٔ اسلام کا بال بھی بیکا نہ کر سکو گے۔ اور قریش کو آخری وقت وصیت فرمائی کہ محمدؐ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی پیروی کرو گے تو دنیا میں تمہاری عزت ہو گی تم دیکھو گے کہ پوری دنیا کی سرداری انہی کو سزاوار ہے۔ یہ وصیت حضرت محمد بن عبداللہ علیہما السلام کی پیروی اور نصرت کے لئے نہ تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسولؐ اسلام کی نصرت وحمایت کے لئے تھی۔ میں نہ مانوں کا کوئی علاج نہیں۔

حضرت خواجہ ابو طالبؑ تو عشقِ رسولؐ میں مستغرق تھے کہ بقول عارف لاہوری

جز عشق حکایتے ندارم۔ پروائے ملامتے ندارم
از جلوۂ علم بے نیازم۔ سوزم، گریم، تپم، گدازم

''عشق ومحبت کے بغیر مجھے کسی چیز سے تعلق نہیں ہے اور کسی کی ملامت کی بھی کوئی پرواہ نہیں، مجھے علم ودانش سے کیا غرض میرا کام تو صرف جلنا، رونا اور سوزش درون سے پگھلنا ہے''

اسلام کی بہتر خصلت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَجُلًا سَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاِسْلَامِ خَیْرٌ'' قَالَ تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَءُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ مَنْ لَمْ تَعْرِفْ۔ (بخاری)

''عبداللہ ابن عمرو نے بیان کیا کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا اسلام کی کونسی خصلت بہتر ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کھانا کھلانا اور واقف ناواقف کو سلام کہنا''

قارئینِ کرام! دنیا جانتی ہے لوگ انسانوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ حضور خواجہ ابو طالبؑ نے میلادالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نہ صرف پورے شہر مکہ کی تین دن ضیافت کی بلکہ ہر پہاڑی پر کھانا اور گوشت رکھا تا کہ حیوان بھی تبرک کھائیں۔

اس طرح حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے لختِ جگر نورِ نظر اور اللہ کے نام پر ذبح ہونے والے حضور خواجہ عبداللہ علیہ السلام کے عوض میں ذبح ہونے والے ایک دو یا پانچ دس نہیں پورے سو (۱۰۰) اونٹ کئی دن تک سارا شہر مکہ کھاتا رہا۔ اور پہاڑیوں پر گوشت بکھیرا گیا تا کہ جنگلی حیوان اور پرندے بھی ہاشمی لنگر سے کھائیں۔ لطف اور تعجب کی بات ہے کہ رئیس مکہ حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے گھر میں ذرہ

marfat.com

پھر اس گوشت سے نہ کھانے دیا۔ سبحان اللہ برسوں بعد اسلام نے قانون وضع کیا کہ بنی ہاشم کے لئے صدقہ کھانا حرام ہے مگر حضورؐ کے جد امجد کو اللہ تعالیٰ نے کتنی فراست دینی عطا فرمائی کہ دوسرے محرمات سے کنارہ کش ہونے کے ساتھ ساتھ صدقہ کو چھوا تک نہیں۔ تواریخ و تفسیر کی کتب میں خاندان ابو طالبؑ کی سخاوت ہمدردی، رحم دلی اور ایثار و قربانیوں کے سینکڑوں واقعات ملیں گے۔ سخاوت، مروت، شجاعت، عدالت اور شہادت نے اسی گھر میں جنم لیا اور ایسا کیوں نہ ہوتا، یہی تو ذریت ابراہیم علیہ السلام کے باوقار اور عالی شان روشن ستارے ہیں اور نورِ ہدایت بھی۔ یہ اعمال ایمان کا حصہ ہیں۔

تعارف مومن بروئے قرآن وحدیث

مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (نحل ۹۷)

''جو شخص کوئی نیک کام کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو (دنیا میں) بالطف زندگی عطا کریں گے۔ اور آخرت میں ان کے اچھے کاموں کے عوض ان کا اجر عطا کریں گے'' (مظہری)

قارئینِ کرام یہ تو اٹل فیصلہ ہے اللہ تعالیٰ کا کہ مومن مرد عورت کو نیک اعمال کے بدلے میں انہیں دنیا و آخرت میں جزائے خیر سے نوازا جائے گا یہ کسی محدث، مجتہد اور فقیہی کا قول نہیں فرمان الٰہی بطور فیصلہ و حکم ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی ترمیم ممکن ہی نہیں۔

اب ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ مومن ہے کون؟ بہت زیادہ ذکر و اذکار کرنے والا نہیں۔ شب و روز تلاوت کرنے والا نہیں، گوشہ نشینی اختیار کرنے والا نہیں، تبلیغ کرنے والا نہیں تو پھر مومن کی نشانی اور ایمان کا معیار کیسا ٹھہرا؟

پہلے تو ہم نے قرآن حکیم کے حضور سوال عرض کیا تو ارشاد ہوا۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ ،

''پس (اے محبوبؐ) تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک آپ کو اپنا حاکم اور سردار نہ تسلیم کریں''

کیا معلوم ہوا اللہ تعالیٰ اپنی عظمت اور کبریائی کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ مومن بننے کے لئے محبت اور اتباع رسولؐ شرط قطعی ہے جس شخص کے دل میں محبت و عشق رسولؐ اور عمل میں اتباع رسولؐ نہیں اسے مومن کہلانے کا کوئی حق نہیں سبحان اللہ کیا معیار ہے مومن اور ایمان کامل کا۔

marfat.com

اب ہم بارگاہِ رسالت میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وعلیٰ الٰک وسلم مومن کی نشانی اور تعارف کیا ہے۔ سبحان اللہ ایسا جواب ارشاد ہوا جو آیت مذکورہ کی شاندار تصدیق اور تائید ہے لیجئے درود شریف پڑھیئے اور فرمان رسالت کی چھاپ ثبت کیجئے اپنے دفتر ایمان پر۔ فرمان رسالت ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ (بخاری کتاب الایمان)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا، جب تک اس کو میری محبت اپنے باپ اور اولاد سے زیادہ نہ ہو''

حضرت انسؓ کی روایت میں وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ زیادہ ہے یعنی ماں باپ اولاد اور ساری مخلوق سے زیادہ مجھے محبوب رکھے۔

قارئینِ محترم! مندرجہ حدیث ہم نے باب الحدیث میں بھی نقل کی ہے۔ یہاں آیت کریمہ اور حدیث کی تطبیق مراد ہے۔

بڑی بات تو یہ ہے نا کہ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسمیں کھا کر محبت اور اتباع رسولؐ کو اصل ایمان قرار دیا۔ ان دو مقدس ہستیوں کو قسمیں کھانے کی ضرورت کیوں پڑی۔ اسی لئے کہ قیامت تک یہ قانون مطلق قائم رہے کہ

خدا کے ماننے والا مسلمان ہو نہیں سکتا
بجز حب محمدؐ کامل ایمان ہو نہیں سکتا

چلو بھئی اللہ اور اس کے حبیبؐ نے تو فیصلہ فرما دیا کہ ایمان نماز روزہ حج، زکوٰۃ، وغیرہ کا نام نہیں بلکہ ادب واحترام اور محبت واتباع رسول کا نام ہے۔ اس اصول کا منکر تو منکر قرآن ٹھہرا۔

اب ہم بڑے ادب واحترام اور منت وسماجت سے سردار بطحا خواجہ ابو طالب کے حضور عرض پرداز ہیں کہ بابا جی حضور! آپؐ نے بھی کبھی اپنے ابن اخی اور اللہ کے رسولؐ سے محبت یا ان کے تبلیغی امور میں ان کی نصرت وحمایت کی؟ جواب ملا کیا میرا کلام تم نے نہیں پڑھا؟

میں نے تو کفار ومشرکین کی دھمکیوں کا جواب یوں دیا تھا۔

ع کَذَبْتُمْ وَبَیْتَ اللّٰهِ نُبْزٰی مُحَمَّدًا

marfat.com

" ربِ کعبہ کی قسم تم نے جھوٹ بولا ہے ہم پیغمبر اسلامؐ کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑ سکتے"۔

ایسی محبت واتباع تو ہماری ساری زندگی محبت رسولؐ پر قربان ہوئی کہ کسی کی تائید یا تردید سے ہمارے عشق واتباع میں دراڑیں نہیں پڑ سکتیں۔ کئی لوگ خداوند تعالیٰ کی ہستی کے منکر ہیں اس کا کیا بگاڑ لیا جو ہمارا نقصان کریں گے۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ اپنے ایمان کا بیڑہ غرق کر رہے ہیں۔

خزانۂ عشق وایمان تو ساری زندگی خواجہ ابو طالبؑ کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل مطمئن کرتا رہا انجان اور بے نصیب کس چیز کو ایمان عبارت کرتے ہیں بقول عارفؒ۔

امروز چوں جمال تو بے پردہ ظاہر است ۔۔۔ در حیرتم کہ 'وعدہ' فردا برائے چیست ؟

"یعنی جمال محبوب ہی تو عاشق صادق کی اصل مراد ہے سو وہ میری آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہے حیرت تو یہ ہے کہ روز حشر میں کون سی ایسی نعمت ہوگی جس کا وعدہ کیا گیا ہے"۔

عارف کا یہ ایک شعر خلاصہ ہے عشق رسول اور اس نصرت واتباع کا جو خواجہ ابو طالبؑ کو میسر تھی۔ ایمان تو پچپاس سال خواجہ ابو طالبؑ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنا رہا مگر دل کے اندھے اور کینہ ور لوگ بے بصر و بے بصیرت رہے۔ سب سے بڑا قصور خواجہ ابو طالبؑ کا یہ تھا کہ آپؑ والد علی المرتضیٰ اور عمِ محترم مصطفیٰؐ ہیں۔ انہی باپ بیٹوں نے عظمتِ اسلام کی کشتی کو کفر وشرک کے طوفانوں سے محفوظ رکھا' مگر ان مسلمانوں نے دشمنی کی قسم کھائی جن کے مشرک آباؤ اجداد ان کے ہاتھوں تہ تیغ ہوئے۔

معیارِ ایمان بروئے قرآن حکیم

اس فصل میں قرآن حکیم کی آیات بینات واحادیثِ نبوی کی روشنی میں تعارف مومن' ایمان کی علامت وصفات اور معیار ایمان کی نشاندہی کی گئی ہے۔ قرآن حکیم کی متعدد آیات کی تفسیر میں کردار و ایمان ابو طالبؑ پر براہ راست روشنی پڑتی ہے' مگر اس امر کی تفہیم کے لئے عرفان وادراک کی اشد ضرورت ہے اصل بات محبت واتباع کی ہے۔

اعرابی دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میری بکریاں نکلی جا رہی ہیں۔ مجھے جلدی جلدی اسلام کی تعلیم فرمائیں۔ وہ بار بار یہی عرض کر رہا تھا اور بکریوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ آپؐ نے اس کا ذوق واشتیاق ملاحظہ فرمایا' اسلام سکھلایا' ارکانِ اسلام سے متعارف کرایا اور ارشاد فرمایا کہ ان اعمال سے زیادہ کرے گا تو نفلی عبادت ہوگی۔ عرض کیا مجھے قسم ہے اللہ کی نہ ان میں کمی کروں گا اور نہ ان میں اضافہ کروں گا السلام علیکم! کہہ کر چلا گیا۔

آپؐ نے فرمایا! جس نے جنتی کو دیکھنا ہو اسے دیکھ لے یہ ہے اطاعتِ رسولؐ اور ادب و

marfat.com

احترام۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجاً مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيماً۔ (نساء)

ا۔ ترجمہ: پس (اے مصطفیٰ) تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم بنائیں آپ کو ہر اس جھگڑے میں جو پھوٹ پڑا ان کے درمیان پھر نہ پائیں اپنے نفسوں میں تنگی اس سے جو فیصلہ آپؐ نے کیا اور تسلیم کرلیں دل وجان سے (جمال القرآن)

حضورؐ کا فیصلہ فیصلہ الٰہی ہے۔ حضورؐ کی مرضی مرضی الٰہی ہے۔ حضورؐ مالک ومختار اور وارث کونین ہیں۔ آپؐ کا عاشق اور محب مومن ہے اور گستاخ منافق، یہی الٰہی فیصلہ ہے۔

اس پوری بحث کا نچوڑ یہ ہے کہ جب تک دین دنیا کے تمام معاملات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کلی طور پر اپنا مالک ومختار اور حاکم اعلیٰ تسلیم نہ کرے ایمان کی دولت سے محروم رہے گا۔ پھر یہ شرط بھی ہے کہ فیصلہ اپنے خلاف بھی ہو تو اسے بخوشی مان کر حکم رسالت کا احترام بجالائے بصورت عدم اتباع ایماندار نہ ہوگا۔

آمدم برسر مطلب۔ وہ کونسا حکم ہے جس کی تعمیل سرکار ابوطالبؓ نے نہ کی ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کون سی ضرورت اور خواہش تھی جس کے پورا کرنے کے لئے سردار بنو ہاشمؓ نے سردھڑ کی بازی نہ لگائی ہو، مشرکین کی وہ کون سی سازش تھی جسے سید البطحؓ نے پاؤں کی ٹھوکر سے پاش پاش نہ کر دیا ہو، کفار ومشرکین کی وہ کون سی شرارت تھی جسے ناکام نہ بنایا ہو۔ وہ کون سی دھمکی تھی جو خواجہ بطحا کی حکمت عملی سے ہوا میں تحلیل ہو کر نہ غائب ہو گئی ہو۔

ہے کوئی گروہ اسلام میں ایسا منفرد جانباز جس نے ساری زندگی بھتیجے پر نہیں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر قربان کر دی ہو۔ وہ عزم وہمت کا پیکر وشجاعت دلیری کی کان ہمدردی، وفاداری، خیر خواہی اور عالی ظرفی کا مجسمہ سردار مکہ، سید بنو ہاشم عم مصطفیٰ والد مرتضیٰ جد الحسنین سیدنا ابوطالبؓ ہی تھے جنہوں نے قافلہ اسلام کو رہزنوں اور بدخواہوں سے محفوظ رکھا۔ کروڑوں سلام ہوں تو آپؐ کی وفاداری اور جانفروشی پر

ہزار خوف ہو لیکن زبان ہو دل کی رفیق　　　یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

آیت بالا کی تائید میں فرمان رسالت بھی ملاحظہ ہو اور پھر غور وتدبر حدیث؟ کے بعد فیصلہ کرنا ہوگا کہ ایمان کیا چیز ہے اور معیار ایمان کیا ہے؟

marfat.com

معیارِ ایمان بروئے حدیث

بخاری کی پوری اسناد کے ساتھ حدیث نقل کی جاتی ہے ذرا اس کی روشنی میں ایمان ابوطالبؑ کا معیار بھی ملاحظہ ہو۔

حَدَّثَنَا اَبُوالْیَمَانَ قَالَ ثَنَا شُعَیْبٌ قَالَ ثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ۔ (بخاری کتاب الایمان)

ہم سے بیان کیا ابوالیمان نے' کہا ہم کو خبر دی شعیب نے کہا ہم سے بیان کیا ابوالزناد نے' انہوں نے اعرج سے انہوں نے ابوہریرہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا' توقسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کو میری محبت اپنے باپ اور اولاد سے زیادہ نہ ہو۔ یہ حدیث پہلے بھی گذر چکی ہے تکرار بغرض تاکید ہے۔

یہ حدیث نمبر ۱۳ اور حدیث نمبر ۱۴ جو حضرت انسؓ سے روایت ہے میں وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ زیادہ ہے۔ یعنی تمام لوگوں سے زیادہ۔

قارئینِ کرام! راسخ العقیدہ مومن کو تو ایمان ابوطالبؑ میں کوئی شک ہے نہ تردد۔ اس حدیث کے الفاظ میں صوری معنوی اعتبار سے خالص اللہ اور اس کے آخری رسولؐ معظم کی رضا کے لئے ہے غور کرنے سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے:

۱۔ آپؐ سے کسی نے سوال نہ کیا بلکہ اپنی قدر و منزلت کا آسان سا تعارف فرمایا کہ معیار ایمان محبت رسولؐ ہے۔

۲۔ آپؐ نے قسم کھائی جبکہ قرآن حکیم کی تصدیق ہے کہ آپؐ وحی الٰہی کے بغیر بولتے ہی نہیں۔ آپؐ کا کلام وحی الٰہی ہے۔ پھر قسم کھانا تو خداوند تبارک وتعالیٰ کو اپنے قول پر گواہ بنانا ہوتا ہے۔ بغیر قسم بھی آپؐ کا ارشاد مرضیٔ خدا ہے۔ تو عرض ہے کہ علم نبوت سے آپؐ کو معلوم تھا چودھویں پندرھویں صدی کے بعض ملاں محبوبِ باری تعالیٰ کو صرف ایلچی کی حیثیت سے پہچانیں گے تو قسم کھا کر فرمایا کہ کچھ محبت کرنے والا' اس سے زائد محبت کرنے والا' اور کافی ساری محبت کرنے والا مسلمان ہوتو ہوتا رہے مگر جب تک اپنے قریبی رشتہ داروں اور تمام کائنات سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ کرے گا۔ مومن نہ ہوگا۔ مومن نہ ہوا تو نجات کہاں؟ سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قطعی فیصلہ فرما دیا

marfat.com

کہ اپنی اولاد اور والدین سے بڑھ کر مجھ سے محبت کرنے والا ہی مومن موحد اور مقبول بارگاہِ رسالتؐ ہو سکتا ہے۔ کسی بھی نظام حکومت میں کسی بھی حاکم مجاز کا حکم مرکزی حاکم اعلیٰ کے دستور العمل کے مطابق ہوتا ہے اس کو غلط نہیں کہا جا سکتا۔ یہ الگ بات ہے کہ اس حکم کی فرمانبرداری کون کرتا ہے اور حکم کس کے مقدر میں ہے۔

قارئینِ کرام! انسانوں سے پوچھئے جنوں سے دریافت کیجئے؟ فرشتوں کی شہادت لیجئے، حیوانات کا جواب سنیئے پرندوں سے ثبوت طلب کیجئے؟ سمندروں اور پہاڑوں میں رہنے والی مخلوق سے سوال کیجئے اور اپنے ایمان و یقین سے تسلی کیجئے کہ حضور ھادی اسلام، سلطان الدنیا، شہنشاہ دارین، جد الحسنین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جتنی محبت، سید البطحا والمرتضیٰ محافظ رسولؐ ناصرِ دین متین، جد الحسنین خواجہ ابو طالبؑ کو پوری ارضی سماوی کائنات میں کسی کو نصیب ہوئی نہ ہوگی۔

بلا شک وشبہ اہلِ بیت عظام اور صحابہ کرام کی محبت وری ماوری تھی لیکن ان مقدس گروہوں اور حضرت ابو طالبؑ کے حالات میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

صحابہ نے بحثیتِ ایک جماعت اور عسکری تنظیم سے محبتِ رسولؐ میں مست کفار کا مقابلہ کیا، امن چین بھی پایا، مسجدوں اور گھروں میں آرام بھی فرمایا نماز اور جمعہ اور عیدین کی خوشیوں میں بھی مل بیٹھے۔ لیکن سید الابطحین خواجہ ابو طالبؑ نے پورے بیالیس (۴۲) سال تک تنہا پہرے دیئے، راتوں کی نیندیں اور دن کا چین قربان کیا۔ کفار کے وفود کا تنہا مقابلہ کیا۔ پورے تین سال بامشقت اسیری میں گزارے۔ سوشل بائیکاٹ کی صعوبتیں برداشت کیں، سفر وحضر میں شب و روز رفاقتِ رسولؐ میں رہے۔ ہر مصیبت کے وقت سینہ سپر رہے۔ جاتے وقت قوم کو اطاعت وفرمانبرداری کی وصیت فرمائی۔ اپنے کلام نظم ونثر میں ایک ہی مقصد کی نشاندہی کی کہ

اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّداً   نَبِیّاً کَمُوْسٰی خُطَّ فِیْ اَوَّلِ الْکُتُبِ

"اے قریش محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہم میں اسی طرح نبی مبعوث ہوئے جیسے موسیٰ علیہ السلام آئے تھے۔ اور اس بات کا ثبوت سابقہ کتب میں بھی موجود ہے"

اب آیا سمجھ میں ایمان ابو طالبؑ؟ فلاں نے کہا کلمہ پڑھا فلاں نے کہا نہیں پڑھا۔ فلاں کی روایت شفاعت ہو جائے گی، فلاں نے کہا عذاب میں تخفیف ہو جائے گی، شاید فائدہ ہو جائے وغیرہ وغیرہ بھانت بھانت کی بولیاں ہیں۔ یہ سب کچھ جناب ابو طالبؑ یا حضورؐ کے والدین کریمین کے بارے میں ہے کسی اور کی بات ہی نہیں، یہ کیا روایتیں ہیں یہ کیا ادب واحترام ہے یہ کیسی فرمانبرداری ہے ... میری سمجھ میں نہیں آتی ان لوگوں کو لکھتے ہوئے

marfat.com

نہ خدا کا خوف دامن گیر ہوا نہ رسول گا ادب نہ مخلوق سے شرم' پھر تاویلیں کر کے کچھ سے کچھ بنا دینا ہے۔

ع۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم کھا کر فیصلہ سنا دیا کہ محبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم مومن صادق ہو سکتا ہے۔ اس سے زیادہ کس ثبوت اور کس ضمانت کی ضرورت رہ جاتی ہے۔ اس فیصلے کا منکر' منکرِ رسالت ہے۔ حدیث کا ماحصل اور نچوڑ یہ ہے کہ حضرت ابو طالبؑ محبِ رسولؐ تھے۔ جنکی محبت کے بارے میں سیرت کی تمام کتابوں میں حُباً شَدِیداً زبردست محبت کے الفاظ گواہ موجود ہیں۔

فَاِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْاِیْمَانِ (بخاری)

فرمان رسالت ہے۔ بے شک شرم و حیا ایمان سے ہے۔ جس شخص کو اس کے بلند کردار اور اعلیٰ صلاحیتوں کی وجہ سے مکہ کی سرداری اور کعبہ مکرمہ کی خدمات کے لئے منتخب کیا گیا تھا اس میں دوسرے بنیادی خصائل کے ساتھ شرم و حیا بھی بدرجہ اتم موجود تھی جو جزو ایمان ہے۔ بلکہ اَلْحَیَاءُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ بھی آیا ہے یعنی حیا آدھا ایمان ہے۔

قَالَ عَمَّارٌ ثَلٰثٌ مَنْ جَمَعَهُنَّ فَقَدْ جَمَعَ الْاِیْمَانَ اَلْاِنْصَافُ مِنْ نَفْسِكَ وَبَذْلُ السَّلَامِ لِلْعَالَمِ وَالْاِنْفَاقُ مِنَ الْاِقْتَارِ (بخاری)

"حضرت عمارؓ نے فرمایا جس نے تین چیزیں جمع کر لیں اس نے ایمان کو جوڑ لیا۔ ایک اپنے جی میں اپنا انصاف کرنا دوسرے ہر ایک مسلمان کو سلام کرنا تیسرے تنگی میں خرچ کرنا"

قارئین کرام! یاد رہے کہ تینوں صفات حضرت ابو طالبؑ میں موجود تھیں۔ قرآن کریم نے اصول دیا ہے کہ پہلے ایمان اور پھر نصرت رسولؐ۔ ثابت ہے کہ حضرت ابو طالبؑ سابق الایمان صحابی اور محافظ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم تھے۔ ان پر کوئی بھی الزام ایذائے رسول گا باعث ہے جو فعل حرام ہے اور سزا سخت۔

امام بخاری نے کتاب الایمان باب ۴۱ میں حدیث نمبر ۵۳ ہی میں باب ۴۲ کا اندراج کرتے ہوئے لکھا ہے:

قَوْلُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلدِّیْنُ اَلنَّصِیْحَةُ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰی: اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (بخاری)

"آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا یہ فرمان کہ دین کیا ہے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کی

marfat.com

فرمانبرداری اسکے پیغمبر اور مسلمان حاکموں اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ میں فرمایا جب وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی خیر خواہی میں رہیں''

قارئین کرام! اس حدیث اور آیت سے دین کی اصلیت اور حقیقت کی تشریح ہوئی ہے۔ یعنی دین تو خیر خواہی کا نام ہے۔ چاہے وہ اللہ اور رسولؐ کی خیر خواہی ہو یا خواص وعوام اہل اسلام کی۔ اس موضوع پر نص قطعی سے بڑھ کر اور کونسی چیز حُجت ہوگی۔ جیسے کہ حدیث کے متن میں سورہ توبہ کی آیت کریمہ کا ٹکڑا منقول ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی خیر خواہی دین ہے۔

اب انصاف کے لمحات ہیں حضرت ابو طالبؑ کا کردار اور خیر خواہی کیسی تھی؟ آسمان تلے ایسا کوئی متنفس نہیں جس نے سردار مکہ حضرت ابو طالبؑ کی طرح اہل اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خیر خواہی خدمت گذاری، وفاداری، جان نثاری، غمگساری، رفاقت، نصرت، اور حمایت کی ہو۔ آپؑ فی الواقع آیت میثاق کی جیتی جاگتی تصویر اور تفسیر ہیں۔ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۸۱ میں جو عہد پیمان اللہ تبارک وتعالیٰ نے گروہ انبیاء علیھم السلام سے لیا تھا، حضرت ابو طالبؑ اس مقدس عہد میثاق کی تمام شرائط پر بڑی خوبصورتی اور وقار سے پورے اترتے ہیں۔ اس طرح سلطان الانبیاء علیھم السلام کی حمایت نصرت کی جیسا حق تھا۔ دراصل یہ خبر تھی اس مبتدأ کی جس کے لیئے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے تکمیل وتعمیر بیت اللہ شریف کے بعد اپنے مبارک ہاتھوں کو اٹھا کر خالق کائنات کے دربار عالی میں گذارش کی تھی کہ اے اللہ اس شہر مکہ میں اپنا وہ رسول اعظم مبعوث فرما اسی خاندان ابراہیمؑ سے جو اہل شہر کو تیرا کلام سنائے اور رازھائے حکمت کا انکشاف کرے۔ اور اس شہر کے باسیوں کو پھلوں سے رزق عطا فرما۔ دنیا نے دیکھا، تاریخ نے لکھا، قارئین نے پڑھا کہ حضرت خلیل علیہ السلام کی پاکیزہ دُعا ربّ جلیل کے دربار میں مقبول ہوئی۔ بیت اللہ اپنے اصل مستحقین کی تولیت میں آیا۔ آل ابراہیمؑ کی دھاک اقوام عرب پر بیٹھ گئی، نور خدا کا ظہور اس وقت کے سردار حضرت عبد المطلبؑ کے گھر ہوا۔ زمین وآسمان میں خوشیاں منائی گئیں، رئیس مکہ ومتولی حرم نے اپنے جانشین فرزند حضرت ابو طالبؑ کو ارشاد فرمایا کہ ظہور قدسی کی خوشی میں پورے شہر مکہ کی ضیافت کرو لہٰذا سلسلہ ضیافت تین دن جاری رہا انسان تو درکنار جنگلی حیوانات اور پرندوں نے بھی تین دن تک لنگر ہاشمی سے استفادہ کیا۔ جیسے کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے۔

اس طرح محبوبؐ خدا کا پہلا یوم میلاد سردار بنی ہاشم حضرت ابو طالبؑ کے ہاتھوں انجام پذیر ہوا جو آج تک جاری ہے اور انشاء اللہ تا صبح قیامت جاری رہے گا مگر مِہ وَلُطفِہٖ کسی کے مقدر کی کیا ریس۔ حضورؐ کے جدِ امجد کے واصل بحق ہوتے ہی نور مجسم سردار الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

marfat.com

کفالت سردارِ مکہ خواجہ ابو طالبؑ نے سنبھال لی جس کا فیصلہ حضرت عبد المطلبؑ نے اپنی مقدس زندگی میں کر دیا تھا۔

قبل از نزول وحی خواجہ ابو طالبؑ نے نبوت کی بہت سی نشانیاں بچشم خود ملاحظہ کیں اور دل و جان سے ان علامات و مشاہدات کو تسلیم کیا۔

پھر وہ مبارک لمحات بھی آ گئے کہ غارِ حرا شریف سے اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ کی صدا بلند ہوئی جس نے دنیا کو حیران کر دیا بت کدے تھرا گئے' بت پرست لرزہ براندام تھے کہ یہ بجلی کا کڑکا ہے یا ہادیٔ برحق کی آواز کہ جس نے سرزمین عرب میں ایک زلزلہ برپا کر دیا۔

سردارِ مکہ کی ثابت قدمی

اعلان نبوت پر ساری دنیا کو تو حیرت ہوئی مگر وہ ذات مقدس جس کی آغوش رافت کو ربِّ کعبہ نے اپنی پناہ قرار دیا پورے عزم و ہمت اور اطمینان سے مشکل حالات کا بلا شرکت غیرے مقابلہ کرنے کے لئے کمربستہ ہو گئی۔ اسی خوش نصیب انسان کو خواجہ ابو طالبؑ کے نام سے جانا جاتا ہے کاش کہ اس محسن رسولؐ اور نقیب اسلام کی لازوال قربانیوں کا امت رسولؐ کو بھی کوئی احساس ہوتا اِلَّا ماشاءَ اللہ۔

وائے ناکامی' متاع کارواں جاتا رہا   کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

❀❀❀

کردارِ ابو طالبؑ بنظر قرآن حکیم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ ۚ وَبِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ؕ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ہُدًی مِّنۡ رَّبِّہِمۡ ٭ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۔(بقرہ)

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اس پر (اے حبیبؐ) جو اتارا گیا ہے آپؐ پر اور جو اتارا گیا آپؐ سے پہلے اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں۔ وہی لوگ ہدایت پر ہیں۔ اپنے رب کی (توفیق) سے اور وہی دونوں جہان میں کامیاب ہیں''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں پر یقین کرنے اور ان کی تصدیق کرنے کو ایمان سے تعبیر فرمایا ہے سورۂ بقرہ کے شروع مضمون ہی میں چھ صفات بیان فرمائی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ قرآن حکیم پر ایمان لانا' دوسرے انبیائے سابق پر نازل شدہ کتب پر ایمان لانا' مندرجہ اعمال کے اجر

marfat.com

اور انعام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہی لوگ دنیا میں ہدایت یافتہ اور آخرت میں نجات یافتہ ہوں گے۔ قرآن حکیم نے ایک رہنما اصول اولاد آدم کو عطا فرمایا ہے۔ اس اصول کے خلاف اٹھنے والا ہر قدم خطا کار اور گم گشتہ راہ ہوگا۔

قارئینِ کرام! اب ہم خواجہ ابوطالبؑ کی خدمت عالیہ میں ہاتھ جوڑ کر عرض کرتے ہیں کہ اے مجاہد اول اے ناصرِ رسولؐ اے فدا کار مصطفیٰؐ اے عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپؑ کی آنکھوں کے سامنے قرآن نازل ہوتا رہا۔ آپؑ نے بچشم خود معجزات وعلامات نبوت کا مشاہدہ کیا آپؑ نے دعوت ذوالعشیرہ کا اہتمام فرمایا۔ اور آپؑ ہی نے محبوبؐ خدا کے مقدس نکاح کا خطبہ پڑھا! مندرجہ احکام کے بارے میں آپؑ کا عقیدہ کیا ہے؟ جبکہ آپ کے خلاف تو بھانت بھانت کی بولیوں میں فتوے سنائی دیتے ہیں۔

سردارِ مکہ نقیب بنی ہاشم نے بکمال فصاحت وبلاغت ارشاد فرمایا، تو سنو!

أَنْتَ الرَّسُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَعْلَمُهٗ عَلَيْكَ نَزَلَ مِنْ ذِى الْعِزَّةِ الْكُتُبُ

ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپؐ ہی اللہ تعالیٰ کے رسولؐ برحق ہیں۔ اور صاحب عزت وجلال نے آپؐ پر قرآن حکیم نازل فرمایا ہے۔

خواجہ ابوطالبؑ نے اس شعر میں دو امور کی تصدیق، اقرار اور اعلان فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ آپؐ ہی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسولؐ ہیں۔ دوسرے یہ کہ قرآن مجید آپؐ ہی پر نازل ہوا ہے۔ رسالت و کتاب کی تو تصدیق کر دی تو یہی ایمان اور اسلام نہیں ہے؟ افسوس ہے ان علماء پر جو محسنِ رسولؐ اور ناصرِ رسولؐ کا ذکر توہین آمیز الفاظ میں کرتے تھکتے نہیں۔ ایک عاشق صادق اور محبِ رسولؐ کی توہین کرتے ہوئے توہینِ رسولؐ اور ایذا رسانی کے مرتکب ہوتے ہیں جو فعل حرام ہے۔

شعر مذکور میں جہاں اقرار و تصدیق رسالت ہے وہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بلند ترین نعت بھی ہے نیز اس شعر میں وہ تمام صوری معنوی خوبیاں موجود ہیں جو شاعر کے کلام میں پائی جاتی ہوں

اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضور خواجہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک نظر میں ایسے تبلیغی اور نعتیہ کلام کی کیا قدر ومنزلت ہے۔

کتب تواریخ کے حوالجات سے یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ کعبؓ بن زہیر قبول اسلام سے پہلے اسلام کے پکے دشمن تھے۔ جب ان کے بھائی نے بھی اسلام قبول کر لیا تو کعب نے اپنے آپ کو تنہا اور بے بس پا کر دراہائی انداز میں دربار رسالت میں حاضر ہو کر اپنا قصیدہ "بانت

marfat.com

سعادؔ سنانے لگے۔ کعب جب اس شعر پر پہنچے۔

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٌ یُّسْتَضَاءُ بِہٖ مُھَنَّدٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلٌ ؀

''بے شک رسول اسلام اللہ تعالیٰ کی وہ چمکتی ہوئی تلوار اور نور ہے جس کی روشنی سے ہر چیز چمک اٹھتی ہے''

تو آپؐ نے اپنی چادر مبارک اتار کر بطور انعام حضرت کعبؓ کو عطا فرمادی۔

گذارش کرنے کا مقصد و مراد یہ ہے کہ کعبؓ بن زہیر نے نعتیہ شعر پڑھا تو حضور وارث کونین صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ردأ مبارک انعام کے طور پر مرحمت فرمادی۔ جبکہ خواجہ ابو طالبؑ نے نعت بھی کہی، کفار کی ہجو بھی لکھی، قریش کو اتباع رسول کی وصیت بھی فرمائی، اپنے فرزندوں کو نصرت و وفاداری کی تاکید بھی فرمائی، کفار مشرکین کی ہر سازش کو بے نقاب بھی کیا مخالفین کو پر اثر کلام کے ذریعے مرعوب بھی کیا اور ساری زندگی ہادیٔ اسلام پر قربان کر دی، آپؑ کتنے انعام و اکرام کے مستحق ہیں۔ ایمان کا تقاضا ہے کہ خواجہ ابو طالبؑ کا اسم گرامی پڑھتے سنتے ہی تعظیم کیلئے آنکھیں جھک جائیں اور کیوں نہ جھکیں جبکہ آپؑ نے حضورؐ کیلئے مال و دولت قوم قبیلہ سب کچھ چھوڑ دیا تھا۔

ذرا غور فرمائیے

صولی نے بروایت سعید بن مسلم بیان کیا ہے کہ مجھے خداوند ارحم الرحمٰن سے امید ہے کہ وہ ہادی (عباسی) کے تمام گناہ اس ایک نیکی کے عوض بخش دے گا، اور وہ یہ کہ ایک روز ابو الخطاب سعدی اپنا مدیحہ قصیدہ اس کے حضور میں پڑھ رہا تھا جب اس نے یہ شعر پڑھا۔

یَا خَیْرَ مَنْ عقدت کَفَاہُ حُجْزَتَہٗ وَخَیْرَ مَنْ قلتہ' اَمْرَھَا مُضَرُ

مطلب یہ کہ اے دینا کے بہترین شخص اور ان لوگوں میں سب سے بہتر جنہوں نے دنیا پر سکونت کی ہے تو ھادی نے کہا خاموش ہو جا تو نے کیا کہ دیا؟ اس نے فوراً کہا کہ امیر المومنین میری مراد اس وقت موجود دنیا کے لوگوں سے ہے۔ آپ دوسرا شعر سنئے آپ کو خود معلوم ہو جائیگا۔ چنانچہ اس نے یہ دوسرا شعر پڑھا۔

اِلَّا النَّبِیُّ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِنَّ لَہٗ فَضْلًا اَنْتَ بِذَاکَ الْفَضْلُ تَفْتَخِرُ ؀

مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کہ ان کیلئے تمام دنیا کی فضیلتیں ہیں اور بڑا فخر بھی ان کے فضائل کی بنا پر ہے۔ یہ سنکر ہادی نے کہا تو نے اب ٹھیک کہا اور خوب کہا پھر اس کو پچاس درہم دینے کا حکم دیا۔

(مترجم لکھتا ہے کہ ''یہ ایسی نیکی اور ایسی عظیم بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہادی کے تمام گناہ معاف

marfat.com

فرما دیگا) قوسین میں فقرہ مترجم تاریخ الخلفا شمس بریلوی کا ہے جس نے ولید بن یزید کے حالات ترجمہ کرتے ہوئے ولید کے فسق و فجور کی مذمت کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھا ہے کہ "ہادی کی خلافت بھی ایسی تھی"

میں حیدری کہتا ہوں کہ ہمیں کسی کی ذات سے کوئی ضد نہیں اللہ تعالے کو اختیار ہے کہ بڑے سے بڑے گنہگار کو بخش دے اور ہمارا ایمان ہے کہ حضور پرنور رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہٖ وسلّم کی تھوڑی سی محبت بھی مغفرت و نجات کا وسیلہ بن سکتی ہے مگر غور طلب نکتہ یہ ہے کہ:۔

شاعر نے انعام کی خاطر شعر پڑھے۔ ہادی نے اس کو انعام دیا۔ اور کہنے والوں نے ہادی کی مغفرت کی امید ظاہر کر دی۔

یہ بات انتہائی غور طلب ہے کہ ہادی عباسی کی روش اور طرز زندگی بھی اپنے اسلاف و اخلاف سے مختلف نہ تھی۔ ہوتی بھی کیسے ایک ہی خاندان، ایک جیسی تربیت، ایک جیسی حکومت، عیش و عشرت ان بادشاہوں کی پہچان ہے۔

ع۔ بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

گذشتہ سطور میں ہم نے عرض کیا ہے کہ ابوالخطاب سعدی شاعر نے دنیا کے حصول کی خاطر قصیدہ پیش کیا۔ ہادی کے اعتراض کرنے پر شاعر نے ایک شعر حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہٖ وسلّم کی مدح میں پیش کیا جسکو ہادی نے پسند کیا۔

تاریخ الخلفا کا مترجم شمس بریلوی لکھتا ہے کہ اُمید ہے اس شعر کی وجہ سے ہادی کی بخشش ہو جائیگی۔

ہم قارئین کرام کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ اگر ایک شعر بخشش کا وسیلہ بن سکتا ہے تو خواجہ ابوطالبؑ کے ہزاروں نعتیہ اشعار ان کے درجات کی بلندی کا باعث کیوں نہیں بن سکتے؟ بات ہے اپنی اپنی پسند اور ناپسند کی ہے۔ اگر اموی عباسی حکمرانوں کو فرزندان رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہٖ وسلّم پسند ہوتے تو ان کو یکے بعد دیگرے شہید کیوں کیا جاتا رہا۔ ذرا سی سوچ سے ہر بات ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

جس نے ساری زندگی قربان کر دی، وہ صحاح میں اور توہین رسولؐ کے مرتکب بلا شرکت غیرے بہشت کے مالک بھی بن گئے وہ بھی بزعم خود خدا کے فیصلے کے بغیر ہی۔

فرمانبردار بندوں کے درجات

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ

marfat.com

النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ـ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (۶۹ نساء)

ترجمہ: اور جو اطاعت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور (اس کے) رسول کی تو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاءؑ اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور کیا ہی اچھے ہیں یہ ساتھی۔

قارئینِ کرام! اس آیت کریمہ میں نیک اور فرمانبردار لوگوں کا ذکر اور ان کے انجام کا بیان ہے سب سے بڑی نیکی ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری۔ اس نیکی میں دو چیزیں واجب العمل ہوتی ہیں۔ احکام شرعی کی تعمیل اور ادب واحترام۔ جن لوگوں نے تعمیل احکام اور ادب واحترام کو نصب العین بنایا ان کے انعام اور انجام کا ذکر فرمایا گیا۔

وہ لوگ نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صالحین کے ساتھ ہوں گے حضرت ابو طالبؑ نے ساری عمر نصرت وحمایت واطاعت رسولؐ میں گزاری ان کا مقام ورتبہ کیا ہوگا یہ تو وہی جانتا ہے۔ جس نے اپنے حبیبؐ کی خدمت پر مامور فرمایا۔

سرور کشور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جسے دنیا میں دوست رکھتا تھا۔ خدا لگتی کہئے حضرت ابو طالبؑ وہ پہلے خوش نصیب ہیں جنہوں نے دنیا جہان کو خیر باد کہہ کر اپنی پوری زندگی نصرت، حمایت، اور محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کر دی۔ اس حقیقت کو دوست دشمن تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے نثر نظم کلام میں ان کی اطاعت، نصرت، حمایت اور محبت کا مکمل نقشہ موجود ہے۔

حدیث ضحضاح والی روایت کے مطابق واقعی آپؑ نے کلمہ نہیں پڑھا اور ابو جہل وغیرہ کی گواہی بھی یہی ہے کہ کلمہ نہیں پڑھا۔ اس لئے کہ گواہی مومن عادل کی مقبول ہوتی ہے مشرک یا منافق کی نہیں۔

کبھی اس طریقے سے بھی سوچ لیجئے۔ کہ ساری عمر کلمہ پڑھانے والوں کی خدمت میں گذاری تین سال تک مشرکین نے قید رکھا، کالی راتوں اور تنہا ردنوں میں ہم جلیس ہم نوالہ اور ہم پیالہ رہے کبھی خیال نہ آیا کہ عم محترم کلمہ طیبہ تو پڑھئے۔ وہاں تو سب بنی ہاشم ہی تھے۔ قریش کو کبھی خبر نہ ہوتی رسولِ خدا کی گواہی بھی ہوجاتی اور شفاعت کیلئے جواز بھی مگر بوقتِ نزع فرصت ملی۔

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

marfat.com

عجب منطق ہے جوکلمہ کا پاسبان رہا اس نے کلمہ ہی نہ پڑھا اور نہ ہی نبی اکرم کو خیال آیا کہ تنہائی ہی میں سہی کلمہ تو پڑھا دینا ضروری ہے۔ بنی ہاشم کے غلاموں پر بھی زکواۃ حرام ہے مگر نبی الرحمتہ کے عم محترم اور محافظ رسالت کیلئے بہشت میں جگہ نہیں۔ مگر رونا کس بات کا یہاں تو سرور کائنات کے والدین کریمین علیہما السلام کو بھی بہشت سے دور ہی رکھا گیا ہے۔ برا ہو خاندانی عصبیت اور رقابت کا جسکی لپیٹ میں آ کر دین کی ساری سرحدیں پھلانگ دیں، ادب رہا نہ احترام رہی تو ضد اور عداوت کب تک چلے گی عداوت 'ایک دن فیصلے کا ہے جب حکم ہوگا، اے مجرمو! آج الگ ہو جاؤ۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۔(۸۰)

ترجمہ: ''جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی اور جس نے منہ پھیرا تو نہیں بھیجا ہم نے آپ کو ان کا پاسبان بنا کر''

دراصل اللہ تعالےٰ کی اطاعت 'اطاعتِ رسول' میں مضمر ہے۔

خدا کی ہستی کو تو کسی نہ کسی صورت میں سبھی مذاہب مانتے ہیں۔ یہاں تک کہ دہریہ فرقہ بے دین ہونے کا خود بھی قائل ہے اور دوسرے مذاہب کے نزدیک بھی وہ لادین فرقہ ہے لیکن اس فرقے کا یہ عقیدہ تو ہے کہ زمانہ اپنی رفتار اور نظام شمسی سے کائنات کو منظم کیے ہوئے ہے تو اس فرقے کے اس عقیدے کے مطابق دھر کو ہی اس نے خدا تصور کیا۔

ساری بات تو اقرار و احترام رسالت کی ہے۔ فرمان خداوندی ہے، اے مسلمانو اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میرے حبیب کی اطاعت و فرمانبرداری میں میری محبت پوشیدہ ہے جب تم میرے محبوب کی اطاعت کرو گے تو اللہ تعالےٰ خود تم سے محبت فرمائے گا۔ تم پر راضی ہو جائیگا اور تمہیں بخش دے گا۔ اور جس نے رسولِ خدا کی اطاعت و احترام سے منہ پھیر لیا تو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر تمہارا کوئی ذمہ نہ ہوگا۔

حضرت ابوطالبؑ نے ساری عمر اطاعت و احترام سے خدمتِ رسولؐ میں گذاری۔ ہم نے جا بجا لکھا ہے۔ کہ نبیؐ کیلئے حرام ہے کسی مشرک سے امداد و تعاون حاصل کرنا۔ جس شخص نے بیالیس سال ہر قسم کا تعاون کیا وہ مومن ہے جو بلا شبہ محبّ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے (نعوذ باللہ) اس کو مشرک کہنا خدا کی نافرمانی ہے۔ اسلام کی توہین ہے اور سب سے بڑھکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایذا رسانی ہے جو حرام ہے اور ایذائے رسولؐ کا مرتکب خُدا کا دشمن ہے۔

marfat.com

اتباع رسولؐ ہی ایمان ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (الِ عمران)

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔ (ال عمران)

ترجمہ:۔ ''(اے محبوبؐ) آپ فرمایئے (انہیں) اگر تم (واقعی) محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے تم سے اللہ اور بخش دے گا تمھارے گناہ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ آپ فرمایئے اطاعت کرو اللہ کی اور (اس کے) رسولؐ کی پھر اگر وہ منہ پھیریں تو یقیناً اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا کفر کرنے والوں کو بے شک اللہ تعالیٰ نے چن لیا آدمؑ اور نوحؑ اور ابراہیمؑ کے گھرانے کو اور عمران کے گھرانے کو سارے جہان والوں پر یہ ایک نسل ہے بعض ان میں سے بعض کی اولاد ہیں۔ اور اللہ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے''

پہلی آیت کریمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ قربت بارگاہ خداوندی کے لئے سب سے بڑا وسیلہ اطاعت رسولؐ ہے آپؐ کی اطاعت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالےٰ خود اس آدمی پر خوش ہو جائیں گے جو رسولؐ خدا کا فرمانبردار ہوگا۔ پھر اس فرمانبرداری کا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ کریم گناہ بخش کر انعامات سے سرفراز فرمائیں گے۔ یہی مقصدِ زندگی ہے۔ دوسری آیت میں اللہ اور رسولؐ کی فرمانبرداری کا حکم ہے۔ نافرمانی کرنے والوں کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ اطاعت وفرمانبرداری کا نام ایمان ہے اور نافرمانی کا نام کفر ہے۔ تیسری اور چوتھی آیت میں گروہ انبیاء اور ذریت انبیاء کی شان وعظمت کا بیان ہے اور یہ بیان اور بشارت اس نعمت کبریٰ کی جانب ایک رہنمائی تھی جس کا ظہور خاندان بنو ہاشم میں رئیس مکہ حضرت عبدالمطلبؑ کے لختِ جگر سردار عبداللہ علیہ السلام کے بابرکت گھر میں ہو کر زمین وآسمان کو منور فرما دیا۔ اس نور لم یزل کی جملہ خدمات دامنِ حضرت ابوطالبؑ سے وابستہ ہو کر بیالیس سال تک باعث سعادت دارین رہیں۔ کیا مقدر ہے خواجہ ابوطالبؑ کے گہوارہ سے لے کر سفر لامکان تک انوار الٰہی وتجلیات ربانی کا پے در پے نزول کاشانۂ ابوطالبؑ میں ہوتا رہا۔

ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا سے نکاح ہوا تو اس لاثانی اور مقدس نکاح کا خطبہ خطیب مصطفیٰ علیہ الصلواۃ والسلام نے اس فصاحت وبلاغت کے ساتھ پڑھا کہ کسی کو دم مارنے کی مجال نہ رہی۔ اس خطبہ کا بیان معہ خطبہ اس کتاب میں پہلے گذر چکا ہے۔

marfat.com

قرآن حکیم نعمت عظمٰی میں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ (سورہ مائدہ آیت ۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی جب پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف ہاتھ تو اللہ نے روک دیا انکے ہاتھوں کو تم سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے اور اللہ تعالٰی پر ہی بھروسہ کرنا چاہیئے ایمان والوں کو۔

ایک اصول یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی آیت کا نزول چاہے کسی بھی سبب سے ہو، پھر اس کی عمومی حیثیت ہو جاتی ہے۔ مثلاً مال غنیمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقسیم فرمایا کچھ صحابہؓ نے چہ میگویاں کیں۔ حکم نازل ہوا۔ جو چیز رسول کی طرف سے ملے لے لو جس سے روکیں رک جاؤ۔ اب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کی تعمیل اس آیت کی رو سے لازمی ہے۔

"اللہ کا رسول جو تم کو دے لے لو اور جس سے منع کرے چھوڑ دو" (قرآن)

حضرت ابوطالبؑ نے نہ کبھی آپ کو ناراض کیا اور نہ ہی کسی حکم کی خلاف ورزی ہوئی اور نہ ہی مشرکین کھل کر مقابلہ یا مخالفت کر سکتے تھے۔

اللہ تعالٰی کی تمام نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت وہی مقدس ذات ہے جس کے سر اقدس پر رحمتہ للعلمینی کا تاج ہے۔ اس نعمت مقدسہ کی حفاظت جس حصن حصین میں ہوئی اس کا نام ابوطالبؑ ہے جتنی بابرکت کوئی نعمت ہوتی ہے اتنا ہی پاکیزہ اس کا ظرف ہوتا ہے۔ ہم بغیر کسی دلیل کے خواجہ ابوطالبؑ کو مومن موحد اور عاشق رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم یقین کرتے اور صحابی اول کا مقام یافتہ مانتے ہیں کسی کو اعتراض یا شک وشبہ ہے تو ہوتا رہے۔

فقیہو ممنون بہت تمہارا اسلام ہے
اُمت کو چھانٹ ڈالا کافر بنا بنا کر

۲۔ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (۷۴ ال عمران)

"خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہتا ہے، اور اللہ تعالٰی صاحب فضل عظیم ہے"

قارئین محترم! سورہ بقرہ کی گذشتہ آیت کریمہ اور زیر نظر ال عمران کی آیت کریمہ متن کے اعتبار سے ایک ہی مضمون کی حامل ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ الگ الگ سورتوں میں وارد ہوئی

marfat.com

ہیں۔ لہٰذا جو ترجمہ و تشریح سورہ بقرہ کی آیت کی ہے وہی اس آیت کی۔

البتہ اس خیال سے نقل کی گئی ہے کہ آیت کی تفسیر و تائید نور علیٰ نور ہو جایا کرتی ہے۔ چند سطور ہدیۂ قارئین ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور ان دونوں میں واقع تمام نعمتیں انسان کیلئے بنائی ہیں۔ قادر مطلق کی سب سے بڑی نعمت، جو تمام کائنات کیلئے باعث مسرت، آرام اور نجات ہے، وہ سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس لازوال نعمت کی پاسبانی، قربت اور مصاحبت سب سے اول اور سب سے زیادہ جس خوش نصیب کو نصیب ہوئی وہ خواجہ ابو طالبؑ ہی تو ہیں۔

خداوند کریم کی خصوصی رحمت و کرم نوازی کا وافر حصہ آپؑ کے شفیق چچا اور ناصر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم، سید البطحاؑ ہی کو ملا ایسی نعمتیں کسی کافر کو کب نصیب ہوتی ہیں۔

اطاعت رسولؐ ہی ایمان ہے

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ۔ (بقرہ ۱۴۳)

"اور اسی طرح ہم نے بنا دیا تمہیں (اے مسلمانو!) بہترین امت تاکہ تم گواہ بنو لوگوں پر۔ اور (ہمارا) رسولؐ تم پر گواہ ہو۔ اور نہیں مقرر کیا ہم نے (بیت المقدس کو) قبلہ جس پر آپ (اب تک) رہے مگر اس لئے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ کون پیروی کرتا ہے۔ (ہمارے) رسولؐ کی (اور) کون مڑتا ہے الٹے پاؤں"

یعنی انتقال قبلہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی آزمائش فرمائی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و پیروی کون کرتا ہے اور پیٹھ کون پھیرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مختلف مقامات پر کئی طریقوں سے آزمایا کہ حضور ھادیٔ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانبردار اور خیر خواہ کون ہے۔ ایمان کی اصل اتباع رسولؐ ہے۔ جو مطیع ہوگا اس کے رگ و ریشہ میں ہر دم ہر لحظہ عشق و محبت اور ادب و احترام کا جذبہ کارفرما ہوگا کہ مقدر کی بات ہے 'جسے خداوند کریم اپنی اس خصوصی نعمت سے نواز دے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا۔

نہ کہیں سے دور ہیں منزلیں، نہ کوئی قریب کی بات ہے
جسے چاہے اس کو نواز دے یہ در حبیب کی بات ہے

marfat.com

انتخابِ الٰہی

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ (بقر)

''اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص فرمالیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے''

اس آیت کریمہ میں ایک تو یہ اصول بتایا گیا ہے کہ اللہ نہ تو کسی مشورے کا محتاج ہے اور نہ ہی امورِ قدرت میں کسی کو دخل دینے کا اختیار ہے۔

دوسرے یہ کہ یہ قدرت کی مرضی ہے کہ جسے چاہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص فرمالے۔ وہ بہت مہربان اور صاحبِ فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے صاحبِ عزت و درجات گروہ انبیاء علیہم السلام ہے۔ پھر ان میں سے تین سو تیرہ یا تین سو ساٹھ مرسل پھر ان میں چار یا پانچ اولوالعزم ہیں پھر ان میں ایک خاتم النبین۔ یہی درجہ نبوت و رسالت کا آخری مقام ہے اور یہی کمال نبوت ہے یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر......ع۔ خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے؟

بعثت اور مامورمن اللہ ہونے کے اعتبار سے تو تمام انبیاء علیہم السلام برابر ہیں۔ لیکن جوں جوں تعداد کم ہوتی گئی درجات بڑھتے گئے۔ تعداد ایک پر منتہی ہوئی تو درجات لاتعداد ہوگئے۔

اسی طرح اولیاء اللہ کی مجموعی تعداد سے قطب ہیں پھر ابدال کی تعداد چالیس ہوتی ہے۔ پھر ان میں سے درجۂ غوثیت ہے اور غوث اعظم ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس زمانے میں اپنی رحمت عظمیٰ یعنی حضور پرنور ھادیٔ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا اس زمانے میں چند بندگانِ خدا کو چھوڑ کر نہ صرف مکہ شہر بلکہ پورا عرب اور ساری دنیا کفر و شرک اور ہر قسم کی برائیوں کا گہوارہ بنی ہوئی تھی۔ خانہ کعبہ جس کو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے تعمیر کیا تھا' تین سو ساٹھ بتوں سے بھرا ہوا تھا۔ بھلا ایسے حالات میں ان دیکھے معبود کو کوئی کس طرح مانتا' جبکہ انسان کی نظر پیکر محسوس ہی کو تسلیم کرنے کی عادی تھی۔ ھادیٔ برحق نے توحید و رسالت کا اعلان فرمایا' بت پرستوں پر گویا آسمان ٹوٹ پڑا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نصف صدی کے قریب کی حیاتِ طیبہ کو اہلِ عرب بالخصوص اہلِ مکہ بخوبی جانتے تھے کہ آپ صادق وامین ہیں۔ لیکن ان کے لئے اعلان نبوت بارگراں تھا۔

ھادیٔ اسلام نے بحکمِ الٰہی سب سے پہلے اپنے رشتہ داروں اور برادری پر اسلام پیش فرمایا۔ دوسرے قبائل میں سے بھی خوش نصیبوں نے توحید و رسالت کے اعلان پر لبیک کہا۔ بعض خوش نصیبوں نے تو پیغامِ حق سنتے ہی آمنّا وَصَدَّقْنَا کہا' مگر جن کی نسلیں صدیوں سے بت پرستی میں مصروف چلی آ رہی تھیں' انہیں رحم تو بھی آتی ہوئی اور غصہ ناک بھی ہوئے۔ جو لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوتے وہ کفار و

maarfat.com

مشرکین کا سامنا بہت کم کرتے بلکہ چھپ چھپا کر اپنا ایمان بچاتے ۔ جبکہ حالات کا تقاضا تھا کہ کفار کی مخالفتوں کا سدباب ہوتا مگر مجبوری و دامنگیر تھی ۔

مشرکینِ مکہ نے جب پوری باطل قوتوں سے دعوت اسلام کو روکنا شروع کیا تو اس وقت قریش مکہ کی اجتماعی قوت سے بڑھ کر دفاعی قوت کی اشد ضرورت تھی' کیونکہ کفروشرک کا طوفان تھا نظر نہ آتا تھا مگر اس طوفان اور سیلاب کو روکنے کے لئے ایک مردِ حُر' شیخ بنو ہاشم و سردار مکہ خواجہ ابو طالبؑ پوری قوت اور عزم وہمت سے آہنی حصار بن کر رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی نصرت وحمایت کے لئے سینہ سپر ہو گئے ۔ ہمدردی بھتیجے کی نہیں تھی بلکہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول کی نصرت اور حفاظت تھی ۔

اگر اس مشکل ترین وقت میں خواجہ ابو طالبؑ بتوفیق الٰہی کشتیٔ اسلام کے ملاح نہ بنتے تو نہ جانے اسلام پر مزید کتنی آفتیں حملہ آور ہوتیں ۔ ٹھیک ہے اور مسلمان کا ایمان ہے کہ دین حق کی حفاظت خداوند کریم نے اپنے ذمہ لی ہے لیکن اس حقیقت سے انکار صداقت کا گلا دبوچنے کے مترادف ہوگا کہ خانۂ خدا میں نصب بُت خود بخود شکستہ و معدوم نہ ہوئے تھے' کسی ناصرِ رسولؐ ہی نے ان بتوں سے خانۂ خدا کو پاک کیا تھا ۔ ہر نبی کی نصرت کسی مخلص مومن ہی نے کی ۔

جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحب جلال و جمال ہیں اسی طرح ان کے کفیل و ناصر بھی صاحبِ عظمت و کمال ہیں ۔ اور کیوں نہ ہوں جبکہ یہ انتخاب قدرت نے خود ہی فرمایا اور کتاب ہدایت میں اعلان بھی فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص فرمالیتا ہے ۔

صحابہ کرامؓ کی ہمدردیاں اور وفاداریاں سر آنکھوں پر مگر ان نازک ترین حالات میں حضورؐ کی نصرت و حفاظت صحابہ کرام کے بس کا روگ نہ تھا ۔ اس اہم کام کے لئے کسی صاحب تدبیر با اثر مرد میدان کی ضرورت تھی جو لاٹھی بھی بچاتا اور سانپ کو بھی مارتا ۔

یہ صلاحیتیں قدرت نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محترم چچا خواجہ ابو طالب کو عطا فرمائی ہوئی تھیں ۔ کبھی نرمی اور کبھی ہیبت وجلال سے وفود قریش کو خاموش کرنا صرف اور صرف سردارِ مکہ کا خاصہ تھا ۔ انہوں نے اپنے حسن عمل اور بلند کردار سے یہ ثابت فرمایا کہ ''پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا''

ہم اوپر عرض کر چکے ہیں کہ بھتیجے کی کفالت و تربیت اس وقت کی جب حضورؐ بظاہر کمسن تھے ۔ لیکن نزول وحی کے بعد لکنُ الرَّسُوْلَ اللہ، اللہ کے رسولؐ کی نصرت میں سرگرم عمل تاحیات رہے ۔

ایک طرف قرآن حکیم نازل ہو رہا ہے کفار مخالفت کر رہے ہیں دوسری جانب خواجہ ابو طالبؑ اسلام کی حقانیت بیان فرما رہے ہیں حبیبِ خدا کی نعت پڑھ رہے ہیں نعتیہ اور تبلیغی کلام کے ایک ایک

marfat.com

لفظ سے توحید ورسالت کی تبلیغ اور تصدیق ہو رہی ہے، واللہ یعصمک من الناس کی عملی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ ایک طرف تلوار کے دھنی دوسری جانب سلطان القلم ادیب اور پُر گو شاعر خواجہ ابوطالبؑ تو نصرتِ رسولؐ ایک چوکھا چراغ ہیں جدھر رخ کرتے ہیں کفار ومشرکین کی نیندیں حرام ہوتی جاتی ہیں۔

جب تک خواجہ ابوطالبؑ زندہ رہے رسولؐ خدا کی خدمت وحفاظت کیلئے جیئے اور اُسی عظیم خدمت میں جان قربان کردی اور آپؑ کی موجودگی میں کفار بے بس رہے اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ان پر (امین)۔

❀❀❀

marfat.com

باب ہفتم

والدین کریمین علیہما السلام

اور اقوال محدثین

اس فصل میں مشکل ترین موضوع پر بحث کی گئی ہے مشکل سے یہ مراد نہیں کہ بات الجھی ہوئی ہے اور اس پر دلالت کرنے والی روایات ٹھوس ہیں بلکہ اس مشکل سے مراد وہ کھلے تبصرے ہیں جنکے ذریعے حضور صاحب لولاک صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلّم کے والدین کریمین علیہما الصلوٰۃ والسلام پر فتوے لگائے گئے ہیں اور تاہنوز مسلمانوں کا ایک گروہ یہی عقیدہ رکھے ہوئے ہے۔۔۔امت کے جن افراد کا اللہ تعالےٰ کے آخری رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلّم کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ (معاذ اللہ) آپؐ کے والدین کریمین نجات یافتہ نہیں ہیں۔انھوں نے رسول خدا صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلّم کی کونسی عزت سمجھی اور کونسی بے ادبی و گستاخی نہیں کی۔وہ لوگ کس کی شفاعت کے امیدوار ہوں گے، قرآن حکیم کے بعض احکامات پر ایمان رکھنا اور بعض کا انکار کرنا ایمان ہے؟ یا احکام الٰہی سے کھلی بغاوت ہے؟

اس ضمن میں مندرجہ ذیل حقائق پر غور کرتے ہوئے اپنے ایمان کا بیڑا غرق ہونے سے بچایئے اور ایسا منحوس عقیدہ رکھنے والوں کو اس فاسد عقیدے سے تائب ہونے کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کفر کو ترک کر کے اسلام قبول کرینگی۔

کیا اس حدیث کو عقل تسلیم کرتی ہے؟

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَجُلاً ،قَالَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ اَیْنَ اَبِی قَالَ فِی النَّارِ۔قَالَ فَلَمَّا قَفَّا الرَّجُلُ دَعَاہُ فَقَالَ اِنَّ اَبِی وَ اَبَاكَ فِی النَّارِ (مسلم ۱/۳۴۶)

حضرت انسؓ روایات کرتے ہیں ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلّم میرا باپ کہاں ہے۔آپ نے فرمایا آگ میں۔وہ پیٹھ موڑ کر چلا۔آپ صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلّم نے اسے بلوایا اور فرمایا میرا اور تیرا باپ جہنم میں ہیں۔

قارئین کرام! انتہائی تعجب اور افسوس کا مقام ہے کہ نص قطعی یعنی قرآن حکیم کے فیصلے کے مطابق سرور کشور رسالت صلے اللہ تعالےٰ علیہ و آلہ وسلّم کے تمام آباؤ اجداد اسلام اللہ علیہم موحد مومن

marfat.com

اور تمام انسانوں میں پاکباز گروہ تھا۔ احادیث صحیحہ سے بھی یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ آپ کے آباؤاجداد حضرت آدم علیہ السلام تک دین الٰہی پر قائم رہے۔ چونکہ احادیث کی باقاعدہ کتابت دوسری صدی ہجری میں عمر بن عبدالعزیزؒ کے دورِ حکومت میں شروع ہوئی۔ تاریخی اعتبار سے وہ زمانہ خاندان نبوت کیلئے سم قاتل سے کم نہ تھا سرعام اہل بیت رسولؐ پر سب وشتم کی بوچھاڑ کی جاتی تھی۔ بالخصوص عبدالملک بن مروان اور اس کا چہیتا گورنر حجاج بن یوسف ثقفی تو عزت رسولؐ کا جانی دشمن تھا۔ جبکہ تاریخ کا طالب علم بخوبی جانتا ہے کہ حجاج اس اُمت کا فرعون تھا۔

اندریں حالات اہل بیت رسولؐ کی کیا قدر ہوسکتی تھی پھر کیوں نہ خواجہ ابوطالبؑ موردِ الزام ٹھہرتے جبکہ آپؑ مولائے کائناتؑ کے محترم والد ماجد اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شفیق چچا اور ناصر اسلام صحابیؓ تھے

مشکواۃ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات ہے شرح مشکواۃ فارسی مطبوعہ پشاور صفحہ ۱/۷۴۳ پر لکھا ہے بخوف طوالت صرف اردو ترجمے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

لکھتے ہیں: حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنی والدہ (مکرمہ صلوات اللہ تعالےٰ علیہا) کی قبر (مبارکہ) کی زیارت فرمائی اور بہت روئے آپؐ کے شدید گریہ زاری کرنے سے متاثر ہوکر موجود صحابہ کرام بھی رونے لگے۔

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''میں نے اپنے رب سے اس امر کی اجازت مانگی کہ میں اپنی والدہ مکرمہ کیلئے بخشش طلب کروں تو مجھے اجازت نہ ملی۔ اور قبر کی زیارت کی اجازت مل گئی کہ زیارت کیا کرو اس لئے زیارت قبور سے موت یاد آتی ہے'' (مسلم)

جاننا چاہیے کہ یہ حدیث اور ایسی دوسری حدیثیں بیان کرنا متقدمین کا مؤقف ہے اور ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہ آیت اسی باب میں نازل ہوئی ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ وَلَا تُسْأَلُ عَنْ أَصْحَابِ الْجَحِيمِ اور تمہیں دوزخیوں کے بارے میں نہ پوچھا جائیگا جیسے کہ ظاہر مفہوم ہے۔

اور جہاں تک متاخرین کی تحقیق کا تعلق ہے تو انہوں نے نہ صرف حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ

marfat.com

وآلہ وسلّم کے والدین کریمین بلکہ آپؐ کے تمام آباؤاجداد اور امہات کرامات تا حضرت آدم علیہ السلام اور آپؐ کے چچاؤں کا صاحبان ایمان ہونا ثابت کیا ہے۔

ان کے مومن ہونیکی تین دلیلیں ہے۔

۱۔ یہ کہ وہ دین ابراہیمؑ پر قائم تھے۔

۲۔ یہ کہ ان کو کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی اور وہ آپؐ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی زمانہ فترت میں فوت ہو گئے۔

۳۔ یہ کہ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم کی دعا سے اللہ تعالے نے ان کو زندہ فرمایا اور انہوں نے اسلام قبول کیا۔

احیائے والدین والی حدیث اگر چہ اپنی ذات کی حد تک ضعیف ہے تاہم متعدد طریقوں سے اس کو حسن صحیح کا درجہ دیا گیا ہے گویا متقدمین اس علم سے بے خبر تھے۔

پس اللہ تعالےٰ نے متاخرین پر اس علم کا انکشاف فرمایا اسلئے کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی رحمت سے مختص فرماتا ہے جس کے لئے بھی چاہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس موضوع پر رسالے لکھ کر دلائل سے مخالفین کو جواب دیا ہے۔ میں (عبدالحق) اگر ان کا ذکر کرتا ہوں تو بات لمبی ہو جائیگی۔ لہٰذا ان رسائل کو پڑھنا چاہیئے (واللہ اعلم) (اشعۃ للمعات فارسی ۱/۷۶۴)

مندرجہ بالا حدیث کی تشریح سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ شیخ عبدالحق نے حدیث اس لئے نقل کی کہ مشکوٰۃ میں موجود ہے جہاں تک نفس مضمون کا تعلق ہے محدث صاحب نے اسکو قبول نہیں کیا۔ قبول بھی کیسے کرتے کہ اس عبارت میں (جسکو حدیث کے نام سے نقل کیا ہے) سردار انبیاء صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم کی کھلی ایذارسانی دل آزاری اور توہین ہے۔

پیغمبر اسلام صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم کے والدین کریمین علیہما السلام کے بارے میں وارد احادیث تو آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ اب آیئے علمائے حق اور راست گو اہل علم اس فرضی مسئلہ پر کیا رائے دیتے ہیں اتنی بات سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ باتیں کس کے بارے میں ہو رہی ہیں؟ سرکار دو عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بے ادبی، گستاخی، غیبت اور (معاذ اللہ) توہین بھی ہے اور دل آزاری اور ایذاء رسانی بھی ان لوگوں کو خداوند کریم کے حضور گڑگڑا کر توبہ کرتے ہوئے امر قبیح کے ارتکاب پر نادم ہونا چاہیئے شاید وہ معاف فرمادے۔ ورنہ نجات کا کوئی ذریعہ نہ ہوگا اور نہ ہی گستاخ رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم کی شفاعت ہوگی ادب واحترام کا نام ایمان ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب ۔ بے ادب محروم ماند از فضل رب

marfat.com

نبی کریم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین علیہما السلام سے بلاشبہ شرک کا صدور ثابت نہیں ہے بلکہ وہ دونوں اپنے جدِ امجد سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ السلام کے دین حنیف پر قائم تھے جس طرح عرب کی ایک اور جماعت قائم تھی۔ مثلاً زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ بن نوفل وغیرہ۔ اس مسلک پر ایک جماعت کا مذہب ہے اسی نظریہ پر امام فخر الدین رازی ہیں، وہ اپنی کتاب اسرار تنزیل میں اس مسلک کی خوب وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''کہا جاتا ہے کہ آزر حضرت ابرہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا بلکہ آپ علیہ السلام کا چچا تھا (آپ علیہ السلام کے والد تارخ تھے) اس پر علماء نے چند وجوہ سے حجت قائم کی ہے، چنانچہ اُن وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے آباؤ اجداد کافر نہیں تھے اس پر چند دلائل قائم کیے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

الَّذِيْنَ يَرٰنكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ

''یہی وہ لوگ ہیں جو آپ کو کھڑا دیکھتے ہیں اور آپ کو ساجدوں کی پشتوں میں منتقل کیا''

اس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور پاک ایک ساجد سے دوسرے ساجد تک منتقل ہوتا رہا۔

اس دعویٰ پر یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد مسلمان تھے اسطرح قطعی طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کافروں میں سے نہ تھے۔ آزر آپ کا چچا تھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ ارشاد باری تعالیٰ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ کو دوسری وجوہات پر محمول کیا جائے گا اور جب تمام روایتیں موجود ہیں اور ان میں تعارض بھی نہیں ہے تو واجب ہے کہ آیت کریمہ کو سب پر محمول کریں۔ اس وقت یہ بات درجہ حجت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بُت پرستوں میں سے نہ تھے۔

پھر فرماتے ہیں اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ یعنی بے شک مشرک ناپاک ہیں کہ بات قطعی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اجداد میں کوئی مشرک نہ ہو۔

امام فخر الدین رازیؒ کا یہ بعینہ کلام ہے۔ اور تمہیں ان کی امامت وجلالت چون وچرا سے باز رکھتی ہے کیونکہ بلاشبہ وہ اپنے زمانہ میں اہل سنت کے امام، اپنے وقت میں بدعتی فرقوں کے رد میں قائم، اپنے زمانہ میں اشاعرہ کے مذہب کے ناصر، اور چھٹی صدی کے سرے پر ایسے مجدد عالم مبعوث ہوئے تھے

marfat.com

کہ اس اُمت کے دینی اُمور کو زندہ کر دیا تھا، اور میرے نزدیک اس مسلک کی تائید میں وہ دلیل ہے جسے میں نے دو مقدموں میں استنباط کیا ہے۔ پہلا مقدمہ یہ کہ احادیث صحیحہ دلالت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد میں سے ہر شخص اپنے اپنے زمانے میں تمام مخلوق سے بہتر و افضل رہا۔

دین فطرت پر کون قائم رہا۔

وہ حضرات جو دین فطرت پر رہے ہیں اگر وہ آپ کے جدِ امجد ہیں؟ تو یہی ہماری مراد ہے اور اگر ان کے سوا لوگ ہیں اور (معاذ اللہ) وہ آباؤ اجداد شرک پر ہیں؟ تو دو باتوں میں ایک بات ضرور لازم آتی ہے یا تو مشرک مسلمان سے بہتر ہوگا حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے۔ لہٰذا قطعی طور پر واجب ہے کہ ان آباؤ اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ ہوتا کہ روئے زمین پر ہر زمانہ میں وہی سب سے افضل ہوں سب سے اولیٰ واعلیٰ ہمارا نہج۔

امام بخاری نے اپنی "صحیح" میں ابو ہریرہؓ سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آدمؑ کے زمانہ سے ہر زمانہ میں بہتر لوگوں میں منتقل کیا جاتا رہا ہوں یہاں تک کہ مجھے اس زمانہ میں معبوث فرمایا گیا جس میں میں ہوں۔

امام بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے ہمیشہ دو گروہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا۔ پھر مجھے والدین کریمین سے لے کر تولد کیا گیا لہٰذا زمانۂ جاہلیت کی کوئی چیز بھی مجھ تک نہ پہنچی۔ اور حضرت آدم علیہ السلام سے اپنے ماں باپ تک نکاح سے منتقل ہوا۔ اور سفاح (بے حیائی) سے منتقل نہ ہوا۔ اس لئے میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اور تمہارے والدین کے لحاظ سے بھی تم سب سے بہتر ہوں۔

ابونعیم نے "دلائل النبوۃ" میں متعدد اسناد کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

میں ہمیشہ اصلابِ طاہرہ سے ارحامِ طیبہ میں پاک و صاف اور مہذب منتقل ہوتا رہا ہوں۔ جب بھی دو قبیلے بنے میں ان کے بہتر میں رہا۔

امام مسلم و ترمذی نے حجت کے ساتھ حضرت واثلہ سے روایت کیا۔ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اولادِ ابراہیمؑ میں حضرت اسمٰعیلؑ میں بنی کنانہ کو برگزیدہ کیا۔ اور بنی کنانہ میں قریش کو برگزیدہ کیا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو برگزیدہ کیا۔ اور بنی ہاشم میں سے مجھے برگزیدہ فرمایا۔ اس حدیث کا متن مضمون کے شروع میں نقل ہے۔

marfat.com

حافظ ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی نے ''فضائلِ عباس'' میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ان لفظوں کے ساتھ نقل کیا'' بے شک اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم میں حضرت ابراہیم علیہما السلام کو برگزیدہ کر کے خلیل بنایا' اور اولادِ ابراہیم سے حضرت اسماعیل کو برگزیدہ کیا' پھر اولادِ اسماعیل سے نزار کو برگزیدہ کیا پھر اولادِ نزار سے مضر کو برگزیدہ کیا' پھر مضر سے کنانہ کو برگزیدہ کیا پھر کنانہ سے قریش کو برگزیدہ کیا پھر بنی ہاشم سے عبدالمطلب کو برگزیدہ کیا پھر عبدالمطلب سے مجھے برگزیدہ کیا''

یہ حدیث محب طبری نے ''ذخائر العقبیٰ'' میں بیان کی ہے۔

ابن سعد نے اپنے ''طبقات'' میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خلق پیدا فرمائی اس میں حضرت آدم علیہ السلام کو پسند فرمایا اور اولادِ آدم میں اہلِ عرب کو پسند فرمایا' اور مضر میں قریش کو پسند فرمایا اور بنی ہاشم میں مجھے پسند فرمایا۔ لہٰذا میں بہتروں سے بہتروں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

ترمذی اور بیہقی نے بھی حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت مجھے پیدا فرمایا تو مجھے اپنی تمام مخلوق سے بہتر بنایا پھر جب قبیلوں کو پیدا کیا تو مجھے ان کے بہتر قبیلہ میں رکھا اور جب جانوں کو پیدا فرمایا تو مجھے ان کی بہتر جانوں میں رکھا۔ پھر جب گھروں کو پیدا کیا تو ان کے بہتر گھروں میں مجھے رکھا۔ لہٰذا میں گھر کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں اور جانوں کے اعتبار سے بھی بہتر۔

طبرانی اور بیہقی اور ابونعیم نے حضرت عباسؓ سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو قسموں میں تقسیم کیا۔ اور مجھے ان دونوں کی بہتر کی قسم میں رکھا۔ پھر ان دو قسموں کو تین پر تقسیم کیا تو مجھے ان تینوں کی بہتر قسم میں رکھا۔ پھر جب ان تینوں کو قبائل بنایا تو مجھے ان کے بہتر قبیلہ میں رکھا پھر جب قبائل کو گھر یعنی خاندان بنایا' تو مجھے ان کے بہتر گھر میں رکھا۔

ابوعلی بن شاذان نے جسے الحب الطبری نے ''ذخائر العقبیٰ'' میں اور وہ مسند بخاری میں حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ کچھ قریش کے لوگ صفیہ بنت عبدالمطلب کے گھر جمع ہو کر فخر کا اظہار کرنے اور جاہلیت کی باتیں کرنے لگے اس پر حضرتِ صفیہؓ نے فرمایا ہم میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی تو تشریف فرما ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے (بدگوئی کے انداز میں) کہا بنجر زمین سے کھجور یا کوئی درخت نمودار ہو گیا ہے۔ پھر حضرتِ صفیہؓ نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تو آپ جلال میں آ گئے اور حضرت بلال ﷜ کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کریں۔ پھر آپؐ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمایا۔

''اے لوگو! میں کون ہوں؟'' سب نے عرض کیا'' آپ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ فرمایا میں

marfat.com

نسب بیان کرو؟ سب نے کہا آپؐ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلبؓ ہیں'' آپؐ نے فرمایا اس قوم کا کیا حال ہے جو میرے خاندان کی تنقیص وتخفیف کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں ان سے نسب میں افضل ہوں۔ اور جگہ ومقام کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔ (سیوطی وغیرہ)

قارئین کرام! کسی فرد یا قوم کو سزا دینے کے لئے قانون خداوندی کا اثر و نفاذ شرط اوّل ہے علمائے اسلام نے خاندانِ نبوت کے بارے میں وہی کچھ کہا سنا جو عام لوگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ قربت کا خیال کیا نہ نسبت کا لحاظ رکھا۔ لمبے چوڑے مضمون حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محترم والدین کریمین اور رفیق وشفیق و ناصر وحامی چچا کو بزعم خویش وہاں پہنچایا جہاں دشمنان دین کا ٹھکانا ہے۔ آیئے کتاب اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ عذاب دینے کے لئے کیا شرائط اور وجہ جواز ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۵ اللہ تعالیٰ کا قطعی اور اٹل فیصلہ ہے کہ جب تک رسولؐ کا پیغام نہ پہنچ جائے اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دیتے۔ ملاحظہ ہو۔

جب تک کسی رسولؐ کا پیغامِ ہدایت نہ پہنچے عذاب نہ ہوگا۔

وَمَا كُنَّامُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (۱۵ بنی اسرائیل)

اور ہم عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ہم نہ بھیجیں کسی رسول کو۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک حجت بیان فرماتا ہے کہ رسول کے پہنچنے سے پہلے کسی امت کو عذاب نہیں دیتا۔ چنانچہ سورۂ تبارک میں ہے کہ دوزخیوں سے داروغے پوچھیں گے۔

کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں آئے تھے؟ وہ جواب دیں گے بے شک آئے تھے۔ لیکن ہم نے انہیں سچا نہ جانا۔ انہیں جھٹلایا اور صاف کہہ دیا کہ تم تو یوں ہی بہک رہے ہو۔ سرے سے یہ بات ہی ان ہونی ہے کہ خدا کسی پر کتاب اتارے۔ اسی طرح جب یہ لوگ جہنم کی طرف کشاں کشاں پہنچائے جا رہے ہوں گے اس وقت بھی داروغے پوچھیں گے کہ تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے؟ جو تمہارے رب کی آیتیں تمہارے سامنے پڑھتے ہوں اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ یہ جواب دیں گے ہاں یقیناً آئے لیکن کلمۂ عذاب کافروں پر ٹھیک اترا۔ اسی طرح آیت کا مفہوم ہے کہ کفار جہنم میں پڑے چیخ رہے ہوں گے کہ خدایا! ہمیں اس سے نکال تو ہم اپنے قدیم کرتوت چھوڑ کر اب نیک اعمال کریں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اگر نصیحت حاصل کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے۔ اب تو عذاب برداشت کرو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

الغرض اور بھی بہت سی آیات سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر رسولؐ بھیجے کسی کو جہنم میں نہیں بھیجتا۔ (ابن کثیر اردو ص ۳۱ پ ۱۵)

marfat.com

قارئین کرام! مندرجہ تشریح صرف بحوالہ ابنِ کثیر ہے۔ تمام تفاسیر میں مفہوم مشترک ہے یہ آیت ہے قرآن حکیم کی نہ تو اس کا حکم منسوخ ہے اور نہ ہی تاویلات کی گنجائش ہے۔ نص قطعی ہے کہ جو لوگ زمانہ فترت سے تعلق رکھتے ہیں انہیں کوئی عذاب نہ ہوگا۔ فترت سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں کوئی رسول مبعوث نہ ہوا ہو۔ عدل تو وہی ہے جو امر ربی سے قائم ہے عذاب تو انہیں ہوگا جن کے پاس رسولؑ آئے۔ ایک عام مثال ہے کوئی استاد اپنے شاگردوں کو گھر پر کرنے کے لئے تدریسی کام دیتا ہے دوسرے وقت اس کام کی پڑتال کرنا استاد کا حق ہے۔ جب کام دیا ہی نہ ہو تو پڑتال کا ہے کی؟ جس طرح قرآن حکیم کے کل پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح قرآن حکیم کے جزو پر بھی عمل واجب ہے۔ اس اعتبار سے ان لوگوں پر عذاب نہ ہوگا جنہوں نے کسی رسولؑ کا زمانہ نبوت نہیں پایا۔

حضورؐ صاحب قاب وقوسین، نور العین، مالک ومختار دارین جد الحسنین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین سلام اللہ علیہا اور دیگر اجداد وامجاد رضی اللہ تعالیٰ عنھم زمانہ فترت سے تعلق رکھتے ہیں۔ حکمران اور ملاں بزورِ قلم انہیں معاذ اللہ جہنم میں دھکیل کر اپنے معاندانہ ارمان پورے کر رہے ہیں ایسا عقیدہ ایذائے رسولؐ کا باعث ہے اور قطعاً حرام ہے۔ نیز خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی اور نافرمانی کا موجب ہے۔ حیوان بھی اپنے بیٹھنے کی جگہ صاف کر کے بیٹھتے ہیں۔ پناہ بخدا اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کو جس ظرف میں مقام عطا فرمایا وہ صاف نہ تھا۔

کبھی حضورؐ کے والدین اور کبھی حضورؐ کے شفیق چچا حضرت ابوطالبؑ ان کے تیروں کا نشانہ بنتے ہیں بلکہ مقابرِ پرانوار کو اکھیڑنے اور خاندانِ رسولؐ کو انتہائی بے ادبی اور گستاخی کے ارتکاب سے بھی مرتکب ہوتے ہیں۔ مخالفین نے کیا کچھ نہیں کیا۔

اہلِ بیت کے مخالفین حکمرانوں اور ملاؤں نے اپنے اپنے دورِ اقتدار میں ہر ممکن کوششیں کیں کہ خاندانِ نبوت کو ستایا جائے۔ ہر دور کے علماء نے حکمرانوں کا ساتھ دے کر یہ ثابت کر دیا کہ ان کی تمام تر علمی کاوشیں حب دنیا اور حصولِ جاہ ومسند کے لئے تھیں۔ پچانوے فی صد علماء شاہی دسترخوانوں پہ ریزہ چینی کیا کرتے اور جبہ ودستار کے اعزازات حاصل کیا کرتے تھے۔

یہ سب کچھ ہوتا رہا اور عصر حاضر کے شہنشاہوں نے تو کمال ہی کر دیا۔ پہلے تو تمام شہداء اسلام کے مزارات کے گنبد منہدم ومسمار کئے۔ جنت البقیع میں اہلِ بیت وصحابہ کرام کے گنبدوں کو زمین بوس کیا، ازواج مطہرات کے حجرات منہدم کئے اور ستم بالائے ستم یہ کہ حال ہی میں امینہؑ کائنات حضرت سیدہ آمنہ صلوات اللہ علیہا وسلامہ کی بارگاہ اقدس کو بھی بے نشان کر دیا۔

ع۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

marfat.com

قارئینِ کرام! جب یہ سب کچھ ہوتا رہا تو ایسے میں سید البطحا پر فتویٰ تکفیر کوئی حیران کن بات نہیں۔ حیران کن امر تو یہ ہے کہ مومن اوّل' مولائے مؤمنین' مولائے کائنات' فاتح بدر وحنین' فاتح خندق وخیبر اخ الرسول' زوجِ بتول ابوالحسنین' ساقی کوثر وتسنیم ءامیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے تمام خاندان کو ایک صدی تک گالی گلوچ کا مستحق سمجھا جاتا رہا۔ یہی قصور تھا کہ آپ نے نصرتِ رسولؐ ونصرتِ اسلام کے سلسلے میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے جن پر فرشتے بھی بَخٍ بَخٍ یَابْنَ اَبِی طَالِبٍ کے مژدے سناتے تھے۔

مؤرخینِ اسلام نے اپنے اپنے رشحاتِ اقلام سے ثابت کیا ہے کہ امیر معاویہ بن ابوسفیان نے حضرت علیؑ اور دیگر اہلِ بیت پر نہ صرف سب وشتم کی مذموم رسم جاری کی بلکہ ہزاروں جھوٹی حدیثیں خاندانِ نبوۃ کے خلاف لکھوائیں۔

سرورِ دوعالمؐ کی خواہش

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین کریمین کے بارے میں ایک اور حدیث ہے جسے امام بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کر کے فرمایا' ہم سے روایت کی ابوالحسن بن بشران نے ان سے ابوجعفر رازی نے' ان سے یحیٰ بن جعفر نے ان سے زید بن حباب نے' ان سے یاسین بن معاذ نے ان سے عبداللہ بن یزید نے' ان سے طلق بن علی نے وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر میں اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو اس حال میں پاؤں کہ میں نمازِ عشاء ادا کر رہا ہوں۔ اور اس میں سورۂ فاتحہ پڑھ رہا ہوں۔ اس وقت وہ آواز دیں' یا محمدؐ! یقیناً میں قبول کر کے کہوں' لبیک یعنی حاضر ہوں۔ امام بیہقی کہتے ہیں کہ یاسین بن معاذ ضعیف ہے۔ جہاں بھی خاندان نبوت کی تعریف نظر آئی راوی کو ضعیف کہہ کر اصول بے ادبی کو جوں کا توں قائم رکھا۔ مُلّاں کے کیا کہنے۔

تاریخ مکہ

الازرقی تاریخ مکہ میں کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی محمد بن یحیٰی از عبدالعزیز بن عمران 'از ہشام بن عاصم اسلمی نے وہ کہتے ہیں' کہ جب میں نے غزوہ احد میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف خروج کیا تھا' تو ہم مقام ابوا میں اترے تو ہندہ بنت عتبہ نے ابوسفیان بن حرب سے کہا' کاش! میں آمنہ والدۂ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی قبر کو ملیامیٹ کر سکتی کیونکہ ان کی قبر ابواء میں ہے۔ لہٰذا تم میں سے جو آدمی بھی ایسا کر کے مجھے خوش کرے گا۔ میں اس کی ہر خواہش کو پورا کروں

marfat.com

گی۔ پھر ابو سفیان نے اس بات کا ذکر قریش سے کیا تو قریش نے جواب دیا ہم پر یہ دروازہ نہ کھولو ورنہ اسی وقت بنی بکر ہمارے مردوں کی قبریں کھود ڈالیں گے۔

حضور کے والدینؓ کریمین کا ایمان۔ ﴿ضیاء النبیؐ﴾

اہلِ سنت والجماعت کے علماء محققین کے جمِ غفیر کی اس مسئلہ کے بارے میں یہ رائے ہے کہ والدین کریمین نجات یافتہ ہیں اور جنت کی بہاروں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں

اس کے بارے میں ان علماء کے تین مسلک ہیں۔

پہلا مسلک۔

پہلا مسلک تو یہ ہے کہ ان کا تعلق زمانہ فترت سے ہے۔ سب سے قریبی زمانہ میں مبعوث ہونے والے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ ان کے بعد چھ سو سال کا طویل عرصہ گزر چکا تھا۔ اس عرصہ دراز میں آپؑ پر نازل شدہ کتاب انجیل میں طرح طرح کی تحریفات راہ پا چکی تھیں۔ آپؑ کو عبداللہ اور رسول اللہ کہنے کی بجائے آپؑ کی اُمت آپؑ کو ابن اللہ کہنے کی گمراہی میں مبتلا ہو چکی تھی۔ اب اس دور کے لوگ ہدایت کی روشنی حاصل کرتے تو کہاں سے؟ کلمہ حق سنتے تو کس سے؟ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی راہنمائی کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ حجاز کے صحرا نشین ان کی اُمت دعوت میں ہی داخل نہ تھے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو تبلیغ فرمائی کیونکہ ان کو دعوت حق دینا ان کی ذمہ داری ہی نہ تھی اور نہ ان کے حواریوں نے یہ زحمت برداشت کی کہ ان حقائق کی روشنی میں اس ارشاد الٰہی کا یہی لوگ مصداق ہیں۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک ان میں رسول مبعوث نہ فرمائیں علامہ علی بن برہان الدین اپنی سیرت حلبیہ میں رقم طراز ہیں۔

ذَكَرَ الْعَلَّامَةُ ابْنُ حَجَرَ الْهَيْتَمِي حَيْثُ ذَكَرَ اَنَّ الْحَقَّ الْوَاضِحَ الَّذِیْ لَا غُبَارَ عَلَيْهِ۔ اِنَّ اَهْلَ الْفَتْرَةِ جَمِيْعُهُمْ نَاجُوْنَ وَهُمْ مَنْ لَمْ يُرْسِلْ لَهُمْ رَسُوْلٌ، يُكَلِّفُهُمْ بِالْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَالْعَرَبُ حَتّٰى فِىْ زَمَنِ انبياء بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ اَهْلُ فَتْرَةٍ لِاَنَّ تِلْكَ الرُّسُلَ لَمْ يُؤْمَرُوْا بِدَعَايَتِهِمْ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَعْلِيْمِهِمُ الْاِيْمَانَ۔

علامہ ابن حجر الھیتمی نے ذکر کیا کہ روشن حق یہ ہے جس پر کوئی گرد و غبار نہیں کہ اہل فترۃ سب کے سب نجات یافتہ ہیں اور اہل فترۃ وہ لوگ ہیں جن کی طرف کوئی رسول نہ بھیجا گیا ہو جو انھیں اللہ پر

marfat.com

ایمان لانے کا مکلف بنائے۔ پس اہل عرب بنی اسرائیل کے انبیاء کے زمانہ میں بھی اہل فترۃ تھے کیونکہ بنی اسرائیل کے رسولوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اہل عرب کو بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیں۔ ان کا حلقہ تبلیغ صرف بنی اسرائیل تک محدود تھا" سابقہ آیت کی تائید اس دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا۔

"یعنی آپ کا رب بستیوں کو یوں ہی برباد نہیں کرتا یہاں تک کہ ان کے مرکزی شہر میں ایک رسول بھیجے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے"

علماء کرام نے اہل فترت کو تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے پہلا طبقہ ان لوگوں کا ہے۔ جنھوں نے اپنے نور بصیرت سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے عقیدہ تک رسائی حاصل کر لی جیسے قیس بن ساعدہ۔ زید بن عمرو بن نفیل اور قوم تبع کے بعض بادشاہ۔ دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے۔ جنہوں نے دین ابراہیمی کو بگاڑا بت پرستی کا آغاز کیا۔ اپنی قوم کو بڑی کوششوں سے شرک کا فاسد عقیدہ اختیار کرنے پر مجبور کیا اور اپنی طرف سے حلال وحرام کے بارے میں قانون بنا کر قوم میں رائج کئے جیسے عمرو بن لحی الخزاعی اور اس کے ہم نوا۔ اس طبقہ کے جہنمی ہونے میں کوئی شک نہیں تیسرا طبقہ جو اپنی غفلت اور بے خبری کی وجہ سے ہر قسم کے عقیدہ سے بے نیاز رہا نہ انھوں نے توحید خداوندی کا عقیدہ اپنایا اور نہ وہ شرک اور اصنام پرستی کے مرتکب ہوئے۔ یہ وہ طبقہ ہے جسے عذاب نہیں دیا جائے گا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا کا مصداق یہی طبقہ ہے۔

حضورؐ کے والدین کریمین کے بارے میں ایک مسلک تو یہ ہے کہ وہ اہل فترۃ میں سے تھے۔ نہ ان کے پاس حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تک کوئی نبی آیا نہ کسی نبی کی دعوت انہیں پہنچی اور نہ انہوں نے اس نبی کے ساتھ کفر کیا اور نہ اس کی دعوت کو مسترد کیا اس لئے وہ نجات یافتہ ہیں۔

دوسرا مسلک:

علماء حق کا اس مسئلہ کے بارے میں دوسرا مسلک یہ ہے کہ حضورؐ کے والدین کریمین کا دامن شرک وکفر سے کبھی داغدار نہ ہوا۔ وہ ساری عمر اپنے جد کریم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ثابت قدم رہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یوم قیامت پر ان کا پختہ یقین تھا۔ مکارم اخلاق کے زندہ پیکر تھے۔ حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے۔ آپ لکھتے ہیں۔

marfat.com

إِنَّ آبَاءَ الْأَنْبِيَاءِ مَا كَانُوْا كُفَّارًا لِقَوْلِهِ تَعَالَى اَلَّذِيْ يَرَاكَ حِيْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِيْنَ قِيْلَ مَعْنَاهُ اِنَّهٗ كَانَ يُنْقَلُ نُوْرُهٗ" مِنْ سَاجِدٍ اِلٰى سَاجِدٍ دَلَالَتُهٗ عَلٰى اَنَّ جَمِيْعَ آبَاءِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ۔

"بے شک انبیاء کے آباؤ اجداد کافر نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میری وہ ذات ہے جو آپ کو دیکھتی ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور جب آپ سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں منتقل ہوتے رہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ حضورؐ کا نور ایک سجدہ کرنے والے کی پیشانی سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی پیشانی میں منتقل ہوتا رہا۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جملہ آباء واجداد مسلمان تھے۔"

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف مسالک الحنفاء میں تحریر فرماتے ہیں۔

یہ دلیل دو مقدموں پر مشتمل ہے۔ پہلا مقدمہ تو یہ ہے کہ احادیث صحیح سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک اپنے ہم عصروں سے بہتر اور افضل تھے۔ اور ان کے ہم عصروں میں کوئی ایسا نہ تھا جو ان سے بہتر اور افضل ہو۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ احادیث اور آثار سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ بعثت تک کوئی دور ایسا نہیں آیا جب تک چند افراد دین فطرت پر نہ ہوں۔ جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوں اسی کے لئے نمازیں پڑھتے ہوں اور ان ہی کی برکت سے زمین کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اور اگر وہ نہ ہوں تو زمین اور جو کچھ اس کے اوپر ہے تباہ و برباد ہو جائے۔ اب اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ حضورؐ کے آباء واجداد میں سے کوئی صاحب شرک وکفر کے مرتکب ہوئے تو اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا وہ دوسرے ہم عصروں سے افضل تھے۔ یا نہیں اگر افضل تھے تو لازم آئے گا کہ ایک کافر اور مشرک اہل ایمان سے افضل ہو۔ یہ امر قطعاً قابل تسلیم نہیں اور اگر کسی زمانہ میں حضورؐ کے آباؤ اجداد سے ان کے ہم عصر افضل ہوں تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ احادیث صحیحہ سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ حضورؐ کے آباء واجداد مومن اور موحد تھے۔ اور اپنے تمام ہم عصروں سے اعلیٰ وارفع شان کے مالک تھے۔ اب ہم وہ احادیث صحیحہ ذکر کرتے ہیں جن سے پہلے مقدمہ کی تصدیق ہوتی ہے کہ حضورؐ کے آباء واجداد اپنے اپنے ہم عصروں سے افضل واعلیٰ تھے۔

اَخْرَجَ اَبُوْ نُعَيْمٍ فِيْ دَلَائِلِ النُّبُوَّةِ عَنْ طُرُقٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ يُنْقِلُنِيْ مِنَ الْاَ

marfat.com

اصلاب الطَّیِّبتہ اِلی الاَرحامِ الطَّاھِرتہ مُصطَفٰی مُھذَّبالاَ تنشعِبُ شُعبَتاتِ اِلاَّ کُنتُ فِی خَیرِ ھِمَا۔

''ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں کئی سندوں سے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے مجھے پاک پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل فرماتا رہا۔ ہر آلائش سے پاک کر کے ہر آلودگی سے صاف کر کے جہاں کہیں سے دو شاخیں پھوٹیں وہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شاخ میں منتقل کر دیا جو ان دونوں میں سے بہتر تھی۔''

اَخرجَ التِّرمذِی وحَسَّنَہ' وَالبَیھقِی عَنِ العَبَّاسِ ابنِ عَبدِ المُطَّلِب رَضِیَ اللّٰہُ عنہ' قَالَ قَالَ رَسُولَ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَنَّ اللّٰہَ تَعالیٰ حِینَ خَلَقَنِی جعَلَنِی مِن خَیرِ ھِم قَبِیلَتہ وَحِینَ خَلقَ الاَنفُس جعَلَنِی مِن خَیرِ اَنفُسِھِم ثُمَّ حِینَ خَلَقَ البُیُوتَ جعَلَنِی مِن خَیرِ بُیُوتِھِم فَانَا خَیرُھُم بَیتاً وَخَیرُ ھُم نَفساً۔

''امام ترمذی نے اس روایت کو اپنی سنن میں اور امام بیہقی نے حضرت عباسؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ نے جب مجھے پیدا فرمایا تو مجھے بہترین مخلوق سے کیا۔ پھر جب قبائل کو پیدا فرمایا تو مجھے سب سے بہتر قبیلے میں کیا پھر جب نفوس کو پیدا فرمایا اور مجھے ان میں سے کیا جن کے نفوس سب سے بہترین تھے پھر جب خاندانوں کو پیدا کیا تو مجھے بہترین خاندان میں رکھا۔ پس میں ان سب سے بلحاظ خاندان اور نفس بہتر ہوں''۔

۳۔ اَخرجَ الطَّبرانی فِی الاَوسطِ وَالبَیھقِی فِی الدَّلائلِ عَن عَائشت رَضِیَ اللّٰہُ عَنھا قَالَت قَالَ رَسُولَ اللّٰہِ صَلّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِی جبرَئِیلُ قَلَّبتُ الاَرضَ مَشارِقَھا وَمَغارِ لَھا وَلَم اجدرَجُلا اَفضَلَ مِن مُحَمَّدٍ صَلّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَلَم اجدُ بَنِی اَبَ اَفضَلَ مِن بَنِی ھَاشِمِ۔

''طبرانی نے اوسط میں بیہقی نے دلائل میں حضرت عائشہؓ سے روایت فرمایا کہ آپؐ فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ مجھے جبرئیلؑ نے بتایا کہ میں نے زمین کے مشرق و مغرب کو کھنگالا۔ پس میں نے کسی مرد کو اے جانِ جاناں آپؐ سے افضل نہیں پایا اور کسی خاندان کو بنی ہاشم کے خاندان سے افضل نہیں پایا۔

marfat.com

علامہ سیوطی ان روایات کو نقل کرنے کے بعد حافظ ابن حجر کا یہ قول نقل کرتے ہیں۔

قَالَ الْحَافِظُ ابْنُ حَجَرٍ۔وَمِنَ الْمَعْلُوْمِ انَّ الْخَيْرِيَّةَ وَالْاِصْطِفَاءَ وَالْاِخْتِيَارَ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْاَفْضَلِيَّةَ عِنْدَه، لَا يَكُوْنُ مَعَ الشِّرْكِ۔

''حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ کسی کا کسی سے بہتر ہونا اللہ کا کسی کو چننا اور کسی کو پسند کرنا اور اس کی بارگاہ میں کسی کی افضلیت اس کے مشرک ہونے کے باوجود ہرگز نہیں ہوسکتی۔

ان روایات سے اس دلیل کا پہلا مقدمہ ثابت ہوگیا کہ حضورؐ کے سارے آباؤ اجداد اپنے اپنے زمانہ میں اپنے اپنے ہم عصروں سے افضل اور اعلیٰ تھے۔اور یہ افضلیت اور یہ علوویت اس وقت انہیں نصیب ہوسکتی ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتے ہوں اور ان کا عقیدہ شرک کی آلودگی میں ملوث نہ ہو۔اب اس دلیل کے دوسرے مقدمہ کے متعلق چند روایات ملاحظہ ہوں۔

قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي الْمُصَنَّفِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبُ قَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ لَمْ يَزَلْ عَلٰى وَجْهِ الدَّهْرِ فِي الْاَرْضِ سبعته'' مُسْلِمُوْنَ فَصَاعِدًا فَلَوْلَا ذٰلَ هَلَكَتِ الْاَرْضُ وَمَنْ عَلَيْهَا۔هٰذَا اِسْنَادٌ'' صَحِيْحٌ'' عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَمِثْلُه، لَا يُقَالُ مِنْ قِبَلِ التَّرأيِ وَلَه'' حُكْمُ'' الرَّفْعِ۔

''عبد الرزاق نے المصنف میں معمر سے انہوں نے ابن جریج سے انہوں نے ابن میسب سے روایت کیا ہے کہ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمیشہ روئے زمین پر کم از کم سات مسلمان رہے ہیں۔اگر یہ سات مسلمان نہ ہوں تو زمین اور جو کچھ اس پر ہے سب کچھ تہس نہس ہو جائے۔عبد الرزاق کہتے ہیں کہ یہ سند صحیح ہے۔اور شیخین کی شرط پر۔اور یہ ایسی بات ہے جو کوئی راوی اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتا جب تک زبانِ نبوت سے وہ نہ سنے اس لئے یہ حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔یعنی سیدنا علی مرتضیٰ نے یہ ارشاد نبی کریم کی زبان سے سنا اور پھر روایت کیا''۔

اَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ فِي تَفْسِيْرِه بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ فِي قَوْلِه رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ، قَالَ لَا يَزَالُ مِنْ ذُرِّيَّةِ! ابراهيم علٰى نَبِيِّنَا وَعَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ نَاس'' عَلَى الْفِطْرَةِ يَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ۔

''ابنِ منذر نے اپنی تفسیر میں سند صحیح کے ساتھ ابن جریج سے رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي کی تفسیر نقل کی ہے۔انہوں نے کہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذریت میں کچھ آدمی ... فطرت پر ... گے اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے ان روایات کے علاوہ آیات

قرآنی سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاللّٰهُ سَيَهْدِيْنِ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ۔

''اور یاد کرو جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو فرمایا کہ میں بیزار ہوں ان سے جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ بجز اس ذات کے جس نے مجھے پیدا فرمایا پس وہی مجھے ہدایت دے گا۔ اور کر دیا اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ کو باقی رہنے والا آپ کی اولاد میں''۔

اس آیت کی تشریح حضرت ابن عباسؓ سے یوں منقول ہے۔

قَوْلُهٗ تَعَالٰى جَعَلَنَهَا كَلِمَتَهٗ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بَاقِيَةٌ فِيْ عَقَبِ اِبْرَاهِيْمَ۔

''کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا حکم حضرت ابرہیمؑ کی نسل میں باقی رہے گا''، یعنی ہر زمانہ میں چند افراد ایسے رہیں گے جو اس کلمۂ توحید پر پختہ ایمان رکھتے ہوں۔

علامہ شہرستانی الملل والنحل میں لکھتے ہیں۔

كَانَ دِيْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَائِمًا وَالتَّوْحِيْدُ فِيْ صَدْرِ الْعَرَبِ شَائِعًا وَاَوَّلُ مَنْ غَيَّرَهٗ وَاتَّخَذَ عِبَادَتَهِ الْاَصْنَامِ عَمْرُو بْنُ لُحَيِّ الْخَزَاعِيِّ۔

''دین ابراہیمؑ قائم رہا۔ اور توحید اہلِ عرب کے سینوں کو روشن کرتی رہی پہلا شخص جس نے دینِ ابراہیمی کو بدلا اور بتوں کی عبادت شروع کی وہ عمرو بن الحی الخزاعی تھا''۔

اہلِ تحقیق کے نزدیک حضرت ابراہیمؑ سے لے کر کعب بن لوئی تک تمام آباؤ اجداد دینِ ابراہیمی پر تھے اور کعب کے فرزند مرہ بھی اسی دین پر تھے کیونکہ ان کے والد نے ان کو وصیت کی تھی کہ وہ دین ابراہیمی پر ثابت قدم رہیں۔ مرہ اور عبدالمطلبؑ کے درمیان چار اجداد ہیں۔ وہ ہم کلاب و قصی و عبد مناف و ہاشم ان حضرات کے حالات میں ایسے شواہد کا آپ مطالعہ کر چکے ہیں۔ جس سے ان کے عقیدۂ توحید کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت عبدالمطلبؑ کے بارے میں تو علامہ شہرستانی کی رائے کا ذکر کافی ہے وہ اپنی مشہور تصنیف الملل والنحل میں لکھتے ہیں۔

ظَهَرَ نُوْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اَسَارِيْرِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بَعْدَ الظُّهُوْرِ وَبِبَرَكَتِهِ ذٰلِكَ النُّوْرُ اُلْهِمَ النَّذْرُ فِيْ ذَبْحِ وَلَدِهٖ وَبِبَرَكَتِهٖ كَانَ يَاْمُرُ وُلْدَهٗ بِتَرْكِ الظُّلْمِ وَالْبَغْيِ وَيَحُثُّهُمْ عَلٰى مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَيَنْهَاهُمْ عَنْ دَنِيَّاتِ الْاُمُوْرِ وَبِبَرَكَتِهٖ ذٰلِكَ النُّوْرُ قَالَ لِاَبْرَهَةَ اِنَّ لِهٰذَا الْبَيْتِ رَبًّا۔

marfat.com

''نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نور عبدالمطلبؑ کے خدوخال میں چمکتا تھا۔اس نور کی برکت سے حضرت عبداللہ کو ذبح کرنے کی بجائے نذر دینے کا انہیں الہام ہوا۔اسی نور کی برکت سے وہ اپنی اولاد کو ظلم اور سرکشی کو ترک کرنے کا حکم دیتے تھے۔مکارم اخلاق کو اپنانے پر انہیں برانگیختہ کرتے تھے اور کمینی حرکتوں سے ان کو روکتے تھے۔اسی نور کی برکت سے آپ میں یہ جرأت پیدا ہوئی کہ آپ نے ابراہہ کو فرمایا کہ اس گھر کا بھی ایک مالک ہے جو اس کی حفاظت کرنا جانتا ہے''۔

نیز غزوہ حنین میں جب دشمنوں کی اچانک تیراندازی سے لشکر اسلامی میں عارضی طور پر بھگدڑ مچ گئی تو حضورؐ اپنے خچر پر سوار ہو کر تیروں کی بوچھاڑ میں میدان جنگ میں یہ رجز پڑھتے ہوئے آئے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبدِ الْمُطَّلِبْ

''میں سچا نبی ہوں۔یہ جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''۔

اگر عبدالمطلبؑ موحد نہ ہوتے تو حضور کبھی ان کی فرزندی پر فخر نہ کرتے کیونکہ کافر کی فرزندی پر فخر کرنا ممنوع ہے۔حسن احادیث میں والدین کریمین کے (نعوذ باللہ) مشرک یا معذب ہونے کا ذکر ہے وہ روایات ضعیف ہیں۔اگر ان میں سے کوئی روایت ضعیف نہ بھی ہو تو وہ خبر واحد ہوگی اور خبر واحد آیات قطعیہ و مَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ وغیرہ آیات کی مخصص یا ناسخ نہیں ہو سکتی۔

حاکم نے مستدرک میں جس حدیث کو صحیح کہا اس کے بارے میں عقبہ نے یہ کہا:

لَا وَاللّٰہِ فَعُثْمَانُ بْنُ عُمَیرٍ ضُعِّفَہٗ اَلدَّارُ قُطْنِی۔

''نہیں بخدا وہ صحیح نہیں عثمان بن عمیر کو دار قطنی نے ضعیف کہا ہے''۔

حافظ ذہبی نے اس حدیث کے بارے میں شرعی قسم کھا کر کہا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔

بَیَّنَ الذَّھَبِیُّ ضُعْفُ الْحَدِیْثِ وَحَلَفَ عَلَیْہِ یَمِیْنًا شرعیًا اس تحقیق کے بعد علامہ سیوطی کہتے ہیں۔

اِذَا لَمْ یَکُنْ فِی الْمَسْئَلَۃِ اِلَّا اَحَادِیْثَ ضَعِیْفَتَہٗ کَانَ لِلنَّظَرِ فِیْ غَیْرِھَا مَجَالٌ

''جب اس مسئلہ میں صرف ضعیف احادیث ہی ہوں تو اب اس مسئلہ کے برعکس غور و فکر کرنے کی گنجائش ہوگی۔

تیسرا مسلک:

اس مسئلہ میں علمائے کرام کا تیسرا مسلک یہ ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَحْیٰی لَہٗ اَبَوَیْنِ حَتّٰی اٰمَنَا بِہٖ وَھٰذَا الْمَسْلَکُ مَالَ اِلَیْہِ طَائِفَۃٌ ''کَبِیْرَۃٌ''

marfat.com

مِنْ حُفَّاظِ الْمُحَدِّثِیْنَ وَغَیْرِھِمْ مِنْھُمْ اِبْنُ شَاھِیْنَ وَالْحَافِظُ اَبُوْ بَکْرِ الْخَطِیْبُ الْبَغْدَادِیْ وَالسُّھَیْلِیْ وَالْقُرْطَبِیْ وَالْمُحِبُّ الطَّبْرِیْ وَالْعَلَّامَہ نَاصِرُ الدِّیْنِ اِبْنُ الْمُسِیْرِ وَغَیْرُھُمْ۔

''اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے حضورؐ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ حضورؐ پر ایمان لے آئے۔ حفاظ محدثین میں سے ایک بہت بڑا گروہ اس مسلک کی طرف مائل ہوا ہے۔ ان میں سے چند نام یہ ہیں ابن شاہین، حافظ ابوبکر الخطیب البغدادی، ابوالقاسم سہیلی، ابوعبداللہ القرطبی، محب طبری، علامہ ناصر الدین ابن المسنیر وغیرہم''

امام محمد ابوزہرہ کا بیان

اس مقام پر عصر حاضر کے مایہ ناز محقق امام محمد ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ میں ان (کرم شاہ) کی کتاب خاتم النبیینؐ سے اقتباس پیش کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے اس کا مطالعہ کرنے سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی اور آپ کا دل مسرور ہوگا۔

وَلَاشَکَّ اَنَّ الْخَبَرَ الَّذِیْ یَقُوْلُ اِنَّ اَبَا مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فِی النَّارِ خَبَرٌ غَرِیْبٌ'' فِیْ مَعْنَاہُ کَمَا ھُوَ غَرِیْبٌ'' فِیْ سَنَدِہٖ لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا وَقَدْ کَانَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَاُمُّہٗ عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ فَکَیْفَ یُعَذَّبُوْنَ؟ اِنَّ ھٰذَا مُخَالِفٌ'' لِلْعَقَائِقِ الدِّیْنِیَّۃِ لَقَدْ مَاتَ اَحَدُھُمَا قَبْلَ اَنْ یَّبْرُزَ الرَّسُوْلُ اِلَی الْوُجُوْدِ وَمَاتَتِ الْاُخْرٰی وَھُوَ غُلَامٌ'' لَمْ یُبْعَثْ رَسُوْلًا وَلِذٰلِکَ کَاَ الْخَبَرُ الَّذِیْ یَقُوْلُ اِنَّھُمَا فِی النَّارِ مَرْدُوْدًا بِغُرَابَتِ سَنَدِہٖ اَوَّلًا' وَلِبُعْدِ مَعْنَاہُ' عَنِ الْحَقِیْقَۃِ ثَانِیًا۔

''اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ خبر جس میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد کے بارے میں کہا گیا ہے۔ معنی کے لحاظ سے بھی غریب ہے جس طرح سند کے لحاظ سے غریب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ ہم اس وقت تک عذاب دینے والے نہیں یہاں تک کہ ہم رسول بھیجیں اور حضورؐ کے والدین کریمین نے فترۃ کا زمانہ پایا تو نہیں کیونکر عذاب دیا جا سکتا ہے۔ یہ بات دینی حقائق کے سراسر خلاف ہے۔ والد ماجد تو حضور کی پیدائش سے پہلے وفات پا گئے اور والدہ ماجدہ نے جب وفات پائی تو حضورؐ ابھی بالکل چھوٹے تھے اور رسول اللہؐ مبعوث نہیں ہوئے تھے۔ اس لیئے وہ خبر جس میں ان کے بارے میں ہے کہ وہ دونوں آگ میں ہیں مردود ہے ایک تو اس وجہ سے کہ اس کی سند میں غرابت ہے اور دوسرا اس وجہ سے اس کا معنی حقیقت سے بہت دور ہے۔''

اس کے بعد امام موصوف یعنی امام محمد ابوزہرہ اس قسم کی باتیں سن کر اپنی قلبی کیفیت کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

marfat.com

وَفِی الْحَقِّ اَنِّی ضَرَسْتُ فِیْ سَمْعِیْ وَ فَهْمِیْ عِنْدَ مَا تَصَوَّرْتُ اَنَّ عَبْدَاللّٰهِ وَاٰمِنَه یتصوّر اَنْ یَّدْخُلَا النَّارَ لِاَنَّهٗ عَبْدُاللّٰهِ الشَّابُ الصَّبُوْرُ الَّذِیْ رَضِیَ بِاَنْ یُّذْبَحَ لِنَذْرِ اَبِیْهِ وَ تَقَدَّمَ رَاضِیًا۔ وَلَمَّا افْتَدَتْهُ قُرَیْشٌ "اسْتَقْبَلَ الْفِدَاءَ رَاضِیًا۔ وَهُوَ الَّذِیْ کَانَ عَیُوْفًا عَنِ اللَّهْوِ وَالْعَبَثِ وَهُوَ الَّذِیْ بَرَزَتْ اِلَیْهِ الْمَرْاَةُ تَقُوْلُ هَیْتَ لَکَ فَیَقُوْلُ لَهَا اَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُوْنَهٗ، وَلِمَا ذَا یُعَاقَبُ فِی النَّارِ وَهُوَ لَمْ تَبْلُغْهُ" دَعْوَتُهٗ رَسُوْلٍ۔

جب میں یہ تصور کرتا ہوں کہ حضرت عبداللہ اور سیدہ آمنہ نار میں ہیں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی شخص میرے کان اور فہم پر ہتھوڑے مار رہا ہے۔ کیونکہ عبداللہ وہ نوجوان تھے جن کا شعار صبر تھا۔ وہ اپنے باپ کی نذر کے مطابق ذبح ہونے پر راضی تھے اور اپنی رضامندی سے آگے بڑھ کر اپنے سر کا نذرانہ پیش کیا اور جب قریش نے سو اونٹ بطور فدیہ دینے کے لئے کہا تو اس پر بھی بخوشی رضامند ہو گئے۔ وہ عبداللہ جو اپنے بے پایاں حسن و شباب کے باوجود لہو و لھب سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور جب ایک دوشیزہ نے دعوتِ گناہ دی تو جھٹ اسے جواب دیا "تم مجھے حرام کے ارتکاب کی دعوت دیتی ہو۔ اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔ ایسے پاکباز اور صدق شعار نوجوان کو آخر کیوں دوزخ میں پھینکا جائے گا۔ حالانکہ اسے کسی نبی نے دعوت بھی نہیں دی"۔ آگے لکھتے ہیں۔

رہی حضور کی والدہ تو وہ خاتون جس کو شادی کے فوراً بعد اپنے شوہر کی اچانک موت کا جانکاہ صدمہ پہنچا تو اس نے صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیا اپنے بچے کو یتیم اور نادار پایا تو پھر بھی جزع فزع نہیں کی بلکہ صبر کو اپنا شعار بنایا۔ کیا کوئی شخص یہ تصور کر سکتا ہے کہ ایسی حور شمائل خاتون کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی اسے ہدایت دینے کے لئے نہیں آیا اور نہ کسی نے اسے توحید الٰہی کی دعوت دی۔ آخر میں رقمطراز ہیں۔

وَخُلَاصَةُ الْقَوْلِ وَهُوَ مَا انْتَهَیْنَا اِلَیْهِ بَعْدَ مُرَاجَعَةِ الْاَخْبَارِ فِیْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ اِنَّ اَبَوَیْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فِیْ فَتْرَةٍ وَاِنَّهُمَا کَانَا قَرِیْبَیْنِ اِلَی الْهُدٰی وَاِلَی الْاَخْلَاقِ الْکَرِیْمَةِ الَّتِیْ جَاءَ بِهٖ شَرْعُ ابْنِهِمَا مِنْ بَعْدُ وَاِنَّهُمَا کَانَا عَلٰی فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَنَعْتَقِدُ اَنَّهٗ بِمُرَاجَعَةِ النُّصُوْصِ الْقُرْاٰنِیَّةِ وَالْاَحَادِیْثِ الصَّحِیْحَةِ لَا یُمْکِنُ اَنْ یَّکُوْنَا فِی النَّارِ فَاُمُّهٗ، اَلْمُجَاهِدَةُ الصَّبُوْرُ الْحَفِیَّةُ بِوَلَدِهَا لَا تَمَسُّهَا النَّارُ لِاَنَّهٗ لَا دَلِیْلَ عَلٰی اِسْتِحْقَاقِهَا بَلِ الدَّلِیْلُ قَامَ عَلٰی وُجُوْبِ الثَّنَاءِ عَلَیْهَا هِیَ وَزَوْجُهَا الذَّبِیْحُ الطَّاهِرُ۔

"ہماری ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے جس پر ہم اس مسئلہ کے بارے میں عام احادیث کا مطالعہ کرنے کے بعد پہنچے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ابوین کریمین نے وہ

marfat.com

زمانہ پایا جس میں رسولوں کی آمد منقطع تھی۔ اور وہ دونوں ہدایت اور اخلاقِ کریمہ کے بالکل قریب تھے۔ جو بعد میں ان کے لختِ جگر نے بطورِ شریعت دنیا کو پیش کی۔ اور قرآنی آیات اور احادیث صحیحہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ہمارا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دوزخ میں ڈالے جائیں آپ کی والدہ وہ مجاہدہ ہیں جو سراپا صبر تھیں۔ اپنے فرزند دلبند کے ساتھ بڑی شفیق تھیں انہیں آگ کیسے چھو سکتی ہے۔ کوئی دلیل ایسی نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ آگ میں جلائے جانے کی مستحق ہے بلکہ دلیلیں تو اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ ان کی اور ان کے شوہر نامدار کی جو ذبیح اور طاہر کے لقب سے ملقب تھے ان پر جی بھر کر تحسین و آفرین کے پھول برسائے جائیں۔

علامہ مذکور نے اپنی یہ مدلل بحث ان جملوں پر ختم کی۔

وَمَاانْتَهَيْنَا اِلٰى هٰذا بِحُكْمِ مُحَبَّتِنَا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَاِنْ كُنَّا نَرْجُوْهَا وَنَتَمَنَّاهَا وَلٰكِنْ بِحُكْمِ الْعَقْلِ وَالْمَنْطِقِ وَالْقَانُوْنِ الْخُلُقِيِّ الْمُسْتَقِيْمِ وَاَدِلَّةِ الشَّرِيْعَةِ الْقَوِيْمَةِ وَمَقَاصِدِ الشَّرِيْعَةِ وَغَايَاتِهَا۔

''ہم اس نتیجہ پر صرف اس لئے نہیں پہنچے کہ ہمارے دل میں اللہ کے رسولؐ کی محبت ہے اور اس محبت کا یہ تقاضا ہے کہ ہم اس نتیجہ پر پہنچیں۔ اگرچہ ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں اور تمنا کرتے ہیں لیکن ہم اس نتیجہ پر اس لئے پہنچتے ہیں کہ عقل، منطق اور خلق مستقیم کا قانون شریعت کی مضبوط دلیلیں اور شرع! کے اغراض و مقاصد ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم اس بارے میں اس نتیجہ پر پہنچیں''۔

آخر میں قاضی ابوبکر ابن عربی جو مسلک مالکیہ کے جلیل القدر ائمہ سے ہوئے ہیں اور جن کی تفسیر احکام القرآن ان کے علم و فضل کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ان کے ایک فتویٰ کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

سُئِلَ الْقَاضِيُ اَبُوْ بَكْرِ ابْنُ الْعَرَبِيِّ عَنْ رَجُلٍ قَالَ اِنَّ اٰبَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى النَّارِ فَاَجَابَ مَنْ قَالَ ذٰلِكَ فَهُوَ مَلْعُوْنٌ'' لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَا اَذٰى اَعْظَمُ مِنْ اَنْ يُّقَالَ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ، كَذَا كَذَا۔

''قاضی ابوبکر ابن عربی سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے۔ جو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ وہ فی النار ہیں۔ آپ نے جواب دیا جو شخص یہ کہتا ہے وہ ملعون ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وہ لوگ جو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ کو اس کے رسول کو لعنت بھیجتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ دنیا میں اور آخرت میں پھر کہا اس سے

marfat.com

بڑی اذیت کیا ہے کہ حضورؐ کے والدین کے بارے میں یہ کہا جائے۔

قارئینِ کرام! شہنشاہِ نبوت و رسالت کے والدین کریمین معظمین مؤمنین علیہما السلام کے بارے میں جنہوں نے خلاف عقل وعدل حدیث نام کی عبارتیں جمع کی ہیں اور توہین آمیز نظریات قائم کئے ہیں ان کا مطالعہ بھی فرمائیں اور ادب و احترام کرنے والوں کی نیک کوششوں اور اخلاص عمل کا بھی اندازہ فرمائیں نیت کا حال معلوم ہوگا۔ اپنی اپنی نیت اور کوشش کا بدلہ بھی ضرور ملے گا۔

جو بخشش کے منکر ہیں وہ بدنیت اور بدخواہ ہیں کس کے سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے۔

جو نہ صرف ایمان کامل کے قائل ہیں بلکہ بے شمار درود وسلام بھیجتے ہیں۔ وہی درحقیقت خیر خواہ ہیں۔ کس کے خیر خواہ؟ حضور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فیصلہ ہوگیا۔ سوچیں اور فکر کریں کون دوست ہے اور کون دشمن۔

اس بحث کے بعد اس مسئلہ پر کسی دلیل کی گنجائش ہے نہ ضرورت۔

ابن جوزی کا بیان:

مشہور محدث امام عبدالرحمن ابن جوزی نے اپنی معروف کتاب ''الوفا'' میں حضور فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ مکرمہ صلوٰات اللہ علیہا کے بارے میں وہی کچھ لکھا ہے۔ جو بخاری مسلم وغیرہ میں ہے۔ اگرچہ یہ کھلا موجود ہے کہ ابوا شریف کو کبھی مکہ اور کبھی مدینہ اور کبھی کہیں اور ظاہر کیا گیا ہے۔ مگر زیارت ودعا وغیرہ کی وہی معروف کہانی بیان کی ہے جسے دوسروں نے لکھا ہے۔ البتہ حاشیہ پر مندرجہ ذیل بیان نقل ہے۔ لگتا ہے کہ کتاب کے مترجم علامہ محمد اشرف صاحب سیالوی نے تنقیدی نقطہ نگاہ سے جو کچھ لکھا ہے قابل تعریف ہے۔ ملاحظہ ہو۔

تنبیہ:

سرورِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء کے والدین کریمین کا نجات پانا، نار دوزخ سے محفوظ رہنا اور اہل جنت میں سے ہونا مختلف فیہ مسئلہ ہے۔ اور اسلاف میں یہ امر مختلف فیہ ہونے کے باوجود متاخرین حضرات نے اس کو متنازع فیہ نہیں چھوڑا۔ بلکہ متعدد وجوہ اور دلائل سے والدین کا صاحبِ نجات ہونا، ثابت فرمایا ہے حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ' اشعۃ للمعات جلد اول ۷۱۵ پر اس مضمون کی ایک حدیث وروایت کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ اس روایت کا مضمون ومفہوم متقدمین کا مختار ہے اور وہ اسی کے قائل ہیں۔ لیکن متاخرین نے آنحضرت صلے اللہ تعالےٰ علیہ والہ وسلم کے والدین کریمین بلکہ آدم علیہ السلام تک تمام سلسلہ آباؤ اجداد اور امہات واعمام کا ایمان ثابت کیا ہے اور انھوں نے اس دعویٰ کو تین طرح سے ثابت کیا ہے۔

marfat.com

اول یہ کہ وہ دین ابراہیم علیہ السلام پر تھے جو کچھ بھی اس وقت معلوم اور معروف تھا۔
دوم وہ زمانہ فترت رسل میں پیدا ہوئے' اور اسی زمانے میں وفات پائی۔ لہٰذا زمانہ نبوت جب انہوں نے پایا ہی نہیں تھا تو ان کو (معاذ اللہ) کافر کیسے کہا جاتا ہے۔ انکار نبوت کے لحاظ تو واضح ہے اور انکار الوہیت قطعاً ثابت ہی نہیں بلکہ حضرت عبدؐ اللہ کا نام ہی اس شق کے ابطال کیلئے روشن دلیل ہے۔ اور یہ نام حضرت عبدالمطلبؓ نے تجویز فرمایا تو ان کا عقیدہ بھی واضح ہو گیا۔ نیز نصِ قرآنِ کریم وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا۔ یعنی ہم اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دیتے۔ جب تک کسی رسول کو مبعوث نہ کر دیں۔ اس لحاظ سے بھی تفصیلات دین نہ جاننے اور ان کا اعتراف نہ کرنے کی بنا پر ان کو (معاذ اللہ) دوزخی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ سوم اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کو آپ کے شان اعجازی کی بدولت زندہ فرمایا۔ اور ان کو شرفِ اسلام سے مشرف ہونے کا موقعہ بخشا۔ اور بعد الوصال ایمان کا مقبول ہونا حضورؐ کے خصوصیات میں سے ہے۔ رہا یہ شبہ کہ اس مضمون کی روایات ضعیف ہیں تو اس کا ازالہ محدثین کرام نے اس طرح کیا ہے کہ روایات ضعیفہ جب متعدد طرق سے مروی و منقول ہوں تو ہو درجۂ صحت اور حسن تک پہنچ جاتی ہیں اور ان روایات کے طرق و اسانید بھی متعدد ہیں۔ اور یہ علم گویا متقدمین سے مخفی و مستور تھا۔ جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے متاخرین پر منکشف فرمایا۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ بما شآ مِن فَضلِهٖ۔

امامِ سیوطی نے اس مسئلہ کی تحقیق میں متعدد رسالے تالیف کئے ہیں۔ اور ایمانِ والدین کریمین علیہما السلام ثابت کرتے ہوئے مخالفین کے شبہات کا جواب دیا۔ شرح عقائد میں ص ۵۲۶ پر درج کی ہے اور علامہ محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی جلد نمبر ۱۹ میں زیر آیت آیت کریمہ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ۔

نمبر ۱۔ ایک جھوٹ کو اگر بار بار بیان کیا جائے تو اس کو سچائی کا درجہ کیسے مل سکتا ہے۔ بلکہ وہ ہر بار جھوٹ تصور ہوگا۔ فرمایا ہے کہ جو شخص ان روایات و احادیث پر مطلع ہوا جنہیں سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے جملہ آباؤ اجداد کی طہارت اور نکاحِ اسلام سے متولد ہونے کی تشریح فرمائی ہے۔ پھر بھی والدین کریمین کے (معاذ اللہ) کفر ہی کا قائل رہا تو خود اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

نیز یہ روایات اخبار احاد ہیں جو وجوب عمل پر دلالت کرتی ہیں۔ وجوب اعتقاد پر نہیں۔ لہٰذا ان کی بنا پر دوسرے تمام دلائل کو نظر انداز کر کے سرکار دو عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے والدین کریمین کے ایمان و اعتقاد پر اعتراض کرنا۔ اور ان کی نجات و فلاح کا انکار کرنا۔ بلکہ اس پر اصرار کرنا بہت بڑی جسارت ہے جو مخلص مومن سے بہر حال بہت بعید ہے (حاشیہ الوفا اردو ا۔۱۵۲)

قارئین کرام۔ تمام روایات کو ایک طرف رکھیں تمام راویان کو فراموش کر دیں' معاونین

marfat.com

ومخالفیں کو باہم دست وگریباں رہنے دیں اللہ تعالیٰ کی تقدیس اور عصمت رسول کو پیش نظر رکھ کر صرف عقل وادراک کی روشنی میں اپنے دل ودماغ کی گہرائیوں میں جھانک کر چشم بصیرت سے مشاہدہ فرمائیں تو آپ کو جہاں محبوب خدا کا نور لم یزل نظر آئیگا وہاں نور محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا محافظ خانہ حضرت سیدہ آمنہؓ وسردار انام خواجہ عبداللہ کے پیکر کا نور دکھائی دے گا۔ ایسے میں ان روایات کا کیا اثر رہ جاتا ہے جن میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین علیہما السلام کی کھلے بندوں توہین کی جاتی ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کے بارے میں ذرہ بھر بھی خلاف شان لب کشائی کرنا خالق کائنات کی شان ربوبیت سے یکسر انحراف ہے۔ اس امر کی روشن دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باعث تخلیق کائنات ہیں خالق ومالک ہے اللہ تعالیٰ۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں پیکر نور خالق کائنات نے سرور کائنات کو صاحب لولاک وصاحب قاب قوسین مبعوث فرمایا' لیکن (نعوذ باللہ) خاکم بدہن' والدین کیلئے نجات بھی میسر نہ ہو۔ ہم پوری ذمہ داری خود اعتمادی اور دیانت داری سے گذارش کرتے ہیں کہ وہ تمام روایات جو والدین کریمین یا خواجہ ابوطالبؑ کے خلاف کتب کثیرہ میں موضوع بحث بنی ہوئی ہیں خلاف واقعات' خلاف عقل' خلاف احترام وادب اور گستاخی رسولؐ ہونے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صحیح' اور واضح نافرمانی کا ارتکاب ہے۔

علمائے اسلام کے ان حالات کو دیکھ کر لگتا ہے کہ اسلام کے خلاف جو سازشیں دشمنان اسلام نے اختیار کی تھیں۔ وہ سب بعض علمائے اسلام نے اپنے گلے لگا کر کبھی خواجہ ابوطالبؑ تو کبھی والدین کریمین کبھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد اور (معاذ اللہ) کبھی حضور سرور کشور رسالت کے علم ودیگر خصائل وخصائص ہدف تنقید کے مرتکب ہوئے جس قوم کا تبلیغی مشن اور نصب العین ہی یہ ہو جہاں سے کوئی گری پڑی بے سروپا ضعیف وموضوع روایت خاندان نبوت کے کسی بھی فرد کے خلاف ملے تو اس کی تشہیر وترویج کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے انتہائی حیرانی اور افسوس ہوتا ہے کہ کلمہ گو ہو کر اسلام اور بانی اسلام اور ان کے صاحب عظمت داعیان اسلام پر سب وشتم کرنا اور دیندار بھی کہلانا خود دین اسلام کی توہین ہے۔

بالخصوص عصر حاضر میں اہلبیت رسولؐ کے خلاف منظم ومسلح تحریکیں زور وشور سے اپنے مشن چلا رہی ہیں اہل قبلہ کو ناحق بے دردی اور ظلم سے موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں اور اپنے اس غیر شرعی اور قبیح فعل پر فخر کرنا کہ ہم اسلام کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں۔ عصر حاضر میں بعض گروہ ایسے ہیں جو علم وآگہی کے باوجود عظمت اہلبیت کو مصنوعی طریقوں اور موضوع روایتوں کے ذریعے گوشہ گمنامی میں پوشیدہ رکھنے کی ناکام اور مکروہ سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

marfat.com

اس روش کا پس منظر معلوم کرنے کیلئے قارئین کو چاہیے کہ چند اوراق تواریخ ماضی کے ملاحظہ فرمائیں تو بخوبی سمجھ میں آجائیگا کہ۔

اگر غزوہ بدر میں اہلبیت کرام اور سرفروش مجاہدین نے مشرکین مکہ کے سرداروں کو اُن کے کیفر کردار تک نہ پہنچایا ہوتا تو اسلام کو اس عظمت کو حاصل کرنے میں مزید مشکلات کے مراحل سے گذرنا پڑتا۔ اموی سرداروں کو اس آتش انتقام کو سرد کرنے کیلئے جو زمانہ گمراہی سے انہیں ورثہ میں ملی تھی بہت کچھ کرنا پڑا۔ ایک جھلکی ملاحظہ ہو۔ اموی زعما نے اسلام دشمنی کو جاری رکھتے ہوئے سردار مجاہدین حضرت حمزہ سلام اللہ علیہ کو ہندہ کی خاص سازش سے شہید کیا' مولائے کائنات کو شہید کرنے کیلئے ابن ملجم مرادی کو رشوت دی گئی۔

حضرت امام حسن علیہ السلام سے صلح کا معاہدہ کرنے کے فوراً بعد امام ممدوح پر برچھی سے حملہ کیا گیا۔ بحالت نماز آپؑ کے پاؤں تلے سے جائے نماز کھینچ لی گئی۔ آخر میں بڑی سازش کے تحت زہر سے شہید کر دیئے۔ شہادت کی خبر سن کر حاکم شام نے بے تحاشا خوشیاں منائیں' شکر ادا کیا 'تمام حاضرین شامی اس خوشی میں شریک ہوئے۔ جب وہ خوشیاں منارہے ہوں گے تو جہنم ان کی مشتاق ہو رہی ہوگی۔

پھر جو کچھ قیامت صغریٰ کربلا میں اولادِ رسولؐ پر گذری نہ کوئی زبان بیان کرسکتی ہے اور نہ کوئی قلم لکھ سکتا ہے اور نہ کوئی دل اس طوفان مصائب کو برداشت کرنے کی ہمت وطاقت رکھتا ہے۔ فرمان رسالتؐ ہے کہ اہل مدینہ کو ہراساں کرنے والا ملعون ہے۔ جنگ حرہ میں اہل مدینہ پہ جو گذری وہ واقعہ بھی اموی سلاطین کی بدکرداری اور رسولؐ دشمنی کا شاہد ہے بیت الحرم جس کی تعظیم و تکریم واجب ہے اموی بادشاہوں نے اس کی جو عزت کی تاریخ اسلام کا نہایت ہی شرمناک باب ہے۔ یہ سب کس نے کیا؟ کیوں کیا؟ قرآن وحدیث اور کتبِ تواریخ سے دریافت کیجئے۔

قارئین کرام کے لئے مقامِ فکر ہے کہ متذکرہ حالات وواقعات ایسے تواریخی شواہد ہیں جنکی تردید اور انکار ناممکن ہے۔ شہنشاہِ ولایت وشجاعت' فخرِ امامت وخطابت' دریائے سخاوت و زکاوت' مظہر العجائب وغرائب' امام المشارق والمغارب' مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام ہمہ صفت موصوف' منصوص من اللہ خلیفہ برحق ہونے میں کسی کو شک کی گنجائش نہیں۔ زمانہ گواہ ہے' تاریخ شاہد ہے کہ اموی دورِ سلطنت میں ایک صدی تک آپؑ کے نام سے شروع کر کے تمام خاندان نبوّت پر نام بنام سب وشتم اور تبرّہ بازی کی جاتی تھی۔ ستم ظریفی یہ کہ مساجد ومحافل میں

marfat.com

سرکاری منشور اور احکام کے ذریعے اس رسوائے زمانہ رسم کا پورا پورا اہتمام کیا جاتا رہا۔ بعض لوگوں کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے اس موضوع پر الگ واضح ثبوت بہم پہنچائے گئے ہیں۔

جب یہ سب کچھ بلا روک ٹوک ہوتا رہا' صحابہ کرامؓ کی کافی تعداد محفل میں موجود طوعاً وکرھاً اپنی آنکھوں سے دیکھتے' کانوں سے سنتے اور دل و دماغ سے محسوس کرتے رہے۔

جنہوں نے زبانیں کھولیں ان کی گردنیں اڑیں۔ سب وشتم کا ذکر کتب احادیث وتواریخ میں موجود ہے۔ حضرت علی علیہ السلام' خواجہ ابو طالب علیہ السلام کے نورِ نظر اور جان فدائے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ خاتونِ جنت جگر گوشہ رسولؐ اور حسنین کریمین نورِ چشم مصطفےٰ اور فرزندانِ رسول علیہم السلام تھے۔ جب یہ ہستیاں اموی زبانوں کے زہر سے نہ بچیں' تلواروں سے محفوظ نہ رہیں تو بتایئے خواجہ ابو طالب کیونکر بچتے جبکہ آپ خاندان بنو ہاشم کے سربراہِ اعلیٰ' جد الحسنین اور والدِ محترم علی المرتضیٰ اور حامی و ناصر مصطفےٰ علیہم السلام ہیں۔

افسوس صد افسوس کہ یہ سب تو زبان اور قلم سے محفوظ نہ رہے تو بتایئے والدین کریمین کیسے بچتے؟ ... محدثین کرام کو سوچ نہ آئی' جس ہستی کے احکامی کلام کو حدیث کا نام دے کر ضابطہ تحریر میں محفوظ کر رہے ہیں' اس میں وہ کلام تو نہ ملائیں جو عقل و ادراک' ادب و اخلاق اور عدل و انصاف کے خلاف ہے۔

حضرت سیدہ آمنہ کو صدمہ

حضرت سیدہ آمنہ صلوٰاتُ اللہ علیہا وسلامہٗ نے اپنے سرتاج نامدار شوہر حضرت سیدنا عبداللہ کے وصال کے بعد ہجر و فراق کے عالم میں مندرجہ ذیل اشعار ارشاد فرمائے۔ ان اشعار میں دنیا کی بے ثباتی ہجر و فراق اور ممدوح کے اخلاق کریمانہ اور بے مثال شخصیت کے واصل بحق ہونے کا ذکر بہترین پیرائے میں ہے۔

عقاجانب البَطْحَا مِنْ بَنِی هَاشِم　　وَجَا ورلحدا خِارَجًا فِي الْغَما غِمَ

دَعتِهِ الْمُنايَا دَعْوَةً نَاجبهَا　　وَمَاتَرُكتَ فِی النَّاسِ مثلَ اِبنَ هَاشِم

عَشِيَّةَ رَا حُوا يَحْمِلُونَ سَرِيْرَهٗ　　تعاورهٗ اَصْحَابِهٖ فی التَّرَاحَمِ

فَاِنْ يَك غَالتهٖ الْمَسايَاَ وَرَيْهُا　　فسقَدْ كانَ مِعْطاءً كَثِير التَرَاحَمِ

(طبقات ابن سعد جلد اول)

marfat.com

کے ساتھ جا سویا۔ موت نے اسے پکارا اور وہ چلا گیا۔ افسوس کہ موت نے اس کا کوئی نظیر بھی دنیا میں نہ چھوڑا۔ اس کے دوست شام کے وقت اس کی لاش اُٹھائے چلے اور از راہ محبت وہ نوبت بہ نوبت کاندھا بدلتے تو وہ اس کے اوصاف باری باری بیان کرتے تھے۔ خواہ موت نے اسے ہم سے دور ہی کر دیا مگر اس میں تو کوئی شک نہیں کہ وہ بہت زیادہ سخی اور غریبوں کا حد سے زیادہ ہمدرد تھا۔

اِن اشعار میں حضرت سیدہ آمنہ صلوات اللہؑ کی بلند کرداری، شرافت عظیمہ اور تخیل سخن سازی کی جھلک نمایاں ہے۔

خاتون اوّل یثرب میں

فخر سردار قریش عزت دارین حضرت عبداللہؑ بن عبدالمطلبؑ بغرض تجارت شام تشریف لے گئے۔ واپسی پر مدینہ منورہ کچھ دنوں کے لئے رُکے، بیمار ہوئے اور وہیں وصال ہوا مدینہ ہی میں پیوند خاک ہو گئے آپؑ ذبیح اللہ تھے آپؑ کی وفات حسرت آیات کی جانکاہ خبر جب مکہ میں پہنچی تو خاندان بنو ہاشم پر جو گذری اس کا اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت سیدہ آمنہ صلوات اللہ علیہا۔

کچھ وقت گذرنے پر خاتون اوّل اللہ کے نور اور اپنے نورِ چشم کو لیکر با جازت رئیس مکہ اپنے پیارے شوہر کے مزار کی زیارت کی غرض سے مدینہ منورہ عازم سفر ہوئیں۔ حضرت اُم ایمنؓ بھی آپؑ کے ہمراہ تھیں۔

ایک ماہ کے قیام کے بعد یہ تین جانوں کا مقدس قافلہ جب ابواء شریف میں پہنچا تو حضور سیدہ آمنہؑ بیمار پڑ گئیں اور وصال ہو کر وہیں دفن ہوئیں۔ اس وقت صاحب قاب قوسین صلے اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری عمر شریف چھے سال تھی۔ کتنے غم انگیز اور وحشتناک ہونگے وہ دن جب مخدومہؑ کائنات ہزاروں خواہشیں دل حزیں میں لئے مدینہ منورہ سے واپس عازم سفر مکہ ہوئی ہونگی کتنی ہولناک ہوں گی وہ راتیں جو والدہ ماجدہ کے ہجر فراق میں سرور کونینؐ کے مُبارک دل پر بجلیاں گرا رہی ہوں گی۔ ارضی و سماوی کائنات انگشت بدنداں ہوگی کہ جو وجہِ مقصودِ کائنات ہے اس کی تنہائی اور پریشانی کا یہ عالم ہے کہ سوائے ایک خادمہ حضرت اُم ایمنؓ کے کوئی فرد و بشر ہمسفر نہیں۔

خاتون اوّل حضرت سیّدہ آمنہؑ خاتون کا آخری وقت ہے پناہ بے کساں کو بصورت غم واندوہ اپنے سرہانے کھڑے دیکھا تو مندرجہ ذیل اشعار ارشاد فرمائے۔

marfat.com

اِنَّ صَحَّ مَا اَبصَرتُ فِی المَنَامِ   فَاَنْتَ مَبْعُوثٌ اِلَی الْاَنَامِ
تُبعَثُ فِی الحِلِّ وَ فِی الحَرَامِ   تُبعَثُ فِی التَّحقِیقِ وَالاِسلَامِ
دِیْنِ اَبِیْكَ الْبَرِّ اِبرَاهَامِ   فَا اللّٰهُ اَنهَاكَ عَنِ الْاَصنَامِ
وَ اَلَّا تُوَالِیهَا مَعَ الْاَقْوَامِ

(ضیاء النبی ص ۷۷ جلد دوم)

یعنی میں نے جو خواب میں دیکھا ہے اگر وہ صحیح ہے تو آپ تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے جائیں گے حلال اور حرام سب جگہ آپؐ نبی ہوں گے آپؐ کو اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے دین اسلام پر مبعوث کیا جائے گا۔ میں آپ کو بتوں سے خدا کا واسطہ دے کر روکتی ہوں کہ آپ دوسری قوموں سے مل کر ان کی دوستی نہ کریں"

اس کے بعد آپؐ نے فرمایا:

کُلُّ حَیٍّ مَیِّت" وَکُلُّ جَدِیْدٍ بَالٍ وَکُلُّ کَبِیرٍ یَفْنٰی وَاَنَا مَیِّتَۃٌ" وَذِکرِی بَاقٍ وَوَلَدتُ طُهْرًا   (ضیاء النبی ۷۷۔۲)

ہر زندہ موت کا مزہ چکھے گا۔ ہر نئی چیز پرانی ہو جائیگی، اور ہر بڑی چیز فنا ہو جائیگی میں تو مر رہی ہوں لیکن میرا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا کہ میں نے ایک پاکباز بچے کو جنم دیا ہے۔ (بحوالہ زرقانی)

قارئین کرام! والدین کریمینؒ کے خلاف انشاء پردازی کرنے والے تمام علما کے دلائل ایک طرف اور کلام سیدہ آمنہؓ ایک طرف۔ مگر ان حالات پر مسلمان غور کرنے کیلئے تیار نہیں۔ سر پیٹنے اور زور زور سے رونے کو جی چاہتا ہے کہ بعض علماء کو اور کوئی ملے یا نہ ملے مگر خاندان نبوت پر ناشائستہ فتوے بڑی دلیری گستاخی بے ادبی اور دریدہ دہنی سے جاری کیے جاتے ہیں جس قوم کے بعض علمائے سُوء نے وارث علم انبیاء کا مدعی بننے کے باوجود والدین واعمام مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو طرح طرح کی جعلی روایات کے حوالجات سے (نعوذ باللہ' کیا لکھا جائے زبان وقلم جلتے ہیں) اہل نار کہتے ہیں خدا کا خوف کیا نہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے شرم، تو ان کو امتی کہلانے کا کیا حق ہے۔ ابن عربی نے تو فرعون کے ایمان پر دلیلیں دی ہیں جبکہ نص قطعی سے وہ مفسد اور کافر ہے کتنا ظلم ہے کتنی گستاخی ہے، کتنی ... اور جرم عظم اور جرأت ہے کہ کتب حدیث میں ڈاک کی رفتار سے روایتوں پہ روایتیں آ رہی

marfat.com

ہیں۔ حدیث کے نام پر ایسی جعلی عبارتیں جو خلافِ عقل ہی نہیں، خلافِ ایمان و اسلام بھی ہیں، درج کر کے محدثین نے کس ثواب کی اُمید کر رکھی ہے؟ احادیث تو درکنار ''شیخین نے صحیحین'' میں بیسیوں حدیثیں خلافِ عقل وواقعات نقل کر رکھی ہیں۔ انشاء اللہ بطور نمونہ چند احادیث پیش کی جائیں گی۔

ہم سبع معلقات اور دور جاہلیت کے تمام شعرأ کے کلام تو بڑی محنت اور خوشی سے پڑھتے اور درس نظامیہ کے نصاب میں شامل کرتے ہیں۔ لیکن کلام ابو طالبؑ اور فرمودات حضرت سیدہ آمنہؑ پر ان کی توجہ مبذول نہیں ہوتی۔

حضرت سیدہ آمنہ صلوات اللہ علیہا وسلامہ، کے مندرجہ بالا تین اشعار اور ایک ایک مصرع پر تھوڑا سا غور کرنے سے شمع ایمان کی روشنی کتنی تیز اور ایمان افروز ہو جاتی ہے۔

پہلے مصرع میں واضح فرمایا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ وہ یہی ہے کہ۔ اے میرے نور نظر! آپ کائنات ارضی وسماوی کے نبیؐ ہیں اور اسلامی اور دینِ ابراہیمی کے اصولوں کے مطابق آپ کی بعثت ہوئی ہے وہیں آپ کو تاکید کرتی ہوں کہ دوسری قوموں کی طرح بُتوں سے تعلق نہ رکھنا بلکہ دین ابراہیمی کی پیروی کرنا نثر کلام میں فرمایا کہ اگرچہ میں اس دنیا کو خیرباد کہہ رہی ہوں۔ لیکن میرا نام پیغمبر اعظم کی والدہ ہونے کے حوالے سے ہمیشہ زندہ رہے گا۔

یہی مخدومہؑ کائناتؑ اور امینہؑ رسالت ہیں جن کو صحیح مسلم وغیرہ میں وہ مقام دیا ہے۔ جس کے ذکر کرنے اور لکھنے سے زبان وقلم جلتا ہے۔ افسوس کہ اسلام کے آغاز ہی سے مسلمانوں نے ارشادات خداوندی اور فرمودات رسالت کو پس پشت ڈال کر ہر وہ کام کیا جس کی تعلیمات اسلامیہ نے ممانعت فرمائی تھی۔

حضورؐ کی ظاہری عمر مبارک چھے سال ہے اور والدہؑ مکرمہ پورے اعتماد و یقین سے خاتم النبینؐ ہونے کی تصدیق فرما رہی ہیں۔ مگر محدثین نے حق احترام ادا کر دیا ہے۔

زرقانی کا بیان:

علامہ زرقانی شرح مواہب الدنیہ میں ان اشعار کو نقل کرنے کے بعد علامہ سیوطی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ کہ یہ اشعار اس بات پر صراحۃً دلالت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہؑ موحدہ تھیں۔ انہوں نے دین ابراہیمی کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ آپ کا فرزند اسلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوگا۔ اور اپنے فرزند کو بتوں کی دوستی سے منع فرمایا۔ کیا یہ توحید نہیں ہے؟ (ضیا النبی وغیرہ)

marfat.com

حیرت تو یہ ہے کہ ان روایتوں کے راویوں کو حضور سلطان الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے کیا دشمنی اور عناد تھا۔ کسی اور کا نام بھول کر بھی زبان پر نہیں لاتے۔ جبکہ بہت سے اکابر صحابہ ایسے ہیں جن کے آباؤ اجداد و مشرک تھے۔ بس خاندان نبوت ہے کہ کبھی ناشائستہ فتوے لگتے ہیں۔ اور کبھی ایک ایک صدی تک سب وشتم کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اور جو برا جانتے تھے وہ بھی وقتی مصلحتوں کا شکار ہو کر کسی کو منع کرنے کی جرات نہیں کر سکتے تھے۔ جب بھی کسی کتاب میں آپؐ کے والدینؑ کریمین یا محترم و شفیق چچاؑ کی توہین و تنقیص نظر آتی ہے تو جگر خون ہو جاتا ہے۔ گویا ایک پہاڑ اپنی جگہ سے لڑھک کر سر پہ آن گرا ہے۔ کبھی باپ آگ میں کبھی چچا ضحضاح میں اور کبھی والدہ کی قبر اور مغفرت کی بھی اجازت نہیں۔ عقل کے اندھوں کو اتنا علم نہیں کہ مغفرت گنہگاروں کے لئے مانگی جاتی ہے۔ جو ہستیاں دوسروں کی بخشش کا وسیلہ اور سہارا بنیں وہ معصوم اور طاہر و مطاہر ہوتی ہیں۔ انہیں تمہاری دعاؤں کی ضرورت ہے نہ محتاجی۔

حافظ قرآن کے درجات:

کتب احادیث و تفاسیر میں بغیر کسی شک وشبہ کے منقول ہے اور علماً اسلام واعظ و مقررین بے دریغ بیان کرتے ہیں۔ کہ جو آدمی قرآن حفظ کرتا ہے۔ قیامت کے ہولناک دن حافظ کے باپ کے سر پر ایک نوری تاج ہوگا۔ جس کی روشنی آفتاب و ماہتاب کو بھی مات کر دے گی۔

اس روایت کی صحت سے متعلق کوئی تبصرہ کرنے کی ضرورت ہے نہ بحث۔ سوال یہ ہے کہ حافظ کے والد کے بارے میں یہ وضاحت نہیں کہ اس کے اعمال صالح اور سیرت و کردار کا بھی کوئی معیار متعین ہے۔ پھر یہ تک بیان ہے کہ اس حافظ کی سات پشتیں قرآن حکیم کی برکت سے بہشت میں جائیں گی۔ مطلق فیصلہ ہے۔ کسی نے شریعت کا اتباع کیا یا نہ ایک بار سب جنتی۔

اب ہم سوال کرتے ہیں کہ حافظ کے والدین ہی نہیں گذشتہ سات پشتیں جنتی تو ہو گئیں۔ چلو مان لیا عظمت قرآن کی بات ہے۔ ہمارا پہلا سوال یہ ہے کہ ایک حافظ قرآن کا مرتبہ بلند ہے یا سرور کشور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی شان و عظمت؟ ظاہر ہے کہ حضورؐ کی شان جلیلہ بعد از خدا تمام ارضی سماوی' نوری ناری اور خاکی مخلوق سے وری ماورئی اور فہم و ادراک' علم و حکمت عقل و دانش کے احاطہ سے باہر ہے۔

تو اس حقیقت کو جان لینے کے بعد یہ بات بھی آسانی سے ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ کہ حافظ کی

marfat.com

تو سات پشتیں بہشت میں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباؤ اجداد بالخصوص والدین کریمین زیادہ نہیں سات پشتوں تک تو جنتی ہونا چاہئیں۔ جبکہ تا حضرت آدمؑ جنتی ہیں۔ واہ ملاں! سردار انبیاء علیہم السلام کی خوب قدر کی ہے۔

ابوا شریف کہاں ہے؟

جنتی روایات حضرت سیدہ آمنہ صلوات اللہ تعالیٰ علیہا کے خلاف بیان ہوئیں۔ ان میں سے کسی راوی نے بھی نہیں بتایا کہ ابوا شریف کہاں واقع ہے؟

کسی روایت میں آیا کہ آپ تبوک سے واپسی پر مکہ تشریف لائے اور والدہ مکرمہ کی قبر کی زیارت فرمائی کسی نے عسفان اور کسی نے کسی اور جگہ کا ذکر کیا۔

ضیاء النبی ص ۸۷۔۲ میں درج عبارت ہدیۂ قارئین ہے۔

''یہ جگہ یثرب سے بھی کافی فاصلہ پر ہے اور مکہ سے بھی ڈیڑھ دو سو میل دور ہے''

مزید لکھتے ہیں۔

''حضرت ام ایمنؓ نے سیدہ آمنہ کو ابوا کے مقام پر دفن کیا۔ یہ مقام مکہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ہے۔ قدیم شاہراہ جو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جاتی ہے۔ اس پر ایک گاؤں ہے جسے مستورہ کہا جاتا ہے۔ جہاں ہوٹل اور قہوہ خانے ہیں۔ آنے جانے والی بسیں اور کاریں یہاں رکتی ہیں مسافر چائے پیتے ہیں کھانا کھاتے ہیں۔ یہاں سے مدینہ طیبہ جاتے ہوئے دائیں جانب چند میل کے فاصلہ پر ابواء کی بستی ہے بستی سے باہر ایک اونچا ٹیلہ ہے۔ اردگرد جھاڑیاں اور کیکر کے درخت اگے ہوئے ہیں۔ اسی ٹیلہ پر سیدہ آمنہ کا مزار پر انوار ہے۔ مزار کیا ہے کالے پتھر توڑ کر ایک جگہ بے ہنگم ساڈھیر لگا دیا گیا ہے۔ اس کے اردگرد چاردیواری ہے یہ بھی کالے پتھروں کو جوڑ کر بنا دی گئی ہے''

پیر کرم شاہ صاحب لکھتے ہیں

''مجھے بھی ام الحسنات سمیت بعض احباب کی معیت میں ۱۹۸۰ میں وہاں حاضری کا شرف نصیب ہوا بظاہر وہاں زیب و زینت اور رونق نام کی کوئی چیز نہیں، لیکن قلب و روح کو وہاں ایسا کیف نصیب ہوتا ہے کہ سبحان اللہ'' (ضیا النبی ۹۵۔۲)

(نوٹ) پیر کرم شاہ صاحب نے ''مستورہ'' لکھا ہے۔ جبکہ ہمارے حضرت صاحب نے ''مقصورہ'' لکھا ہے۔ انتہائی افسوس اور بہت ہی صدمے کا مقام ہے کہ امت نے اپنے نبی کی والدہ مکرمہ

marfat.com

کے مزار مقدس کی اتنی قدر بھی نہیں کی جتنی قدر یہودیوں نے اپنے نبیوں کے پرانے اور پھٹے ٹوٹے جوتوں اور ٹوٹے ہوئے برتنوں کی ٹھیکریوں کی قدر کی تھی۔

جب خاتون اوّل حضرت سیدہ آمنہ کے مزار کی یہ حالت ہے۔ تو عم محترم خواجہ ابوطالب اور ذبیح اللہ سردار عرب حضرت عبداللہ علیہم السلام کی قدر و منزلت ان لوگوں کی نظروں میں کیا ہو سکتی ہے؟ اور یہ سب کچھ موضوع روایات کا نتیجہ ہے، جو بھی بے ادبی اور گستاخی کی گئی ہے۔

مزید تحقیق:

قارئین کرام! خاتون اسلام مخدومۂ کونین حضرت سیدہ آمنہ صلوات اللہ علیہا وسلامہ' کی آرامگاہ واقع ابوا شریف کے بارے میں بعض من گھڑت روایات کے حوالجات کے ذریعہ اس مقدس علامت پر پردہ ڈال کر عوام کو دھوکہ میں ڈالا جا رہا ہے۔ ہم نے پورے وثوق سے یہ امر واضح کیا ہے کہ محسنۂ کونین کا مزار مقدس حوالی مکہ مکرمہ میں نہیں بلکہ شاہراہِ ہجرت پر مکہ مکرمہ سے تقریباً دو سو میل بجانب مدینہ منورہ واقع ہے۔ جیسے کہ اوپر بیان ہوا۔

ہم نے عارف باللہ پیر طریقت' پابند شریعت' عاشق رسول یادگار شہنشاہِ ولایت' زیب سجادۂ شاہ ولایتؒ آستانہ عالیہ خان پور شریف حضرت السید محمد آمین صاحب دامت برکاتہٗ سے ابوا شریف کے بارے میں عرض کیا کہ اپنے مشاہدات قلم بند فرمائیں تا کہ عوام کی غلط فہمیاں یقین میں بدل جائیں۔

حضور ممدوح نے سائل کا خالی دامن ملاحظہ فرمایا۔ دریائے کرم میں جوش آیا نہ صرف ابوا شریف بلکہ خیبر شریف اور مقام حضرت ام معبدؓ سے متعلق بھی معلومات بہم پہنچائیں۔ یاد رہے کہ عام حجاج کے لئے خیبر' ابوا شریف اور حرمین شریفین سے باہر کی زیارات ممنوع ہیں لیجئے پڑھیے اور اپنے ایمان و یقین کو جلا بخشئے۔ لکھتے ہیں

زیارت خیبر و ابوا شریف وغیرہ:

مسجد حضرت شاہ ولایتؒ

خان پور چکوال ۱۰ ستمبر ۲۰۰۱ء

محبی و مخلصی برادر طریقت' محترم حیدری صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

''دو عدد صحیفہ گرامی آنے پر باوجود کم علمی کمزوری اور خرابی صحت کے قلم اٹھانا پڑا۔ ۱۹۸۱-۸۲ء

marfat.com

میں راقم کو سفر حج کی سعادت نصیب ہوئی وہاں مدینہ پاک میں ایک ماہ سے زائد عرصہ ٹھہرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ وہاں ایک دوست سید خالد افتخار صاحب مقیم تھے انہوں نے ایک کمرہ میرے لئے مخصوص کر دیا۔

ایک اور ساتھی مولوی عبدالحمید صاحب جو مظفر آباد کے رہنے والے تھے۔ ان کا بیٹا بمقام ینبو سعودی عرب میں ملازم تھا اس نے اپنے والد کو وہیں بلالیا اور ساتھ رہنے لگے۔

جمعہ کا دن تھا۔ مولوی صاحب کا بیٹا آیا ہمارے ساتھ نماز جمعہ ادا کی۔ بعد از نماز جمعہ راقم الحروف نے سید خالد افتخار صاحب اور مولوی صاحب کے لڑکے کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ ہمیں ابوا شریف کی زیارت کروا دو۔ سید خالد صاحب کو تعجب ہوا اور کہنے لگے کہ آپ کو یہاں ہی رہنا ہے ابوا جانا قانوناً جرم ہے۔ نیز آپ کا پاسپورٹ حرمین شریفین اور مقامات حج سے باہر جانے کی اجازت نہیں دیتا۔

مولوی صاحب کے بیٹے کے پاس اپنی گاڑی تھی۔ میں نے اس سے کہا ابوا شریف جانا ہے۔ اگر ابوا نہیں تو مقصورہ تک پہنچا دو۔ یاد رہے مقصورہ بدر شریف سے بجانب مکہ مکرمہ واقع ہے۔ اس نے کہا مقصورہ جانا ہے تو گاڑی میں بیٹھو! میں آپ کو وہاں اتار کر اپنی ڈیوٹی پر چلا جاؤں گا۔

میں اُٹھا تو مولوی صاحب بھی تیار ہو گئے۔ خالد صاحب بولے مولوی صاحب یہ تو قید ہونے جا رہے ہیں۔ آپ بچ جائیں۔ مولوی صاحب نے کہا ان کے ہمراہ جو ہوتا ہے۔ ہونے دو۔ اب ہم چلے اور مقصورہ پہنچ کر نماز عصر ادا کی۔ وہاں چند ہوٹل اور دکانیں ہیں۔ وہاں کے بارے میں قیام مدینہ منورہ کے دوران میں کچھ معلومات حاصل ہو چکی تھیں۔ لہٰذا ہم پاکستانی ہوٹل کے باہر کھلی جگہ پر بیٹھ گئے۔ چائے پانی طلب کیا۔ ایک خوبصورت نوجوان چائے لیکر آیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس ہوٹل پر شبیر نامی ایک پاکستانی ملازم ہے وہ مل سکتا ہے؟ جواب ملا شبیر حاضر ہے۔ اور آپ کی تشریف آوری کا مقصد بھی مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ اس نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے بتایا۔ کہ اس وقت ہوٹل کا سودا لانے کی غرض سے میں جدہ جا رہا ہوں رات کسی بھی وقت واپس آ جاؤں گا۔ آپکی رہائش طعام و قیام کا معقول انتظام کئے دیتا ہوں۔

انشاء اللہ صبح کسی عربی سے بات کر کے آپ کو ابوا شریف بھیج دوں گا۔ اصل بات یہ ہے کہ غیر عربی لوگوں کی گاڑیاں وہاں نہیں جاتیں۔ اور نہ ہی راستہ معلوم دوسرے یہ کہ اگر حکومت کے آدمی پکڑ لیں تو بہت تنگ کرتے ہیں۔ ہمیں چائے پلا کر وہ چلا گیا۔

شبیر کے جانے کے فوراً بعد ہماری پیٹھ کی جانب سے اٹھ کر ایک نوجوان ہمارے قریب آ بیٹھا۔ اس کی قطع وضع اور لباس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ عربی ہے۔ مگر اس نے پنجابی زبان میں بات

marfat.com

کرتے ہوئے کہا۔اگر آپ ابواءؔ شریف جانا چاہتے ہیں تو میں لے جا سکتا ہوں۔مگر ایک شرط ہے میں نے کہا فرمایئے بھائی صاحب کیا شرط ہے؟ جواب ملا رات میرے ساتھ گزارنا ہوگی۔

پھر تھوڑی دور جا کر اس نے ایک جگہ دکھائی جو ''مؤسسہ''یعنی بلاک بنانے کا کارخانہ تھا۔پھر کہا صبح یہی گاڑی ہوگی۔اور آپ کو زیارت کروائی جائے گی۔

ہم نے اس غیبی امداد کو حضور خاتونِ اول اور محسنہ انسانیت کی کرامت،معجزہ اور نظر کرم سے بلا وا یقین کیا اور شرط کو بسر و چشم قبول کیا۔اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا ہم بیٹھ گئے۔اور سامنے والی جگہ جا اترے۔دیکھا چھوٹی سی مسجد ہے جو انہی لوگوں نے بنائی تھی۔یہ سب لوگ ڈوڈیال آزاد کشمیر کے رہنے والے خوش نصیب تھے۔صلوٰۃ و سلام کے ساتھ مغرب کی اذان کی آواز دشت و در سے ہمکنار ہوئی۔راقم نے نماز پڑھائی ہمارے میزبان جوان نے اپنے گروہ کے سربراہ سے کہا ہمیں یہاں بارہ چودہ سال گزر گئے۔لیکن کبھی ابواءؔ شریف کی زیارت نہ کی۔یہ ایک شاہ صاحب تشریف لائے ہیں۔تا کہ ہم بھی ان کے وسیلے سے زیارت سے مشرف ہوں۔ان لوگوں کو بہت خوشی ہوئی۔سبحان اللہ کھانا کھایا عشا کے بعد آرام کے لئے پلنگ بستر اور گدے دیئے۔نماز فجر کے بعد ناشتہ کیا،نماز اشراق کے بعد وہی رات والی گاڑی اور ڈرائیور کے ہمراہ دو آدمی ہمارا یہ مختصر سا قافلہ راہ خدا میں عازم سفر ہوا۔

منہ بجانب مدینہ منورہ ہو تو ابواءؔ شریف شاہراہ ہجرت کے دائیں طرف واقع ہے۔بہت پتھریلا راستہ اور نہایت ہی ناہموار مگر بلاوا جو تھا آخر کار منزل مقصود پر پہنچ ہی گئے۔قریب پہنچ کر گاڑی رکی تھوڑا سا پیدل راستہ چلنا تھا۔دو تین گھاٹیاں چڑھے اترے آخری ٹیلے پر چڑھے تو نظروں نے کیا سماں دیکھا مخدومۂ کائنات کی آرام گاہ زبان حال سے دعوت توجہ دیتے ہوئے کہہ رہی ہے۔

حسن بے پرواہ کو اپنی بے نقابی کے لئے
ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھے کہ بن؟

مزار مقدس کی زیارت سے ذہن بہت پیچھے چلا گیا۔اس ٹیلے نے محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی تنہائی اور آغوش رافت کی جدائی کو کس طرح برداشت کیا ہوگا۔یہاں کے پتھروں کے نصیب کتنے زندہ ہیں۔انہوں نے پائے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مقدس تلووں کے جی بھر کے بوسے لیے ہوں گے۔اور وہ گھڑیاں کتنی غمناک اور وحشت ناک ہوں گی۔جب نورِ مجسم مکہ مکرمہ روانہ ہوئے ہوں گے۔تا حد نگاہ مڑ مڑ کر اپنی والدہ مکرمہ صلوات اللہ علیہا کو دیکھتے چلے جا رہے ہوں گے۔

غرض یہ کہ قبر مبارک عام قبور سے لمبی اور صرف پتھروں کی بنی ہوئی تھی۔کیونکہ وہاں مٹی نام کی کوئی چیز نہ تھی۔چھوٹے چھوٹے نوکیلے پتھر تھے۔قبر شریف کے اردگرد بھی انہی پتھروں کی ایک مینڈھ

marfat.com

سی بنی ہوئی تھی۔

میرے پاس ایک چادر تھی جو قبر شریف پر پھیلا دی' صلوٰۃ وسلام پیش کیا دعائیں مانگیں اور اجازت مانگ کر رخصت ہوئے یہ یادنہیں کہ کتنا وقت ٹھہرنا نصیب ہوا۔ واپس اسی کارخانے پہنچ کر نماز ظہر ادا کی اور کھانا کھایا۔ اس انوکھی زیارت سے وہ لوگ بہت خوش تھے۔

ان لوگوں کے سربراہ نے کہا کہ آج رات ہمارے یہاں بسر کریں تو اس جگہ کی زیارت کروائیں گے۔ جہاں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے شیر بکری سے دودھ دوہ کر خود بھی نوش فرمایا' ساتھیوں اور اہل خانہ کو بھی پلوایا اور پھر بھی برتن اسی طرح بھرے کا بھرا رہا۔

میں نے کہا وقت کافی ہے ابھی چلتے ہیں۔ سردار نے کہا راستہ معلوم نہیں رہنما کی ضرورت ہے۔ وہ کل آئے گا۔ ابھی یہی گفتگو جاری تھی۔ کہ ایک آدمی نے آواز دی ''گائیڈ آ گیا'' رہنما آیا سب سے مصافحہ کیا' اس نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا بکری والی جگہ جانا ہے مگر کل آنا اس نے کہا کل مجھے فرصت نہیں جانا ہے۔ تو آج اور ابھی چلو۔ ہم سب روانہ ہوئے عصر کی نماز حضرت ام معبدؓ کی کٹیا شریف پہنچ کر ادا کی۔ اس جگہ جانے کے لئے ہمیں دو پہاڑیوں کے درمیان سے درہ عبور کرنا پڑا۔ جب ہماری گاڑی مقام مقصود کی طرف اترائی پر جارہی تھی۔ تو ایک عربی ٹینکی سے پانی بھر رہا تھا۔ یاد رہے کہ کسی خوش نصیب عربی نے وہاں ایک خوبصورت مسجد شریف اور پانی کی ٹینکی بنوادی ہے۔ مسجد میں خوبصورت قالین بچھا ہوا تھا۔ ہم نے تازہ وضو کیا' نماز عصر ادا کی اور کافی دیر تک وہاں رہے۔ مسجد کی ایک طرف چند قبور بھی ہیں۔ جو اچھی حالت میں ہیں۔ سیاہ رنگ کے پتھر اور پہاڑیاں ان کو چوما' دریافت کرنے والوں کو بتایا کہ ان پتھروں اور پہاڑیوں نے سرورکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدوم اقدس کو چوما اور زیارت کی ہے جب ہم دوبارہ کارخانہ واپس آئے تو مولوی عبدالحمید صاحب کا خوش نصیب فرزند بھی گاڑی لے کر آ پہنچا جو ہمیں مقصورہ تک لے گیا تھا۔ اس نے بتایا کہ سید خالد افتخار صاحب ''ینبوع'' میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ آپ کو مدینہ منورہ لے جانے کے لئے بے تاب ہیں۔

سب دوستوں سے رخصت ہو کر ینبو سے ہوتا ہوا آمدہ حجر کو بارگاہ قدس حرم نبوی میں سجدہ ریز ہونے کا شرف نصیب ہوا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی اِحْسَانِهٖ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

قارئین کرام ان تمام تواریخی مشاہدات واحوال سے ثابت ہے کہ مقام ابواشریف مدینہ

marfat.com

منورہ سے قریب اور مکہ مکرمہ سے دور ہے پھر تمام روایات میں یہ بیان کہ حضور مکہ مکرمہ میں تشریف لائے۔ قریب ہی ایک قبر پر گئے' روئے اور پھروہی کہ دعائے مغفرت سے روک دیئے گئے' سب من گھڑت روایات ہیں پیر کرم شاہ صاحب الازہری اور قبلہ مرشدی مدظلہ' تعالیٰ کے بیانات میں ہر لحاظ و اعتبار سے مطابقت پائی جاتی ہے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ تَبِعَ الْھُدٰی

نوٹ:

حضور قبلہ عالم دامت برکاتہٗ نے زبانی اس جگہ کا نام ''ینبوع'' لکھا ہے۔ جہاں تک خاکسار کی ناقص معلومات ہیں ساحل سمندر پر ایک موضع ہے جسکا نام ''ینبع'' ہے یہ وہی گاؤں ہے جہاں حادثہ عظیمہ کربلاؑ کے بعد حضرت سیدنا امام زین العابدینؓ رہائش پذیر تھے اس بستی کے ملحق آپ کی زرعی زمین تھی جہاں سے غلہ اور روٹیاں مساکین مدینہ منورہ کیلئے بھیجا کرتے تھے اور کسی کو معلوم نہ تھا کہ بھیجنے والا کون ہے کتب تواریخ میں موضع کا نام ''ینبع'' ہے۔

خیبر شریف کا سفر

سن یاد نہیں سفر حج کے سلسلے میں راقم مدینہ پاک حاضر ہوا سفر حجاز کے دوران ہر بار راقم کا ایک طریقہ رہا کہ مکہ جا کر عمرہ کیا اور ہفتہ عشرہ کے اندر ہی مدینہ شریف روانہ ہو جاتا بقیہ عرصہ حج کے وقت تک مدینہ پاک گذرتا۔ مدینہ پاک حاضر تھا۔ خود دل میں ذوق تھا کہ کوئی ذریعہ بنے تو خیبر شریف کو دیکھوں پتہ چلا کہ ایک حاجی صاحب پاکستانی ہیں جو عرصہ دراز سے یہاں رہتے ہیں اور وہ خیبر کے راستے کے واقف ہیں بلکہ پوری تاریخ اسلامی مدینہ پاک کی یاد ہے انکی ملاقات کا شرف حاصل کیا عرض مدعا بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ خیبر شریف شاہراہ تبوک پر واقع ہے یہاں پولیس اور حکام کی آمد ورفت بہت ہوتی ہے کوئی ٹیکسی یا خصوصی گاڑی نہیں جا سکتی۔ البتہ اگر کسی کمپنی کی گاڑی ہو تو اُسکو کوئی نہیں روکتا۔ آپ کسی کمپنی کی گاڑی لیں تو پھر چلیں گے۔ اب سوائے دربار شہنشاہ کونین کے کہاں سے گاڑی مانگیں عرض کی حضورؐ خیبر دکھا دو۔ دوسرے دن میں ایک (ہوٹل فندق شاہین) جسکا نام تھا۔ اب ختم ہو گیا ہے نکل کر سیڑھی اتر رہا تھا اور حرم شریف جانے کا عزم تھا کہ ایک گاڑی پک اپ سیڑھی کے پاس رکی دیکھا تو حاجی صاحب مذکور نے بعد سلام فرمایا کہ شاہ صاحب خیبر شریف جانا ہے؟ راقم نے عرض کی ضرور۔ بس گاڑی کا دروازہ کھولا اور راقم بیٹھ گیا عرض کی کل ہی دربار میں عرض کی تھی۔ حاجی صاحب مدینہ پاک کی ایک جیتی جاگتی تاریخ ثابت ہوئے پورے مدینہ پاک میں ہر جگہ سے شناسا تھے اور اُسکے ثبوت میں حدیث پاک کا حوالہ انہیں از بر ہوتا تھا۔

جب مدینہ پاک سے نکلے تو حاجی صاحب نے مجھے اور ڈرائیور کو کہا کہ اب تم آپس میں باتیں

marfat.com

کرواتنے گھنٹے کا سفر ہے اور میں دلائل الخیرات شریف کا سبق پڑھ لوں جب ہم نے گفتگو شروع کی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی سید تھے جو جدہ شریف کی کمپنی میں ملازم تھے خیبر شریف زیارت کے شوق پر گاڑی لیکر آئے تھے۔ حاجی صاحب سے پہلے تعارف کر کے گئے تھے۔ جب حاجی صاحب کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ ایک اور سیّد زادہ بھی مشتاق ہے تو وہ مجھے لینے کے لئے ہوٹل ''فندق شاہین'' پر آئے اور مجھے ساتھ لے لیا حاجی صاحب اسباق سے فارغ ہوئے تو پھر ہم خیبر شریف پہنچے اب سفر کی تعداد اور ٹائم یاد نہیں۔ حاجی صاحب نے گاڑی ایک جگہ کھڑی کروادی وہاں جو آبادی دیکھی وہ کالے رنگ کے لوگوں کی دیکھی اور ایک کھجوروں کے جھرمٹ میں چلے گئے وہاں پانی کی نہر جارہی تھی ایک پتھر کی چٹان پر بیٹھ گئے جو سبز اور سفید رنگ کی تھی۔ جس طرح چپس ہوتی ہے لیکن وہ چٹان تھی۔ تقریباً ڈیڑھ فٹ موٹی تھی اس کا کافی حصہ باہر' جبکہ باقی مٹی کے نیچے تھا سینٹر سے دو ٹکڑے تھے اور اُس سے نہایت ہی ٹھنڈا اور میٹھا پانی بہہ رہا تھا ہم اس پر بیٹھ گئے۔ حاجی صاحب نے فرمایا۔ کہ یہاں مولائے کائنات علیہ السلام اور مرحب کے درمیان' جو اس سامنے والے قلعہ کا مالک تھا مقابلہ ہوا تھا۔ یہ پتھر مولائے کائنات علیہ السلام کی تلوار سے پھٹا ہے اور اُسوقت سے اس میں سے پانی جاری ہے۔ مرحب کا سر معہ زرہ بکتر اور خود کاٹ کر اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر کے' گھوڑے کے دو ٹکڑے کر کے' ضربِ یداللٰہی جب اس پتھر پر پڑی تو اسکے صرف دو ٹکڑے ہی نہیں ہوئے بلکہ یہ پانی بھی جاری ہو گیا۔

ہم نے خوب پانی پیا اور وضو کیا۔ اس پتھر کے عقب میں قلعہ کی دیوار تھی۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ میں ضعیف ہوں بھاگ نہیں سکتا۔ آپ اب قلعہ کی دیوار پر جہاں سے ہو سکے چڑھ جاؤ اور دیکھو اگر کوئی پہرہ دار نظر آئے تو پھر واپس آ جانا'۔ اور اوپر دیوار پر چڑھ کر قلعہ کی سیر کر لو۔ ہم دونوں قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے لیکن کوئی پہرہ دار کسی جگہ بھی نظر نہ آیا۔ قلعہ میں باہر کی طرف پتھر استعمال کیا گیا ہے اور ایک ایک پتھر نہایت صاف بنایا گیا ہے اور ہر پتھر کئی کئی فٹ لمبا اور چوڑا ہے عقل حیران ہے کہ یہ پتھر اتنی بلندی پر کسطرح پہنچایا گیا قلعہ نہایت اونچی جگہ واقع ہے ایک طرف گول یا چوکور ہے اور دوسری طرف سے لمبا ہے شکل مستطیل اردگرد کی زمین نیچے ہی ہوتی دور تک چلی گئی ہے اور چاروں طرف نہایت ہی گھنے باغات کھجور کے ہیں۔ وہاں پتھر پر پہنچ کر مجھے ایک شعر یاد آیا شعر حسب ذیل ہے۔

مولا علیؑ کے زور کی خیبر میں ہیں نشانیاں
پتھر کے دل پہ نقش ہیں حیدر کی نوجوانیاں

ہم دونوں دیوار پر چڑھ گئے کوئی پہرہ دار نہ نظر آیا پھر خوب سیر کی حتیٰ کہ نیچے اُتر گئے قلعہ کی تعمیر اندر سے مٹی اور کھجور کی لکڑی اور ریلی پتھر سے کی گئی ہے سیڑھیاں بھی کھجور کی لکڑی اور مٹی سے بنی ہیں

marfat.com

ہر کمرے میں کئی دروازے اور نیچے اوپر سیڑھیاں ہیں ہم اُترتے اُترتے اُس دروازہ پر پہنچ گئے جو یقیناً وہی تھا جہاں سے مولائے کائنات نے دروازہ اُکھاڑ کر اُسکو ڈھال بنا کر قلعہ میں ورود اجلال فرمایا تھا کیونکہ اندر سے معلوم ہوا کہ دروازہ کی جگہ نئے پتھروں اور مصالحہ سے بند کی گئی ہے چوڑائی اور اونچائی دو دو سوار دونوں طرف کھڑے ہوں تو چار سوار بیک وقت اندر داخل ہو سکتے ہیں یعنی آٹھ سوار بیک وقت بغیر کسی رکاوٹ کے داخل ہو سکتے ہیں باہر آتے ہوئے ہم راستہ بھول گئے کافی گھبراہٹ اور پریشانی کے بعد باہر آنے میں کامیاب ہوئے اور حاجی صاحب کے پاس بیٹھ کر دم لیا۔ میرے کہنے پر حاجی صاحب نے بھی بہت تلاش کی کہ مسجد شمس کا پتہ لگ جائے لیکن جس سے بھی دریافت کیا۔ اُسنے لَا اَعلَم کا جملہ ہی استعمال کیا۔ قبرستان شہداء خیبر کا بھی پتہ نہ چل سکا پھر واپس مدینہ پاک آ گئے۔ میں اور حاجی صاحب حرم شریف اُتر گئے اور دوسرے شاہ صاحب جو ڈرائیور بھی تھے وہ گاڑی لیکر جدہ شریف روانہ ہو گئے یہ کچھ یادیں جو ذہن میں آئیں حاضر ہیں کمی بیشی کو وہ مولا کریم اپنے محبوب پاک ؐ کے اُن آثار مقدسہ کے صدقے معاف میں فرمائے۔

marfat.com

الحاج سیّد علی رضا کاظمی کا بیان

الحاج سیّد علی رضا کاظمی، مؤلف کتاب ہذا کے پوتے ہیں، جو اِن دنوں کسبِ معاش کے سلسلے میں ریاض میں مقیم ہیں، بیان کرتے ہیں کہ:

''ہم پانچ ساتھی بغرض عمرہ ریاض سے چل کر مکہ مکرمہ پہنچے، عمرہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ اب بارگاہِ اقدس میں جبہ سائی کی غرض سے عجز و نیاز اور شوق کے گھوڑے پر سوار ان جانی کیفیت کے عالم میں کشاں کشاں مدینہ منورہ پہنچے۔

بارگاہِ بے کس پناہ میں سر نیاز خم کیا۔ اپنے آپ پر اعتبار نہ آ رہا تھا کہ علی رضا تو واقعی آستانۂ شہنشاہ کے دیدار پُرانوار سے مستفیض ہو رہا ہے؟ آخری سلام عرض کیا اور واپسی کا سفر شروع ہوا۔ شاہراہِ تبوک پر جانا تھا، قلعہ خیبر کی زیارت کا بہت شوق تھا جو اسی شاہراہ پر مدینہ منورہ سے ایک سو ساٹھ کلومیٹر سڑک کے بائیں ہاتھ پر واقع ہے۔

قلعہ خیبر کے اردگرد پرانی بستیوں کے مکانات اپنی قدامت کا ثبوت زبانِ حال سے دے رہے ہیں۔ قلعہ بلندی پر ہے اور اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ چونکہ مولائے کائنات کی یادگار ہے اور تا ہنوز قائم ہے ورنہ چودہ سو سال سے کسی عمارت کا قیام خلافِ عقل ہے۔

قلعہ کے چاروں طرف ہو کا عالم ہے، تمام بستیاں ویران ہیں۔ دیکھ کر خوف طاری ہو جاتا ہے۔ قانوناً وہاں جانے کی اجازت نہیں، ہم کوئی پون گھنٹے تک وہاں سیر کرتے رہے۔ ذوالفقارِ حیدری مرحب کے ٹکڑے کر کے پتھر پر پڑی تھی اور پتھر سے ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہوا تھا جو اب تک جاری ہے اور بہت بڑے نخلستان کو سیراب کر رہا ہے۔ ہم نے قلعہ اور چشمہ کی تصویریں لیں۔ چونکہ شُرطوں (پولیس) کی گرفت کا اندیشہ تھا، اتنی ہی زیارت پر اکتفا کرتے ہوئے اپنے سفر پر روانہ ہو گئے، مگر یادیں تازہ ہیں''

❀❀❀

marfat.com

باب ہشتم

نصرت رسولؐ!

قارئین کرام! خواجہ ابوطالبؑ کی شخصیت اتنی عظیم ہے کہ پوری امت مسلمہ میں انفرادی حیثیت سے دین اسلام اور رسولؐ اسلام کی اتنی وفاداری اور سرفروشی سے کسی بھی جان نثار نے جانبازی کا ثبوت نہ دیا ہوگا۔

صحابہ کرام کی وفاداریاں سرآنکھوں پر مگر مثل مشہور ہے ایک اکیلا اور دو گیارہ۔ مگر یہ سرفروش اکیلا ہی فوج کا حکم رکھتا تھا۔ وہ کبھی گھبرایا نہ اکتایا' بس برابر بیالیس سال کفن بدوش ہو کر حفاظتی حصار بنا رہا۔

قرآن حکیم نے اصول دیا کہ اللہ تعالےٰ کی مدد اور رحمت کا مستحق بھی وہی ہو سکتا ہے جو حبیب خداؐ کی خیر خواہی اور حمایت کرے گا۔ محافظ تو قادر مطلق ہی کی ذات ہے مگر اس نے اپنے بندوں کی مختلف طریقوں اور صورتوں میں آزمائش کر کے معیار ایمان کا تعارف فرمایا ہے۔ عشق الٰہی کا تقاضا یہی ہے کہ عاشق اپنے محبوب کی ہر ادا پر جان قربان کر بھی یہی کہے کہ

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ہم نے اس کتاب کی تالیف کرتے وقت اسی خیال کو پیش نظر رکھا رہا کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ابوطالبؑ کا کردار ایک روشن چراغ اور نصرت واطاعت کی ایک زندہ جاوید حقیقت ہے۔ مندرجہ ذیل آیات بینات میں خداوند کریم نے اپنے ارشادات میں یہی تعلیم فرمائی ہے کہ نصرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرنے والا ہی مقبول بارگاہِ الٰہی ہے لہٰذا اس موضوع کی بنیاد آیات عہد میثاق پر رکھی ہے جس میں اللہ تعالےٰ نے اس عہد وپیماں کا ذکر فرمایا ہے جس پر گروہِ انبیاء علیہم السلام کو گواہ بھی بنایا تھا۔

اس باب میں ۱۸ آیات شامل مضمون ہیں پڑھئے اور لطف اٹھایئے اور اندازہ کیجئے کہ ایسے بے مثال نصرت وحمایت کرنے والے مجاہد اول خواجہ ابوطالبؑ کا کیا مقام ہے۔ مخالفین خدمت وجان نثاری کا اعتراف بھی کرتے ہیں مگر ایسی خارش آتی ہے کہ ضحضاح کی طرف دوڑ جاتے ہیں' خود بھی ادھر ہی جائیں گے۔

marfat.com

عہد میثاق!

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَ لَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْہَدُوْا وَ اَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰہِدِیْنَ۔ فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ **(الِ عمران ۸۱۔۸۲)**

''یاد کرو اللہ تعالےٰ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ آج ہم نے تمہیں کتاب **اور حکمت** و دانش سے نوازا ہے کل اگر کوئی دوسرا رسول تمہارے پاس اسی تعلیم کی تصدیق کرتا ہوا آئے جو **پہلے سے تمہارے** پاس موجود ہے تو تمکو اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنا ہوگی۔ (یہ ارشاد فرما کر **اللہ تعالےٰ** نے فرمایا 'کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے **فرمایا اچھا** تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں اس کے بعد جو اپنے عہد سے پھر جائے۔ وہی **لوگ فاسق ہیں۔**

قارئین کرام! ان آیات میں جن امور کا ذکر ہے حسب ذیل ہیں۔

(۱) پختہ عہد (۲) کتب سماوی (۳) بعثت رسولؐ (۴) تصدیق نبوت (۵) ایمان بالرسولؐ (۶) نصرت رسولؐ (۷) اقرار کی ذمہ داری (۸) عہد پر گواہی (۹) خلاف ورزی پر وعید۔

یہ نو امور ہیں جو اس مثالی عہد کے ارکان اور عناصر ہیں۔ ان سب کا **مرکز و محور ذات اقدس** 'ہادی اسلام حضور پر نور صلے اللہ تعالےٰ علیہ والہ وسلم ہیں اللہ تبارک وتعالےٰ نے **تمام انبیاء کو اس پختہ عہد** کی تمام شرائط کا پابند فرما کر خلاصہ عہد واضح فرمایا کہ میرے حبیب کی تصدیق کرنا' **ایمان لانا اور نصرت** کرنا ہوگی عہد کی خلاف ورزی کرنے والے فاسق ہونگے۔ ہم آئندہ صفحات میں وضاحت کریں گے کہ اس عہد کی وفاداری انبیائے سابق کی ان امتوں پر واجب العمل ہوگی جنہوں نے حضور صاحب قاب قوسین صلے اللہ تعالےٰ علیہ والہ وسلم کا مبارک عہد پایا ہے۔ تفصیل آئندہ ملاحظہ ہو۔

ضیاء القرآن!

آیت زیب عنوان کی تفسیر صاحب تفسیر ضیاء القرآن نے ان الفاظ میں کی ہے۔ حضرت سیدنا علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبیؐ سے یہ پختہ وعدہ لیا کہ اگر اس کی موجودگی میں سرور عالم وعالمیان محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ والہ وسلم تشریف فرما ہوں

marfat.com

'تو اس نبی پر لازم ہے کہ وہ حضورؐ کی رسالت پر ایمان لا کر آپکی امت میں شمولیت کا شرف حاصل کرے اور ہر طرح حضور کے دین کی تائید و نصرت کرے اور تمام انبیاء نے یہی عہد اپنی اپنی امتوں سے لیا۔ السید المحقق محمود الالوسی صاحب روح المعانی تحریر فرماتے ہیں۔

وَمَنْ هُنَا ذَهَبَ الْعَارِفُوْنَ الٰى اَنَّهٗ صلے اللّٰه تعالیٰ علیه و اٰله و سلم هُوَ النَّبِيُّ الْمُطْلَقُ وَالرَّسُوْلُ الْحَقِيْقِيُّ وَالشَّرْعُ الْاِسْتِقْلَالِ وَاِنَّ مَنْ سِوَاهُ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام' فِيْ حُكْمِ التَّبَعِيَّةِ لَهٗ صلے اللّٰه تعالیٰ علیه و اٰله و سلم۔

یعنی اس لئے عارفین نے فرمایا ہے کہ نبی مطلق، رسول صلے اللہ تعالےٰ علیہ واٰلہ وسلم حقیقی اور مستقل شریعت کے لانے والے حضور نبی کریم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ واٰلہ وسلم ہی ہیں اور دیگر جملہ انبیاء حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے تابع ہیں (روح المعانی)

شب معراج تمام انبیاء کرام کا بیت المقدس میں جمع ہو کر حضورؐ کی شریعت کے مطابق نماز ادا کرنا اسی بلند عہد کی عملی توثیق تھی اور امام الانبیاء والمرسلین کی عظمت شان اور جلالت قدر کا صحیح اندازہ قیامت کے روز ہوگا جب ساری مخلوق خوف خدا سے لرزہ براندام ہوگی۔ اور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا لواء حمد ہاتھوں میں لئے مقام محمود پر فائز ہوں گے۔ (ضیاء القرآن۔ ۲۴۸ جلد اوّل)

قارئین کرام! زیب عنوان آیت کی تفسیر میں ایک کتاب لکھی جاسکتی ہے مختصر اً عرض ہے کہ ہر ذی شعور ذہن میں یہ سوال اُبھرتا ہے کہ بظاہر کسی ایک نبی نے بھی حضورؐ کے مبارک عہد کو نہیں پایا تو پھر اس پر جلال وہیبت عہد کا ایفا کیسے ہوا۔ اگر ایفا نہ ہوا تو پھر اس عہد کی ضرورت اور فائدہ کیا ہوا؟

یاد رہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے ہر کام میں حکمت بالغہ مضمر ہوتی ہے۔ ایک طرف تو تمام انبیاء سے پختہ عہد لیا گیا کہ میرے حبیبؐ پر ایمان بھی لانا ہوگا اور نصرت وحمایت بھی کرنا ہوگی۔ زمانے الگ' قومیں جدا' ریاستیں مختلف اور حکم اتباع واعانت واجب التعمیل۔ لیکن قربان اس کی قدرت ونظام پر کہ ایک ہی رات میں تمام انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں جمع فرما کر خود ہی ایفائے عہد کا نادر موقع فراہم فرما کر سفر معراج کا پرجلال آغاز تمام انبیاء کے سامنے کروایا۔ ابتدائے آفرینش سے لیکر تا قیامت چشم فلک نے ایسا انوکھا اجتماع نہ دیکھا ہوگا اور نہ ہی کبھی دیکھنے میں آئے گا جسمیں انبیاء کے سوا کوئی نہ ہو اور تمام اشیاء نے حضورؐ کی اقتدا کی اور اتباع کا فرض ادا کیا۔

یہ سب کچھ تو ہوا۔ مگر قرآن حکیم کا یہ اعلان کہ میرے حبیب کی نصرت وحمایت بھی واجب

marfat.com

ہے اس عہد کا ایفا کیسے ہوا؟ جبکہ شب معراج تو آپؐ کو کسی نبی کی نصرت کی ضرورت ہی نہ تھی۔انبیاء کے زمانے جدا جدا ہونے کی وجہ سے تمام انبیاء علیہم السلام کی امتیں تو نصرت نہ کرسکیں۔البتہ جن امتوں کو حضورؐ صاحب معراج کا زمانہ ملا ان کی تعداد تین ہے سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اُمت جنکی سکونت بلادِ عرب میں تھی۔

۲۔۳۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ و عیسیٰ روح اللہ علیہما السلام کی امتیں جنکی نسلیں عام طور پر فلسطین میں آباد تھیں علاوہ ازیں شام، روم اور بلادِ عرب اور حبشہ وغیرہ میں بھی یہود نصاریٰ کی کافی آبادی تھی اس زمانے میں فلسطین، لبنان وغیرہ شام کے علاقے تھے تو اس اعتبار سے مذکورہ بالا ہر دو امتیں شام میں آباد تھیں۔

نصرت کس نے کی؟

علمائے یہود و نصاریٰ بخوبی جانتے تھے کہ پیغمبر آخر الزمان تشریف لائیں گے۔یہودی اس خوش فہمی میں مبتلا تھے۔کہ آخری رسولؐ بنی اسرائیل سے ہوگا۔میلادِ مسعود کے بعد یہود کی آرزوؤں کا خون ہوگیا کیونکہ آپ کی تشریف آوری بنی اسماعیلؑ میں ہوئی اور یہی مشیت ایزدی تھی۔

اب اُمتِ موسوی کیا مدد کرتی؟ یہودی جانی دشمن ہوگئے۔زمانہ میلادِ مسعود ہی سے یہود کی دشمنی زوروں پر دکھائی دینے لگی۔رہے نصاریٰ تو عیسائی پادریوں اور راہبوں نے اخلاقی نصرت بھی کی اور صداقت اسلام کو بھی تسلیم کیا۔سفرِ شام میں جرجیس اور نسطورا راہبوں نے حضرت ابو طالبؑ کو علامت نبوت سے متعارف کراتے ہوئے نصیحت کی اور مشورہ دیا کہ حضورؐ کو فوراً واپس لے جائیں مبادا یہودی کوئی نقصان پہنچائیں۔جب کچھ صحابہ کرام ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور اعجازِ قرآن کا یہ اثر ہوا کہ نجاشی اپنے درباریوں سمیت حلقہ بگوشِ اسلام ہوگیا۔یہ وہی نصرت تھی جو حضرات انبیائے بنی اسرائیل کے ذمہ ہوئی تھی۔حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی امت میں اکثریت آپؐ کی ذرّیت کی تھی۔مکہ شہر اسی قوم کے زیرِ انتظام تھا۔خانہ خدا کی تولیت اسی خانوادہ کے لئے مخصوص تھی۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلادِ مسعود کے بعد باستثنائے آٹھویں سال تا وصال حضرت عبدالمطلبؑ مکہ کی سرداری اور خانہ خدا کی خدمت گزاری اور تمام انتظامی امور رئیس بنو ہاشم حضرت ابو طالبؑ کے زیرِ انتظام رہے۔

آخر وہ وقت بھی آ گیا جس کا چشم فلک کو انتظار تھا۔اِقرأ باسمِ ربّکَ کی ذمہ داری کا آغاز ہوگیا۔سب سے پہلے خویش و اقارب کو دعوتِ حق دی۔برادری کے اجتماع میں جن دو فرض شناس خوش نصیبوں نے میزبانی کی سعادت حاصل کی وہ دونوں باپ بیٹا تھے۔باپ کو مکہ کی سرداری

marfat.com

حاصل تھی اور بیٹے کو ہمہ وقتی رفاقت رسولؐ نصیب۔

خورد ونوش کے بعد سرکارِ ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب تبلیغ رسالت کا آغاز فرمایا تو کم سن اور سعادت مند بیٹے نے تو تعاون نصرت اور اطاعت کا کھلا اعلان فرما دیا اور باپ نے اسی وقت سے تیر کمان سنبھال، تلوار گلے میں حمائل کرتے ہوئے اپنے جدِ امجد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی سپرد کردہ وصیت پر نصرت وحمایت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا آغاز کر دیا اور ساری زندگی اسی نصرت و حمایت پر قربان کر دی۔

؎ جان دی دی ہوئی اسی کی تھی   حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ہم آگے چل کر عرض کریں گے کہ تین انبیاء علیھم السلام کی امتوں نے صاحبِ خلقِ عظیم کا مبارک عہد پایا۔

اب یہ عرض کرنا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نہ صرف امت بلکہ ذریت اظہار سے عہد وتاکید ابراہیمی کا ایفا کرنے والوں میں سب سے بڑا حصہ سردارِ مکہ ونقیب بنی ہاشم حضرت ابو طالبؓ نے حاصل کیا جیسے کہ کتبِ سیرت وتواریخ میں وضاحت موجود ہے۔

قرآن حکیم کے دیئے ہوئے اس اصول سے جو آخری نکتہ ملتا ہے۔وہ ہے کہ تم نبی آخر الزمانؐ پر ایمان لانا اور یہ امر بھی ضروری ہے۔کہ پیغمبر اعظم کی نصرت کرنا ہوگی۔نصرت کو ایمان سے مشروط فرما کر وضاحت فرما دی کہ پہلے ایمان اور پھر نصرت۔بغیر ایمان نصرت حرام جیسے کہ خصائص کبریٰ کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔فرمانِ رسالت ہے مشرک کی مدد نبیؐ کے لئے حرام ہے۔اب معلوم ہو جانا چاہیئے کہ مقامِ ابو طالبؓ بن عبد المطلبؓ کیا ہے؟

بچوں کا کھیل بنا رکھا ہے۔نزولِ وحی ہوئے دس سال گزر گئے۔کتنی خلوتیں اور تنہائیاں میسر آئیں تین سال سوشل بائیکاٹ جاری رہا۔ہر فرد و بشر کو دعوت پہنچی ،سفر و حضر میں شب و روز ہمہ وقتی رفاقت وصحبت رہی۔لیکن عمِ محترم کو دعوتِ اسلام دینے کے لئے صرف وہ وقت ملا جب ملک الموت سرہانے آن کھڑا ہوا۔عقل تسلیم کرتی ہے نہ حالات۔ہمیں بار بار یہ لکھنا پڑتا ہے کہ مومنِ اوّل ،مجاہدِ اعظم اَخ الرسولؐ زوجِ بتولؑ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور تمام اہلِ بیت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر نعوذ باللہ ایک صدی تک اموی سرداروں نے سب وشتم کی قبیح ومذموم رسم جاری رکھی رہی تو ایسے میں حضرت ابو طالبؓ پر کیچڑ اچھالنا تو بہت آسان تھا۔

marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتہائی رنج وغم اور صدمے کی حالت میں فرمایا کہ جب تک ابوطالبؑ زندہ رہے میں مشرکین کی اذیتوں سے محفوظ رہا۔ جب حضرت سیدہ فاطمہ بنت اسد صلوٰۃ اللہ علیہا کی قبر شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لیٹ کر اٹھے تو صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آج آپؐ نے ایسا کام کیا جو پہلے کبھی نہ کیا تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ حضرت ابوطالبؑ کے بعد یہ سب سے زیادہ مجھے محبوب رکھتی تھیں۔ اسی طرح حضرت عقیلؑ کو مخاطب ہوکر فرمایا۔

یَا اَبَا یَزِیْدَ اِنِّیْ اَحِبُّکَ حُبَّیْنِ حُبًّا لِقَرَابَتِکَ وَحُبًّا لِمَا کُنْتُ اَعْلَمُ مِنْ حُبِّ عَمِّیْ اِیَّاکَ

اے ابویزید میں تم سے دوگنا محبت رکھتا ہوں۔ ایک تو محبتِ قرابت۔ دوم اس لئے کہ مجھے علم ہے کہ میرے چچا کو تم سے بہت محبت تھی۔ (رحمۃ للعٰلمین ص ۳۷۔۲)

ذرا غور فرمایئے سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ سے کتنا حسین نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ آپؐ حضرت عقیلؑ سے فرماتے ہیں کہ مجھے تم سے دوہری محبت ہے۔ ایک اس لئے کہ میرے محترم چچا کو تم عزیز تھے۔ معیار ایمان محبت رسولؐ ہے اور جس آدمی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم محبت فرمائیں اس کی بھی کوئی شان وعظمت ہوگی۔ اس محبت کا اظہار آپؐ نے حضرت ابوطالبؑ کی وفات کے بعد فرمایا جبکہ محترم ومکرم چچا کی یاد اکثر ستاتی رہتی تھی۔ کہتے ہیں محبوب کی ہر چیز عزیز ہوتی ہے۔

مسجدِ نبوی میں محبوبِ خداؐ زیب منبر خطبہ جمعہ فرما رہے ہیں ایک اعرابی بارگاہِ رسالت میں عرض گذار ہوتا ہے:

''یارسول اللہ! خشک سالی نے ہمیں پریشان کردیا، مویشی مرگئے۔ درخت خشک ہوگئے دعا فرمائیں کہ بارانِ رحمت کا نزول ہو۔ آپؐ نے دعا فرمائی آئندہ جمعہ تک لگاتار بارش ہوتی رہی۔ اگلا جمعہ تھا رحمتِ خداوندی منبر شریف پر جلوہ افروز تھی وہی اعرابی عرض کرتا ہے حضور! اب تو پانی میں ہر چیز ڈوب رہی ہے۔ دعا فرمائیں۔ حضورؐ نے تبسم فرمائے ہوئے فرمایا یا الٰہی۔ بارش روک دے۔ اب ہمارے اردگرد بارش تھم گئی۔ دریائے رحمت جوشزن تھا۔ محترم اور جان نثار چچا کی یاد نے انگڑائی لی، ارشاد ہوا اگر آج ابوطالبؑ موجود ہوتے تو خوشی سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ پھر ارشاد ہوا ہے کوئی جو مجھے ان کا یہ شعر سنائے۔ مولا علی علیہ السلام نے یہ شعر سنایا۔

وَاَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ   ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَۃً لِّلْاَرَامِلِ

marfat.com

آپ بہت خوش ہوئے۔ یہ شعر سیرت کی تمام معتبر کتب میں منقول ہے شعر کا مفہوم ہے۔

''وہ گورے مکھڑے والا جس کے روئے زیبا کا واسطہ دے کر بارش کی دعا کی جاتی ہے، جو یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کا والی وارث ہے''

(دیوانِ ابو طالبؑ)

محبوبِ خدا کو کتنی محبت اور قدر تھی حضرت ابو طالبؑ کی کہ سرکارِ ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مناسب مقام پر سردارِ مکہ نقیب بنو ہاشم حضرت ابو طالبؑ کو یاد فرما کر رہتی دنیا تک یادگار چھوڑ گئے کہ محبوب کردگار کو اپنے عمِ محترم سے لازوال محبت اور رفاقت تھی۔

غزوۂ بدر میں حضرت عبیدہؓ ابنِ حارث بن عبدالمطلبؑ نے پہلا جامِ شہادت نوش فرمایا۔ بوقتِ دم واپسیں بارگاہِ نبوی میں پہنچائے گئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں شہید ہوں؟ ارشاد ہوا تم یقیناً شہید ہو۔ مژدۂ شہادت سنا تو ایک خواہش متحرک ہوئی اور فرمایا کاش کہ اس وقت میرے چچا حضرت ابو طالبؑ زندہ ہوتے تو بچشم خود دیکھتے کہ ان کے اس شعر کی تفسیر میں ہوں۔

وَنُنْصِرُہٗ حَتّٰی نُصَرَّعَ حَوْلَہٗ وَنَذْھَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

''ہم ان کی مدد و نصرت کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ان کی نظروں کے سامنے جان دے دیں اور اپنے اہل و عیال سے جدا ہو جائیں۔

دیکھا حضور سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؐ کے اہلِ بیت و صحابہ کرامؓ نصرتِ رسولؐ اور دوسرے مواقعات پر کس طرح والہانہ محبت و اشتیاق سے ناصرِ رسولؐ حضرت ابو طالبؑ کو ان کی اسلامی اور ایمانی خصوصیات کے ساتھ یاد کرتے رہتے تھے۔ آیت میثاق میں ایمان اور نصرت کو لازم ملزوم اور شرط قرار دے دیا ہے۔ ایماندار ہوگا تو نصرتِ رسولؐ کا مجاز ہوگا ورنہ مشرک کی نصرت و حمایت رسولؐ کے لئے حرام ہے۔

حضرت امیر حمزہ علیہ السلام نے ابو جہل ملعون کا سر زخمی کر دیا۔ اور بارگاہ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر انتقامی کارروائی کا ذکر عرض کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا پہلے ایمان اور پھر حمایت۔ یہ سنتے ہی حضرت حمزہؓ نے اتباعِ رسولؐ کا عہد و پیمان پختہ کر دیا۔ نصرت و حمایت رسولؐ کے لئے ایماندار ہونا شرطِ اوّل ہے۔ جب حضرت حمزہؓ کے قبولِ اسلام کی خبر ان کے بھائی حضرت ابو طالبؑ نے سنی تو خوشی سے باغ باغ ہو گئے۔ نصیحت پر مشتمل معنوی و لغوی خوبیوں سے تین خوبصورت اشعار ارشاد فرمائے۔ جو ان

marfat.com

کتاب میں دوسری جگہ پر ہدیہ قارئین کیے گئے ہیں۔

مذکورہ بالا چند واقعات بطور یادگار نقل کیے ہیں تا کہ قارئین پر واضح ہو کہ ایسی یادیں کسی مخلص مومن ہی سے وابستہ ہوسکتی ہیں۔ حدیث نبوی ہے کہ اپنے کفار و مشرکین آباؤ اجداد پر فخر نہ کرو۔ خاندانِ نبوت حضرات آئمہ معصومین علیہم السلام کے نزدیک تو حضرت ابو طالبؑ بلند ترین درجہ مومن اور ناصر و رفیق رسولؐ ہیں اور کیوں نہ ہوں جنھوں نے کفار و مشرکین کے ہر وفد، ہر حملے اور ہر منصوبے کو بڑی خوبصورتی اور دانشمندی سے ناکام بنا دیا اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ پیغمبرِ اسلام کو حضرت ابو طالبؑ تو جان و اولاد کی قربانیاں پیش کر چکے تھے۔

تب و تاب بتکدۂ عجم نرسد بسوز گداز من

کہ بیک نگاہ محمدؐ عربی گرفت حجاز من

جلالین:

جلالین میں بھی آیت کریمہ کا وہی مفہوم مذکور ہے جو ضیاء القرآن اور دوسری تفسیروں میں ہے۔ ملاحظہ ہو، یاد کرو اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے پختہ عہد لیا تھا۔ آج ہم نے تمھیں کتاب و حکمت اور دانش سے نوازا ہے۔ تو جب ہمارا آخری رسولؐ کتب سابقہ کی تصدیق کرے تو اس کی نصرت و حمایت بھی تمہارے لئے لازمی ہے اور فرمایا کہ اس عہد کی بھاری ذمہ داری تم پر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس امر کا اقرار تم نے کرلیا ہے؟ سب نے عرض کیا ہم نے اقرار کرلیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اس پر گواہ رہو ہم بھی گواہ ہیں اور عہد کی اس پختگی کے بعد جو خلاف کرے وہ فاسق ہے۔ (جلالین)

تفسیری مراد اور مفہوم یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام تا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء اس میثاق میں موجود تھے۔ اجتماعی طور پر تمام انبیاء علیہم السلام عہد میثاق کے سختی سے پابند ہوگئے، کتنا اہم تھا وہ عہد کہ گروہ انبیاء کو قسم دے کر قادرِ مطلق نے معلم و مقصود کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرنے کا پختہ عہد لیا، تو ہر نبی اور رسولؐ نے اپنے اپنے دور میں اپنی اُمتوں کو تاکید فرمائی کہ حضور خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک زمانہ ملے تو ایمان و نصرت کا فریضہ ادا کرنا ہوگا۔ اسی طرح ہر نبی نے دنیا سے پردہ فرمانے سے پہلے حضور اکرمؐ کی خوشخبری دی پیغمبر آخر الزمان تشریف لانے والے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ ہر نبی سے اس امر کا عہد لیا جاتا رہا اور جو عہد کسی بھی پیغمبر سے لیا گیا ہو۔ وہ لامحالہ اس کی امت پر بھی آپ سے آپ نافذ العمل ہو جاتا ہے کہ جو نبی ہماری طرف سے اس دین کی تبلیغ و

marfat.com

اقامت کے لئے بھیجا جائے' جس کی تبلیغ واقامت پر تم مامور ہوئے ہو اس کا تمہیں ساتھ دینا ہوگا۔ اس کے خلاف نہ کرنا۔ اپنے آپ کو خود مختار نہ تصور کرنا حق کی مخالفت نہ کرنا جبکہ جہاں بھی اور جو شخص بھی ہماری طرف سے حق کا پرچم بلند کرنے کے لئے اٹھایا جائے اس کے جھنڈے تلے جمع ہو جانا۔ یہاں اتنی بات اور سمجھ لینا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہر نبی سے یہی عہد لیا جاتا رہا ہے اور اسی بنا پر ہر نبی نے اپنی امت کو بعد کے آنے والے نبی کی خبر دی ہے اور اس کا ساتھ دینے کی ہدایت کی ہے۔ لیکن قرآن و حدیث میں اس امر کا کوئی پتا خبر نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ایسا عہد لیا گیا ہو یا آپؐ نے اپنی امت کو کسی بعد کے آنے والے نبیؐ کی خبر دی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ایسا عہد لیا گیا ہو۔ یا آپؐ نے اپنی امت کو کسی بعد کے آنے والے نبیؐ کی خبر دے کر اس پر ایمان لانے کی ہدایت فرمائی ہو۔

اس ارشاد سے مقصود اہلِ کتاب کو متنبہ کرنا ہے کہ تم اللہ کے عہد کو توڑ رہے ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا انکار اور آپؐ کی مخالفت کر کے اس میثاق کی خلاف ورزی کر رہے ہو جو تمہارے انبیاء سے لیا گیا تھا۔ لہٰذا اب تم فاسق ہو چکے ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل گئے ہو۔

یہ آخری حکم ان یہود اور نصاریٰ اور کفار و مشرکین پر عاید ہوتا ہے۔ جنہوں نے حضور کا مبارک عہد پایا مگر اپنے انبیاء کی نصیحت سے روگردانی کرتے ہوئے ایمان' نصرت اور حمایت سے محروم رہے۔

عہد میثاق سے واضح ہوا کہ سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد و نصرت اور حمایت کے لئے ایماندار اور مومن ہونا شرطِ اوّل ہے۔ ایماندار بھی وہ جو آپؐ کی نبوت و رسالت کی گواہی دے چکا ہو۔ جب تک یقین اور ایمان سے آپؐ کو تسلیم نہ کیا جائے۔ تب تک آپؐ کی نصرت و حمایت کا مجاز ہی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ مشرک کی مدد آپؐ کے لئے حرام ہے۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام انبیائے سابقین علیہم السلام سے اس عہد پر قسمیں بھی لیں وفاداری کے لئے ذمہ دار بھی ٹھہرایا اور گواہی کا اعلان بھی فرمایا۔

مکمل وفاداری:

اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ عظیم خوش بختی اور ابدی سعادت کس کے دامن میں پڑی۔ اللہ تعالیٰ نے کس کے گھر اور آغوش کو اپنی پناہ فرمایا۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ' کا مصداق کون ٹھہرا۔ کس نے راتیں جاگ کر اور دن جھگڑوں اور مباحثوں میں گذارے۔ کس نے ایمان پوشیدہ رکھنے کے باوجود

marfat.com

مؤمنین اور پیغمبرِ اسلام کی تائید اور مدح میں ضخیم دیوان تصنیف کیا۔ لَیسَ لَهٗ شَرِیکٌ کس کا عقیدہ ہے۔ هُوَ لُوَ هَّابُ وَالمُبدِ المُعِیدُ کہ کون عقیدہ حشر ونشر اور قیامت کا اقرار تو درکنار اعلان کرتا ہے؟ کہونا؟ یہ سارے کام تو حضرات سردارِ ہاشم اور عبدالمطلب کے نورِ چشم و جانشین سرورِ انبیاؑ کے خیر خواہ اور جان نثار چچا حضرت ابو طالبؑ کے ہیں۔ جنہوں نے اپنی ساری زندگی شافع کونین پر قربان کر دی۔

کتب تفسیر میں مرقوم ہے کہ سرکارِ ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو خاتون اسلام حضرت سیدہ آمنہ صلوٰۃ اللہ علیہا وسلامہ نے نور لَم یَزَلْ کو سردارِ مکہ حضرت خواجہ عبدالمطلبؑ کے ہاتھوں میں دے دیا۔ حضور جدِ امجد کی آنکھیں نورِ خدا کی زیارت سے ٹھنڈی ہوئیں تو یہ فرماتے ہوئے خواجہ ابو طالبؑ کے سپرد کیا یہ لو امانت اس کی حفاظت کرنا۔

حضرت ابو طالبؑ کے نصیب تو اسی وقت جاگ اٹھے تھے جب رئیس مکہ نے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور تمام جہانوں کی رحمت ان کے سپرد کی تھی۔ یہ سب کچھ مشیتِ ایزدی سے ہوا جبھی تو ارشاد ہوا۔ اَلَم یَجِدکَ یَتِیماً فَاوٰی ہم نے اپنی پناہ میں لے لیا۔

حضرت ابو طالبؑ پہلے مؤمن پھر صحابی پھر محافظ و ناصر دین متین و سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

ع۔ ''شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں مری بات

خواجہ ابو طالبؑ نے بتیس ۳۲ سال تک تو اپنے بھتیجے حضرت محمدؐ بن عبداللہ علیہما السلام کی کفالت وتربیت فرمائی۔ لیکن نزولِ وحی سے لیکر اپنے وصال تک حضور نبی کریم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت وحمایت کا فریضہ انجام دیا۔ کلامِ الٰہی میں سے مُحَمَّد" رَسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِینَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الکُفَّارِ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور وہ لوگ جو آپؐ کے ساتھ ہیں کفار پر سخت ہیں۔ اس معیت کا سب سے پہلے جس خوش نصیب کو شرف صحبت نصیب ہوا اور جس نے کفار و مشرکین کا پوری شدت اور حکمت عملی سے کامیاب مقابلہ کیا اسی جان نثار کا اسمِ گرامی خواجہ ابو طالبؑ ہے۔ اگر کوئی ضدی اعترض کرے کہ آیت کا نزول وصالِ ابو طالبؑ کے بعد ہوا ہے تو اصولی جواب یہ ہے کہ نزولِ قرآن اگرچہ خصوصی وجوہ پر ہوتا رہا لیکن حکمِ عام ہے۔ قَصرُ عُمُومَاتِ القُرآنِ عَلٰی اَسبَابِ نُزُولِهَا بَاطِل" یعنی صرف قرآن پاک کے اسباب نزول پہ حکم رکھ لینا اور بعد میں اس پر احکام کو جاری نہ کرنا بالکل باطل ہے۔

marfat.com

حمایت ونصرت رسولؐ پرذ راخواجہ ابو طالبؑ کا عقیدہ بھی ملاحظہ ہو۔

اَقِیْمُ عَلٰی نُصْرِ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اُقَاتِلُ عَنْہُ بِالْقَنَا وَالْقَنَابِلِ

(اور دنیا والوں کو یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ) میں رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد اور نصرت میں ثابت قدم ہوں اور جب ضرورت پڑے گی تو ان کی حمایت ونصرت کرتے ہوئے ان کے دشمنوں سے نیزوں اور دیگر سامان حرب کے ساتھ مقابلہ کروں گا۔(دیوانِ ابو طالب)

قارئینِ کرام! مندرجہ بالا شعر میں خواجہ بطحا نے ابنِ اخی نہیں فرمایا بلکہ النبی محمد فرمایا ہے۔یعنی میں اس محمد کی حمایت ونصرت کررہا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔خداوند کریم کا فرمان ہے کہ ناصرِ رسول وہی ہوگا جو مومن صادق اور عاشق رسولؐ ہوگا۔

قارئینِ کرام! عہد میثاق کی دو آیتوں کی تشریح کے بعد اب سورہ مومن کی آیت نمبر ۵۱ کی تفسیر پیش خدمت ہے۔

نصرتِ الٰہی:

۳۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (مومن)

بے شک ہم (اب بھی) مدد کرتے ہیں۔اپنے رسولوں کی اور مومنین کی اس دنیوی زندگی میں اور اس دن بھی (مدد کریں گے) جس دن گواہ (گواہی دینے کے لئے) کھڑے ہوں گے۔

قارئینِ کرام! مفسرین نے لکھا ہے۔کہ نصرت سے مراد قوت وطاقت کا غلبہ بھی ہے اور دلائل وبرہان سے عقیدہ کفر کی تردید بھی مراد ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم کی نصرت وحمایت اپنے ان نیک بندوں سے کروائی۔جو خاندانی شرافت شجاعت اور فصاحت وبلاغت کے زیور سے آراستہ تھے۔ان میں سے سرفہرست حضرت ابو طالب علیہ السلام کا نام نامی اسمِ گرامی ہے۔آپؑ مومن نہ ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد قطعاً نہ کرتے۔شرک اور عشق رسولؐ میں بہت فرق ہے۔جبکہ مشرکین سے امداد لینا آپؐ کے لئے حلال ہی نہ تھا۔ملاحظہ فرمایئے سیوطی نے کیا لکھا ہے؟

حضورؐ کے لئے مشرکین سے مدد لینا حرام تھی:

حبیب بن سیاف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک طرف تشریف لے گئے۔اور میری قوم کا ایک شخص آپؐ کے پاس آیا۔میں نے عرض کی کہ ہم اس بات کو اچھا نہیں سمجھتے کہ ہماری قوم آپؐ کے مقابلے پر آئے اور ہم ان کے ساتھ نہ ہوں۔آپؐ نے فرمایا

marfat.com

کیا تم دونوں مسلمان ہو گئے ہو۔ ہم نے عرض کی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا ہم مشرکین پر مشرکین کی مدد نہیں چاہتے۔ (خصائص کبریٰ)

مندرجہ بالا روایت اس امر کا بین ثبوت ہے کہ مشرکین سے مدد لینا اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے اور اسلام کی توہین بھی ہے۔ (العیاذ باللہ) کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بیالیس سال تک مشرکوں کی کفالت اور حفاظت میں رہے ہوں گے۔ ان لوگوں کی بصیرت و بصارت پر نہ صرف جانب داری کا بھوت سوار ہے بلکہ اپنے دین و ایمان سے بھی دشمنی ہے۔ ہم نے کئی بار عرض کیا پھر گذارش کرتے ہیں کہ جب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اور آپؑ کے خاندان کو پورے نوے سال سب وشتم کا نشانہ بنائے رکھا تو حضرت ابو طالبؑ تو آپؐ کے والد محترم ہیں وہ کیسے بچ سکتے ؟

قارئین کرام! اب نصرت و تعاون رسولؐ کے موضوع پر سورہ مائدہ کی آیت نمبر۲ کا ترجمہ تشریح اور مرادی تفسیر ملاحظہ فرمائیے۔

تعاون وحمایت کا وعدہ :

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔(مائدہ)

ترجمہ: اور ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور تقویٰ (کے کاموں میں) اور باہم مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی پر اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

ارشاد ربانی ہے نیک کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور نافرمانی و گناہ کے کاموں میں دوسروں کی مدد کرنے سے آدمی برابر کا شریک ہوتا ہے۔ جبکہ نیک کاموں میں مدد کرنے سے اجر و ثواب ملتا ہے۔

اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا امر تبلیغ رسالت حق تھا اور یقیناً حق تھا حق ہے اور حق ہی رہے گا' تو پھر حضرت ابو طالبؑ حق کی حمایت میں تادم واپسیں سرگرم عمل رہے۔ اس نصرت و حمایت پر دنیا و آخرت میں اجرِ عظیم اور بلند درجات و مقام کے مستحق ہیں۔ پھر کسی کو کیا پریشانی ہے کہ کلمہ پڑھا یا نہ پڑھا؟ بیالیس سال کی صحبت دنیا و آخرت کی نعمتوں سے ہزاروں درجے افضل و اعلیٰ ہے۔

ع۔ دین ملائی سبیل اللہ فساد۔

خواجہ ابو طالبؑ نے نیک کاموں میں رسولؐ خدا سے بھر پور تعاون کیا اور دشمنِ خدا گروہ کفار

marfat.com

ومشرکین کی عملی مخالفت کی۔ یہی وجہ تھی کہ کفار کی نظروں میں ان کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ خواجہ ابوطالبؑ کی ذاتِ بابرکات تھی۔ حضرت مسیح کا معاملہ:

اب قارئینِ کرام کی توجہ سورۃ الصف کی آخری آیت کریمہ پر مرکوز کرنے کی گزارش ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو نصرت کی کیسے ضرورت ہوتی ہے۔

۵۔ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ لِلْحَوَارِیّٖنَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآىٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآىٕفَةٌ ۚ فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ" (صف)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ جس طرح کہا تھا عیسیٰ بن مریم نے اپنے حواریوں سے کون ہے میرا مددگار اللہ کی طرف بلانے میں تو حواریوں نے جواب دیا ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں پس ایمان لے آیا ایک گروہ بنی اسرائیل سے اور کفر کیا دوسرے گروہوں نے پھر ہم نے مدد کی ان کی جو ایمان لائے دشمنوں کے مقابلہ میں بالآخر وہی غالب رہے۔

مظہری نے یہ ترجمہ کیا ہے۔

"اے ایمان والو اللہ کے (دین کے) مددگار ہو جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریمؑ نے (اپنے) حواریوں سے کہا تھا۔ اللہ کے (دین کے) واسطے میرا مددگار کون ہے۔ حواریوں نے کہا' ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں پھر اس کے بعد بنی اسرائیل کا ایک گروہ تو ایمان لے آیا اور کچھ لوگ منکر رہے۔ سو ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی اس کے نتیجہ میں وہ غالب ہو گئے۔ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ یعنی اللہ کے دین کی مدد کے لئے قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ۔ حواری۔ وہ بارہ آدمی تھے۔ جو حضرت عیسیٰ پر سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے مدگار ہیں۔ (مظہری اردو ص ۱۱)

قارئینِ کرام مندرجہ بالا آیت کے رموز و نکات پیش خدمت ہیں۔

(۱) یہ کہ اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے وہ جس طرح چاہے اپنے مقبول بندوں کی مدد فرما سکتا ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیا مجبوری تھی کہ اپنے صحابہ سے امداد طلب فرمائی۔ یاد رہے دنیا عالمِ اسباب ہے یہاں اکثر کام باہمی تعاون وحمایت سے اہتمام پذیر ہوتے ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ دین کی نصرت کرنے والوں کو بلند درجات ومراتب ملتے ہیں۔ اس طرح یہ سب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث بنتا ہے۔ غور فرمایئے۔

marfat.com

(۳) دعوتِ عشیرہ میں حضور سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دینِ حق کی تبلیغ فرمائی تو حضرت ابو طالبؑ نے اسی وقت سے نصرتِ اسلام کو اپنا شعار بنالیا اور زندگی کی آخری سانس تک اس عہدِ وفا کو نبھایا۔ حواری اس لئے نصرتِ دین پر کمر بستہ ہوگئے کہ وہ مومن تھے۔

حضرت ابو طالبؑ نے دین کی حقانیت کو سمجھا تیر کمان، تلوار اور بھالے سے لیس ہو کر میدانِ عمل میں آ گئے۔ بھلا کسی کافر کو کیا پڑی کہ اسلام اور رسولؐ اسلام پر جان قربان کرنے لگے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ حواری تھے جنہوں نے دین الٰہی کی نصرت کی حامی بھری نتیجہ یہ نکلا کہ صرف ناصرہ قصبہ کے یہودیوں کی مخالفت نہ کر سکے۔ جبکہ حضرت ابو طالبؑ نے پورے عرب کے کفار و مشرکین کے ہر منصوبے کو خاک میں ملا دیا۔ وہ بھی اس طرح کہ مشرکین کے وفد پے در پے آ رہے ہیں۔ حضور ابو طالبؑ کبھی نرم گفتگو سے اور کبھی تند و تیز لہجے سے کفار کو بے نیل مرام واپس کر دیتے ہیں اور اپنے کلام سے کھلے عام اعلان فرماتے ہیں کہ چاہے میرے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں میں نصرتِ رسولؐ سے باز نہیں رہ سکتا۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ نُبْذِیْ مُحَمَّداً وَلَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهٗ وَنُنَاضِلِ

(دیوانِ ابو طالبؑ)

خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیں بلکہ ہم تو ان کی حمایت میں تم سے نیزوں اور تلواروں کے ذریعہ سے مقابلہ کریں گے۔

قارئینِ محترم! دیکھا کسی مشرک نے بھی کبھی اپنی اور اپنے خاندان کی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کا عزم و اعلان کیا ہے (معاذ اللہ) مومن مواحد پر فتویٰ تکفیر اور مسلمان۔ ع۔ ''ایں ہمہ ہا کردن و دین پیمبر داشتن''

اب ہم دیکھتے ہیں کہ نصرت و حمایت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ سورۃ حج کی آیت ۴۰ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں اور نصرت کرنے والوں کے مراتب و درجات کیا ہیں، بسم اللہ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے جو دینِ الٰہی کی حفاظت کرتے ہیں

۶۔ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِيْزٌ ''(۴۰ حج)

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی مدد ضرور کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ بڑا طاقتور اور زبردست ہے''

تفسیر:

marfat.com

یہ مضمون قرآن مجید میں متعدد مقامات پر بیان ہوا ہے کہ جو لوگ خلقِ خدا کو توحید کی طرف بلانے اور دینِ حق کو قائم کرنے اور شر کی جگہ خیر کو فروغ دینے کی سعی و جدوجہد کرتے ہیں وہ دراصل اللہ کے مددگار رہیں کیونکہ یہ اللہ کا کام ہے جسے انجام دینے میں وہ اس کا ساتھ دیتے ہیں۔

جلالین:

اِیْ یَنْصُرُ دِینَہ' یعنی اللہ کے دین کی مدد کرے۔ حضرت ابوطالبؑ سے بڑھ کر کسی نے اللہ کے دین کی اتنی مدد نہیں کی جتنی سعی و کوشش اور خیر خواہی انہوں نے کی ہے۔ قرآن اور کردارِ ابوطالبؑ ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔

تفسیر حسینی:

یعنی اور ضرور مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کی جو اس کے دین کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قادر ہے مومنوں کی [illegible] پر، غالب ہے سب لوگوں اور سب چیزوں پر۔ اللہ کے قول کے مطابق خواجہ ابوطالبؑ ناصرِ رسولؐ ہیں۔

ابنِ عباسؓ:

(لَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ) عَلٰی عَدُوِّہٖ (مَنْ یَّنْصُرُہ')مَنْ یَّنْصُر نَبِیِّہٖ بِالْجِھَادِ (اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ") بِنُصِرَۃِ نَبِیِّہٖ وَنُصْرَۃِ مَنْ یَّنْصُرُ نَبِیِّہٖ(عَزِیْزٌ")بَالنَّقْمَۃِ مِنْ اَعْدَآءَ نَبِیِّہٖ۔(ابن عباس۶۰۹)

اللہ تعالیٰ اس شخص کی ضرور مدد فرمائے گا اپنے دشمنوں کے مقابلے میں جو بھی اس کے نبیؐ برحق کی جہاد وغیرہ سے مدد کرے گا"

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کی مدد پر قادر ہے اور اس آدمی کی مدد پر اس کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرتا ہے اور اپنے نبیؐ کے دشمنوں سے انتقام لینے پر غالب ہے۔

مندرجہ بالا آیتِ کریمہ کی روشنی میں' ہوش و حواس' عقل و خرد' فہم و ادراک اور انصاف سے یہ سوچنا ہے کہ صریح نص حجت ہے کہ اعلان نبوت کے بعد اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کس نے کی؟ کون اپنی اور اپنے کنبہ و خاندان کی وفاداری جانبازی اور فداکاری کا پیکر بنا رہا؟ تمام کفار و مشرکین جان کے دشمن' ہر وقت مخالف' سازشیں اور منصوبے بناتے رہے۔ کفار و مشرکین جب بھی کوئی قدم اٹھاتے تو سردار مکہ حضرت ابوطالب علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے مطالبات پیش کرتے تو وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جب تک حضرت ابوطالبؑ کی

marfat.com

حمایت دین کو حاصل رہے گی وہ نا کام و نامراد رہیں گے۔ آیت شریف میں اعلان اور فیصلہ ہے کہ جو نبیؐ کا معاون و مددگار ہوگا اسے اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل رہے گی۔ نیز اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کے دشمنوں سے انتقام لے گا۔

کفار نے تمام تعلقات ختم کر کے خانۂ خدا میں تحریر آویزاں کر دی۔ حضرت ابو طالبؑ خاندان بنو ہاشم کو لے کر پہاڑ کی گھاٹی میں کھلے آسمان تلے جا بیٹھے۔ تاریخ نے اس گھاٹی کو شعب ابی طالبؑ کا نام دیا' کیوں؟ اس لئے کہ اس وقت کاروانِ اسلام کے سالار اور نقیب حضرت ابو طالبؑ ہی تھے۔ اسلام کی دعوت تو سلطانِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دی اور گھاٹی کا نام شعب ابی طالب مشہور ہوا۔ فی الواقع یہ گھاٹی آپؑ کی ملکیت بھی تھی۔ قدرت نے صاحب قرآن اور ناصرِ رسولؐ کو دشمنوں پر شاندار فتح عطا فرمائی کہ جو تحریر خاندانِ رسالت کے خلاف لکھی گئی تھی اس پر قدرت خداوند عالم نے حقیر سے کیڑے (دیمک) کو مسلط کر کے اس کو ختم کر دیا۔ حضرت ابو طالبؑ پھر سے شہر میں آبسے کوئی ماں کا لال ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت ابو طالبؑ سے بڑھ کر کسی فرد یا گروہ نے اللہ رسولؐ کی اتنی حمایت کی ہو جتنی حضرت ابو طالبؑ نے کر دکھائی۔ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ الصّٰدِقِيْنَ۔ تم کہتے رہو ابو طالبؑ مسلمان نہیں تمہاری بغاوت تمہارے سر۔ آسمان کا تھوکا اپنے ہی منہ پر پڑتا ہے۔

اب ذرا حضرت ابو طالبؑ کی خدمت اقدس میں گزارش کرتے ہیں کہ باباجی نصرتِ حق اور حمایتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں آپؑ کا ارشادِ گرامی کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا:

مَنَعْنَا الرَّسُوْلَ رَسُوْلَ الْمَلِيْكِ   بِبِيْضٍ تَلَا تَلَأْلَأَ لَمَعَ الْبُرُوْق

ترجمہ لکھنے سے قبل عرض ہے کہ عربی زبان کا ایک قاعدہ یہ بھی ہے کہ جب کسی بات کو نہایت حتمی اور یقینی انداز سے بیان کرنا مقصود ہو تو ماضی کے صیغے استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ جنابِ ابو طالبؑ نے ان اشعار میں مستقبل کی یادوں کو بھی ماضی کی زبان میں بیان فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کا پیغام لے کر آئے اور ہم نے ان کی حفاظت کی اور ان کے دشمنوں کا مقابلہ ایسی چمکدار تلواروں سے کیا جو بجلی کی طرح چمکتی تھیں۔ مراد یہ ہے کہ وقت آنے پر سخت مقابلہ کریں گے۔

بِضَرْبٍ يُرَبِّبُ دُوْنَ النِّهَابِ   حِذَارَ الْوَشَائِرِ وَالْخَنْفَقِيْقِ

marfat.com

ہماری ضرب ایسی تھی۔ جو (انسان نما) حیوانوں کو بھی بھگانے والی تھی۔لوگوں کے ہجوم کا بھی مقابلہ کرنے والی تھی اور سرکشوں کا بھی خاتمہ کرنے والی تھی۔

اَذُبُّ وَاَحۡمِیۡ رَسُوۡلَ الۡمَلِیۡكِ حِمَایَةَ حَانٍ عَلَیۡهِ شَفِیۡقٖ

ہم ان تلواروں کے ذریعہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و پاسبانی کر رہے تھے اور ہماری یہ پاسبانی ایک شفیق اور مخلص خیرخواہ کی پاسبانی تھی مراد یہ کہ ایسا کرتے رہیں گے۔

وَمَا اِنۡ اَدُبُّ لِاَعۡدَئِهٖ دَبِیۡبَ الۡبِكَارِ حِذَارَ الۡفَنِیۡقِ

ہم ان کے دشمنوں کی طرف اس طرح نہیں گئے۔جس طرح اونٹنی اونٹ کی طرف ڈرتے ڈرتے قدم بڑھاتی ہے۔

وَلٰكِنۡ اَزِیۡدُ لَهُمۡ سَامِیًا كَمَا زَارَ لَیۡثٌ بِغِیۡلٍ مَّفِیۡقِ

بلکہ ہم دشمنوں کی طرف اس طرح بڑھے جیسے شیر غضبناک حالت میں گرجتا ہوا اپنے شکار پر جھپٹتا ہے اور اس کے لئے فرار کا راستہ تنگ کر دیتا ہے۔

قریش کو اتنی سخت کلامی اور تہوّر سے مرعوب کرنا صرف سردار مکہ و ناصر و عاشق رسولؐ حضرت ابوطالبؑ کی ہمت و جانبازی اور فداکاری کا کام تھا۔

''شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات''

ضیاالقرآن:

جب اللہ ﷻ کی مدد کسی کے شامل حال ہوتی ہے۔اس کا قاعدہ بیان فرما دیا جو اس کے نام کو بلند کرتا ہے' جو اس کے دین کی اشاعت کرتا ہے' جو شمع توحید کو ہاتھ میں لے کر طوفانوں' آندھیوں سے الجھتا ہوا آگے بڑھتا جاتا ہے تاکہ دلوں کے ظلمت کدوں کو منور کر دے۔کفر و شرک کے اندھیروں نے جہاں صدیوں سے خیمے گاڑ رکھے ہیں وہاں حق کا اجالا ہو جائے۔اللہ تعالیٰ کا یہ اٹل قانون ہے پہلے بھی ایسا ہوتا رہا۔اب بھی ہو رہا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہوتا رہے گا۔جس کے دل میں اس کے متعلق کوئی کھٹک ہو وہ آگے بڑھے اور خود تجربہ کر کے دیکھ لے۔(ص ۲۲۰۔۳)

ان تمام تفاسیر کی تشریحات اور وضاحت سے ثابت ہے کہ رحمتِ خداوندی اسی شخص یا گروہ کے شاملِ حال ہے جو دینِ اسلام کی اشاعت میں حتی المقدور کوشش کرتے ہیں اور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔

marfat.com

انصاف وعدل، ایمان و دیانت اور صداقت و شرافت کو دل میں جگہ دے کر اہلِ علم و ایمان بتائیں کہ ابتدائے نزولِ وحی کے زمانے سے لے کر تا وصالِ حضرت ابو طالبؑ اشاعتِ وحمایت اسلام میں سردارِ مکہ سے بڑھ کر انفرادی یا اجتماعی حیثیت سے کسی دوسرے کی اتنی قربانیاں، فداکاری وفاداری جانبازی اور خیر خواہی ہے؟ ان بدخواہ لوگوں کی باتوں پر اعتبار نہ کرو جنہوں نے نوے سال آلِ نبیؐ اولادِ علیؑ پر سب وشتم کی قابلِ صد مذمت رسم جاری رکھی رہی بلکہ حضرت ابو طالبؑ ہی سے سوال کریں اور ان کے بے مثال کلام سے جواب لیں۔ مگر کلام ابو طالبؑ کو پڑھنا تو کجا پہچاننا بھی لانا ہے جوئے شیر کا۔ مندرجہ آیت کے بارے میں اتنے ہی حوالے کافی ہیں۔ ورنہ اسی آیت کے زیرِ عنوان ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ لہٰذا مندرجہ آیت کی تفسیر یہیں پر ختم کر کے اگلے سفر کی تیاری ہے۔

قارئینِ کرام گزشتہ آیات کی تائید وتفسیر کے سلسلہ میں سورہ حدید کی آیت ۲۵ بھی پڑھ لیجئے فرمان الٰہی ہے۔

۷۔ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ۔ (حدید ۲۵)

تا کہ اللہ تعالیٰ جان لیں کہ بن دیکھے اس کی اور اس کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، اسے نہ تو کسی کی نصرت درکار ہے نہ مدد، رسولوں کی مدد بھی وہی کرنے والا ہے۔ حکمتِ بالغہ یہ ہے کہ وہ بندوں کو آزماتا ہے کہ بھلا میرے رسولوں اور دین سے کسی کو کتنی خیر خواہی، ہمدردی اور لگاؤ ہے۔

حضور صاحبِ معراج وصاحبِ قابَ قوسَین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جتنی خیر خواہی، نصرت اور حفاظت خواجہ ابو طالبؑ نے کر دکھائی عالمِ انسانیت میں اس کا کوئی جواب اور نظیر نہیں ملتی۔

ہاں درندہ صفت انسان خاندانی دشمنی کی خاطر دین کے فطری اصولوں کو پسِ پشت ڈال کر عصبیت کو فروغ دینے کی ممکنہ تخریب کاریوں میں مصروفِ عمل رہتے ہیں۔

بدر واحد اور دوسرے غزوات میں قتل ہونے والے مشرکین کی نسلیں اگرچہ مسلمان ہو گئیں مگر ان کی تمام تحریکات وافعال میں آتش انتقام بھڑکتی رہی۔ یہی وجہ ہے کہ عباسی خارجی اور اس کی روحانی اولاد تا ہنوز توہین اہلبیت میں پوری قوت خبیثہ سے سرگرم عمل ہے۔ اس گروہ نے ہزاروں رسوائے زمانہ کتب ورسائل شائع کر کے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی مذموم کوششیں جاری کی ہوئی ہیں۔ آیتِ بالا کے مصداق ناصرِ اوّل خواجہ ابو طالبؑ ہیں۔

marfat.com

ناظرین وقارئین کرام: اس موضوع کی تائید میں سورہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی آیت نمبر ۷ کا مفہوم بھی ملاحظہ فرمائیے اور کردار ابو طالبؑ کی داد دیجئے۔

یَا یُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ (سورہ محمد)

ترجمہ: اے ایمان والو اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے۔ تو وہ تمہاری مدد فرمائے گا اور میدانِ جہاد میں تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

اے ایمان والو اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ: یعنی اگر تم اللہ کے دین اور اس کے رسول کی مدد کرو گے۔ یَنْصُرْکُمْ: تو اللہ تم کو تمہارے دشمن پر فتح یاب کرے گا۔ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ: یعنی کافروں سے جہاد کرنے اور حقوق اسلام ادا کرنے میں تم کو ثابت قدم رکھے گا۔ (مظہری)

قارئینِ کرام اس آیتِ کریمہ میں ایک مشروط عہد کا ذکر ہے یعنی اے مومنو اگر تم نے اللہ کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ بھی تمہاری مدد فرمائے گا۔ اس کا نتیجہ اور فائدہ یہ ہوگا کہ کفار کے مقابلے میں تم ثابت قدم رہو گے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مقدس ذات تو ہر حاجت اور ہر عیب سے پاک و منزہ ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔

اس بارگاہ رب العزت میں عاجزی سے عرض کریں یا اللہ تو پاک و بے نیاز ہے تجھے کسی کی مدد کی ضرورت ہے نہ تعاون کی۔ پھر یہ ارشاد کہ اللہ کی مدد کرو۔ تو ارشاد ہوا کہ میرے پیارے حبیبؐ کی تبلیغ اسلام کے سلسلے میں نصرت کی ضرورت ہے۔ اگر تم نے میرے حبیبؐ کی مدد کی تو پھر میں تمہارے اس عمل سے راضی ہو کر تمہاری مدد کروں گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ہر محاذ اور ہر مقام پر غالب ہی رہو گے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ مدد کی تلقین صرف مومنوں کو کی گئی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد اور قانون کے مطابق حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت وہی کرے گا جو مومن ہوگا۔ کفار و مشرکین تو رسولِ خدا کے دشمن ہیں ان کی مدد کا سوال ہی پیدا ہی نہیں ہوتا۔

حضور صاحب قاب قوسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصرت کرنے والوں میں سرفہرست' جان نثار رسول' سید بنو ہاشم حضرت ابو طالبؑ کا نام نامی اسم گرامی ہے۔ آپؑ کی ذاتِ گرامی تنہا و یکہ ہونے کے باوجود ایک فوج قاہر کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپؑ پہلے مومن تھے پھر محافظ رسولؐ۔

خدا دارم دل بریاں زعشق مصطفیٰ دارم ندارد ہیچ کافر ساز و سامان کہ من دارم

marfat.com

یعنی میرے پاس جو لازوال دولت ہے وہ خدا کی وحدانیت عشقِ رسولؐ جس سے میرا دل سوزش درون سے جل چکا۔ بھلا جو دولت میرے پاس ہے کیا کسی کافر کے پاس ہو سکتی ہے؟

یہی کیفیت تھی خواجہ ابو طالبؑ کی۔ مطلب صاف ہے جو شخص ناصرِ رسولؐ ہے۔ وہی ناصرِ اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے قدرت نے یہ دیکھا ہے میرے حبیبؐ سے کون محبت رکھتا ہے۔ کون جان قربان کرتا ہے۔ ظاہر ہے وہی عاشقِ رسولؐ ہوگا جو دولتِ ایمان سے بہرہ ور ہوگا۔ جس کو سارے رشتہ داروں اور قوم برادری سے بڑھ کر محبوبؐ خدا سے والہانہ محبت ہوگی۔ صدر اول میں جس شخص کو سب سے بڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت تھی اسی کو خواجہ ابو طالبؑ کے نام سے دنیا یاد کرتی ہے۔ ذکر ابو طالبؑ کے بغیر کوئی مؤرخ وسیرت نگار کوئی تالیف وتصنیف تو مکمل کر دکھائے تو جانیں۔

حافظ صبور باش کہ درراہِ عاشقی — ہر کس کہ جاں نداد بجاناں نمی رسد

گزشتہ سے پیوستہ سورۂ ھود کی آیت نمبر ۳۰ کا مطالعہ فرمایئے۔

۶۔ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ (۳ھود)

اور اے میری قوم کون مدد کر سکتا ہے۔ میری اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اگر میں نکال دوں اہلِ ایمان کو کیا تم اتنا بھی نہیں سوچتے۔

جتنے انبیاء علیھم السلام دنیا میں تشریف لائے انہیں اپنی اپنی قوم سے مشکلات کا سامنا ہوا۔ ہر نبی کو افرادی قوت کی امداد کی ضرورت پڑتی رہی کیونکہ انتظامِ نبوت فقط روحانیت سے سرانجام نہیں ہوسکتا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ اے نوحؑ آپ کے پاس غریب لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ ان کی موجودگی میں ہم لوگ آپ کی مجلس میں بیٹھیں تو یہ ہماری توہین ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے ارشاد فرمایا میں اگر ان غریب مسلمانوں کو اپنے پاس نہ بیٹھنے دوں تو میری مدد کون کرے گا؟ ذرا سوچو تو خلاصہ کلام یہ کہ کسی نبی کی مدد اللہ تعالیٰ مومنوں ہی سے کرواتے ہیں۔

سرورِ کشورِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعوت ذوالعشیرہ میں اپنی بعثت کا اعلان فرمایا مگر اس وقت ایک کمسن فداکار اور ایک معمر سردار کے سوا کسی ایک نے بھی ہاں نہ کا جواب نہ دیا۔ حضرت علیؑ نے وفاداری کا کھلا اعلان فرمادیا۔ جبکہ حضرت ابو طالبؑ نے بتقاضائے مصلحت خاموشی سے عملی حیات ونصرت کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ اگر حضرت ابو طالبؑ کا دوسرا کوئی نیک عمل نہ ہوتو

marfat.com

بیالیس سال کی صحبت رسولؐ دنیا و جہان کی عبادتوں سے بہتر ہے۔ جس کے مقدر میں ہو۔
اب دیکھتے ہیں سورۂ قصص کی آیت نمبر ۳۵ میں ارشاد ربانی کیا ہے؟

نصرت کا وعدہ:

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ (قصص ۳۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم مضبوط کریں گے تیرے بازو کو تیرے بھائی سے اور ہم عطا کریں گے۔ تمہیں ایسا غلبہ (اور شوکت) کہ وہ تمہیں (اذیت) نہیں پہنچا سکیں گے۔ ہماری نشانیوں کے باعث تم دونوں اور تمہارے پیروکار ہی غالب آئیں گے۔

حضرات انبیاء علیہ السلام کی نصرت وحمایت ہمیشہ سے مؤمنین کا حصہ رہا ہے۔ کیونکہ ایک تو یہ کہ کوئی مشرک کسی نبیؑ یا مومن کا مذہبی امور میں معاون ہو ہی نہیں سکتا دوسرے یہ کہ مشرک کی نصرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے حرام ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو نصرت اور مدد کے لئے منتخب فرمایا' جیسے اوپر آیت کریمہ میں مذکور ہے۔

سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تمام نبیوں سے بڑھ کر مخالفتوں کے طوفان اٹھے صحابہ کرام کی تعداد بہت تھوڑی اور انتہائی تنگدستی کے حالات سے دوچار تھی ایسے میں حضرت ابو طالبؑ نے جن حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے نصرتِ اسلام کی اس کی مثال نہیں ملتی۔

قارئین کرام لگے ہاتھوں سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ۵۳ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مجبوری اور نصرت طلبی پر بھی تھوڑا سا غور وفکر فرمالیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا مطالبہ:

فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۔ (ال عمران)

پھر جب محسوس کیا عیسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے کفر (وانکار تو) آپ نے کہا کون ہیں میرے مددگار اللہ کی راہ میں؟ (یہ سن کر) کہا حواریوں نے' کہ ہم مدد کرنے والے ہیں۔ اللہ کے دین کی ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور (اے نبی) آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم (حکم الٰہی کے سامنے) سر

marfat.com

جھکائے ہوئے ہیں۔

ایسی آیات مختلف سورتوں میں موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ ہر نبیؑ نے دین کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے مدد طلب فرمائی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو کھلا اعلان فرمایا کہ دین کے لئے کون میری مدد کرے گا؟ تو حواریوں (صحابیوں) نے عرض کیا۔ ہم اللہ اور اس کے نبی پر ایمان لا چکے ہیں۔ اے نبیؑ آپ ہمارے ایمان کے گواہ بن جائیں کیونکہ ہم نے رسولؑ کی پیروی کی ہے۔

سرورِ کشورِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا اور اپنی اطاعت کے لئے ارشاد فرمایا۔ یعنی دعوت ذوالعشیر ہ میں تو اس وقت دو افراد نے اس دعوتِ حق پر لبیک پکارا۔ وہ دونوں خوش نصیب اسی گھر کے رہنے والے اور اس دعوت کا اہتمام کرنے والے تھے۔ ایک نے تو اعلانیہ نصرت وحمایت کا اقرار کیا تو دوسرے نے دل ہی دل میں تا حیات نصرت وحمایت کا مصمم ارادہ کرتے ہوئے مسلح ہو کر اپنے فرائض کا آغاز کر دیا۔

یہ سعادت حاصل کرنے والے ایک تو تھے سردار مکہ حضرت ابو طالبؑ اور دوسرے نوجوان ان کے لختِ جگر امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام معلوم ہوا ابو طالبؑ کون تھے اور ان کا کردار کیا تھا؟

کردار کیا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے کئی درجے بلند سیرت وکردار کے مالک تھے خواجہ ابو طالبؑ اور ان کے لختِ جگر حضرت علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہما جو اسلام پر آنے والی ہر افتاد کا دفاع پوری ذمہ داری اور خیر خواہی سے کرتے رہے۔

اب سورہ مؤمنون کی آیت نمبر ۲۶ کو دیکھتے ہیں کہ ارشادِ ربانی کیا ہے؟

حضرت نوح علیہ السلام کی پکار:

۱۲۔ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا کَذَّبُوْنِ ۔۲۶ (المؤمنون)

آپ نے عرض کی اے رب (اب) تو ہی میری مدد فرما کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔

جمال القرآن

نوحؑ نے کہا اے میرے رب چونکہ انہوں نے میری تکذیب کی ہے اس لئے میرا ان سے بدلہ لے یا مجھے ان کے مقابلے میں کامیاب کر۔ حضرت نوحؑ نے یہ دعا اس وقت کی جب آپ کو اللہ کی طرف سے اطلاع دی گئی کہ جو ایمان لے آئے ہیں ان کے علاوہ اور کوئی ایمان نہیں لائے گا۔

marfat.com

تنصرنی میری مدد کر یعنی جس عذاب سے میں نے ان کو ڈرایا تھا۔ وہ عذاب ان پر نازل فرمادے اور ان کو تباہ کر دے (مظہری ص ۱۸۲۔ ۸)

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی نبیؑ ولی یا مقبولِ بارگاہ الٰہی کی مدد فرمائی۔ قرآن حکیم میں کافروں کے مقابلے میں ہماری امداد فرما۔ قدرت نے اپنے بندوں کو تعلیم فرمائی کہ یوں میرے حضور دعا کیا کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے مجھے تمام انبیا علیہم السلام سے زیادہ اذیت پہنچی ہے۔ حالات وواقعات شاہد ہیں کہ تبلیغ دین کے سلسلے میں جو دکھ تکلیف آپ کو پہنچی حضرت ابو طالبؑ برابر کے شریک رہے۔ پیغمبر اسلامؐ پر مخالفتوں کے طوفان اٹھے کفار ومشرکین سے جو ہو سکتا تھا کر گذرے مگر ناصرِ دین جس نے کفار کے ہر سیلاب کا رخ موڑ دیا اور قسمیں کھا کھا کر کفار کو متنبہ کیا کہ میں آخری دم تک رسول اللہ کی نصرت وحمایت کرتا رہوں گا۔ صرف اپنی حمایت پر ہی اکتفانہ فرماتے تھے بلکہ خاندان بنی ہاشم اور بالخصوص اپنے جانثار فرزندوں کو خاص ہدایت فرماتے کہ ہمہ وقت حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا خیال رکھیں کہ کوئی دشمن اسلام آپ کو کوئی گزند پہنچائے۔ ایسی قربانی صرف مومن موحد ہی پیش کر سکتا ہے۔

حضرت ابو طالبؑ مجالس ومحافل سے کے کر سونے، کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے میں اور زندگی کے ہر کام میں آپ کا خیال فرمایا کرتے تھے۔ یہ سب کچھ قوت ارادی اور نصرت واتباع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا نتیجہ ہے۔

اس موضوع پر قدرت کی جانب سے وعدۂ نصرت وتسلی کے لئے سورہ انفال کی مندرجہ ذیل آیت کریمہ ملاحظہ ہو۔

نبیؐ اور مومنین کے لئے تسلی

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (انفال)

یارسول اللہ! اللہ کافی ہے آپ کو اور آپ کے فرمانبردار مومنین کو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کفار ومشرکین کی ایذا رسانی سے تنگ آ کر گبھرا نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی مدد آپؐ کے شاملِ حال ہے۔ مدد کی ضرورت ہر نبی کو درپیش رہی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے جونہی دعوتِ حق شروع کی تو پہلے ہی اعلان پر حضرت

marfat.com

علیہ السلام اور حضرت ابو طالبؑ نے اپنے اپنے انداز میں نصرتِ اسلام کے سلسلے میں بھرپور تعاون شروع کر دیا اور زندگی کی آخری سانس تک وفادار و فدا کار رہے اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ دعوت ذوالعشیرہ میں نصرتِ رسولؐ کے لئے عملی اقدام کر دیا تھا۔

؎ عزم صمیم ہو تو نظر آئے کوہ کاہ　راسخ نہ ہو خیال تو تنکا پہاڑ ہے

اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۳ ملاحظہ ہو۔

فضلِ ربانی:

۱۴۔ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ (۲۵۳ بقرہ)

اور دیں ہم نے عیسیٰ فرزندِ مریم کو کھلی نشانیاں اور مدد فرمائی ہم نے ان کی پاکیزہ روح سے۔

قارئینِ کرام اہلِ بصیرت اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ ہر نبی کو مشکلات سے واسطہ پڑا اور کسی نہ کسی خوش نصیب فرد یا جماعت نے نصرت و حمایت کی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ وہی قوم ان کے درپے آزار ہوئی حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے ان کی نصرت فرمائی لیکن قرآن مجید میں یہ وضاحت بھی موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے مدد طلب فرمائی انہوں نے لبیک کہا۔ حضرت مسیحؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے اسے مدد کی کیا حاجت۔ تو اس مدد سے اصل مراد ہے نبی کی مدد۔ ظاہر ہے کسی نبیؐ کی مدد گویا اللہ تعالیٰ کی مدد ہے۔

سید العٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن تک دعوت ذوالعشیرہ میں دعوتِ حق دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اس خدائی کام میں کون میرا ساتھ دے گا۔ تاریخ نہیں بتاتی کہ عمر رسیدہ والد اور کمسن بیٹے کے علاوہ اس وقت کسی نے نصرت و حمایت کا اعلان کیا ہو۔ آنے والے وقت نے ثابت کر دکھایا کہ بوڑھے چچا نے آہنی حصار بن کر حضور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و حفاظت میں زندگی وقف کر دی۔

وہ کمسن لڑکا جس کے اعلان پر تو برادری والے ہنس پڑے تھے جبکہ حضور محسنِ انسانیت نے فرمایا تھا کہ تم ہی میرے وزیر ہو۔ باپ رئیس مکہ حضرت ابو طالبؑ اور بیٹا فاتح بدر و حنین اور خیبر و خندق کے ہیرو حضرت علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہما ہیں اسلام کی بے مثال خدمات کے صلے میں حکمرانوں اور مسلمانوں نے بیٹے اور اس کے خاندان کو تو پورے نوے سال تک گالیاں دیں اور باپ کو اٹھا کر جہنم میں پھینک دیا العیاذ باللہ۔ واقعۃً کسی کے کہنے سے کچھ بنتا ہے نہ بگڑتا ہے۔ ہر فرد اور گروہ کے مقدر میں وہی کچھ ہے جس

marfat.com

کا وہ مستحق اور اہل ہے۔ خواجہ ابو طالبؑ کو وہی کچھ ملا جو مقصودِ کائنات اور مشیتِ ایزدی میں تھا۔

بے مثال فدا کاری:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۔ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ۔ (۲۰ بقرہ)

اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو بیچ ڈالتا ہے اپنی جان (عزیز) اللہ تعالیٰ کی خوشنودیاں حاصل کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر۔

مندرجہ بالا آیت شبِ ہجرت کو حضرت علی علیہ السلام کی جانفروشی کے ظہور کے لئے نازل ہوئی۔ ایسی قربانی اور جانثاری تھی کہ امت کے کسی ولی کو نصیب نہ ہوئی۔ ذرا تصور کیجئے اس منظر کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خانہ اطہر کے چاروں طرف قریشی نوجوان تلواریں سونتے آپؐ کے منتظر مستعد کھڑے تھے۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ موت کے بستر پر اطمینان وسکون سے گہری نیند سونے والے فدا کار وہی تھے جنہوں نے دعوتِ ذوالعشیرہ میں وفاداری ونصرت کا عہد کیا تھا۔ انہی کے والد محترم تھے جنہوں نے راتیں جاگ کر اور دن کھڑے ہو کر بیالیس سال تک سرورِ کشور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پہرہ دیتے رہتے تھے۔ کیا شان وعظمت ہے باپ بیٹے کی، ہے کوئی ایسا خوش نصیب؟

فرمانِ رسالت ہے کہ دنیا میں آدمی جس سے محبت کرے گا قیامت میں بھی اسی کے ساتھ ہو گا۔ لیجئے ثبوت حاضر ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ :قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَلَهٗ مَا كَسَبَ (ترمذی ص ۵۵۔۲)

روایت ہے انسؓ بن مالک سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جسے دوست رکھے، قیامت کے دن اور اس کو اجر ملے گا جو عمل کرے (ترجمہ بدیع الزمان)

قارئینِ کرام یہ فیصلہ ہے صاحبِ شریعت کا۔

کیا حضرت ابو طالبؑ حضور اکرمؐ سے بے پناہ محبت نہیں کرتے تھے؟ زمانہ گواہ ہے تاریخ شاہد ہے کہ حضرت ابو طالبؑ کو صرف اور صرف جناب رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت تھی۔ اپنی اولاد اعزہ، برادری کوئی چیز درمیان میں حائل نہ تھی۔ جس سچے عاشق نے ساری زندگی اپنے محبوب پر فدا کی وہ ابو طالبؑ ہیں۔

قارئینِ کرام! ان تمام حفاظتوں اور حمایتوں کا نظام تو قدرت خداوندی کے قبضۂ اختیار میں

marfat.com

ہے اپنے حبیبؐ کی کفالت، نصرت اور حفاظت کا نظام قدرتِ خداوندی کا اپنا انتخاب اور اپنی رضا مندی ہے کئی عاشق تو ساری عمر تلاش محبوب میں گزار بیٹھے مگر وصال نہ ہوا۔ مگر خواجہ ابو طالبؑ تو پچاس سال دیدارِ پرانوار سے اپنی آنکھیں اور دل ٹھنڈا کرتے رہے اور اس عشق و محبت کو لئے آسودۂ خاک ہو گئے۔ لیجئے پڑھیے سورہ حجر کی یہ آیت کریمہ۔

۱۸۔اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ(۱۰ حجر)

بے شک ہم ہی نے اتارا ہے اس (ذکر قرآن مجید) کو اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

اللہ نے چند امور کی نسبت اپنی مقدس ذات سے کی ہے۔ حالانکہ ان امور کی تکمیل انسانوں یا فرشتوں کے ذریعہ ہوئی۔ قرآن حکیم کی تنزیل اور حفاظت اپنی ذات سے منسوب فرمائی جبکہ اس حفاظت و اشاعت کے لئے صحابہ کرامؓ نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے۔ اذیتیں برداشت کیں قیدیں کاٹیں بھوک پیاس اور مصیبتوں کو برداشت کیا۔ ان جانبازوں کے امیر لشکر تھے حضرت ابو طالبؑ کچھ تعارف ہو گیا ہو گا مقامِ ابو طالبؑ کا۔

بعد میں جنگ لڑی صحابہ کرام نے ......مشرکین کو قتل کیا......سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مٹی یا کنکر کی مٹھی بھر کر کفار کی جانب پھینکے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں ان کو قتل کرنے والا اور کنکر پھینکنے والا میں ہوں۔ قرآن حکیم کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے رسولؐ اور اصحاب رسولؐ نے کی مگر ارشادِ ربانی ہے کہ قرآن کی حفاظت کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ جبکہ دس سالوں میں نازل ہونے والی وحی الٰہی کی سب سے زیادہ حفاظت خواجہ ابو طالبؑ نے کی۔ آیات ربانی پر مشتمل یہ موضوع یہیں پر ختم ہوتا ہے۔ ہم نے خواجہ ابو طالبؑ کی ہر خدمت اور کوشش کو قرآن حکیم کی روشنی میں دیکھا ہے ہماری آنکھ نے خواجہ ابو طالبؑ کے کردار میں کوئی عیب نہ پایا اور نہ ہی ہمارے دل و دماغ نے کوئی خامی محسوس کی۔ لوگ جو کچھ کہتے سنتے ہیں یہ ان کے ذاتی نظریات ہیں۔

کوئی کسی کی زبان بند کر سکتا ہے۔ نہ قلم پکڑ سکتا ہے اپنا اپنا نصیب ہے۔

حضورؐ پوری کائنات کے لئے رسولؐ ہیں:

وَاَرۡسَلۡنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوۡلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًا۔(نساء)

ترجمہ: اور بھیجا ہے، ہم نے آپ کو سب لوگوں کی طرف رسولؐ بنا کر اور کافی ہے اللہ تعالیٰ آپؐ کی رسالت کا گواہ۔

marfat.com

اس آیت شریف میں دو امور کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

ایک یہ کہ سرورِ کشورِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک ہونے والے تمام لوگوں کے لئے رسولؐ مبعوث فرمایا گیا ہے اب قیامت تک کوئی دوسرا نبیؐ نہ آئے گا اور نہ ہی کسی کی ضرورت ہے جو دعویٰ نبوت کرے گا۔ کاذب ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کی رسالت پر خود گواہ ہے جو اتباع رسولؐ کریں گے۔ وہ مقبول بارگاہ خداوندی ہوں گے کیونکہ آپؐ کی اطاعت واجب ہے۔ جو نافرمان ہوں گے اللہ تعالیٰ کے رسول پر ان کی کوئی ذمہ داری نہ ہوگی۔

''اگر گفتۂ باز گویم رواست'' کہی ہوئی بات دہرادی جائے تو درست ہے۔ حضرت ابو طالب نے اپنی ساری زندگی اطاعت، حمایت، نصرت، فدا کاری جاں نثاری اور خدمتِ رسولؐ میں گزار دی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے خزانے سے جو انعام عطا فرمایا یا عطا فرمائے گا وہ تو اس کی رضا ہے۔ لیکن وقت کے بادشاہوں اور ملاؤں سے اسلام پر کئے گئے احسانات کے بدلے ضحاح کے بغیر کچھ نہ ملا۔

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے
ملّا کو ہے ہند میں سجدے کی اجازت نادان سمجھتا ہے اسلام ہے آزاد

مقام اپنا اپنا:

وَاِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ۔وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ۔(انفطار)

ترجمہ: بے شک نیک لوگ عیش وآرام میں ہوں گے اور یقیناً بدکار جہنم میں ہوں گے۔

وَاِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ بلاشبہ ابرار راحت میں ہوں گے۔ ابرار وہ لوگ ہیں جو ایمان میں سچے ہیں غلط عقائد برے اخلاق اور قبیح کردار غرض ہر ممنوع سے پرہیز کرتے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ نے ان کو ابرار اس لئے فرمایا کہ انہوں نے باپ اور بیٹوں کے ساتھ نیک سلوک کیا۔

وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ فجور کا معنی ہے پھاڑنا جن لوگوں نے کفرِ معصیت کے ہاتھ سے دین اور دیانت کا پردہ پھاڑ دیا وہ فجار ہیں۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ سے لَفِیْ جَحِیْمٍ تک عَلِمَتْ نَفْسٌ'' کا بیان ہے۔ کیونکہ ہر شخص اپنے کئے ہوئے اچھے برے عمل کو سزا وجزا سے پہچان لے گا۔ سلیمان بن عبدالملک

marfat.com

نے ابوحازم مدنی سے کہا کاش ہم کو علم ہو جاتا کہ اللہ کے پاس ہمارے لئے کیا ہے (ثواب یا عذاب) ابوحازم نے کہا' اپنے اعمال کو کتاب اللہ کے سامنے لاؤ۔ تم کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا کے پاس تمہارے لئے کیا ہے۔ سلیمان نے کہا کتاب اللہ میں مجھے کس جگہ ملے گا؟ ابوحازم نے کہا وَاِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ۔ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ہیں۔ سلیمان نے کہا پھر اللہ کی رحمت کہاں ہے۔ ابوحازم نے کہا نیک کام کرنے والوں کے قریب۔ (مظہری ۳۲۲۔۳)

اس آیت کریمہ میں نیک و بدلوگوں کا انجام بیان فرمایا گیا ہے۔ اہلِ دانش وبصیرت جانتے ہیں کہ جن حکمرانوں نے علماء کی معاونت سے خاندان نبوت پر ہر قسم کے مظالم ڈھائے وہ فجار ہیں کیونکہ اہلِ بیت اطہار سے دشمنی ایذائے رسول کا باعث ہے۔ عبدالملک بن مروان کا اپنا قول ہے کہ آل ابوسفیان نے خاندانِ نبوّت پہ بہت ظلم کئے اسی لئے ان کی حکومت جلدی ختم ہوئی۔

حضرت ابوطالبؑ نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں جو عمل کیا وہ نیکی کے بغیر کچھ نہ تھا ساری زندگی اسلام کی حفاظت اور خیر خواہی مین بسر فرمائی۔ حفاظت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم آپؑ کے ایمان کی اصل تھی۔ نہ جانے تین سو سال بعد حکمرانوں اور ملاؤں نے حضرت ابوطالبؑ کے ایمان پر ڈاکہ زنی میں کیا مفاد پیش نظر رکھا۔ ایک سبب تو واضح ہے کہ مشرکین کے قاتل امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام سے امویوں کے ہر فرد کو نفرت تھی مگر کسی کے کچھ کہنے سے گروہ ابرار کے مراتب و مدارج میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا بیٹے کے دشمن باپ کے بھی دشمن ہی ہوتے ہیں۔

احسان اور کردارِ ابوطالبؑ:

لفظ احسان بہت سی نیکیوں کا مجموعہ اور حسین اقدار کا امتزاج ہے۔ ہر نیکی احسان ہے اور ہر احسان نیکی ہے۔ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر اس جامع لفظ کا ورود ہے جہاں بھی یہ لفظ استعمال ہوا اس سے کوئی نیکی مراد رہی۔

خواجہ ابوطالبؑ اور احسان باہم گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ خواجہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جس قسم کی جتنی ہمدردیاں نیکیاں 'نصرت' حمایت اور خدمتیں تھیں۔ وہ سب احسان میں شامل ہیں تو اسی حوالے سے زیر نظر کتاب میں متعدد آیات کو شامل کرتے ہوئے احسان اور کردار ابوطالبؑ پر قرآنی شواہد ہدیۂ قارئین کئے گئے ہیں۔

سب سے پہلے سورۃ رحمٰن کی آیت نمبر ۶۰ ملاحظہ فرمائیں۔ فرمانِ الٰہی ہے

marfat.com

نیکی کا بدلہ نیکی ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔(۶۰ رحمن)

ترجمہ: کیا احسان کا بدلہ بجز احسان کے کچھ اور بھی ہوتا ہے۔(ضیاء القرآن)

بھلا انتہائی اطاعت کا بدلہ سوائے عنایت کے اور کچھ بھی ہو سکتا ہے سو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے یعنی دنیا میں نیک کام کا آخرت میں بدلہ اچھا ہی ہوگا۔

بغوی نے حضرت انسؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے آیت هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ تلاوت فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا' صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اللہ کے رسولؐ ہی بخوبی واقف ہیں فرمایا اللہ ارشاد فرماتا ہے۔ جس کو میں نے توحید کی نعمت عطا کی اس کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا جس نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اقرار کیا اور جو شریعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم لائے ہیں اس پر عمل کیا اس کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں ہے۔(تفسیر مظہری ۲۳۹۔۱۱)

اگر چہ ہر نیکی احسان ہے اور ہر احسان نیکی مگر مندرجہ تفسیر کی روشنی میں اصل احسان اقرار توحید ہے۔ تو اسی تفسیر کے اصول سے دیکھا جائے تو حضرت ابو طالبؑ نے قریش کے کئی وفود سے مخاطب ہو کر اور کئی دوسرے طریقوں سے توحیدِ خداوندی اور رسالت کا کھلے بندوں اقرار کیا ان کے کلام میں جا بجا روشن دلائل اس امر کا ثبوت موجود ہیں۔ لیجئے پڑھئے اور لطف اٹھائیے۔ فرماتے ہیں

فَقُلۡتُ لَهُمۡ: اَللّٰهُ رَبِّیۡ وَنَاصِرِیۡ عَلٰی کُلِّ بَاغٍ مِّنۡ لُؤَیِّ بۡنِ غَالِبِ

میں نے ان لوگوں کو صاف صاف بتادیا ہے کہ اللہ ہی میرا رب ہے۔ وہی میرا مددگار ہے۔ اور قریش (میں سے) لوئی بن غالب کی اولاد میں سے جو شخص بھی (رسولؐ خدا کے خلاف) علم بغاوت بلند کرے گا ہم اس کا مقابلہ کریں گے اور خداوند کریم ہماری مدد فرمائے گا۔

حضرت ابو طالبؑ کی نسبت توحید و رسالت کے اقرار میں تو اسی آدمی کو شک ہوگا جو خاندانِ نبوت کا ازلی دشمن ہوگا۔ رہی وہ روایتیں جو ایمان ابو طالبؑ کے بارے میں پیش کی جاتی ہیں۔ تو ان پر الگ بحث کی جائے گی انشاء اللہ۔

جو لوگ حضرت ابو طالبؑ کو مسلمان نہیں سمجھتے وہ فی الحقیقت دین کے مفہوم سے نا آشنا ہیں

marfat.com

ہیں اور کینہ پرور بھی۔ اللہ ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

مندرجہ بالا کا مفہوم بھی وہی ہے جو کلمہ طیبہ کا ہے اللہ تعالیٰ ہی کی ذات وصفات کو اپنا معبود اور مددگار یقین کرنا تو عین سورہ فاتحہ کا خلاصہ اور مفہوم ہے۔

مذکورہ شعر میں خواجہ ابو طالبؓ کی شجاعت' غیرت' جذبۂ جہاد اور نصرت وحمایت رسول کا پہلو نمایاں ہے۔

سورہ انعام کی آیت نمبر ۱۲۰ ملاحظہ ہو۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَه' عَشْرُ اَمْثَالِهَا۔(انعام۔ ۱۲۰)

جو ایک نیکی لے کر آئے گا اس کو اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب دیا جائے گا۔ نیکی کا یہ وعدہ تو کسی بھی نیکی کرنے والے کے لئے ہے نیکی ہے کیا؟ کوئی ایسا کام جس سے مخلوقِ خدا کو نفع و آرام ملے نیکی ہے۔ فرائض و واجبات کی بجا آوری نیکی ہے۔ کسی حاجت مند کی حاجت برآری نیکی ہے۔ راستہ دکھانا' کھانا کھلانا' قرض دینا' بیمار پرسی کرنا' تعلیم دینا' راستے کی رکاوٹ دور کرنا وغیرہ وغیرہ سب نیکیاں ہیں۔

حضرت ابو طالبؓ نے بیالیس سال حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت' حفاظت' نصرت اور خیر خواہی میں گزارے اور اسی خدمت میں زندگی تمام کر دی۔

کیا یہ تمام نیکیاں اور احسانات ہیں؟ اگر جواب مثبت ہے اور یقیناً مثبت ہے تو پھر کون سی بات وجہ رکاوٹ بنے گی جو حضرت ابو طالبؓ کو ان تمام نیکیوں سے محروم کرے۔ جبکہ ان تمام نیکیوں سے بڑھ کر بیالیس سال کی قربت' صحبت اور چہرۂ انور کا ہمہ وقتی دیدار ہے جو کسی خوش نصیب ہی کو نصیب ہوا کرتا ہے۔ مگر اتنی مدت کسی کو نصیب ہوا یا ہوگا جتنی مدت خواجہ بطحا کو نصیب ہوا؟

واہ بابا ابو طالبؓ کی قسمت' آپؓ کی قسمت تھی' ایسی قسمت کسی قسمت ہی والے کی ہوتی ہے۔ جزاک اللہ یا سید البطحاء خیر الجزاء۔

اس ضمن میں سورۃ نحل کی آیت نمبر ۱۲۸ کے مفہوم کو بھی پڑھ کر دیکھیں نیکوں کے لئے کتنے ستھرے نصیب ہوتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔(۱۲۸ نحل)

یقیناً اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔ جو (اس سے) ڈرتے ہیں اور جو نیک کاموں میں سرگرم

marfat.com

رہتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر پوری کائنات میں کوئی متقی نہیں۔ آیت کا مفہوم ہے اللہ تعالیٰ متقیوں اور احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے فرمان رسالت ہے "فَانَا اَتقٰهُمْ" میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں۔

ظاہر ہے نیکوں کا ساتھ نیک ہی دیا کرتے ہیں۔ نیکوں کی امداد کرنا ثواب ہے اور بروں کی مدد گناہ۔ نیکوں کا ساتھ وہی دیتے ہیں جو خود نیک ہوتے ہیں اگر حضرت ابو طالبؓ مومن اور نیک نہ ہوتے تو جناب رسولؐ خدا کی ہرگز مدد نہ کرتے اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم مدد قبول فرماتے۔ اب سمجھ میں آ گیا ہوگا مقام ابو طالبؓ۔

نیکوئی بابداں کردن چنان است　　که بد کردن بجاے نیک مرداں

اب ہدیہ قارئین ہے سورۃ اعراف کی آیت نمبر ۵۶ پڑھیے اور دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نیکو کاروں کے کتنی قریب ہے۔

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (۵۶ اعراف)

بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت قریب ہے۔ نیکوکاروں سے۔

اس آیت کریمہ میں بندگانِ خدا کی شان وعظمت اور تقرب الٰہی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں اور رحمتوں میں سے بڑی نعمت اور سب سے بڑی رحمت حضور صاحبِ قابَ قوسین، رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہیں۔ اس حقیقت کا منکر وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کا منکر ہے۔ اور جو شخص قرآنِ حکیم کے جزو کا منکر ہے وہ کل کا منکر ہے۔ ہمارا ایمان یقین اور اعتقاد ہے کہ آپ تمام مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں۔

مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں یہ وضاحت اور صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان لوگوں کے قریب ہوئی ہے جو احسان کرنے والے ہوتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ نیکی احسان ہے اور یہ احسان نیکی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت بھی رحمت برائے عالمیان تھے۔ جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی بصورتِ خمیر گارے میں تھے۔ قانونِ خداوندی کے مطابق جب اس عظیم رحمت کا ظہور اور نزول ہوا سردارِ مکہ ونقیب بنی ہاشم حضرت عبدالمطلبؓ کے مشرف گھر میں ہوا تو کعبۃ اللہ شرفہا میں رکھے ہوئے بت اوندھے گر پڑے۔ رحمۃ للعٰلمین کے جدِ امجد کے وصال مبارک کے بعد خداوند کریم کی یہ

marfat.com

عظیم رحمت، رئیس مکہ سیدنا ابو طالبؑ کے حصہ میں آئی۔ آٹھ سال کی ظاہری حیاتِ طیبہ سے لے کر باون سال فدا کار جان نثار اور محافظ رہے۔

اگر رحمتِ الٰہی احسان کرنے والوں کے لئے ہے اور یقیناً ہے تو پوری انسانی دنیا میں کسی نبیؑ اور رسولؐ کے ساتھ احسانات کرنے والی پہلی اور آخری شخصیت حضرت ابو طالبؑ کی ہے ایسی سعادت پہلوں کو نصیب ہوئی نہ پچھلوں کو۔

بیالیس چوالیس سال کا عرصہ ایک ایک منٹ کے حساب سے رفاقت رسولؐ میں گزارنے والے حضرت ابو طالبؑ کے مقام و منزلت کو کون پہنچ سکتا ہے۔ وہ کون سا احسان ہے جو حضرت ابو طالبؑ نے اسلام پر نہیں کیا۔ دنیا جہان کے مشاغل اور معاشی تفکرات سے بیگانہ ہو کر اللہ کے محبوبؐ کی حمایت و نصرت میں زندگی کا طویل حصہ قربان فرمایا۔ سب سے بڑھ کر بے در و بام قید خانہ شعبِ ابی طالب میں مصائب و آلام کے عالم میں تین سال خاندانِ بنی ہاشم اور سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاسبانی کا ایسا حق ادا کیا جس کی کوئی مثال نہیں۔ ذرا سا غور کرنے سے آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ کوئی مکان، درخت وغیرہ نہ ہو کھلے آسمان تلے عرب کی چلچلاتی دھوپ، آندھیاں، جھکڑ، موسم سرما میں سردی اور بے سرو سامانی کے عالم میں بچوں اور عورتوں کی بے بسی، پورے شہر مکہ کا بائیکاٹ، بازار سے خرید و فروخت مسدود، ان تمام مشکلات میں خاندانِ نبوت کا سہارا اور پناہ صرف حضرت ابو طالبؑ تھے۔ عمِ رسولؐ نے اپنے عزم و استقلال میں ذرہ بھر فرق نہ آنے دیا۔ فرق آتا بھی کیسے؟ کہ ان کے والد محترم رئیس مکہ حضرت عبد المطلبؑ نے خداوند عالم کی رحمت عظیمہ کو انہی کے سپرد کیا تھا اور وصیت بھی فرمائی تھی افسوس کہ خاندانی رقابت اور عصبیت نے عاشق صادق، جانباز اسلام اور ناصر رسولؐ کو اٹھا کر جہنم میں پھینک دیا۔ (نعوذ باللہ تعالیٰ) تمام کتب تواریخ میں سیدنا ابو طالبؑ کا شہرہ آفاق کلام موجود ہے۔ ابنِ ہشام جلد دوم میں ایک سو چونسٹھ اشعار منقول ہیں۔ اسی طرح دوسری کتب تفسیر میں بھی کلام موجود ہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

آیئے گزارش کرتے ہیں حضور بابا ابو طالبؑ سے کہ پیغمبر اسلامؐ اور اسلام کے بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے؟ فرماتے ہیں

مُحَمَّدٌ تُفْدِ نَفْسَكَ كُلُّ نَفْس   اِذَا مَا خِفْتَ مِنْ شَیْءٍ تَبَالًا

''اے پیارے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم: اے میرے نورِ نظر آپ کی جان اتنی قیمتی ہے

marfat.com

کہ اگر کسی قسم کے خطرے یا مصیبت پریشانی کا اندیشہ ہو تو ہر شخص کو چاہیئے کہ اپنی جان آپؐ کے قدموں پر قربان کردے۔ سب انسان قربان ہو جائیں۔"

حضرت ابو طالبؓ نے اس شعر میں سادہ سے انداز میں بڑی بات فرمائی ہے۔ یعنی اے پیارے! میری اور میرے خاندان کی زندگیاں آپؐ ہی کے لئے وقف ہیں۔ وقت آنے پر تمام انسانوں کو آپؐ کی عصمت کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنا چاہئیں۔

یہ خیالات و جذبات ہیں سردارِ قریش اور نقیبِ بنو ہاشم کے اور یہی خلاصہ ہے کلمۂ توحید اور اقرارِ رسالت کا مگر برا ہو تعصب اور عصبیت کا کہ عاشقانِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو مومن کہنا جرم سمجھا ہے۔

گلہ جفا وفا نما کہ حرم کو اہل حرم سے ہے
کسی بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

جزائے صالحین:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُو الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِىْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۷ عنکبوت)

اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے تو ہم دور کر دیں گے ان سے ان کی برائیوں (کی نحوست) کو اور ہم انہیں بہت عمدہ بدلہ دیں گے ان (اعمال حسنہ) کا جو وہ کیا کرتے تھے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِى الصّٰلِحِيْنَ۔ (۹ عنکبوت)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال بھی کئے تو ہم ضرور شامل کرلیں گے انہیں نیکوں (کے زمرہ) میں۔

پہلی آیت کریمہ میں ارشاد ربانی ہے۔ نیک اعمال کرنے والوں کو ہم برائیوں کے بدلے نیکیاں دیتے ہیں اور بہت اچھا بدلہ دیتے ہیں۔

دوسری آیت کریمہ میں بھی قدرے مشترک مضمون ہے اور نیک اعمال کے عوض نعمت عطا فرمانے کا وعدہ ہے۔

مجموعی حیثیت سے دونوں آیتوں کا ملا جلا مفہوم ایک ہی ہے۔ خلاصہ مطلب یہ کہ نیکی کا نیک پھل ملے گا۔

marfat.com

حضرت ابو طالبؑ کی ساری زندگی پر نظر ڈالی جائے تو اس نظر کو ان کی حیاتِ طیبہ میں برائی نام کو نہیں۔ نیکی وہ کہ کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ کون سی سعادت ہے؟ جس کے حصول کے لئے بندگانِ خدا نے عمریں گزار دیں۔ مگر گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا:

ع جو نصیب ہو کبھی دیکھنا' تو یہ بڑے نصیب کی بات ہے

کون برابری کر سکتا ہے سیدؐ البطحٰی کی جنہوں نے بتیس سال کفالت کی اور دس سال اطاعت فرمانبرداری اور نصرت وحمایت کا فریضہ بطریقِ احسن انجام دیا۔

ے ایں سعادت بزور باز و نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

صحابہ کرام میں سے جو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اعلانیہ حمایت کرتا تھا کفار طرح طرح کی اذیتیں دیتے مال چھین لیتے اور عرصۂ حیات تنگ کر دیتے تھے۔ کسی کافر و مشرک کو جرأت نہیں ہوئی کہ حضرت ابو طالبؑ کا سامنا کرے حالانکہ حضرت ممدوح نے ہر موقع پر مشرکین کے وفود کو بے نیل و مرام لوٹا دیا۔

قانونِ خداوندی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی نصرت وحمایت کے لئے مومن ہونا اولین شرط ہے ناصر اول وہی ہوگا۔ جو سابق الایمان ہوگا۔ عقل تسلیم نہیں کرتی' تاریخ گواہی نہیں دیتی کہ حضرت ابو طالبؑ مومن نہ تھے۔ تمدنی و معاشرتی حالات کا تقاضا ہے کہ نبیؐ اکرم کا رفیق جان نثار اور جانباز صرف مومن مواحد ہی ہوسکتا ہے۔

اب سورۂ نحل کی آیت نمبر ۹۰ کو بھی بغور پڑھیے اور لطف اٹھایئے۔

اللہ تعالیٰ عدل واحسان کا حکم فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۔يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ (۹۰ نحل)

بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہر معاملہ مین انصاف کرو اور (ہر ایک کے ساتھ) بھلائی اور اچھا سلوک کرو۔ رشتہ داروں کے ساتھ اور منع فرماتا ہے۔ بے حیائی سے اور برے کاموں سے اور سرکشی سے اللہ تعالیٰ نصیحت کرتا ہے تمہیں تاکہ نصیحت قبول کرو۔

اس آیت میں مذکورہ احکام درج ذیل ہیں۔

ا۔ ہر ایک کے ساتھ بھلائی وانصاف کرنا۔

marfat.com

۲۔ رشتہ داروں اور دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔

۳۔ برائی سے اور بغاوت سے منع کرنا۔

نتیجۂ شاید نصیحت کام کر جائے۔

قارئینِ کرام! گذارش ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے پہلے اور ان کے بعد تمام اموی حکمران نماز جمعہ سے قبل خاندانِ نبوت پر حکما سب وشتم کیا کرتے تھے۔ موصوف نے اس قبیح رسم کو ختم کرنے کی غرض سے حکم جاری کیا کہ خاندان نبوت پر گالی گلوچ کی بجائے خطبۂ جمعہ میں یہ آیت پڑھی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ تاہنوز خطبہ میں یہ آیت پڑھی جارہی ہے جو یادگار ہے اس امر کی کہ اہل بیت کا کیا احترام کیا جاتا رہا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد اموی شاہزادوں نے پھر سے اسی طرح سب وشتم کی رسم بد جاری کر دی۔ بنی امیہ کی حکومت بانوے سال رہی جس میں نوے سال خاندانِ نبوت پر سب وشتم جاری رہی۔

فرمانِ رسالت ہے۔ مَنْ سَبَّ عَلِیاً فَسَبَّنِیْ جس نے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی۔

یاد رہے اس رسم کے جاری کرنے والے تھے۔ معاویہ بن ابوسفیان جب یہ سب کچھ ہوتا رہا تو اگر حضرت ابوطالبؑ کو انہوں نے کافر کہہ دیا تو کون سی بڑی بات تھی وہ حضرت علیؑ کے والد محترم اور حضورؐ کے شفیق چچا تھے۔ چلو زبانی اذیّت دینا بھی تو انتقام ہی ہے نا۔

حضرت ابوطالبؑ نے کوئی بے انصافی نہیں کی۔ برادری سے بہترین سلوک تھا۔ مشرکین کو دعوتِ اسلام دیتے رہے۔ بری باتوں سے روکتے رہے۔ ناصرِ دین رہے' محافظِ رسولؐ رہے۔ ان کو (معاذ اللہ) کافر کہنا گناہ کبیرہ اور باعث ایذائے رسولؐ ہے۔

جو لوگ سب وشتم کو فرضی روایت کی رو سے منسوب کرتے ہیں وہ اسی کتاب میں مہیا ثبوت کا مطالعہ کر کے تسلی کر سکتے ہیں۔

اب غور کرنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۱۲۰ اور سورہ ہود کی آیت نمبر ۱۱۵ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

نیکوں کا اجر محفوظ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ (۱۲۰ توبہ)

marfat.com

بے شک اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا نیکوں کا اجر۔ بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا۔

وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ (۱۱۵ھود)

اور آپ صبر کیجئے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتا نیکوں کے اجر کو۔

دونوں آیات کا مفہوم مشترک اور مقصد ایک ہی ہے۔ ہر نیکی احسان ہے اور ہر احسان نیکی ہے۔ نیکی کرنے والے ایماندار اور برائی کرنے والے ایمان سے محروم ہوتے ہیں۔

حضرت ابوطالبؑ نے ساری زندگی دین کی حمایت و خیر خواہی میں قربان کی۔ اسلام کے ابتدائی دور میں کسی ایک نے بھی اشاعت دین کے سلسلے میں اتنا کام نہیں کیا جتنا حضرت ابوطالبؑ نے کیا۔

ایک طرف تو آپؑ جنابِ رسولِؐ خدا کی حفاظت کرتے تھے تو دوسری جانب اپنے نثر و نظم کلام کے ذریعے مشرکین مکہ کو کھلی دعوت دیتے تھے۔ حضرت ابوطالبؑ اسلام کے لئے مجسمہ احسان ہیں۔ ہاں ان کا کردار اپنے زمانے میں کسی دوسرے نے ادا کیا ہو تو نام بتایئے۔

قریشِ مکہ نے کسی صحابی سے حضورؐ کی شکایت کی؟ جب بھی ان کا کوئی وفد گیا تو حضرت ابو طالبؑ کی خدمت میں حاضری دی۔ ہے کوئی ایسا خیر خواہ مجاہد جس نے تنِ تنہا مشرکین کے سیلاب کو روکے رکھا۔ آپؑ کے وصال پر دشمنوں نے خوشیاں منائیں اور اس کے بعد قریش مکہ کے سامنے کوئی دیوار حائل نہ تھی مخالفت اور ایذا رسانی کے طوفان اٹھ کھڑے ہوئے۔ دو محسنوں کی جدائی ایک طرف اور کفار کے مظالم دوسری طرف۔ محبوبؐ خدا نے اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) نام دیا۔

گستاخ رسول کی سزا

قارئین کرام:۔ اس فصل میں ایذا رسانی سے متعلق ارشادات ربانی سے یہ امر واضح کیا جائے گا کہ کسی بھی انسان کو ایذا دینا بدترین گناہ ہے بلکہ حیوانات کی ایذا رسانی سے بھی اسلام نے سختی سے منع فرمایا ہے مگر سرور کشور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور مومنوں کی ایذا رسانی پر تو سزائیں مقرر ہو چکی ہیں۔

یہ امر تعلیمات اسلامی میں روز روشن کی طرح واضح ہے۔ کہ حضور اکرمؐ کے اہل بیت اور رشتہ داروں کو ستانے سے بھی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دل آزاری ہوتی ہے۔ اس امر کے ثبوت میں قرآنی آیات تو مخصوص نص قطعی ہیں جنکا رد کرنا اور انکار کرنا کفر ہے۔ کتب احادیث و تواریخ

marfat.com

میں بھی بے شمار ثبوت موجود ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ قرون اولیٰ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کس نے ستایا اور کس نے ہمدردیاں کیں۔ سب سے بڑھ کر ابوجہل' ابوسفیان اوران کے ساتھیوں نے ایذائیں پہنچائیں صحابہ کرام نے حتی المقدور دفاع تو کیا مگر کفار کا غلبہ پیش نہ چلنے دیتا تھا یہی وجہ تھی کہ اکثر سابق الایمان صحابہ تختہ مشق بنے رہے شہید ہوئے ہجرتیں کیں مگر ایک جان نثار فدا کار جانباز جانفروش ایسا تھا جس پر کفار ومشرکین کے کسی بھی منصوبے کا کوئی دباؤ نہ تھا اسکی دو وجوہ تھیں ایک تو یہ کہ رئیس مکہ حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت ابوطالب علیہ السلام کی سیادت وسرداری تمام قبائل قریش کے لیے تسلیم شدہ تھی۔ تو اس اعتبار سے قریش مکہ اقتدار اعلیٰ کی مخالفت کھل کر نہ کر سکتے تھے۔

دوسرے یہ کہ بنو ہاشم و بنو مطلب خواجہ ابوطالب علیہ السلام کا ہر حکم جان ودل سے قبول کرنے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت وحفاظت کے لیے کسی بھی قربانی کے لیئے ہروقت تیار کھڑے تھے تو ایسے حالات میں کفار کے وفود آتے رہے۔ خواجہ ابوطالب علیہ السلام کبھی نرمی اور کبھی دھمکیوں کے جواب میں اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے رہے باایں ہمہ کفار کا جہاں داؤ لگتا تھا ایذارسانی کے لیے ممکن حربے استعمال کرتے رہتے مگر کوئی ٹھوس قدم نہ اٹھانے پائے۔ جب حضرت ابوطالب علیہ السلام واصل بحق ہوگئے تو کفار کے سامنے سے ساری رکاوٹیں ہٹ گئیں شہید کرنے کا منصوبہ تیار ہوا اگر قدرت خداوندی کچھ اور ہی منظور تھا اس فصل میں سب سے پہلے سورۃ توبہ کی آیت ۶۱ کا ترجمہ وتشریح ہدیہ قارئین ہے۔ لیجئے پڑھئے اور دیکھئے کہ کون ایذائیں دیتا تھا اور کون جان کی بازی لگا کر ہر مخالفت کا مقابلہ کرتا تھا۔ اور قرآن حکیم نے گستاخ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کیا سزائیں مقرر کر رکھی ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۶۱ توبہ)

اور جو لوگ اللہ کے رسول کو دکھ دیتے ہیں انہی کے لئے دردناک عذاب ہے

اس بات سے ان کو کوئی فائدہ نہ ہوگا کہ اللہ کے رسولؐ نے ان کی بات مان لی اور عذر قبول کر لیا اذیت سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جیسی بھی اذیت پہنچتی ہو۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اعزہ واہل بیت کو ستانے سے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صدمہ ہوتا ہے۔ چونکہ ارشاد ہے جس نے فاطمہؑ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ ساری زندگی نصرت و حمایت اور خدمت کرنے والے مومن حضرت ابوطالبؑ کو (خدا کی پناہ) کافر کہا جاتا رہا کیا حضورؐ اس

marfat.com

شخص سے راضی ہوں گے یا اذیت پہنچے گی۔ فیصلہ قرآن حکیم سے پوچھئے۔ ابولہب کی بیٹی حضرت صبیحہ کو کسی عورت نے طعنہ دیتے ہوئے کہا۔

''جہنمی کی بیٹی''

آپ روتی ہوئی دربارِ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ آپؐ نے بات سنی کھڑے ہو کر ناراضگی کے عالم میں فرمایا۔ لوگ میرے نسب پر بھی حملے کرتے ہیں۔ دل آزاری کی کیسی مثال ہے۔

قرآن حکیم کا فیصلہ ہے ابولہب دشمن رسولؐ اور دوزخی ہے۔ مگر اس کو دوزخی کہنے پر بھی آپؐ کی دل آزاری ہوتی ہے جو حرام ہے۔ وہ کون سا احسان ہے۔ جو حضرت ابو طالبؓ نے اسلام پر نہ کیا ہو مسلمان بھی عجیب قوم ہے۔ جس شخص نے دنیا جہان سے بڑھ کر اسلام کی خیر خواہی کی اس کو مسلمان ہی نہیں جانتے۔

جس کو ایسا کہنا حضورؐ کی ایذا رسانی کا باعث ہے جو جرم عظیم ہے۔

قارئینِ کرام اگلی آیت کریمہ بھی مفہوم و مطالب کے اعتبار سے مشترک ہے۔ مگر دو سزاؤں کی خاص تاکید ہے۔ ایک لعنت دوسرے ذلت آمیز عذاب۔

پڑھیے اور سوچئے اپنے ایمان کو غرق ہونے سے بچایئے۔

۲۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا۔ (۵۶ احزاب)

''بے شک جو لوگ ایذا پہنچاتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیتا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اس نے تیار کر رکھا ہے ان کے لئے رسوا کن عذاب''

تفسیر حسینی نے آیت کریمہ کی تفسیر اس طرح کی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک جو لوگ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ رنج دیتے ہیں اللہ کو یعنی اس کام کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جو خدا کے نزدیک مکروہ ہے اس کے ساتھ شریک اور جورو لڑکے کی نسبت کرنا اور کفر کے کلمے کہنا وَرَسُوْلَهٗ اور رنج دیتے ہیں اس کے رسول کو زبان سے کہ شاعر اور ساحر کہتے ہیں اور ہاتھ سے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس اور دُرِّ دندان مبارک کو صدمہ پہنچاتے ہیں لَعَنَهُمُ اللّٰهُ دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان موذیوں کو اپنی رحمت سے فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ دنیا اور آخرت میں

marfat.com

وَاَعَدَّ اور تیار کیا ہے۔ لَھُم ان کے لئے آخرت میں عَذَابًا مُّہِیْنًا ذلیل کرنے والا عذاب (حسینی ص ۲۰۹ ۔ ۲ جلد دوم)

قارئین کرام! یاد رکھنا چاہئے کہ جس بھی کام، حرکت اور کلام سے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ذرہ بھر دل آزاری ناراضگی اور (معاذ اللہ) توہین ہوتی ہو فعل حرام اور لعنت کا باعث ہے۔ اپنے اہلِ بیت کے بارے میں تو آپؐ کے ارشادات کتب اسلامیہ میں شواہد موجود ہیں۔

حضرت ابو طالبؑ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سگے نسبی اور نسبتی اہلبیت میں شامل ہیں۔ آپ کی عترت (رشتہ دار) کی دل آزاری آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی کا باعث بنتا ہے۔

یقیناً وہ لوگ آپؐ کی ایذا رسانی کا باعث بنتے ہیں جو خواجہ ابو طالبؑ کے اسلام اور ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ ادھر تو بنو ہاشم کے غلاموں کو صدقہ دینے سے آقا کی توہین ہے۔ ستم بالائے ستم مشرک اور جہنمی کہا جاتا ہے۔ جس کی نصرت وحمایت کے طفیل اشاعت اسلام کا سلسلہ جاری رہا اور کفار کے تمام منصوبے خاک میں ملتے رہے۔ جب بھی مشرکین کا کوئی وفد حضرت ابو طالبؑ کے پاس آیا' ناکام لوٹا۔ کبھی نرم گفتاری اور کبھی تہور وتحکم کے لہجے میں مرعوب کرتے ہوئے کفار ومشرکین کے دانت کھٹے کئے۔ ماننا پڑے گا۔ کہ خواجہ ابو طالبؑ نے تن تنہا وہ کامیابی حاصل کی جو ایک قاہر فوج کے ذریعہ بھی نہ ہو سکتی تھی۔ اب سورۃ نسأ کی آیت نمبر ۱۱۵ پیش ہے۔ جس میں مومنوں کی ایذا رسانی کا ذکر ہے۔

نبی کا مخالف جہنمی ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۔ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۔ (نسآء)

ترجمہ: اور جو شخص مخالفت کرے (اللہ کے) رسول کی اس کے بعد کہ روشن ہوگئی اس کے لئے ہدایت کی راہ اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھرنے دیں گے اس کو جدھر وہ خود پھرا ہے اور ڈال دینگے اسے جہنم میں اور یہ سب سے بری پلٹنے کی جگہ ہے۔

۲۔ اور جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا۔ بعد اس کے کہ اس کو امر حق ظاہر ہو چکا تھا۔ یعنی دلیل یقینی سے ثابت ہونے اور قطعی طور معلوم ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے فرمان کے خلاف کرنے یا انتہائی ذہنی کوشش کے بعد بھی مرادِ حدیث سمجھنے میں مجتہد سے غلطی ہو جائے تو ایسا شخص آیت کے حکم میں داخل نہیں ہے۔ بعض علماء نے مخالفت رسولؐ سے مراد لیا ہے مرتد ہو جانا یعنی جو شخص

marfat.com

ظہورِ توحید و رسالت کے بعد دین سے لوٹ جائے گا۔جیسا طعمہ کے متعلق روایت میں آیا ہے۔(مظہری)

وَيَتَّبِعُ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنوں کے راستہ کے علاوہ دوسرے راستہ پر چلے گا۔یعنی اس اعتقاد اور عمل کے خلاف چلے گا جس پر تمام اہلِ ایمان کا اجماع ہے۔اگر بعض مسلمانوں کے عقیدہ اور عمل کے خلاف ہو جائے۔تو کوئی حرج نہیں۔بشرطیکہ کسی دوسرے مومن کے طریقہ کی موافقت ہو۔(مظہری ۳ـ۲۷۳)

آیت کا خلاصہ یہ ہے۔کہ نجات یافتہ وہی ہے۔جس نے رسولؐ اسلام کا راستہ اختیار کیا۔مخالفت کی صورت جہنم جانے کا سبب بنے گا۔

حضرت ابو طالبؑ نے ساری عمر رفاقت رسولؐ میں گزاری۔ان پر فتویٰ لگانے اور طرح طرح کے الزام لگا کر نبی الرحمۃ کی دِل آزاری کی جارہی ہے۔آئندہ آیت بھی اسی مضمون کی ہے۔

۵۔ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاقِ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔(۴ حشر)

یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے۔اللہ اس کو سخت سزا دینے والا ہے۔(مظہری)

قارئین کرام! اس آیت کریمہ میں دو چیزوں کا ذکر ہوا۔ایک یہ کہ جو آدمی بھی دین حق کی مخالفت کرتا ہے۔گویا وہ براہ راست اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مخالفت و نافرمانی کرتا ہے۔

دوسری یہ بات واضح ہے کہ اللہ اور رسولؐ کی مخالفت و نافرمانی کرنے والے سزا سے بچ نہیں سکتے۔

اب دیکھتے ہیں کہ اشاعت دین اور نصرت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے متعلق سید البطحا حضرت ابو طالبؑ کا کردار کیا تھا۔زمانہ جانتا ہے۔تاریخ شاہد ہے۔مخالف اور معاون گواہ ہیں کہ حضرت ابو طالبؑ کی حضورؐ سے محبت' نصرت' فداکاری' جان نثاری اور وفاداری عدیم المثال تھی۔حضرت ابو طالبؑ صحابیِ رسول' محبّ رسول اور عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تھے۔محبِ رسول وہی ہوتا ہے۔جس کے دل و دماغ اور جسم و روح میں نور ایمان کی شمع روشن ہوتی ہے۔

آنے والی آیت کریمہ بھی اسی مضمون کی ہے مسلسل ارشاداتِ ربانی مزید تاکید کا باعث ہیں۔ملاحظہ ہو۔

۶۔ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔(۱۳

marfat.com

انفال)

یہ حکم اس لئے ہے۔ کہ انہوں نے مخالفت کی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولؐ کی اور جو مخالفت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولؐ کی تو بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ (جمال القرآن)

علامہ مظہری نے اس آیت کی کافی تشریح کی ہے جس کا خلاصہ وہی ہے جو ترجمہ کے مفہوم سے حاصل ہوتا ہے۔ مرکزی خیال یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو تکلیف دینے والا عذاب سے نہیں بچ سکتا۔ قرآن حکیم میں پہلے شَاقُّوا اللّٰهَ آیا ہے ظاہر ہے کہ اللہ رب العزت تو قادرِ مطلق ہے اسے کوئی ایذا پہنچنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اذیت دی جاتی تھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو حرام ہے۔ اس پر آیات واحادیث بحکم دلائل ہیں۔ آمدم برسر مطلب۔

فیصلہ ہو گیا کہ جو رسولؐ خدا کو اذیت دیتا ہے۔ وہ شدید عذاب کا مستحق ہے۔ اور جو شخص خواجہ کونین کی نصرت وحمایت میں ساری زندگی قربان کر کے بھی یہ سمجھے کہ ابھی مقصدِ حیات باقی ہے کاش کہ زندگی لمبی ہوتی تو انجام کار تک حمایت جاری رہتی۔

کیا اس شخص کی قربانیوں اور فداکاریوں کا صلہ ضحضاح ہے؟ (نعوذ باللہ) ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں۔ ساری ذمہ داری تو امام بخاری کی ہے مگر انہی کی شرط پر یہ حدیث کی عبارت قابلِ اعتبار نہیں۔ ترمذی نے صاف لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی روایت کے مطابق وہ آیات عام مشرکین کے حق میں نازل ہوئیں عجیب منطق ہے بعض روایات کے حوالے سے انہی آیات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین علیہما السلام کے سر تھوپ دیا جاتا ہے اور کبھی حضرت ابوطالبؑ قابو آ جاتے ہیں۔ ان آیات پر بحث اپنے مقام پر ہو چکی ہے۔

حضرت ابوطالبؑ کے اپنے اشعار واقوال کے مطابق آپؑ بلند مرتبہ مومن، مجاہد خطیب اور عاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ہیں۔

اب سورۃ جن کی آیت نمبر ۲۳ پیش ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے گستاخوں اور نافرمانوں کی سزا کا ذکر ہے۔ ملاحظہ ہو۔

گستاخِ رسول جہنمی ہے:

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۔ (سورۂ جن ۲۳)

ترجمہ: پس (اب) جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی تو اس کے لئے جہنم کی

marfat.com

آگ ہے جس میں (یہ نافرمان) ہمیشہ رہیں گے تا ابد۔

اس آیت کریمہ میں دو چیزوں کا ذکر ہے ایک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولﷺ کی نافرنی کا ذکر ہے دوسرے نافرمانوں کا انجام نافرمانی کیا چیز ہے؟ اپنے والدین' اساتذہ' پیر و مرشد' رہنما' اور پیغمبر کے حکم پر نہ چلنا۔ نبی کی نافرمانی سے مراد اس کے لائے ہوئے دین کی مخالفت کرنا۔ نصرت و حمایت سے پیٹھ پھیرنا' دشمنوں سے ساز باز کرنا نافرمانی ہے۔ نافرمانی ہی بے دینی اور جہالت ہے۔

حضرت ابو طالبؑ نے اعلانِ نبوت سے پہلے حضرت عبدالمطلبؑ کے وصال سے لے کر اعلان نبوت تک پورے بتیس سال کفالت و حفاظت کے سلسلے میں جو خدمات انجام دیں ان کی نہ کوئی مثل ہے نہ مثال۔ اعلانِ نبوّت کے بعد آپ کی ذمہ داریوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔

پہلے تو حفظِ ماتقدم کے طور پر یہود و نصاریٰ کی جانب سے پیش آنے والے متوقع خطرات کا دفاع کرنا تھا لیکن نزول وحی کے بعد یہود و نصاریٰ تو ایک طرف' مشرکین مکہ کی مخالفت کے طوفان کا مقابلہ تھا۔

آفرین ہے اس پیکر شجاعت کو کہ ہزاروں مشکلات میں گھر کر بھی آپ کے عزم و ہمت اور پاکیزگی کردار میں سرِمو فرق نہ آیا۔ ہے کوئی کاروان حجاز میں ایسا فدا کار' جان نثار' جانباز' جانفروش اور باوفا جس نے انتہائی نامساعد حالات میں گلستانِ اسلام کی پاسبانی و آبیاری کی ہو؟

اگر کوئی ہے بھی تو اس خانوادہ کے چشم و چراغ حضرت علیؑ اور آپ کے لختِ جگر حضرات حسنین کریمین اور سردار مکہ کے نور نظر حضرت جعفر طیار اور اسد اللہ و اسد الرسول سید الشہدا حضرت امیر حمزہ سلام اللہ علیہم ہیں۔ ثابت ہوا کہ خاندان ابو طالبؑ کے چند جانفروش ایک فوج قاہر کی حیثیت و طاقت و ہمت کے مالک تھے جب اسلام پر کڑا وقت آیا تو ابو طالبؑ اچھے تھے۔ جب حضور سرورِ کشورِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے پردہ فرمالیا تو وہی ابو طالبؑ تھے جن پر فتوؤں پہ فتوے مسلط ہونے لگے۔ یہ امر اسلام سے بغاوت نہیں تو اور کیا ہے؟ سب مفتی اہلِ قبلہ اور کلمہ گو ہیں۔ یاد رہے اسلام کو سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں ہی نے پہنچایا ہے۔

دیکھا جو تیر کھا کے کمیں گاہ کی طرف | اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

اس کے بعد کی آیت کریمہ سورۃ مجادلہ کی جس میں گستاخان رسولﷺ اور بے ادب ایذا رسانوں کی سزا اور انجام کا فیصلہ ہے۔ لیجئے پڑھئے اور اعلان کیجئے۔

marfat.com

وامتازُ الیوم ایُّها المُجرمُون۔ خدا رسولؐ کے نافرمانو آج الگ ہوجاؤ۔

۹۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗٓ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی۔ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ۔ (مجادلہ)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ سخت ذلیل لوگوں میں سے ہیں۔ اللہ نے (لوح محفوظ میں) لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر آخر کار غالب رہیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوت اور غلبے والا ہے۔

فِی الْاَذَلِّیْنَ یعنی اللہ کی ذلیل ترین مخلوق میں ان کا شمار ہے۔ ان سے زیادہ اور کوئی مخلوق ذلیل نہیں۔ کَتَبَ اللّٰہُ یعنی اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ اٹل فیصلہ لکھ دیا ہے۔ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِی۔ مفسرین نے کہا ہے رسولوںؑ کا غلبہ دو صورتوں میں ہے۔ جن پیغمبروں کو کافروں سے لڑنے کا حکم دیا گیا وہ لڑائی میں غالب آئے اور جن کو لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا وہ دلائل و براہین سے غالب آئے۔

قَوِیٌّ یعنی ایسا طاقتور ہے کہ کوئی اس کی مشیت میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔ عَزِیْزٌ ایسا غالب ہے کہ کوئی اس پر غلبہ نہیں پا سکتا۔ (مظہری ۳۶۴۔۱۱)

قارئین کرام! سورت مجادلہ ہی کی آیت نمبر ۵ بھی اسی مفہوم کو ادا کرتی ہے اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ قرآن حکیم کی روشنی میں کردار ابوطالب کے ہر پہلو کو نمایاں کرنا مراد ہے۔

آیت کریمہ کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے دشمنی رکھنے والے اور دوستی رکھنے والے لوگوں کا کیا کیا مقام ہے۔ مخالفت کا پہلو تو واضح ہو گیا کہ آپؐ کا مخالف خدا کا دشمن ہے اب رہی یہ بات کہ محب رسولؐ کا کیا مقام ہے تو قرآن حکیم میں بکثرت آیات موجود ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ جو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مطیع اور محب ہے وہی خداوند کریم کا مقبول بندہ اور سچا مومن ہے۔ ارشاد ربانی ہے جو اللہ کا محب بننا چاہتا ہے وہ پہلے محب رسولؐ بنے تب اسے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ پھر ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار وہی ہو سکتا ہے جو حضور کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا محب مؤدب اور فرمانبردار ہے۔ ذرا سوچئے، عقل و ادراک، علم و دانش، عدل و انصاف اور ہر طریقے سے پرکھئے، ایمان و یقین سے سوال کیجئے۔ سیر و تواریخ کی ورق گردانی کیجئے، فلسفہ و سائنس کے گوشوں میں جھانکئے، زمین کے طبقات و نیز نیلے آسمان کی وسعتوں میں رصدگاہ بنائیے۔ فرشتوں سے دریافت کیجئے جنوں انسانوں سے سوال کیجئے نیلے آسمان کی منـ

marfat.com

کیجئے۔اجرام فلکی کی روشن فضاؤں میں نظر دوڑائیے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج ۲ ذوالحج ۱۴۲۱ھ تک چشم فلک نے ایسا پیکر وفا اور جانباز دیکھا ہے جس کی قربانیاں اور فدا کاریاں ابوطالب علیہ السلام جیسی ہوں۔

اب سورۃ انفال کی آیت کریمہ نمبر ۶۲ نقل ہے جس میں دھوکہ بازوں اور نصرت الٰہی کا ذکر ہے۔

۱۰۔ وَاِنۡ یُّرِیۡدُوۡۤا اَنۡ یَّخۡدَعُوۡكَ فَاِنَّ حَسۡبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِىۡۤ اَيَّدَكَ بِنَصۡرِهٖ وَبِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ۔(۶۲ انفال)

اور اگر وہ ارادہ کریں کہ آپ کو دھوکہ دیں (تو آپ فکر مند کیوں ہوں) بے شک کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ، وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی نصرت اور مومنوں (کی) جماعت سے۔

قارئین کرام! اس آیت کریمہ کا تفسیری مفہوم بھی وہی ہے جو سادہ ترجمے سے معلوم ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشکلات کے پیش نظر حوصلہ افزائی فرمائی ہے کہ آپ کے تبلیغی کام میں کوئی چیز وجۂ رکاوٹ نہ بنے گی۔نہ تو کفار کی مکاریاں، حیلہ بازیاں آپ کا راستہ روک سکیں گی اور نہ ہی آپ تنہا ہوں گے، قدرتِ ربانی کی لازوال تائید و نصرت اور مومنین کی رفاقت و حمایت حاصل رہے گی۔اہل دانش بخوبی جانتے ہیں کہ فرشتوں کی امداد کا ظہور تو غزوہ بدر میں ہوا۔حضورؐ پہ مکی دور میں جس قدر مصائب و آلام آئے ان کے سامنے صرف ایک ہی مجاہد، جاں نثار، وفا شعار، فداکار اور ناصرِ رسولؐ حضرت ابوطالب سینہ سپر رہے۔اپنے ایمان کو چھپاتے بھی رہے تو عشق رسولؐ کے پرجوش لمحات میں برملا اعلان بھی فرماتے رہے جیسے کہ آپؑ کے کلام سے ظاہر ہے۔اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی نصرت رسولؐ کا ذکر فرمایا تو تاریخ اسلام کو حضرت ابوطالب ہی نظر آئے۔ابتدائے اسلام میں تو صحابہؓ مظلومانہ زندگی بسر کرتے تھے۔

ہم بار بار عرض کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالب پہلے مومن ہیں پھر ناصر و محافظ رسالت۔کسی زمانے میں کوئی کافر کسی نبی کا مددگار نہیں ہوا کیوں کہ یہ فطری جذبات و اخلاق کے خلاف ہے۔

خاندانِ ابوطالب اس وقت بھی اصنام پرستی سے بیزار تھا جب سارا عرب بت پرستی میں ڈوبا ہوا تھا۔ماسوائے ایک بدنصیب کے۔

احکام تیرے حق ہیں، مگر اپنے مفسر	تاویل سے قرآن کو بنا سکتے ہیں پاژند

مندرجہ بالا آیات کریمہ کے مصداق اول بحوالۂ نصرت اسلام خواجہ ابوطالب ہی ہیں۔

marfat.com

سورۃ ھود کی آیت نمبر۱۱۳ میں بتایا گیا ہے کہ ظالموں کی طرف ذرا سا جھکاؤ بھی جہنم میں ڈال دے گا۔ ظالم کی جانب ذرا سا جھکاؤ جہنم میں جانے کا سبب ہوگا تو خود ظالم کی سزا کیا ہوگی؟ اور جس نے کسی کی ستم کاریوں میں امکانی حد تک مدد کی ہوگی اس کا مقام کیا ہوگا اور ظالم کا اپنا انجام کیسا ہوگا۔

لیجئے فیصلہ ربانی ملاحظہ کیجئے۔

ظالم کا معاون دوزخی ہے:

۱۱۔ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۔ (۱۳ ھود)

''اور مت جھکو ان کی طرف جنہوں نے ظلم کیا ورنہ چھوئے گی تمہیں بھی آگ اور اس وقت نہیں ہوگا تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار پھر تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی''

اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ اس میلان کی وجہ سے تم کو بھی آگ لگ جائے گی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تَرْكَنُوْا سے مراد ہے محبت اور دل کا جھکاؤ۔ یعنی دل سے مائل نہ ہو ابوالعالیہ نے کہا ظالموں کے اعمال کو دل سے پسند نہ کرو۔ سدی نے کہا ظالموں کے معاملہ میں چشم پوشی اور مداہنت (سستی خوشامد) نہ کرو۔ عکرمہ نے کہا۔ ظالموں کا کہنا نہ مانو۔

بیضاوی نے لکھا ہے کہ ظالموں کی طرف ادنیٰ جھکاؤ بھی نہ کرو۔ تَرْكَنُوْن کے معنی ہیں ادنیٰ جھکاؤ۔ میلان۔ مثلاً ظالموں کا کلچر اور طور طریقہ اختیار کرنا۔ ان کا ذکر تعظیم کے ساتھ کرنا۔ یہ ادنیٰ میلان ہے۔ بیضاوی نے لکھا ہے۔ جب ظالموں کی طرف ادنیٰ جھکاؤ کا نتیجہ دوزخ ہے تو خود ظلم کرنے اور ظلم میں منہمک رہنے کا نتیجہ کیا ہوگا؟ یعنی ظالم کا کیا حال ہوگا؟

یہ ظلم سے باز داشت کرنے کا بلیغ ترین اسلوب بیان ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا امام نے یہی آیت پڑھی وہ شخص سن کر بے ہوش ہوگیا۔ کچھ دیر کے بعد ہوش میں آیا اور بے ہوشی کی وجہ دریافت کی گئی تو بولا یہ سزا تو ظالم کی طرف مائل ہونے والے کی ہے ظالم کا کیا ہوگا؟ اس تصور نے مجھے بے ہوش کر دیا۔

حضرت حسنؒ بصری کا قول منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو دو ''لا'' کے درمیان کر دیا ہے۔ ایک لَا تَطْغَوْا اور دوسرا لَا تَرْكَنُوْا۔ (یعنی خود بھی حد سے تجاوز نہ کرو اور ظالم کی طرف مائل بھی نہ ہو)

امام اوزاعیؒ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض وہ عالم ہے جو ظالم کی

marfat.com

ملاقات کو جاتا ہے۔

حضرت اوسؓ کا بیان ہے کہ میں نے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص ظالم کو ظالم جانتے ہوئے قوت پہنچانے کے لئے اس کے ساتھ جاتا ہے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے (مظہری ۱۰۰۔۶)

قارئینِ کرام! مذکورہ بالا آیت کریمہ اور اس کی مؤید احادیث نبویہ کی وضاحت سے یہ بات کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ یزید مروان اور دوسرے ظالم اموی حکمرانوں نے جس جبر و اکراہ اور غیر شرعی طریقوں سے مسلمانوں کو خوفزدہ و ہراساں کر کے تاج و تخت حاصل کرتے ہوئے بندگانِ خدا کی حق تلفیاں کیں اور ناحق خونریزیاں کیں۔ یہ سب امیر المؤمنین کہلائے۔ اموی عباسی دورِ حکومت میں جن علما نے بھی حصول دنیا کے لیۓ حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملائی وہ ظلم و جور میں برابر کے شریک ہیں۔

بحکمِ قرآن حکیم ظالم کی ذرا سی محبت اور اس کی طرف جھکاؤ جہنم میں جانے کا سبب بنتا ہے۔ ظلم کی کئی اقسام ہیں۔ شرک، قتل ناحق، حرام خوری، ڈاکہ زنی اور ہر قسم کی تکلیف دل آزاری یہ سب ظلم ہیں نیکیوں کا راستہ روکنا بھی ظلم ہے ایمانداروں کو خارج از اسلام سمجھنا بھی ظلم ہے۔ خاندانِ نبوۃ کی توہین بھی ظلم ہے۔ بلکہ ہر برائی ظلم ہے۔

اس سے بڑی بے انصافی اور ظلم کیا ہوگا کہ جس شخص نے اپنی ساری زندگی نصرت وحمایت اور ناموس رسالت پر قربان کر دی اسے ملاؤں نے ضحضاح میں پھینک دیا۔ خواجہ ابوطالبؑ ہی کیا (خدا پناہ) سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے اولوالعزم صاحب عظمت وجلال والدین کریمین علیہما السلام کو بھی معاف نہیں کیا۔ باقی کیا بچا۔

ع۔ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

لیجئے مؤمنین کی ایذ رسانی کے مرتکب ہونے والوں کی سزا اور انجام کے بارے میں سورۃ احزاب کی آیت کریمہ بھی پڑھ لیجئے اور سوچئے ان مغرور ومتکبر حکمرانوں اور بدعمل علماء کے لئے بارگاہ خداوندی اور دربارِ رسالت میں کیا مقام ہے۔

ع۔ ایں ہمہ ہا کردن و دین پیمبر داشتن۔

مومنین کو ایذا دینا کبیرہ گناہ ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا

marfat.com

مُبِیْنًا (۵۸ احزاب)

اور جو لوگ دل دکھاتے ہیں۔ مومن مردوں اور مومن عورتوں کا بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی (معیوب) کام کیا ہو تو انہوں نے اٹھالیا (اپنے سر پر) بہتان باندھنے اور کھلے گناہ کا بوجھ۔

اس آیت کریمہ میں مومن مردوں عورتوں کی ایذا رسانی کا ذکر ہے جو آدمی جہاں کہیں اور جب بھی کسی مومن مرد یا عورت کو کسی بھی قسم کی ایذا' دکھ' رنج اور صدمہ پہنچائے گا وہ بہتان عظیم کا مرتکب ہوگا۔ بہتان پر شریعت نے حد مقرر کی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ صدیقہ پر بہتان لگانے والوں کو کوڑوں کی سزا ملی تھی۔ اور حکم الٰہی دائمی ہے۔

ذرا غور کیجئے جن لوگوں نے کربلا میں خاندان رسالت کو اس ظلم وستم کا نشانہ بنایا جس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی اگر کہیں قدر مشترک واقعات ملتے بھی ہیں تو وہ بھی آلِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی سے متعلق ہوں گے۔ جیسے جنگ شیراز معرکہ فخ وغیرہ تو ان لوگوں کے دین وایمان کی کیا کیفیت ہوگی جنہوں نے چمنستان رسولؐ کی ہر کلی کو ظلم وستم کی چکی میں پیس دیا تھا۔ جبکہ فرمان رسالت ہے کہ جو میری آل اولاد کا دشمن ہے وہ ملعون ہے اس کی موت کفر اور نفاق پر ہوگی۔ دربارِ رسالت کا فیصلہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا محب مومن ہے اور مبغوض منافق۔ تو کیا جن لوگوں نے حادثہ کربلا میں یزید ملعون کی پیروی کرتے ہوئے اولادِ رسولؐ کو بے دردی سے شہید کیا رسولؐ زادیوں کی چادریں اتاریں' معصوم امام زادگان کو دہشت جنگ کے علاوہ بھوکا پیاسا تڑپایا' حضرت امام مسلم اور ان کے معصوم صاحبزادوں کو بے کسی اور پردیس میں شہید کیا' ان پر خدا اور رسولؐ راضی ہوں گے یا وہ لوگ دنیا جہاں کی لعنتوں کے مستحق ہوں گے۔ یہ سب کام ظلم وستم ایذائے رسولؐ کا باعث ہیں۔

جب پردہ نشینانِ مخدرات اور معصوم اولادِ رسولؐ پر ایسے ظلم وستم ڈھائے گئے تو حضرت ابوطالب تو اس خاندان کے سربراہ اعلیٰ ہیں وہ کیوں خالی رہتے۔ امویوں کی تلواریں تو ان تک نہ پہنچ پائیں مگر ان کے قلم اور زبانیں تو ہر مقام پر آمادہ تھیں چاہے مساجد کے منبر ہوں یا جبر واستبداد کا تخت۔ امویوں کے ایمان کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوگا کہ فرمانِ خداوندی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اے مومنو! تم درود بھی بھیجو اور سلام بھی۔ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے بدلے اموی شاہزادوں نے پورے نوے سال اسلامی ممالک کی تمام مساجد کے منبروں پر بیٹھ کر خصوصاً مسجدِ نبوی کے منبر شریف پر بیٹھ کر اور امام زادگان کو قریب بیٹھا کر سب وشتم کے ارمان پورے کئے۔

اسی موضوع پر سورۃ بروج کی یہ آیت کریمہ بھی پڑھ لیجئے۔

marfat.com

۸۔اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ (۱۰ بروج)

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے ایذا دی مومن مردوں اور مومن عورتوں کو پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلائے جانے کی سزا ہے۔

آیت کریمہ میں واضح بیان ہے کہ جو آدمی یا گروہ کسی ایک مومن یا مؤمنین کی جماعت کو دکھ ایذا پہنچاتا ہے اور توبہ نہیں کرتا تو وہ جہنم کی آگ کا ایندھن بنے گا۔

ہاتھ سے ایذا رسانی ہو یا زبان وقلم سے جھوٹے قول وقرار سے یا جس طریقے سے بھی ہو حرام ہے۔

جو آدمی یا گروہ خاندانِ نبوت کی بے ادبی' گستاخی کرتا ہے براہ راست حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی ایذا کا باعث بن کر خداوند کریم کے قہر وغضب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ حضرت ابوطالب حضورؐ کے محترم چچا محافظ رسالت' ناصر رسولؐ اور جاں نثار ہیں ان کی گستاخی بے ادبی کرنے والے ایذائے رسولؐ کے مرتکب ہو کر غضب خداوندی کو دعوت دیتے ہیں۔

اہلِ مدینہ کو ایذا دینا حرام ہے:

صحیح بخاری میں حدیث ہے۔ حضرت سعد بن وقاصؓ روایت کرتے ہیں۔

قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّ اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَکِیْدُ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ اَحَدٌ اِلَّا انْمَاعَ کَمَا یَنْمَاعُ الْمِلْحُ فِی الْمَاءِ۔ (بخاری کتاب المناسک حدیث ۱۷۵۹۔۱۷۶۴۔۱)

حضرت عائشہؓ اپنے والد حضرت سعدؓ بن وقاص سے روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا جو آدمی اہلِ مدینہ کے ساتھ فریب کرے گا۔ وہ اس طرح گل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گل جایا کرتا ہے۔

قارئین کرام! تواریخ کے اوراق سے دریافت کیجئے۔ مدینہ منورہ والوں کو کس کس نے دھوکہ دیا؟ کب کب خوفزدہ کیا؟ اہالیانِ مدینہ پر کیا گزری؟ حرم مدینہ کی بے حرمتی کرنے والے کون تھے ان کا مذہبی تعلق کس ملت سے تھا؟ اور مندرجہ خبر کس نے دی تھی؟ اس خبر والے فرمان کا کتنا احترام ہوا؟ یہ ساری خرابی کس مبتداً کی خبر تھی؟ ان تمام سوالات کے جوابات اسی کتاب کے دوسرے صفحات میں موجود ہیں یہاں صرف یاد دہانی کے طور پر عرض کیا گیا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُوْلِی الْاَبْصَارِ۔

❀❀❀

marfat.com

باب نہم

حدیث وفن نقد ونظر

اس باب میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ حدیث کو پرکھنے کے لئے کن کن اصولوں کو پیشِ نظر رکھا جانا ضروری ہے۔ کون سی شرائط صحتِ حدیث کے لئے لازمی ہیں۔

علماؤ متکلمین نے اس بارے میں جو قواعد واصول وضع کئے ہیں ان پر نہ اترنے والی حدیثیں درجۂ صحت سے عاری ہیں۔ لہٰذا آئندہ صفحات میں ان ہی اصول و شرائط کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ شبلی نعمانی نے بیان کیا ہے کہ علامہ ابن جوزی نے احادیث کے پرکھنے کے لئے معیاری اصول وضع کئے ہیں کہتے ہیں کہ حسبِ ذیل صورتوں میں روایت اعتبار کے قابل نہ ہوگی اور اس کے متعلق اس تحقیق کی صورت نہیں کہ اس کے راوی معتبر ہیں یا نہیں۔

ا۔ جو روایت عقل کے مخالف ہو۔

۲۔ جو روایت اصول مسلمہ کے خلاف ہو۔

۳۔ محسوسات اور مشاہدہ کے خلاف ہو۔

۴۔ قرآن مجید یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی کے خلاف ہو۔ اور اس میں تاویل کی کچھ گنجائش نہ ہو۔

۵۔ جس حدیث میں معمولی بات پر سخت عذاب کی دھمکی ہو۔

۶۔ معمولی کام پر بہت بڑے انعام کا وعدہ ہو۔

۷۔ وہ روایت جو رکیک المعنی ہو مثلاً کدو کو بغیر ذبح کئے نہ کھاؤ۔

۸۔ جو راوی کسی شخص سے ایسی روایت کرتا ہے کہ کسی اور نے نہیں کی اور راوی اس شخص سے نہ ملا ہو۔

۹۔ جو روایت ایسی ہو کہ تمام لوگوں کو اس سے واقف ہونے کی ضرورت ہو۔ بااین ہمہ ایک راوی کے سو کسی اور نے اس کی روایت نہ کی ہو۔

۱۰۔ جس روایت میں ایسا قابلِ اعتناء واقعہ بیان کیا گیا ہو کہ اگر وقوع میں آتا تو سینکڑوں آدمی اس کی روایت کرتے، باوجود اس کے صرف ایک ہی راوی نے اس کی روایت کی ہو۔

ملا علی قاری نے موضوعات کے خاتمہ میں حدیثوں کے نامعتبر ہونے کے چند اصول تفصیل

marfat.com

سے لکھے ہیں۔ اور ان کی مثالیں نقل کی ہیں ہم ان کا خلاصہ اس موقع پر نقل کرتے ہیں۔

۱۔ جس حدیث میں فضول باتیں ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زبان مبارک سے نہیں نکل سکتیں' مثلاً یہ کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے۔ خدا اس کلمہ سے ایک پرندہ پیدا کرتا ہے جس کی ستر زبانیں ہوتی ہیں ہر زبان میں ستر ہزار لغت ہوتے ہیں۔

۲۔ وہ حدیث جو مشاہدہ کے خلاف ہو' مثلاً یہ حدیث کہ بینگن کھانا ہر مرض کی دوا ہے۔

۳۔ وہ حدیث جو صریح حدیثوں کے مخالف ہو'

۴۔ جو حدیث واقعہ کے خلاف ہو مثلاً یہ کہ دھوپ میں رکھے ہوئے پانی سے غسل نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس سے برص پیدا ہوتا ہے۔

۵۔ وہ حدیث جو انبیاء علیہم السلام کے کلام سے مشابہت نہ رکھتی ہوں۔ مثلاً یہ حدیث کہ تین چیزیں نظر کو ترقی دیتی ہیں۔ سبزہ زار' آبِ رواں' خوبصورت چہرہ کا دیکھنا۔

۶۔ وہ حدیثیں جن میں آئندہ واقعات کی پیش گوئی بسند تاریخ مذکور ہوتی ہو۔ مثلاً یہ کہ فلاں سنہ اور فلاں تاریخ میں یہ واقعہ پیش آئے گا۔

۷۔ وہ حدیثیں جو طبیبوں کے کلام سے مشابہ ہیں مثلاً یہ کہ ہریسہ کے کھانے سے قوت آتی ہے یا یہ کہ مسلمان شیریں ہوتا ہے اور شیرینی پسند کرتا ہے۔

۸۔ وہ حدیث جس کے غلط ہونے کے دلائل موجود ہیں مثلاً عوج بن عنق کا قد تین ہزار گز تھا۔

۹۔ وہ حدیث جو صریح قرآن کے خلاف ہو مثلاً دنیا کی عمر سات ہزار برس کی ہے کیونکہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو ہر شخص بتادے گا کہ قیامت کے آنے میں اس قدر دیر ہوگی حالانکہ قرآن سے ثابت ہے کہ قیامت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔

۱۰۔ وہ حدیثیں جو خضر علیہ السلام کے متعلق ہیں۔

۱۱۔ جس حدیث کے الفاظ رکیک ہوں۔

۱۲۔ وہ حدیثیں جو قرآن مجید کی الگ الگ سورتوں کے فضائل میں وارد ہیں۔ حالانکہ یہ حدیثیں تفسیر بیضاوی اور کشاف وغیرہ میں منقول ہیں۔

ان اصولوں سے محدثین نے اکثر جگہ کام لیا اور ان کی بنا پر بہت سی روایتیں رد کر دیں۔ مثلاً ایک واقعہ پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ نے خیبر کے یہودیوں کو جزیہ معاف کر دیا تھا اور معافی نامہ لکھوادی تھی۔ ملا علی قاری اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ روایت مختلف وجوہ سے باطل ہے۔

۱۔ اس معاہدہ پر سعد بن معاذؓ کی گواہی بیان کی جاتی ہے حالانکہ وہ غزوہ خندق میں وفات پا چکے تھے۔

marfat.com

۲۔ دستاویز میں کاتب کا نام معاویہ ہے حالانکہ وہ فتح مکہ میں اسلام لائے۔

۳۔ اس وقت تک جزیہ کا حکم ہی نہیں آیا تھا' جزیہ کا حکم قرآن مجید میں جنگ تبوک کے بعد نازل ہوا ہے۔

۴۔ دستاویز میں تحریر ہے کہ یہودیوں سے بیگار نہیں لی جائے گی۔ حالانکہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں بیگار کا رواج ہی نہ تھا۔

۵۔ خیبر والوں نے اسلام کی سخت مخالفت کی تھی ان کو جزیہ کیوں معاف کیا جاتا۔

۶۔ عرب کے دور دراز حصوں میں جب جزیہ معاف نہیں ہوا حالانکہ ان لوگوں نے چنداں مخالفت اور دشمنی نہیں کی تھی' تو خیبر والے کیونکر معاف ہو سکتے تھے۔

۷۔ اگر جزیہ ان کو معاف کر دیا گیا ہوتا تو یہ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ اسلام کے ہوا خواہ اور دوست اور واجب الرعایۃ ہیں حالانکہ چند روز کے بعد خارج البلد کر دیئے گئے۔ (سیرت النبی شبلی نعمانی جلد اول ص ۴۴ مطبوعہ اعظم گڑھ)

شبلی نے لکھا ہے کہ محدثین اس اصول سے کہ واقعہ جس درجہ کا اہم ہو شہادت بھی اسی درجہ کی اہم ہونی چاہئے بے خبر نہ تھے۔ امام بیہقی کتاب المدخل میں ابن مہدی کا قول نقل کرتے ہیں۔

اذا رُوِینا عن النبیؐ فی الحلال والحرام والاحکام شددنا فی الاسانید وانتقدنا فی الرجال واذا رُوِینا فی الفضائل والثواب والعقاب سہلنا فی الاسانید وتسامحنا فی الرجال (فتح المغیث ص ۱۳) سیرۃ النبیؐ ۶۲۔۱)

جب ہم آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حلال وحرام اور احکام کے متعلق حدیث روایت کرتے ہیں۔ تو سند میں نہایت تشدد کرتے ہیں۔ اور راویوں کو پرکھ لیتے ہیں۔ لیکن جب فضائل اور ثواب وعقاب کی حدیثیں آتی ہیں تو ہم سندوں میں سہل انگاری کرتے ہیں اور راویوں کے متعلق چشم پوشی کرتے ہیں۔ (سیرۃ النبی)

قارئین کرام! اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حلال وحرام اور احکام کے بارے میں وارد حدیثوں کے بغیر احادیث کی روایتوں میں بے اعتنائی اور عدم تحقیق کا عنصر غالب چلا آ رہا ہے۔ حدیث صحاح بھی ایسی ہی ہے۔ جو بے تحقیق اور خلاف عقل وقیاس ہے۔ نیز اس حدیث کی جنم بوم اموی عداوت ہے' عداوت بھی وہ جو کبھی ختم نہ ہوئی۔

علامہ شبلی کا یہ بیان بھی ملاحظہ ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ محدثین واقعہ کی اہمیت کی بنا پر راوی کے درجہ کا لحاظ رکھتے تھے۔ اس بنا پر ابن اسحاق کی نسبت امام احمد ابن حنبل نے یہ تفریق کی کہ حلال وحرام میں ان کی شہادت معتبر نہیں لیکن

marfat.com

مغازی میں ان کا اعتبار ہے۔

یہ وہی اصول ہے کہ جس درجہ کا واقعہ ہو اسی درجہ کی شہادت ہونی چاہئے۔ اور یہ واقعہ بدلنے سے شہادت کی اہمیت بدل جاتی ہے لیکن واقعہ کی اہمیت احکام فقیہ کے ساتھ مخصوص نہیں نوعیت واقعہ کی اہمیت کا خیال فقہائے حنفیہ نے ملحوظ رکھا اسی بنا پران کا مذہب ہے کہ جو روایت قیاس کے خلاف ہو اس کی نسبت یہ دیکھنا چاہیئے کہ راوی فقیہ اور مجتہد بھی ہے کہ نہیں منار میں ہے۔

وَالرَّوِی اِنْ عُرِفَ بالفِقْہِ وَالتَّقَدُّمُ فِی الاجْتِہَادِ کَالْخلفَاء الرَّشِدِیْنِ وَالعبادَلَۃ کَانَ مَدِیْنَۃ حُجَّۃ" یُتْرَکُ بِہِ الْقِیَاس حلافاً لِما لِکٍ وَاِنْ عُرِفَ بِالْعَدَالَتِہ وَالضَّبْطُ دُوْن الفِقْہ کأنَسٍ وَابِی ھُرَیْرَۃ اِنْ وَافَقَ حَدِیْثُہ القیاس عَمِلَ بہ وَاِنْ خَالَفَہ لَمْ یُتْرَکُ اِلَّا بِالْضَّرُوْرَۃِ

(سیرۃ النبی ص ۶۴۔ ا۔ بحوالہ نور الانوار ص ۱۷۱)

راوی اگر تفقہ اور اجتہاد میں مشہور ہے۔ جیسے کہ خلفائے راشدین یا عبادلہ تھے تو ان کی حدیث حجت ہوگی اور اس کے مقابلہ میں قیاس چھوڑ دیا جائے گا۔ بخلاف امام مالک کے اور اگر راوی ثقہ اور عادل ہو لیکن فقیہ نہیں جیسے کہ حضرت انسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ ہیں تو اگر وہ روایت قیاس کے موافق ہوگی تو اس پر عمل ہوگا۔ ورنہ قیاس کو بغیر ضرورت ترک نہ کیا جائے گا۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا اصول اور قاعدے کے مطابق اس بحث سے یہ نتائج برآمد ہوتے ہیں بڑی دلیل یہ ہے کہ کسی چیز کی پرکھ کے لئے بیک وقت علم اور عقل سلیم کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ علم کے پرندے کو اڑنے کے لئے عقل کے بال و پر کی ضرورت اولین ہے۔

ا۔ قارئین کرام! مندرجہ اصول روایت پر غور کرنے سے بآسانی یہ بات ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ جو روایت بھی قیاس کے خلاف ہوگی اسے قبول نہ کیا جائے گا۔ خصوصاً حنفی مسلک تو قیاس کو اہمیت دیتا ہے ۔ ہاں اگر اکابر صحابہ کی روایت ہے تو پھر قیاس کو ترک کرنا ہوگا۔

اب حدیث صحاح ہو یا اس کی مثل کوئی دوسری حدیث اور حضرت ابو طالب جیسے اہم اور حساس معاملے میں روایت عقل و قیاس اور قرائن کے خلاف ہو تو اس کے تسلیم کروانے کے لئے حیلے بہانے تلاش کرنا اور رطب و یابس کا سہارا لینا انصاف ہے نہ عدل۔ ہم اس مبحث کو متعلقہ آیات و احادیث کی تشریح میں کسی اور مقام پر بیان عرض کریں گے۔ انشاء اللہ۔

روایت اور قیاس:

شبلی نے لکھا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی مثال اگرچہ قابل بحث ہے۔ کیونکہ علماء کے نزدیک

marfat.com

حضرت ابو ہریرہؓ فقیہ اور مجتہد تھے۔ لیکن یہ جزوی بحث ہے۔ گفتگو اصل مسئلہ میں ہے۔

سب سے اہم اور سب سے زیادہ قابل بحث یہ بات ہے کہ راوی جو واقعہ بیان کرتا ہے اس میں کس قدر حصہ اصل واقعہ کا ہے کس قدر راوی کا قیاس ہے تفحص اور استقراء تلاش سے بعض جگہ یہ نظر آتا ہے کہ راوی جس چیز کو واقعہ کی حیثیت سے بیان کرتا ہے وہ اس کا قیاس ہے واقعہ نہیں۔ اس کی بہت سی مثالیں سیرت کی کتب میں موجود ہیں یہاں ہم صرف ایک دو واقعہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جب ازواجِ مطہراتؓ سے ناراض ہو کر تنہا نشین ہو گئے تھے۔ تو یہ مشہور ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ازواج کو طلاق دے دی۔ حضرت عمرؓ نے یہ خبر سنی تو مسجدِ نبویؐ میں آئے۔ یہاں لوگ کہہ رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ازواج کو طلاق دے دی' حضرت عمرؓ نے خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ نہیں۔ میں نے طلاق نہیں دی۔

۲۔ یہ حدیث بخاری میں کئی جگہ بہ اختلافِ الفاظ موجود ہے۔ کتاب النکاح میں جو روایت ہے اس کی شرح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ (صرف اردو ترجمہ)

''جو خبریں شائع ہو جاتی ہیں۔ گو ان کے راوی کثرت سے ہوں۔ لیکن اگر ان خبروں کی بنیاد امر حسی یعنی مشاہدہ یا استماع نہ ہو تو ان کا سچا ہونا ضروری نہیں۔ چنانچہ انصاری نے کہا اور ان صحابہؓ نے جن کو حضرت عمرؓ نے منبر کے پاس دیکھا تھا' طلاق کا جو یقین کر لیا وہ یوں ہوا ہو گا کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے ازواجِ مطہراتؓ سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے طلاق دے دی۔ اس نے یہ خبر پھیلا دی اور ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے۔ اور قیاس یہ ہے کہ اول جس شخص نے یہ خبر پھیلائی وہ منافق ہو گا۔

(فتح الباری شرح بخاری طبع اول مصر جلد ۹ ص ۲۵۷) (بحوالہ سیرۃ النبی ص ۶۵۔۱)

مندرجہ بالا تحقیق و استدلال کے منطقی نتائج پیش خدمت ہیں۔

۱۔ یہ کہ حضرت امام مالک کے نزدیک حضرات ابو ہریرہؓ اور انسؓ فقیہ اور مجتہد نہ تھے حالانکہ کتب احادیث میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد چار ہزار سے بھی زیادہ ہے اتنی احادیث کسی دوسرے صحابی نے روایت نہیں کیں اس کے باوجود ان کی روایت کردہ حدیث پر امام مالک مطمئن نہیں۔

حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت انسؓ دس سال بارگاہ رسالت میں خدمات پر مامور رہے لیکن یہ ان کی سعادت ہے نہ کہ علم فقہ کا عرفان۔ اجتہاد علم کی بدولت ہوتا ہے تقویٰ و طہارت سے نہیں ہوتا علم اور چیز ہے تقویٰ اور ہے۔

marfat.com

اس لحاظ سے حضرت ابو طالبؑ کے خلاف روایت کردہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیثیں اپنے موقع محل سے بہت دور اور غیر معتبر ہیں۔ حضرت ابو طالبؑ کی وفات کے وقت تو حضرت ابو ہریرہؓ یمن میں انتہائی تنگدستی کی حالت میں محض بھیک مانگ کر گزر اوقات کرتے تھے۔ جبکہ انہوں نے ۶ ہجری میں غزوہ خیبر کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا۔ حضرت ابو طالبؑ کے وصال کے آٹھ سال بعد مسلمان ہونے والے حضرت ابو ہریرہؓ نے نہ تو ان حدیثوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خود سنا اور نہ ہی وہ اس زمانے میں مکہ مکرمہ میں موجود تھے۔ پھر ان کی بیان کردہ حدیث حضرت ابو طالبؑ کے معاملہ میں کس طرح گواہی تسلیم کی جا سکے گی۔ جبکہ فنِ حدیث میں اصول مسلمہ ہے کہ جس حدیث کو راوی نے خود نہ سنا ہو یا راوی نے وہ زمانہ نہ پایا ہو۔ یا جو حدیث خلافِ عقل و قیاس ہو قابل قبول نہ ہوگی۔

ان اصول و قواعد کے باوجود صرف حضرت ابو طالبؑ کے خلاف غیر واقعاتی احادیث اور ان احادیث کے حوالوں سے کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہونے والی قرآنی آیات کو حضرت ابو طالبؑ کے حق میں ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ قرآن حکیم کی جن آیات کریمہ کو حضرت ابو طالبؑ کے بارے میں شامل ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ انہی آیات کو سرورِ انبیاء حضور پرنور رھادیٔ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والدین کریمین علیہما السلام کے خلاف بھی ظاہر کیا جاتا ہے تیسری صدی ہجری میں جمع ہونے والی حدیثیں وہ بھی اموی عباسی حکمرانوں کی نگرانی میں خاندان نبوۃ کے خلاف کیوں نہ ہوں۔ جبکہ ایک صدی خاندان نبوۃ پر سب و شتم کی قبیح رسم جاری رہی ہے۔ عباسیوں نے سب و شتم تو نہ کی مگر جو ائمہ کرام امویوں کی تلواروں سے بچ رہے وہ عباسیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے جو سادات کرام عباسیوں نے شہید کئے ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے بالخصوص منصور اور ہارون الرشید نے تو کئی ہزار سادات کرام کو شہید کیا جن میں بڑی تعداد سادات حسنی کی تھی۔ بھلا ایسے میں حضرت ابو طالبؑ کو (نعوذ باللہ) مشرک اور جہنمی کہہ دینا ان حکمرانوں کے لئے تو آسان بات تھی۔

رہی اس زمانے کے علماء و شعراء کی بات تو ہر دور میں گنتی کے چند علماء کو چھوڑ کر اکثر حکومتِ وقت کے لئے موم کی ناک بنے ہوئے تھے اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ فتوؤں شاہی درباروں سے خطیر رقومات مل رہی تھیں۔ چند نمونے بطور ثبوت ''مقدمہ'' میں لکھے جا چکے ہیں۔

۲۔ جب روایت کا دارومدار راوی کے قیاس پر ہوگا۔ تو راوی کی مرضی ہے وہ سارے واقعہ کو قیاس کا لبادہ اوڑھا یا جزوی طور پر اس میں منفی پہلو نمایاں کر کے اپنے نگرانوں اور منعموں کو خوش کرتے ہوئے خود بھی خوش ہو جائے۔

marfat.com

۳۔ انتہائی حیرت اور افسوس تو اس بات پر ہے کہ اسلام کا مقدس دور ہے ۔حضور رحمتہ اللعلمین علیہ
الصلوٰۃ والسلام تشریف فرما ہیں۔

اکابر صحابہ پروانہ وار شمع رسالت پر جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں ایک آواز گردش کرتی ہے کہ حضورؐ نے ازواجِ مطہرات کو طلاق دے دی ہے ۔آپس میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں ۔صحابہؓ پریشان ہیں مگر کوئی صورت احوال جاننے کا طریقہ اختیار نہیں کرتا ۔حضرت عمرؓ نے ہمت کرتے ہوئے دریافت کیا تو اس سارے واقعہ کے پسِ منظر میں کوئی چیز قابلِ توجہ نہ تھی ماسوائے افواہ کے۔

قارئینِ کرام! ہم دوبارہ عرض کرتے ہیں کہ یہ حیران کن واقعہ کسی بدوی گھرانے کا نہ تھا بلکہ یہ واقعہ صاحبِ خلق عظیم، حامل قرآن سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مقدس سیرت و کردار سے تعلق رکھنے والا مصنوعی طوفان تھا۔

افواہ اور غلط بیانی کی اس سے بڑی مثال اور کونسی ہوگی کہ آپؐ خود جلوہ افروز ہیں کوئی بات بھی نہیں سوائے ناراض ہونے کے اور کسی منافق نے ایسی بے پر کی اڑائی کہ تمام صحابہ حیران ہو گئے۔

جب شمع رسالت کی ضیاء پاشیوں کے باوجود یہ سب کچھ ہو گزرا تو دو سو سال کے بعد ضابط
تحریر میں آنے والی مخالفین کی وضع کردہ وہ روایات جو کہ اصول قرآن سے متصادم ہوں حضرت ا
طالبؑ کی تکفیر ثابت کرنے لگیں۔ (معاذ اللہ) ایسی روایات سراسر رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی توہین اور ایذا رسانی پر مبنی ہیں۔

۴۔ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرام کی موجودگی میں ایک افواہ کو خبر کی حیثیت دے کر نہ صرف صحابہ کرا
اضطراب و بے یقینی کا شکار ہوئے ۔بلکہ خود ہادیٔ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کتنی ذہنی اذیت پہنچ
ہوگی۔ خبر اور روایت وہی مصدقہ ہوگی جو راوی نے بوقتِ وقوع خود واقعہ کو دیکھ کر اور سن کر بیان کی ہو۔

۵۔ جب بھی کوئی غلط خبر پھیلے گی اس کے پیچھے یا تو منافقت کا ہاتھ ہوگا یا ذاتی عناد کی وجہ سے بے پر ک
اڑائی جائے گی جو باعث فتنہ وفساد ہوگی۔

واقعہ افک:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے سنہرے اور مقدس دور میں حضرت اُم المؤمنی
عائشہؓ صدیقہ پر جھوٹی تہمت کا شرمناک شور برپا ہوتا ہے ۔اکابر صحابہؓ موجود ہیں ۔مخبر صادق بخو
جانتے تھے کہ یہ کھلا بہتان ہے مگر برأت وصداقت کا اعلان بزبانِ وحی مقصود تھا تا کہ آئندہ کسی کو ایس
بہتان کی جرأت نہ ہو۔

marfat.com

یہ امر قابلِ غور ہے کہ واقعہ افک میں رئس المنافقین عبداللہ ابن ابی ملعون سرفہرست تھا۔ جب بھی دین اسلام کے خلاف کوئی طوفان بدتمیزی اٹھا تو اس کے پیچھے کسی منافق ہی کا ہاتھ متحرک رہا بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے الزام تراشوں میں سے بارہ آدمیوں پر حد جاری فرمائی لیکن مظہری نے صرف چار آدمیوں کا نام لکھا ہے۔

جب اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ پر بہتانِ عظیم لگا' خاندان نبوت پر ۱۳۲ھ تک سب و شتم کا سلسلہ حکماً جاری رہا تو ان کے لئے حضرت ابو طالبؑ کو مشرک اور دوزخی کہہ دینا کون سی اچنبے کی بات ہے۔

بقول ابن حجر عسقلانی حضرت ابو طالب صحابیؓ ہیں اور صحابی ہونے میں کیا شک اور شبہ ہو سکتا ہے۔ شک وشبہ کرنے والے اپنے ایمانوں کا علاج کریں کہیں غارت نہ ہو جائیں۔

۱۔ علامہ شبلی نے جن دو واقعات کے پیش کرنے کا اشارہ کیا تھا ان میں سے ایک تو وہ تھا جو ازواجِ مطہرات کی طلاق سے متعلق تھا۔ دوسرا پیشِ خدمت ہے لکھتے ہیں۔

۲۔ فنِ تاریخ و روایت پر جو خارجی اسباب اثر کرتے ہیں ان میں سب سے قوی اثر حکومت کا ہوتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کو ہمیشہ اس پر فخر کا موقع حاصل رہے گا کہ ان کا قلم تلوار سے نہیں دبا۔

حدیثوں کی تدوین بنواُمیہ کے زمانہ میں ہوئی۔ جنہوں نے پورے ۹۰ برس تک سندھ سے ایشیائے کوچک اور اندلس تک مساجد جامع میں۔ آل فاطمہ کی توہین کی اور جمعہ میں سرمنبر حضرت علیؑ پر لعن کہلوایا' سینکڑوں ہزاروں حدیثیں امیر معاویہ وغیرہ کے فضائل میں بنوائیں۔ عباسیوں کے زمانہ میں ایک ایک خلیفہ کے نام بنام پیشینگوئیاں حدیثوں میں داخل ہوئیں' لیکن نتیجہ کیا ہوا عین اسی زمانہ میں محدثین نے اعلانیہ منادی کر دی کہ یہ سب جھوٹی روائتیں ہیں آج حدیث کا فن اس خس وخاشاک سے پاک ہوا اور بنواُمیہ اور عباسیہ جو ظل اللہ اور جانشین پیغمبر تھے آج اسی مقام پر نظر آتے ہیں جہاں ان کو ہونا چاہیئے تھا (یعنی دین سے بیگانہ)

ایک دفعہ ایک شاعر نے مامون الرشید کے دربار میں قصیدہ پڑھا کہ امیر المؤمنین! اگر تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے انتقال کے وقت موجود ہوتا تو خلافت کا جھگڑا سرے سے نہ پیدا ہوتا' دونوں فریق تیرے ہاتھ پر بیعت کر لیتے۔ وہیں سر دربار ایک شخص نے اٹھ کر کہا' تو جھوٹ کہتا ہے۔ امیر المؤمنین کا باپ (حضرت عباسؓ جو عباسیوں کے مورث اعلیٰ ہیں) وہاں موجود تھا۔ اس کو کس نے پوچھا؟ مامون الرشید کو بھی اس گستاخانہ لیکن سچ جواب کی تحسین کرنا پڑی۔ (سیرۃ النبی ۶۶۔۱)

marfat.com

قارئینِ کرام! مندرجہ بالا تاریخی شواہد کے برگ و بار ملاحظہ فرمایئے اور غور کیجئے کہ شریعت مطہرہ نے اہل بیت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی عزت' محبت اور اطاعت امت پر واجب قرار دی۔ اطاعت' محبت عزت واحترام تو درکنار (معاذ اللہ) ان ذوات مقدسہ کی اتنی توہین' بے ادبی اور گستاخی کی جاتی رہی کہ شیطان بھی حیران ہوتا ہوگا۔ جن ہستیوں پر درود نہ پڑھنے سے نماز ہی باطل ہو جاتی ہے ان پر درود کی بجائے اجتماعی وانفرادی سب وشتم کی بوچھاڑ کی جاتی تھی اور پھر بھی امیر المومنین؟

یہ مذموم فعل کوئی خود رو پودا نہ تھا بلکہ مذہبی احکام کی بجا آوری کی طرح شاہی احکام کی پیروی اور سنت مقصود تھی۔ کچھ لوگ اس فعل بد سے بیزار تھے اور ان کو باقاعدہ تنبیہ وتحدید ہوتی تھی جیسے حضرت سعد بن وقاص تھے اور حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہما کے بارے معتبر کتب احادیث وتواریخ میں ثبوت موجود ہیں۔

فرمانِ رسالت ؐ ہے مَنْ سَبَّ عَلِیاً فَسَبَّنِیْ جس نے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی (حدیث) مسلمان انصاف سے فیصلہ کرلیں۔ کہ یہ عزت وتکریم رسول ؐ ہے یا بدترین گستاخی اور بے ادبی؟

تو جب ادب واحترام کا معیار یہی ہو تو پھر حضرت ابو طالب کیسے بچ سکتے تھے؟

قارئینِ کرام! اوپر گزر چکا ہے کہ اموی سلاطین کے فضائل میں سینکڑوں حدیثیں گھڑی گئیں۔ اگر چہ عباسی دور میں علماء ومحدثین نے ایسی موضوع احادیث کی تردید کردی تھی لیکن یہ کیا کم ہے کہ تمام اموی عباسی بادشاہوں کو راویانِ حدیث میں شامل کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی جامع دمشق میں امام نسائیؒ فضائل اہل بیت بیان فرمارہے تھے۔ ایک خارجی نے اٹھ کر کہا کہ امیر معاویہ کے فضائل بھی بیان کرو۔ انہوں نے جواب میں فرمایا شکر کرو اگر وہ بخشے جائیں ان کی فضیلت میں کوئی صحیح حدیث نہیں۔ اس جواب پر انہیں اتنی بے دردی سے مارا پیٹا گیا کہ وہ شہید ہوگئے۔ یہ واقعہ مصدقہ ہے۔

ادھر وہ ہزاروں حدیثیں کہاں گئیں جو اموی سلاطین کی فضیلت میں وضع کی گئی تھیں اگر اموی عباسی خاندانِ نبوت کا احترام کرتے تو ہزاروں کی تعداد میں سادات حسنی حسینی کو کیوں شہید کرتے؟ جنگ فخ میں عباسیوں کے ہاتھوں ہزاروں کی تعداد میں حسنی سادات شہید ہوئے۔ جبکہ بنو امیہ نے کربلا میں ارمان پورے کردیئے تھے۔ منصور عباسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد میں اکابر سادات کو جن مظالم سے شہید کیا پڑھ سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔

حادثہ عظیمہ کربلاء کے بعد مدینہ منورہ کی تاخت وتاراج قتل عام اور حرم مدینہ کی جو بے حرمتی اموی شاہزادوں کے ہاتھوں ہوئی وہ تاریخ کا ایک خونی اور المناک باب ہے۔ بیت اللہ شریف میں اموی افواج نے جو ظلم کئے۔ خانہ خدا کو منہدم کیا ہر چیز نذرِ آتش کی گئی نہ جانے کیا کیا ہوا؟

marfat.com

یہ سب کچھ کرنے والا کون تھا؟ یہ وہی تھے جو امیر المؤمنین کہلاتے اور وارث تخت رسولؐ بنتے تھے۔ عباسیوں نے بھی مدینہ منورہ کی حرمت کا پاس نہ کیا حضرت سیّد محمد نفس ذکیہ کو مدینہ منورہ میں شہید کیا گیا۔

یہ سب کچھ ہوسکتا ہے تو حضرت ابو طالبؑ کو مشرک کہنا اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین علیہما السلام کے حق میں نازیبا اور رکیک فتوے جاری کرنا' امویوں عباسیوں کے لئے مشکل کام نہ تھا اس زمانے میں بھی جو لوگ یہی عقیدہ رکھتے ہیں وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین اور دل آزاری کر کے آپ کی بے ادبی' گستاخی کرتے اور اذیت کے مرتکب ہو رہے ہیں اور بزعم خود جنتی بھی ہیں۔

رہیں وہ آیات واحادیث جن کو عدم ایمان حضرت ابو طالبؑ و والدین مصطفیٰؐ علیہم السلام کے لئے سند ٹھہرایا جاتا ہے تو مناسب اوراق میں ان کا ذکر کیا جا چکا ہے۔

اسلام کا شیدائی بننا اور اسلام کی حفاظت کرنے والوں سے دشمنی رکھنا اسلام کی کھلی توہین ہے۔ پھر اسلام کی یہی پکار ہوگی۔

من از بیگانگاں ہر گز نہ نالم	کہ با من ہر چہ کرد' آں آشنا کرد

اوپر شاعر اور مامون کا ذکر گزر چکا ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ شاعر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد مامون کو صاحبِ فضیلت اور خلافت کا حقدار ٹھہرایا دوسرے یہ کہ اگر وہ شخص اسے نہ ٹوکتا تو مامون اسے معقول انعام سے نوازتا یہی وہ سلوک ہے جس نے علم و دانش کے باوجود خلق قرآن کا فتنہ برپا کر کے علما کی بے عزتیاں' بے حرمتیاں کیں اور جیلوں میں قید کیا۔ یہی وہ مامون نہیں جس نے سیدنا حضرت امام علی رضا علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں زہر دے کر شہید کیا شاید یہ وہی مامون الرشید نہ ہو جس نے دنیا کی حکومت کی خاطر سوتیلی ماں زبیدہ خاتون کو بازاروں میں بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا اور اپنے بھائی امین کو قتل کیا۔

ع۔ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی؟

سچ تو یہ ہے کہ اموی ہوں یا عباسی' ہر حکمران کے دامن پر اہلِ بیت رسولؐ کے مقدس خون کے دھبے نظر آتے ہیں لیکن قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ دنیا چند روزہ ہے پھر اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ" ۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت بہت سخت ہے۔

ع۔ دیر گیرد سخت گیرد مر ترا۔

دیر سے پکڑتا ہے مگر پھر چھٹکارا مشکل ہے۔ ہاں جس پر اس کا فضل ہو جائے۔

marfat.com

شانِ خلیل علیہ السلام:

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی شان و عظمت کا احاطہ کرنا علم و ادراک سے باہر ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں شانِ خلیل کا تذکرہ بڑے شاندار طریقوں سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کیا کم ہے کہ

''ہم نے آپ کو لوگوں کا امام بنا دیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بغیر ما سوائے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کسی نبی یا رسول کو امامت کلی کا تاج نہیں پہنایا گیا۔ مگر حیرت ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری میں حیران کن عبارت بنام حدیث درج کر کے نصوص قطعی کے مقابلے میں لاکھڑی کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زندگی میں (معاذ اللہ) صرف تین جھوٹ بولے ہیں۔ صحیح بخاری میں منقول یہ عبارت نہ صرف آیات قرآنی سے متعارض اور متضاد ہی نہیں بلکہ ایک اولوالعزم پیغمبرؑ کی بے ادبی بھی ہے آئندہ صفحات میں متن عبارت (حدیث) ہدیۂ قارئین کیا جائے گا۔ وباللہ التوفیق۔

قرآن حکیم اور شانِ خلیل علیہ السلام:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۔ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا۔ (۴۱ مریم)

''اور ذکر کیجئے آپ کتاب میں ابراہیم (علیہ السلام) کا وہ بڑا بردا شت باز نبی تھا۔''

جناب خلیل اللہ علیہ السلام کی شان و عظمت جاننے کے لئے اللہ تعالیٰ قرآن حکیم پڑھنے کی طرف متوجہ ہونے کا حکم فرماتے ہوئے اپنے خلیل کی نبوت اور صداقت کا ذکر فرماتے ہیں۔ یوں تو تمام انبیاء علیہم السلام صدیقین ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ اپنے خلیل کی صداقت کچھ زیادہ ہی عزیز اور پسندیدہ ہے۔

۲۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا۔ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۱۲۰ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ۔ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (۱۲۱ نحل)

بلا شبہ ابراہیم ایک مرد کامل تھے۔ اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے یکسوئی سے حق کی طرف مائل تھے۔ اور وہ مشرکوں سے نہ تھے۔ وہ ہر لحہ شکر ادا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی (پیہم) نعمتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں چن لیا اور انہیں ہدایت فرمائی سیدھے راستے کی طرف۔

اللہ تعالیٰ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہ فضائل و کمالات ملے ہیں جو انبیائے سابقین میں سے کسی کو نصیب نہ ہوئے ایک یہ کہ جتنے اہل مذاہب گروہ ہیں وہ سبھی آپؑ کی نبوت کو مانتے ہیں۔ مثلاً مسلمان، یہودی، عیسائی اور زرتشتی وغیرہ۔

marfat.com

دوسرے یہ کہ آپؑ کے بعد جتنے انبیاء علیہم السلام ہوئے وہ آپؑ ہی کی ذرّیت میں سے ہوئے۔ اس لئے آپؑ کو ابوالانبیاء کہا جاتا ہے۔

تیسرے یہ کہ آپؑ ہی معمار کعبہ ہیں اور آپؑ کا ہی عمل حج وقربانی شریعتِ محمدیؐ میں تا قیامت جاری ہے۔ نیز آپؑ کی دس سنتیں شریعتِ محمدیؐ میں جاری ہیں۔ افسوس کہ امام بخاری نے تین جھوٹ خلیل اللہ علیہ السلام کے سر تھوپ دیئے۔ اگر امام بخاری کو یہ حدیث کسی ملاّ سے ملی بھی تھی تو اس کو چھوڑ دیتے جیسے لاکھوں حدیثیں نقل کردہ ترک کردیں۔ کسی پر بھی عیب لگانا گناہ ہے جبکہ انبیاء علیہم السلام مالک عصمت وطہارت ہیں۔

اس ضمن میں انشاء اللہ کچھ اور بھی عرض کیا جائے گا۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْناً مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا۔ وَاتَّخَذَاللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلاً۔ (۱۲۵ نسآء)

ترجمہ: اور کون بہتر ہے دینی لحاظ سے اس شخص سے جس نے جھکا دیا ہو اپنا چہرہ اللہ کے لئے اور وہ احسان کرنے والا ہو اور پیروی کی ملت ابراہیمؑ کی اس حال میں کہ وہ ہر باطل سے منہ موڑے ہوئے ہو اور بنالیا ہے اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو خلیل۔

اس مبارک آیت میں مندرجہ ذیل نکات کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔

۱۔ یہ کہ بہتر دین وہی ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لے کر مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اور جس کو قرآن حکیم کی صورت میں متعارف کرایا گیا ہے۔

۲۔ اس دین کا دارومدار اتباعِ رسولؐ اور اعمال صالح پر ہے۔

۳۔ دین محمدیؐ کی بنیاد دین ابراہیمی پر ہے۔ اس لئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توحید کا ایسا درس دیا کہ شرع محمدیؐ میں ملت ابراہیمی کی پیروی لازم قرار دی گئی۔

۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مہمان نوازی اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بے مثال بھروسہ کرنے اور عشق و محبت کی منزلوں میں کامیاب ہونے پر خلیل اللہ کے بلند وبالا درجے سے فائز کیا گیا۔

سرورِ کشورِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے جونہی اعلان نبوت فرمایا، حضرت علی علیہ السلام نے کم عمری کے باوجود اس ذمہ داری کو قبول فرمایا۔ جس کے برداشت کرنے کی اس وقت کسی فرد یا گروہ کو ہمت نہ تھی۔

حضرت ابو طالبؑ گزشتہ بتیس سال سے کفیل ومحافظِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم چلے آرہے تھے۔ اب نصرت وحمایت رسولؐ کی مزید کڑی ذمہ داریاں ان کے کندھوں پر آن پڑیں۔ مگر عزم

marfat.com

وہمت کے اس پہاڑ کو کوئی چیز مرعوب ومغلوب نہ کرسکی۔شاید ایسی ہی خدمات کے صلے میں امت
ان کے لئے ضَحْضَاح کو پسند کیا۔

ملتِ ابراہیمؑ ہی دین اسلام ہے:

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا۔وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔(ال عمران ۹۵)

آپ کہہ دیجئے سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے پس پیروی کرو تم ملت ابراہیمؑ کی۔جو ہر باطل سے الگ تھلگ تھے۔اور (بالکل) نہ تھے وہ شرک کرنے والوں سے۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے خلیل علیہ السلام کے عمل وکردار سے کتنا پیار ہے کہ اپنے برگزیدہ محبوب صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو کامل دین وشریعت عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اصل مذہب دین ابراہیمیؑ ہے۔اس لئے ملت خلیلؑ کا اتباع اسلام کی بنیاد ہے کیونکہ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِينَ۔ انہوں نے ہی تمہارا نام مسلمان رکھا۔

لیکن عجیب حیرت ہے کہ اگر خواجہ ابو طالبؑ نے بوقتِ نزع فرمایا کہ میں دین ابراہیمیؑ پر ہوں تو اس میں (معاذ اللہ) عدم ایمان کا کیا ثبوت ہے۔اللہ کریم کا فرمان ہے کہ امت محمدیہؐ مذہب ابراہیمؑ کی پیروی کرے۔ملاں کا فتویٰ دیکھئے ایک طرف تو حضور خواجہ عبدالمطلبؑ اور ان کے جانشین محافظ رسالت خواجہ ابو طالبؑ کو دین ابراہیمی کا متبع کہتا ہے تو دوسری طرف (معاذ اللہ) بڑی دلیری اور بے باکی سے فتویٰ تکفیر کی مہر ثبت کرتا ہے۔

ادھر نص قطعی اور احادیث صحیحہ اظہر من الشمس ہے کہ حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے آباؤ اجداد تا ابو البشر سیدنا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام مومن وموحد مقبول بارگاہ خداوندی ہیں۔

عام اصول ہے کہ کوئی بھی پاک چیز کسی ناپاک برتن میں ڈالنا تو کیا تصور بھی نہیں کیا جاتا۔نیک وبد ہونا تو دور کی بات ہے۔مذہب اقوامِ عالم کے نزدیک بھی یہ اصول لازمی ہے کہ ہر اچھی چیز کو صاف ستھرے اور پاکیزہ ظرف میں ہی رکھا جائے۔صاف ستھرا لباس پہنا جائے سونے کے لئے صاف بستر ہو رہنے کے لئے صاف شفاف گھر میں ہر چیز گرد وغبار سے آلودہ نہ ہو۔یہ وہ تمام ضروریات ہیں جنہیں مسلم وغیر مسلم افراد واقوام پسند کرتی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو سوچنے کے لئے علم وعقل کی نعمتوں سے نوازا ہے۔نیک وبد ستھری اور گندی اشیاء میں تمیز کرنے کا دارومدار عقل پر ہے۔کیا کم سے کم عقل ودانش رکھنے والا انسان یہ باور کرسکتا ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ نے سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بت پرستوں کے گھر مبعوث فرمایا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے کہ: اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں

marfat.com

اور پاک صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔حدیث ہے پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے جبکہ حضورؐ اصل ایمان ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے والدین کریمین اور محترم وشفیق چچا حضرت ابو طالبؑ کے خلاف جتنی روایات کتابوں میں مرقوم ومنقول ہیں ان میں سے کوئی بھی روایت قابل اعتبار واعتماد نہیں چاہے ان روایات کے راوی ثقات ہی کیوں نہ ہوں۔ہم نے کسی جگہ دیکھا ہے کہ خاندانِ نبوۃ کے خلاف روایات کے راویوں میں جا بجا حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا اسم گرامی شامل کر کے سلطانی گواہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

قرآن حکیم کا فیصلہ ہے کہ حضور سرورِ کشور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سر اقدس پر اللہ تعالیٰ نے تاج رحمۃ للعلمین سجایا ہے۔ایک لاکھ چوبیس ہزار یا جتنے بھی انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے کسی نبی یا رسول کو اتنا اعلیٰ اعزازی خطاب نہیں عنایت ہوا۔اللہ تعالیٰ رب العلمین ہیں تو حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اے انصاف تو کہاں ہے:

بیٹا ہو محبوبؐ خدا، بشیر ونذیر، شفیع المذنبین، رؤف الرحیم سید المرسلین اور رحمۃ للعلمین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور (خدا کی پناہ) والدین کریمین علیہما السلام اور ساری زندگی صحبت میں رہنے والا جانفروش چچا (پھر خدا کی پناہ) جہنم میں؟؟ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہوسکتا۔ادھر فرمان الٰہی ہے اے محبوب اللہ کریم آپؐ پر اتنی عنایات فرمائیں گے کہ آپؐ خوش ہو جائیں گے۔مقامِ حیرت ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شفیق وجان نثار چچا اور والدین کریمین علیہم السلام (پھر معاذ اللہ) آگ کے شعلوں میں ہوں، چچا کا مغز دیگ کی طرح ابل رہا ہو تو حضورؐ خوش اور راضی ہوں گے؟ استغفر اللہ۔یہ روایات کا نتیجہ ہے۔

ع۔یہ اُمت روایات میں کھوگئی۔

حضورؐ حضرت ابو طالبؑ کے کلام کو پڑھتے ہیں خدمات کا ذکر بھی کرتے ہیں۔پھر بھی شک؟ حضورؐ تو فرماتے ہیں کہ مشرکین سے اسلام کی مدد لینا حرام ہے۔تو کیا وہ شخص مسلم نہ تھا۔جس نے بیالیس سال کفالت ونصرت کی اور آپؐ خاموش رہے؟ ہمارا خیال تھا ہر آیت کی شرح میں کلام ابو طالبؑ سے استفادہ کریں گے۔اور بعض مقامات پر ایسا ہی کیا بھی ہے۔لیکن اب یہ سوچا ہے کہ کلام کو ترتیب دے کر کافی تعداد میں اشعار قارئین کی خدمات میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔جو اشعار تاریخی واقعات کے بارے میں لکھے گئے تھے۔اپنے اپنے مقام پر ملاحظہ فرمائیں۔

marfat.com

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام پر الزام:

اب ایک پریشان کن بات نقل کی جاتی ہے محدثین کا قول ہے کہ (معاذ اللہ) حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے صرف تین جھوٹ بولے ہیں۔ استغفر اللہ یہ ہم کیا پڑھ اور لکھ رہے ہیں۔ یہ کسی عام اور غیر ذمہ دار آدمی کی بات نہیں کہہ رہے بلکہ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی بات ہے جو تمام آزمائشوں اور امتحانوں میں پاس ہوئے تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا اِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَاماً۔ اب میں نے آپ علیہ السلام کے سر پر امامت کا تاج رکھا ہے۔ مگر حدیثیں کیا کہتی ہیں۔ ملاحظہ ہو امام بخاری نے صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ ''حضرت ابراہیمؑ نے صرف تین جھوٹ بولے ہیں'' قارئین کرام اگر تحقیق و تجسس کی اشد مجبوری نہ ہوتی تو ہم یہ فقرہ لکھنے کی جسارت نہ کرتے۔ اللہ معاف فرمائے۔ آمین۔ بحوالہ بخاری عرض ہے۔

حیران کن حدیث:

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا یہ تعارف کیا کم ہے کہ آپ علیہ السلام کی اولاد میں ہزاروں انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے۔ اور یہ فخر بجائے خود ہے کہ سید العٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب شریف بھی آپ علیہ السلام ہی پر منتہی ہوتا ہے۔

پھر قابل تعریف امر تو یہ ہے کہ شریعتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بنیاد ملۃ ابراہیمیؑ ہی پر استوار ہوئی جیسے کہ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر ذکر موجود ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدح اور لغت قرآن حکیم میں جابجا بیان ہوئی ہے۔ توحید پرستی واطاعت خداوندی میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام انبیائے سابقہ میں اپنی مثال آپ ہیں۔

لیکن! امام بخاری نے اپنی صحیح میں خلیل اللہ علیہ السلام پر (معاذ اللہ) ایک نہیں تین جھوٹ ان کے کھاتے ڈال دیئے ہیں۔ عربی عبارت کافی طویل ہے۔ صرف ثبوت کے لئے ایک ٹکڑا ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

زیر مطالعہ صحیح بخاری اردو جلد دوم سے یہ عبارت شروع ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَمْ یَکْذِبْ اِبْرَاھِیْمُ اِلَّا ثَلٰثاً۔ حدیث نمبر ۵۸۳

ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صرف تین جھوٹ بولے امام بخاری نے تفصیل اسی طرح لکھی ہے۔ بحوالہ حدیث ۵۸۴ صرف اردو ترجمہ!

''ابو ہریرہؓ نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ساری زندگی جھوٹ نہیں بولا مگر تین بار۔

marfat.com

جھوٹ خالص اللہ کی رضا کے لئے۔ ایک یہ کہنا کہ میں بیمار ہو جاؤں گا۔ دوسرے یہ کہ بڑے بت نے ان بتوں کو توڑا ہے۔ تیسرے یہ کہ حضرت سارہؑ کو مصلحت کے تحت بہن کہہ دیا تھا۔ (بخاری)

قارئین کرام! اس میں شک نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے بت کا حوالہ دے کر مشرکین کی زبانی کہلوایا تھا کہ ''بت بول تو نہیں سکتے'' یہ جھوٹ نہیں تھا۔ منطقی استدلال سے بتوں کی زبوں حالی اور کفار کے عقیدے کی تکذیب تھی کیونکہ عقلی دلیل ہی سے بے دین لوگ اپنی کوتاہیوں اور خامیوں کو محسوس کرتے ہیں۔

اِنِّیْ سَقِیْمٌ کا یہ مطلب نہیں (معاذ اللہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحت مند ہونے کے باوجود بیمار بن گئے۔ بلکہ اس میں حکمت بالغہ یہ تھی کہ قوم کی بت پرستی کا مذموم فعل آپ علیہ السلام کی طبیعت پر ایک بیماری کی طرح ناگوار تھا اگر آپ علیہ السلام یہ ترکیب نہ کرتے تو بت شکنی کا موقع میسر نہ آتا۔ اُختی کہنے میں یہ صداقت اور حکمت تھی کہ حضرت سارہؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چچازاد تھیں۔ نیز ظلم سے بچنے کے لئے ایسا کرنا مستحسن حیلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ایسی ترکیبیں اپنے رسولوں کو خود بتایا کرتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے ماں جائے بھائی کو اپنے پاس روک رکھنا چاہتے تھے۔ مگر کوئی وجہ جواز نہ تھی اللہ تعالیٰ نے یہ تعلیم فرمائی کہ پیمانہ ان کے ذمہ لگایا جائے۔

اس طرح حضرت بنیامین کو روک رکھنے کی معقول تجویز ہاتھ آگئی اگر ایسا نہ کیا جاتا تو نہ حضرت یعقوب علیہ السلام معہ عیال مصر جاتے اور نہ ہی بنی اسرائیل وہاں آباد ہوتے اور نہ ان کی نسل پھیلتی۔ فرمان الٰہی ہے وَ کَذٰلِکَ کِدْنَا لِیُوْسُفَ اور ہم نے یوسفؑ کو تجویز بتائی۔ بایں ہمہ

امام بخاری ایسے محدث نے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام پر ایک نہیں تین جھوٹوں کی تہمت لگا دی۔

تو ایسے میں ناصرِ رسولؐ خواجہ ابو طالبؑ کے خلاف صحیح بخاری میں بے دلیل حدیثیں نقل کرنا بہت ہی آسان بات ہے۔ اب قارئین فیصلہ کریں کہ امام بخاری کا یہ استدلال کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے (نعوذ باللہ) تین ہی جھوٹ بولے کیسا ہے؟ کیا انصاف ایمان اور ادب و احترام کے موافق ہے یا منافی؟

ہم نے ایسے ہی چند دیگر واقعات بھی صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے نقل کئے ہیں جو ادب و احترام اور عقل و دانش سے معارض ہیں۔

کسی اور کی بات نہیں، صحیح بخاری کے دیباچے میں لکھا ہے کہ بخاری کے ابتدائی اور قدیم نسخے ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد تھے۔ باوجود اختلاف کے پھر بھی صحیح بخاری آج تک یہ ثابت نہ ہو سکا کہ بخاری کو صحیح ہونے کی سند کس نے دی، کہاں فیصلہ ہوا اس مجلس مشاورت کا امیر اور سربراہ کون

marfat.com

تھا۔ کس ماہ وسال میں یہ فیصلہ ہوا کہ قرآن حکیم کے بعد بخاری کا درجہ ہے؟

صحاح ستہ:

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ کے مجموعہ کو صحاح ستہ چھ صحیح کتابوں کا نام دیا گیا ہے معلوم نہیں کس نے یہ انتخاب کیا اور کب؟ مگر آج تک نہیں سنا کہ کسی نے صحیح ترمذی، صحیح نسائی وغیرہ کہا ہو۔ بلکہ جامع ترمذی، سنن نسائی، وغیرہ ہی کہا جاتا ہے۔ البتہ صرف بخاری اور مسلم کو صحیحین اور ان کے مصنفین کو شیخین کہا جاتا ہے۔ دوسرے چار محدثین اور ان کی کتب مستثنیٰ ہیں۔ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ حضرت امام مالک کی تصنیف مؤطا امام مالک حدیث کی سب سے پہلی کتاب ہے تو اس کی صحت کے باوجود شامل صحاح کر کے صحاح سبع کا نام کیوں نہ دیا گیا۔ اگر مؤطا کو مجموعہ سبع میں جگہ مل بھی جاتی تو پھر بھی صحت کا تاج صحیحین ہی کے سر پر ہوتا۔

ہم کیا عرض کر سکتے ہیں "گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل" سچ عرض کرتے ہیں تو مجرم ہوتے ہیں جھوٹ کی ہمت نہیں ہماری پیش کی ہوئی کوئی دلیل بھی کتب متعلقہ سے ماخوذ ہوگی۔ کسی روایت میں ذاتی رائے ہے نہ ضد وعناد بلکہ سچ اور رضائے الٰہی پیش نظر ہے۔ قارئین آئندہ اوراق میں نقل احادیث پر غور فرما دیکھیں اور براہ کرم ہمیں ہدف تنقید نہ بنائیں بلکہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو بغور پڑھیں اور دیکھیں کہ ایسا بھی ہوسکتا ہے۔

خلاف عقل احادیث:

صحیح مسلم میں وارد ایک حدیث ہدیۂ قارئین ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُوْنَ لَا يَنْظُرُوْنَ اَبِیْ سُفْيَانَ وَلَا يُقَاعِدُوْنَه' فَقَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَانَبِیَّ اللّٰهِ ثَلَاثٌ" اَعْطِيْنِيْهِنَّ قَالَ نَعَمْ قَالَ عِنْدِیْ اَحْسَنُ الْعَرَبِ وَاَجْمَلُهٗ اُمُّ حَبِيْبَةَ بِنْتُ اَبِیْ سُفْيَانَ اُزَوِّجُكَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَمُعَاوِيَةُ تَجْعَلُه' كَاتِبًا بَيْنَ يَدَيْكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ تُؤَمِّرُنِیْ حَتّٰى اُقَاتِلَ الْكُفَّارَ كَمَا كُنْتُ اُقَاتِلُ الْمُسْلِمِيْنَ قَالَ نَعَمْ: قَالَ اَبُوْزُمَيْلٍ وَلَوْ لَا اَنَّه' طَلَبَ ذَالِكَ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا اَعْطَاهُ ذَالِكَ لِاَنَّه' لَمْ يَكُنْ يُّسْاَلُ شَيْئًا اِلَّا قَالَ نَعَمْ۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمان ابوسفیان کی طرف دھیان نہیں کرتے تھے۔ نہ اس کے ساتھ بیٹھتے تھے کیونکہ ابوسفیان کئی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے لڑا تھا۔

marfat.com

اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا ایک بار وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بولا اے نبی اللہ کے تین باتیں مجھے عطا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اچھا ابوسفیان نے کہا میرے پاس وہ عورت ہے کہ تمام عربوں میں حسین اور خوبصورت ہے۔ ام حبیبہ میری بیٹی ہے میں اس کا نکاح آپ سے کر دیتا ہوں آپ نے فرمایا اچھا دوسری یہ کہ میرے بیٹے معاویہ کو آپ اپنا منشی بنائیے۔ آپ نے فرمایا اچھا تیسرے مجھ کو حکم دیجئے کافروں سے لڑوں (جیسے اسلام سے پہلے) مسلمانوں سے لڑتا تھا۔ آپ نے فرمایا اچھا۔ ابوزمیل نے کہا اگر وہ ان باتوں کا سوال آپ سے نہ کرتا تو آپ نہ دیتے کس لئے کہ ابوسفیان جیسی بات کا سوال آپ سے کرتا آپ ہاں فرماتے اور قبول کرتے۔

یہ آپ کا حسن خلق اور مصلحت بھی تھی کیونکہ ابوسفیان کافروں کا سردار تھا اس کی تالیف قلب بھی ضروری تھی۔ ہر چند ابوسفیان کا اسلام پہلے پہل جان کے ڈر سے تھا مگر بعد کو شاید پختہ ہو گیا ہو گا۔ جب آدمی اسلام لائے تو اس کے کفر وشرک کے وقت کے سب قصور معاف ہو جاتے ہیں اور آپ نے ''وحشی'' قاتل حمزہؓ کا اسلام قبول کیا اس پر بھی ابوسفیان کا خاندان' خاندانِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا ہمیشہ دشمن رہا۔ ابوسفیان عمر بھر حضرتؐ سے لڑتا رہا۔ اور صدہا مسلمانوں کو اس نے شہید کیا اور اس کے بیٹے معاویہ بن ابی سفیان نے جناب امیر المومنین خلیفہ برحق علی مرتضیٰ شیر خدا کا مقابلہ کیا اور جنگ صفین میں ہزاروں مسلمانوں کا خون کیا۔ اس کے بیٹے یزید پلید نے تو ستم ہی ڈھایا امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا اور امام حسین علیہ السلام کو ایسے ظلم سے شہید کرایا جس کا حال لکھنے سے قلم کا نپتا ہے۔ پھر یزید کے بعد بھی سارے خلفائے بنوامیہ سوائے عمر بن عبدالعزیز کے خاندانِ نبویؐ کے دشمن رہے اور ہمیشہ درپے ایذا اور آخرت کو تباہ کرتے رہے۔ لاحول ولاقوۃ۔

نووی نے کہا اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ ابوسفیان فتح مکہ کے دن ۸ ہجری میں اسلام لایا اور ام حبیبہؓ سے آپ نے ۶ ہجری یا ۷ ہجری میں نکاح فرمایا مدینہ میں یا حبشہ میں اور یہ نکاح عثمان نے کیا یا خالد بن سعید نے یا نجاشی بادشاہ حبش نے۔ ابن حزم نے کہا مسلم کی روایت میں وہم ہے راوی کا کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ آپ نے اُمِ حبیبہؓ سے نکاح فتح سے پہلے کیا جب ان کے باپ کافر تھے ابن حزم نے یہ بھی کہا کہ یہ روایت موضوع ہے اور اس کا بنانے والا عکرمہ بن عمار ہے اور شیخ ابن اصلاح نے ابن حزم کا رد کیا اور کہا یہ دلیری ہے ابن حزم کی اور عکرمہ بن عمار کو کسی نے وضع کی تہمت نہیں کی بلکہ وکیع اور یحییٰ بن معین نے اس کو ثقہ کہا ہے اور وہ مستجاب الدعوۃ تھا اور ابوسفیان کا مطلب اس سے تجدید عقد ہو گا یا وہ یہ سمجھتا ہو گا کہ بیٹی کا نکاح بغیر باپ کی مرضی کے ناجائز ہے اس لئے آپ نے صرف اچھا فرمایا نہ تجدید عقد کیا نہ ابوسفیان سے یہ فرمایا کہ تجدید ضروری ہے۔ انتہیٰ مختصراً۔

marfat.com

(صحیح مسلم ۲/۱۷۔۶ شرح نووی اردو ترجمہ) (علامہ وحید الزمان مطبوعہ لاہور)

قارئینِ کرام! دیکھا کس طرح تاویل کی ہے۔ کہ تجدید نکاح مراد تھی۔ نکاح کے مسائل سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم واقف تھے یا ابوسفیان؟ سرے سے حدیث ہی غیر واقعاتی اور موضوع ہے۔ اور پھر کی گئی شرح میں قبل از فتح مکہ اور بعد کے حالات پر تبصرہ ہو چکا ہے۔ اگلی حدیث بھی پڑھیے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہَ تعالٰی عَنْھَا اَنَّ سَالِماً مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعالٰی عَنْھُما کَانَ مَعَ اَبِیْ حُذَیْفَۃَ وَاَھْلُہٗ فِیْ بَیْتِھِمْ فَاَتَتْ یَعْنِیْ بِنْتَ سَھْلٍؓ رَضِیَ اللّٰہُ تَعالٰی عَنْھَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنَّ سَالِمًا قَدْ بَلَغَ مَا یَبْلُغُ الرِّجَالُ وَعَقَلَ مَا عَقَلُوْا وَاِنَّہٗ یَدْخُلُ عَلَیْنَا وَاِنِّیْ اَظُنُّ اَنَّ فِیْ نَفْسِ اَبِیْ حُذَیْفَۃَؓ مِنْ ذَالِکَ شَیْئًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعالٰی عَلَیْہِ وَالِہٖ وَسَلَّمَ اَرْضِعِیْہِ تَحْرُمِیْ عَلَیْہِ وَیَذْھَبُ الَّذِیْ فِیْ نَفْسِ اَبِیْ حُذَیْفَۃَ فَرَجَعَتْ فَقَالَتْ اِنِّیْ قَدْاَرْضَعْتُہٗ فَذَھَبَ الَّذِیْ فِیْ نَفْسِ اَبِیْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعالٰی عَنْہُ

(صحیح مسلم ص ۷۰ ترجمہ علامہ وحید الزمان شرح نووی اردو مطبوعہ لاہور)

اس موضوع پر مندرجہ بالا حدیث کے بعد آنے والی چار حدیثیں حضرت عائشہ حضرت زینب بنت ام سلمہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن کی روایت کردہ ہیں۔ بخوف طوالت صرف ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ سالم مولیٰ ابو حذیفہ کے ساتھ ان کے گھر میں رہتے تھے۔ اور سہیل کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس آئیں (یعنی ابو حذیفہ کی بیوی) اور عرض کی کہ سالم حدِ بلوغ کو پہنچ گیا اور مردوں کی باتیں سمجھنے لگا اور وہ ہمارے گھر میں آتا ہے اور خیال کرتی ہوں کہ ابو حذیفہؓ کے دل میں اس سے کراہت ہے سو فرمایا ان سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کہ تم سالم کو دودھ پلا دو کہ تم اس پر حرام ہو جاؤ اور وہ کراہت جو ابو حذیفہ کے دل میں ہے جاتی رہے پھر وہ لوٹ کر آپؐ کے پاس آئیں اور عرض کی کہ میں نے اس کو دودھ پلا دیا ہے اور ابو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کراہت جاتی رہی۔ جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے قاسم بن محمد کو خبر دی کہ سہلہؓ بنت سہیل بن عمرو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ کے ہمارے گھر میں ہمارے ساتھ تھے۔ اور وہ بالغ ہو گئے اور مردوں کی باتیں جاننے لگے تو آپؐ نے فرمایا کہ تم سالم کو دودھ پلا دو ابن ابی ملکیہ جو راوی حدیث ہیں انہوں نے کہا کہ میں نے ایک سال تک اس روایت کو کسی سے بیان نہیں کیا اور خوف کرتا تھا اس سے یعنی ڈرتا تھا

marfat.com

کہ لوگ اس پر کچھ اعتراض نہ کریں پھر میں قاسم سے ملا اور میں نے ان سے کہا کہ تم نے مجھ سے ایک حدیث بیان کی تھی کہ وہ میں نے آج تک کسی سے نہیں بیان کی انہوں نے کہا وہ کیا ہے میں نے ان کو خبر دی انہوں نے کہا اب تم مجھ سے روایت کرو اور کہو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے خبر دی ہے یعنی قاسم کو خبر دی ہے۔ زینب ام سلمہ کی بیٹی نے کہا کہ ام سلمہ نے جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا کہ آپ کے پاس غلام یفع یعنی ایسا لڑکا جو جوانی کے قریب ہے آتا ہے۔ جس کو میں پسند نہیں کرتی کہ میرے پاس آئے تو جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ کیا تم کو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی پیروی اچھی نہیں حالانکہ ابو حذیفہ کی بیوی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سالم میرے پاس آتا ہے اور وہ مرد جوان ہے ابو خدیفہ کے دل میں اس کے آنے سے کراہت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس کو دودھ پلا دو کہ وہ تمہارے پاس آیا کرے ام سلمہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بی بی فرماتی تھیں۔ کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تمام بیبیاں انکار کرتی تھیں۔ اس سے کہ کوئی ان کے گھر میں آئے اس طرح کا دودھ پی کر اور جناب عائشہ صدیقہ ﷛ سے کہتی تھیں۔ کہ ہم تو یہی جانتے ہیں کہ یہ خاص رخصت تھی۔ جناب رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سالم کے لئے اور حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سامنے ایسا دودھ پلا کر کسی کو نہیں لائے اور نہ ہم کو کسی کے سامنے کیا جناب عائشہ صدیقہ ﷛ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس آئے اور میرے نزدیک ایک شخص تھا۔ تو آپؐ کو ناگوار ہوا اور آپؐ کے چہرے پر میں نے غصہ دیکھا اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ میرا دودھ شریکا بھائی ہے آپ نے فرمایا کہ ذرا غور کیا کرو۔ دودھ کے بھائیوں میں اس لئے کہ دودھ پینا وہی معتبر ہے جو بھوک کے وقت میں ہو یعنی ایامِ رضاعت میں ہو یعنی دو برس کے اندر۔

قارئینِ کرام! زیادہ تبصرے کی ضرورت نہیں بس آخری جملہ جو سرکارِ ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منسوب ہے کہ دودھ پینا وہی معتبر ہے جو بھوک کے وقت میں ہو یعنی ایام رضاعت میں یہ جملہ سارے حیلے بہانے پر پانی پھیر دیتا ہے۔ انصاف کی کہئے یہ کیا رضاعت ہے کہ جوان مرد غیر محرم عورت کے چھاتی لگا دودھ پی رہا ہو کہ محرم ہو جائے۔ پھر ازواج مطہرات کا اس حیلے سے انکار اور راوی کا ایک سال تک روایت کو چھپائے رکھنا۔ پھر قاسم کا بیان کرنا اور ازواج مطہرات کا انکار یہ ساری باتیں عقلی نقلی دلائل کے خلاف ہیں۔ عقل تسلیم کرتی ہے نہ مذہب پھر یہی بات ہے تو امت کے کتنے بالغ مردوں نے غیر محرم عورتوں کا دودھ پی کر رضاعت سے فائدہ اٹھایا؟

پھر جس عورت کے ہاں سرے سے اولاد ہی نہیں ہوئی اس کا دودھ کہاں؟ اور ایسا ب جو

marfat.com

حیلہ کرنے کی مجبوری ہی کیا! حضرت حذیفہؓ کے غلام سالم کی بات ہے تو غلاموں سے پردہ کہاں مرقوم ہے۔ ایسی ہی اور حدیثیں بھی کتب احادیث میں موجود ہیں۔ لیجئے لگے ہاتھوں جامع ترمذی کی بھی ایک حدیث ملاحظہ کیجئے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ بْنِ الْخُدْرِیْ قَالَ :قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَنَّ تَوَضَّأَمِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَھِیَ بِئْرٌ یَلْقٰی فِیْھَا الْحَیْضُ وَلُحُوْمُ الْکِلَابِ وَالنَّتْنُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ :اِنَّ الْمَاءَ طَھُوْرٌ لَا یُنَجِّسُہُ شَیْئٌ " (ترمذی باب الطہارۃ ص ۷۱۔ جلد ا۔ شرح اردو)

روایت ہے ابی سعیدؓ خدری سے کہا پوچھا گیا یا رسول اللہ! کیا وضو کریں ہم بضاعہ کے کنویں سے اور وہ ایسا کنواں تھا کہ پڑتے تھے اس میں لتے حیض کے اور گوشت کتوں کا اور بدبودار چیزیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے' پانی تو پاک ہے اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی (ترجمہ بدیع الزمان)

قارئین کرام! کیا کوئی آدمی ایسے پانی کو دیکھ کر یا اس کی نوعیت سے واقف ہو کر ایسا پانی کسی بھی مجبوری میں استعمال کر سکتا ہے؟ ماسوائے آگ بجھانے کے۔ جبکہ فرمانِ رسالت ہے کہ پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور صاف ستھرے رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ صاف ستھری چیزوں کو پسند کیا جاتا ہے۔ پھر کون سی وجہ جواز ہے کہ کنویں میں گندے چیتھڑے اور مردہ کتے پڑے ہوں تو پانی ناپاک بھی نہ ہو۔ بدبودار اور بدمزہ بھی نہ ہو محدثین جانیں اور ان کی تصانیف۔

تعجب تو یہ ہے کہ ترمذی کے ابواب طہارت ہی میں حضرت ابوہریرہ کی حدیث ہے کہ جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھونا چاہیئے۔ یہ بات تو زندہ کتے کی ہے جب مردار کتا گلا سڑا پانی میں پڑا ہو اور پانی بھی کنویں کا ہو تو وہ دل کیسا ہوگا جو اسے قبول کرنے گا۔ اور پاکیزگی کا مفہوم کیا ہوگا۔ آگے آنے والی حدیث بھی غور سے پڑھیے اور غور کیجئے۔

مندرجہ ذیل حدیث امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کی ہے ذرا غور کی کسوٹی پر اس کی کیا حیثیت ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبُوْ بَکْرِبْنُ حَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا سَلَمَةَ یَقُوْلُ دَخَلْتُ اَنَا وَاَخُوْعَائِشَةَ عَلٰی عَائِشَةَ فَسَأَلَھَا اَخُوْھَا عَنْ غُسْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَدَعَتْ بِاِنَاءٍ نَحْوٍ مِنْ صَاعٍ فَاغْتَسَلَتْ

marfat.com

وَافَاضَتُ عَلٰی رَأسِهَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَهَا حِجَاب" (بخاری باب غسل اردوص ۲۰۱ حدیث نمبر ۲۴۷)

ہم سے عبداللہ بن جعفی نے بیان کیا۔ کہ ہم سے عبدالصمد بن عبدالوارث نے کہا ہم سے شعبہ نے کہا مجھ سے ابوبکر بن خفص نے میں نے ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے سنا وہ کہتے تھے۔ میں اور حضرت عائشہؓ کا ایک رضاعی بھائی عبداللہ بن یزید ان کے پاس گئے۔ ان کے بھائی نے ان سے پوچھا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم (جنابت کا) غسل کیونکر کرتے تھے؟ انہوں نے ایک برتن منگوایا جس میں ایک صاع کے قریب پانی تھا۔ پھر انہوں نے غسل کیا اور اپنے سر پر پانی بہایا اور ہمارے ان کے بیچ میں ایک پردہ پڑا تھا۔ امام بخاری نے ایک دوسرے طریقے سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

قارئین یہ ہے حدیث بخاری کی۔ صحیح بخاری میں۔

قارئین کرام! منقولہ حدیث میں مندرجہ ذیل امور غور طلب ہیں۔

ا۔ یہ کہ غسل کا طریقہ دریافت کرنے کے لئے صحابہ کرامؓ کو حضرت عائشہؓ کی خدمت میں جانے کی ضرورت تو تب ہی ہوسکتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کی کمی ہو۔ چلو یہ بھی مناسب ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے دریافت مسائل میں یہ مصلحت ہے کہ آپؓ صحابہ کرامؓ کی بہ نسبت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عملی حیات طیبہ کی زیادہ واقف اور متعارف تھیں۔

اب مسئلہ دریافت کیا گیا۔ مگر جواب مسئلہ عقل وانصاف اور شرم وحیا کا بھی متقاضی ہے۔ جو اب کی مناسب صورت تو یہی تھی کہ حضرت عائشہؓ زبانی سمجھا دیتیں کہ پہلے یہ کرو پھر وہ وغیرہ وغیرہ۔

اب حدیث مذکور میں وضاحت ہے آپؓ نے باقاعدہ غسل فرمایا اور سر پر پانی ڈالا جبکہ پردہ بھی تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عملی غسل کا نمونہ پیش کرنا تھا تو پردہ کیا ہوگا؟ جب سر پر پانی بہانا ان دونوں نے دیکھ لیا تو بات سر کی نہیں سارے بدن کی ہے پھر یہ امر بھی مسلم ہے کہ غسل کرتے وقت حضرت عائشہؓ نے ایک لفظ تک کلام بھی نہ کیا۔

ہم امام بخاری کی روح سے سوال کرتے ہیں یہ کس کے بارے میں حدیث نام کی عبارت نقل کی ہے؟ یہ زوجہ رسول الثقلین علیہ الصلواۃ والسلام ہیں جنکی شان جلیلہ پر قرآن شاہد ہے۔ ازواج مطہرات کی بے مثلی پر نص قطعی ہے وہ مومنوں کی مائیں ہیں۔ عملی غسل کا مفہوم ومقصود تو یہی ہے کہ جسم کے ہر عضو کو دھونے کا طریقہ سمجھا دیا جائے۔

لہٰذا ایمان اور شرم وحیا کا تقاضا یہی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ہرگز ایسا نہ کیا ہوگا۔ کسی اعتبار

marfat.com

سے بھی حدیث بخاری خلاف عقل وخلاف عدل ہے۔ کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔

۲۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ موسیٰ پیغمبر بڑے شرم والے بدن ڈھانپنے والے تھے۔ ان کے بدن کا کوئی حصہ شرم کی وجہ سے کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔ بنی اسرائیل کے بعض لوگوں نے ان کو بہت ستایا کہنے لگے موسیٰ جو اس قدر اپنا بدن چھپاتے ہیں تو اس میں کوئی عیب ضرور ہے۔ یا تو برص ہے۔ (کوڑھ) یا فتق یا کوئی اور بیماری اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوا کہ موسیٰ کی بے عیبی کھل جائے۔ ایک روز ایسا اتفاق ہوا موسیٰ اکیلے تھے انہوں نے اپنے کپڑے ایک پتھر پر رکھ کر ننگے نہانا شروع کیا جب نہا چکے اور پتھر پر سے کپڑے لینے لگے تو پتھر بقدرتِ الٰہی ان کے کپڑے لے کر بھاگا موسیٰ نے عصا سنبھالی اور پتھر کے پیچھے پیچھے کہتے چلے جاتے تھے ارے پتھر میرے کپڑے دے ارے پتھر میرے کپڑے دے وہ پتھر تھما ہی نہیں بنی اسرائیل کے لوگ جہاں تھے وہاں پہنچ کر تھما انہوں نے موسیٰ کو ننگا دیکھ لیا اللہ کی مخلوق میں بہت اچھے عیب وہ لگاتے تھے۔ ان سے پاک موسیٰ نے اپنے کپڑے لے کر پہنے اور پتھر کو عصا سے مارنا شروع کیا خدا کی قسم پتھر میں ان کی مار کے نشان موجود ہیں۔ (بخاری کتاب بدء الخلق حدیث نمبر ۶۲۸ ص ۳۳۲ جلد دوم)

ہم معترف ہیں کہ علماؤ محدثین کی علمی و دینی خدمات قابل صد ستائش ہیں لیکن جو روایات اولیائے کرام وانبیائے عظام کی شان وعظمت اور ادب واحترام کے ذرہ بھر بھی خلاف ہوں ان کی صحت مجروح ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ اس حدیث میں یہ اعتراف موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شرم و حیا کا پیکر تھے نیز تعلیمات اسلامیہ میں اس امر کی وضاحت ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں تمام بنی نوع انسان سے بڑھ کر شرم وحیا ہوتی ہے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ یہ پاکیزہ گروہ مبعوث من اللہ ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شرم وحیا ان کی فطری تعریف وتوصیف اور خاصۂ نبوت تھا بنی اسرائیل کو کسی جسمانی عیب کا خدشہ تھا تو ہوا کرے حیا داری ان کی فطرت اور عصمت تھی۔ فطرت بدل سکتی ہے۔ نہ عصمت داغدار ہو سکتی ہے۔ قوم کو شبہ تھا تو اپنے جلیل القدر نبی کی زبانی بھی تسلی کی جاسکتی تھی لیکن کہیں کس نے سوال کیا نہ شک گزرا۔ نبی نے کپڑے پتھر پر رکھے وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ نبی نے کئی بار منع کیا مگر اس نے سنی ان سنی کردی۔ یادرہے کسی بھی نبی کی نافرمانی اگر کی تو انسانوں نے کی۔ مو الید ثلاثہ میں انسان ہی تو ہے کہ انبیاء کی تکذیب سے ڈرا نہ باز آیا۔ جمادات و نباتات میں سے کسی چیز نے بھی رسولوں کی حکم عدولی نہ کی۔ تو وہ پتھر کیوں کر ایسا کرتا؟

پھر اگر یہ سب کچھ ہونا مشیت ایزدی میں شامل تھا تو معمولی معمولی امور کے بارے میں وحی اور کلام کے ذریعے فرامین زبانی نازل ہوتے تھے تو قوم کے اس شک کو رفع کرنے کے لئے پیغمبر کا

marfat.com

فرمان موثر نہ تھا؟ یا آپ کے بتائے ہوئے امور کو بھی تسلیم نہ کیا؟

تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اولوالعزم رسول پوری قوم کے سامنے (معاذ اللہ) بے پردہ ہوتا ہے۔ اور قوم دوڑتے ہوئے بغیر لباس نبی کو دیکھ رہی ہے اور مقصود صرف یہ ہے کہ قوم کا شک دور ہو جائے عقل تسلیم کرتی ہے نہ انصاف وانسانیت۔ نبی کی شرمگاہ دیکھنے والی آنکھ پھٹ جایا کرتی ہے۔ امام بخاری نے ایک بکری' گائے' اور بھینس کا دودھ پینے والوں کو حرمت رضاعت کا بھی تو فتویٰ صادر فرمایا تھا۔ عقل و دانش اور عدل اور انصاف کسی طرح بھی اس حدیث کی صحت پر یقین نہیں کرتے کیونکہ حیا ایمان ہے۔ جب نبی کے ستر کو عوام دیکھتے رہیں ایمان کے ایک رکن میں نقصان ہونے سے نقص ایمان کا دھبہ لگے گا۔ خلاف عقل خلاف قیاس اور خلاف عدل' عبارت کو صحیح حدیث کیسے تسلیم کرلیا جائے گا۔

نبی بھی ہدف تنقید ہو جائیں ابوطالبؑ کیونکر بچیں وہ تو وارثِ انبیاء علیہم السلام ہیں۔

حیران کن عبارت:

صحیح بخاری کتاب الوضو میں زہری کا بیان یوں منقول ہے۔ زہری نے کہا جب کتا کسی برتن میں چپڑ چپڑ کرے اور اسکے سوا اور پانی نہ ہو تو اس سے وضو کرلے۔ اور سفیان ثوری نے کہا قرآن سے بھی یہ نکلتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب تم پانی نہ پاؤ تو تیمّم کرو۔ اور کتے کا جوٹھا آخر پانی ہی ہے۔ لیکن دل میں اس طرح سے ذرا شبہ ہے (شاید وہ نجس ہوا) تو وضو اور تیمّم دونوں کرلے۔

(بخاری باب ۱۲۸ کتاب الوضوص ۵۷ اجلد اول اردو)

قارئینِ کرام! مندرجہ بالا عبارت میں متضاد چیزوں کا ذکر ہے ایک یہ کہ کتے کے جوٹھے پانی سے وضو کرنا جبکہ شبہ اور کراہت نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ بحوالہ قرآن حکیم جواز۔

جب کہ پانی پینے کی آواز بھی سنی گئی اور پھر یقین کی بجائے شبہ کیا؟ قرآن حکیم کا حوالہ تو پانی نہ ملنے پر تیمّم کرنے کا جواز ہے۔

جبکہ بعد کی حدیث میں وضاحت موجود ہے کہ کتے کا جوٹھا برتن سات بار دھویا جائے۔

اس عبارت میں نہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کسی حکم کا ذکر ہے اور نہ ہی کسی صحابی کا اثر منقول ہے اب امام بخاری جانیں کہ یہ عبارت حدیث رسولؐ ہے یا زہری کا فتویٰ؟ ہر حال عقل وادراک اسے تسلیم نہیں کرتے۔ ابن جوزی کے وضع کردہ اصول میں یہ وضاحت ہے کہ جسے عقل نہ تسلیم کرے وہ حدیث صحیح نہیں۔

اب اگر حقیقت حال سے آنکھیں بند کر کے کوئی آدمی یا گروہ اس فیصلے کو اس لئے تسلیم کرلے

marfat.com

کہ یہ عبارت صحیح بخاری میں ہے اور درست ہے۔ تو اس قوم یا فرد کی مرضی مانتے رہیں۔ کتا بذاتِ خود نجس ہے۔ بغیر شرعی ضرورت کتا گھر میں ہو تو رحمت کے فرشتے گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ کتے کا جوٹھا برتن سات بار دھونے سے پاک ہوتا ہے۔ کتا نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نماز مکروہ۔ پھر یہ کیا منطق ہے کہ کتے کا جوٹھا پانی وضو کے لئے جائز ہے۔ مگر صحیح بخاری میں منقول ہے اس لئے جائز کہا۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت عزرائیل علیہما السلام

قارئین کرام! مندرجہ ذیل حدیث امام بخاری نے اپنی مشہور زمانہ کتاب صحیح بخاری میں بروایت ابو ہریرہؓ بیان کی ہے۔ بخوف طوالت صرف اردو ترجمے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ یہ ترجمہ علامہ وحید الزمان شارح صحاح ستہ (حیدر آباد دکن) نے کیا ہے ان کی اپنی عبارت ملاحظہ ہو۔

''حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ موت کے فرشتے حضرت عزرائیلؑ موسیٰؑ پیغمبر کے پاس بھیجے گئے جب وہ آئے تو موسیٰؑ نے ان کو (آدمی سمجھ کر) ایک طمانچہ جڑا ان کی آنکھ پھوٹ گئی وہ پروردگار کے پاس لوٹ گئے اور عرض کیا تو نے مجھ کو ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا پروردگار نے فرمایا تو پھر اس کے پاس جا اور اس سے کہنا کہ ایک بیل کی پیٹھ پر اپنا ہاتھ رکھ جتنے بال اس کے ہاتھ تلے آئیں اتنے برس وہ زندہ رہے گا۔ عزرائیل آئے اور پروردگار کا یہ پیغام پہنچایا موسیٰؑ نے عرض کیا۔ پروردگار پھر اس کے بعد کیا ہونا ہے؟ فرمایا پھر مرنا ہے غرض ہر جاندار کے لئے موت ہے موسیٰؑ نے عرض کیا تو پھر ابھی سہی اگر لاکھ برس جیئے تو کیا فائدہ آخر فنا انہوں نے پروردگار سے یہ التجاء کی مجھ کو مقدس زمین بیت المقدس سے ایک پتھر کی مار برابر نزدیک کر دے۔

ابو ہریرہؓ نے کہا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میں وہاں بیت المقدس میں ہوتا تو تم کو موسیٰؑ کی قبر بتا دیتا راہ کے کنارے لال ٹیلے کے دامن میں ہے۔ (بخاری اردو باب نمبر ۲۳۳ حدیث ۶۳۱ کتاب بدالخلق ۳۳۴ جلد دوم)

قارئینِ کرام! مندرجہ بالا ساری عبارت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان اقدس سے صرف یہی فقرہ ثابت ہے کہ اگر میں فلسطین میں ہوتا تو تم لوگوں کو بتا تا کہ حضرت موسیٰؑ کی قبر ٹیلے کے دامن میں ہے۔

حضرت موسیٰؑ اور عزرائیل علیہما السلام کا واقعہ صرف ابو ہریرہ کی زبانی ذکر ہوا ہے۔

قابلِ غور امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اٹل ہے۔ بحکم خداوندی ملک الموت حضرت موسیٰؑ علیہ

marfat.com

السلام کے پاس آئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر صاحب کتاب رسول کلیم اللہ اور نبوت کے اعلیٰ علم و اخلاق کا پیکر ہوکر فرستادۂ خداوند کریم کو تھپڑ رسید کر دیں۔ یہ شان نبوت و رسالت کے خلاف ہے۔ تھپڑ بھی اس زور سے مارا آنکھ پھوڑ دی۔ یاد رہے آنکھ پھوڑنے کا ذکر عربی متن میں مذکور نہیں اور نہ ہی اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے آدمی جان کر تھپڑ مارا تھا۔ اگر آدمی ہی سمجھا تو کیا جو پیغمبروں کی خدمات میں حاضر ہوتے ہیں انبیاء علیہم السلام ان کو تھپڑ مارا کرتے ہیں؟ جبکہ انبیاء علیہم السلام مجسمہ اخلاق حمیدہ ہوتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ علیہ السلام بکریاں چرا رہے تھے۔ ایک بکری ریوڑ سے الگ چلی گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسے پکڑنے کے لئے گئے وہ بھاگتی پھری آپ پیچھے دوڑتے پھرے جب پکڑ لی تو اس کی ٹانگیں دابیں کہ تھک گئی ہے اور مارتے کیا؟ ادھر مقرب فرشتہ ادھر جلیل الشان رسولؑ پھر اللہ کا حکم اور لڑائی؟

صحیح بخاری میں منقول اس عبارت میں کہیں بھی یہ قصہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ذکر نہیں ہوا۔ یہ واقعہ حضرت ابوہریرہؓ کی زبانی مذکور ہے۔ دانشمند سوچ لیں۔

اس واقعہ کو عقل تسلیم نہیں کرتی کیونکہ اس میں حضرت عزرائیل علیہ السلام کی (معاذ اللہ) بے بسی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبردستی اور (معاذ اللہ) حکم عدولی کا پہلو نکلتا ہے، جو خلاف عقل اور تعلیمات الٰہیہ اور اخلاقِ حمیدہ کے بھی خلاف ہے۔

امام بخاری کا عجیب فتویٰ:

اے پس از جملہ محدثین امام بخاری اگرچہ مجتہد بود مگر بطور یکہ در دہ دوازدہ مسائل چوں اجتہاد کردہ باشد شاید کہ در یک دو مسائل ازاں مصیب بودے چنانچہ در نہایہ و کفایہ و فتح القدیر شرح ہدایہ وغیرہ نوشتہ اند در زمانہ ابوحفص کبیر وقتے کہ امام بخاری در بخارا آمدہ فتویٰ دادن شروع نمود پس وے را امام ابوحفص فتویٰ دہی ممانعت نمود کہ تو لائق فتویٰ دادن نیستی مگر امام بخاری قول وے را تسلیم نمود تا آنکہ روزے مردم از وے پرسیدند کہ اگر دو اطفال صغیر از یک بز و میش یا یک مادہ گاؤ شیر نوشند پس حکم ایشان چیست؟ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرمود کہ درمیان ایشان حرمت رضاعت ثابت میشود۔ وقتیکہ مردم ازیں چنیں مسائل اجتہاد وے راشنیدند بروے ہجوم نمودہ تا آنکہ اورا از بخارا بیرون کردند۔ (سیف المقلدین علی اعناق المنکرین ص ۱۳۴)

ترجمہ: ''جملہ محدثین میں سے امام بخاری اگرچہ مجتہد تھے۔ مگر دس بارہ مسائل میں شاید ہی ایک دو ان کے درست ہوتے تھے۔ ورنہ اکثر مسائل غلط ہوتے تھے۔ چنانچہ نہایہ کفایہ فتح القدیر اور ہدایہ وغیرہ

marfat.com

کی شروح میں لکھا ہے۔ کہ حضرت امام ابوحفص رحمۃ اللہ تعالیٰ جو کہ امام بخاری کے وقت میں بہت بڑے عالم بخارا میں تشریف فرما تھے۔ جب امام بخاری ان کی موجودگی میں بخارا میں آئے تو فتویٰ دینا شروع کر دیا۔ امام ابوحفص نے انہیں فتویٰ دینے سے باز رکھنا چاہا مگر انہوں نے فتویٰ دینا جاری رکھا۔ ایک دن لوگوں نے امام بخاری سے پوچھا کہ اگر دو بچے ایک ہی بکری، بھینس یا گائے کا دودھ پیتے رہیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے؟

امام بخاری نے ارشاد فرمایا کہ ان کے درمیان حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ آپس میں رضائی بہن بھائی ہیں۔ لوگوں نے جب ان کا یہ عجیب و غریب اجتہاد سنا تو ایک ہجوم کی صورت میں ان پر دھاوا بول دیا اور بالآخر انہیں بخارا سے نکال کر ہی دم لیا۔

قارئین کرام حیرت تو ہوتی ہوگی۔ آپ کو یہ مسئلہ اگر کسی ان پڑھ دیہاتی سے بھی پوچھا جائے تو وہ بھی پوچھنے والے کی عقل پر حیران ہی ہو جائے گا۔ کیونکہ افراد کنبہ کے علاوہ وہ قوم برادری مہمان بھی تو اسی طرح دودھ والے جانوروں کا دودھ پیتے ہیں۔ حتیٰ کہ خاوند بیوی بھی ایک بکری وغیرہ کا دودھ پیتے ہیں۔

ع۔ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی۔

پھر کیا ہوا؟

مندرجہ بالا واقعہ کے بعد امام بخاری نے امام ابوحنیفہ اور ان کی تقلید کرنے والوں پر یہ الزام لگایا کہ یہ لوگ فرقہ مرجیہ سے تعلق رکھتے ہیں اس مخالفت کی اصل وجہ وہی فتویٰ تھا جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ آگے بھی ملاحظہ فرمائیے۔

ہم درین کتاب است کہ افسوس است بر حال امام بخاری محض بسبب آں رنجش کہ مرا او را در بخارا از متبعین امام ابوحنیفہ بسبب غلطی وے در استغنائے شیر خواران رسیدہ بود کہ نادیدہ ندانستہ ناحق بر امام اعظم اتہام مرجیہ بر بست و بطرف قول شیخ خود عبداللہ بن مبارک کہ در حق برائے امام گفتہ ہیچ توجہ نہ نمود۔ (سیف المقلدین ص ۱۶۵)

اور یہ سب اس کتاب میں ہے کہ امام بخاری کے حال پر افسوس ہے کہ محض اس رنجش کے سبب سے جو انہیں بخارا میں امام ابوحنیفہ کے متبعین کے ساتھ شیر خواروں کی رضاعت کے سلسلہ میں اس قسم کا فتویٰ دینے پر ہوئی بغیر جانے و بوجھے امام ابوحنیفہ پر فرقہ مرجیہ کے عقائد رکھنے کی تہمت لگائی اور بہتان باندھا۔ اور اپنے شیخ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف مطلق دھیان نہ دیا جو انہوں نے امام ابوحنیفہ کی علمی جلالت کے اعتراف کے طور پر فرمایا ہے۔

marfat.com

قارئینِ کرام یہ نوک جھوک امت کے اس دینی عالم اور محدث اعظم سے متعلق ہے۔ جس کی تصنیف کو بعد از کتاب اللہ صحیح قرار دیا گیا ہے۔ ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ امام بخاری کی ذاتی قابلیت اور اجتہاد پر کوئی تبصرہ کریں۔ جو حقائق نقل کئے جا رہے ہیں۔ یہ انہی کے زمانے کے منقولات بصورت اختلافات واعتراضات ہیں البتہ مسئلہ رضاعت حیران کن بھی ہے اور افسوس ناک بھی اگر امام بخاری کا یہ حال ہے جو کہ سرخیل محدثین ہیں تو دوسروں کی حالت خدا جانے کیا ہوگی؟

اب کوئی تعجب کرے کہ حدیث صحاح کی کیا حیثیت ہے تعجب کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس لئے کہ بکری وغیرہ مثال ہے۔ بکری بھینس گائے کے دودھ میں شراکت شیر خوارگی اور رضاعت امام بخاری کے اجتہاد پر قوی استدلال ہے بخاری میں سینکڑوں حدیثیں ایسی ہیں جن پر حنفی مسلک کا عمل نہیں بعد از کتاب اللہ صحیح بھی تسلیم کرنا اور اختلافِ عمل بھی ثابت ہوا کہ امت مسلمہ صحت بخاری کی قائل نہیں۔ علاوہ ازیں خلاف عقل حدیثیں بھی نقل ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ تحت عنوان صحیح بخاری' ہم پہلے ہی عرض کر چکے ہیں۔ کہ ہمیں اس یقین دھانی کی ضرورت ہے نہ تشویش کہ کس نے کہا کلمہ پڑھا اور کس نے نفی کی۔ ہم تو صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابو طالبؑ کون تھے اور قرآن حکیم اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظرِ کریمانہ میں ان کا کردار کیسا تھا؟ خالی چچا کے رشتے سے تعارف کردار اور سیرت کی پہچان نہیں ہوسکتی۔ سردار بنو ہاشم کی سیرت و کردار اور جلالت و وقار کو وہی شخص جان سکتا ہے جس نے سردارِ مکہ بن کر خاتم النبیینؐ کی نصرت وحمایت اور رفاقت کی ہو۔ جب سے اب تک کسی ماں نے ایسے بے مثال سپوت کو جنم نہیں دیا۔ اور نہ ہی قیامت تک کسی کو ایسی سعادت نصیب ہوگی۔ ہاں مگر اتنا ہوا کچھ لوگ پہچانے گئے۔

آج تک یہ راز سربستہ ہے کہ کس نے کتاب اللہ کے بعد بخاری کو اصح کا مقام دیا ہے پھر جس کسی نے یہ فیصلہ صادر کیا ہے۔ اس کی تعریف اور وجہ صحت کیا ہے بس یونہی مشہور ہو گیا بعد کتاب اللہ بخاری صحیح ہے۔

بخاری کا ابتدائی نسخہ:

غور طلب بات یہ ہے کہ صحیح بخاری کے ابتدائی نسخے میں بہت سی خامیاں موجود تھیں۔ پھر راویوں نے جتنے نسخے نقل کئے۔ ہر نسخہ دوسرے سے مختلف تھا۔ جیسے کہ مولوی وحید الزمان شارح صحاح نے صحیح بخاری کے دیباچے میں لکھا ہے۔ ایک تو یہ کہ جن راویوں سے بخاری نے روایت کیا اور مسلم نے روایت نہیں کیا۔ وہ ۴۳۰ چار سو تیس پر کئی ہیں۔ اور ان میں اسی ۸۰ آدمی ایسے ہیں جن میں کلام کیا

marfat.com

ہے۔ساتھ ضعف کے۔اور جن راویوں سے مسلم نے روایت کیا اور بخاری نے نہیں کیا وہ چھ سو بیس ۶۲۰ راوی ہیں اوران میں ایک سو ساٹھ راوی ایسے ہیں جن میں کلام کیا گیا ہے ساتھ ضعف کے اور اگر چہ یہ کلام قادح نہیں ہے اور اس کا جواب دیا گیا ہے دونوں کتابوں کے راویوں کی نسبت (اور صحیح یہی ہے کہ ثقہ تھے) اس پر ان راویوں سے روایت کرنا جن میں کلام نہیں ہوا۔بہتر ہے ان کی روایت سے جن میں کلام ہوا (دیباچہ بخاری اردو ص ۷۸)

اس تشریح سے بھی کیا حاصل ہوا؟ وحید الزمان کا بیان ہے کہ بخاری کے راویوں میں سے چار سو تیس ۴۳۰ سے زائد راویوں کو امام مسلم نے تسلیم نہیں کیا۔جبکہ ان میں سے اسی ۸۰ ضعیف قرار دیئے گئے۔اسی طرح امام بخاری کے نزدیک امام مسلم کے منتخب راویوں میں سے چھ سو بیس (۶۲۰) پر اعتراض ہے اجن میں ایک سو ساٹھ (۱۶۰) ضعیف ہیں۔قوسین میں وحید الزمان نے اپنی طرف سے یہ تصدیق کی ہے کہ جن پر اعتراض ہوا وہ ثقہ تھے۔اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ ایک ہزار پچاس (۱۰۵۰) راوی ثقہ تھے۔تو ان پر کلام کیوں ہوا؟ ان میں ضعفا کی تعداد کیوں متعین ہوئی؟ شیخین کا ایک دوسرے پر اعتراض کرنے سے صحیحین کی صحت پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔تو ان حالات میں یہ دعویٰ کہ بخاری مسلم میں تمام حدیثیں صحیح ہیں۔محققین کے نزدیک درست نہیں۔امام شافعی کا قول آسمان کے نیچے سب سے صحیح کتاب موطا امام مالک ہے۔جبکہ شیخ ابو علی نیشاپوری نے مسلم کو بخاری پر مقدم کیا ہے۔اسی طرح علمائے مغرب نے بھی بخاری کے مقابلے میں مسلم کی صحت کو ترجیح دی ہے۔

علماء کے بیانات سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔کہ جو امام جس کی پسند کا ہوتا ہے اسی کے بچاؤ کی کوششیں کی جاتی ہیں۔عسقلانی نے بخاری پر تنقید بھی کی ہے۔لیکن جہاں سے تنقیدی سفر شروع ہوتا ہے وہیں واپس آجاتے ہیں تاکہ امام بخاری کی روح ناراض نہ ہو۔پوری تنقید کے بعد پھر وہ خامیاں معدوم اور کافور ہو جاتی ہیں۔

اصول ہے جب ایک روایت سے دوسری روایت متعارض ہو تو نتیجے کا نام اختلاف ہوتا ہے۔اختلاف کی صورت میں قطعیت کو برقرار رکھنا کافی دشوار ہو جاتا ہے۔

تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے چھے کتابوں کے مجموعے کو صحاح ستہ کہا جاتا ہے۔اور بات ختم ہوتی ہے ''صحیحین پر'' اگر مسلم بخاری ترمذی نسائی ابو داؤد اور ابن ماجہ سب صحاح ہیں تو پھر صحیحین کی اصطلاح ثابت کرتی ہے کہ دوسری چار کتابیں درجۂ صحت سے عاری ہیں۔ہم نہیں کہتے یہ تفریق علمائے شارحین اور محدثین کی ہے۔پھر ان چاروں کتب میں سے کسی ایک کے نام کے ساتھ بھی لفظ ''صحیح'' نہیں لکھا جاتا اور نہ ہی یوں بولا جاتا ہے صحیح ترمذی وغیرہ۔پہلے بھی عرض کیا جا چکا ہے۔اگر چھٹیوں

marfat.com

صحاح ہیں تو ایک جیسا اعتبار کیا جائے ورنہ صحیحین کے بغیر کو (خدانخواستہ) چھوڑنا پڑے گا۔ ائمہ محدثین کی خدمات ان کی محنتیں کاوشیں اور نقد نظر قابل صد تحسین لیکن ہیں تو غیر معصوم جب ہر غیر معصوم سے غلطی ہوسکتی ہے تو محدثین کرام سے بھی بعید نہیں۔ ہم تو کتب احادیث میں وارد ہر اس حدیث کو آنکھوں سے لگاتے ہیں جو عقل اور فن نقد کے اعتبار سے صحیح ہو۔ علمائے رجال اور وضع کردہ قواعد و اصول کے مطابق ہو۔ چند اصول و قوائد کتاب ہذا میں مضمون کے طور پر منقول ہیں۔ محدثین کے نزدیک ایک قول مسلم ہے کہ راوی موقع کا گواہ ہو یا اس نے ثقہ راوی یا سرکار ابدقرار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حدیث سنی اور آخر کار محدث تک پہنچی۔

ایک عجوبہ:

حضرت ابوطالبؑ کے متعلق بیان کی جانے والی امام بخاری کی حدیث ''ضحضاح'' سعید ابن مسیب نے اپنے والد حضرت مسیب سے روایت کی ہے۔ اس حدیث کی تخریج میں بہت سے اشکال ہیں ایک یہ کہ مسیب حضرت ابوطالبؑ کی وفات کے وقت کافر تھے اور بوقت وصال مکہ میں ان کی موجودگی کسی طرح ثابت نہیں۔ جبکہ ان کے اسلام کے بارے دو قول ہیں۔ پہلا قول ہے کہ فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا اس قول کے مطابق ان کے قبول اسلام اور حضرت ابوطالبؑ کی رحلت میں گیارہ سال کا فرق ہے جبکہ ۸ ہجری میں وہ مسلمان ہوئے۔ بقول عسکری صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تو اس اعتبار سے بھی بارہ سالوں کا فرق ہے دوسری بات عجیب پہیلی سی معلوم ہوتی ہے۔ امام ولی الدین مؤلف مشکوٰۃ نے اسماء الرجال میں لکھا ہے کہ سعید ابن مسیب کی ولادت حضرت عمرؓ کی خلافت کے دوسرے سال ہوئی تقریباً ۱۴ھ اور سال وفات ۹۳ھ ہے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری میں حدیث ضحضاح کے مندرجہ ذیل راویوں کا ذکر کیا ہے۔ اسحٰق رسولیہ یعقوب بن ابراہیم' ابراہیم بن سعد' صالح بن کیسان' ابن شہاب' اور سعید ابن مسیب اس روایت کا آخری راوی جس نے امام بخاری کو حدیث سنائی اسحٰق رہویہ ہے جس کی وفات بمطابق اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف ۲۳۸ ہجری ہے۔

اب مقام غور ہے۔ حضرت امام بخاری کا سن ولادت ۱۹۴ ہجری ہے۔ جبکہ جمع احادیث کا کام پندرہ سولہ سال بعد ہی شروع کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسحٰق رہویہ نے اپنے فوت ہونے سے تقریباً اسی سال بعد امام بخاری سے مل کر حدیث بیان کی۔ اگر سن اور تاریخ کتابوں میں غلط بیان اور نقل ہوتی ہیں تو ہم ذمہ دار نہیں۔ جو محدثین نے لکھا ہے ہم نے قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے۔ دروغ برگردن

marfat.com

راوی۔ اگر اسحٰق کی وفات ۱۳۸ھ میں ہوتی ہے۔ تو چھتر اسی سال بعد امام بخاری کو روایت کیسے پہنچی؟ اس کا فیصلہ قارئین کے عدل وانصاف پر ہے۔ نہیں تو اسحٰق کی ملاقات بخاری سے ثابت کریں۔ یونہی بے پر کی اڑا کر بے تقصیر ابو طالبؑ کو ضحضاح میں دھکیل دینا اور اس پر غیر واقعاتی شہادتیں کھڑی کرنا عدل وانصاف کے خلاف ایک شاخسانہ ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے پہلے ایمان اور پھر نصرت رسولؐ یہ امر بھی نا قابل تردید حقیقت ہے کہ مشرک کی امداد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے حرام ہے جیسے کتب سیَر سے ثابت ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہی حدیث روایت ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ حضرت ابو طالبؑ کی رحلت کے وقت موجود تھے تو دنیا کی کوئی تاریخی شہادت اس بات کو ثابت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ حضرت ابو ہریرہ اس وقت تنگدستی و مفلسی کا شکار تھے۔ اور یمن میں گداگری پر مجبور تھے۔ انہوں نے قبیلہ دوس کے ہمراہ فتح خیبر کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ یعنی حضرت ابو طالبؑ کے وصال کے تقریباً نو دس سال بعد۔ پھر وہ روایت اپنے اندر کتنی قوت رکھتی ہے یہ اپنے انصاف اور قوت ایمانی سے سوال کرنا ہوگا۔

حقیقت اور چیز ہے ضد اور چیز ہے۔ ایمان اور ضد دو مختلف صفات ہیں۔ ایمان انصاف کا متلاشی ہوتا ہے۔ جبکہ ضد کا ماحصل ظلم، نفرت اور دوری ہے۔ بحوالہ اسماء الرجال مشکوٰۃ شریف جلد سوئم ص ۱۴۱۴ مکتبہ رحمانیہ، حضرت ابو ہریرہؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ یمن کے قبیلہ دوس سے تعلق تھا ان کے نام ونسب میں کافی اختلاف ہے۔ فتح خیبر کے موقع پر اسلام قبول کیا۔ چھتر سال کی عمر میں ۵۷، ۵۸ یا ۵۹ ہجری میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے اس تحقیق کے مطابق اگر آپ کی وفات ۵۷ سن میں ہوئی تو سال ولادت اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے ہوگا۔ اور ۵۸ اور ۵۹ ہجری وفات جان لیجئے اعلان نبوت سے چار اور تین سال پہلے ولادت بنتی ہے۔ ان اعداد وشمار کے مطابق حضرت ابو طالبؑ کے وصال کے وقت ابو ہریرہؓ کی عمر ۱۱، ۱۲ اور تیرہ سال بنتی ہے۔ مگر مکہ معظمہ تو در کنار ملک عرب میں کہیں بھی موجود نہ تھے۔ جو شخص کسی واقعہ کے تقریباً بیس سال بعد حلقہ اسلام میں آتا ہے۔ اس نے حدیث ضحضاح کہاں سے سن لی؟ انصاف! انصاف!

اس راوی کی روایت قابل قبول ہوگی جو واقعہ کا عینی گواہ ہو۔ حدیث اس نے اپنے کانوں کی اور دل نے قبول کی ہو۔ دائیں بائیں سے سنی سنائی بات قابل اعتبار نہیں ہوتی۔

راویان حدیث:

قارئین ذوالاحترام بات کچھ نہ تھی خاندان نبوت کے ساتھ دشمنی اور عداوت نے اتنے

marfat.com

انڈے بچے دیئے کہ دنیا جہاں کا کوئی گوشہ کوئی کونہ کوئی شہر کوئی بستی ان کے شر سے محفوظ نہ رہی۔ نوبت بایں جارسید کہ علمائے سوء اور ان کے حکمران آقاؤں نے شان وعظمت اہل بیت کو گھٹا کر دکھانے کی خاطر تعلیمات اسلامیہ کے پیکر کو مسخ کر کے رکھ دیا۔ اور یہ سب کچھ مسلمان اور امیر المومنین کہلانے والے حکمرانوں اور ان کے رہنما اور پروردہ علمائے سوء کے ذریعہ ہوا۔ اب کچھ ان روایتوں اور راویوں کا تعارف جنہوں نے ناصر رسولؐ خواجہ ابوطالبؑ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے کفیل رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی توہین کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

روایت کی ابتدا:

پہلا راوی جو صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ سعید ابن میسّب ہے اکمال فی اسما الرجال مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ سعید ابن المسیب اس وقت پیدا ہوئے جب حضرت عمرؓ کی خلافت کے دو سال گزر چکے تھے تو اس کا مطلب یہ ہوا پندرہویں صدی ہجری میں پیدا ہو کر ۹۱ ہجری میں فوت ہوئے۔ جو شخص حضرت ابوطالبؑ کی وفات سے اٹھارہ سال بعد پیدا ہوا اس کی گواہی ایمان ابوطالبؑ پر مقبول نہیں ہوسکتی۔ رہا یہ سوال کہ سعید نے اپنے والد میسّب سے روایت کی تو میسّب نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا جبکہ وصال ابوطالبؑ کو گیارہ سال گزر چکے تھے اور بوقت وصال ابوطالبؑ میسّب کی موجودگی پر بھی کوئی شہادت نہیں اور نہ ہی کافر کی گواہی مقبول ہے۔ تو اس اعتبار سے بھی روایت غیر واقعاتی اور غیر موثر ہے۔

امام بخاری کی روایات:

امام بخاری نے اپنی صحیح میں چھے روایات نقل کی ہیں۔ جو ناصرِ رسولؐ کے خلاف ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ محدثین وشارحین کے نقد ونظر وجرح وتعدیل کے اعتبار سے ان روایات کی کیا حیثیات ہیں۔

پہلی روایت سے لے کر چوتھی تک کے راوی میسّب ہیں جن کے متعلق علامہ کرمانی شارح بخاری اور علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری لکھتے ہیں۔

بِاَنَّ الْمُسَیَّبَ عَلٰی قَوْلِ الْعَسْکَرِیِّ مِمَّنْ بَائِعَ تَحْتَ الشَّجرَۃِ قَالَ فَاِیاً مَا کَانَ لَمْ یَشْھَدُ وَفَاۃَ اَبِی طَالِبٌ۔

عسکری کے قول کے مطابق میسّب نے بیعت الرضوان کے موقع پر اسلام قبول کیا اور وہ وصال ابوطالبؑ کے موقع پر موجود نہ تھے۔

آگے لکھا ہے۔ ھٰذَا الْاَ سْنَادُ لَیْسَ عَلٰی شَرْطِ الْخَارِیِّ اِذْ لَمْ یَرْوِعَنْ مُسَیَّبِ اِلَّا اِبْنُہٗ،
یعنی یہ روایات امام بخاری کی اپنی شرط کے خلاف ہیں۔ اور پوری بخاری میں صرف یہی

marfat.com

ایک ایسی روایت ہے جو امام بخاری نے اپنی شرط کو توڑتے ہوئے۔ دو ابتدائی غیر صحابیوں کی بجائے۔ صرف ایک راوی سے قبول کرلی ہے۔ نیز یہ کہ میتب کا یہ قول سوائے ان کے بیٹے سعید بن میتب کے کسی اور شخص نے بیان نہیں کیا۔

اس کے بعد لکھا ہے:

اِنَّ البَخَارِیُّ لَمْ یُخرِجُ عَنْ اَحَدٍ مِمَّنْ لَمْ یَرْوَعَنْه اِلَّا وَاحِد" لَعَلَّه' اَرادَ مِنُ غَیرِ الصَّحَابِیُ (کرمانی شرح بخاری ص ۱۴۲۔ ۱۷) (عمدۃ القاری شرح بخاری ص ۱۰۸۔ ۹ وص ۲۷۶)

لیعنی یہ روایات امام بخاری کی اپنی قائم کردہ شرط پر ہی پوری نہیں اترتیں۔ اور پوری بخاری میں صرف یہی ایک ایسی روایت ہے۔ جو امام بخاری نے اپنی شرط کو توڑتے ہوئے دو ابتدائی غیر صحابیوں کی بجائے صرف ایک راوی سے قبول کرلی ہے۔ پھر میتب کا یہ قول سوائے اس کے بیٹے سعید ابن میتب کے کسی اور شخص نے بیان ہی نہیں کیا۔

قارئین محترم: مندرجہ بالا صراحت و وضاحت نے فرضی روایات کے اس قلعے کو دھڑام سے مسمار کردیا ہے۔ جو ناصرِ رسولؐ خواجہ ابو طالبؑ کے خلاف اعدائے اسلام نے تعمیر کیا تھا۔

۲۔ خواجہ ابو طالبؑ کے خلاف بیان کی جانے والی چار ابتدائی روایات کے سلاسل اسناد کی ابتدا سعید ابن میتب سے ہوئی ہے جن کو ابن شہاب زہری نے سعید سے ملاقات کئے بغیر بیان کردیا ہے۔ مزید عدم ملاقات پر ثبوت آئندہ سطور میں عرض کیا جائے گا۔

اندریں حالات ان مرسل اور منقطع روایات کو فضائل و مناقب میں نہیں۔ بلکہ ایک جلیل القدر اور واجب الاحترام ہستی کے ایمان کے خلاف استعمال کرنا' زبردستی ظلم اور زیادتی نہیں تو اور کیا ہوسکتا ہے۔

امام زہری کی مرسل روایات کے بارے میں امام اہل سنت علامہ احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

''اور مرسل بھی زہری کی' جسے محدثین پابہ ہوا کہے ہیں'' (رسائل رضویہ ۱۶۹۔ ۲)

اس سے مراد ہے زہری کی تحقیق بے تحقیق ہی چل رہی ہے۔

حضرت سعدؓ بن وقاص کا بیان:

حضرت سعدؓ بن وقاص نے آیت کریمہ مَا نَنْسَخْ پڑھی تو سعید ابن میتب نے کوئی اعتراض کیا تو حضرت سعدؓ نے فرمایا۔ اِنَّ القُرْآنَ لَمْ یَنْزِلُ عَلی الْمُسَیَّبِ وَلَا آلِ مُسَیَّبَ۔ قرآن میتب اور اس کی آل اولاد پر نازل نہیں ہوا۔ (در منثور ص ۱۰۴۔ ا۔ سیوطی)

marfat.com

قارئین پر بخوبی واضح ہو چکا ہے آیت کریمہ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ اور مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ آخر تک۔ حضرت ابوطالبؑ کے حق میں بیان کرنے والے حضرت مسیب ہی ہیں۔ جبکہ ان ہر دو آیات کے نزول میں بارہ سال کا طویل عرصہ واقع ہے۔ اس بعدالمشرقین کے باوجود ایک ہی راوی ہر دو روایات کو جمع کر کے ایک ہی روایت بنا دے تو اس عمل کو بدست خود روایت سازی کے سوا اور کیا کہیں گے۔ عقل تسلیم کرتی ہے نہ ادراک' ان روایات کو کسی بھی صورت قرین صحت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ آگے مرضی قارئین کی۔

بقول امام بخاری یہ روایت حضرت مسیب کی بیان کردہ ہے۔ تو پھر ماننا پڑے گا کہ اگر اکیلے مسیب ہی نے اس روایت کے بال و پر درست کیے ہیں۔ تو پھر دنیا کا کوئی واقعہ اس سے زیادہ حیرت انگیز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ مذکورہ روایت سے متعلقہ ایک آیت حضرت مسیبؓ کے اسلام سے کئی برس پہلے نازل ہوئی اور دوسری ان کے قبول اسلام سے کئی سال بعد نزول پذیر ہوئی۔ تو اس صورت حال میں اسے خود روایت سازی ہی کہا جاسکتا ہے۔ یہی حال زہری کا ہے۔

شیخ عبدالحق کا بیان:

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ:

"زہری تابعی است و تابعی صغیر است و رجال آں اسناد کہ بطریق ارسال آمد' قوی تر اند روابط تر اند بخلاف اسناد متصل کہ بعضے رجال وے ضعیف اند۔ (اشعۃ اللمعات جلد نمبر ۳)

شیخ عبدالحق دہلوی امام زہری کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ اگرچہ تابعی ہیں مگر نہایت ہی چھوٹی عمر کے تابعی ہیں۔ یعنی انہوں نے کسی نہ کسی صحابی کو دیکھا ضرور ہوگا۔ مگر اس سے روایت لینے کی یا روایت محفوظ کرنے کی اس وقت ان میں صلاحیت نہیں تھی یہی وجہ ہے کہ ان کی بیان کردہ متصل روایتوں کے راوی کمزور اور ضعیف ہیں۔

متن کا ترجمہ:

زہری تابعی ہیں مگر کم عمر تابعی ہیں۔ اور اس کے رجال جو بطریق مرسل آتے ہیں وُہ قوی اور مضبوط ہیں جبکہ اس کے برعکس متصل اسناد کے ساتھ بیان کردہ بعض راوی ضعیف ہوتے ہیں۔

قارئین کرام یہ حال ہے روایات کا تو پھر کس کس کا تدارک کیا جائے؟

یہ امت روایات میں کھو گئی	حقیقت خرافات میں کھو گئی

marfat.com

کتابت حدیث:

اگر چہ حدیث کی کتاب صحابہ کرام کے زمانے ہی سے شروع ہو چکی تھی لیکن قسطلانی نے مقدمہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ

''سب سے پہلے جس نے حدیث جمع کرنے کا حکم دیا وہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ عادل تھے۔ جیسے مؤطا میں امام محمد کی روایت منقول ہے۔انہوں نے کہا ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھو اور آپؐ کی سنتوں کو اور اس لئے کہ مجھے ڈر ہے علم کے مٹ جانے کا علماء کے گزر جانے کا اور ابونعیم نے تاریخ اصفہان میں عمر بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے سب ملک والوں کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں کو دیکھو اور ان کو جمع کرو اور بخاری نے اس کو مطلقاً اپنی صحیح میں نقل کیا پھر نقل کیا یہی کلام حافظ ابن حجر کا ہے۔ (دیباچہ بخاری وحید الزمان ۷۴)

قارئین کرام: یاد رہے یہ کون سا زمانہ تھا یہ وہی دور تھا جس دور میں خاندان نبوت اہل بیت کرام پر پانچ وقت بروز جمعہ خطبہ سے پہلے سب وشتم کی بوچھاڑ کی جاتی تھی۔ جعلی طریقے سے تو اس دور کی جمع شدہ احادیث میں حدیث ضحضاح شامل کتاب کرنے میں کوئی دشواری کیوں پیش آتی۔ ان لوگوں نے سب وشتم کو دین کا حصہ بنالیا تھا یہی وجہ تھی کہ جمعہ سے قبل حکماً گالی گلوچ کا سرکاری طور پر اہتمام کیا کرتے تھے۔

بخاری کا ابتدائی نسخہ ہی نامکمل تھا:

حافظ ابو اسحاق ابراہیم بن احمد مستملی نے کہا میں نے صحیح بخاری کو نقل کیا اصل کتاب سے جو امام بخاری کے ساتھی محمد بن یوسف فریری کے پاس تھی۔اس میں بعض چیزیں تمام نہ تھیں۔بعض جگہوں میں بیاض بھی تھی۔ بعض تراجم تھے جن کے بعد کچھ نہ تھا بعض احادیث تھیں جن کا ترجمہ باب نہ تھا تو ہم نے ایک کو دوسرے کے ساتھ اضافہ کیا ابوالولید نے کہا کہ اس قول کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ ابو اسحاق مستملی اور ابو محمد سرخسی اور ابوالہیثم کشمیہنی اور ابوزید بروزی جو بخاری کے راوی ہیں کی ان روایتوں میں تقدم و تاخر کا اختلاف ہے۔ حالانکہ ان سبھوں نے ایک ہی اصل سے نقل کیا ہے اور وجہ اس کی یہی ہے کہ زائد پرچوں اور ٹکڑوں میں جو کچھ لکھا تھا اس کو ہر ایک نے اپنی سمجھ کے موافق ایک جگہ لگا لیا اور دوسرے نے دوسری جگہ اور بعض دو ترجے ہیں۔ یا زیادہ ملے ہوئے اور ان کے درمیان احادیث نہیں (نووی دیباچہ بخاری ص ۵ ۷ طبع لاہور)

marfat.com

قارئین کرام! اس تنقیدی بیان سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔
۱۔ یہ کہ جو نسخہ امام بخاری نے چھوڑا تھا اس میں مسودات صرف نقل تو تھے مگر ان کی درستی انتہائی توجہ طلب تھی۔
۲۔ یہ کہ بعض حدیثوں کے تراجم تو تھے مگر متن حدیث نہ تھا۔
۳۔ یہ کہ بعض حدیثیں تو تھیں مگر ترجمہ نہ تھا۔ ابو اسحاق کا قول ہے کہ ہم نے ان خامیوں کو دور کیا دیباچے میں سے ہم نے اضافہ کیا۔ یعنی مسودہ بخاری مکمل کیا ابو الولید کا قول ہے مندرجہ اختلاف کا ثبوت یہ ہے کہ مذکورہ بالا راویان بخاری کی روایتوں میں پہلے اور بعد کا اختلاف ہے۔ حالانکہ سبھوں نے ایک ہی اصل سے نقل کیا ہے مگر اپنی اپنی مرضی اور سوچ کے مطابق جو چاہا نقل کر دیا
۴۔ یہ کہ بعض جگہ تراجم بھی مختلف ہیں جبکہ متن حدیث نام کی کوئی چیز نہیں۔ (تیسیر الباری شرح بخاری ص ۴)
قارئین کرام! کتنا منتشر حالت میں تھا مسودہ صحیح بخاری کا۔ جس کتاب کی تسوید اور تدوین میں اتنی بنیادی خامیاں ہونے کے باوجود ایک زمانہ اس کی صحت کے گن گائے تو وہ صحت کیسی ہوگی؟
اب معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کی تدوین وتسوید کی تکمیل ان راویان نے کی جن کے نام اوپر منقول و مذکور ہیں تو پھر ایسے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے شفیق عم محترم اور حضرات والدین کریمین علیہما السلام کے خلاف صحیحین میں کیوں نہ حدیثیں نقل ہوں۔
ٹھوس حقیقت ہے کہ بخاری کے راویان کی اکثریت ان لوگوں سے تعلق رکھتی ہے جن کے نزدیک اولادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا قتل عام کرنا اور گالی گلوچ کرنا برا فعل نہیں۔ ایسے میں ابو طالبؑ اور والدین رسولؐ علیہم السلام کیسے محفوظ رہ سکتے تھے۔
مندرجہ بالا عبارت پڑھنے کے بعد قارئین پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ ابتداء سے صحیح بخاری کے تمام نسخے ایک دوسرے سے کافی مختلف و متضاد تھے۔ پھر بھی صحیح۔

یونس بن یزید:

قارئین کرام کو یاد ہونا چاہئے۔ کہ خواجہ ابو طالبؑ کے خلاف امام بخاری نے چھے روائتیں نقل کی ہیں۔ وہ سب کی سب امام زہری کی بیان کردہ ہیں۔ اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ زہری کے بارے میں محدثین نے لکھا ہے۔ زہری پابر ہوا ہے۔ اب زہری سے روایت کرنے والے دوسرے راوی یونس بن یزید ہیں۔ امام اہل سنت علامہ احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں۔
ثقۃ" الا انّ فی روایۃ عن الزُّھری وَھمًا قلیلًا وَفی غیر الزّھری خطاءً۔ یونس ہیں تو ثقہ مگر زہری سے ان کی روایت میں کچھ وہم ہے۔ اور غیر زہری روایت خطا۔ بقول ذہبی امام احمد نے کہا۔ یونس کے

marfat.com

کام میں ضعف ہے ابن سعد نے لکھا لَیْسَ الْحُجَّةُ اس کا قول دلیل نہیں۔ امام وکیع بن جراح نے کہا' سَیْئی الحِفْظُ یونس کا حافظہ برا ہے۔ امام احمد نے ان کی کئی حدیثوں کو منکر بتایا۔ کُلّ ذَالِكَ فِی الْمِیزان۔ (فتاویٰ ص ۲۵۱ جلد دوم ص ۴۸۴)

چونکہ یونس نے براہ راست زہری سے روایت لی ہے۔ لہٰذا زہری کے بارے میں آخری اور ٹھوس ثبوت پیش خدمت ہے آیت کریمہ مَنْ عِنْدَہ' عِلْمُ الْكِتَاب یعنی اس کے پاس کتاب کا علم ہے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے نواب صدیق حسن خان بوپالی (غیر مقلد) لکھتے ہیں کہ یہ علم کتاب 'کتب سماویہ کی جنس سے ہے۔ جیسا کہ تورات انجیل ہیں۔ (فتح البیان ص ۱۴۰ جلد سوم)

زہری نے حدیث روایت کی: عَنِ الزُّهرِی عَنْ سالم عَنِ ابنِ عُمَرَ اِنَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلیهِ وَالِهٖ وَسَلَّم قَرَاها وَمَنْ عِنْدَہ' عِلْمُ الكتابَ ثُمَّ قَالَ لَا اَصْلَ لَه' مِنْ حَدِیثِ الزُّهرِیِّ عِندَ الثِّقَاتِ۔ (فتح البیان ص ۱۴۰ جلد سوم)

یعنی زہری نے سالم سے اور سالم نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی کہ حضور کتاب سماویہ کی تلاوت فرماتے تھے پھر کہا کہ زہری کی اس حدیث کی ثقہ محدثین کے نزدیک کوئی اصل نہیں ہے یہ ہے مقام روایت امام زہری کا۔ لیجئے زہری کی روایت تو بے اثر ہوگئی آگے چلئے۔

۴۔ معمر بن راشد:

خواجہ ابوطالبؑ کے خلاف روایت بیان کرنے والے ایک راوی معمر بن راشد ہیں جو زہری کے شاگرد ہیں ان کے بارے میں ہے کہ وہ ثقہ ہیں مگر ابوحاتم کہتے ہیں کہ ان کی بصرہ کی روایات میں غلطیاں ہیں اور علامہ ثابت سے ضعیف روایات بیان کرتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ص ۱۵۴ جلد اول)

لیجئے ان کی ثقاہت بھی مجروح ہوگئی اور آگے چلئے۔

۵۔ محمود ابن غیلان:

معمر کے بعد محمود ابن غیلان ہے۔ میزان الاعتدال میں اس نام کا کوئی شخص نہیں۔ البتہ صرف ابن غیلان ہے جس کو ابوزرعہ نے مجہول کہا ہے۔ (میزان الاعتدال ص ۱۹۴ جلد چہارم)

لیجئے ایک وکٹ اور گر گئی......

اسحٰق بن ابراہیم:

ایک راوی اسحٰق بن ابراہیم ہیں جنہیں بخاری کے حاشیہ پر ابن نصر لکھا ہے۔ میزان الاعتدال

marfat.com

میں ابن نصر کوئی اسحٰق بن ابراہیم نہیں ہے۔ البتہ ایک ابونصر دمشقی ہے اور وہ ثقہ ہے۔ لیکن ابن نصر اور ابونصر میں صرف ایک نقطے ہی کا فرق نہیں بلکہ ابن اور ابو کا فرق بھی ہے۔ اور یہ فرق بہت واضح ہے۔ تعارف یہ ہے۔

اِسحٰقَ بْنَ اِبْرَاهِيم الدَّبَرِيُّ صَاحِبُ عَبْدُ الرَّزَّاقِ مَا كَانَ الرَّجُلُ صَاحِبِ حَدِيْثِ وَاِنَّمَا اَسْمَعُهُ اَبُوْهُ وَاعْلَنَى بِهِ سَمِعَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ تَصَانِيْفَهُ (الخ) لٰكِنْ رُوِيَ عَنْ عَبْدُ الرَّزَّاقِ اَحَادِيْثُ مُنْكِرَة فَوَقَعَ التَّرَدُّدُ فِيْهَا۔ (میزان الاعتدال ص ۱۸۱ جلد اول)

روایت میں اسحٰق بن ابراہیم عن عبدالرزاق ہے۔ لہٰذا یہ گمان ہے کہ یہ الدبری ہیں۔ چنانچہ میزان میں ہے کہ یہ شخص عبدالرزاق کا شاگرد ضرور ہے اور ان کی تصنیف کا سماع کیا ہے لیکن یہ عبدالرزاق سے منکر حدیثیں بیان کرتا ہے۔ اور ان میں تردد پایا جاتا ہے لیجئے یہ بند بھی ٹوٹ گیا۔

۷۔ خلاف راویوں میں ایک عبدالرزاق ابن ہمام ہیں۔ حفاظ حدیث میں آپ کا اچھا مقام ہے۔ لیکن ان کی روایات میں بھی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔

امام نسائی لکھتے ہیں۔

وَقَالَ النِّسَائِى فِيْهِ نَظَرٌ لِمَنْ كَتَبَ عَنْهُ بِاٰخِرَة رُوِيَ عَنْهُ اَحَادِيْث "مَنَا كِيْر"۔ وَقَالَ اِبْن عَدِىْ: حَدَّثَ بِاَحَادِيْثَ فِيْ فَضَائِل لَمْ يُوَافِقْهُ عَلَيْهَا اَحَد" وَمَثَالِبُ لِغَيْرِهِمْ مَنَا كِيْر"۔ وَقَالَ دَار قُطْنِىْ: ثِقَةٌ لٰكِنْ بِخَطْى عَلٰى مَعْمَرِ فِيْ اَحَادِيْثِ (میزان الاعتدال ص ۶۱۰)

نسائی نے کہا وہ منکر حدیثیں روایت کرتے ہیں اور ان کا آخر پر لکھا ہوا کلام محل نظر ہے۔ کہ ابن عدی کہتے ہیں کہ ان کی فضائل پر لکھی ہوئی روایات کسی نے موافقت نہیں کی اور دوسروں نے ان کا انکار کیا ہے۔ دارقطنی کہتے ہیں کہ ثقہ ہیں لیکن معمر کی حدیثوں میں غلطی کرتے ہیں۔

قارئین کرام دیکھا آپ نے نسائی ابن عدی اور دارقطنی نے ایک اور راوی پر سکتہ طاری کر دیا اب کیا ہوگا؟ معمر بھی گیا اور عبدالرزاق بھی۔

امام بخاری کے آخری راوی اسحٰق ہیں۔ جنہیں اسحٰق بن رہویہ کہا جاتا ہے۔ ان کے متعلق ابو عبید آجری کا قول ہے کہ میں نے ابوداؤد سے سنا ہے۔ اسحٰق بن رہویہ کا حافظہ موت سے پانچ ماہ قبل خراب ہو چکا تھا۔ ابن حجاج کہتے ہیں کہ آخری عمر میں ان سے روایات غلط ملط ہو جایا کرتی تھیں۔

نمبرا۔ قَالَ اَبُوْ عُبَيْدَ الْاٰجُرِىُّ سَمِعْتُ اَبُوْ دَاوٗدَ يَقُوْلُ اِسْحٰقَ اِبْنُ رَهْوِيَه تَغَيَّدَ قَبْلَ اَنْ يَمُوْتَ بِخَمْسَة اَشْهُرٍ وَذَكَرَ لِشَيْخِنَا اَبِى الْحَجَاجِ حَدِيْثُ" فَقَالَ: قِيْلَ اِسْحٰقُ اِخْتَلَطَ فِيْ اٰخِرِ عُمْرِهٖ۔ (میزان الاعتدال ص ۱۸۳ جلد اول)

marfat.com

لیجئے قارئین کرام: اسحٰق ابن راہویہ کو بھی ابوعبید ابن حجاج اور ابوداؤد نے گول کر دیا۔اب صرف روایت باقی ہے راوی غائب اور بے اثر ہو گئے۔یونہی بے تقصیر خواجہ ابوطالبؑ کا نام آسان نظر آ گیا اور ایک زمانہ پیچھے لگ گیا۔

۹۔**ایک روایت کا آخری راوی ابوالیمان ہے** جو شعیب ہی سے روایت کرتا ہے۔لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ بشیر بن شعیب کا کہنا ہے کہ ابوالیمان میرے والد شعیب کی وفات کے بعد ہمارے گھر آئے اور کتابیں دیکھیں۔تو پھر ابوالیمان کا یہ کہنا کہ ہمیں شعیب نے بتایا چہ معنی دارد؟ امام احمد کا بھی یہی قول ہے کہ ابوالیمان شعیب سے نہیں ملے۔یہ کہنا غلط بیانی ہے؟ ہم نے نہ صرف عربی متن چھوڑ دیا بلکہ ترجمہ وتشریح میں بھی اختصار کیا ہے۔

جس آدمی کی سماعت حدیث کی یہ حالت ہو اس کا مقام روایت کتنا معتمد اور مقبول ہوگا۔یہ ستون بھی اپنے آپ دھڑام سے گر گیا۔اب روایات وَهُوَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا ۔ہو چکی ہے۔اس خلاصہ کا متن بھی میزان الاعتدال ص ۳۵۳ جلد اول میں منقول ہے۔

۱۰۔ایک راوی محمد بن حفصہ ہیں جن کی تعریف یہ ہے۔مُحمد بنُ ابی حَفصة" عن الزُهری فیه شیءٌ" و نجذا و ابن معین مرّة وقال مرّة صالح" مرّة" لیس بالقوی۔وقال مرّة" ضعیف"۔وقال النسائی ضعیف الحدیث

وَقَالَ ابنُ عَدِیّ هُوَ مِنْ ضُعَفَا الَّذِیْنَ یَکْتُبُ حَدِیْثَهُمْ (میزان الاعتدال ص ۵۱۵ جلد سوم)

محمد ابن حفصہ کو ابن معین نے پہلے ثقہ کہا' پھر صالح اور پھر کہا یہ کمزور ہے۔اور آخر میں کہا یہ ضعیف ہے۔**نسائی** نے کہا ضعیف ہے۔ابن عدی نے بیان کیا ضعیف لوگوں کی روایتیں بیان کرتا ہے۔(**ان کا دروازہ مقفل ہو گیا**) آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

۱۱۔**ایک راوی سلیمان بن عبدالرحمٰن ہے** جن کا تعارف یہ ہے:

قَالَ اَبُوْ حَاتمِ:صَدُوق" اِلَّا اَنَّه" من اَرْوَی النَّاسِ مِنْ ضُعَفَاءِ وَالْمَجهُوْ لِیْنَ هُوَ فِی حَدَّثُوْنَ رَجْلاً وَاضعُ لَه' حَدِیْثاً لَمْ یَفْهَمْ وَکَانَ لَا یَمِیْدُ. قَالَ اَبُوْ دَاوُدُ هُوَ یَخطِئُ کَمَا یَخطِئُی النَّاسُ ـهُوَ خَیرٌ" مِنْ هِشَام ابْنُ عَمَّارٍ (میزان الاعتدال ص ۲۱۳ جلد دوم)

سلیمان بن عبدالرحمٰن کے متعلق ابوحاتم نے کہا وہ تھے تو سچی مگر مجہول اور ضعیف لوگوں سے روایت بیان کرتے تھے اور وضعی حدیثوں کی پہچان اور تمیز نہ تھی۔

دار قطنی کہتے ہیں۔کہ ان کے نزدیک منکر اور ضعیف روایات بھی ثقہ ہیں۔ابوداؤد کہتے ہیں وہ غلطیاں کرتے تھے جیسے دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں۔لیکن ہشام ابن عمار سے بہتر تھے۔

لیجئے ... ابوحاتم ابوداؤد اور دار قطنی نے سلیمان بن عبدالرحمٰن کی روایات بھی پس پشت

marfat.com

ڈال دیں اور باقی صرف ابوطالبؑ بچے۔ بمطابق صحیح بخاری حدیث ضحضاح کے راوی حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مسدود یحیٰ 'سفیان' عبدالملک بن عمیر 'عبداللہ بن حارث' عباس بن عبدالمطلب۔

۱۲۔ چوتھے راوی عبدالملک بن عمیر کے بارے میں کہا گیا ہے۔ اگر چہ وہ ثقہ تھے مگر طویل عمر ہونے کی وجہ سے حافظہ خراب ہو چکا تھا۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ حافظ حدیث نہ تھے اور ان کے حافظے میں تبدیلی آ گئی تھی۔ امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ وہ ضعیف تھے اور غلطیاں کرتے تھے۔ ابن معین کہتے ہیں۔ روایات کو غلط ملط کرتے تھے۔ (میزان الاعتدال)

نوٹ عربی متن اس لئے نقل نہیں کیا کہ کتاب کا ورق پھٹا ہوا تھا۔ اس نقد ونظر سے ان کی بھی چھٹی ہوگئی۔

۱۳۔ دوسری روایت کے راوی یہ ہیں۔ عبداللہ بن یوسف للیث۔ ابن الہاد کا نام یزید للیثی ہے ان کے بارے میں ابن معین کا قول ہے۔

عَنْ ابنِ مُعِینِ صَالِحُ وَقَالَ اَبُو حَاتِم لَیسَ بِقوِیٌّ۔ (میزان الاعتدال ص ۲۳۰ جلد چہارم)

ابن معین کہتے ہیں صالح ہے۔ حاتم کا کہنا ہے کمزور تھے۔ اس طرح یہ زور بھی توڑ ا گیا۔

۱۴۔ لیث ابن سعد:

اسی روایت میں لیث ابن سعد ہے جس کا تعارف یہ ہے: قَالَ یَحیٰ بن مُعِینَ کانَ یَتَسَاهَلُ فِی الشیُوخِ وَالسَّمَاعِ (میزان الاعتدال ص ۴۲۳۔۴)

اگر چہ ثقہ ہیں مگر سماع حدیث میں ست اور کاہل تھے۔ قارئین کرام دیکھا کسی کی سستی کسی کی غلطی کسی کی ضعیفی اور کسی کے عناد نے بے گناہ ابوطالبؑ پر کیا کیا الزام تراشیاں کیں۔ ایک دن عدل ہوگا اور خوب ہوگا۔

۱۵۔ ایک راوی عبداللہ بن یوسف کا تعارف یہ ہے۔ عَبداللّٰه بن یوسُفُ عَنِ اللَّیثُ لَیسَ بِمُعتَمِد" (میزان الاعتدال ۵۲۸ جلد چہارم)

عبداللہ بن یوسف امام بخاری کے اساتذہ میں سے ہیں۔ اگر چہ ثقہ ہیں مگر لیث بن سعد سے روایت کرنے والے لائق اعتماد نہیں۔ (استاد ہی بے اعتماد ہو شاگرد کیسا ہوگا؟)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے اس مصنوعی عمارت کی ایک ایک اینٹ گر رہی ہے۔

۱۶۔ یزید ابن الہادِ اللیثی کے تعارف پر بھی غور فرمایئے۔ ابو حاتم کہتے ہیں لَیسَ بالقَوِیُّ اس کی

marfat.com

روایتیں کمزور ہیں۔ قارئین تمام راویوں کی کمزوریاں جمع ہوئیں تو خواجہ ابوطالبؑ کے خلاف دعویٰ کا لعدم ہوگیا۔ مگر کمزوریوں کونظر انداز کرتے ہوئے صرف مخالفت کوتقویت پہنچائی جارہی ہے۔

قارئین کرام جتنے راویوں کا تعارف بحوالہ میزان الاعتدال حوالہ قلم کیا گیا ہے۔ یہ سب امام بخاری نے اپنی صحیح میں نقل کئے ہیں۔ یادرہے ہم نے اپنی طرف سے ایک فقرہ بھی ان کی کمزوریوں اور تساہل کے حق میں نہیں لکھا۔ اور یہ بات بھی مصدقہ ہے کہ میزان الاعتدال جرح وتعدیل کے سلسلے میں معتبر تصنیف ہے۔

جامع ترمذی میں جوحدیث حضرت ابوہریرہؓ سے شروع ہوکرنقل ہے اس میں ایک راوی یزید بن کیسان ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ ہم اس شخص کونہیں جانتے۔ جب محدث خودہی کسی شخص کے کردار سے غیر متعارف ہوتواس کا مقام روایت کیا ہوگا لہٰذا جتنے راویوں نے خواجہ ابوطالبؑ کے خلاف روایتیں بیان کی ہیں میدان رواۃ کے کنارے پر پہنچنے سے قبل ہی تھک ہار کرنا کام وبے نیل ومرام ہوگئے۔

۱۷۔ان ہی راویوں میں ایک محمد بن عبدالملک اموی ہے جس کا پورا تعارف اس طرح ہے۔ محمد بن عبدالملک بن مروان بھی حکم اموی ہے۔ قَالَ اَبُوداوٗد وَلَمْ یَکُنْ بِمُحْکَمُ الْعَقْلِ وہ دانشمند نہ تھا (میزان الاعتدال ص ۶۳۲۔۳)

یہ رائے تو ہے باعتبار نقد ونظر جرح وتعدیل اب ذرا اس کی خاندانی شرافت اور سیرت وکردار کی روشنی میں دیکھنا چاہئے۔ معمولی سے تعارف سے خود بخود معلوم ہو جائے گا کہ اس خاندان کو دین اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے کتنی محبت عقیدت اور احترام تھا۔ جس قوم نے اپنے دین میں یہ حکم نافذ کررکھا ہو کہ ہر نماز کے وقت اہل بیت رسولؐ پر سب وشتم کی بوچھاڑ کی جائے تو اس کی دینداری کا مقام کیا ہوگا۔ جس قدر وضعی حدیثیں کتب احادیث میں منقول ہیں۔ سب اسی دور کی پیداوار ہیں۔ اموی خاندان نے مقام رسالت کا اقرار کبھی نہیں کیا۔ اور نہ ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رشتہ داروں اور اہل بیت کی بزرگی اور عظمت واحترام کا کبھی پاس کیا جو ایک صدی تک گالیاں دیتے رہے ان کے لئے موضوع حدیثیں بیان کرنا کون سی مشکل تھی کسی اور خاندان کا نام بھی کسی نے لیا ہے؟ یہ تمام سازشیں تھیں خاندان نبوت کے خلاف، جوتا ہنوز کسی نہ کسی صورت میں برسر عمل اور مصروف تخریب کاری ہیں۔

مندرجہ بالاتنقیدی تحریر میں ترمذی کی حدیث کو چھوڑ کرسترہ راویان حدیث بخاری کے بارے میں کتب الرجال بالخصوص میزان الاعتدال سے استفادہ کیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ جان کربھی ابوطالبؑ کی پہچان نہ کرے تواس سے بڑھ کرکون سی بدبختی اور شقاوت ہوگی ان لوگوں کی بدنصیبی کا بھی اندازہ ہونا

چاہئے جنہوں نے بچشم خود سردار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بارہا دیدار کیا۔ معجزے دیکھے برکتیں اور کرامتیں ملاحظہ کیں مگر کفر وشرک کی دلدل سے نجات نہ ملی۔

تعجب اور افسوس تو اس بات پر ہے کہ مسلمان کہلاتے ہوئے دیدہ دانستہ احکام الٰہی اور ارشادات نبویؐ کو یکسر پس پشت ڈال کر صرف خاندانی عصبیت اور رقابت کو پیش نظر رکھ کر اپنی عاقبت برباد کرنا مسلمان تو درکنار کوئی بھی اہل کتاب پسند نہ کرے گا۔ خدا جانے دین حق کے ماننے والوں کو اپنی ذلت اور پستی کیوں پسند ہے؟ ذلت بھی وہ جس پر یہود ونصاریٰ بھی انگشت بدنداں ہیں۔

ع۔ ''وہ مسلمان کیا جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود''

شیخ نورالحق محدث دہلوی:

شیخ نورالحق، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے فرزند ارجمند ہیں۔ اپنے والد محترم کی طرح محدث ہیں اپنی معروف تالیف تعمیر الباری شرح بخاری میں' مسیّب کے اس قول کو زیر تبصرہ لاتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ اس پر صاحب تلویح نے کلام کیا ہے اور ان کی پیروی کرتے ہوئے صاحب توضیح نے فرمایا ہے کہ حدیث صحابہ کی مرسل روایات میں سے ایک ہے اور اسے مسیّب نے بیان کیا ہے جبکہ وہ فتح مکہ کے دن اسلام قبول کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔ اور عسکری کے قول کے مطابق صلح حدیبیہ کے دنوں میں اسلام لا کر بیعت رضوان والوں میں شامل ہوئے تھے۔ بہر صورت وہ جناب ابو طالبؑ کے وصال کے موقع پر ہرگز حاضر نہیں تھے۔ کیونکہ حضرت ابو طالبؑ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ تعالیٰ علیہا نے یکے بعد دیگرے نزدیک ترین دنوں میں مکہ معظمہ میں وفات پائی۔

بعض نے اس کا جواب دیا ہے کہ مسیّب کے تاخر اسلام سے یہ ضروری نہیں کہ وہ حضرت ابو طالبؑ کی وفات کے وقت بحالت کفر بھی وہاں موجود نہ تھے مگر بدر الدین عینی نے اس گمان کو باطل قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ مسیّب کا حضرت ابو طالبؑ کی وفات کے وقت ان کے پاس ہو کفر یا ایمان دونوں حالتوں میں ہی ثابت نہیں ہوتا۔ اور محض احتمال کی وجہ سے صاحب توضیح ارشاد کی تردید نہیں کی جاسکتی اور یہ پوشیدہ امر نہیں کہ اس صورت میں مرسل روایت پر جزم و یقین نہیں کیا جاسکتا۔

کرمانی کا بیان:

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ یہ اسناد شرط بخاری کے مطابق نہیں ہیں کیونکہ مسیّب سے صرف اس کے بیٹے نے روایت کی ہے۔ صاحب تلویح نے کہا ہے اور توضیح نے اس کی متابعت کی ہے کہ یہ

marfat.com

روایت صحابہ کی مرسل احادیث میں سے ہے۔ کیونکہ میتب ان لوگوں میں سے ہیں۔ جو فتح مکہ کے وقت اسلام لائے۔ بقول مصعب کے۔ اور بقول عسکری کے وہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ اور وہ ابی طالبؑ کی رحلت کے وقت موجود نہ تھے۔ کیونکہ حضرت ابوطالبؑ اور ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ صلوات اللہ تعالیٰ علیہا کی وفات حسرت آیات قریب قریب کے دنوں میں ایک ہی سال میں ہوئی تھی۔ اور بعض لوگوں نے اس کی تردید کی ہے کہ میتب کے تاخر اسلام ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ وفات ابی طالبؑ کے وقت موجود نہ تھے جس طرح عبداللہ بن امیہ موجود تھے۔ جبکہ وہ بھی بحالت کفر تھے اور بعد میں ایمان لائے۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں' عبداللہ بن امیہ کا وفات ابوطالبؑ کے وقت بحالت کفر موجود ہونا صحیح طور پر ثابت ہے اور میتب کا اس موقع پر نہ تو صحاح میں ثابت ہے نہ غیر صحاح میں اور احتمال میں کسی خاص امر کی تردید نہیں کی جاسکتی۔

یادر ہے کہ علامہ قسطلانی نے بھی اپنی مشہور تصنیف ''ارشاد الساری شرح بخاری'' میں وہی مضمون نقل کیا ہے جو علامہ کرمانی کے حوالے سے اوپر منقول ہے اس کو نقل کرنا طوالت مضمون کا باعث ہوگا۔

کرمانی شرح بخاری:

قَالَ النَّوْوِیُ

یَمْ یَرْوِ عَنِ الْمُسَیَّبِ اِلَّا ابْنُہ' فَضِیْہِ رَدٌ'' عَلَی الْحاکِمِ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ۔قَالَ اَنَّ الْبُخَارِیُ لَمْ یُخْرِجُ عَنْ اَحَدِ مِمَّنْ لَمْ یَرْوُ عَنْہُ اِلَّا وَاحِد'' وَلَعَلَّہ' اَرَادَ مِنْ غَیْرِ الصَّحَابِیُ۔

نووی نے کہا ہے میتب سے صرف ان کے بیٹے نے روایت کیا ہے تو اس بات سے حاکم ابوعبداللہ کی بات کی تردید ہوگئی کیونکہ بخاری نے اس ایک شخص سے اس کی تخریج کی ہے۔ جس سے صرف ایک ہی روایت ملتی ہے اور وہ بھی شائد صحابی نہیں ہے۔

قَوْلِہٖ (سعید بن مسیّب) قَبْلَ ھٰذَا الْاَسْنَادُ لَیْسَ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیُ اِذ لَمْ یُرُوَعَنِ الْمُسیّبِ اِلَّا اِبْنُہ' وَمَرَّ تَحْقِیْقَہ'۔ زیرآیت اِنَّکَ لَا تَھْدِیُ الآیۃ'۔

سعید ابنِ میتب کے قول کے سلسلے میں کیا کہا ہے۔ یہ اسناد بخاری کے شروط کے مطابق نہیں ہیں کیونکہ میتب سے صرف اس کے ایک بیٹے نے روایت کی ہے اور اس کی تحقیق آیت اِنَّکَ لَا تَھْدِیُ میں گزر چکی ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی نے امام کرمانی امام نووی وغیرہما کی اس جرح کا اپنی تصنیف فتح الباری

marfat.com

شرح بخاری میں جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔جس کا جواب الجواب صاحبِ عمدۃ القاری شرح بخاری امام بدرالدین عینی نے نہایت شاندار اور مدلل طریقے سے پیش کر دیا چنانچہ ہر دو حضرات کے دلائل ملاحظہ ہوں۔متن یہ ہے

قولِهٖ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰه علیه وآلهٖ وسلم (مَوْجَدَ عِنْدَاَبَا جَهْلَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اُمَیَّةَ) یَحْتَمِلُ اَنْ یَّكُوْنَ الْمُسَیَّبَ حَضَرَ هٰذِهِ الْقِصَّةَ فَاِنَّ الْمَذْكُوْرِیْن مِنْ بَنِی مَخْزُوْمٍ وَهُوَ مِنْ بَنِیْ مَخْزُوْمٍ اَیْضاً وَكَانَ الثَّلَاثَةُ یَوْ مَئِذٍ كُفَاراً وَصُمَاتَ اَبُوْ جَهْلُ عَلٰی كُفْرِهٖ وَاَسْلَمَ الْاٰخَرِیْنَ وَاَمَّا قَوْلُ بَعْضُ اِشْرَاحِ هٰذَا الْحَدِیْثَ مِنْ مَرَاسِلِ الصَّحَابَةِ فَمَرْدُوْدُ لِاَنَّه' اِسْتَدَلَّ بِاَنَّ الْمُسَیَّبَ عَلٰی قَوْلِ الْمُسْكَرِیْ مِمَّنْ بَائِعِ تَحْتَ الشَّجْرَةِ قَالَ فَاِیَامَا كَانَ لَزْ یَشْهَدُوْ وَفَاةَ اَبِیْ طَالِبَ لِاَنَّه' تَوَفِّیْ هُوَ وَخَدِیْجَة فِیْ اَیَّامِ مُتَقَارِبَةِ فِیْ عَامٍ وَّاحِدٍ النَّبِیّ صَلی اللّٰه عَلَیْه وَآلِهٖ وسلَّم یَوْ مَئِذٍ نَحْو الْخَمْسِیْن۔انبتی۔

وَوَجْه' الرَّدُّ اَنَّه' لَایَلْزِمُ مَنْ كُوْن المسیب تَاَخرَ اَسْلَامَه' اِنَّ لَا یَشْهَدُ وَفَاةِ اَبِیْ طَالِبِ كَمَا شَهِدُوْا عبداللّٰه بن اَمیَّةَ وَهُوَ یَوْمَئِذٍ كَافِرثُمَّ اَسْلَمَ بَعْدَ ذَالِكَ وَعَجَبَ مِنْ هٰذَا الْقَائِلُ كَیْفَ یفیرو كَون المسیب كَانَ فَمِنْ بَایَعُ تَحْتَ الشَّجْرَةِ اِبی القسكری۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو وہاں ابوجہل اور عبداللہ موجود تھے۔اس لئے ہوسکتا ہے کہ مسیّب بھی اس موقعہ پر موجود ہوں کیونکہ مذکورہ دو اشخاص بنی مخزوم سے تھے اور مسیّب بھی مخزومی تھے اور یہ تینوں ان دنوں میں کافر تھے اور ابوجہل کفر پر مرا اور مؤخر الذکر دونوں اسلام لائے۔اب اس حدیث کے بعض شارحین کا یہ کہنا کہ یہ مراسل صحابہ سے ہے۔مردود ہے کیونکہ ان کی دلیل یہ ہے کہ مسیّب فتح کے زمانہ میں اسلام لائے اور الشجرہ کے نیچے بیعت کی اور کسی صورت میں ابی طالبؓ کی وفات کے وقت حاضر نہ ہوئے کیونکہ ابوطالبؓ اور خدیجہؓ ایک ہی سال ایام متقاربہ (قریب قریب) میں فوت ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر اس وقت پچاس سال تھی۔

اور اس تردید کا باعث یہ ہے کہ مسیّب کے تاخر اسلام سے تو یہ لازم نہیں آتا کہ وہ وفات ابی طالبؓ کے موقعہ پر موجود نہ تھے۔جیسا کہ عبداللہ بن امیہ موجود تھے اور وہ اس وقت کافر تھے اور بعد میں اسلام لائے۔تعجب ہے کہ اس امر کا قائل اس امر کو کیسے رد کر سکتا ہے کہ مسیّب نے الشجرہ کے نیچے بیعت کی تھی۔(العسکری)

marfat.com

مزید تحقیق:

سبحان اللہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے بے گناہ ابو طالبؑ کو پھنسانے کے لئے کیسے کیسے منطقی استدلال اور حیلے تلاش کئے جا رہے ہیں۔ روایت کو زندہ رکھنے کے لئے پھر یہ دلیل پیش کی ہے کہ "ابو جہل' عبد اللہ بن ابی امیہ بھی تو قبیلہ بنی مخزوم ہی سے تھے۔ اس لئے مسیب کی وہاں موجودگی قابلِ تسلیم ہے جبکہ وہ بھی مخزومی تھے۔ علامہ ابنِ حجر عسقلانی نے اگر یہ بھی لکھ دیا ہوتا کہ ابو جہل اور ابن ابی امیہ نے مسیبؓ کو یہ واقعہ سنایا تھا تو بہت سارا بوجھ ہلکا ہو جاتا۔ یہ گواہیاں ہیں اس ہستی کے خلاف جس نے تن تنہا دس سال تک کفار و مشرکین کی ہر سازش اور منصوبے کو عزم و ہمت اور اعلیٰ سیاسی تدبر سے خاک میں ملا دیا۔ اور سب سے بڑھ کر آپ کی قوت ایمانی اور عشق رسولؐ کے یہ کرشمے تھے کہ ذہنی اعتبار سے کفار نفسیاتی طور پر مرعوب رہتے تھے۔

زمن بر صوفی و ملّا سلامے	کہ پیغام خدا گفتند مارا
وے تاویل شاں در حیرت انداخت	خدا و جبرئیل و مصطفیٰ را

محدثین کی رائے:

ابن مُسیّب کی روایت جس کو امام بخاری نے عدم ایمان ابو طالبؑ پر حجت ٹھہرایا ہے بخاری کی قائم کردہ شرط کے بھی خلاف ہے اس سلسلے میں ہمیں اپنی رائے سے کوئی فیصلہ دینے کا کوئی شوق نہیں۔ البتہ شارحین حدیث کی آراء یہ قارئین کرنے کا ہمیں پورا پورا حق حاصل ہے۔ شارحین نے جو کچھ لکھا ہے ان کی اپنی اپنی ذمہ داریاں ہیں۔ پھر تحقیق و تجسس کرنا ہر آدمی کا حق ہے۔

شرح مسلم نووی:

لَمْ یَرْوِ عَنِ الْمُسَیَّبِ اِلَّا اِبْنِهٖ۔

اس روایت کو مسیب کے بیٹے کے بغیر کسی دوسرے نے بیان نہیں کیا۔

کرمانی شرح بخاری:

قَالَ النَّوویُ لَمْ یَرْوِ عَنِ الْمُسَیَّبِ اِلَّا ابنُہ‘فَفِیْهِ رَدٌّ" عَلَی الْحَاکِمِ اِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ۔ قَالَ :اَنَّ الْخَارِیُّ لَمْ یُخْرِجْ عَنْ اَحَدٍ مِمَّنْ لَمْ یَرْوِعَنْهُ اِلَّا وَاحِدٌ" وَلَعَلَّہ‘ اَرَادَ مِنْ غَیْرِ الصَّحَابِیِّ

(کرمانی شرح بخاری ص۱۴۲-۱۷)

marfat.com

نووی نے کہا ہے مسیّب سے صرف ان کے بیٹے نے روایت کیا ہے۔ تو اس بات سے حاکم بن عبداللہ کے قول کی تردید ہوگئی' کیونکہ بخاری نے اس ایک شخص سے اس کی تخریج کی ہے۔ جس سے صرف ایک ہی روایت ملتی ہے اور وہ بھی شاید صحابی نہیں ہے۔

بروے کرمانی کی مزید تحقیق:

قَوْلِہٖ (سعید ابن مسیب) قَبْلَ ھٰذَا الْاَسْنَادُ لَیْسَ عَلٰی شَرْطِ الْبُخَارِیُ اِذْ لَمْ یَرْوَعَنِ الْمُسَیَّبِ اِلَّا اِبْنُہٗ' وَمَرَّ تَحْقِیْقُہٗ' تَحْتَ اٰیَۃَ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ (کرمانی شرح بخاری ص ۳۷۔۱۸)

سعید ابن میّب کے قول کے سلسلے میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ اسناد بخاری کے شروط کے مطابق نہیں ہیں کیونکہ میّب سے صرف اس کے بیٹے نے روایت کی ہے۔ اور اس کی تحقیق آیت اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ میں گذر چکی ہے۔

عسقلانی کی فکر مندی:

ابن حجر عسقلانی نے اپنی تصنیف فتح الباری شرح بخاری میں کرمانی اور نووی کی اس جرح کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی ہے جس کا جواب الجواب علامہ بدرالدین عینی نے بہت خوبصورتی اور عمدگی سے دیا ہے۔ ملاحظہ ہو

فتح الباری شرح بخاری:

قَوْلِہٖ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ تعالی علیہ والہٖ وسلم (فَوَجَدَ عِنْدُ اَبَا جَھْلَ وَعبد اللّٰہ بن ابی اُمیہ) یحتمل اَنْ یَکُوْنَ الْمسیب حَضَرَ ھٰذِہٖ القصۃ فَاِنَّ الْمذکورِیْنَ مِنْ بَنِیْ مخزومٍ وَھُوَ مِنْ بَنِیْ مخزوم ایضاً وَکَانَ ثَلَاثَۃٌ یَوْمَئِذٍ کَفَّاراً ۔فَمَاتَ اَبُوْجَھْلٍ علی کُفْرِہٖ وَاَسْلَمَ الْاٰخَرِیْنَ وَاَمَّا قَوْلُ: بَعْض اَشْرَاحِ ھٰذَالْحَدِیْثِ مِنْ مَرَاسِیْلِ الصَّحَابَۃِ فَمَرْدُوْد" لِاَنَّہٗ اِسْتَدَلَّ بِاَنَّ الْمُسَیَّبُ عَلٰی قَوْلِ العسکری مِمَّنْ بَایَعَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ قَالَ فَاِیاً مَا کَانَ لَمْ یَشْھَدُوْ وَفَاۃَ اَبِیْ طَالِبِ لِاَنَّہٗ' تَوَفّٰی ھُوَ وَخَدِیْجَۃ فِیْ اَیَّامٍ مُتَقَارِبَۃٍ فِیْ عَامٍ وَاحِدِ النَّبِیُّ صلی اللّٰہ تعالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَوْمَئِذٍ نحو الحَسِیْنَ انتھی۔ وَوَجْہُ الرَّدُّ انہ لا یَلْزِمُ کَوْنَ الْمُسَیَّبِ تَاَخَرَ اسْلَامِہٖ اَنْ لَّا یَشْھَدُوْ وَفَاۃَ اَبِیْ طَالِبِ کَمَا یَشْھَدُوْ عبداللّٰہ بن اُمیہ وَھُوَ یَوْمَئِذٍ کَافِرٌ ثُمَّ اَسْلَمَ بَعْدَ ذَالِکَ وَعَجَبُ مِنْ ھٰذَا الْقَائِلُ لَیْتَ بِغَیْرِوکُوْن المِسیَّب کَانَ فَمَنْ بَایَعَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ اِلَی الْعُسْکَرِیْ۔ ﴿فتح الباری شرح بخاری جلد ۸ ص ۴۱۲﴾

marfat.com

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو وہاں ابو جہل اور عبداللہ موجود تھے۔اس لئے ہوسکتا ہے کہ مسیّب بھی اس موقعہ پر موجود ہوں۔ کیونکہ مذکورہ دو اشخاص بھی بنی مخزوم سے تھے۔اور مسیّب بھی مخزومی تھے اور یہ تینوں ان دنوں میں کافر تھے۔ابو جہل کفر پر مرا۔اور مؤخر الذکر دونوں اسلام لائے۔اب اس حدیث کے بعض شارحین کا یہ کہنا کہ یہ مراسیل صحابہ سے ہے۔مردود ہے کیونکہ ان کی دلیل یہ ہے کہ مسیّب فتح کے زمانے میں اسلام لائے اور الشجرہ کے نیچے بیعت کی اور کسی صورت میں ابی طالبؑ کی وفات کے وقت حاضر نہ تھے کیونکہ ابو طالبؑ اور خدیجہؓ ایک ہی سال میں ایام متقاربہ میں فوت ہوئے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت پچاس سال تھی اور اس تردید کا باعث یہ ہے کہ مسیّب کے تاخر اسلام سے تو یہ لازم نہیں آتا کہ وہ وفات ابی طالبؑ کے موقعہ پر موجود نہ تھے اور بعد میں اسلام لائے تعجب ہے اس امر کا قائل اس امر کو کیسے رد کرسکتا ہے کہ مسیّب نے الشجرہ کے نیچے بیعت کی تھی۔(العسکری)

تیسر الباری:

علامہ نورالحق محدث دہلوی اپنی مشہور زمانہ تالیف تیسر الباری شرح بخاری میں مسیّب کے اس قول کو زیر تبصرہ لاتے ہوئے لکھتے ہیں۔"اس پر صاحب تلویح نے کلام کیا ہے اور ان کی اتباع میں صاحب توضیح نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحابہ کی مرسل روایات میں سے ایک ہے۔اسے مسیّب نے بیان کیا ہے جبکہ انہوں نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا"

عسکری کا قول ہے "صلح حدیبیہ کے دنوں میں اسلام لائے وہ کسی صورت میں بھی وصال ابو طالبؑ کے موقع پر حاضر نہ تھے کیونکہ حضرت ابو طالبؑ اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا قریب قریب دنوں میں مکہ معظمہ میں واصل بحق ہوئے"

بعض نے لکھا ہے کہ مسیّب کے تاخر اسلام سے یہ ضروری نہیں کہ وہ حضرت ابو طالبؑ کے وصال کے وقت بحالت کفر بھی ان کے پاس موجود نہیں تھے۔

مگر علامہ بدر الدین عینی نے اس گمان کو باطل قرار دیتے ہوئے لکھا ہے۔کہ مسیّب کا حضرت ابو طالبؑ کی وفات کے وقت ان کے پاس ہونا کفر یا ایمان دونوں حالتوں ہی میں ثابت نہیں ہوتا اور محض شک کی بناء پر صاحب توضیح کے قول کی تردید نہیں کی جاسکتی اور یہ امر پوشیدہ نہیں کہ مرسل روایت پر جزم ویقین نہیں کیا جاسکتا۔

قارئین کرام! جب مسیّب کی موجودگی کفر واسلام دونوں حالتوں میں ثابت ہی نہیں اور اگر

marfat.com

بحالت کفر مان بھی لی جائے تو روایت حدیث میں تو کفر و اسلام تو درکنار ثقہ اور غیر ثقہ کی بات پر تبصرے اور بحثیں ٹھہرا کرتی ہیں پھر اس روایت میں متضاد بیانات اور فیصلے ہیں جو جرح اور تعدیل کے اصولوں سے دامن نہیں چھڑا سکتے پھر یہ امر بھی نا قابل فراموش ہے کہ حدیث کے راوی سعید ابن مسیب کے سامنے سے امام چہارم امیر المومنین حضرت علی زین العابدین علیہ السلام کا مقدس جنازہ گذرا تو سعید نے شرکت نہ کی حضرت عمر ابن علی نے رغبت دلائی تو سعید نے جواب دیا جنازہ پڑھنے کی بجائے کسی مسجد میں دو نفل ادا کرلوں گا۔

پھر ایک شخص نے پوچھا کہ تم حجاج بن یوسف کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہو؟ جواب دیا میں اس سے بھی بدتر آدمی کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہوں۔

جس شخص کو اہل بیت رسولؐ سے نفرت ہو اور اس کے تقویٰ کا یہ حال ہو تو اسے خواجہ ابو طالبؑ سے کتنی محبت اور ان کی نصرت و حمایت کا کیا پاس ہوگا؟

من از بیگا نگاں ہر گز نہ نالم	کہ بامن ہر چہ کرد آں آشنا کرد

حضرت ابوبکرؓ کی تشویش:

تبلیغی نصاب میں منقول ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے باپ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پانچ سو احادیث کا ایک ذخیرہ جمع کیا تھا۔ ایک رات میں نے دیکھا، وہ نہایت بے چین ہیں۔ کروٹیں بدل رہے ہیں۔ مجھے یہ حالت دیکھ کر بے چینی ہوئی۔ دریافت کیا کہ کوئی تکلیف ہے، یا کوئی فکر کی کوئی بات سننے میں آئی ہے؟ غرض تمام رات اسی بے چینی میں گذری اور صبح کو فرمایا کہ وہ احادیث جو میں نے تیرے پاس رکھوا رکھی ہیں۔ اُٹھالا، میں لے کر آئی، آپ ﷺ نے ان کو جلا دیا۔

میں نے پوچھا کہ کیوں جلا دیا، ارشاد فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مر جاؤں اور یہ میرے پاس ہوں۔ ان میں دوسروں کی سنی ہوئی روائتیں بھی ہوں کہ میں نے معتبر سمجھا ہو اور واقع میں وہ معتبر نہ ہوں اور اس کی روایت میں کوئی گڑبڑ ہو جس کا وبال مجھ پر ہو۔ (تبلیغی نصاب مصنفہ مولانا محمد ذکریا ص ۹۸ بحوالہ تذکرۃ الحفاظ)

قارئین کرام! یہاں راویان حدیث کی آنکھیں کھل جانا چاہئیں کہ یہ اس شخص کے تاثرات اور خدشات ہیں جسے صحبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا وافر حصہ نصیب تھا۔ اب خالی الذہن ہو کر انصاف سے خدا کا خوف کرتے ہوئے سوچئے کہ حضورؐ کے وصال شریف کو دو سال بھی نہ گزرے تھے کہ صحابیٔ رسولؐ نے خوفزدہ ہو کر اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا صرف پانچ سو احادیث کا مجموعہ نذر آتش کر دیا۔ اس لیئے

marfat.com

کہ ان احادیث کی صحت کا یقین نہ تھا۔

اب قابل غور یہ امر ہے۔ کہ پہلی صدی ہجری کے بارہویں سال میں تحقیق احادیث کے معاملے میں حضرت ابوبکرؓ اس قدر بے یقینی اور بے اعتباری کے عالم میں پریشان ہوتے ہیں تو تیسوی صدی ہجری میں نقل اور جمع ہونے والی لاکھوں احادیث کی صحت کا معیار کیا ہوگا۔ جبکہ خاندانی رقابتوں اور عصبیتوں نے اصول دین کو رنگ ونسل اور ذاتی اختلاف کے غبار میں گم اور فراموش کر رکھا تھا۔ اہل بیت رسول کی مخالفت کا پودا اب تناور درخت بن کر برگ وبار کا گہرا اثر چھوڑ رہا تھا۔

سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ تعلیمات بھولی بسری چیزیں بن چکی تھیں جن کے ذریعہ آپؐ نے اپنی امت کو تمسک اہل بیت و کتاب اللہ کی تاکید پرتاکید فرمائی تھی۔ اس امر کی زندہ مثال حضرت امام نسائی کی دمشق میں تبلیغ اور آپ کی شہادت ہے۔ شامیوں نے اہل بیت کے فضائل بیان کرنے پر امام ممدوح کو ایسا مضروب کیا کہ آپ اسی اذیت سے شہید ہو گئے۔ زمانہ حضرت ابوبکرؓ اور اڑھائی سو سال بعد کا موازنہ کرنے سے اہل دانش اور صاحب بصیرت حضرات پر یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ اموی دور حکومت اور اس کے بعد صدیوں تک شان اہل بیت پر مسلسل پردہ ڈالنے کی کوششیں جاری رہیں اور اب تک بیش از بیش اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے تو ایسے میں بے گناہ ابو طالبؑ کیسے بچتے۔

بخاری میں ایک بے سرو پا عبارت حدیث کے نام سے نقل ہوگئی۔ تو کسی نے نہ سوچا کہ یہ بے پر کی کس نے اڑائی۔ کس نے روایت کی۔ کیا جرح و تعدیل اور عقل و انصاف کے تقاضے پورے ہوتے ہیں یا شتر بے مہار کی طرح جہاں تہاں گردش کر رہی ہے۔ پھر جو لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ اس عبارت سے متعلق تمام روایات مخدوش اور محل نظر ہیں وہ بھی امام بخاری کی روح کی ناراضگی کے خوف سے ہاں میں ہاں ملاتے چلے جا رہے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ خود مجموعۂ حدیث تیار کرتے اور خود ہی جلا دیتے ہیں کہ شاید ان میں موضوع احادیث ہوں تو دوسرا کون ماں کا لال ہے جو ہزاروں احادیث کی صحت کی ضمانت دیتا اور ذمہ داری قبول کرتا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارُ۔

''ع۔ سچ کہتا ہوں کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے''

خواجہ ابو طالبؑ اور ہادی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باہمی تعلقات کی بنیاد اس وقت تک تو نسبی اعتبار سے متعارف رہی جب تک اعلان نبوت نہ ہوا تھا۔ لیکن نزول وحی اور تبلیغ رسالت کا آغاز ہوتے ہی دوہری ذمہ داری خواجہ ابو طالبؑ کے کندھوں پر بھاری بھرکم بوجھ کی صورت میں آن

marfat.com

پڑی۔ جبکہ اس ذمہ داری کا احساس اس وقت سے ہونے لگا تھا۔ جب سے علامات نبوت کے مشاہدات حضرت ابوطالبؑ پر منکشف ہونے لگے تھے۔

صحیح بخاری و مسلم میں بیسیوں حدیثیں ایسی منقول ہیں جو عقل و ادراک کے خلاف اور روایت و درایت کے اصولوں کے یکسر خلاف ہیں۔ اس بات پر الگ بحث کی گئی ہے۔ یہاں صرف یاد دہانی مقصود ہے۔

راویان حدیث:

امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ راویان حدیث تین قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ جنہوں نے حدیث کی جس طرح سماعت کی آگے انہی الفاظ میں بیان کردی وہ حدیث صحیح ہے۔

دوسرے وہ جنہوں نے حدیث کی سماعت کی اور وہی مفہوم اپنے الفاظ میں بیان کر دیا تو بھی صحت کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔

تیسرے وہ دیہاتی جو مختلف زبانیں بولتے ہیں۔ حدیث کا مفہوم غلط بیان کرتے ہیں اور ایسی حدیثیں فتنہ وفساد کا باعث ہوتی ہیں۔

ہم عرض کرتے ہیں کہ اموی دور حکومت جب بہار شباب پر تھا اور خوشامد گویوں کے مطابق علم وادب اور ترقی کا دور تھا تو اہل شام یہ تک نہ جانتے تھے کہ حضرت سیدہ خاتون جنتؑ اور حضرت بی بی عائشہؓ کا حضورؐ اور حضرت علیؑ سے کیا رشتہ تھا۔ جب خاندان نبوت ہی سے غیر واقف اور نا آشنا دور حکومت کے عجیب عجیب لطیفے کتب تواریخ میں موجود ہیں۔ بخاری، مسلم اور ''صحاح'' کی دوسری کتابوں میں غیر واقعاتی اور عقل انصاف کے خلاف احادیث کی کمی نہیں۔ یہ بحث انشاءاللہ اپنے محل پر شرح وبسط سے بیان کی جا چکی ہے۔ وہ بھی زمانہ تھا کہ ایک ایک کاذب نے چالیس چالیس ہزار موضوع عبارتیں حدیث کے نام سے عوام تک پہنچائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صحیح احادیث کا تعارف ہی مشکل ترین مسئلہ بن گیا۔

❀❀❀

marfat.com

باب دہم

مقصد رسالت

اس باب میں وہ آیات بینات نقل کی گئی ہیں۔ جن میں رشد وہدایت اور بعثت نبوی اور گروہ صالحین کا ذکر ہے۔ ہدایت سے مراد قرآن حکیم ہے۔ جیسے کہ ارشاد ربانی ہے۔ هُدًى لِّلنَّاسِ لوگوں کے لئے ہدایت ہے۔ قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر لفظ ہدایت کا ورود ہے۔ کئی معنوں کا حامل ہے۔ سورۂ عنکبوت میں ہے جو لوگ ہمارے قرب کے لئے محنت کرتے ہیں۔ ہم ان کی خوب رہنمائی فرماتے ہیں۔ اس آیت کریمہ اور ایسی ہی دوسری آیات کا مفہوم تو یہی ہے کہ جو توفیق الٰہی سے ہدایت قبول کرتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ صراط مستقیم پر چلنے کی سعادت عطا فرماتے ہیں۔ مگر سورہ قصص کی آیت نمبر ۵۶ کا مفہوم ہے کہ ہدایت توفیق الٰہی سے ملتی ہے۔ نبی کی خواہش سے نہیں۔

بفضل تعالیٰ مذکورہ آیت کی تشریح مختلف تفاسیر کے حوالجات کے ساتھ اسی آیت کے ضمن میں عرض کی جا چکی ہے تاکہ قارئین پر واضح ہو کہ آیت مذکورہ خواجہ ابوطالبؓ کے حق میں نہیں' بلکہ اس آیت کا مصداق ہر مومن اور ہر کافر ہے۔ اس فصل کا آغاز سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۳۳ سے کیا جاتا ہے۔ زیر عنوان آیت میں بعثت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا مقصد و مدعا بیان فرمایا گیا ہے۔

تبلیغ ہدایت ہی مقصد رسالت ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (۳۳ توبہ)

وہی (قادر مطلق) ہے جس نے بھیجا اپنے رسول کو (کتاب) ہدایت اور دین حق دے کر تاکہ غالب کر دے اسے تمام دینوں پر اگرچہ ناگوار گزرے (یہ غلبہ) مشرکوں پر

اس آیت کریمہ میں بعثت رسولؐ اور مشرکین پر اسلام اور رسولؐ اسلام کا غلبہ مقصود ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم جو دین حق لے کر مبعوث ہوئے اس کی اشاعت و غلبے کے لئے نصرت و تعاون کی اشد ضرورت تھی۔ وقت اتنا مشکل اور ناموافق تھا کہ تین سو ساٹھ بتوں کی موجودگی میں کوئی خدائے واحد کی ذات پر ایمان لانے کے لئے تیار نہ تھا۔

ایسے حالات اور ایسی ناگوار فضا میں اعلان حق کرنا' قوم و ملک کی دشمنی مول لینا تھی اور پھر

marfat.com

صدیوں کے گمراہوں اور بت پرستوں سے واسطہ تھا۔

ایسے حالات میں محبوب حق کے اعلان پر لبیک کہنے والے ایک کمسن ہاشمی حضرت علی علیہ السلام اور دوسرے ان کے بوڑھے والد حضرت ابو طالب علیہ السلام تھے۔اس کے باوجود صحاح میں ہی محدثین نے جگہ منتخب کی کیا یہی ہے محبت رسولؐ؟

آیت میں مذکور ہے کہ مشرک دینِ اسلام کو بنظرِ کراہت وحقارت دیکھتے ہیں۔حضرت ابو طالبؑ نے دین حق کی حمایت کی دشمنان دین سے ہر موڑ پر ٹکر لی' دین اسلام کی دعوت دی' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصرت وحمایت کی۔اس لئے کہ آپؑ پکے مومن اور عاشق رسول صلی اللہ تعالی علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

صحیفہ کھولنے سے پہلے آپؑ نے مشرکین سرداروں کی ایک بڑی جماعت کی موجودگی میں بلا خوف وخطر فرمایا کہ میرے ابن اخی نے مجھے خبر دی ہے کہ صحیفہ دیمک نے چاٹ لیا ہے۔اور اللہ کی قسم میرا بھتیجا ہمیشہ سچ بولتا ہے۔

یادرہے کسی نبی کو دل سے سچا ماننا ہی اس کی نبوت کی تصدیق اور اس کی رسالت پر ایمان لانا ہوتا ہے۔لیکن براہو تعصب' ضد اور ذاتی عناد کا کہ اسلام کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا۔

ع۔دین ملا فی سبیل اللہ فساد۔

قارئین کرام!اب سورۃ یونس کی آیت نمبر ۱۰۸ کا مضمون بھی ذہن نشین کیجئے جس میں فرمایا گیا ہے۔کہ جو بھی ہدایت قبول کرے گا اپنے لئے ہی فائدہ ہے۔

۲۔قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ كُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ۔وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا۔وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ (۱۰۸ یونس)

اے حبیبؐ فرمایئے اے لوگو بے شک آ گیا ہے تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے تو جو ہدایت قبول کرتا ہے۔تو وہ ہدایت قبول کرتا ہے۔اپنے بھلے کے لئے اور جو گمراہ ہوتا ہے۔اپنی تباہی کے لئے اور میں تم پر نگران نہیں ہوں۔

قارئین کرام!جس آیت کے شروع میں لفظ''ناس''آتا ہے۔وہ آیت عام طور پر مکی ہوتی ہے۔اس آیت کریمہ میں دینِ حق کے آنے'اس کو قبول کرنے'اور گمراہوں کی گمراہی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لاتعلق ہونے کا ذکر ہے۔

دینِ حق کے لانے والے تو ہیں سردار دو جہان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دین آیا بارگاہ رب العزت سے۔جن خوش نصیبوں نے پہلے پہل قبول کیا اور نصرت رسولؐ کی سعادت سے سرفراز

marfat.com

ہوئے حضرت ابو طالبؑ اس جماعت کے امام ہیں۔ کوئی نہ مانے اس کی مرضی' حالات و واقعات اور تاریخ اسلام شاہد ہے کہ سب سے پہلے انہوں ہی نے نصرت رسول کا بوجھ اٹھایا۔

افتراق کی بڑی وجہ:

کوئی خوش ہو یا ناراض! بقول اقبال

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق	نے ابلۂ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند

ہماری قوم کی انتہائی بدنصیبی ہے کہ ہم نے دین کی اہمیت اور اس کے وقتی تقاضوں کے خلاف نسلی اور گروہی اختلافات کو دین کی اصل سمجھا۔ اسلامی تعلیمات کا حقیقی تقاضا یہ ہے کہ

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے	نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

مسلمانوں کی موجودہ سیاسی' مذہبی' معاشی' معاشرتی' تمدنی' اور قومی تعارف کا انحصار صرف اور صرف تفرقہ بازی' گروہی اور طبقاتی اختلاف کی وجہ سے ہے ورنہ' یہ وہی قوم ہے جس نے اس وقت کی دو پرشکوہ حکومتوں یعنی ایران و روم کے کفریہ غرور کو خاک میں ملا دیا تھا۔ ایک وقت تھا کہ

تیری نگاہوں سے دل سینوں میں کانپتے تھے	کھویا گیا ہے تیرا جذب قلندرانہ

قارئین کرام! سورۃ عنکبوت کی آیت ۶۹ میں فرمان الٰہی ہے کہ جو لوگ خداوند کریم کا قرب تلاش کرتے ہیں۔ رحمت خداوندی ان کی رہنمائی فرماتی ہے۔

جو خدا کی بارگاہ میں جھکتا ہے خدا اس کی رہنمائی فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (۶۹ عنکبوت)

اور جو (بلند ہمت) مصروف جہاد رہتے ہیں۔ ہمیں راضی کرنے کے لئے ہم ضرور دیکھا دیں گے انہیں اپنے راستے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر وقت محسنین کے ساتھ ہے۔

قارئین کرام! دین کی سربلندی کے لئے جس طریقے سے بھی کوئی کوشش کی جائے وہ جہاد ہے حق سبحانہٗ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں جو آدمی بھی ہمارا قرب چاہتا ہے ہم اس کی رہنمائی فرماتے ہیں اور اسے منزل مقصود تک پہنچاتے ہیں۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں	یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حضرت ابو طالبؑ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین کی اشاعت کے لیے جس جہاد اور وفاداری کا ثبوت دیا تاریخ اس کی مثال سے یکسر عاجز اور قاصر ہے۔

marfat.com

ہم اپنے قارئین سے گزارش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے بھی حتی المقدور حضور کا ساتھ دیا لیکن حضرت ابو طالبؑ تن تنہا ایک فوج قاہر کی حیثیت سے آہنی چٹان کی طرح کفر وشرک کے تندو تیز طوفان کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ کاش اس مجاہد اعظم اور عاشقِ رسول کو مسلمان ہی تصور کیا جاتا۔

ع۔ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات

اتباع رسولؐ کی تاکید:

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِنِّیْ هُدًی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ (بقرہ ۳۹)

ترجمہ: ''پھر اگر آئے تمہارے پاس میری طرف سے (پیغام) ہدایت تو جس نے پیروی کی میری ہدایت کی انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو (تو) وہ دوزخی ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''

آیات بالا میں پانچ چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے بعثت رسولؐ اتباع رسولؐ اتباع کا اجر آیات کا انکار، سزائے انکار۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کو ارشاد فرمایا کہ جب میرا آخری رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم مبعوث ہو تو اس کے لائے ہوئے دین پر عمل پیرا ہونا اولادِ آدم کے لئے لازمی ہوگا اور نفع بخش بھی۔ بصورت دیگر جو دین حق کی تکذیب کرے گا وہ جہنم میں جائے گا۔

حالات وواقعات شاہد ہیں کہ اعلان نبوت سے بتیس سال پہلے اور دس سال بعد تک حضرت ابو طالبؑ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا بھرپور ساتھ دیا پیروی کی نصرت وحفاظت کی اور اسی اتباع وجان نثاری میں ان کا خاتمہ ہوا۔

نہ جانے کس ناکردنی کے جرم میں امراء وملاؤں نے انہیں ضحضاح میں پھینک دیا ہے جبکہ آپؑ راسخ العقیدہ اور سابق الایمان ہیں۔ مومن وعاشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

بعد ازیں سورۃ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی آیت نمبر ۱۷ پر غور فرمایئے۔ ہدایت کے لئے کیا سبق تعلیم فرمایا گیا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًی وَّ اٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ (۱۷ محمدؐ)

ترجمہ: ''اور جو لوگ راہِ ہدایت پر چلے اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے ان کے نورِ ہدایت کو اور انہیں تقویٰ کی توفیق بخشتا ہے''

marfat.com

اور جولوگ راہ پر ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اوران کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے۔

زَادَهُمْ هُدًى۔ یعنی اللہ اپنے رسول کے ہر کلام کی وجہ سے ان میں علم بصیرت اور شرح صدر بڑھاتا ہے۔

وَاٰتٰهُمْ تَقْوٰهُمْ۔ یعنی حکم کے موافق عمل کرنے کی ان کو توفیق عطا کرتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ دوزخ سے محفوظ رہنے کے طریقے ان پر واضح کر دیتا ہے۔ سعید بن حبیب نے یہ مطلب بیان کیا کہ اللہ ان کو ان کی پرہیزگاری کا ثواب عنایت فرمائے گا۔ (مظہری)

قارئین کرام! اس آیت کریمہ میں دو چیزوں کا ذکر ہے۔ ایک ہدایت دوسرے تقویٰ ہدایت کا تعلق عقیدے سے ہے اور تقویٰ کا تعلق عمل سے۔ دعوت ذوالعشیرۃ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغ ہدایت فرمائی، بنی ہاشم سے حضرت علی علیہ السلام نے کھلی حمایت ونصرت کا اعلان فرمایا اور حضرت ابوطالبؑ نے اپنے عقیدے کو تو پوشیدہ رکھا لیکن عملی طور پر پوری پوری ذمہ داری اور شبانہ روز محنت اور عظمت سے حفاظت کے لئے کھڑے ہوئے۔

اب کیا تھا جہاں جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دعوت اسلام دیتے وہاں وہاں حضرت ابوطالبؑ نصرت حمایت کے لیئے موجود ہوتے۔ شروع ایام میں دعوت ہی کی سپرداری اور نگہداشت کی ذمہ داری سنبھال لی تھی۔ ہدایت یافتہ نہ تھے تو ہدایت وتبلیغ کی پاسبانی کی کیا ضرورت اور مجبوری تھی۔ حتیٰ کہ بوقت وصال قریش اور بالخصوص بنی ہاشم کو نصرت واتباع رسولؐ کی وصیت فرماتے ہیں۔ آنے والے زمانے سے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان وعظمت اور آفاقی شہرت سے متعارف کرواتے ہیں۔

جہاں تک تقویٰ وطہارت کا تعلق ہے۔ حضرت ابوطالبؑ کی ساری زندگی کفر وشرک کی آلودگی سے یکسر پاک گزری۔ رئیس بطحا حضرت عبدالمطلبؑ نے جن برائیوں کو حرام قرار دیا تھا خدا کی شان انہی برائیوں کو اسلام نے بھی حرام قرار دیا۔

کیا کوئی گواہی ایسی ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نے قبل از اعلان نبوت بت پرستی کی ہو یا کسی دوسرے کو اصنام پرستی کی ترغیب دی ہو یا بتوں کے نام نذر نیاز دی ہو۔ ہم جہاں بھی ان کے حالات پڑھتے ہیں ان کے اعمال میں نیکی توحید پرستی اور نصرت واتباع رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں منہمک دکھائی دیتے ہیں۔

تقویٰ کیا ہے نیکی کرنا اور برائی سے بچنا مگر اس میں بنیادی عقیدہ توحید ورسالت کا

marfat.com

جب دریائے عشق ومحبت میں جوش آجاتا تھا تو پردے اٹھ جاتے اور اپنے کلام میں دین اسلام اور توحید ورسالت کے بارے میں وہ کچھ کہہ جاتے جس کی اجازت حالات کے خلاف تھی۔

اب دیکھتے ہیں سورہ حدید کی آیت نمبر ۱۹ میں کیا فرمان ہے؟

سچوں کی پہچان:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ۔وَالشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ۔ (حدید ۱۹)

''اور جولوگ اللہ اوراس کے رسولوں پرایمان لاتے ہیں وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں''

یہاں ایمان لانے والوں سے مراد صادق الایمان وہ لوگ ہیں جن کا طرز عمل جھوٹے مدعیانِ ایمان اور ضعیف الایمان لوگوں سے بالکل مختلف تھا جو اس وقت ایک دوسرے سے بڑھ کر قربانیاں دے رہے تھے اور اللہ کے دین کی خاطر جانیں لڑا رہے تھے۔

صادق اور صدیق نہایت سچا۔ مگر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ صدق محض سچے اور مطابق حقیقت قول کو نہیں کہتے بلکہ اس کا اطلاق صرف اس قول پر جو بجائے خود بھی سچا ہو اور جس کا قائل بھی دل سے اس حقیقت کو مانتا ہو جسے وہ زبان سے کہہ رہا ہو۔ مثلاً ایک شخص اگر کہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسولؐ ہیں تو یہ بات بجائے عین خود حقیقت کے مطابق ہے۔ کیونکہ آپؐ واقعی اللہ کے رسولؐ ہیں۔ لیکن وہ شخص اپنے اس قول میں صادق صرف اس وقت کہا جائے گا جبکہ اس کا اپنا عقیدہ بھی یہی ہو کہ آپؐ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ ہیں۔ لہٰذا صادق کے لئے ضروری ہے کہ قول کی مطابقت حقیقت کے ساتھ بھی ہو اور قائل کے ضمیر کے ساتھ بھی اس طرح صدق کے مفہوم میں وفا اور خلوص اور عملی راستبازی بھی شامل ہے۔

صادق الوعد (وعدے کا سچا) اس شخص کو کہیں گے جو عملاً اپنا وعدہ پورا کرتا ہو اور کبھی اس کی خلاف ورزی نہ کرتا ہو۔ صدیق (سچا دوست) اس کو کہا جائے گا جس نے آزمائش کے مواقع پر دوستی کا حق ادا کیا ہو۔ اور کبھی آدمی کو اس سے بے وفائی کا تجربہ نہ ہوا ہو۔

جنگ میں صادق فی القتال (سچا سپاہی) صرف وہی شخص کہلائے گا جو جان توڑ کر لڑا ہو اور جس نے اپنے عمل سے اپنی بہادری ثابت کی ہو۔ (استفادہ تفہیم القرآن)

قارئین کرام! اس تفسیری بیان کی روشنی میں مخلص دوست حقیقی وفادار اور صادق الوعد اور ناصر وحامی کی جو خاصیتیں بیان ہوئی ہیں وہ تمام کی تمام خواجہ ابو طالبؑ میں موجود تھیں۔ آپؑ نے اقرار کیا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسولؐ ہیں۔ تو اسی طرح ثابت ہوا کہ

marfat.com

رسول کی صداقت کی تصدیق کرنے والا حق کی تصدیق کر رہا ہے۔ خواجہ ابو طالبؑ نے وعدہ کیا کہ میری موجودگی میں مشرکین کے ہاتھ آپ تک نہیں پہنچ سکتے۔ سو یہ وعدہ اور وفاداری خواجہ ابو طالبؑ نے عملی طور پر دکھائی۔ آیت کی تفسیر میں ذکر ہے کہ سچا سپاہی وہ ہوتا ہے جو جان توڑ کر لڑتا ہے اور میدان کارزار میں اپنے حربی کارناموں سے اپنی وفاداری اور شجاعت کے جھنڈے گاڑتا ہے۔

دنیا نے دیکھا عقول واذہان نے تسلیم کیا مؤرخ نے لکھا، قاری نے پڑھا کہ خواجہ ابو طالبؑ اور مشرکین کا مقابلہ دنیا جہان سے نرالا اور انوکھا تھا۔ ایک طرف پوری قوم ہے تو دوسری جانب تن تنہا ابو طالبؑ رہی یہ بات کہ مخلص اور سچا دوست مصیبت میں کام آتا ہے تو خواجہ ابو طالبؑ کی رفاقت اور جان نثاری کی مثال تاریخ میں نہ ملے گی۔

مؤمنین کی آزمائشیں ہوتی ہیں:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ۔ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ۔ اَلَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ۔ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ (بقرہ)

اور ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں کسی ایک چیز کے ساتھ یعنی خوف اور بھوک اور کمی کرنے سے (تمہارے) مالوں اور جانوں اور پھلوں میں اور خوشخبری سنایئے ان صبر کرنے والوں کو جو کہ جب پہنچتی ہے انہیں کوئی مصیبت تو کہتے ہیں بے شک ہم صرف اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور یقیناً ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں یہی وہ خوش نصیب ہیں جن پر ان کے رب کی طرح طرح کی نوازشیں اور رحمت ہے۔ اور یہی لوگ سیدھی راہ پر ثابت قدم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان تین آیات میں اپنے مقبول بندوں کی آزمائش کے سلسلے میں بھی خساروں اور تکلیفوں کا ذکر فرمایا ہے ان میں کوئی ایک آزمائش بھی ایسی نہیں جو حضرت ابو طالبؑ کے حسب حال نہ ہو۔

آپؑ سردار مکہ اور متولی خانہ کعبہ کی حیثیت سے اہل مکہ کی نظروں میں اعلیٰ وارفع عظمت و جلال کے مالک تھے۔ جب دعوت ذوالعشیرہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے قوم کو دین حق کی دعوت فرمائی اس اعلان کے سنتے ہی حضرت ابو طالبؑ نصرت وحفاظت رسول کو اپنے لئے فرض جان کر دنیا جہان سے لاتعلق ہو کر مصروف عمل ہو گئے۔ پہلی آزمائش یہ کہ مشاغل معیشت تجارت وغیرہ کو ترک کرنا پڑتا ہے۔ نقص مال کی آزمائش تھی۔

marfat.com

دوسری آزمائش جانوں کا نقصان تھا کیے معلوم کہ خاندان نبوۃ کے کتنے معصوم بچے بھوک اور پیاس کی شدت سے شعب ابی طالبؑ میں والدین کی آنکھوں کے سامنے تڑپ تڑپ کر شہید ہو گئے۔

تیسری آزمائش تھی معشیت کا فقدان جس کا دار و مدار تجارت پر تھا۔تو اس کے راستے بوجہ مصروفیت پہلے ہی مسدود ہو چکے تھے۔چوتھی اور پانچویں آزمائش شب و روز شدید ذہنی کوفت کا باعث تھی یعنی دشمنان اسلام کی تخریب کاریوں کا خوف اور نہ ختم ہونے والی بھوک پیاس۔اور مقاطعہ۔ان آزمائشوں اور امتحانوں پر صابر اور ثابت قدم رہنے والوں پر رحمت خداوندی کے نزول اور قرب بارگاہ خداوندی کا اعلان ہوتا ہے اور ان کی نجات کی خوشخبری دی گئی ہے۔

حضرت ابو طالبؑ ان تمام آزمائشوں سے گزرے اور کسی مقام پر آپؑ کے پائے استقلال میں سر مو فرق نہ آیا۔اب دیکھنا یہ ہے کہ نعوذ باللہ اگر حضرت ابو طالبؑ صاحب ایمان نہ تھے تو اتنی مصیبتیں برداشت کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

بخوبی پتا چلتا ہے کہ یہ تمام مجاہدانہ قوتیں ایمان کے باعث تھیں کبھی کافروں نے بھی رسولوں سے محبت اور نصرت کی ہے؟

حضرت ابو طالبؑ مومن موحد تھے آپؑ کے ایمان کی نفی کرنا اسلام کی توہین اور رسولؐ اسلام کی دل آزاری ہے جو حرام ہے۔

قارئین کرام! سورۃ مریم کی آیت کریمہ میں فرمانِ الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ صالحین کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال کر ان کی دوستی کی تعلیم فرماتے ہیں۔

صالحین کی قدر و منزلت:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔(مریم)

''بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے پیدا فرمادے گا خدائے مہربان ان کے لئے (دلوں میں) محبت''

احمد، بخاری، ابوداؤد، طبرانی اور دیلمی وغیرہ نے حضرت براء بن حازب اور حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو پاس بٹھا کر چار رکعت نماز پڑھی اور پھر دعا مانگی کہ ''یا اللہ ہر مومن کے دل میں علیؑ کی محبت ڈال''پھر حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا کہ تم بھی دعا مانگو کہ ''یا اللہ ہر مومن کے دل میں میری محبت ڈال دے''

محدثین نے روایت نقل کی ہے ارشاد رسالت ہے کہ کوئی مومن ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں

marfat.com

حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کی محبت نہ ہو۔

بالفاظ دیگر یہ مطلب ہوا کہ مومن وہی ہوگا جو اہل بیت رسولؐ کا محب ہوگا تو اس آیت ک

نزول حضرت علی علیہ السلام کی شان میں ہوا۔

ہزار ہا مناقب امیر المؤمنین علیہ السلام سے صرف ایک منقبت پیش خدمت کرتے ہوئے یہ عرض

کرنا ہے کہ حضور صاحب قاب قوسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی نظر مقدس میں امیر علیہ السلام کا مقام کت

ارفع و اعلیٰ ہے۔ یہی علی علیہ السلام حضرت ابو طالبؑ کے لخت جگر اور نور نظر ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت

ابو طالبؑ کے دل میں حضرت علیؑ کی محبت نہیں تھی محبت پدری کی بات نہیں وہ محبت جس کا بیج حضرت

ابو طالبؑ نے اپنے فرزندوں کے دلوں میں بویا تھا۔ یعنی خیر خواہی و اتباع رسولؐ۔ اس اعتبار سے

حضرت ابو طالبؑ سب سے پہلے محب علیؑ اور پہلے مومن ہیں۔ جب حضرت ابو طالبؑ کا وصال ہوا تو

امیر علیہ السلام نے حضرت ابو طالبؑ اور ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ علیہا السلام کا بلند پایہ مرثیہ لکھا۔

جو صوری معنوی اعتبار سے شاعری کا اعلیٰ نمونہ ہے اور اسی کتاب میں منقول ہے۔

آئندہ آیت کریمہ میں بھی صالحین کے مراتب و درجات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِ

كَفَّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ۔ (محمدؐ)

ترجمہ: ''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ایمان لے آئے جو اتارا گیا (رسو

معظم) محمدؐ پر اور وہی حق ہے ان کے رب کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیں ان سے ان کی برائیا

اور سنوار دیا ان کے حالات کو۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور اس سب پر ایمان لائے جو حضر

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اور وہ ان کے رب کے پاس سے امر واقعی ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: میں تو تمام وہ امور داخل ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے خاص

طور پر اس شریعت پر جو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل کی گئی' ایمان لانا لازم قرار دیا اس سے

شریعت محمدیہ پر ایمان لانے کی عظمت کا اظہار اور اس کی صراحت کرنی مقصود ہے کہ اس شریعت

ایمان لائے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی اور اصل ایمان یہی ہے تمام ایمانیات اس میں داخل ہیں۔

وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ: یہ جملہ معترضہ ہے اور کلام مفید حصر ہے' بعض اہل علم نے کہا اس کی حقانیت

ہے کہ یہ سب کا ناسخ ہے منسوخ نہیں ہے۔

كَفَّرَ: ایمان اور اچھے اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو چھپا دے گا ان کے گناہوں پر پ

marfat.com

ڈال دے گا۔

وَاَصۡلَحَ بَالَهُمۡ: اور دنیا میں ان کے حالات درست رکھے گا۔ دشمنوں پر فتح عنایت کرے گا گناہوں سے بچنے اور شیطان کے تسلط سے محفوظ رہنے کی اور اطاعت الٰہیہ کی توفیق عطا فرمائے گا۔ پھر آخرت میں دوامی راحت اور خوشنودی خدا مرحمت کرے گا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یعنی زندگی بھر ان کی حفاظت رکھے گا ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباسؓ کا بیان نقل کیا۔

اَلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَصَدُّوۡا عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ سے مراد مکہ کے مشرک ہیں اور اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے مراد انصار ہیں۔ میں کہتا ہوں (مظہری) لفظ عام ہے اس میں ہر کافر اور ہر مومن صالح داخل ہے۔ (مظہری)

آئندہ آیت کریمہ میں مبلغین اسلام کے مراتب کا ذکر ہے۔

مبلغین صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں:

اَلَّذِيۡنَ يُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخۡشَوۡنَهٗ وَلَا يَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ‌ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيۡبًا۔ (الاحزاب ۳۹)

''وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے پیغامات پہنچاتے ہیں۔ اور اس سے ڈرتے ہیں وہ نہیں ڈرا کرتے کسی سے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کافی ہے اللہ تعالیٰ حساب لینے والا''

آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ دین کی تبلیغ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے کرتے ہیں۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کا ڈر خوف نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتے ہیں۔

حضرت ابو طالبؑ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسلام کے دشمنوں سے بھی مقابلہ کیا اور دین حق کی تبلیغ بھی فرمائی جیسا کہ آپؑ کے کلام اور کردار سے ظاہر اور ثابت ہے۔ شاید اسی بے مثال خدمت کے صلے میں غیر قانونی طور پر آگ میں دھکیل دیئے (معاذ اللہ) مندرجہ بالا تمام نیک اعمال و عادات خواجہ ابو طالبؑ کی مقدس زندگی کا لازمہ تھیں۔

سورہ الم نشرح کی زیر نظر آیت کریمہ شان وعظمت اور جلالِ جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی آئینہ دار ہے۔

marfat.com

شانِ حبیبؐ:

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ۔ (الم نشرح)

ترجمہ: "اور ہم نے بلند کر دیا آپؐ کی خاطر آپؐ کے ذکر کو اور بلند کیا ہم نے تیری قدر ظاہر کر کے تیرا ذکر نبوت اور رسالت اور خاتم ہونے کے ساتھ یا اس طور پر کہ اذان، اقامت، تشہد اور خطبہ میں نام اپنے نام سے ہم نے ملا رکھا، تا کہ بندے جب مجھ کو یاد کریں تو آپؐ کو بھی یاد کریں۔ یا خود میں آپؐ پر سلام بھیجا اور اوروں کو بھی آپؐ پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا۔

ذالنون مصری قدس سرہٗ نے فرمایا کہ رفعت ذکر اس طرف اشارہ ہے کہ سب انبیاء علیہم السلام عرش کے گرد پھرتے تھے، اور آپؐ کی ہمت عالی عرش کے اوپر تھی۔ قطعہ

سیمرغ فہم ہیچکس از انبیاء نہ رفت	آنجا کہ تو ببال کرامت پریدۂ
ہریک بقدر خویش بجائے رسیدہ اند	آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدۂ

خلاصہ مطلب یہ کہ جو بلند مقام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوا ہے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو نہیں ملا (تفسیر حسینی قادری اردو ص ۱۰۱ جلد دوم)

مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں بڑے بڑے لطیف نکتے بیان کیے ہیں۔ یہاں یہ بتانا ہے کہ اس قدر صاحب عظمت وجلال رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مقدس صحبت میں بیالیس سال خدمت گزار کو کیا کچھ نہ ملا ہوگا۔

زیرِ نظر آیت کریمہ سرور کشور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس شان جلیلہ کی نشاندہی کرتی ہے جو کسی نبی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ ملی۔ آپؐ رحمت عالمیان ہیں۔

رحمت عالمیان:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۔ (انبیاء ۱۰۷)

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپؐ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔

اس آیت کریمہ کے اسرار و رموز اور شان و عظمت کے لئے انبیاؑ کا علم اور عمر خضر کی ضرورت ہے۔ راقم الحروف کے پاس تو صرف عاجزی اور علمی فقدان کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے، اتنا ضرور عرض کرنا ہے کہ جہاں جہاں اللہ تعالیٰ رب العٰلمین ہے وہاں وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رحمۃ للعٰلمین ہیں۔ طائف میں تشریف فرما ہوئے اسلام کی دعوت فرمائی، احمقوں اور اوباشوں نے پتھر برسائے، غلام

marfat.com

عرض کیا' حضورؐ ان کے لئے بددعا فرمائیں۔ حضرت جبریلؑ حاضر ہو کر گزارش کرتے ہیں۔ حضورؐ! حکم ہو تو طائف کی پہاڑیوں کو آپس میں ٹکرا کر ان گستاخوں کو تباہ کردوں۔ جانتے ہو رحمۃ للعلمین نے کیا ارشاد فرمایا! اس کو حفیظ جالندھری کی زبان میں ملاحظہ فرمائیے!

الٰہی فضل کر کہسارِ طائف کے مکینوں پر	الٰہی پھول برسا پتھروں والی زمینوں پر

ارشاد فرمایا اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

یا اللہ انہیں ہدایت فرمادے یہ انجان ہیں (نبی کی پہچان نہیں)

رحمۃ للعلمین کا یہ اَدنٰی سا نمونہ ہے۔ اس موضوع پر تو کئی ضخیم جلدیں لکھی جائیں تو عشر عشیر بھی نہ ہوگا۔

مشرکین مکہ نے بارہ سالوں میں ہر وہ اذیت دی جو وہ دے سکتے تھے۔ آخر کار شہید کرنے کا منصوبہ بھی روبہ عمل ہوگیا' ہجرت فرمائی مشرکین نے مدینہ منورہ میں بھی چین نہ لینے دیا' بدر' احد' اور غزوہ احزاب پیش آیا۔ حدیبیہ پہنچنے پر اہل ایمان کا راستہ روک لیا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرامؓ کو جو ذہنی کوفت ہوئی اس کیفیت کو خدا ہی جانتا ہے۔

رمضان ۸ ھ میں اللہ تعالیٰ نے یہ شان دکھائی کہ حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم دس ہزار قدسیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچے اور بغیر کسی بڑے تصادم کے عظیم الشان فاتحانہ انداز میں شہر میں ورود فرمایا۔

قارئین کرام! ذرا تصور میں وہ منظر لائیے ہزاروں کی تعداد میں وہ لوگ سر جھکائے دم سادھے اپنی عبرتناک موت سامنے دیکھ رہے تھے اور اپنی موت کے اعلان کے منتظر تھے۔ اور انہیں اپنی زندگی یا رہائی کی قطعاً کوئی امید نہ تھی۔

ان ظالموں کی زبوں حالی عبرت کی تصویر تھی۔ ایسے میں دریائے رحمت میں جوش آیا اور سب کو معاف فرمادیا۔ اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ قادر مطلق نے ارشاد فرمادیا کہ اے محبوبؐ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

صلو علیہ وآلہٖ۔ دائماً ابداً۔

تو ہاں یہ حضور رحمۃ للعلمینؐ ہیں جن کی خدمت اقدس میں ایک خوش نصیب نے بیالیس سال شاہدات و معجزات اور علامات نبوۃ سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں' اور ایسی صحبت سے فیضیاب ہوتے رہے جو ثقلین میں سے کسی کو نصیب نہ ہوئی۔

جو لوگ حضرت ابو طالبؑ کے ایمان کے قائل نہیں انہوں نے بھی ایسی روایات نقل کی

marfat.com

ہیں۔ جو ایمان ابو طالبؑ پر محکم دلائل ہیں۔

مثلاً علامہ سیوطی نے حضرت حبیب والی روایت میں واضح کیا ہے کہ کسی بھی مشرک کی نصرت حضو
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے حرام ہے اور خود ہی حضرت ابوطالبؑ کے عزم ایمان کا ذکر ہے۔ (خصائص)

اصل بات یہ ہے کہ امام بخاری کی روایت کا پاس ہے حضرت ابو طالبؑ کو دنیا جہان کی کوئی
نعمت رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے بڑھ کر محبوب نہ تھی۔ اسی طرح حضور سید العلمین صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی حضرت ابوطالبؑ سے لازوال الفت ومحبت تھی (ملاں کی مرضی جو فیصلہ کرے)

قرآن حکیم کا ارشاد گرامی ہے۔ کسی کافر مشرک کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ خواجہ ابو طالبؑ سے بڑ
کر بارگاہِ رسالت کا رازدار کون ہوگا بلکہ سب سے بڑھ کر رازدار آپؑ ہی تھے۔

سورۃ انعام کی آیت ۱۳۲ میں اس بات کا فیصلہ ہے کہ ہر کسی کو اس کے اعمال کے مطابق جز
وسزا ملے گی۔ اسی طرح سورۃ نجم میں ہے آدمی کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ ملاحظہ
سورہ واقعہ کی آیت نمبر ۱۰ تا ۱۲۔

پہلے مومنوں کی شان بلند ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۔ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۔ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ (واقعہ)

''اور جو اعلیٰ درجے کے ہوں گے وہ تو اعلیٰ درجے کے ہی ہیں وہ تو اللہ کے مقرب ہوں گے۔ آرام کے
باغوں میں ہوں گے''

السّٰابِقُوْنَ السّٰابِقُوْنَ پہلا، طاعت اور قرب خداوندی کے بُعد کی طرف سبقت کر
والے گروہ انبیاء ایمان اور اطاعت خداوندی میں سب کے پیشوا اور سب سے آگے ہیں۔ ان کی امتی
ان کے تابع ہیں۔ انبیاء کا کامل اتباع کرنے والے اور فیضان کمالاتِ نبوت حاصل کرنے والے ا
خاص انوار ذاتیہ سے مشرف ہونے والے صحابہ کرام اور ان کے بعض تبعین ہیں۔ اسی لئے حضرت ابن
عباسؓ نے فرمایا، جو ہجرت میں سبقت کرنے والے تھے۔ وہی آخرت میں بھی پیش رو ہوں گے۔ عکر
نے کہا سابقین اولین سے مراد ہیں وہ لوگ جو اسلام میں سبقت کرنے والے تھے یعنی صحابہ، ابن سیر
نے کہا وہ مہاجر اور انصار مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ ربیع بن انس نے کہا
میں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تصدیق میں سبقت کی وہی جنت کی طرف
سبقت کرنے والے ہوں گے حضرت علیؑ نے فرمایا پانچوں نمازوں کی طرف پیش قدمی کرنے وا
مراد ہیں۔ ان تمام اقوال کا حاصل یہ ہے کہ السّٰابِقُوْنَ السّٰابِقُوْنَ سے صحابہ کرامؓ مراد ہیں حضرت علیؑ

marfat.com

علیہ السلام نے فرمایا۔

سَبَقْتُكُمُو اِلَى الْاِسْلَامِ طُراً	غُلَاماً مَا بَلَغْتُ اَوَانَ حُلُمِى

"میں نے تم سب سے پہلے اسلام کی طرف پیش قدمی کی جب کہ میں ابھی لڑکا تھا زمانہ جوانی کو نہیں پہنچا تھا"

امام جعفر صادقؑ نے اپنے والد امام محمد باقر کی روایت سے اپنے دادا کا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بشارت ہو بشارت ہو میری امت بارش کی طرح ہے کہ معلوم نہیں اس کا اول حصہ زیادہ بہتر ہوتا ہے یا آخری حصہ یا میری امت ایک باغ کی طرح ہے۔

حضرت ابوذرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا' میری امت کا بہترین حصہ ابتدائی اور آخری ہے' درمیانی حصہ میں گدلا پن ہے رواہ الحکیم الترمذی۔

اقوال السابقون میں اا الف لام جنسی اور دوسرے السابقون میں الف لام عہدی ہے یعنی سابقین وہی سابقین ہیں جن کے حال کمال اور مال سے تم واقف ہو یا یہ مطلب ہے کہ سابقین وہی لوگ ہیں جو جنت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

اُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ: وہی اللہ کے مقرب ہیں (مظہری اردو ص ۲۴۷ جلد ۱۱)

قارئین کرام! مندرجہ بالا تفسیر علامہ مظہری کی ہے۔ آیت کریمہ کی سیر حاصل تفسیری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سابقین الایمان وہ لوگ ہیں۔ جو تصدیق نبوت میں پیش پیش تھے۔ اکابر صحابہ کرامؓ اور بالخصوص حضرت علی علیہ السلام کا سابق الایمان ہونا ظاہر کرتا ہے۔ کہ وہ خوش نصیب جماعت وہی تھی جس نے بلاکم وکاست نبوت کی تصدیق اور نصرت کا اہم کردار ادا کیا۔ اگر ایمانداری' دیانت اور انصاف کی روشنی میں غور کیا جائے تو جس ہستی نے پوری قوت واستقلال کے ساتھ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی تصدیق' نصرت' حفاظت اور وفاداری کا ثبوت دیا وہ سید البطحا حضرت ابوطالبؑ تھے ہم مانتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے رسولؐ کریم پر اپنی جانیں قربان کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی لیکن جہاں تک فرد واحد کی بے مثال قربانی کا تعلق ہے اعلان نبوت سے لے کر دس سالوں میں ایسا جانباز فداکار' غمگسار اور مجاہد چشم فلک نے نہ دیکھا ہوگا۔ وہ کون سی ایسی قوت تھی۔ جس کے بل بوتے پر ایک معمر جانباز نے پورے شہر مکہ اور ملک عرب کا پورے عزم وہمت سے خدا' رسولؐ اور قوت ایمانی کی بدولت مقابلہ کیا اور پورے بیالیس سال کے عرصے میں ایک لمحہ کے لئے بھی پائے استقلال میں لغزش نہ آئی۔

اگر ایمان نہ تھا تو کون سی طاقت انہیں نصرت رسولؐ کے لئے مجبور کرتی تھی۔ کبھی کسی کافر اور مشرک نے کسی نبی کے دین کی اشاعت کے لئے ایسا شفاف کردار پیش کیا ہے؟

حضرت ابوطالبؑ نے دعوت ذوالعشیرہ کے دن ہی سے نصرت اسلام کی ذمہ داری سنبھال

marfat.com

لی تھی اور زندگی کی آخری سانس تک مسلسل مصروف جہاد رہے۔ مندرجہ آیت کریمہ میں جتنی صفتیں کسی مثالی مومن میں ہونا لازمی ہیں وہ تمام حضرت ابوطالبؑ میں بدرجہ اتم موجود تھیں کیونکہ آپ مومن اور صحابی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم تھے ابن حجر عسقلانی نے بھی اس بات کی تصدیق کئی روائتوں سے کی ہے اگر چہ امام بخاری کا رعب آخر میں عسقلانی کے لئے بوجھ بن گیا اور دلائل میں فرق محسوس ہونے لگا مگر بات وہی سچی تھی جو پہلے بیان کردی کہ خواجہ ابوطالبؑ صحابی رسول اور راوی حدیث ہیں۔

سورۃ سجدہ کی آیت نمبر ۱۸ میں یہ فیصلہ ہے کہ مومن اور منافق ایک جیسے نہیں ہیں۔

مومن اور منافق برابر نہیں:

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۔لَا يَسْتَوٗنَ (سجدہ ۱۸)

ترجمہ: ''تو کیا جو شخص ایماندار ہو وہ اس کی مانند ہوسکتا ہے جو فاسق ہو؟ (نہیں) یہ یکساں نہیں''

اللہ رب العزت نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ مومن اور منافق برابر نہیں۔ اگر چہ اس آیت کا شان نزول امیر المومنین حضرت علیؑ اور ولید بن مغیرہ کے حق میں ہے۔ قرآن حکیم کا یہ اصول ہے کہ نزول تو خصوصی سبب پر ہوتا ہے لیکن ورود عمومی ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ نے پختہ فیصلہ فرمادیا کہ حضرت علیؑ کا محب مومن اور مخالف منافق ہے۔ مومن اللہ تعالیٰ کا ولی اور منافق نافرمان اور جہنمی ہے۔ مشرک اور منافق کبھی بھی مومن اور نبی کا خیر خواہ اور محب نہیں ہوسکتا۔ اگر حضرت علیؑ کا محب مومن ہے تو حضرت ابوطالبؑ مومن اول ہیں۔ کیونکہ ان دونوں حضرات کو ایک دوسرے سے بے پناہ محبت تھی۔ جس کا دارومدار نسبی اور نسبی واسطوں سے قائم تھا۔ اگر صرف رشتہ داری کے حوالے سے محبت ہوتی تو پھر ابولہب بھی شریک محبت ہوتا۔ جبکہ دعوت ذوالعشیرہ کے دن ہی سے حضرت ابوطالبؑ اور ابولہب کے راستے اور منزلیں جدا جدا ہو چکیں تھیں پھر کبھی یک جانہ ہوسکے۔ فرمان ابوطالبؑ بھی پڑھ لیجئے۔ ابولہب کو سخت تنبیہ اور سرزنش فرمائی کہ تمام بنو ہاشم کی طرح وہ بھی نصرت اور حمایت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم میں برابر کا حصہ دار بنے۔ اس موضوع پر خواجہ ابوطالب نے ایک نظم بھی انشاء فرمائی۔

سورۃ حج کی آیت نمبر ۳۲ میں شعائر اللہ کی تعظیم وتکریم کا ذکر ہے۔ ملاحظہ ہو۔

شعائر اللہ کی تعظیم:

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ (۳۲ حج)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے اور جو ادب واحترام کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا تو یہ احترام اس وجہ سے ہے کہ

marfat.com

دلوں میں تقویٰ ہے"

مظہری نے یہ ترجمہ کیا ہے۔

حقیقت یہی ہے اور جو شخص دین خداوندی کی مذکورہ یادگاروں کا پورالحاظ رکھتا ہے تو اس کا یہ لحاظ رکھنا دلوں کے اندر (بیٹھے ہوئے) خوف خدا کی وجہ سے ہوتا ہے۔

مفسرین نے وضاحت کی ہے کہ شعائر سے مراد قربانی کے اونٹ ہیں ان کی دیکھ بھال میں کوتاہی مناسب نہیں۔ قربانی کے جانوروں کی تعظیم اس لئے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام منسوب ہو چکے ہوتے ہیں۔

قرآن میں دوسری جگہ واضح الفاظ میں صفا اور مروہ پہاڑیوں کو شعائر اللہ فرمایا ہے۔ شعائر کے معنی اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

قارئین کرام ان پہاڑیوں کا شرف یہی ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے خلیلؑ کی بیوی اور خداوند کریم کے نام پر قربان ہونے والے نبی کی والدہ مکرمہ سیدہ ہاجرہ سلام اللہ علیہم اجمعین نے پانی کی تلاش میں چند چکر لگائے تھے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی بندی کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ قیامت تک کے زائرین حرمین کے لئے اس ادا کو عبادت کا حصہ بنا دیا۔

بلکہ یوں سمجھئے کہ حج بیت اللہ کے تمام ارکان بندگان خدا کی پیاری اداؤں کا نام ہے۔ تھوڑی خالص نیت اور غور وفکر کی ضرورت ہے۔ پوری دنیا میں کسی بھی مذہب کا اتنا بڑا معبد نہیں جتنا اسلامی مرکز ہے۔ حج میں ادا کئے جانے والے تمام ارکان بارگاہ خداوندی میں مقبول بندگان مخلصین کی عام حرکات اور طرز عمل ہے۔

ذرا سوچئے تو مقامات مقدسہ یعنی منیٰ مزدلفہ عرفات، غار ثور، غار حرا، جبل رحمت، صفا مروہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس اللہ تعالیٰ کے محبوب ومقبول بندوں کی نسبت سے فضیلتوں کے نشان ہیں۔ ورنہ مذکورہ مقامات بھی عام قطعات ارضی سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت ابو طالبؑ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے کتنی نسبتیں رکھتے ہیں۔ نسبت نسبی روحانی، کفالتی، خلت، رفاقتی وغیرہ۔ بیالیس سال محبوب خداؐ کی رفاقت میں رہنے والے کو حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیوض وبرکات سے حصہ نہ ملا؟ یہ بات تو عقل ودانش اور فہم وادراک سے کوسوں دور اور ناقابل فہم ہے۔ صاحب قاب قوسین کے فیض رحمت سے پتھر اور درخت بہرہ ور ہوئے اور وہ جان نثار فدا کار اور شفیق چچا جس نے آنے والے ہر طوفان کا رخ الٹ دیا۔ جس کی نصرت وحمایت کی بدولت اشاعت اسلام کا نمایاں ارتقاء ہوا جو اپنا ایمان پوشیدہ رکھنے کے باوجود اپنے نظم ونثر کلام کے ذریعہ توحید ورسالت سے وابستگی کی تاکید فرماتے رہے۔

marfat.com

خاندان نبوت کے ساتھ ہر زمانے میں بے انصافی ہوتی چلی آ رہی ہے ورنہ اتنی سی بات ظاہری باطنی حجاب کو تارعنکبوت کی طرح کالعدم کر دیتی ہے کہ۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

نیکوں کی مجلس سے آدمی نیک بن جاتا ہے جبکہ برے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے آدمی بری باتیں کرنے لگتا ہے۔

سورۃ فتح کی آیات نمبر ۸۔۹ میں شان مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مومنوں پر آپ کی تعظیم و توقیر فرض ہونے کے احکام ملاحظہ فرمائیں۔

حضورؐ کی تعظیم وعزت اور نصرت فرض ہے:

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔۸۔لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (۹ فتح)

ترجمہ ": ہم نے آپ کو گواہی دینے والا بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو"

وَتُعَزِّرُوْهُ: اس کی مدد کرو۔ وَتُوَقِّرُوْهُ: اس کی تعظیم کرو۔

وَتُسَبِّحُوْهُ: مناسب صفات سے اس کی پاکی کا اظہار کرو یا تسبیح سے مراد ہے نماز پڑھنا۔

تینوں جگہ ہ ضمیریں اللہ کی طرف راجع ہیں اور اللہ کی مدد کرنے سے مراد ہے اللہ کے نازل کردہ دین اور اللہ کے رسول کی مدد کرنا ہے۔ اللہ کی مدد کرنے کا یہ معنیٰ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ کی طرف ہر طرح کی طاقت کی نسبت کرو۔ کسی دوسرے کی طرف طاقت کو منسوب نہ کرو اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہو بغوی نے لکھا ہے کہ وَتُعَزِّرُوْهُ اور وَتُوَقِّرُوْهُ کی مفعولی ضمیریں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف راجع ہیں اور وَتُسَبِّحُوْهُ، کی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے اس تفسیر پر ضمیروں میں انتشار ہو جائے گا اس لئے زمخشری نے اس تفسیر کو بعید از سباق قرار دیا ہے، ہم کہتے ہیں جب قرینہ موجود ہو اور مطلب میں اشتباہ نہ ہو تو انتشار ضمائر میں کوئی حرج نہیں (مظہری)

قارئین کرام! مندرجہ بالا دو آیتوں میں جو رموز و نکات بیان فرمائے گئے ہیں ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ آپ کو صاحب شریعت رسول بھیجا۔ ۲۔ آپ کو تمام مخلوق کے لئے گواہ بنا کر بھیجا۔

marfat.com

۳۔ خوشخبری دینے والا مبعوث فرمایا۔ ۴۔ خدا کے عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔
۵۔ غرض وغایت یہ کہ تم اللہ اور رسولؐ پر مکمل ایمان لاؤ۔
۶۔ (اے مومنو) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدد کرو۔
۷۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت واحترام کرو۔

یہ امور احکام الٰہی میں شمار ہیں ان کو بجالانا واجب ہے۔ واجب کا ترک نافرمانی ہے۔

حضرت ابو طالبؑ اعلان نبوت سنتے ہی نصرت وحمایت کے لئے کمر بستہ ہو گئے تھے۔ احترام بھی کیا عزت وتوقیر کی نعت خوانی اور پاسبانی کی حفاظت بھی کی۔ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا جیسے کہ حضرت عباسؓ نے کافی عرصہ اپنا ایمان پوشیدہ رکھا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تبلیغی امور میں تاحد امکان نصرت وحمایت کی۔ کفار ومشرکین کی طرف سے ہونے والے ہر تخریبی منصوبے کو پوری قوت وشجاعت سے ناکام بناتے رہے۔ روز وشب، صبح وشام ہر لمحہ ہر آن تحفظ ناموس مصطفیٰؐ میں گزرتا تھا۔ کفار کی جانب سے جب بھی کوئی دھمکی آمیز پیغام سنتے یا بالمشافہ مخالفت دیکھتے تو آہنی چٹان بن کر دفاع فرماتے۔ ان آیتوں میں کوئی اشارہ نہیں جس کا مصداق حضرت ابو طالبؑ نہ ہوں۔ پھر بھی ضحضاح؟

ان تمام مومنانہ صفات کے باوجود۔ ملاؤں نے حدیث ضحضاح ان پر مسلط کر دی ہے اس بحث کی تائید میں حضرت ابو طالبؑ کا شعر ہدیۂ قارئین ہے۔

فَأَيَّدَهُ رَبُّ الْعِبَادِ بِنَصْرِهِ	وَأَظْهَرَ دِيناً حَقُّهُ غَيْرُ فَاصِلِ

خداوند عالم اپنی مدد ونصرت کے ذریعہ سے ان کی تائید کرنے والا ہے اور انہوں نے ایسا دین پیش کیا ہے جو برحق ہے اور قائم رہنے والا ہے۔

افسوس تو یہ ہے کہ کسی کافر نے حضرت ابو طالبؑ کو یہ نہیں کہا کہ جی آپ بھی تو ہمارے ساتھ بتوں کو پوجتے ہیں اور ہمیں ان کی پرستش سے منع کرتے ہیں۔

مشرکین نے جب بھی بات کی یہی کہا کہ ہمارے بتوں کو برا کہا جاتا ہے مشرک اچھی طرح جانتے تھے۔ کہ ابو طالبؑ کا وہی مذہب ہے جو نبیؐ کا ہے۔ کفار ومشرکین تو حضرت ابو طالبؑ کو مومن سمجھتے ہیں مگر مسلمانوں نے دوزخ میں ڈال کر اپنے نبیؐ کے محسن کی عزت کی۔ خیر یہ کوئی اچنبے کی بات نہیں۔ بہت سوں کو بہت کچھ کہا جاتا رہا کہا جا رہا ہے۔ کہا جاتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ گمراہوں کو ہدایت نصیب فرمائے (آمین)

زیر نظر سورۃ آل عمران کی آیت کریمہ میں کتب سماویہ کی تنزیل اور توقیر کا بیان ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ (آل عمران)

marfat.com

''نازل فرمائی اس نے آپ پر یہ کتاب حق کے ساتھ تصدیق کرنے والی ہے ان (کتابوں) کی جو اس سے پہلے (اتری) ہیں۔ اور اتاری ہے توراۃ اور انجیل''

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مندرجہ ذیل امور کا ذکر فرمایا ہے۔

ا۔ یہ کہ قرآن حکیم حضور رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل ہوا۔

۲۔ یہ کہ قرآن حکیم نے حضرات انبیائے سابقین پر نازل شدہ کتب وصحائف کی تصدیق فرمائی۔

۳۔ تورات وانجیل کی خصوصیات کے پیش نظر ان کی تنزیل کا ذکر فرمایا اب ہم دیکھتے ہیں کہ ناصرِ رسالت، سردار مکہ حضرت ابو طالبؑ نے دین اسلام کی حقانیت اور حامل قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے نظریۂ تبلیغ کے بارے میں کیسے اظہار خیال فرمایا۔

کتب تواریخ میں مذکور ہے کہ خواجہ ابو طالبؑ نے جب دیکھا کہ کفار ومشرکین کی طرف سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت میں روز بروز شدت پیدا ہوتی جا رہی ہے تو آپؑ نے اپنے خاندان کے نوجوانوں کو چوکنا اور بیدار رہنے کی مسلسل تاکید کرنا شروع کی۔ ساتھ ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مشورہ دیا کہ آپ پورے جوش وجذبہ سے تبلیغ کے فریضہ کو انجام دیتے رہے۔ اگر کوئی معرکہ پیش آیا تو میں اپنی اور اپنے خاندان کی جانیں آپ کی حفاظت میں قربان کردوں گا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا۔

لَا یَمْنَعنَّكَ مِنْ حَقٍّ تَقُوْمُ بِهٖ	اَیْدٍ تَصُوْلُ وَلَا سَلَقٍ بِاَ صْوَاتٍ

''حق کا جو پیغام آپ لے کر آئے ہیں اس کی ادائیگی سے نہ تو آپ کو وہ زبانیں روک سکتی ہیں جن سے ناشائستہ کلمات کہے جا رہے ہیں اور نہ وہ ہاتھ آپ کے لئے رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ جو آپؐ پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں''

جاننے والے خوب جانتے ہیں کہ اس شعر میں بلاغت اور کلام اپنی مثال آپ ہے کون کہتا ہے حضرت ابو طالبؑ نے اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا۔ رکھا ہو گا مگر جب بھی مشرکین کی شدت دیکھی تو ہاشمی جلال میں بھی طلاطم برپا ہوا۔ بلاشک وشبہ کبھی کبھی مشرکین کے وفود کو تو نرم گفتاری سے ناکام لوٹایا اور جب کبھی قریش مکہ دھمکی آمیز کلام کرتے تو سید البطحا انہیں یاد دلا دیتے کہ میں اس باوقار اور پر ہیبت وجلال ہستی کا لخت جگر ہوں جس نے ابرہہ کے شاہی لشکر کے سامنے علم جہاد بلند کیا تھا اور فتح وظفریابی سے ہمکنار ہوا۔ کاش کہ ادھر ادھر کی روائتوں کی بجائے کلام ابو طالبؑ کا مطالعہ کیا جاتا تو حضرت ابو طالب حملوں کا نشانہ نہ بنتے۔

marfat.com

باب یازدہم

اسلام سے روکنے والے کافر ہیں

اَلَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَیَبْغُوْلَھَا عِوَجاً۔ وَ ھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ کٰفِرُوْنَ۔ (۱۴۵ اعراف)

ترجمہ: جو لوگ روکتے ہیں اللہ کے راستے سے اور چاہتے ہیں اسے کہ وہ ٹیڑھا ہو جائے اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں تین چیزوں کا ذکر ہے۔

۱۔ یہ کہ کفار دین الٰہی کی اشاعت کے کاموں میں حتی الامکان رکاوٹیں ڈالتے ہیں۔

۲۔ یہ کہ ان کی کوشش ہے کہ تبلیغ کا کام مکمل نہ ہو۔ ۳۔ یہ کہ وہ لوگ قیامت اور حشر و نشر کے منکر ہیں۔

حضرت ابو طالبؑ کی واحد شخصیت ہے۔ جس نے اشاعت اسلام کی راہ میں آنے والی ہر مشکل اور رکاوٹ کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور تبلیغ اسلام کا کام پوری آب و تاب سے بڑھتا رہا۔

حضرت ابو طالبؑ کے کلام میں کفر و شرک کی مذمت بت پرستی سے نفرت اور قیام قیامت کا واضح اقرار اور یقین موجود ہے، مگر برا ہو تعصب اور ضد کا۔

تفرقہ بازی:

علمائے اسلام کی دھڑے بندیوں پر انتہائی افسوس ہے کہ گروہ بندی اور اپنی پسند نا پسند کے چکر میں آ کر اپنے آقاؤں کو خوش رکھنے کے لئے سب کچھ کہہ گزرتے ہیں۔ مشہور مفسر علامہ حافظ ابن کثیر نے سورہ والضحیٰ کی آیت نمبر ۶ کی تفسیر میں بڑی دلیری اور فرض شناسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک فقرہ چست کیا ہے۔ جس کو نقل کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ بحوالہ صدر خود مطالعہ فرمائیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ مفسر مذکور کے پاس اپنے دعویٰ کی اَدنیٰ سی دلیل بھی نہیں۔ آیئے حضرت [redacted] ابا ابو طالبؑ سے گذارش کرتے ہیں کہ قریش مکہ کے مذہب کے بارے میں آپؑ کا خیال کیا ہے؟

جب قریش کا عہد نامہ دیمک نے چاٹ لیا تو حضرت ابو طالبؑ نے ایک بلیغ قصیدہ لکھا جس میں دشمنان اسلام کو کافر اور نافرمان کہہ کر یوں مخاطب ہوئے۔

مَحَا اللّٰہُ مِنْھَا کُفْرَ ھُمْ وَعُقُوْقَھُمْ	وَمَا اَقْمُوْا مِنْ صَادِقِ الْقَوْلِ مُنْجِب

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ذریعے سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی

marfat.com

سچائی اور صداقت کو نمایاں فرمایا اور دیمک نے ان کفار قریش کے بغض وعناد اور نافرمانی پر مبنی تحریر کو مٹا دیا اور یہ لوگ آپؐ جیسے صادق القول اور امین کے فرمان کو جھٹلا رہے تھے ان کا اپنا ہی کذب وافترا طشت از بام ہو گیا۔

حافظ ابن کثیر کی روح سے سوال ہے کہ آپ کے اس نازیبا فقرے سے اللہ کے محبوب کو اذیت نہ پہنچی ہوگی؟ یقیناً پہنچی ہوگی تو اس اذیت سے بریت کا آپ کے پاس کیا سہارا ہے؟

ظفرؔ آدمی اس کو نہ جانیئے گا چاہے کیسا ہو صاحب فہم وذکا
جسے عیش میں یاد خدا نہ رہے جسے طیش میں خوف خدا نہ رہا

بت پرستی سے نفرت:

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم واجازت سے مسلمانوں نے حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی تو مشرکین مکہ نے دو سفیر حبشہ روانہ کئے ایک تو عمرو بن عاص اور دوسرا عبداللہ بن ربیعہ تھا انہوں نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو مسلمان مہاجرین کے خلاف باتیں کیں۔ بادشاہ نے مہاجرین کو دربار میں بلا کر صورت حال دریافت کی۔ حضرت جعفر طیارؓ بن ابی طالبؑ نے انتہائی بصیرت افروز اور اثر میں ڈوبی ہوئی تقریر فرمائی بادشاہ اور درباریوں پر رقت طاری ہوگئی۔ عمرو بن عاص کو ناکامی ورسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس صورت حال کے پیش نظر حضرت ابوطالبؑ نے اچانک ہی حبشہ تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا تاکہ عمرو بن عاص کی گوشمالی کر کے سبق سکھایا جائے۔ آپؑ کی اچانک تیاری پر آپؑ کی لخت جگر حضرت ام ہانیؑ نے عرض کیا کہ ابا حضور کہاں کا ارادہ ہے؟ ارشاد فرمایا:

تَقُوْلُ ابْنَتِي اَيْنَ الرَّحِيْلُ	وَمَا لبين مِنِّي بِمُسْتَنْكِرِ

میری بیٹی مجھے آمادہ سفر دیکھ کر پوچھتی ہے کہ: کہاں تشریف لے جانے کا ارادہ ہے؟ میں اکثر سفر پر جاتا رہتا ہوں اور بیٹی سے جدا ہوتا رہتا ہوں؟ لیکن اب کے اچانک تیاری ہوئی یہی وجہ ہے کہ بیٹی نے دریافت کیا تو فرمایا؟

فَقُلْتُ دَعِيْنِي فَاِنِّي امْرَءٌ	اُرِيْدُ النَّجَاشِي فِي جَعْفَر

"تو میں نے اپنی لخت جگر سے کہا مجھے جانے دو میں جعفر کی حمایت (ونصرت) کے لئے نجاشی کے پاس جانا چاہتا ہوں"

لِاُكْوِيَه عِنْدَهٗ كَيَّةً	اُقِيْمُ بِهَا نَخْوَةَ الْاَصْعَرِ

"تاکہ میں وہاں پہنچ کر عمرو بن عاص کی مکاریوں کا جواب بھی دے سکوں اور اس کے غرور

اور نخوت کا سر بھی کچل سکوں"

آئندہ تین شعروں کا مفہوم یہ ہے کہ "میں عمرو بن عاص کو بتا دوں کہ میرا تعلق جناب ہاشم جیسے (باعظمت انسان) سے ہے اور میں حتی الامکان غیب و شہود میں ہر وقت اسی نسبت کا لحاظ رکھتا ہوں اور جو لوگ لات نامی بُت کے حوالے سے یہ کہتے ہیں کہ اگر لات خوش نہ ہو تو ہمارے یہاں بارش بھی نہیں ہوتی (ان کو یہ بتا دوں کہ) میں قریش کی اس بات سے نفرت کرتا ہوں اگرچہ وہ ان کے نزدیک سرخ سونے جیسی (قیمتی چیز) ہی کیوں نہ ہو۔

قارئین! اب کیا فرق رہ گیا خواجہ ابو طالبؑ نے سرِ عام بُتوں کی مذمت بھی کی اور کفار و مشرکین کے عقیدے سے نفرت بھی کی اور تکذیب بھی۔ مُلّاں کیا خیال ہے؟

تشریح: مندرجہ بالا اشعار کا عام فہم ترجمہ نقل کرنے کے بعد کچھ رموز و نکات ہدیۂ قارئین ہیں۔

پہلے دو شعروں میں حضرت ابو طالبؑ کی دینی محبت' جذبات اور جوشِ جہاد کی کیفیت نمایاں ہے جو کہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کے خلاف حبشہ کے بادشاہ کو بھڑکانے کی سازش سے اپنے سفیر حبشہ روانہ کئے تھے مگر ناکام ہوئے تیسرے شعر میں اپنی خاندانی وجاہت' اور عظمت و شرافت کا اظہار فرمایا ہے۔ آخری دو شعروں میں بت پرستی سے اظہار نفرت اور مشرکین قریش پر حقیقت کا انکشاف فرماتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم بتوں سے بھلائی کے خواہشمند ہو حالانکہ میں تمہارے نظریئے کی مذمت اور اظہار نفرت کرتا ہوں۔

کاش کہ حافظ ابن کثیر ان اشعار کا مطالعہ کر لیتے اور فتویٰ نہ دیتے۔ یہی حال دوسروں کا بھی ہے۔

بات ہے اپنی اپنی پسند کی جن کو حضرت علیؑ سے محبت تھی اور ہے وہ درود و سلام پڑھتے ہیں۔ جنہیں بغض تھا اور ہے انہوں نے آپؑ کی موجودگی میں سب و شتم کیا اور بنی امیہ کے تبع اب بھی حسبِ سابق بغض و عناد کے رواج کو دین کا حصہ یقین کرتے ہیں۔ شک دور کرنے کے لئے عباسی خارجی کی "خلافت معاویہ و یزید" بٹ کی رشید ابن رشید اور ان کی روحانی ذریت کی رسوائے زمانہ منحوس تصانیف کا مطالعہ کیجئے۔ جو شخص یا گروہ حضرت علیؑ کی ہر ممکن توہین کر سکتا ہے اس کے لئے حضرت ابو طالبؑ پر فتویٰ چسپاں کرنا بہت آسان ہے۔ اپنی اپنی قسمت اور مقدر کی بات ہے۔

یہی شیخِ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے	گلیم بوذرؓ و دلقِ اویسؓ و چادرِ زہراؑ

حضرت ابو طالبؑ محبِ رسولؐ محافظِ رسالت' مبلغِ اسلام' مجاہدِ اول' خطیبِ بطحا' سردار مکہ اور شیخ بنی ہاشم تھے۔

تن تنہا تمام کفار و مشرکین کا مقابلہ اخلاقی بلندی کی حکمتِ عملی اور نفسیاتی پہلوؤں سے بھی کیا

marfat.com

اور وقت آنے پر کفار کی دھمکیوں کا ترکی بہ ترکی جواب بھی دیا۔
اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں اور خدمات کے وسیلہ سے ہمیں بھی سعادت نصیب فرمائے آمین!

گمراہوں کا انجام:

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ أَوْلِيَاءَ يَنْصُرُونَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۔ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ سَبِيلٍ (۴۶ شوریٰ)

اور نہیں ہوں گے (اس روز) ان کے لئے مددگار جو مدد کر سکیں ان کی اللہ کے بغیر اور جس کو گمراہ کردے اللہ تعالیٰ تو اس کے لئے (بچنے کی) کوئی راہ نہیں۔

یہ آیت کریمہ بھی اس بحث کی تردید کرتی ہے جس میں حضرت ابو طالبؑ کو (نعوذ باللہ) کافر قرار دے کر پھر تخفیف عذاب اور شک وشبہ میں ڈوبی ہوئی شفاعت اور نامنظور دعائے مغفرت اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بے قراری کا فرضی افسانہ ہے۔ ولیکن قلم درکف دشمن است؟ قلم دشمن کے ہاتھ میں ہے حضرت ابو طالبؑ فرماتے ہیں کہ میں نے دعوتِ اسلام کو اس لئے قبول کرلیا ہے کہ یہ دین حق ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے صاحب کتاب نبی اور رسولؐ ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ کہنے والا کہتا ہے میں مومن ہوں۔ لیکن صرف اور صرف ایک حدیث کے حوالے کے پیش نظر دو بدو عم رسولؐ کے دین واسلام اور ایمان کا انکار کیا جارہا ہے۔ کسی کے نہ ماننے سے حضرت ابو طالبؑ کے ایمان کا کوئی نقصان نہیں ہوتا ہاں البتہ اپنا ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو طالبؑ کی بے ادبی ایذائے رسولؐ ہے جو حرام ہے۔ حضرت ابو طالبؑ کا عقیدہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ملاحظہ فرمایئے۔

اَنْتَ الرَّسُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَعْلَمُهٗ	عَلَيْكَ نَزَلَ مِنْ ذَالْعِزَّةِ الْكُتُبُ

ہم یہ جانتے ہیں کہ آپؐ ہی رسولؐ برحق ہیں جنہیں خداوند عالم نے مبعوث بر سالت فرمایا ہے اور اس صاحب عزت وجلال ربّ کی جانب سے آپؐ پر یہ کتاب (قرآن مجید) نازل ہوئی ہے۔ اسلام یہی ہے یا کوئی دوسری چیز توحید ورسالت کا اقرار اس سے بہتر پیرائے میں بھی ہوسکتا ہے؟

امت کو چھانٹ ڈالا کافر بنا بنا کر	اسلام ہے فقیہو ممنوں بہت تمہارا

تخفیف عذاب:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَهْوَنَ اَهْلِ النَّارِ

marfat.com

...ابًا رَجُل" فِیْ اَخْمَصِ قَدَمَیْهِ جَمْرَ تَانِ یَغْلِی مِنْهُمَا دِمَاغُه' (ترمذی ۱۸۳ جلد دوم)

"روایت ہے نعمان بن بشیر سے کہ رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ خفیف ...عذاب میں دوزخ والوں سے ایک مرد ہوگا کہ اس کے دونوں پیروں کے تلوؤں میں دو چنگاریاں ...ں گی، کہ جوش کرتا ہوگا اس سے دماغ اس کا۔ (وحید الزماں)

قارئینِ کرام! یہ ترجمہ لفظی نقل کیا گیا ہے ترمذی اردو سے۔ اب ذرا انصاف سے سوچنا ہوگا۔ جہاں تک حدیث کی اصلیت کا تعلق ہے ہم مانتے ہیں کہ امت کے گنہگاروں کو سزا ملنا ...ونِ خداوندی کا تقاضا ہے یہ نہیں کہ ایسا کوئی ایک ہی شخص ہوگا ہزاروں ہو سکتے ہیں۔ مترجم حدیث ...تشریح یوں کی ہے۔

...م: روایت کیا اس حدیث کو مسلم نے بھی اور بخاری میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی ...تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ خفیف تر عذاب میں اہل دوزخ میں سے ابو طالبؑ ہیں اور ان کو دو ...، پہنائے گئے ہیں۔ کہ پک رہا ہے ان سے دماغ ان کا انتہیٰ۔ یہ تشریح مترجم ترمذی نے اپنے نام ...منسوب کی ہے آگے لکھا ہے کہ یہ تخفیف حضورؐ کی تائید و نصرت کی وجہ سے ہے۔ کاش کہ علمائے اسلام ...ب داری، تعصب اور کینہ پروری کو چھوڑ کر خالص رضا الٰہی کے لئے اشاعت علم و دانش کرتے تو ...سی برائیوں، تہمتوں اور تنقیدوں سے بچ جاتے اب اس حدیث کے الفاظ پر غور و فکر کی اشد ضرورت ...رَجُل" سے مراد کوئی بھی مرد ہو سکتا ہے کیونکہ حدیث کی عبارت عمومی ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ حدیث مذکورہ میں قانونِ خداوندی سے متعارف کروادیا گیا ہے کہ کم ...راب والے آدمی کی یہ حالت ہوگی۔ عبارت میں نہ تو حضرت ابو طالبؑ کا اسم گرامی ہے اور نہ ہی ...ں اشارہ کیا ہے لفظی ترجمہ بھی ابو طالبؑ کا مظہر نہیں۔ مترجم نے امام بخاری کی روح کو خوش کرنے ...ں خاطر بخاری و مسلم کا حوالہ دے کر یہ سہارا تلاش کیا ہے کہ ابو طالبؑ عذاب میں ہیں۔

قرآن حکیم کا فیصلہ ہے کہ کسی کافر و مشرک کے عذاب میں کمی ہو گی نہ آسانی اور ...ف۔ فیصلہ الٰہی اٹل ہے اس میں تبدیلی خلاف سُنّتِ الٰہی ہے۔ وَلَا تَجِدُوْ سُنَّةَ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا۔ اللہ ...ں کا قانون تبدیل نہ ہوگا۔

خواہ مخواہ خواجہ ابو طالبؑ کو حوالاتی بنانے کی کوشش کی جارہی ہے وہ بھی زمانہ تھا کہ حرمین ...ین میں ہر سہ امام رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے اسمائے گرامی جمعہ و عیدین کے خطبات میں ... اللہ عنھم کے التزام کے ساتھ پڑھے جاتے تھے۔ یہ اس زمانے کا واقعہ ہے کہ برصغیر کے امام اہل ...، مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی حرم شریف میں موجود تھے۔ جب خطیب حرم نے حضرت

marfat.com

ابوطالبؑ کا اسم گرامی خطبے میں پڑھا تو مولانا احمد رضا خان نے معاً کہا ''اَللّٰھُمَّ ھٰذَا مُنْکِر'' (اے ا
بری بات ہے) پھر اسی خطیب کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا کی۔ یاد رہے کہ اس زمانے میں اہل سنت
شافعی مسلک کے خطیب اور مفتی حرمین شریفین میں امامت و خطابت اور فتاویٰ کے فرائض انجام د
تھے۔ انہی علمائے حرم میں اعلحضرت علامہ دوراں، فخر العلماء، حضرت مفتی مکہ قاضی سید احمد بن سید
دحلان اور علامہ عبد الرحمٰن سراج مفتی تھے۔

اول الذکر شافعی اور آخر الذکر حنفی تھے۔ مولا نا تقی اور ان کے بیٹے مولانا احمد رضا خان د
سید احمد بن زین قاضی دحلان کے شاگرد تھے۔

مولانا احمد رضا خان نے پہلی بار اپنے والد کے ہمراہ ۱۲۹۵ھ بمطابق ۱۸۷۸ء میں
کیا۔ دونوں باپ بیٹے نے مذکورہ علمائے حرم سے تفسیر، حدیث اور اصول فقہ کی سندات حاصل کیں

یاد رہے کہ سید احمد دحلان نے حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کے اثبات میں ایک مدلل ک
تصنیف فرمائی جس کا نام ''اسنی المطالب فی نجات ابی طالبؑ'' ہے۔ مولانا احمد رضا خان نے سفر ح
ایک سال قبل ۱۲۹۴ء میں حضرت ابوطالبؑ کے عدم ایمان پر ''شرح المطالب فی مبحث ابیطالبؑ''
نام سے کتاب لکھی۔ جبکہ قاضی دحلان نے ۱۳۰۳ھ میں کتاب مکمل کی۔

۱۳۲۳ھ میں جب مولانا احمد رضا خان دوبارہ حج کو گئے تو کون کہہ سکتا ہے کہ انہوں نے
شیخ جلیل سید احمد بن زین دحلان کی کتاب اسنی المطالب فی نجات ابی طالب نہ دیکھی ہوگی؟ تفسیر حد
اور فقہ میں تو اپنے شیخ کی سندیں حاصل کرتے ہیں مگر حضرت ابوطالبؑ کے بارے اپنے مشائخ
خلاف ہیں۔ پھر خطبہ سن کر کتنی نفرت ہوئی۔ امام بخاری نے لکھ دیا تھا اس کی ثقاہت کو کیوں ٹھیس پہنچے

۰۲ منافق کی پہچان:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ (بقرہ)
اور کچھ لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر حالانکہ وہ مومن نہیں

اللہ جل شانہٗ نے اس آیت کریمہ میں منافقین کے اعمال و کردار سے پردہ اٹھا کر واضح
ہے کہ صرف اقرار و اظہار کا نام ایمان نہیں جب تک خالص نیت اور عمل صالح کرتے ہوئے تو
رسالت کی دل سے تصدیق نہ کی جائے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل	دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

حضرت ابوطالبؑ نے متعدد بار اپنے اقوال و اشعار کے ذریعے کفار و مشرکین کے و

marfat.com

اجتماعات کی موجودگی میں تبلیغ کرتے ہوئے نزول وحی اور علاماتِ نبوت ومعجزات کی تائید و تصدیق فرمائی۔قریش نے جب بائیکاٹ کیا تو خواجہ ابو طالبؑ حضورؐ اور خاندان بنو ہاشم کو لے کر شعبِ ابی طالب میں تشریف لے گئے تو اپنے جذبات واحساسات کو درج ذیل اشعار کے ذریعے عوام تک پہنچایا۔

قارئین کرام: آپ بغور مطالعہ کرتے ہوئے اندازہ لگائیں کہ خواجہ ابو طالبؑ نے اپنے کلام میں نہ صرف توحید کا اقرار کیا ہے بلکہ پیغمبرِ اسلام کی نصرت وحمایت پر قوم کو اکسایا ہے اور ساتھ ہی افسوس کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ قوم نے ہادیٔ اسلام کی کوئی قدر نہ کر کے بے انصافی اور قطع رحمی کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔قصیدے کا نفس مضمون بتا رہا ہے کہ اس سے بہتر پیرائے میں توحید و رسالت کا اقرار اور تصدیق ناممکن ہے حالات شاہد ہیں کہ بہت سے لوگوں نے توحید و رسالت کا زبانی اقرار کیا مگر قرآن حکیم نے ان کی نقاب کشائی یوں فرمائی ہے کہ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ۔ بے شک مسلمان کہلاتے ہیں مگر وہ مومن نہیں ہیں یہ بحثیں ہمارے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتیں کہ فلاں نے کہا خواجہ ابو طالبؑ نے کلمہ پڑھا اور فلاں نے کہا کہ نہیں پڑھا۔دیکھنا یہ ہے کہ کسی آدمی نے حضورؐ کی فرمانبرداری اور اتباع کتنا کیا ہے۔آپ کی محبت کتنی تھی۔وفاداری اور نصرت وحمایت کا معیار کیا تھا۔تو ان صفات میں خواجہ ابو طالبؑ سب کو پیچھے چھوڑ گئے۔اہلِ اسلام میں بڑے بڑے سردار اور ذی وقار افراد موجود تھے مگر اللہ تعالیٰ کے مخصوص دین اور آخری رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت وحمایت ماسوائے حضرت ابو طالبؑ کے، اس مدافعت کے میدان میں کوئی فدا کار، جاں نثار اور غم گسار سینہ سپر نظر نہیں آتا۔جو خوش نصیب حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے تھے وہ کفار و مشرکین کا سامنا نہیں کر سکتے تھے جبکہ مالی اور اقتصادی پریشانیاں بھی دامن گیر ہوتی تھیں۔حیرت ہے کہ کفار و مشرکین کی تمام مکاریوں، تدبیروں اور دھمکیوں کا دندان شکن جواب صرف سید البطحا نقیب بنو ہاشم حضرت ابو طالبؑ بن عبد المطلبؑ کی جلالت مآب ہستی نے دیا آپؑ نے کبھی مشرکین کا مقابلہ اس حکمت عملی سے کیا کہ مشرکین ہر بار بے بس ہو کر نامراد لوٹتے رہے۔آخر آپؑ بھی انسان تھے نہ تو کبھی کفار کی چکنی چپڑی باتوں کے دھوکے میں آئے اور نہ ہی سخت ترین دھمکیوں سے ہراساں اور مرعوب ہوئے، مرعوب کیوں ہوتے۔

آئین جواں مردی حق گوئی و بے باکی	اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔انا ارسلنا الیکم رسولاً۔بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا۔پورے قرآن پاک میں یہ الفاظ نہیں پائے گئے کہ ہم نے حضرت محمد یا احمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو انسانوں اور جنوں کی ہدایت کے لئے بھیجا بلکہ نبیؐ یا رسولؐ یا دوسرے اعزازی القاب سے خطاب فرمایا جاتا رہا۔حالات گواہ ہیں کہ حضرت ابو طالبؑ نے بھتیجے کی نصرت وحمایت میں زندگی گذاری بلکہ اللہ جل شانہٗ کے آخری رسولؐ اور پیغمبرؐ کی نصرت وحمایت میں مصروف رہے۔یہی امر اظہار و اقرار ہے توحید و رسالت کا اور یہی مفہوم و

marfat.com

خلاصہ ہے اتباع رسول اللہ ؐ کا اور یہی مکمل ایمان ہے۔ ہاں جی مُلّاں۔

دیگراں رانصیحت خود ملّا فضیحت

ان لوگوں کے علم و ادراک اور فہم و فراست پر جتنا بھی نوحہ کیا جائے کم ہے جو حضور صلعم کے والدین کریمین اور جانباز چچا کی توہین کرتے ہوئے آپؐ کی اذیت کے مرتکب ہوئے اور خود کو بہشت کا مستحق کہنے لگے۔ کہاں کا انصاف ہے کہ لختِ جگر نورِ نظر تو عالمین کے لئے رحمت ہو اور والدین (نعوذ باللہ) خاکم بدہن، جہنم میں جھلس رہے ہوں؟ ایسی بے سروپا حدیثیں مناسب موقع محل پر پیش کی جا چکی ہیں۔

کسی بت کدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری | گلۂ جفا وفا نما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے

محدثین کی ذمہ داری تھی کہ اگر کوئی حدیث خلاف عقل، خلاف واقعہ اور خلاف ادب ملتی ہے تو اسے نقل نہ کرتے جب شامل حدیث ہوگئی تو اس کا ماننا اس لئے لازم سمجھا جانے لگا کہ صحیحین تو دو ہی مانی جاتی ہیں۔ کیا حضور ؐ کا کوئی ایسا فرمان ملتا ہے جس میں بعد از کتاب اللہ بخاری کا مقام ہو؟ پھر جو خوابوں کی روایتیں بطور حجت پیش کی جاتی ہیں۔ شریعت میں قابلِ قبول نہ ہیں۔ ظن و تخمین کا نام دین نہیں بلکہ دین مکمل ضابطۂ حیات اور دستور العمل ہے۔

ہر امت اپنے امام کے ساتھ ہوگی

یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِم (۷۱ بنی اسرائیل) ''وہ دن جب ہم بلائیں گے تمام انسانوں کو ان کے پیشوا کے ساتھ'' ابن کثیر نے لکھا ہے کہ امام سے مراد نبیؑ ہے یا نامۂ اعمال' اس کی تصدیق اس طرح ہے نبیؐ بھی سامنے اور نامۂ اعمال ہاتھ میں ہوگا۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ آدمی دُنیا میں جس سے محبت کرتا تھا قیامت میں بھی اس کے ساتھ ہوگا۔ قرآن و حدیث میں محکم دلیل ہے کہ جو دُنیا میں جس سے وابستہ رہا قیامت کے دن بھی اس کے ساتھ ہوگا اس اصول میں کوئی شک ہے نہ تاویل کی گنجائش۔ صحابہ کرام نے مشاہدہ کیا مشرکین نے دیکھا' سیرت نگاروں نے لکھا' مؤرخین نے واقعہ نگاری کی' علماء و محدثین نے تسلیم کیا' اپنے بیگانوں نے دیکھا کہ حضرت ابوطالبؑ ایک دو یا پانچ دس نہیں پورے بیالیس سال صحبت رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں رہے۔ لوگوں کے اعمال ناموں میں محبت' چوری' ڈاکہ' بدخواہی' فحش کلامی اور حرام خوری وغیرہ درج ہوگی جبکہ خواجہ ابوطالبؑ کے نامۂ اعمال میں حضور نبی کریم ؐ کی بے مثال حفاظت، نصرت' فداکاری' جاں نثاری' وفاداری' جاں فروشی اور خیر اندیشی مرقوم ہوگی۔ جس شخص کو قربتِ بارگاہ نبوت کا اتنا بڑا اعزاز حاصل ہو اس کے جلال و عظمت کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟

marfat.com

صحبتِ رسولؐ

اکابر صحابہؓ میں کون خوش بخت ہے جس نے مسلسل بیالیس سال صحبت رسول اللہ ؐ سے فیض یاب ہوتے ہوئے اسی وفاداری اور عشق ومحبت میں جان جانِ آفرین کے سپرد کردی ہو۔

جان دی ' دی ہوئی اسی کی تھی	حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

ہم پہلے یہ جاننا چاہتے ہیں کہ صحبت کیا ہے اور اس مادہ سے متعلقہ الفاظ کے معانی کیا ہیں۔ صَحِبَ ' صُحبَۃً ' صِحَابَۃً " صَحَابَۃً" صَاحَبَہ' مُصَاحَبَۃً ۔ ساتھی ہونا' دوستی کرنا' ایک ساتھ زندگی بسر کرنا۔ اَصحَاب ۔الرَّجُلُ۔ ساتھی والا ہونا۔ اَصحَبُو ۔ ایک دوسرے کا ساتھی ہونا۔ اِصتَصحَبَ ۔ ساتھی بنانا' ساتھی بننے کے لئے کہنا' ساتھی بننا ۔اِستَصحَبُ الشَّئیَ ۔ کسی چیز کو ساتھ رکھنے کے لئے کہنا۔ الشئی۔ کسی چیز کو ساتھ کردینا ۔الصَّاحِب۔ ساتھی' ایک ساتھ زندگی بسر کرنے والا۔ صَحب" ۔اَصحَاب "صُحبَۃ" صِحَاب 'صُحبان' صِحَابَۃ۔صَحَابَۃ" ۔ ساتھی۔ الصَّحَابَتہ

وہ اصحاب جو سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار پرانوار سے مشرف ہوئے ہوں' ایمان لائے ہوں اور ایمان پر ہی خاتمہ ہوا ہو ۔الصَّحَابِی۔ حضورؐ کا ساتھی۔ الصَّاحِب۔ ساتھ رہنے والا۔ (مصباح اللغات)۔

قارئین کرام! اب خوب معلوم ہوگیا کہ صحبت کیا ہے؟ پہلے بے جان چیزوں کی مثال پر غور فرمایئے لوہا الگ جنس ہے اور آگ الگ۔ لیکن جب لوہا آگ کی صحبت اختیار کرتا ہے تو آگ کی خاصیت اپنے اندر جذب کرکے آگ بن جاتا ہے حالانکہ وہ ذات کے اعتبار سے آگ نہیں۔ جب شدید گرم ہو تب بھی اسے لوہا ہی کہا جائے گا۔ حالاں کہ جس طرح آگ جلاتی ہے وہ بھی جلاتا ہے۔

۲۔ خوشبو کو لے لیجئے جب کوئی چیز اس سے مس ہو جاتی ہے تو اس چیز سے بھی خوشبو کی موجودگی کا بخوبی پتہ چلتا ہے کوئی بھی رنگ کسی مخالف رنگ سے ملتا ہے تو اس کا اثر نمایاں ہوتا ہے۔ درندے تربیت سے انسانوں جیسی حرکات کرنے لگتے ہیں' گھوڑے' اونٹ ڈھول کی تھاپ پر ناچتے ہیں ۔گھوڑے مختلف کھیلوں اور جنگوں میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں کوئی آدمی نیکوں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو نیک بن جاتا ہے صحبتِ بد سے برائی حاصل ہوتی ہے۔

اگر آگ کے پاس بیٹھو گے جا کر	تو اُٹھو گے اک روز کپڑے جلا کر

marfat.com

شیخ سعدیؒ لکھتے ہیں

گلے خوشبوئے در حمام روزے	رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری	کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم	ولیکن مدتے باگل نشستم
جمالِ ہمنشیں درمن اثر کرد	وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

خلاصہ، مطلب یہ کہ ایک دن حمام میں ایک دوست نے مجھے ایک خوشبودار مٹی دی میں نے اس سے پوچھا تو عنبر ہے یا کستوری کہ تیری دل کو بھانے والی خوشبو نے مجھے خوش کر دیا ہے۔ مٹی نے جواب دیا کہ میں تو حقیر سی مٹی ہی تھی مگر کچھ عرصہ میں نے پھول کے ساتھ گذارا ہے ہمنشیں کی خوبیوں کا مجھ میں اثر ہے ورنہ میں وہی خاک ہوں جو پہلے تھی۔

ان اشعار میں نہایت لطیف پیرائے میں صحبت کے اثر کو بیان کیا گیا ہے۔ صحبت کی بات چل نکلی ہے تو لیجئے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

① فرمانِ رسالت ہے جو آدمی دنیا میں کسی سے ہمنشینی اختیار کرتا ہے قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا یہ حدیث دوسری جگہ متن کے ساتھ نقل ہے ② مثل مشہور ہے کوئلوں کی دلالی میں منہ ہی کالا ہوتا ہے ③ عطار کے پاس بیٹھنے سے لباس خوشبودار ہو جاتا ہے۔ جبکہ آگ کے پاس بیٹھنے سے کپڑے جلا کر ہی اٹھ پڑتا ہے۔ کسی ولی اللہ کی صحبت انسان کو صالح مرد بنا دیتی ہے جبکہ چور کی مجلس کرنے سے چوری کا **ڈھنگ** طریق معلوم ہوتا ہے۔ ④ سگ اصحابِ کہف غیر جنس ہونے کے باوجود صالحین کا ساتھی بن گیا۔ تاریخ **اسلام نہیں** بلکہ تواریخ عالم میں بھی اس صحبت نسبت اور ہمراہی کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ خواجہ ابو طالبؑ نے کسی اور کی نہیں محبوب خدا کی صحبت اور محبت میں ساری عمر گذار دی سنا ملاں آپ نے؟

بُرے امام

وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ـ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ـ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ـ (قصص ۴۲) ''اور ہم نے بنایا تھا انہیں ایسے پیشوا جو بلاتے تھے اپنی رعایا کو آ کی طرف اور روز محشر ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔ (۴۱) اور ہم نے ان کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت لگا دی او قیامت کے دن بھی ان کا شمار ملعونوں میں ہوگا۔

اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے بیان کیا ہے کہ برے امام وہ ہیں جو برائی کا راستہ اختیار کر

marfat.com

اپنے ہم خیال لوگوں کو بھی اسی راستے پر لگا ئیں ۔ بنی امیہ کے حکمران بالخصوص یزید کی بدکرداریاں اس آیت کے مصداق ہیں ۔ ہم نے اپنی دوسری کتاب ''احسن المدارج فی ردخوارج'' میں اس آیت پر سیر حاصل بحث نقل کی ہے اسے پڑھئے اور جانئے ۔ حضرت ابوطالبؑ نے ساری عمر میں نہ تو خود بت پرستی کی اور نہ ہی کسی دوسرے کو ترغیب دی ۔ ان کے اقوال وکلام میں جو کچھ ہے وہ اتباع رسولؐ اور دین حق سے تمسک ہے ۔ بڑی بات تو یہ ہے کہ رسولؐ خدا کی نصرت صرف مومن ہی کرسکتا ہے''۔

مشرک کبھی نہ بخشا جائے گا

اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ ۔ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰی اِثْمًا عَظِیْمًا ۔ (۴۸ نسآ) ترجمہ : بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس بات کو کہ شرک کیا جائے اس کے ساتھ اور بخش دیتا ہے جو اس کے علاوہ ہے جس کو چاہتا ہے اور جو شریک ٹھہراتا ہے اللہ کے ساتھ وہ ارتکاب کرتا ہے گناہ عظیم کا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ اللہ تعالیٰ مشرک کو معاف نہیں کرے گا۔ خواہ شرک اس طرح ہو کہ کسی دوسرے کو واجب الوجود (ازلی ابدی لافانی) مانا جائے یا معبود قرار دیا جائے۔ لیکن شرک کی عدم مغفرت اس شرط پر ہے کہ مرتے دم تک مشرک شرک پر قائم رہا ہو۔ لیکن اگر شرک سے توبہ کر لی ہو اور ایمان لے آیا ہو تو گذشتہ شرک ومعصیت کو بخش دیا جائے گا۔ اجماع علماء یہی ہے۔ گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہو جاتا ہے۔ گویا اس سے پہلے کبھی گناہ ہوا ہی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ یَّنْتَھُوْا یُغْفَرْلَھُمْ مَاقَدْ سَلَفَ۔ کافروں سے کہدو کہ اگر وہ شرک سے باز آ جائیں گے تو گذشتہ کفر وگناہ معاف کر دیئے جائیں گے ۔ یَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ۔ اور شرک کے علاوہ دوسرے گناہ اللہ جس کے چاہے گا بخش دے گا۔ دوسرے گناہ چھوٹے ہوں یا بڑے قصداً کیئے گئے ہوں ۔ اللہ کی مشیت (مرضی) پر موقوف ہے (مظہری ۲۲۷ جلد ۳ اُردو)

قارئین کرام: مظہری کا بیان طویل ہے ہم نے اتنے پر اکتفا کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ نص قطعیہ سے واضح ہوا کہ مشرک کے لئے بخشش ہے نہ رعایت جب اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا کہ کسی صورت مشرک کی مغفرت نہیں تو پھر دعائے مغفرت کیسی؟ اور شفاعت کس لئے؟ امید کیسی؟

جن روایات میں حضرت ابوطالبؑ کو (نعوذ باللہ) کافر اور مشرک کہا گیا ہے ساتھ ہی شفاعت ، دعائے مغفرت اور خاص کر عذاب میں تخفیف کا ذکر ہے۔ مشرک کے لئے یہ ساری رعائتیں حرام ہیں۔ نہ جانے ان راویوں نے کس ماحول میں روایتیں کیں اور کیا سوچ کر، جن آیات کو حضرت ابوطالب کے حق میں

marfat.com

نازل ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ دوسری جگہ وہی آیات منابع نور حضور اکرم ؐ کے والدین کریمین شریفین علیہما السلام کے بارے میں وہ الفاظ منسوب کرنا جو ان حضرات کی شان وعظمت کے خلاف توہین آمیز ہیں دل کو ایک گونہ رنج اور صدمہ ہوتا ہے شرم نہیں آتی منبروں پر بیٹھ کر خاندانِ نبوت کی بے ادبیاں اور گستاخیاں کرتے ہیں انہی کے اسمائے گرامی پر بھیک مانگ کر توندیں بھرتے ہیں۔ فرض کیجئے کسی عام ان پڑھ اور بے نماز مسلمان کو (پناہ خدا) کوئی کہدے او کافر کے بچے، تو اس مسلمان کے کیا جذبات ہوں گے؟ وہ تو اس توہین پر مرمٹنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ کیا ایمان ہے ان لوگوں کا جو سید المرسلین اور امیر المومنین علیہما السلام کے والدین کریمین علیہم السلام کے بارے میں وہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جن کو زبان پر لانے سے نہ صرف زبان جلتی ہے بلکہ ایمان بھی آگ کے شعلوں میں نظر آتا ہے۔

ع۔ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی؟

حضرت ابو طالب مومن تھے۔ جبھی ساری عمر نصرت وحمایت اور حفاظتِ رسول ؐ میں گذار دی۔ حضور ؐ نے فرمایا کہ کسی مشرک سے دین کے لئے مدد لینا میرے لئے حرام ہے۔ اگلی آیت بھی گذشتہ سے پیوستہ ہے۔

مشرکین نجس ہیں

یـا اَیُّھَـا الَّذِینَ آمَنُوا اِنَّمَا الْمُشْرِکُونَ نَجَس "۔ (توبہ) "اے ایمان والو مشرک تو مطلق ناپاک ہیں۔

ظلم کی کئی قسمیں ہیں لیکن سب سے بڑا ظلم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ہے۔ فرمان الٰہی ہے "اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْم" عَظِیم" ۔ بلاشک وشبہ خداوند کریم کے ساتھ شرک کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرک کو نہیں بخشے گا دیگر جسے چاہے گا بخش دے گا۔ واضح احکام ہیں کہ مشرک ہی مغضوبِ خدا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ (معاذ اللہ) اگر حضرت ابو طالب مسلمان نہ تھے تو پھر حضور اکرم ؐ ان کی رفاقت میں نزول وحی کے بعد دس سال کیوں رہے؟ مشرک نجس، ناپاک، 'اُن کا ذبیحہ حرام' اُن کا کھانا حرام' اُن کے گھر' بستر اور برتن ناپاک' وہ خدا کے سب سے بڑے نافرمان' اُن سب باتوں کے باوجود حضرت ابو طالبؑ اور حضور انور ؐ کے درمیان بے پناہ محبت' الفت' ہمدردی' خیر خواہی' جاں نثاری اور رفاقت تھی۔ کیا مشرک نبیوں کے کفیل' حمایتی اور مددگار ہو سکتے ہیں؟ اُم المومنین حضرت ام حبیبہؓ نے اپنے باپ ابو سفیان کو حضور ؐ کے بستر مقدس پر بیٹھنے سے یہ کہہ کر روک دیا کہ کوئی مشرک آپ ؐ کے مبارک فرش پر بیٹھنے کا اہل نہیں۔ حضرت عمرؓ کی بہن حضرت فاطمہؓ نے اذیت جسمانی اور ذہنی کوفت برداشت کی' مار کھائی' خون

marfat.com

وہ اس کا شکار ہوئیں، مگر جب تک حضرت عمرؓ نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ ظاہر نہ کیا قرآنی آیات کو ہاتھ نہ لگانے دیا۔ عشق اور ایمان کے مذہب میں پاک اور ناپاک کا امتیاز بنیادی اصول ہے اور جہاں تک ادب و احترام اور تعظیم کا تعلق ہے تو صوفیاء کی زبان میں تو ایمان ادب ہی کا نام ہے۔ قرآن نے اصول دیا کہ مشرک ناپاک ہیں۔ حضرت ابو طالبؑ پر فتوے صادر کرنے والے جواب دیں کہ حضور رحمتہ للعلمین ۱۵ سال تک (العیاذ باللہ) مشرکوں کے دسترخوانوں پر انہی کا ذبیحہ اور پکا کھانا تناول فرماتے رہے۔ انہی کے برتنوں اور بستروں کو استعمال کرتے رہے؟ کہاں ہے عقل و انصاف اور فہم و ادراک؟ قرآن سے بغاوت باعثِ بدبختی و رسوائی ہے۔ جن لوگوں نے حضرت ابو طالبؑ کے خلاف کچھ بھی لکھا ہے وہ ایذائے رسولؐ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ ایذائے رسولؐ حرام، موذی اور ملعون ہے۔ ابولہب کی بیٹی حضرت صبیحہؓ کو کسی عورت نے کہہ دیا جہنمی کی بیٹی وہ زار و قطار روتی ہوئی دربارِ رسالت میں حاضر ہوئیں اور رونے کا سبب عرض کیا۔ آپؐ کھڑے ہوئے ناراض ہو کر فرمایا لوگ ہمارے نسب پر حملہ کرتے ہیں۔ جو لوگ مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کے والد گرامی کی توہین کرتے اور خلاف لکھتے ہیں اور سب کچھ کہتے ہیں وہ مومن اور محبِّ رسولؐ کیسے ہو سکتے ہیں۔ حضرت عباسؓ نے دربارِ رسالت میں باریاب ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! لوگ جب آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو ہشاش بشاش دکھائی دیتے ہیں لیکن جب ہم سے ملتے ہیں تو مرجھا جاتے ہیں۔ یہ سن کر آپؐ کے چہرۂ انور پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے اور اپنے اہلِ بیت اور قرابتداروں سے محبت کرنے اور عزت کرنے کی تعلیم فرمائی۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ خطیب مکہ سید البطحا حضرت ابو طالبؑ کفر و شرک سے بیزاری کا اظہار فرماتے ہیں یا نہیں؟ ذرا ملاحظہ تو فرمائیے:

مَلِيكُ النَّاسِ لَيْسَ لَهُ شَرِيكٌ	هُوَ الْوَهَّابُ وَالْمُبْدِي الْمُعِيدُ

خداوند عالم ہی تمام انسانوں کا فرمان روا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہی نعمتیں عطا کرنے والا دنیا کو پیدا کرنے والا اور (لوگوں کے مرنے کے بعد انہیں) دوبارہ زندگی عطا کرنے والا ہے۔ توحید و رسالت پر ایمان لانے کی شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک مانا جائے اور حضورؐ کو اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ اور آخری نبی تسلیم کیا جائے۔ عجیب منطق ہے لوگ چیختے چلاتے ہیں کہ حضرت ابو طالبؑ نے کلمہ ہی نہیں پڑھا وہ فرماتے ہیں خداوند کا کوئی شریک ہی نہیں اور قیامت برحق ہے۔

خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا
جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا

marfat.com

وَمَنْ تَحْتَ السَّمَآءِ لَهٗ بِحَقٍّ	وَمَنْ فَوْقَ السَّمَآءِ لَهٗ عَبِيْدُ

"زمین و آسمان کے درمیان جو مخلوق ہے اور جو آسمانوں کے اوپر رہنے والی مخلوق ہے سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں (یہ اشعار کئی بار نقل کئے گئے ہیں)۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو طالب احکام الٰہی اور علوم قرآن کے عالم اور عارف ہیں اور کیوں نہ ہوں قرآن پاک آپؑ کی گود میں نازل ہوتا رہا۔

ابن حجر مکی نے حضرت ابو طالبؑ کو صحابی رسول لکھا ہے اگر چہ امام بخاری کا ڈر بھی دامن گیر تھا۔ کون خوش نصیب ہے جس نے محبوبِ خدا کی اتنی نصرت و حمایت اور رفاقت کی ہو جتنی سعادت حضرات حسنین کریمین کے جد امجد سردار مکہ حضرت ابو طالبؑ کو عطا ہوئی۔ جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ میں رونق افروز رہے دین اسلام کی نصرت و پاسداری حضرت ابو طالبؑ نے اپنے ذمہ رکھی۔ ہجرت شریف کے بعد مدینہ منورہ میں پیش آنے والی تمام مشکلات میں حضرت ابو طالبؑ کے لختِ جگر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سینہ سپر رہے۔ بدر، احد، خندق و خیبر اور طائف وغیرہ تمام غزوات میں آپؑ کے ہمرکاب و غمخوار رہے۔ مگر امت نے نہ باپ کو بخشا نہ بیٹے کو۔ باپ کو جہنمی کہا اور بیٹے کو اس کی تمام اولاد و برادری سمیت درود شریف کی جگہ گالیاں دی جاتی رہیں۔

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذرؓ و دلقِ اویسؓ و چادرِ زہراؑ

مسلمان بادشاہوں کا فتنہ:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ۔ (بنی اسرائیل ۶۰) "اور نہیں بنایا ہم نے اس نظارہ کو جو ہم نے دکھایا تھا آپؐ کو مگر آزمائش لوگوں کے لئے نیز (آزمائش بنایا) اس درخت کو جس پر لعنت بھیجی گئی ہے قرآن میں"

اس آیت شریف کی شانِ نزول میں معتبر مفسرین کرام اور محدثین نے لکھا ہے کہ حضورؐ نے خواب دیکھا کہ آپؐ کے منبر شریف پر بندر ناچ رہے ہیں۔ کبھی ایک منبر شریف پر چڑھتا ہے تو دوسرا اسے دھکیل کر خود چڑھ جاتا ہے۔ اس خواب سے آپؐ کو بہت پریشانی ہوئی کیوں کہ آپؐ علم نبوت سے اس خواب کی تعبیر کے انجام کو بخوبی جانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت نازل فرما کر اپنے حبیب کو فرمایا جو خواب ہم نے آپ کو دکھایا ہے یہ لوگوں کے اس فتنے کی خبر ہے جو آپؐ کے بعد رونما ہوگا۔ ابن جریر وغیرہ نے بروایت حضرت

marfat.com

ابو ہریرہؓ وضاحت کی ہے کہ یہ اشارہ بنی امیہ کے فتنوں کی جانب ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں چاہوں تو ان لوگوں کے نام بھی بتا سکتا ہوں۔ اموی دور کے واقعات شاہد ہیں کہ تاج وتخت کی خاطر انہوں نے شرعی احکام کو پسِ پشت ڈال کر خاندانِ نبوت پر وہ مظالم ڈھائے جن سے زمین وآسمان لرز اٹھے۔ مدینۃ الرسول کو تاخت وتاراج کیا۔ بیت اللہ شریف کی وہ بے حرمتی کی کہ عرشِ الٰہی کانپ گیا۔ بیت الحرم کو منہدم کر دیا 'مسجد نبوی میں گھوڑے اور گدھے بندھے' جو ہو سکتا تھا کیا۔ علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اس واقعہ کی جانب توجہ دلانے کے لئے تحت عنوان حدیث مُنذِرۃ ذکر کیا ہے۔ اگر بہت سی تفاسیر سے نقل پیش کی جائے تو مضمون طول پکڑ جائے گا۔ ہماری دوسری کتاب ''احسن المدارج فی ردِ خوارج'' میں سیر حاصل بحث موجود ہے، اہلِ ذوق ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ بایں ہمہ حضرت ابو طالبؑ کے اسلام وایمان پر حملے دور کی بات نہیں۔ اگر خلیفہ برحق کے خلاف تلوار اٹھائی جا سکتی ہے سب وشتم کی قبیح رسم برسوں جاری رکھی جا سکتی ہے' خاندانِ نبوت کو تہ تیغ کیا جا سکتا ہے' سبط رسول حضرت حسنؑ کو زہر دیا جا سکتا ہے تو حضرت ابو طالبؑ کو (نقل کفر کفر نہ باشد) کافر یا مشرک کہتے ہوئے انہیں کیا خوف تھا؟

ع ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو برا کہتے ہیں۔

اپنے آپ کو مومن کہنے والے بھی مومن نہیں

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ۔ (۶۱ المائدہ) ''اور جب آتے ہیں تمہارے پاس تو کہتے ہیں ہم ایمان لاچکے حالانکہ وہ (یہاں) داخل بھی ہوئے کفر کے ساتھ اور نکلے بھی کفر کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جسے وہ چھپا رہے ہیں''

کیا اس امر کی کوئی ضمانت ہے کہ جو آدمی یا گروہ زبانی ایمان کا اقرار کرتا ہے مگر دل میں منافقت ہو تو اسے مومن سمجھا جائے گا؟ کہتے ہیں اگر لا الٰہ الا اللہ پڑھ دیتے تو شفاعت ومغفرت ہو جاتی۔ کمال ہے۔ خالی اقرارِ توحید! اقرارِ رسالت کی ضرورہی کیا ہے؟ جب تک دل میں ایمان نہ ہو' قرآن حکیم کا ارشاد ہے وہ لوگ جب آپ کی خدمت میں آتے ہیں تو اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں جبکہ صورتِ حال یہ ہے کہ جب وہ آئے تھے تو کفر میں ڈوبے ہوئے تھے اور جب واپس گئے تو ویسے ہی کافر تھے۔

قارئین کرام: اس آیت سے پتا چلا کہ ایمان کا تعلق حسنِ نیت اور صدقِ دل سے ہے زبانی جمع خرچ سے نہیں۔

دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں ہے

marfat.com

حضرت ابو طالبؑ کی نیت صاف، عمل میں اخلاص، کردار میں پاکیزگی اور اوّل و آخر یکساں۔
علامتیں اور اقوال وافعال مومن کی نشانی ہے یا صحاح والوں کی؟ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُ
النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّیَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ (۲۱۔ال ع
) ترجمہ: بے شک جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کی آیتوں کا اور قتل کرتے ہیں انبیاء کو ناحق اور قتل کرتے ہیں
لوگوں کو جو حکم کرتے ہیں عدل وانصاف کا لوگوں میں سے تو خوشخبری دو انہیں دردناک عذاب کی۔
ا۔ کفار ومشرکین کلام الٰہی سے انکار کرتے ہیں ۲۔ انبیاء علیہم السلام اور مومن مبلغین کو شہید کر
ہیں ۳۔ ایسے لوگ جہنم میں عذاب الیم کے مستحق ہوں گے۔
حضرت ابو طالبؑ نے آیات الٰہی کی تبلیغ فرمائی، دعوت حق کو قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ کے برگزید
کی تعظیم کی، نصرت وحمایت کی، دین کے دشمنوں کا مقابلہ کیا، ساری زندگی اسلام کی خدمت میں صرف ک
کے اسلام سے انکار دین کی توہین اور حضورؐ کی دل آزاری ہے اور بے ادبی ہے جو حرام ہے۔ حضرت ابو ط
کے کلام سے واضح ہے کہ آپؑ نے قریش کو ساری عمر یہ تبلیغ فرمائی کہ حضورؐ اللہ کے نبیؐ اور رسولؐ ہیں ان کا حکم
ان کی پیروی کرو ان کی نصرت اور تصدیق کرو ان کے لائے ہوئے منشور (قرآن) پر عمل کرو ان کی مخا
ترک کرو۔ اسی میں بھلائی اور عافیت ہے ورنہ بھٹک جاؤ گے، یہی دین سچا ہے۔ کیا یہی اسلام ہے یا کوئی د
صورت بھی ہے؟ حضرت ابو طالبؑ نے قرآن کو حق مانا حق جانا، حق کی دعوت دی، حق پر ہی اپنی جان قربا
اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں آپؑ پر اور آپؑ کی اولاد پر"۔

ہر انسان کے اعمال اس کے پاس ہوں گے

وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰہُ طٰٓئِرَہٗ فِیْ عُنُقِہٖ وَنُخْرِجُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کِتٰبًا یَّلْقٰہُ مَنْشُوْرًا۔ (۱۳ بنی اسرا
"اور ہر انسان کی (قسمت کا) نوشتہ اس کے گلے میں ہم نے لٹکا رکھا ہے اور ہم نکالیں گے اس کے لئے
قیامت ایک کتاب جسے وہ (اپنے سامنے) کھلا ہوا پائے گا"
اس آیت کریمہ میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ ہر آدمی کا فیصلہ اس کے اعمال کے مطابق ہوگا۔ فضل وکر
بات اور ہے جہاں تک قانونِ خداوندی کا تقاضا ہے ہر آدمی کی کتاب اس کے ہاتھ میں ہوگی۔ اس اعتبار
حضرت ابو طالبؑ ہی منفرد حیثیت کے ہوں گے جن کے نامہ اعمال میں لکھا ہوگا کہ یہی وہ خوش نصیب ہے
کے بیالیس سال صحبت وخدمت رسول اللہؐ میں گذرے اور دینی امور میں نصرت ومعاونت تا زندگی ج
رکھی۔ جبکہ محسنِ انسانیت کا یہ فرمان اپنی جگہ ہے کہ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ محبت

marfat.com

۔ لنا۔ رسولِ خدا اور حضرت ابو طالبؑ ایک دوسرے کے محبّ اور خیر خواہ تھے، ہیں اور رہیں گے۔

۔ د کافر پچھتائیں گے

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا۔ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ تَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا۔ (۲۸۔ الفرقان) ''اوراس روز ظالم (فرطِ ندامت سے) کاٹے گا اپنے ہاتھوں کو (اور) ہے گا کاش میں نے اختیار کیا ہوتا رسول (مکرم) کی معیت میں نجات کا راستہ (۲۷) ہائے افسوس کاش نہ بنایا وتا میں نے فلاں کو اپنا دوست''

مظہری نے لکھا کہ عقبہ بن ابی معیط نے کچھ لوگوں کو کھانے کی دعوت دی۔ حضورؐ کو بھی بلایا جب کھانا سامنے آیا تو آپؐ نے فرمایا میں اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تو کلمہ شہادت نہ پڑھ لے عقبہ نے کلمہ شہادت پڑھ لیا آپؐ نے کھانا تناول فرمایا بعد میں امیہ اور ابن ابی نے ملامت کیا اور عقبہ مرتد ہو گیا۔ مہ طبری اور ضحاک وغیرہ نے کہا کہ یہ آیت عقبہ کے حق میں نازل ہوئی۔ مظہری میں تفصیل ہے ہم نے خلاصہ ن عرض کیا ہے۔ قرآن مجید کا اصول ہے کہ آیت کا نزول تو خصوصی سبب پر ہوا کرتا ہے۔ مگر اس کا مؤثر عموی ہوتا ہے اس اصول کے پیشِ نظر جس شخص نے بھی حضورؐ سے محبت اطاعت اور دوستی اختیار کی وہی نجات یافتہ ۔ ورنہ قیامت کی ندامت کام نہ دے گی۔ مندرجہ آیت کا مفہوم فقط یہ ہے کہ جو بھی رسول اللہؐ کا محبّ وست، ناصر اور ہم خیال نہ ہوگا وہی بصورت دیگر قیامت کے دن افسوس سے کہے گا کاش میں رسولؐ سے محبت کرتا۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ جب سارا زمانہ محبوبِ خداؐ کا جانی دشمن تھا تو اس وقت کس نے نصرت وحمایت کی کس ۔ دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملایا کس نے اشاعتِ دین کی راہ ہموار کی۔ کس نے راتیں جاگ جاگ کر ے دیئے۔ کس نے مشرکین کے وفود کو بار بار ناکام لوٹایا۔ کس نے اپنے اہل وعیال کی قربانیاں دیں کس نے اور اپنے خاندان کی جانیں قربان کرنے کا عہد اور اعلان کیا، کس نے تین سال کھلے آسمان تلے قید کاٹی، کس نے زندگی کی آخری سانس تک ساتھ دیا، کس نے اپنے بیٹوں اور خاندان کو اطاعت وجاں نثاری اور وفاداری کی تین کی، کس نے آخری وقت قوم قریش کو اطاعت رسول اللہؐ کی تاکید کی۔ کس نے اپنے کلام کے ذریعے ریاتی جنگ لڑی، کس نے بار بار اعلانِ جہاد کیا۔ کس نے قدم قدم پر موجود رکاوٹیں دور کیں، کون ہمہ وقت سول اللہ صلعم کے لئے سینہ سپر بنا رہا۔ کس نے حقِ خطابت ادا کیا؟ کس کی اولاد نے حادثہ کربلا میں اپنی جانیں ن کیں؟ ان تمام سوالات کا ایک ہی جواب ہے وہ مقدس ہستی سید البطحا سردار قریش نقیب بنی ہاشم والدِ علیؑ ی عمِ مصطفےٰ جد الحسنین رئیس مکہ سیدنا حضرت ابو طالب علیہ السلام ہیں۔ یہ تمام سعادتیں انہی کا مقدر تھا کسی

marfat.com

اور کے ایسے نصیب کہاں؟ کاش کہ کلمہ گو ان کی شان میں گستاخی نہ کرتے یہی بھلائی کا راستہ ہے۔

کافر ہمیشہ جہنم میں رہیں گے

اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا (٦٤) خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا لَا يَجِدُوْنَ وَلِ
نَصِيْرًا۔ (٦٥۔احزاب) ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے محروم کر دیا کفار کو اور تیار کر رکھی ہے ا
ان کے لئے بھڑکتی آگ (۶۴) وہ ہمیشہ رہیں گے اس میں تا ابد نہ پائیں گے کوئی دوست اور نہ کوئی
'' (جمال القرآن)۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں کفار پر لعنت فرماتے ہوئے فیصلہ فرمایا ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ ج
رہیں گے اور ان کی کوئی مدد یا رعایت نہ کی جائے گی۔ اس قاعدہ قانون کی رو سے وہ تمام روایات نص قط
متعارض ہیں جن میں حضرت ابو طالبؑ کے عدم ایمان عذاب میں تخفیف' شفاعت کی امید، مغفرت
کرنے سے منع ہونا' بوقت نزع تلقین شہادت صرف لاَ اِلٰــہ اِلَّااللّٰہ کہہ دو۔ وغیرہ وغیرہ کا ذکر کیا گیا۔
جا رہا ہے (العیاذ باللہ) اگر حضرت ابو طالبؑ آلودۂ شرک ہیں تو پھر یہ امیدیں' رعائتیں اور شفاعت کیس
دیوانی عدالت کا فیصلہ نہیں یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ کوئی مشرک نہ بخشا جائے گا۔ قرآن حکیم کی متعدد آیا
ایسے ہی فیصلے موجود ہیں جو شخص نص قطعی کے مقابلے میں کوئی حدیث پیش کرتا ہے اس کی وقعت ہے نہ
سرور کشور رسالت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر کوئی حدیث آیت کے خل
اسے ترک کر دو اسی طرح امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ اگر قول حدیث نبویؐ کے خلاف ہو تو اسے دیوار
مارو اور پھر یہ قول خداوندی اپنی جگہ ہے کہ مرتے دم کا ایمان اور توبہ بے سود ہے۔ پھر گواہی کس چیز کی
خدا اور رسولؐ' ابوجہل اور اس جیسے مشرکوں کی۔ یہی بات ہے تو بوقت موت فرعون کی توبہ کیوں قبول نہ ہوئی
رہی صحیح بخاری و مسلم کی روایت تو وہ بخاری کی اپنی ہی شرط پر پوری نہیں اترتی جو بشرط بخار
قبول نہیں۔ یہ بحث سورۃ قصص اور سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۵۶ و نمبر ۱۱۳ کی تفسیر میں ملاحظہ فرمائیں جو گذش
میں ہے اچھے بھلے مومن کو (اللہ کی پناہ) جہنم میں ڈال کر رعائتیں دینا شروع کر دیا

ع۔ ''بریں عقل و دانش بباید گریست''

کلام ابو طالبؑ آپ کے ایمان پر ہی نہیں صحابی اور عاشق جاں نثار ہونے پر برہان قاطع
ملاؤں کو دردھوتا ہے۔

marfat.com

کفار کے لئے دائمی عذاب ہے

كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ـ

ترجمہ ''جب بھی ارادہ کریں گے اس سے نکلنے کا فرطِ رنج والم کے باعث تو انہیں لوٹا دیا جائے گا اس میں اور (کہا جائے گا) کہ چکھو جلتی ہوئی آگ کا عذاب''

مظہری اور دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ کافر جہنم سے نکلنے کا ارادہ کریں گے جبکہ ان کے پاؤں آگ کی لپیٹ میں ہوں گے۔ انہیں آگ کے شعلے اچھال کر کنارے کے قریب لے آئیں گے۔ کافر گمان کریں گے کہ ہم نکلنے والے ہیں۔ تو ایسی صورت میں فرشتے انہیں گرزوں سے مارتے ہوئے پھر نیچے دھکیل دیں گے۔ اور انہیں کبھی بھی رہائی نصیب نہ ہوگی۔ قطعی نص ہے۔ جس میں کسی تاویل وغیرہ کی گنجائش نہیں اور نہ قانون خداوندی تبدیل ہوسکتا ہے۔ حضرت ابو طالبؑ کے بارے میں یہ بھانت بھانت کی بولیاں کہ امید ہے شفاعت سے عذاب معاف ہو جائے۔ تھوڑا عذاب ہو جب تک رو کا نہ جاؤں استغفار کرتا رہوں گا۔ قیامت کے دن مغفرت کرواؤں گا وغیرہ وغیرہ۔ ہمارا ایمان ہے حضرت ابو طالبؑ پہلے صحابی اور عاشقِ رسولؐ ہیں جن لوگوں نے آپؑ کو (معاذ اللہ) مشرک اور جہنمی کہا پھر تجسس کی باتیں کر کے نص قطعی کا انکار کرتے ہیں قانون خداوندی ہے کہ نہ تو مشرکوں کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی اور نہ ہی ان پر نظرِ رحمت ہوگی روایات میں تضاد ہی اس بات کی دلیل ہے کہ ایسی روایات خاندانِ نبوت کے دشمنوں اور گستاخوں کی افترا پردازی ہے۔ اس مضمون کی دوسری چند آیات بھی ہدیۂ قارئین کی جائیں گی۔ انشاء اللہ

قیامت کے دن کوئی عذر قبول نہ ہوگا

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ـ (۵۲ مومن) ''اس روز نفع نہ دے گی ظالموں کو ان کی عذر خواہی اور ان کے لئے لعنت ہوگی اور ان کے لئے (دوزخ کا) بدترین گھر ہوگا''

آیت کریمہ میں کفار و مشرکین کے انجام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ یعنی قیامت کے دن نہ تو ان کی کوئی فریاد سنی جائے گی اور نہ معذرت، وہ ملعون خدا کی رحمت سے دور دوزخ کے برے مقام پر ہوں گے۔ العیاذ باللہ اگر حضرت ابو طالبؑ مومن نہ تھے تو پھر دعائے مغفرت عذاب میں تخفیف' شفاعت کی امید اور فائدہ سب سے ہلکا عذاب وغیرہ وغیرہ یہ سب رعائتیں احکامِ الٰہی کے خلاف ہیں۔ کفار و مشرکین کسی رعایت کے مستحق نہیں۔ سیوطی نے خصائص میں روایت نقل کی ہے کہ حضورؐ نے مشرکین کی حمایت کو حرام قرار دیا ہے۔ اسلام کی جتنی نصرت و حمایت حضرت ابو طالبؑ نے کی زمانہ اس سے قاصر ہے۔ کاش کہ ملّا اور حکمران، حضرت ابو

marfat.com

طالبؑ کو محافظ رسالت کی بجائے اپنے جیسا ہی سمجھتے اور اپنی عاقبت نہ خراب کرتے مگر نصیب اپنا اپنا۔ یہ امر تو
مسلم ہے کہ نیک و بد صحبت کا اثر آدمی پر لازمی ہوتا ہے۔ فرض کیا خواجہ ابو طالبؑ میں وہ صلاحیتیں نہ سہی حضو
تو صاحبِ جلال و جمال اور محبوبِ خدا ہیں اکاون باون سال کی رفاقت کے باوجود نعوذ باللہ آپؐ کی کسی محبت
محبت، رفاقت اور شفقت کا کوئی اثر حضرت ابو طالبؑ پر نہ ہوا۔ ہم ہاتھ جوڑ کر عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ
آپؐ کے اشارے پر چاند شق ہو گیا۔ ستارہ ٹوٹ گیا، گوہ نے رسالت کی شہادت، دی ہرنی نے فریاد کی او
شہادت دی، پتھروں اور درختوں نے گواہی دی، اُحد پہاڑ آپ کا محبّ ہے۔ اور سب سے بڑھ کر سورج کا پھ
گویا نظام کائنات میں یکسر تبدیلی آنا، مبارک انگلیوں سے چشمہ جاری ہونا۔ اُونٹ کا باتیں کرنا، لاٹھی کا روشن ہو
قبروں میں پڑے ہوئے لوگوں کا حال معلوم کرنا، غرضیکہ ہر ناممکن کو ممکن بنانا، تو آپؐ کو اختیار اور قدرت
تو اپنے شفیق چچا کو اسلام کی راہ پر لانا آپؐ کے لئے کون سی مشکل اور انہونی بات تھی؟

قارئین کرام پر واضح ہو کہ جو قدیم الاسلام مومن خادم، ناصر و حامی اور اسلام کے پشت پناہ ہوں ا
کے بارے میں حضورؐ کو فکر اندیشہ کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ کمال تو یہ جو اسلام کی حفاظت کرتا ہو۔ نصرت و حمای
رسولؐ پر شب و روز ساری زندگی کمربستہ، شمشیر بکف رہا ہو وہ خود مسلمان ہی نہیں؟

واہ رے ملّاں.......... تیری پھرتی کے کیا کہنے!

اپنا کیا اپنے آگے

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰی اَنْفُسِکُمْ مَتَاعَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُکُمْ فَنُنَبِّئُکُمْ
بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (۲۳ یونس) ''اے لوگو! تمہاری سرکشی کا وبال تم پر ہی پڑے گا، لطف اٹھا لو دنیوی زندگی سے
ہماری طرف ہی لوٹ کے آنا ہے تمہیں، پھر ہم آگاہ کریں گے تمہیں جو کچھ تم کیا کرتے تھے''

قارئین کرام! دین کے خلاف کوئی اقدام بھی خدا اور رسولؐ سے بغاوت ہے باغی کے لئے جہنم
حضورؐ کی ہر نافرمانی بغاوت ہے۔ جو آدمی بھی دین کے خلاف بغاوت کرے گا وہ مستحق سزا ہوگا۔ اس کے بر
جو آدمی بھی رسول اللہؐ کا ناصر و حمایتی رہا یا آئندہ دین کا خیر خواہ رہے گا وہ مقبول بارگاہِ خداوندی ہوگا۔ حد
شریف میں ہے اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ'' دین تو خیر خواہی کا نام ہے'' غور فرمائیے خداوند قدوس کی بے پایاں مخلوق
انتہائی مشکل زمانے میں حضرت ابو طالبؑ سے بڑھ کر کس نے دین اسلام کی خیر خواہی کی ہے۔ جن وانس
شریعت کے مکلف ہیں لیکن مذکورہ میدان میں حضرت ابو طالب یکہ و تنہا میدان جہاد میں نظر آتے ہیں اس
کہ آپؑ سابق الایمان ہیں۔

marfat.com

قانونِ الٰہی اٹل ہے

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا (فتح) اللہ کا دستور ہے کہ پہلے سے چلا آتا ہے اور ہرگز تم اللہ کا دستور بدلتا نہ پاؤ گے۔

اس آیت کریمہ میں قانونِ قدرت کا یہ اصول بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نظامِ قدرت کے تحت جو دستور بھی جاری فرمایا ہے نہ تو اس میں تبدیلی کی گنجائش ہے اور نہ ہی اس میں کوئی کمی ہے۔ قانون خداوندی ہے کہ کفار و مشرکین کے لئے جو عذاب مقرر ہو چکا ہے، اس میں نہ تو کوئی تخفیف ہوگی اور نہ وہ شفاعت کے حقدار ہوں گے۔ اس قانون کے برعکس کہا جاتا ہے کہ ابو طالبؑ کے عذاب میں بہت کمی ہوگی اور کبھی یہ شاید ان کے عذاب میں کمی ہو جائے۔ شاید ان کا عذاب ہلکا ہو جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت ابو طالبؑ کے خلاف جس قدر روایات ہیں ان میں بُعد المشرقین ہے۔ وہ روایات آپس میں متعارض اور متضاد ہیں جن آیات کا نزول حضرت ابو طالبؑ کے حق میں بتایا جاتا ہے وہی آیات حضرات والدین مصطفےٰ علیہم السلام کے حق میں بیان کی جاتی ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ آیات کفار و مشرکین کی مذمت میں نازل ہوئیں جیسے کہ جامع ترمذی میں حضرت علی علیہ السلام نے حدیث روایت فرمائی ہے۔ اسی طرح علامہ عینی نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے۔ علامہ سیوطی نے بھی ان روایات کو ضعیف کہا ہے۔ جب حضورؐ کے والدین کریمین اور حضرات پنجتن پاک علیہم السلام مخالفین کے حملوں سے نہ بچ سکے تو حضرت ابو طالبؑ تو اس خاندان کے سردار تھے وہ کیوں کر بچیں؟ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشادِ ربانی ہے'' ہم اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک ہم اپنا رسول نہ معبوث فرمائیں'' خلاصہ مطلب یہ کہ پہلے ہم رسول بھیجتے ہیں تا کہ تبلیغ رسالت کا کام انجام پذیر ہو۔ پھر جو لوگ اعلانِ نبوت کے سننے کے بعد نافرمانی اختیار کرتے ہیں وہی مستوجب سزا و عذاب ہوتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے محترم و مکرم والدین کریمین علیہم السلام بلکہ آپؐ کے آباؤ اجداد زمانہ فترت سے تعلق رکھتے تھے اور ملتِ ابراہیمی پر عمل پیرا تھے نیز کتنی خاص بات ہے کہ ''اے میرے حبیبؐ! ملت ابراہیمی کا اتباع کریں' انہوں نے ہی تمہارا نام مسلمان رکھا''۔ یہ روایت اپنی جگہ محکم بالشان ہے کہ حضورؐ کے آباؤ اجداد مومن اور مواحد ہیں۔ وہ تمام کے تمام کفر و شرک کی آلودگی سے پاک ہیں۔ اس پر نص قطعی حجت ہے۔ انشاء اللہ یہ بحث کسی دوسرے مقام پر ہدیۂ قارئین کی جائے گی۔ عجیب بات ہے جس کی فدا کاریوں اور عزم و ہمت سے دوسروں کو ایمان کی نعمت نصیب ہوئی اس نے کلمہ ہی نہیں پڑھا اور نہ پورے بیالیس سال میں حضورؐ کو تلقین کا موقع ملا۔ ''ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا''

marfat.com

باب دوازدہم

کفار سے دوستی حرام ہے

اس باب میں قرآن مجید کی وہ آیات شامل کی گئیں ہیں جن کی روشنی میں کفار ومشرکین سے دوستی
رکھنے کے احکام صادر فرمائے گئے ہیں۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۲۱ اور سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۲۳ اور سورۃ ممتحنہ
کی آیت کریمہ اس موضوع پر قطعی دلائل موجود ہیں۔ اللہ کریم نے اس امر پر احکام نازل فرمادیئے کہ مومن ا
کافر کی دوستی حرام ہے چاہے قریبی رشتہ داری ہی کیوں نہ ہو۔ کوئی اشارہ کنائیہ نہیں بلکہ صریح اور واضح الفاظ
فرمانِ الٰہی ہوا کہ مسلمانوں اور کافروں کی دوستی خلافِ قانون اسلام ہے۔ سورۃ حجر کی آیت خواجہ ابوطالبؑ ک
موجودگی میں نزول وحی سے تین سال بعد نازل ہوئی جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''اے حبیبؐ احکام الٰہی کی اعلانیہ
فرمائیں اور مشرکوں سے اعراض فرمائیں''، یعنی مشرکوں کی طرف توجہ نہ فرمائیں۔ حکم میں کسی متبادل تاویل کی ذ
بھر گنجائش نہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس حکم کا اطلاق ایک لمحہ کے لئے بھی خواجہ ابوطالبؑ پر ہوا ہو۔ کتنی پختہ دلیل
ہے خواجہ ابوطالبؑ کے مومن موحد اور متبع رسولؐ ہونے پر۔ ہم پوری ذمہ داری سے یہ کہنے میں حق بجانب
کہ اس حکم خداوندی سے گریز کرنا جزوِ قرآن کا کھلا انکار اور اسلام سے کھلی بغاوت ہے۔ قرآن سے وابستگی
ہوش ٹھکانے آجاتے ہیں۔

قارئین کرام! اب اُن آیات کا مطالعہ فرمائیے اور اپنے ایمان اور عقیدے کو صِبْغَةُ اللّٰہ کے رنگ
سے مزین کیجئے۔ خداوند کریم مسافران گم گشتہ راہ کو سمجھنے کی توفیق بخشے آمین، لیجئے سورۃ آل عمران کی آیت
۲۸ پڑھیئے۔ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي
شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (آل عمران ۲۸) ترجمہ ''نہ بنا
مومن کافروں کو اپنا دوست مومنوں کو چھوڑ کر اور جس نے کیا یہ کام پس نہ رہا (اس کا) اللہ سے کوئی تعلق مگر ا
حالت میں کہ تم کرنا چاہو ان سے اپنا بچاؤ اور ڈراتا ہے تمہیں اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے (یعنی غضب سے) اور ا
ہی کی طرف (سب نے) لوٹ کر جانا ہے''

اس آیت کریمہ میں مندرجہ ذیل احکام کا ذکر ہے۔

(۱) یہ کہ مومن کافروں سے دوستی نہ کریں بلکہ مومنوں کے دوست تو مومن ہی ہو سکتے ہیں۔

marfat.com

(۲) جو اس اصول اور حکم کو نہ مانے وہ اللہ تعالیٰ سے لاتعلق ہوگیا۔

(۳) یہ کہ اپنے ایمان اور عزت کو بچانے کے لئے اگر ایمان کو پوشیدہ رکھے تو کوئی برائی نہیں۔

تمام تفاسیر میں اس امر کی وضاحت موجود ہے۔ زیب عنوان آیت میں جن امور کا ذکر فرمایا گیا ہے ان کے بارے میں ہماری گذارش قابلِ توجہ ہے۔ نمبروار ملاحظہ ہو۔ ۱۔ کیا خواجہ ابوطالب ؑ نے کسی کافر سے دوستی استوار کی۔ بالکل نہیں، اس کا جواب نفی میں ہے۔ آپؑ کی دوستی امام الاولین و آخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے رہی اور اسی پر خاتمہ ہوا۔ ۲۔ آپ نے ہمیشہ اس حکم کی پابندی کی کہ کفار سے دوستی رسولؐ اللہ سے دشمنی کے مترادف ہے۔ ۳۔ نصرت اسلام کے لئے اپنے دین کو پوشیدہ بھی رکھا اور ظاہر بھی کیا۔ عزت بھی بچائی دین کی پشت پناہی بھی کی۔ دوست دشمن معترف ہیں یہ الگ بات ہے کہ آیت مندرجہ نزول اس وقت تک ہو چکا تھا یا نہیں۔ دیکھنا یہ ہے منقولہ آیت کے تمام احکام پر خواجہ ابوطالبؑ کا عمل فطری ہی تھا۔ مظہری نے اس بارے میں درج ذیل وضاحت کی ہے۔

''محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے دوستی اور دشمنی کرنا' ایمان کا ایک عظیم الشان دروازہ ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا' آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی۔ متفق علیہ۔ حضرت انسؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہوگی۔ متفق علیہ۔ حضرت ابوموسیٰ کی روایت ہے رسول اللہ صلعم نے فرمایا نیک ہمنشیں کی مثال ایسی ہے جیسے خوشبو اپنے ساتھ رکھنے والا' اور برے ہمنشیں کی مثال ایسی ہے جیسے بھٹی جھونکنے والا' خوشبو اپنے پاس رکھنے والا یا تو مفت تجھے مشک دے دیگا' یا تو اس سے خرید لے گا اور کچھ نہ ہوگا تو خوشبو تو بہر حال تجھے پہنچے گی۔ اور بھٹی جھونکنے والا تیرے کپڑے جلا دے گا یا کم سے کم تجھے اس کی طرف سے بدبو آئے گی۔ متفق علیہ۔ حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ رسول اللہؐ نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا' ابوذر! ایمان کے حصول کا کون سا ذریعہ سب سے زیادہ مضبوط ہے؟ ابوذرؓ نے عرض کیا' اللہ اور اس کا رسولؐ ہی بخوبی واقف ہیں۔ فرمایا اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے محبت اور بغض رکھنا (رواہ البیہقی فی شعب)۔ حضرت ابوذر کی روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا' محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ' اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل ہے (رواہ احمد و ابوداؤد) اس موضوع کی احادیث بکثرت موجود ہیں (مظہری ص ۲۱۴ جلد دوم اردو)

قارئین کرام! مندرجہ بالا ارشادات عالیہ نبویہ کے ساتھ مطابقت کریں محبت و اعمال ابوطالب کو تو، مقامِ ابوطالبؑ سمجھ میں آ جائے گا۔ ہے کوئی عاشق و محبِ رسولؐ ابوطالبؑ جیسا؟

marfat.com

عزم ابوطالبؑ

حضور صاحب قاب قوسینؐ سید الانبیاء علیہم السلام ہیں۔ مومن تو وہ ہیں جو آپؐ کی پیروی کرتے ہیں۔ آپؐ سے محبت کرتے ہیں اور آپؐ کی عزت و احترام بجالاتے ہیں۔ آیئے دیکھیں کہ حضورؐ اور حضرت ابوطالبؑ کے درمیان تعلقات کن خطوط پر منقوش و مستحکم تھے۔ اگر ہم صرف اس نظریئے کو پیشِ نظر رکھیں کہ چچا بھتیجا کا رشتہ دامن گیر تھا۔ تو یہ بات کمزور اور بے اثر دلیل ہے۔ دین و ایمان تو ایسی طاقتور چیز ہے جو کسی بھی رشتہ داری کو نظر انداز کر سکتی ہے۔ چلو مان لیتے ہیں، حضور صلعم کی کم عمری میں کفالت تو الگ بات ہے مگر جب اعلانِ نبوت فرمایا تو تفریق مذہب کی بنیاد پر ابولہب نے نہ صرف علیحدگی اختیار کر لی بلکہ حتی المقدور مخالفت بھی کی جس پر نص قطعی گواہ ہے۔ سردار مکہ خواجہ ابوطالبؑ کو بھی دوسرے قریش سرداروں کی طرح اپنا دین عزیز نہ تھا؟ کہ وہ بھی اختلاف کرتے۔ چلو سختی نہ سہی نرمی اور پیار سے کہہ دیتے بھتیجے! اب آپ کا مشکل وقت گذر چکا ہے لیکن میں پھر بھی آپؐ کا پورا خیال رکھوں گا جہاں تک مذہب کی بات ہے، میں آپؐ کی تقلید اور اتباع نہیں کر سکتا، کیوں کہ ہر کسی کو اپنا دین عزیز ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ حضرت ابوطالبؑ وفاداری و فداکاری کا حصن حصین بن کر آپؐ کی جانب بڑھنے والے ہر ہاتھ کو بے کار اور شل کر دیتے ہیں جب مشرکین نے دباؤ ڈالا کہ یا تو اپنے بھتیجے کو روک دیں کہ ہمارے بتوں کی مذمت نہ کریں یا ہمارے حوالے کر دیں تو حضرت ابوطالبؑ نے اپنے کلام گوہر بیاں سے کفار کے مطالبے کا رد یوں فرمایا:

فَلَسْنَا وَرَبِّ الْبَيْتِ نُسْلِمُ اَحْمَداً ❁ لِعَزَّاءٍ مِنْ عَضِّ الزَّمَانِ وَلَا كَرْبِ

''خداوند عزوجل رب کعبہ کی قسم ہم لوگ (رسولِ خدا) حضرت محمدؐ کو کسی طرح بھی نہیں چھوڑ سکتے چاہے زمانے کی سختیاں کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو جائیں''

حضرت ابوطالبؑ خدا کی قسم کھا کر کفار مکہ کو للکارتے ہیں کہ ہادیٔ اسلامؐ کی حفاظت اور نصرت کے سلسلے میں، میں زمانے کے ہر طوفان سے ٹکرانے کو تیار اور کمربستہ ہوں۔ اس سے بڑھ کر کوئی جہاد اور نصرت ہے کہ یکہ و تنہا مرد مجاہد پورے عرب کے مقابلہ کے لئے تیار ہے؟ تاریخ انسانیت مثال پیش کرنے سے عاجز اور قاصر ہے۔ افسوس امیر المومنین حضرت علیؑ مرتضیٰ سے دشمنی اور بیر رکھنے والوں نے محسنِ رسولؐ محسنِ اسلام کے خلاف ایسی بے سروپا روایات کو کتابوں میں جگہ دی۔ جن کو عقل تسلیم کرتی ہے نہ روایت و درایت۔ ہم پھر بھی عرض کریں گے کہ یہ تو سب تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ مسلم اول، مہاجر، مجاہد غازی، عالم، قاضی، شجاع، عابد

marfat.com

حق گو، نبی ولی اللہ، اخ رسولؐ "زوج بتول، مولائے کائنات" ہونے کے باوجود حکمرانوں کے سب وشتم کا نشانہ بنے حضرت ابوطالبؑ کو (معاذ اللہ) انہوں نے کافر کہہ دیا تو اس میں حیرانی کی کیا بات ہے؟ یہ تو ان کی پرانی عادت ہے۔ اب ہم قارئین کی توجہ ایک بار پھر سید البطحا کے کلام کی جانب مبذول کرواتے ہیں، آپ کفار کے مطالبے کو رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ نَتْرُكَ مَكَّةً	وَلَظْعَنُ اِلَّا اَمْرُكُمْ فِي بَلَابِلِ

"اے گروہ قریش! یہ تم نے جھوٹ بولا رب کعبہ کی قسم! یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم لوگ مکہ کو چھوڑ دیں۔ تمہارے تمام منصوبے اور ارادے لغو اور بے کار ہیں"

مندرجہ بالا شعر سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ ابوطالبؑ کو اپنے کردار و عمل اور عزم و ہمت پر کتنا اعتماد تھا۔ کیوں نہ ہوتا بارگاہ خداوندی سے تائید حاصل تھی۔ یہ سعادت کسی اور کو کیسے نصیب ہوتی۔ کفار اور مشرکین کی ہر سازش اور مذموم حرکت کا جواب بلا تاخیر دینا حضرت ابوطالبؑ کا کام تھا جب مشرکین مکہ نے پر زور مطالبہ کیا کہ اے ابوطالب! یا تو اپنے بھتیجے کو منع کریں کہ ہمارے بتوں کو برا نہ کہے یا ہمارے حوالے کر دیں تا کہ ہم خود بندوبست کریں۔ حضرت ابوطالبؑ بھلا ایسی تجویزیں ماننے والے تھے؟ فرماتے ہیں۔

كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ نُبْرِىْ مُحَمَّداً	وَلَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهٗ وَنُنَاضِلِ

"تم جھوٹ بولتے ہو رب کعبہ کی قسم! ہم جناب رسولِ اکرم کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑ سکتے۔ بلکہ ہم ان کی حمایت میں تیروں اور تلواروں سے تمہارا مقابلہ کریں گے۔

قارئین کرام! یہ اعلان جہاد نہیں تو اور کیا ہے؟ مجاہد کے لئے یہی امر مناسبت ہے مومن ہونا بروئے نص قطعی شرط اوّل ہے بلاشک وشبہ قبل از نزول وحی خواجہ ابوطالبؑ نے حضورؐ کی کفالت کی وہ اہم ذمہ داریاں پوری کیں جو سردار عرب حضرت عبدالمطلبؑ نے آپ کے سپرد کیں تھیں اور بعد از نزول بھتیجے کی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے آخری رسولؐ کی نصرت وحمایت اور حفاظت کا فریضہ انجام دیا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ خواجہ ابو طالبؑ شواہد وعلامات نبوت کا بارہا مشاہدہ کر چکے تھے اور قلب و ذہن سے آپ کی تصدیق کر چکے تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ کسی بھی مشرک نے کسی بھی نبی کی کبھی حمایت و نصرت نہیں کی حضرت ابو طالبؑ کے ایمان پر اعتراض کرنے والے اپنے ہاتھوں اپنا ایمان غرق کر رہے ہیں۔

عقیدہ حضرت ابوطالبؑ

حضرت ابوطالبؑ عقیدہ توحید و رسالت پر ایمان رکھتے تھے بنیادی طور پر دین ابراہیمی کے پیرو تھے

marfat.com

اور بُت پرستی سے بیزار تھے۔ پھر اس عظیم المرتبت مومن وموحد والد حضرت عبدالمطلبؑ کی تعلیم وتربیت سے
بہرہ ور اور فیض یاب تھے جس نے شریعت محمدیؐ میں اپنے حسن عمل، تدبر واعلیٰ کردار کی کئی یادگار نشانیاں چھوڑیں۔
حضرت ابو طالبؑ اگرچہ اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھے ہوئے تھے مگر وقتاً فوقتاً کفار ومشرکین کی طرف سے ظلم و
زیادتی کے مظاہرے پر اپنے کلام میں اس طرح اظہار فرماتے تھے گویا پیغمبر اعظم نور مجسمؐ کی جانب سے تبلیغ
رسالت پر مامور ہیں اس امر کی تصدیق آپ کے تمام افعال وکردار سے بخوبی ہوتی ہے۔ بالخصوص بنی ہاشم اور
بنی مطلب کو متحد کر کے سب کو اتباع رسولؐ اور نصرتِ رسول پر مستعدر ہنے اور صلہ کی صورت میں ضرب وحرب کی
تعلیم دینا بنی ہاشم کو وصیت کرنا کہ ہمیشہ ہمیشہ حضور نبی اکرمؐ کی حمایت میں کمی نہ کرنا اسی میں قوم کی عزت اور
وقار ہے۔ یہ تمام افعال وعلامات ایک مومن اور عاشقِ رسولؐ ہی میں ہوسکتی ہیں ناصر رسولؐ کے لئے مومن ہو
شرط ہے۔

نبی اور رسول

عقل وخرد علم ودانش اور فہم وفراست کی رو سے ہر کسی کو معلوم ہے کہ کوئی کافر ومشرک کسی نبی اور رسول کو
عقیدے کی بنیاد پر نبی یا رسول نہیں پکار سکتا۔ عربی زبان کی رو سے نبی اور رسول کے معانی، قاصد اور خبر سنانے
والے کے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء ورسل کے لئے ان اسماء کے معانی میں بے پناہ وسعت اور
بلاغت پائی جاتی ہے۔ آیئے ہم دیکھتے ہیں کہ ان مبارک توصیفی اسماء کے مرادی معنی کیا ہیں۔

''اَلنَّبِی''

تفسیر ضیاء القرآن کے حوالہ سے اس کی تشریح صاحب ''لسان العرب'' (نام لغت) لفظ ''نبی'' کی
تحقیق کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: اس کے مآخذ اشتقاق کے متعلق اہلِ لغت کے تین قول ہیں۔ ۱۔ یہ لفظ
سے مشتق ہے۔ ۲۔ یہ ''نُبُوَّة'' سے مشتق ہے۔ ۳۔ ''نَبَاوَة'' سے مشتق ہے۔
پہلے قول کے مطابق نبی بروزن ''فعیل'' بمعنی مفعل ''مخبر'' ہوگا۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر
دینے والا ہو۔ علامہ جوہری اور فراء دونوں کی یہ رائے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دینے والا ہو۔

۱۔ الجوہری: وَالنَّبِی الْمُخبِرُ مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَانَّهٗ اَنْبَاعَنْهُ وَهُوَفَعِيْل'' بِمَعْنٰی
مُفْعِلُ۔ (ترجمہ اوپر گذر چکا ہے) ۲۔ قَالَ الْفَرَّاءُ النَّبِی هُوَمَنْ اَنْبَاعَنِ اللّٰهِ وَتُرِكَ هَمْزَتُهٗ۔ ۳۔ اس کا مآخذ
اشتقاق اَلنُّبُوَّة'' اَنْبَاوَة'' ہو تو اس کا معنی ہے بلند اور اونچی چیز کیوں کہ نبی دوسروں سے ہر لحاظ سے ارفع واعلیٰ ہوتا
ہے۔ اس لئے اسے نبی کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ وَاِنْ اُخِذَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالنَّبَاوَةِ وَهِیَ الْاِرْتِفَاعُ عَنِ الْاَرْضِ

marfat.com

اَوْھِیَ الشَّئی الْمُرْتَفِعُ اَیْ اَنَّہٗ اَشْرَفُ عَلیٰ سَائِرِ الْخَلْقِ ۔ یعنی نبی مخلوق میں ہر شے سے افضل و اشرف ہوتا ہے۔۴۔لیکن علامہ اصفہانی نے المفردات میں یوں تحقیق کی ہے۔اَنبأ ذُو فائدۃٍ عَظِیْمَۃٍ خصُل بہ علم" اَوْ غَلَبَۃُ ظَنٍّ وَلَا یُقَالُ لِلْخَبَرِ فِی الاَصْلِ نَباءٌ حَتّٰی یَتَضَمَّنَ ھٰذِہِ الاَشْیَاءَ الثَّلَاثَۃَ ۔ نباء ہر خبر کو نہیں کہا جاتا بلکہ صرف اس خبر کو نباء کہتے ہیں جس میں تین اوصاف ہوں (۱) فائدہ مند (۲) اہم اور عظیم ہو (۳) ایسی ہو کہ اس کے سننے سے علم یا کم از کم غلبۂ ظن حاصل ہو۔اصفہانی نے مزید یوں بحث کی ہے۔اَلنُّبُوَّۃِ بَیْنَ اللّٰہِ وَبَیْنَ ذُوْ الْعُقُوْلِ مِنْ عِبَادِہٖ لِاَ زَحۃِ عَلَّتِھِمْ فِیْ اَمْرِ مَعَادِھِمْ وَالنَّبِی لِکَوْنِہٖ مُنَبِّاً" بِمَا تَسْکُنُ اِلَیْہِ الْعُقُوْلُ الذَّکِیَّۃُ وَھُوَ یَصِحُّ اَنْ تَکُوْنُ فَعِیْلًا بِمَعْنیٰ فَاعِلٍ وَاَنْ یَکُوْنُ بِمَعْنیٰ الْمَفْعُوْلِ ۔ نبوت اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان پیغام رسانی کو کہتے ہیں جس سے ان کی دنیا اور عقبیٰ کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔کیوں کہ نبی ایسی باتوں سے آگاہ کرتا ہے جن سے عقل سلیم کو تسکین ہوتی ہے اس لئے یہ فاعل اور مفعول دونوں معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔(المفردات)۔۵مولانا بدر عالم نے ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ لفظ نبی نبأ سے مشتق ہے اور لغت گو ہر چیز کے لئے لفظ انبأ استعمال ہو سکتا ہے لیکن اس کا عام استعمال اب صرف غیب کی خبروں کے لئے ہونے لگا ہے۔اس لحاظ سے نبی اللہ کے معنی یہ ہوں گے۔اَلَّذِیْ نَبَّاہُ اللّٰہُ یعنی جس کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا ہو اور اس کو غیب کی خبریں دی ہوں۔(ترجمان السنۃ۔ص ۴۴۱۔۴)

"الرَّسول"

علامہ ابن منظور "لسان العرب" میں لفظ رسول کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں :اَلرَّسُوْلُ مَعْنَاہُ فِی اللُّغَۃِ الَّذِیْ یُتَابِعُ اَخْبَارَ الَّذِیْ بَعَثَہٗ ۔ لغت میں رسول کا معنی یہ ہے کہ جس نے اس کو بھیجا ہے اس کی اخبار کی پیروی کرے ۔۲۔دائرۃ المعارف (اُردو) میں لفظ رسول کی تشریح یوں ہے۔جو اپنے بھیجنے والے کے احوال و واقعات کی مطابقت کرے۔یہ لفظ عام استعمال میں قاصد، ایلچی یا پیغام لانے والے کے لئے بولا جاتا ہے۔شریعت اسلامیہ کی اصلاح میں رسول سے مراد اللہ کا وہ برگزیدہ بندہ ہے جسے اللہ تعالیٰ انسانوں تک پیغام پہنچانے کے لئے معبوث فرماتا ہے (دائرہ معارف اسلامیہ اُردو۔ص ۲۵۱۔۱۰)

حضرت ابو طالبؑ کی فراست ایمان

قارئین کرام! نبی اور رسول کا لغوی مفہوم معلوم کرنے کے لئے ہم نے لغات سے استفادہ کیا۔اصل مقصد یہ ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نے اپنے قصائد میں جا بجا نبی اور رسول الفاظ کا استعمال خاص اہتمام اور محبت و عقیدت سے فرمایا ہے۔جب بھی عشق و محبت کا اظہار فرمایا ہے نبی، رسول، سردار، مطاع، ہادی وغیرہ مخصوص الفاظ

marfat.com

انشاء فرمائے ہیں۔ کبھی فرماتے ہیں۔ اَنتَ الرَّسُولُ اللّٰہِ نعلمہ' ۔ آپ ہی اللہ کے صاحب کتاب رسولؐ ہیں
ہمیں اچھی طرح معلوم ہے۔ کبھی فرماتے ہیں حضرت محمدؐ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح رسول ہیں اس بات کی
تصدیق سابقہ آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔ قربان ہو جانا چاہیئے جب بھی ضرورت پڑے اور کبھی تو عظ
انکشاف فرماتے ہوئے علم و فضل اور دانش و حکمت کے موتی بکھیرتے ہوئے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ا
پاک نام سے اپنے محبوب کا مقدس نام مشتق فرمایا ہے۔ وہ صاحبِ محمود ہے تو یہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں
کفار و مشرکین کا غلبہ دیکھتے ہیں تو فرماتے ہیں میں خود، میری برادری اور قوم قبیلہ جب تک پیوندِ خاک نہ
جائیں میں نبیؐ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔ کبھی فرماتے ہیں اے گروہ قریش! ابھی تو تم نے ہماری تلواروں کی کا
ہی نہیں دیکھی۔ ابھی تو ہماری ضرب کا تمہیں علم ہی نہیں اور نہ ہی ہمارے تیز اور خوبصورت گھوڑے تمہار
سامنے آئے ہیں۔ کبھی فرماتے ہیں ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ مکہ اور یثرب پر علم اسلام لہرا رہا ہو گا اور تمام قبا
عرب اسلام کے پرچم تلے جمع ہوں گے۔ حضرت ابو طالبؑ کے پاکیزہ اقوال کے لئے ایک ضخیم کتاب
ناکافی ہوگی۔ اسی خیال سے زیادہ سے زیادہ قصائد شاملِ کتاب کئے ہیں۔ تا کہ اہلِ ایمان قارئین کا ذوق سل
پورا ہو سکے۔ حضرت ابو طالبؑ کی مقدس ہستی پر گوناں گوں اعتراض کرنے والوں سے ہمارا یہ سوال ہے کہ جس
بھی کفار و مشرکین کی جانب سے مخالفت اور دشمنی تیز ہوتی تو آپ مخالفین کو جواب دیتے وقت بھتیجا کہنے
بجائے نبیؐ اور رسولؐ اور ایسے ہی دوسرے اسمائے صفات استعمال فرمایا کرتے تھے۔ کیا حضرت ابو طالب
لغت عرب کے اعتبار سے نبی اور رسول کا وہ مفہوم نہ جانتے تھے جو اُن مخصوص اصطلاحات کی مراد ہے؟ ہو
ہے منکرین ایمان بول اٹھیں کہ حضرت ابو طالبؑ نے نبی اور رسولؐ سنی سنائی اصطلاحات استعمال کر دی
۔ ہم پوچھتے ہیں اہلِ عرب کسی بھی سرداری، بزرگی اور شان و عظمت کے اعتبار سے کسی ذی وقار اور صاحبِ قدر
ہستی کو نبیؐ اور رسول کہا کرتے تھے؟ کیا قبائلِ عرب بالخصوص قریش مکہ ان اصطلاحات کے معنی و مفہوم سے ب
نہ تھے؟ کیا سردارِ مکہ حضرت ابو طالبؑ یوں ہی نبیؐ اور رسولؐ ہادیؐ اور صاحب کتاب کہا کرتے تھے؟ اس طر
کے تمام سوالات کا ایک ہی جواب ہے کہ حضرت ابو طالبؑ کو نزول وحی سے بہت عرصہ پہلے صاحب قا
قوسینؐ کی نبوۃ و رسالت کا وافر علم حاصل ہو چکا تھا۔ سردارِ قریش رئیسِ مکہ حضرت عبدالمطلبؑ کی وصیتیں ا
کتاب کے دونوں گروہوں کی بتائی ہوئی خبریں اور اپنے چشم دید مشاہدات، واقعات اور علامات عرفانِ نبو
کے لئے بہت بڑا علم تھا۔ دعوت ذوالعشیرہ میں اعلان نبوت و تبلیغ رسالت کے وقت ہی سے حضرت ابو طال
نے جناب رسول اللہ کی نصرت و حمایت کی عظیم ذمہ داری پورے عزم و ہمت اور استقلال سے سنبھالی کہ سار
زندگی قربان کر دی۔ بوقتِ رحلت یہی افسوس اور ارمان لے کر گئے کہ اب رسول اللہؐ کا کیا ہوگا۔

marfat.com

حضرت ابو طالب نے قبل از نزول وحی حقِ قرابت ادا کیا اور اللہ کے رسولؐ کی نصرت وحمایت کی بھی بے مثال تاریخ سازی کی۔ تمام مؤرخین اور سیرت نگاروں نے حضرت ابو طالبؑ کی بے مثال قربانیوں اور خدمت گذاریوں کا ایک جیسا اعتراف کیا ہے۔ جو عدم ایمان کے قائل ہیں وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کفار و مشرکین کے مقابلہ میں آہنی دیوار بن کر دفاع کرتے رہے۔ ان ہمدردیوں اور فداکاریوں کے پیچھے حق قرابت بھی اور حق رسالت بھی تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ابو طالبؑ ہی کو اپنے محبوبؐ کی نصرت وحمایت، خیر اندیشی، خدمت گذاری اور حفاظت کے لئے چن لیا تھا۔ نص قطعی ہے کہ ''ہم نے یتیم پایا تو اپنی پناہ میں لے لیا'' زیر کفالت ہیں حضرت ابو طالبؑ کے اور خداوند عالم فرماتے ہیں ہم نے اپنی آغوشِ رحمت میں پناہ دی۔ (قرآن حکیم) اگر صرف قرابت داری ہی باعثِ رفاقت تھی تو ابولہب بھی قریبی تھا۔ اس نے اعلانِ نبوت کے ہوتے ہی مخالفت شروع کر دی جس پر حضرت ابو طالبؑ نے اسے نسبی عار بھی دلائی اور اتباعِ رسولؐ کے لئے نصیحت بھی فرمائی لیکن اس کا غرور کفر میں ضم ہو چکا تھا ابولہب کو نصرت رسولؐ پر نصیحتیں کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ع۔ اَقُوْلُ لَہٗ وَاَیْنَ مِنْہُ نَصِیْحَتِی

''میں اسے (ابولہب کو) نصیحت کرتا ہوں مگر میری نصیحتیں کہاں اور وہ کہاں؟'' یہ وہی ابولہب ہے نا جس نے میلادِ مبارک کی خبر سن کر اپنی کنیز ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔ وہ خواب والی روایت مشہور ہے کہ بروز سوموار ابو لہب کی انگلی سے دودھ یا پانی نکلتا ہے۔ اور دشمن رسولؐ کو آرام پہنچتا ہے۔ وجہ کیا تھی بھتیجا جان کر خوشی کا اظہار کیا وہ بھی ایک لمحہ کے لئے۔ حضرت ابو طالبؑ کی بیالیس سال کی رفاقت بلکہ پچاس سالہ لازوال قربانیاں ان کے آرام ونجات کا باعث کیوں نہ بنیں؟ جبکہ انہوں نے حق قرابت ادا کیا، نبی مانا رسول جانا ساری عمر ساتھ دیا۔ دھمکیوں سے ڈرے نہ دشمنوں کے حملوں سے خائف ہوئے اور نہ کفار ومشرکین کے دباؤ تلے آئے۔ پہلے دین ابراہیمی کے نہ صرف متبع تھے بلکہ ذریت ابراہیمی ہونے پر فخر واعزاز بھی حاصل تھا خطیب رسولؐ نے جب حضورؐ کے نکاح کا خطبہ پڑھا تو اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد ذریت ابراہیمی ہونے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور بنی ہاشم کی سرداری اور حرم بیت اللہ کی تولیت اور حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کے عظیم فضل وشرف اور بے مثال جاہ وجلال وسیادت کا ذکر فرمایا تو قریش کے تمام سردار موجود تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ کسی فرد وبشر نے تردید نہ کی۔ کرتے بھی کیوں، کہ کبھی آپؐ کی پاکیزہ سیرت وکردار اور عظمت وشرافت کے معترف اور مدح خوان تھے۔

قارئین کرام! خود ہی انصاف کیجئے کہ ابولہب کو تو ایک منٹ کی خیر خواہی کا صلہ ملے گا، مگر ابو طالب کو بیالیس سال کی خدمت گذاری کے بدلے ضحضاح؟

marfat.com

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

ساری بات ہے عشق و محبت کی اگر کسی کے نصیب ہو۔

نصیب اپنا اپنا

معتبر کتب سے ثابت ہے کہ ابو جہل ملعون نے اپنے ساتھیوں کے پوچھنے پر صاف کہہ دیا تھا کہ مح
سچے اور امین ہیں بات یہ ہے کہ بیت اللہ شریف کی جتنی اہم خدمات ہیں وہ بنی ہاشم کے قبضہ میں ہیں۔ اگر نبوت
ان کے ہاتھ میں ہو تو ہمارے ہاتھ کیا رہا۔ اب رہی بات ان روایات کی جن کی بنیاد صحیح بخاری و مسلم ہے تو ان
کوئی اعتبار نہیں جیسے کہ روایات کے موضوع میں تشریح ہو چکی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ سعید ابن مسیب
روایت کردہ حدیث خود امام بخاری کی مقرر کردہ شرط پر نہیں۔ پھر تعجب ہے کہ صحیح بخاری میں ایک ہی حدیث۔
جو بخاری اور مسلم کی شرط پر نہیں۔ ۲۔ یہ کہ سعید ابن مسیب اس وقت عالم ارواح میں تھے جب حضرت ابو طالب
کا وصال ہوا اور مسیب کے بارے میں دو قول ہیں۔ ابن عساکر کا بیان ہے کہ بیعت الرضوان کے دن مسلما
ہوئے لیکن صحیح قول مصعب کا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا کرمانی کا بھی اس پر اتفاق ہے اور اصو
روایت و درایت کے مطابق حضرت مسیب کی روایت کردہ حدیث معیارِ صحت سے گری ہوئی اور غیر واقعا
ہے کیوں کہ حضرت مسیب کے قبول اسلام کے دونوں زمانے وصالِ ابو طالبؑ سے مطابقت نہیں رکھتے وصا
ابو طالبؑ اور صلح حدیبیہ میں تقریباً نو سالوں کا فرق ہے جبکہ فتح مکہ اور سردار مکہ کے وصال میں تقریباً گیا
سال حائل ہیں۔ یہ بات کون تسلیم کرے گا کہ ایک آدمی واقعہ کے نو یا گیارہ سال بعد اسلام قبول کرتا ہے اور ا
واقعہ کے بارے میں بھی روایت کرتا ہے جو اس کے قبول اسلام سے قبل کا ہے۔ اگر بحالتِ کفر حدیث بیان کر
نزول آیت کی گواہی دیتا ہے تو بات اسلامی اصول کے خلاف ہے اس لئے کہ مشرک نہ تو خود قرآن سنتے تھے
نہ ہی دوسروں کو سننے دیتے تھے۔ پھر اصول روایت میں اس شرط کو محدثین تسلیم کرتے ہیں کہ روایت جب درس
ہوگی کہ راوی نے واقعہ کے وقت خود حدیث سنی ہو اور پھر اس حدیث کو عقل بھی تسلیم کرتی ہو۔ رہی بات سعید ا
مسیب کی تو ان کا سال ولادت تقریباً ۱۵ھ ہے وہ کب حضرت ابو طالبؑ کے وصال کے وقت موجود تھے؟!
نووی کا بیان ہے کہ مسیب کی یہ روایت ان کے بیٹے کے سوا کسی دوسرے نے بیان نہیں کی۔ امام کرمانی فرما
ہیں کہ یہ روایت بخاری کی اپنی شرط پر بھی پوری نہیں، کیوں کہ اس روایت کے پہلے راوی کا حضرت ابو طالب
کی وفات کے موقع پر موجود ہونا کسی طرح ثابت نہیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ شاید وہ صحابی بھی نہیں۔ نیز یہ کہ ا
سے سوائے اس ایک روایت کے کوئی ایک روایت بھی پورے ذخیرہ حدیث میں مروی نہیں۔ امام نووی کی طر
امام بدر الدین عینی نے بھی روایت کے بارے میں اظہار خیال کیا ہے بلکہ ابن حجر کے ان اعتراضات اور جرح
بھی رد کیا ہے جو کرمانی پر کئے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کرمانی کے بیان کو جو رد کیا ہے بالکل بے اثر اور بے جان۔

marfat.com

بلکہ یوں لگتا ہے کہ یہ بیان کسی اور کا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ''وہ پہلے اس روایت پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالبؑ موت کے وقت کلمہ پڑھ بھی لیتے تو کیا وہ صاحب ایمان ہو سکتے تھے؟ جبکہ ایسے وقت میں کلمہ پڑھنا بے کار محض ہے۔ بعد ازاں وہ خود اس اعتراض کا یہ جواب دیتے ہیں ہو سکتا ہے یہ رسول اللہؐ کے خصائص میں ہو اور ابو طالبؑ کے لئے خصوصی رعایت ہو کہ وہ آخری وقت کلمہ پڑھ لیں تو ان کو دولتِ ایمان مل جائے۔ (صرف اُردو ترجمہ لکھا ہے) (فتح الباری شرح بخاری جلد ہشتم۔ ص ۴۱۲ مطبوعہ مصر مؤلفہ حافظ ابن حجر عسقلانی)۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ حضورؐ کا خاصہ ہے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ حضرت ابو طالبؑ جہنم میں جائیں معاذ اللہ۔ خصوصیت تو یہ ہے کہ اس سے دوسرے تمام قوانین وضوابط یکسر بدل جائیں۔ لہٰذا اگر آپ اسے خاصہ متصور کرتے ہیں تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ بفرض محال حضرت ابو طالبؑ نے کلمہ نہ بھی پڑھا تو یقیناً وہ صاحبِ ایمان اور جنتی ہیں۔

حافظ ابن حجر کا بیان

حافظ ابن حجر شارحین حدیث کا یہ اعتراض نقل کرتے ہیں۔ 'راوی تو وہاں موجود ہی نہیں تھا۔ اس کو کیسے معلوم ہو گیا؟' پھر اس کا جواب خود ہی لکھا 'اس کو کسی نے بتا دیا ہوگا' (سبحان اللہ)۔ سردارِ مکہ نقیب بنی ہاشم کی شان ومنزلت کا کیا عالم ہوگا جنہوں نے ظہور نور کے زمانے سے لے کر اپنے وصال تک ایک دم کے لئے بھی اپنی نصرت وحمایت' وفاداری فداکاری' اور جاں نثاری میں فرق نہ آنے دیا بلکہ تحفظ رسالت اور اشاعتِ دین کے لئے پورے عرب کا پوری جواں مردی اور ہمت وشجاعت سے مقابلہ کیا۔ حضرت کعب کے قصیدے کا شعر تو ان کی نجات کا سبب بنا مگر خواجہ ابو طالبؑ کی سخن سرائی تو مکمل طور پر تبلیغ رسالت اور اعلانِ جہاد ہے وہ شعر انفرادی مفاد کا ذریعہ بنا تو سیکڑوں اشعار پر مشتمل دیوان قیامت تک ہونے والے اہلِ اسلام کے لئے چشمۂ ہدایت ہے کردار ابو طالبؑ خلاصہ ہے تعلیماتِ اسلامیہ کا اور نمونہ ہے عشق ومحبت کا۔ فرمانِ خداوندی ہے نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ قرآن حکیم حضرت محمدؐ پر نازل ہوا تو خواجہ ابو طالبؑ مخاطب ہو کر تصدیق کرتے ہیں کہ عَلَیْكَ نَزَلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قرآن آپؐ ہی پر نازل ہوا ہے۔ اگر حضرت علی علیہ السلام کے والد ہونے کی وجہ سے حضرت ابو طالبؑ کسی کو اچھے نہ لگیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں اعتراض تراشنے والے بھی اقرار کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام سابق الایمان ہیں۔ شاید انہوں نے یہ بھی پڑھا ہو کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا اَنَا وَ عَلِیٌّ'' مِنْ نُوْرٍ وَاحِدٍ میں اور علی علیہ السلام ایک ہی نور کی دو مشعلیں ہیں۔

پھر کیا مجبوری تھی کہ پوری ایک صدی تک خاندانِ نبوت پر سب وشتم کی بوچھاڑ ہوتی رہی کون کرواتا تھا؟ کون کرتا تھا؟ وہ تمام لوگ مسلمان کہلاتے، حدیثیں بیان کرتے بڑی آب وتاب سے جمعہ عیدین پڑھتے' خلفاء وعلماء کہلاتے اور قرآن وحدیث کی تعلیم سے آشنا ہوتے تھے اس رسم قبیح کا جیتا جاگتا ثبوت کتب احادیث و

marfat.com

تواریخ میں موجود ہے۔ اموی' عباسی عہدِ حکومت میں ایک ایک آدمی ہزاروں حدیثیں گھڑ لیتا تھا۔ امام بخاری نے حدیث نام کی ایک عبارت حضرت ابو طالبؑ پہ چسپاں کردی تو کیا ہوا؟ مگر دال نہ گلی کیوں کہ جو مفسر یا محدثین عدم ایمان پر روایات بیان کرتے ہیں۔ وہی ان روایات کا رد بھی کرتے ہیں۔

جاں نثاری کا اعلان

کفار و مشرکین کی بڑھتی ہوئی مخالفت کے پیش نظر اپنے عزم و ہمت اور متوقع حالات کا مقابلہ کرنے پر آمادہ۔ یوں اعلانِ جہاد فرماتے ہیں۔"

فَاِنَّ کَفَّکَ کَفِیَّ اِنْ مُنِیتَ بِھِمْ وَدُوْنَ نَفْسَکَ نَفْسِیْ فِی الْمُلِمَّاتِ

"یا رسول اللہ چاہے جس قسم کی بھی آزمائش پیش آئے میرا ہاتھ آپؐ کے ہاتھ میں ہوگا اور اگر کبھی معرکہ پیش آیا تو میں آپؐ کو بچانے کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کردوں گا"

قارئین کرام: تمام انبیاء علیہم السلام میں سے ماسوائے حضور اکرمؐ کے کسی ایک کو بھی حضرت ابو طالبؑ جیسا جان نثار فدا کار' خیر خواہ' جانباز' وفادار حواری یا صحابی نہ نصیب ہوا۔

زمانۂ صحبت

ولادت مقدسہ تا ۱۰ نبوی پورے باون سال خواجہ ابو طالبؑ کو صحبتِ رسول اللہؐ کا شرف حاصل رہا۔ کسی صحابی کو شرفِ صحبت کا اتنا طویل موقع نہ ملا' اس خوش نصیب پر عاشقانِ رسول کو رشک آنے لگتا ہے اور پل بھر بھی کسی کو دیدارِ پُر انوار نصیب ہو تو دو جہان کی نعمتوں سے افضل ہے۔ کیا کہنے اس خوش بخت کے جس نے نصف صدی سے زائد عرصہ محبوبِ خدا کے دیدار سے اپنی آنکھیں شب و روز ٹھنڈی کیں۔

جسے مل گیا کملی والے کا دامن
اسے دو جہاں کا خزانہ ملا ہے

حضور اکرمؐ کا فرمان مبارک ہے۔ مَنْ مَسَّنِیْ لَنْ تَمَسَّ النَّارُ ۔ فرمایا: "جو چیز مجھ سے مس ہو اسے آگ ہرگز نہ چھوئے گی" اور جس نے باون سال سینے سے لگائے رکھا' امت نے ضحاح میں پھینک دیا۔ اگر اور کوئی جرم نہ ہو تو حضور سرورِ کائنات کی دل آزاری کیا کم جرم ہے؟ کسی بھی انسان کی دل آزاری اللہ تبارک وتعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بن جاتا ہے۔ تو حضور اکرمؐ کی دل آزاری تو خداوند کریم کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے۔ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ۔ "اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ فرمائے گا" یہ حفاظت کرنے والے تو حضرت ابو طالبؑ ہیں اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ ان کے فعل کو اپنی ذاتِ اقدس سے منسوب فرما رہے ہیں۔ بعض افعال ایسے ہیں جو غیر اللہ سے سرزد ہوئے لیکن ان افعال کی اہمیت کے پیش نظر قادرِ مطلق نے ان افعال کو اپنی ذات سے منسوب فرما کر ان امور کی قدردانی فرمائی ہے۔

marfat.com

ع۔شاید کہ اُتر جائے تیرے دل میں مری بات

ہے حضرت ابو طالبؑ جیسا کوئی فدا کار، کوئی جان نثار، کوئی جانباز، کوئی پاسبان، کوئی نکتہ دان، کوئی بہادر، کوئی صابر، کوئی راست گو، کوئی محب اور کوئی عاشقِ رسولؐ، جس کی قربانیوں اور عزم و ہمت میں کبھی لچک نہ آئی، جس کے استقلال میں کبھی فرق نہ آیا۔ وہ کون سی طاقت تھی۔ جس نے حضرت ابو طالبؑ کو وفا کا پیکر اور عزم و ہمت کا پہاڑ بنا دیا، باطل پرستوں کا کوئی حربہ کامیاب نہ ہوا۔ یہ وہ طاقت تھی جس کو ایمان کہا جاتا ہے۔ یاد رکھیئے بیالیس سال کوئی کافر محبوبِ خدا کا جانی دوست قطعاً نہیں بن سکتا۔ رسولِ اسلام کی ایک لمحے کی صحبت اور نظرِ رحمت نے صدیوں کے کفر و شرک کے قلعے مسمار کر دیئے ساری عمر ساتھ رہنے والے فدا کار کو بوقت نزع اقرارِ توحید کی دعوت دی۔ فرض کیا اس وقت حضور نبی کریمؐ شہر سے باہر ہوتے تو پھر یہ موقع بھی ہاتھ نہ آتا۔ پھر تو قصہ ہی تمام ہو جاتا۔ اب ہم اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے بطور تبرک حضرت ابو طالبؑ کا ایک شعر ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔ اس شعر میں اپنے لختِ جگر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کرم اللہ وجہہ کو بطور تاکیدی نصیحت ارشاد فرمایا تھا۔

اِنَّ الْوَثِیْقَةَ فِیْ لُزُوْمِ مُحَمَّدٍ	فَاشْدُدْ بِصُحْبَتِهٖ عَلٰی یَدَیْکَا

اے نورِ نظر! یاد رکھو کہ سب سے زیادہ پُر اعتماد بات یہی ہے کہ حضرت محمدؐ کے دامن سے وابستہ رہا جائے۔ لہٰذا تم ہمیشہ ان کے ساتھ رہو اور جس طرح سے بھی ہو سکے ان کی مدد و نصرت کرتے رہو“

کفار کے دوست ظالم ہیں

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ (۲۳ توبہ)۔ ”اے ایمان والو نہ بنا لو اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو ولی دوست اگر وہ پسند کریں کفر کو ایمان پر اور جو دوست بناتا ہے انہیں تم میں سے تو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں“

قارئین کرام! آیت کریمہ کا مطلب واضح ہے مومنوں کو خطاب ہے کہ کسی مومن کا بھائی ہو یا باپ دادا، اگر وہ کفر کو پسند کرتے ہیں تو تمہیں ان کی دوستی، محبت ہمدردی اور رفاقت ترک کرنا پڑے گی اور اگر کفار و مشرکین رشتہ داروں کی دوستی اور محبت کو ترک نہ کیا تو تمہارا شمار ظالموں میں ہوگا اور سب سے بڑا ظلم شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم قطعی جاری فرما کر قیامت تک کفار کی دوستی سے روک دیا اور حکم میں خطاب بھی اہلِ ایمان کو ہے۔ اب جو لوگ ایمان ابو طالبؑ کے منکر ہیں ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ بقول شما (نعوذ باللہ) سید الانبیاء والمرسلین نے اعلانِ نبوت کے بعد پورے دس سال (خاکم بدہن) غیر مسلم سے دوستی ہی نہیں اپنے تمام معاشی و معاشرتی امور میں سرپرستی قبول فرمائی جبکہ حکم خداوندی ہے کہ مشرک سے دوستی ظلم اور نافرمانی ہے۔ حضور نے

·marfat.com

حضرت ابوطالبؑ کی موجودگی میں اگرچہ کفار مکہ کی طرف سے کی جانے والی بے شمار زیادتیاں برداشت کیں مصیبتوں کے جو طوفان حضرت ابوطالبؑ کی وفات حسرت آیات کے بعد برپا ہوئے ان کے لکھنے کا حوصل کہاں؟ خدا کی قسم حضرت ابوطالبؑ تو ایک آہنی فصیل تھے جو حصار نبوت کی مکمل حفاظت اور ضامن تھے۔

اب دو باتوں میں سے ایک کو تسلیم کرنا پڑے گا ایک تو یہ کہ (پناہ خدا) حضورؐ پچاس سال (خاکم بدہن مشرکوں کے زیر کفالت رہے۔ خور دونوش، نشست و برخاست، شب وروز اور ہمہ وقت انہی کے ساتھ ر یہاں تک کہ آپؐ کے ساتھی سفر آخرت اختیار کر گئے۔ یا یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت ابوطالبؑ دعوت ذوالعشیر تاریخ سے لے کر اپنی زندگی کی آخری سانس تک ایک جان نثار مومن اور ناصر و عاشق رسولؐ اور مجاہد اعظم حیثیت سے رہے اور حضور اکرمؐ ایک مومن موحد اور محسن رسالت کی کفالت اور حفاظت میں دعوت اسلام جا رکھے رہے۔ مشرک کی امداد آپؐ کے لئے حرام تھی۔ بس امام بخاری نے ایک حدیث نقل کر دی جو امام بخاری شرط پر بھی پوری نہیں اترتی اور وہ آیات قرآنی جن کو بعض نے حضرت ابوطالب کے حق میں نازل ہونا ظاہر ک ابوجہل اور اس کے مشرکین ساتھیوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ یہ بحث اپنے محل پر درج ہے آیت مندرجہ کی تعلیم وتاکید کا خلاصہ یہ ہے کہ مومن اور مشرک کی کوئی دوستی نہیں اگرچہ کفار ان مومنوں کے قریبی رشتہ دا کیوں نہ ہوں۔

حضرت ابوطالبؑ حضور اکرمؐ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ مومن تھے موحد اور عاشق رسولؐ تھے۔ نا دین اور اسلام کے پشت پناہ تھے ان پر حضورؐ کو فخر تھا کفار ومشرکین مرعوب تھے۔ ان کو مومن نہ تسلیم کرنے اپنے ایمان کی خیر مانگے کہیں منافقین کے زمرے میں نہ شمار ہو۔ اگلی آیت بھی ایسی ہے۔ ۳۔ یٰۤاَیُّھَا الَّ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ وَقَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاکُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ رَبِّکُمْ ۔ ''اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمن دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو، حالانکہ تمہارے پاس جو دین آچکا ہے وہ اس کے منکر رسول اللہؐ کو اور تم کو اس بنا پر کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لے آئے۔ شہر بدر کر چکے ہیں اگر تم میرے را جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضامندی ڈھونڈنے کے لئے اپنے گھروں سے نکلے ہو پھر چپکے چپکے ان دوستی کی باتیں کرتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں۔ جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور جو شخص تم سے ایسا کرے گا وہ راستہ سے بھٹک جائے گا۔

تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ .... بعض اہل تفسیر کے نزدیک بالمودۃ میں ب زائد ہے جیسے لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ میں ہے۔ یعنی خطوط کے ذریعہ سے تم مشرکوں کو اپنی دوستی پیش کرتے ہو۔ زجاج ب سببیہ ہے اور مفعول محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ رسول اللہؐ کی خبریں مشرکوں کی دوستی کے سبب تم ان کو

marfat.com

کرتے ہو۔ مَا جَآءَ کُمْ مِّنَ الْحَقِّ .... الحق سے مراد ہے قرآن مجید۔ یُخْرِجُوْنَ .... یعنی مکہ سے باہر کر چکے ہیں۔ بِاللّٰہِ رَبِّکُمْ .... اللہ تو رب سب کا ہی ہے مخاطبین کا بھی اور غیر حاضر لوگوں کا بھی پھر صرف حاضرین کے ساتھ رب کی تخصیص کیوں کی گئی اس کی وجہ صرف تغلیب ہے حاضرین کا ذکر کیا گیا۔ اس کلام میں حسنِ التفات بھی ہے، پہلے یاءِ متکلم ذکر کی گئی بصورت غائب باللہ ربکم فرمایا۔ خَرَجْتُمْ .... یعنی تم اپنے وطنوں سے نکلے۔ بِالْمَوَدَّةِ .... مقاتل نے کہا، المودۃ سے مراد ہے خیر خواہی اور ب زائد ہے یا سببیت کے لئے ہے۔ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ .... سواء السبیل یعنی راہ ہدایت سے بھٹک گیا۔ (مظہری۔ ص ۴۲ جلد ۱۱)

قارئین کرام! مندرجہ بالا آیت کریمہ میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اہلِ ایمان کو اس بات پر تنبیہہ فرمائی ہے کہ کفار و مشرکین سے دوستی نہ رکھیں کیوں کہ وہ خدا کے دشمن ہیں جو خدا کا دشمن ہے وہ رسول کا بھی دشمن ہے دشمن سے دوستی کیسی؟

اس آیت کریمہ کی روشنی میں جو امر حضرت ابو طالبؑ کا مؤید ہے اگر چہ اس پر سیر حاصل بحث کی بہت بڑی گنجائش ہے لیکن ہم چند جملوں میں گوہرِ مقصود حاصل کر سکتے ہیں۔ اب میری گذارش ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے کفار و مشرکین کی دوستی سے منع فرمادیا ہے۔ یہ تو عام مسلمانوں کی بات ہے جبکہ حضورؐ صاحبِ قابَ و قوسین کی شان و عظمت وریٰ ماوریٰ وفوق الفہم ہے۔ کیا حضرت ابو طالبؑ حضورؐ کے جانی دوست تھے یا (نعوذ باللہ) دشمن؟۔ لازماً جواب یہ ہے کہ جان نثار دوست تھے۔ (خدا کی پناہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کسی مشرک سے ایسی رفاقت قائم رکھی جس کے ساتھ پورے بیالیس سال تک ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر ایک ہی برتن میں کھانا کھاتے رہے؟۔ اب حضرت ابو طالبؑ کا دین و مذہب ذہن نشین ہو جائے گا ایک محبّ اور عاشق صادق کو محض دشمنی کی بنا پر حدیث ضحضاح کا مصداق بنادیا۔

زمن بر صوفی و ملاّ ساارے سلامے کہ پیغام خدا گفتند مارا
وے تاویل شاں در حیرت انداخت خدا و جبرائیل و مصطفےٰ را

''ملاّ اور صوفی کو میرا سلام ہو کہ احکام خداوندی ہمیں بتاتے ہیں، لیکن ان کی تاویلوں سے اللہ و رسولؐ اور جبرائیل بھی حیران ہو جاتے ہیں'' ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۔

سید بنی ہاشم فرماتے ہیں۔

لَعَمْرِیْ لَقَدْ کَلِفْتُ وَجْداً بِاَحْمَدٍ	وَاَحْوَتُہٗ دَأبَ الْمُحِبِّ الْمُوَاصِلِ
اُقِیْمُ عَلٰی نَصْرِ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ	اُقَاتِلُ عَنْہُ بِالْقَنَا وَالْقَنَابِلِ

''خدا کی قسم ہے (حضرت) محمد مصطفیٰ ﷺ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ﷺ سے بے پناہ محبت ہے ان کی

marfat.com

اوران کے (چچازاد) بھائیوں (علیؓ اور جعفر وغیرہ) کی الفت میرے دل میں رچی بسی ہوئی ہے۔ کیوں کہ یہ دونوں ہروقت حضور اکرمؐ پر اپنی جان نثار کرنے کے لئے تیار رہے ہیں۔ ۲۔ (اور دنیا والوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہئیے) میں رسولِ خداؐ کی نصرت و مدد میں ثابت قدم ہوں اور (جب ضرورت پڑے گی تو ان کی حمایت و نصرت کرتے ہوئے) ان کے دشمنوں سے نیزوں اور دیگر ساز وسامان حرب کے ساتھ مقابلہ کروں گا‘‘

مشرک سے مدد لینا حرام ہے

غزوہ اُحد کے واقعہ میں مؤرخین نے لکھا ہے۔ انبیاء کے قائد اعظم حضور پُرنورؐ سبک نامی گھوڑے پر جلوہ افروز گلے میں کمان آویزاں ہے دست مبارک میں نیزہ ہے۔ اسلام کے جانفروش سپاہی مسلح ہیں ان میں سے دو زرہ پوش ہیں۔ سعدؓ بن معاذ اور سعدؓ بن عبادہ مرکب ہمایوں کے آگے آگے دوڑتے جارہے ہیں۔ (ضیاء النبی)

مجاہدین اپنے آقا کے دائیں بائیں حلقہ بنائے چاق وچوبند شیروں کی طرح رواں دواں ہیں۔ حضور جب ’’الشیہ‘‘ کے مقام پر پہنچے تو دیکھا اجڈ قسم کے لوگوں کا ایک جتھہ کوئی گیت الا پتا ہوا آرہا ہے دریافت فرمایا یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی گئی یہ عبداللہ بن ابی کے وہ حلیف ہیں جن کا تعلق یہود سے ہے پھر دریافت فرمایا کیا اسلام لائے ہیں؟ عرض کی گئی ’’نہیں‘‘ فرمایا اِنَّا لَا نَسْتَنْصِرُ بِاَهْلِ الشِّرْكِ عَلٰى اَهْلِ الشِّرْكِ۔ یعنی ہم اہلِ شرک سے جنگ کرتے ہوئے کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے (ضیاء النبی۔ ص ۴۶۸ جلد دوم)۔

قارئین کرام! اب مزید کسی ثبوت کی ضرورت رہ جاتی ہے؟ دشمن سامنے ہو، ایک گروہ شریک ہونے کے لئے سامنے آتا ہے آپ بڑی خوبصورتی سے ٹھکرا دیتے ہیں کہ ہم مشرکوں کے مقابلہ کے لئے مشرک کی مدد قبول نہیں کرتے۔ اسی کتاب میں دوسرے طریقوں سے بھی ایسی ہی روایات منقول ہیں۔ حضرت ابوطالبؓ مومن ہی تو تھے جبھی ساری زندگی نصرت وحمایت رسول اللہؐ میں گذار دی اور مزید تعاون ونصرت کے سیکڑوں ارمان اور خواہش اپنے دل میں لئے چلے گئے جیسا کہ سیرت کی کتابوں میں منقول ہے۔ خدانخواستہ مومن نہ ہوتے تو آہنی دیوار بن کر کفار ومشرکین کے طوفانی حملوں کا سامنا نہ کرتے کاش کہ علمائے سُوء کو خانوادۂ نبوت کی ایذا رسانی کی عادت اور جنون نہ ہوتا۔ وہ خواجہ ابوطالبؓ کا کوئی نقصان نہیں کرپاتے مگر اپنے ایمان کا ستیاناس کردیتے ہیں۔

❀❀❀

marfat.com

باب سیزدہم

اس باب میں متفرق آیات الٰہی کی روشنی میں خواجہ ابو طالبؑ کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قارئین کرام پر واضح ہونا چاہیئے کہ قرآن حکیم کی جونسی آیت کریمہ پڑھی جائے اس میں کردار ابو طالبؑ کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور ہوگا۔ بسم اللہ کیجئے قرآن حکیم پڑھیئے۔

حقیقت انسان

وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا وَّجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ (نحل ۷۸) "اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں نکالا ہے تمہاری ماؤں کے شکموں سے اس حال میں کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور بنائے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل تا کہ تم (ان بیش بہا نعمتوں پر) شکر ادا کرو"

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں انسانوں کی تخلیق اور اس کی ضرورتوں کا ذکر فرمایا ہے کہ بوقت پیدائش انسان کچھ بھی نہ جانتا تھا۔ قدرت نے اسے سننے کے لئے کان دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سوچنے کے لئے دل و دماغ عطا فرمایا۔ قارئین کرام! اس حقیقت سے کم علم اور کم عقل انسان بھی واقف ہوتا ہے جب آدمی میں پڑھنے لکھنے کا شعور پیدا ہوتا ہے تو ابتدائی مدارس سے لے کر کالجوں اور یونیورسٹیوں تک پہنچ جاتا ہے ممکنہ علوم حاصل کر لیتا ہے اپنی اور لوگوں کی نظروں میں عالم' فاضل علامہ' ڈاکٹر' انجینیر' مہندس' شاعر' ادیب' اور بحر و بر کو مسخر کرنے والے علوم حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ خداوند قدوس کی نظروں میں ان کی حیثیت ان الفاظ میں بیان ہوتی ہے۔ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا "تمہیں بہت تھوڑا سا علم دیا گیا ہے" لیکن جب اپنے حبیب کی باری آئی تو فرمایا حبیبؐ پڑھو! ملاں کہتا ہے آپ نے جواب دیا وَمَا اَنَا بِقَارِیٍٔ میں پڑھا ہوا نہیں حالانکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میں پڑھنے والا کوئی نیا طالب علم نہیں ہوں کہ مبتدی بن کر دو زانو ہو کر پڑھنے بیٹھ جاؤں۔ جب تک حضرت جبرائیلؑ یہ عرض کرتے رہے کہ پڑھو تو آپؐ نے کچھ نہ پڑھا۔ جب عرض کیا اپنے رب کے نام سے پڑھیئے تو آپؐ نے قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ اگلی آیات میں ایک آیت کا مفہوم ہے رب نے آپ کو پڑھنا سکھلایا ہے اور لکھنا بھی، لیکن ملاں کہتا ہے نہ پڑھنا جانتے تھے نہ لکھنا۔ اگر پڑھنا نہ جانتے تھے تو اللہ تعالیٰ کا حکم کیسا تھا؟ کام کرنے کا اسی آدمی کو کہا جاتا ہے جو اس کام کو کما حقہ جانتا ہو۔ اگر کوئی آدمی کسی ڈرائیور سے کہے کہ گاڑی چلاؤ تو لازمی بات ہے کہ کہنے والا اس کے ہنر و فن سے واقف ہے اگر کسی ایسے آدمی کو گاڑی چلانے کا حکم دیا جائے جو فنِ ڈرائیوری سے نا آشنا ہے تو دیکھنے سننے والوں کے لئے حیرت و تعجب کا باعث ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ پڑھنے کا حکم فرما رہا ہے تو اپنے حبیبؐ کو کامل اور مطلق علم عطا فرما کر ہی اشاعت علم کے لئے ارشاد فرمایا تھا اس حقیقت کو علامہ اقبال نے بڑی خوبصورتی سے یوں ظاہر فرمایا ہے

marfat.com

عالمے آموز گارش حق بود
علم او بس کامل و مطلق بود

یعنی جو اللہ تعالیٰ کا شاگرد ہوا اس کا علم کامل و مطلق ہوگا یعنی اس کی علمی بصیرت کا کوئی اندازہ نہ ہوگا۔ ملاں نے حضرت جبرائیل کو حضور کا استاد بنا دیا اور عالم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنَ ۔یعنی جو ہوا اور ہوگا'' کو یہ تک معلوم نہ ہوا کہ جو خوش بخت مسلسل بیالیس سال سے خدمت کفالت اور نصرت کا فرض پورا کر رہا ہے۔ وہ مسلمان بھی ہے کہ نہیں ۔ (معاذ اللہ) ملاں نے اپنی بے خبری اور مجبوری پر قیاس کرتے ہوئے اپنے ہی جیسا جانا۔ حضرت ابو طالبؑ ایسے عاشق رسول ﷺ پر زبان درازی، نکتہ چینی اور لب کشائی کرنا، راسخ العقیدہ مومن کی شان کے خلاف اور ایذائے رسول کا باعث ہے۔ عدم ایمان کے قائلین خداوند کریم کے حضور عاجزی سے توبہ کریں ورنہ مَنْ لَّا اَدَبَ لَا دِیْنَ لَہ' کے مصداق ہوں گے یعنی بے ادب ہی بے دین ہیں ایمان تو ادب و احترام کے پردوں میں مستور ہے۔

از عقل سوالے کردم بگو ایماں چیست ؟
عقل درگوشِ دلم گفت ایماں ادب است

دین فرقہ بندی بے اتفاقی اور باہمی نفرت و تعصب کی تعلیم نہیں دیتا۔ جبکہ موجودہ دور میں دین کا سب سے بڑا خادم وہی سمجھا جاتا ہے۔ جو فریق مخالف کے خلاف افریقی اور لاطینی زبانوں میں گردانیں کرتا ہے۔ ذرا قرآن حکیم سے سوال کر کے دیکھیں کہ تفرقہ بازی کی اصل کیا ہے؟ لیجئے پڑھیے۔

تفرقہ بازی دین میں حرام ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَ کَانُوْا شِیَعاً لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْئٍ ۔اِنَّمَا اَمْرُ ھُمْ اِلَی اللّٰہِ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ (۱۵۹۔انعام)'' بے شک وہ لوگ جنہوں نے تفرقہ ڈالا اپنے دین میں اور ہو گئے کئی گروہ (اے محبوب) نہیں ہے آپ کا ان سے کوئی علاقہ ان کا معاملہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے ہے۔ پھر وہ بتائے گا انہیں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے''

قارئین محترم! حیرانی تو اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تفرقہ بازی سے منع فرمایا ہے اور دین اسلام کو جتنا نقصان مذہبی اختلافات سے پہنچا ہے اس کے لئے کسی مثال کی ضرورت ہے نہ تحقیق کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ سے فرما دیا کہ اختلاف کرنے والوں سے آپ ﷺ کا کوئی تعلق واسطہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ تفرقہ بازی کرنے والے حضور ﷺ کی شفقت کی امید نہ رکھیں۔ امید کیا رکھیں گے جبکہ عصرِ حاضر میں بھی ایسے ملاں موجود ہیں جو سرے سے شفاعت سے منکر ہیں، محمود عباسی اور اس کی ذریت نے خاندان نبوت کے خلاف بیسیوں رسوائے زمانہ کتابیں شائع کر کے کلام الٰہی اور ارشاداتِ نبوی سے کھلی بغاوت اور گستاخیاں کی ہیں۔ واقعات

marfat.com

کربلا میں کھلی تحریف کی ہے۔ کورنگی کراچی میں قائم تخریب کاری کا ادارہ ''مجلس حضرت عثمان'' شبانہ روز محنت سے اہلِ بیت رسول کے خلاف مواد شائع کرنے میں مصروف ہے عباسی کی ''خلافت معاویہ و یزید'' ملاّں عظیم الدین کی ''حیات سیدنا یزید'' ڈاکٹر کمال کی ''داستان کربلا'' محمد دین بٹ کی ''رشید ابن رشید'' مولوی سلیمان کی ''سادات بنو امیہ'' حکیم فیض عالم کی ''خلافت راشدہ'' اور سیدنا امام حسین'' وغیرہ۔ یہ تمام کتب کفریات کا ذخیرہ ہیں ان کتب و رسائل میں آل رسول ؐ کی جی بھر کے توہین کی گئی ہے۔ ان مخرب الاخلاق کتب کو پڑھنا تو کیا بعض کے نام ہی سن کر شیطان بھی کان پکڑتا ہے منافقین کے اس گروہ کا صحیح آپریشن تو کیا ہے مولانا ابوالحسنات سہار نپوری دیو بندی نے اس موضوع پر ان کی دو کتابیں ''امارتِ معاویہ'' اور ''مرج البحرین'' سہار نپور (بھارت) سے شائع ہوئی ہیں۔ دونوں ضخیم کتابیں ہیں۔ اسی طرح ریڈیو پاکستان سے نشر ہونے والے پروگرام ''روشنی'' میں خارجیوں کے گرو شاہ بلیغ الدین صاحب کے رشحات قلم نشر ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی بیان کردہ روشنی کی ہر کرن کسی اموی شہزادے کی پیشانی ہی پر پڑتی ہے۔ بالخصوص یزید بن معاویہ تو ان کا محبوب امام ہے۔ علمائے سوء کی ان مذموم حرکات کو بعض مشائخ اور علمائے حق پڑھ سن کر مصلحت کا شکار ہو کر سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔ ایسے میں اگر حضرت ابوطالبؑ پر فتویٰ تکفیر لگا دیا تو کون سی اچنبے کی بات ہے؟

ع۔ ''شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں مری بات''

تفرقہ بازی نے دین اسلام کو نا قابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

کردار بنوامیہ و بنو عباس

فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ اَنۡ تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَتُقَطِّعُوۡۤا اَرۡحَامَكُمۡ ۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمۡ وَاَعۡمٰۤى اَبۡصَارَهُمۡ ۔ (۲۳ محمد) ترجمہ ''پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم فساد برپا کرو گے زمین میں اور قطع کردو گے اپنی قرابتوں کو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی پھر (حق سننے سے) انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا''

سو اگر تم کنارہ کش رہو تو کیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دنیا میں فساد مچادو اور آپس میں قطع قرابت کر دو۔ یہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ فَهَلۡ عَسَيۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّيۡتُمۡ اَنۡ تُفۡسِدُوۡا...... یعنی اے بزدل اور ڈرپوک لوگو! اگر تم نے رسولؐ کے اتباع سے روگردانی کی تو کیا تم سے یہ توقع کی جائے کہ تم کفر اور معاصی کی وجہ سے ملک میں تباہی پھیلاؤ گے۔ وَتُقَطِّعُوۡۤا اَرۡحَامَكُمۡ...... اور اپنی قرابت داریاں منقطع کردو گے۔ یعنی اپنے مومن مجاہد رشتہ داروں کی مخالفت کرو گے۔ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہ ہونا چاہیے کہ تم سے ملک میں فساد پھیلانے اور رشتہ داریاں منقطع کرنے کی توقع کی جانے لگے۔ اُولٰٓئِكَ......یعنی یہی زمین پر تباہی پھیلانے والے اور قرابت داریاں منقطع کرنے والے ہیں

marfat.com

۔اَلَّذِیۡنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہ ...... وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے خارج کر دیا ہے۔
وَاَصَمَّھُمۡ ...... اور کلام سننے سے بہرا کر دیا ہے اور تصویرِ حق دیکھنے سے اندھا بنا دیا ہے اس لئے گوشِ حق نیوش سے وہ بہرے ہیں اور چشمِ حقیقت سے محروم ہیں۔

مظہری نے طویل تفسیر کے بعد امام احمد بن حنبل کا قول نقل کیا ہے لکھتے ہیں ''یہ آیت بنی امیہ اور بنی ہاشم کے حق میں نازل ہوئی اس بات کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت علیؓ کی قرأت میں تَوَلَّیۡتُم بصیغہ مجہول آیا ہے گویا اس جگہ باب تفعل بمعنی تفعیل ہے اور تَوَلَّیۡتُم بمعنی وَلَیۡتُم ہے مطلب اس طرح ہوگا کہ اگر تم ظالم حاکم مقرر کر دو گے تو ملک میں تباہی پھیلاؤ گے اور فتنہ انگیزی میں ان کے ساتھ ہو جاؤ گے۔ابن جوزی نے لکھا ہے کہ قاضی ابویعلیٰ نے اپنی کتاب المعتمد میں صالح بن احمد بن حنبل کا بیان نقل کیا ہے صالح کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے کہا' ابا' 'لوگ کہتے ہیں کہ ہم یزید بن معاویہ سے محبت کرتے ہیں ابا نے فرمایا بیٹے! جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔کیا اس کے لئے یزید بن معاویہ سے محبت رکھنے کا کوئی جواز ہو سکتا ہے؟ اس شخص پر کس طرح لعنت نہ کی جائے جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہو۔میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے کس جگہ اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کی ہے؟'' امام احمد نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے'' فَھَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ اَنۡ تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَتُقَطِّعُوۡۤا اَرۡحَامَکُمۡ ۔اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ وَاَصَمَّھُمۡ وَاَعۡمٰۤی اَبۡصَارَھُمۡ '' حضرت بریدہؓ کا بیان ہے کہ میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپؓ نے کسی چیخ کی آواز سنی فرمایا بریدہ دیکھو تو سہی یہ آواز کیسی ہے۔بریدہ نے کہا ایک لڑکی ہے جس کی ماں کو فروخت کیا جا رہا ہے۔فرمایا مہاجرین اور انصار کو بلا کر لاؤ۔تھوڑی ہی دیر میں سب آ گئے اور حجرہ بھر گیا حضرت عمرؓ نے اوّل اللہ کی حمد ثنا کی، پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ جو شریعت رسول اللہ ؐ لائے تھے کیا اس میں رشتہ داریاں منقطع کرنے کا حکم ہے؟ حاضرین نے کہا: ''نہیں ہے'' فرمایا: تمہارے اندر یہ قطع قرابت پیدا ہو گیا ہے پھر آپ نے آیت فَھَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ اَنۡ تُفۡسِدُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَتُقَطِّعُوۡۤا اَرۡحَامَکُمۡ '' تلاوت فرمائی اس کے بعد فرمایا۔قطع قرابت اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ تمہارے سامنے کسی شخص کی ماں فروخت کی جائے۔حالانکہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے اس فروخت کے علاوہ دوسری گنجائش عطا فرما دی ہے۔حاضرین نے کہا پھر جو آپؓ کی رائے ہو کیجئے اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اطراف ملک میں لکھ بھیجا کہ کسی کی ماں نہ فروخت کی جائے یہ قطع رحم ہے۔جائز نہیں ہے'' (مظہری۔ص ۴۸۷ جلد دہم)

آئندہ آیت میں استقامت اور ثابت قدمی کے علاوہ سرکشی اور بغاوت سے بچنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

حکم استقامت

فَاسۡتَقِمۡ کَمَاۤ اُمِرۡتَ وَمَنۡ تَابَ مَعَکَ وَلَا تَطۡغَوۡا ؕ اِنَّہٗ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ''۔(ھود ۱۱۲) ترجمہ ''پس آپ ثابت قدم رہئے جیسے حکم دیا گیا ہے آپ کو اور وہ بھی ثابت قدم رہیں جو تائب ہو کر آپ

marfat.com

کے ہمراہ ہیں اور سرکشی نہ کرو بیشک جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے خوب دیکھ رہا ہے“
اس آیت کریمہ میں تاکید کی گئی ہے کہ جو حکم بارگاہ خداوندی سے ملتا ہے۔ اس پر پابندی ضروری ہے۔ اصل خطاب اُمت کو ہے اللہ تعالیٰ کے احکام سے روگردانی کرنا سرکشی اور بغاوت ہوگی۔ اور بغاوت خلافِ اتباع ہے۔ حضرت ابوطالبؑ نے کبھی بھی حضور کی نافرمانی نہیں کی کبھی آپؐ کو ناراض نہیں کیا۔ نصرت وحمایت میں کبھی کوتاہی نہیں کی ہمیشہ خوش رکھا بے پناہ محبت واُلفت تھی اور اپنی ساری زندگی رضائے مصطفےؐ میں گم رکھی۔ ایمان یہی ہے یہ کام ایک مومن صادق ہی کرسکتا ہے۔ کسی مشرک نے کبھی کسی نبی سے محبت کی نہ نصرت و حمایت کی۔ خواجہ ابوطالبؑ کی ثابت قدمی اور عزم وہمت کی کوئی مثال ہے نہ نظیر، کسی کو یونہی پسند نہ ہوں تو ہم کیا کریں؟

قرآن حکیم پر عمل کی تاکید

وَاتَّبِعْ مَا يُوحٰى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۔وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ (یونس ۱۰۹) ”اور (اے حبیب) آپ پیروی کرتے رہیں، جو وحی کی جاتی ہے آپ کی طرف اور ظلم کفار پر صبر کیجئے یہاں تک کہ فیصلہ فرمادے اللہ تعالیٰ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے“

قارئین کرام! اس آیت کریمہ میں تین چیزوں کا ذکر ارشاد ہے ایک تو نزول احکام اور ان کی تبلیغ دوسرے کفار کی طرف سے ہونے والے مظالم پر صبر وتحمل۔ تیسرے اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار ونفاذ۔ حضرت ابوطالبؑ نے دس سالوں میں قرآن نازل ہونے کے عرصے میں تبلیغ اسلام کے امور میں بے مثال کردار ادا فرمایا۔ جب بھی کفار کا غلبہ ہوتا تو آپؑ کسی نہ کسی طریقے سے خطرات کو بڑی آسانی سے ٹال دیتے۔ کبھی خوبی گفتار سے تو کبھی مردانہ کردار سے' اور ایسا کیوں نہ ہوتا نصرت اسلام کرنے والوں میں سرفہرست آپؑ ہی کا نام نامی اسم گرامی ہے۔ ہمیں اس امر میں کوئی تردد نہیں کہ فلاں نے کہا کلمہ پڑھا ہے اور فلاں کی روایت ہے کہ (معاذ اللہ) دوزخی ہیں۔ یہ کہنے والے وہ ہیں جنہوں نے حضرت ابوطالبؑ کے وصال سے دس سال بعد اسلام قبول کیا راوی کا واقعہ سے اتنا دور ہونا اصولاً روایت کے خلاف ہے اور عقل وقیاس کے بھی مخالف اگر سردار دارینؐ کے والدین کریمین روایات کے بھنور سے نہیں بچ سکے تو حضرت امیر علیہ السلام کے والد مکرم کس طرح بچ پاتے۔

ع۔ خطائے بزگاں گرفتن خطا است۔
نیکوں کی توہین برا کام ہے۔

marfat.com

فتح مکہ کی خوشخبری

۶۔لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُوْلَہُ الرُّءْیَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ اٰمِنِیْنَ مُحَلِّقِیْنَ رُؤُسَکُمْ وَ
مُقَصِّرِیْنَ لَا تَخَافُوْنَ ۔ ’’بے شک اللہ نے سچ کردکھایا اپنے رسول کا سچا خواب بے شک تم ضرور مسجد حرام میں
داخل ہوگے۔ اگر اللہ چاہے امن وامان سے اپنے سروں کے بال منڈواتے یا ترشواتے بے خوف‘‘

قارئین کرام! اس آیت میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے مقرب محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خوشخبری
فرمائی کہ ایک وقت عنقریب ہی آنے والا ہے کہ آپ بیت اللہ شریف کا طواف فرمائیں گے اور مناسک حج وعم
ادا فرماتے ہوں گے۔ نہ کسی قسم کا کوئی خطرہ ہوگا اور نہ خوف و پریشانی۔ مراد ہے کہ عنقریب ہی مکہ مکرمہ پر سے
کفار و مشرکین کا غلبہ ختم ہو جائے گا۔ اب دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوطالب نے فتح مکہ و ہجرت مدینہ منورہ سے
متعلق کیا پیشن گوئیاں فرمائی ہیں۔ فرماتے ہیں۔

وَ یَنْصُرُہٗ اللّٰہُ الَّذِیْ ھُوَ رَبُّہٗ	بِاَھْلِ الْعُقَیْرِ اَوْ بِسُکَّانِ یَثْرِبِ

اور پھر (سب سے بڑھ کر) یہ کہ خداوند جو (ہم سب کا اور) ان کا پالنے والا ہے۔ وہی دنیا کے لوگوں
کو حضور اکرمؐ کی مدد و نصرت کی طرف متوجہ فرمائے گا۔ پھر بحرین کے لوگ اور مدینہ منورہ کے رہنے والے لوگ
ان کا بھرپور ساتھ دیں گے‘‘

فَلَا وَالَّذِیْ یَخْدِیْ لَہٗ کُلُّ مُرْتَمٍ	طَلِیْحٍ بِجَنْبَیْ نَخْلَۃٍ فَالْمُحَصَّبِ

’’ذات واجب کی قسم! مکہ معظمہ کے قرب وجوار کی وادیاں محصب کا علاقہ (اور دور دراز کی جگہیں)
کے سامنے سرنگوں ہوں گی۔ اور ہم لوگ ایسے نہیں ہیں کہ خانہ کعبہ کی بلاوجہ قسم کھائیں (اور جب) قسم کھاتے ہیں
تو پروردگار عالم اس قسم کی تصدیق فرماتا ہے‘‘۔

قارئین کرام! انصاف کی بات ہے کہ پیشن گوئی کرنا تو نبی یا ولی ہی کی خاصیت ہے۔ یہ ایمان نہیں
کیا تھا ہجرت مدینہ سے تین سال پہلے اور فتح مکہ سے تیرہ سال قبل بتا دیا کہ تمام عرب آخر کار حضورؐ کا مطیع ا
فرمانبردار ہو جائے گا۔ یہ سب قوتیں ایمان واتباع رسولؐ کی بدولت تھیں۔

صرف زبانی اقرار سے ایمان نہیں ملتا:

وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ۔ (۲۱ انفال) ’’اور نہ بن جانا ان لوگوں
طرح، جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے نہیں‘‘

قارئین کرام! اس آیت کریمہ سے واضح ہے کہ وہ سب کے سب لوگ مومن نہیں۔ جنہوں نے بظا
اسلام قبول کیا، وہ دل سے کلمہ حق کو تسلیم نہیں کرتے یعنی ان کا قرآن سننا اور نہ سننا برابر ہے۔ ان کے دلوں میں

marfat.com

نفاق ہے جو مبینہ کفر سے بھی خطرناک اور نقصان دہ ہے"۔ حضرت ابو طالبؑ کے خلاف روایات میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا چچا لا الـــہ الا اللہ کہہ دیں تا کہ قیامت کے دن تمہارے حق میں گواہی دے سکوں اور شفاعت کر سکوں۔ توحید و رسالت کے اقرار سے تو یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک جان کر حضورؐ کی رسالت کا اقرار اور تصدیق کی جائے۔ خداوند کریم کو تو کسی نہ کسی صورت میں باطل مذہب والے بھی مانتے ہیں۔ ساری بات تو رسالت کے اقرار اور تصدیق پر منتج ہوتی ہے حضرت ابو طالبؑ اپنا ایمان پوشیدہ رکھنے کے باوجود نہ صرف خود اسلام کی حقانیت پر کامل یقین رکھتے تھے۔ بلکہ کفار و مشرکین کو دعوتِ اسلام دیتے اور قیامت کا یقین دلاتے تھے۔ اسی کتاب میں ثبوت موجود ہے۔

حضرت مریم صدیقہؑ

فَـاَتَـتْ بِهٖ قَـوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۔ قَالُوْ يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا ۔ يٰاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ۔ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۔ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۔ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُاللّٰهِ ۔ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا ۔ (۳۰ مریم) "اس کے بعد لے آئیں بچہ کو اپنی قوم کے پاس (گود میں) اٹھائے ہوئے انہوں نے کہا اے مریم تم نے بہت ہی برا کام کیا ہے۔ (۲۷) اے ہارون کی بہن نہ تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدچلن تھی (۲۸) اس پر مریم نے بچہ کی طرف اشارہ کیا لوگ کہنے لگے ہم کیسے بات کریں گے اس سے جو گھوارہ میں (کمسن) بچہ ہے (۲۹) (اچانک) وہ بچہ بول پڑا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے۔ (۳۰)"

حضرت مریم صدیقہ معصومہ تھیں۔ معصومہ کا نکاح غیر معصوم سے ہو نہیں سکتا اور معصومہ کو اللہ تعالیٰ بے اولاد نہیں چھوڑنا چاہتا اب بغیر خاوند کے اولاد کا ہونا غیر فطری امر ہے اور معصومہ کا نکاح غیر معصوم سے ہو نہیں سکتا۔ اب دو میں سے ایک بات ضرور ہوگی۔ یا تو قاعدہ عصمت ٹوٹے۔ یا قانونِ فطرت ٹوٹے۔ اللہ تعالیٰ نے قانونِ فطرت کو توڑ دیا لیکن قاعدۂ عصمت کو قیامت تک باقی رکھا جائے گا۔ قاعدۂ عصمت نہ ٹوٹے گا۔ جب حضرت مریمؑ بچے کو لے کر شہر ناصرہ میں تشریف لائیں تو قوم نے شور مچا دیا۔ یہودی علماء بولے اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور تیری ماں بھی نیک تھی۔ تو یہ بچہ کہاں سے لائی؟ حضرت مریم علیہ السلام نے جواب دینے کی بجائے گود کے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ یہودیوں نے تعجب سے کہا تم اشارہ کرتی ہو گود کے بچے کی طرف۔ بھلا ہم اس بچے سے کیسے بات کریں جو ابھی گہوارے میں ہے۔ یہودیوں کی بات پر حضرت مریمؑ کو کوئی پریشانی نہ ہوئی۔ انہیں یقین تھا کہ بچہ بولے گا۔ اب بچہ بولا معلوم ہے کیا کہا؟" کہا اِنِّیْ عَبْدُاللّٰهِ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ میں انجیل لے کر آیا ہوں اور اللہ کا نبی ہوں۔ یہودی بولے عجیب منطق ہے ہم پوچھتے ہیں بچہ کہاں سے لائی ہو۔ بچہ کہتا ہے میں صاحبِ کتاب نبی ہوں اور اللہ کا بندہ۔ کسے معلوم نہیں کہ تم اللہ کے بندے

marfat.com

ہو۔ رسول ہوتو ہوا کرو ہم تو پوچھتے ہیں کہ مریم بچہ کہاں سے لائی ہو۔ مگر یہودی تھے سمجھ دار خاموش ہو گئے کہ یہ قدرت کا کرشمہ ہے۔ مسلمان ہوتے تو تاویلیں کرتے الزام لگاتے۔ یہاں ایک عجیب نکتہ ہے مسلمان بھی ایک عجیب قوم ہے ماننے پہ آ جائے تو نبی کی والدہ کو عالم الغیب مان لے۔ نہ ماننے پر آئے تو حضور صاحب قاب قوسین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے انکار کر دے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو پہلی بات کی وہ تھی۔ اِنِّی عَبْدُاللّٰہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ اللہ کے نبی کو معلوم تھا کہ کل نصاریٰ مجھے ابن اللہ کہنے لگیں گے۔ اس لئے اپنی بریت اور تقدس سے آگاہ فرما دیا۔ حضرت سیدہ فاطمہ بنت اسد صلوات اللہ علیہا معصومہ تھیں اس لئے ان کا نکاح حضرت ابوطالبؑ سے ہوا۔ اگر خدانخواستہ معصومہ نہ ہوتیں تو مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام گہوارے میں کلام نہ کرتے۔ اہلِ علم وبصیرت جانتے ہیں امیر علیہ السلام نے نہ صرف گود میں بلکہ بطن مادر میں کلام کیا ہے۔ حضرت ابوطالبؑ کی عظمت وجلال اور قربت رسولؐ کی بدولت ان کے مدارج و مراتب حد حساب سے باہر ہیں سب جانتے ہیں۔ مگر بیچارے کیا کریں۔ اموی سرداروں کی آرزوؤں کا خون ہوتا دیکھا نہیں جاتا۔ اچھے اچھوں کو اس خیال نے راستے سے بھٹکا دیا۔ اگر گفتہ را باز گویم رواست، کے مطابق ہم مکرر عرض کرتے چلے آ رہے ہیں کہ نصرت وحمایت رسول اللہؐ کے لئے صاحبِ ایمان ہونا اولین شرط اور بنیادی اصول ہے ورنہ مشرک کی امداد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے حرام ہے ان علمائے سوء اور ظالم حکمراؤں سے پورا خاندانِ نبوت نہ بچ سکا۔ حضرت ابوطالبؑ کیسے محفوظ رہتے وہ تو سربراہ خاندان بنو ہاشم تھے۔ مولانا روم کا قول ہے جب خدا کسی شخص کو ذلیل کرتا ہے تو وہ آدمی نیکوں کی مخالفت کرتا ہے' خواجہ ابوطالبؑ کی بلند خیالی اور نیک نفسی کا اندازہ آئندہ آیت کریمہ کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے۔

ارض وسماء کا مالک اللہ ہی ہے

وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ۔ (۱۸ مائدہ) ''اور اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور اسی کی طرف (سب نے) لوٹ کر جانا ہے''

یہ عقیدہ بھی توحید الٰہی کی تائید ہے کہ زمین وآسمان اور ان دونوں کے درمیان جو مخلوق بھی ہے سب کا مالک وخالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

حضرت ابوطالبؑ نے اس عقیدے کو اپنے کلام میں یوں بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا اقرار کیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

مَلِیْکُ النَّاسِ لَیْسَ لَہٗ شَرِیْکٌ	ھُوَ الْوَھَّابُ وَالْمُبْدِ الْمُعِیْدُ

''وہی اللہ لوگوں کا مالک ہے وہی بخشش کرنے والا پیدا کرنے والا اور محشر میں اٹھانے والا ہے''۔ یہ شعر اور اس کے بعد آنے والا شعر اسی کتاب میں دوسری جگہ بھی منقول ہے اس شعر میں خداوند کریم کی وحدت' خلاقی

marfat.com

اور حیات بعد الممات اور اس کی رحمانیت کا اقرار ہے کلمہ شہادت کا یہی مفہوم ہے۔

ذکر خدا فرض ہے:

وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۔ (۱۲۵ اعراف) ''اور یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں عاجزی کرتے ہوئے اور ڈرتے ڈرتے اور زبان سے بھی چلائے بغیر (یوں یاد کرو) صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی اور نہ ہو جاؤ (یادالٰہی سے) غافل رہنے والوں میں سے''۔

اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کے دو طریقوں کا بیان آیت بالا سے متعین ہے۔ کوئی آواز سے یاد کرے یا دل میں دونوں طریقوں سے جائز ہے۔ مگر دل میں یاد کرنا افضل ہے کیوں کہ یہ صورت صرف اللہ اور بندے کے درمیان پوشیدہ ہوتی ہے اس میں ریاکاری یا ظاہرداری کا دخل نہیں ہوتا۔ کتنے بندگانِ خدا ہیں جنھوں نے کفار و مشرکین کے شر سے بچنے کے لئے اپنے ایمان کو چھپائے رکھا جیسے قوم فرعون کا مومن، حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب خصوصاً حضرت ابو طالبؑ وغیرہ رضوان اللہ علیہم اگرچہ حضرت ابو طالبؑ نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا ہوا تھا مگر جب کفار کا دباؤ بڑھ جاتا تو جوش ایمان سے پردے ہٹ جاتے اور اپنے نثر و نظم کلام کے ذریعے اپنے مافی الضمیر کا اظہار ببانگِ دہل سرِ عام فرما دیتے کیوں کہ مومن کا دل اور زبان شریک کار ہوتی ہے۔

❁❁❁

marfat.com

باب چہاردہم

خواجہ ابو طالبؑ کا عقیدۂ آخرت

اَللّٰهُ يَبْدَءُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (۱۱) ''اللہ تعالیٰ ابتداء کرتا ہے تخلیق کی پھرا
(فنا کرنے کے بعد) دوبارہ پیدا کرے گا۔ پھر اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے''۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں تین امور کا ذکر فرمایا ہے اول یہ کہ ساری کائنات کا خالق وہی
دوم یہ کہ تمام مخلوق فنا ہونے کے بعد اس کے حکم اور قدرت واختیار سے پھر زندہ ہوگی۔ سوم یہ کہ اعمال کی جزا
کے لئے اسی کی عدالتِ عالیہ میں سب کو پیش ہونا پڑے گا۔ یعنی قیام قیامت پر یقین کرنا ایمان کا حصہ ہے۔
ہم دیکھتے ہیں کہ قدرت کے اس لازوال قانون کے بارے میں حضرت ابو طالب کا عقیدہ کیا ہے؟ فرما
ہیں۔

سَرُفَ الْقِيَامَةَ وَالْمَعَادَ بِنَصْرِهٖ	وَبِعَاجِلِ الدُّنْيَا يَحُوْزُ السُّؤْدَادَا

اس شعر کا پس منظر یہ ہے کہ خواجہ ابو طالب اپنے لختِ جگر حضرت علیؑ کی نصرت وحمایت جو انہیں ہا
اسلام ؐ کے ساتھ تھی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''حضور اکرم ؐ کی نصرت اور مدد کی بدولت (میر
بیٹے) علیؑ کو دنیا وآخرت کی سربلندیاں اور فضیلتیں حاصل ہوں گی''
مشرکین قیامت پر عقیدہ نہ رکھتے تھے سو خواجہ ابو طالبؑ نے دنیا اور قیامت کو اپنی اپنی حیثیت
واضح کر دکھایا ہے ثابت ہوا جو قیامت پر یقین رکھتا ہے وہ ایماندار ہے۔ اور جو عقیدہ حشر ونشر کا منکر ہے و
ہے۔ یہی اصول قرآن حکیم نے دیا ہے۔ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۔ (۱۳ بروج)۔ ترجمہ ''بیشک وہی پہلی
پیدا کرتا ہے اور دوبارہ پیدا کرے گا''۔ یہ کام صرف خالق حقیقی ہی کر سکتا ہے کسی دوسرے کو اس کی قدرت
اختیار۔ کفار ومشرکین کو یہ امر مشکل بلکہ ناممکن نظر آتا تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہو کر ثواب وعذاب ک
ہوگا وہ کہتے تھے کہ جب ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو جائیں گی تو پھر جی اٹھنے کا کیا امکان ہے؟ یہ بھی سوچ لیتے کہ پہ
پیدا کرنے میں مشکل ہونا چاہیے تھی لیکن پیدا فرمایا۔ خلاصہ مطلب یہ کہ قیامت کا انکار کفر ہے اب ہم پھر
ہیں کہ حضرت ابو طالبؑ کا عقیدہ قیامت کے بارے میں کیا ہے؟ دوسرے صفحات میں بھی یہ بحث مرقوم
فرماتے ہیں۔

مَلِيْكُ النَّاسِ لَيْسَ لَهٗ شَرِيْكٌ	هُوَ الْوَهَّابُ وَالْمُبْدِ الْمُعِيْدُ

marfat.com

"خداوند میں تمام انسانوں کا فرمانروا ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں، وہی نعمتیں عطا کرنے والا ہے"۔اگرچہ یہی شعر دوسرے صفحات پر بھی منقول ہے مکرر لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ عقیدہ واضح کیا جائے کہ حضرت ابوطالبؑ قیامِ قیامت کے بارے میں کیا یقین رکھتے ہیں۔وہی یقین نا جو قرآن حکیم میں تعلیم کیا گیا ہے۔شعر میں جو رموز و نکات ہیں ان پر غور کرنے سے ایمان ابوطالبؑ معلوم ہو جاتا ہے۔ ا ۔ملیک " الناس، ربُّ النّاس کے معنی اور مفہوم مشترک ہے۔ب۔لیس له شریك"۔اور۔ وحده لا شریك کے مفہوم و مطلب میں ذرا بھر فرق نہیں۔ ج۔مبدا معید دنیا کے بعد عقیدہ آخرت پر یقین ہے ۔انصاف سے بتائیے کہ یہ کلمہ توحید نہیں تو اور کیا ہے؟ یہی مفہوم اقرار شہادتین کا اور یہی ایمان اسلام ہے ۔آپ کے نثر و نظم کلام میں توحید و رسالت کی تصدیق، عقیدۂ آخرت، تنزیل وحی اور عظمت اسلام، نبوت اور دلائل کا النقش فی الحجر ہے فلاں نے کہا کلمہ پڑھ لیا فلاں نے کہاں نہیں پڑھا۔تم اپنے ایمان کا بیڑہ کیوں غرق کر رہے ہو۔رہنے دو ابوطالبؑ کو جس طرح خدا نے انہیں رکھا ہے ابوطالبؑ وارثِ نبیؐ ہے تم اپنی فکر کرو اور جگہ پہچانو۔اس کے نصیب کی کیا کیفیت ہوگی جس نے پورے پچاس سال نورِ خدا کے دیدار سے شب و روز اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھی ہوں۔قارئین کو حیرت نہ کہ ہم نے تحریروں میں بیالیس سال کا ذکر کیا ہے اور اب ایک دم پچاس سال؟ گذارشِ خدمت ہے کہ جب ہم بیالیس سال کا ذکر کرتے ہیں تو یہ عرصہ ایام کفالت سے لے کر حضرت ابوطالب کے وصال شریف تک شمار ہوتا ہے لیکن جب پچاس سال کا ذکر ہوتا ہے تو اس سے مراد میلاد پاک سے لے کر تا وصال سردار مکہ کا زمانہ ہے۔اللہ اکبر کہاں ایسے نصیب کسی کو نصیب ہوتے ہیں۔

ع۔شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْم ۔ ترجمہ "اور بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں"، جس عظیم الشان ہستی کے اخلاق حمیدہ کی تعریف اللہ کریم فرمائیں اس خلق عظیم کے معیار کو ادراک کرنا انسانی فہم و ادراک علم و دانش اور عقل و فہم سے وری ماوری ہے مفسرین نے بھی چند کلمات پر اکتفا کرتے ہوئے ہمت ہار دی۔علم و شعور اپنی حدود میں ہی مفید ہوتا ہے۔حد سے متجاوز مقصد سے دوری کا باعث ہوا کرتا ہے۔اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے صحابہ کرام میں سے کسی نے پوچھا کہ حضور اکرمؐ کا خلق کیا ہے؟ آپؓ نے فرمایا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ عرض کیا پڑھا ہے۔حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا حضورؐ کا خلق قرآن ہے۔ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن قرآن حکیم ہی تو آپؐ کا خلق عظیم ہے سبحان اللہ کیا شان ہے محبوب خدا کی۔حضرت ابوطالبؑ بیالیس سال اسی مخزن اخلاق کی چاکری میں رہے کون جانتا ہے کہ معدن نبوت اور مخزن اخلاق سے آپؑ کو کیسے کیسے بیش بہا گوہر قدس ہاتھ لگے۔کسی دوسرے کے ایسے نصیب دکھائی نہیں دیتے۔ابوطالب کے مقدر پر تو رشک فطری عمل ہے کسی خوش نصیب کو ساری زندگی میں ایک جھلک بھی نصیب ہو جائے۔چاہے خواب ہی میں تو اس کی

marfat.com

قسمت پر ملائکہ اور جن وانسان حیران ہوں۔

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۔ (۱۷ الرحمٰن) ''ترجمہ: وہی دونوں مشرقوں کا ربّ ہے او
دونوں مغربوں کا رب ہے''۔ تفسیر میں منقول ہے کہ دونوں مشرقوں اور مغربوں سے مراد یہ ہے کہ سورج مو
گرما میں دوسری جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور موسم سرما میں دوسری جگہ سے نکلتا ہے۔ خدا کی شان قدرت کے اس
نظام سے موسم بدلتے ہیں ہر موسم میں اس کی مناسبت سے فصلیں اگتی ہیں ۔ یہ سب کچھ انسان کی ضروریا
پوری کرنے کے لئے ہے اور نظام شمسی ہی سے دنیا چل رہی ہے ۔ حضرت ابو طالبؑ سے متعلق اس بحث میں
اس آیت کریمہ کے شامل کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب حق سبحانہٗ وتعالیٰ فرما رہا ہے کہ ربّ تو وہ ہے کہ مشرق
مغرب اس کے قبضۂ قدرت اور دائرہٗ اختیار میں ہیں ۔ اس عقیدہ وملکیت خداوندی کو سید البطحا حضرت ابو طالب
اس طرح بیان فرماتے اور توحید باری تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں۔

وَ اِلَّا فَاِنِّیْ اِذًا خَائِف''	بَوَائِقَ فِیْ دَارِکُمْ تَلْتَقِیْ
تَکُوْنُ لِغَیْرِکُمُوْ عِبْرَۃً''	وَرَبِّ الْمَغَارِبِ وَالْمَشْرِق

ترجمہ: ''اے بنی غالب خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ تمہارے ہاتھ میں جو بغاوت وسرکشی پائی ج
ہے اس سے باز آ جاؤ ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ مصائب وآلام تمہارے گھروں کا رخ کر لیں گے (اور تم ذلیل
جاؤ گے) '' خداوند عالم کی قسم جو مشارق ومغارب کا پروردگار ہے تم ایسی مصیبتوں میں گرفتار ہو گے جو دوسر
کے لئے باعث عبرت ہوگا''

ایک شخص نے نصرت رسولؐ کے لئے اپنی جان کو وقف کیا ہوا ہے مختلف اوقات میں توحید ورسال
اعلان واقرار بھی کرتا رہتا ہے قوم کو اتباع رسول اللہ کی ترغیب بھی دیتا ہے حشر ونشر اور مبدأ ومعاد پر بھی یقی
کامل ہے پھر بھی مسلمان نہیں؟ ایماندار نہ تھے تو تمہیں کیا پریشانی ہے تم اپنے ایمان کی خیر مانگو اور اپنا رویہ دیکھ
حضور کو ایذا دے رہے ہو یا راضی کر رہے ہو۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۔ مَلِكِ النَّاسِ ۔ اِلٰهِ النَّاسِ ۔ (الناس ۳) ترجمہ: ''(اے حبیبؐ) عرض ک
میں پناہ لیتا ہوں سب انسانوں کے پروردگار کی' سب انسانوں کے بادشاہ کی سب انسانوں کے معبود کی''
یہ سورت قرآن حکیم کی آخری سورت ہے اس میں اللہ رب العزت کی جو تعریف ہے ہم دیکھتے ہیں
حضرت ابو طالبؑ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں لیجئے آپ بھی پڑھیے اور ملاؤں
فتوے بھی ملاحظہ کیجئے۔

اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مِنْ کُلِّ طَاعِنٍ	عَلَیْنَا بِسُوْءٍ اَوْ مُلِحٍ بِبَاطِلٍ

''میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں ہر اس شخص سے جو ہماری طرف سے کسی برائی کی تہمت لگائے یا کسی با

marfat.com

اور غلط بات پر اصرار کرے''

افسوس ہے تیسری صدی ہجری میں لوگوں نے خاندانِ نبوت کی جی بھر کے توہین بھی کی اور ستایا بھی۔

کبھی عشق کی آگ اندھیر ہے

مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

خدا کی پناہ کا جو مضمون قرآن حکیم میں ہے اسی طریقے اور عقیدے سے خواجہ ابو طالبؑ نے اپنے مالک وخالق کی پناہ چاہی ہے۔

اولین نعت گو ابو طالب ہی ہیں

سردارِ مکہ خواجہ قریش حضرت ابو طالبؑ ایک طرف تو شیر بیشۂ شجاعت اور دوسری جانب شعر وسخن میں کامل مہارت کے مالک تھے۔ قریش کی دھمکیاں سنتے تو فرماتے کہ ابھی تو ہماری تلواروں اور نیزوں کی ضربات کا سامنا ہی نہیں ہوا۔ وقت آنے پر دکھادیں گے ہمارے آباؤ اجداد کی شجاعت کا جواب نہیں۔ عشق رسولؐ کا اظہار اپنے معجز بیان کلام میں اس طرح فرماتے ہیں۔

لَقَدْ اَکْرَمَ اللّٰہُ النَّبِیَّ مُحَمَّدًا	فَاَکْرَمُ خَلْقِ اللّٰہِ فِی النَّاسِ اَحْمَدُ

''یقیناً خداوند عالم نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کو منزلت وکرامت سے (اس طرح) سرفراز فرمایا ہے کہ خداوند عالم کی تمام مخلوق میں سب سے بلند مرتبہ حضور اکرمؐ کی ذات گرامی ہے''

قارئین کرام! تعجب ہے کہ ایک طبقہ حضرت ابو طالبؑ کے اسلام کا منکر ہے۔ منکر ہی نہیں جہنمی اور دوزخی کہتے تھکتا ہی نہیں مگر حیرت ہے خواجہ ابو طالبؑ تو اپنے کلام میں رقمطراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کو صاحبِ اکرام وجلال نبی معبوث فرمایا ہے اور تمام کائنات کی سرداری کا تاج شرف آپؐ ہی کے سر پر ہے محبوبِ خدا کی نعت خوانی اور ثنا خوانی کرنا اور اس شرف ومنصب کا اقرار کرنے والا تو توحید خداوندی اور منصب رسالت کا معتقد ہو گیا اور یہی خلاصہ ہے کلمہ شہادت کا۔ یہ کوئی سنی سنائی روایت نہیں بلکہ وہ کلام ہے جو خواجہ ابو طالبؑ کی زبان اور ان کے مقدس ہونٹوں سے نکلا اور کتابوں کی زینت بنا۔

ع۔ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات!

اسی نعت کا دوسرا شعر ملاحظہ ہو۔

وَشَقَّ لَہٗ مِنْ اِسْمِہٖ لِیُجِلَّہٗ	فَذُوالْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَھٰذَا مُحَمَّدُ

''خداوند کریم نے ان کی جلالت قدر کے لئے ان کے اسم گرامی کو بھی اپنے باعظمت اسم مقدس سے مشتق فرمایا۔ چنانچہ وہ صاحبِ عرش (اللہ تعالیٰ) محمود ہے۔ اور یہ (حضورؐ) محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں''

marfat.com

اس شعر میں تو اور بھی اسرار و رموز منکشف ہوئے۔ پہلے شعر میں معرفت توحید و نبوت کا اقرار تعارف تھا تو دوسرے میں علمی پوشیدہ نکات بیان فرمائے ہیں۔ گذارش ہے کہ علم صرف کے حوالے سے ہر صیغہ ک مصدر سے مشتق (نکلا ہوا) ہوتا ہے جبکہ مصدر بالذات ہوتا ہے اور اسم فعل مصدر سے مشتق ہوتا ہے۔ عا رسولؐ حضرت ابوطالبؑ نے علم و عرفان کے مناظر میں کونین کی مدح سرائی کا اک نیا باب رقم کر کے قیامت تک آنے والے نعت خوانوں کو نعت خوانی کے اعلیٰ مقام سے متعارف کروا دیا۔ ملاں بول اٹھا یہ کلام حضرت حس کا ہے جی ملاں جی حضرت حسانؓ بن ثابت کا نہیں بلکہ انہوں نے تضمین کی ہے۔ ملاں کہتا ہے ابو طال مسلمان بھی نہیں ہوئے مگر یہاں تو عشق و محبت کے راز ہائے سربستہ بیان ہو رہے ہیں جواب تک نشانیٔ من ہے ایک اور قصیدے سے نعتیہ کلام ملاحظہ ہو۔

أَنتَ النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ	قَرْمٌ أَغَرُّ مُسَوَّدٌ

"اے حضرت محمد مصطفیٰؐ آپ نبی برحق ہیں آپ کے خاندان کے تمام افراد بے مثال شجاعت مالک ہیں اچھل کر دشمنوں پر حملہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں"

اس شعر میں حضرت ابوطالبؑ نے حضورؐ کو مخاطب ہو کر واضح اعلان و اقرار فرما دیا کہ آپؐ ہی اللہ کے نبی صاحب کتاب اور ایک غیرتمند خاندان کے چشم و چراغ ہیں یہی مقصد کلمہ شہادتین کا ہے مگر 'میں مانوں کا تو کوئی علاج نہیں' چلو بھئی نہ مانو' جاؤ جہاں کے مستحق ہو ہم راستہ نہیں روکتے' تمہارا حق ہے جاؤ س مال اپنا۔ تمہارے نہ ماننے سے حق و صداقت میں کوئی کمی یا نقصان نہیں ہوتا مگر اپنے ایمان کی کشتی کو گرا بھنور میں ڈبو رہے ہو۔

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود

نبی کی حمایت صرف مومن ہی کر سکتا ہے

نزول وحی کو تین سال گذر چکے ہیں۔ اب دعوتِ عام کا حکم نازل ہو چکا ہے۔ کفار کی دشمنی بھی ک سامنے آ گئی ہے۔ شیخ عبدالحق نے لکھا ہے۔ قریش نے اس وقت تک حضورؐ سے تعارض نہ کیا جب تک نے ان کے خداؤں اور معبودان باطل سے تعارض نہ کیا جب حضورؐ نے یہ حکم دیا کہ بت اور ان کے پوجنے سب جہنم کی آگ میں جھونکے جائیں گے تب وہ حضور اکرمؐ کی ایذا رسانی کے لئے کھڑے ہوئے اور س سب حضورؐ کی عداوت و مخالفت میں متفق ہو گئے یہ واقعہ نبوت کے چوتھے سال کا ہے ابوطالبؑ نے ح حمایت کی اور وہ حضورؐ اور قریش کے درمیان دیوار بن کے کھڑے ہو گئے تمام قریش اس پر متفق ہو گئے کہ بھی مسلمان ہو جائے اسے عذاب پہنچائیں اور اسے ابتلا و آزمائش میں ڈالیں گے۔ حق تعالیٰ نے رسول کو آپ کے چچا حضرت ابوطالبؑ کے ذریعے بنی ہاشم (بجز ابولہب) اور بنی مطلب کے ساتھ باز رکھا یہ

marfat.com

قرابت ومعیت کی وجہ سے بہت حد تک حضور کی رعایت وحمایت میں نکل آئے آپ صلعم ان کو دعوتِ اسلام دینے لگے ان کے بعد تمام قریش مجتمع ہو کر حضرت ابو طالبؑ کے پاس پہنچے اور مطالبہ کیا کہ حضور کو ہمارے سپرد کر دو حضرت ابو طالبؑ نے جواب دیا کہ اگر اونٹنی اپنے بچے کے بغیر رہ سکتی ہے تو میں ان کو تمہارے سپرد کر دوں اس کے بعد انہوں نے چند اشعار حضور کو خطاب کرتے ہوئے کہے" اے محمدؐ یہ قریش آپ کے مقابل آ کر ہرگز ایذا نہ پہنچا سکیں گے آپ اپنے دین کی خوب تبلیغ ودعوت کیجئے اور کچھ تنگی وخوف نہ کھائیے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں آپ نے مجھے دعوت دی اور یہ کہا کہ آپ میرے ناصح اور خیر خواہ ہیں۔ یقیناً آپ سچ فرماتے ہیں بلاشبہ آپ امین ہیں اور آپ نے ایسے دین کو ظاہر فرمایا ہے جو یقیناً مخلوق کے سارے دینوں سے بہتر وافضل ہے اگر مجھے لوگوں کی ملامت کا خیال نہ ہوتا تو یقیناً آپ مجھے فراخ دل پاتے۔ محققین کا کہنا ہے کہ یہ آخری شعر الحاقی ہے۔ قرین قیاس بھی یہی بات ہے (مدارج النبوۃ اردو ۵۹ جلد دوم)"

قارئین کرام! مدارج النبوت کی اس عبارت سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ ۱۔ یہ کہ حضرت ابو طالبؑ قریش کے حملوں کے مقابلہ میں دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ اگر چہ تمام سیرت نگاروں نے ایسا ہی لکھا ہے مگر یہ اندازہ لگانا بھی ضروری ہے کہ مسلح تصادم کی صورت میں اگر حضرت ابو طالبؑ کفار کے ہاتھوں قتل ہو جاتے جبکہ آپؑ نصرت رسول کے سلسلے میں اپنی جان کی بازی لگائے بیٹھے تھے۔ تو آپ انہیں شہید کہتے یا اس کے برعکس؟ ظاہر بات ہے جس نے رسولِ اسلام پر اپنی جان قربان کی پھر وہ تو بلند درجہ شہید ہو گا۔ حضرت ابو طالب اپنے آقا پر جان نثار بھی کریں اور بقول امام بخاری وہ ضحضاح میں بھی جائیں یہ قانون ازلی کے خلاف ہے۔ ۲۔ یہ کہ کفار کے وفد جتنی بار بھی دربارِ ابو طالبؑ میں آئے انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا کیوں کہ خواجہ ابو طالبؑ سیسہ پلائی دیوار بن کر قصرِ نبوت کی حفاظت میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ ۳۔ وہ شعر جس میں ملامت کا ذکر ہے یقیناً الحاقی ہے کیوں کہ قصیدے میں وارد کلام کے مفہوم کے سراسر خلاف ہے۔ ۴۔ خواجہ ابو طالبؑ کفار ومشرکین کی دھمکیوں اور خلافِ اسلام سازشوں سے خائف نہ ہوئے مگر پس از مرگ ملامت سے خوفزدہ ہو گئے۔ کوئی ماننے والی بات ہے؟ سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۹۴ میں واضح حکم ہے کہ تبلیغ رسالت کے کام کو کھلے بندوں جاری رکھا جائے اور مشرکین کی پرواہ نہ کریں اس آیت کریمہ کے نزول کے وقت خواجہ ابو طالبؑ موجود تھے خدانخواستہ خواجہ ابو طالبؑ دیندار نہ ہوتے تو پھر کس طرح رسول اللہ کی نصرت وحمایت کر سکتے تھے۔ رفاقت تا حیات جاری رکھنے کا کیا جواز تھا؟

حضرت ابو طالب کا دستر خوان

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے گوشت کھانوں کا سردار ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے مشرکین نجس ہیں۔ ظاہر ہے نجس گروہ کی ہر چیز نجس اور ناپاک ہی ہوگی۔ پھر فرمان ربانی ہے حلال اور پاکیزہ

marfat.com

چیزیں کھاؤ۔ ان احکام شرعیہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ سوچنا ہے کہ کیا خواجہ ابو طالبؑ کے گھر کبھی گوشت
ہوگا؟ اگر بکثرت پکا کرتا تھا تو ذبح کون کرتا تھا۔ حضور اکرمؐ کس کا ذبیحہ تناول فرماتے رہے۔ جبکہ ایسے
کتب سیر واحادیث میں بکثرت منقول ہیں کہ آپؐ نے کبھی مشرکین کا ذبیحہ تناول نہیں فرمایا۔ اب آیات الٰ
روشنی میں اس مسئلہ کا جائزہ لیجئے اور فیصلہ خود فرمائیے کہ ابو طالبؑ کیا تھے؟

حلال اور پاکیزہ رزق کھاؤ فرمان الٰہی :

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۔

۱۱۴) ''پس کھاؤ اس سے جو رزق دیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے جو حلال (اور) طیب ہے اور شکر کرو اس کی نعمت ک
اس کی عبادت کرتے ہو''

آیت مذکورہ بالا میں حلال کھانے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا حکم ہے۔ حکم ربانی ہے کہ حلال
کھاؤ حرام سے بچو اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو یہ معبود برحق کے بندوں کی پہچان ہے۔ قرآن حکیم می
مشرک نجس ناپاک ہیں فیصلہ صاف ہے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ سرکار دو عالم پورے پچاس سال با
حضرت عبدالمطلبؑ اور حضرت ابو طالبؑ کے ساتھ رہے۔ جب عام مسلمانوں کو حلال کھانے کا حکم ہے تو
نبی کی ذات مقدس ورئی ماورئی ہے کیا حضورؐ کا باورچی خانہ الگ تھا؟ اگر نہیں تھا تو وہ گوشت کہاں سے آ
اس کی قیمت کون ادا کرتا تھا؟ کیا آپؐ کے لئے کسی مسلمان کا ذبح کیا ہوا گوشت لایا جاتا تھا؟ جب ا
سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو ماننا پڑے گا کہ حضرت ابو طالبؑ مومن مواحد اور محب و ناصر رسولؐ ہیں بت
ہیں نہ مشرک اور مومن کو کافر کہنا اسلام کی توہین اور بے حرمتی اور بغاوت ہے۔ آنے والی سورہ انعام کی آ
۱۱۸ اور ۱۲۱ بھی گذشتہ مضمون کی تائید وتصدیق کرتی ہیں۔ نص قطعی کا اشارہ کنایہ ہی حکم الٰہی کی حیثیت رکھ
جب واضح آیات موجود ہیں تو پھر کیا چیز پوشیدہ رہ جاتی ہے۔ لیجئے ملاحظہ فرمائیے احکام الٰہی کے مطا
خوان ابو طالبؑ۔ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۔ (۱۱۸انعام) وَلَا تَاكُ
لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ۔ (۱۲۱انعام)۔ ا۔ ''تو کھاؤ اس میں سے لیا گیا ہے نام خد
اگر تم اس کی آیتوں پر ایمان لانے والے ہو'' ۲۔ ''اور مت کھاؤ اس جانور سے کہ نہیں لیا گیا اللہ کا نام ا
اس کا کھانا نافرمانی ہے''

ا۔ مظہری نے اس آیت کریمہ کی تفسیر اس طرح کی ہے۔ ''پس جس پر اللہ کا نام لیا گیا
کھاؤ۔ گمراہ کن کافروں کی اتباع سے گذشتہ کلام میں ممانعت کی گئی ہے۔ اسی ممانعت پر یہ حکم متفرع۔
حرام کو حلال اور حلال کو حرام قرار دیتے ہیں۔ کافروں کے خیالات پر نہ چلو جو مردار کو حلال اور ذبیحہ کو ح
دیتے ہیں اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ۔ اگر تم اللہ کی آیات پر ایمان رکھنے والے ہو کیوں کہ اللہ پر ایما

marfat.com

تقاضا ہے کہ جس چیز کو اللہ نے حلال قرار دیا ہے اس کو مباح سمجھا جائے اور جس کو حرام قرار دیا ہے اس سے پرہیز کیا جائے (مظہری ۲۰) ۲۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ اگر جان کر یا بھول کر ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیا ہو تو کھانا حرام ہے۔ قارئین کرام! احکام الٰہی کے مقابلے میں کسی قسم کی کوئی دلیل، حجت اور برہان لغو اور عبث ہے۔ وضاحت کی گئی ہے کہ وہ گوشت مومنوں پر حرام ہے جو اللہ کے نام پر ذبح نہ ہوا ہو اور مومنین وہی گوشت کھا سکتے ہیں جو اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ قرآن حکیم نازل ہو رہا ہے سرکارِ ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس کو ذبیحہ کے بارے میں حلال حرام کی پہچان و تعارف کروایا جاتا ہے۔ صاحب کتاب و شریعت سرورِ انبیاء مرسلین تو برابر بیالیس سال اسی گھر میں بسر فرماتے ہیں جس گھر کے سربراہ خواجہ ابو طالبؑ ہیں، آیا سمجھ میں مقام ابو طالبؑ؟ ظاہر ہے جو لوگ خاندانِ نبوت ہی کے دشمن بے ادب اور گستاخ ہیں وہ ابو طالبؑ کو کیا کچھ نہیں کہہ سکتے۔

مومن اور مشرک کا نکاح نہیں ہو سکتا

قارئین کرام! یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے زمانہ فترت میں جو نکاح ہوئے تھے۔ اسلام نے ان کو اسی صورت میں قائم رکھا کہ بیوی و شوہر دونوں حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ بصورت دیگر اگر خاوند بیوی میں سے ایک نے اسلام قبول کیا اور دوسرا کفر پر اڑا رہا تو اسلام نے ان کے ازدواجی تعلقات منقطع کر دیئے۔ تاریخ گواہ ہے اور حالات شاہد ہیں کہ حضرت ابو طالبؑ اور سیدہ فاطمہ بنت اسد سلام اللہ علیہا کا عقد شریف حسب سابق قائم رہا کیوں کہ آپ دونوں محسن و ناصرِ رسول ﷺ ہیں۔

اس موضوع پر قرآن حکیم کی آیات ہدیۂ قارئین ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَٰتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ ۗ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۗ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۖ وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ (بقرہ ۲۲۱) ''اور نکاح نہ کرو مشرک عورتوں کے ساتھ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور بے شک مسلمان لونڈی بہتر ہے (آزاد) مشرکہ عورت سے اگرچہ وہ بہت پسند آئے تمہیں اور نکاح نہ کر دیا کرو (اپنی عورتوں کا) مشرکوں سے یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں اور مومن غلام بہتر ہے (آزاد) مشرک سے اگرچہ وہ بہت پسند آئے تمہیں وہ لوگ تو بلاتے ہیں دوزخ کی طرف اور اللہ تعالیٰ بلاتا ہے جنت اور مغفرت کی طرف اپنی توفیق سے اور کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے حکم لوگوں کے لئے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں''

تفسیر نبوی مصنفہ نبی بخش حلوائی نے پنجابی زبان میں منظوم لکھی ہے اس میں اس آیت کی تشریح میں تفسیر احمدی اور خازن کے حوالے سے پنجابی نثر میں لکھا ہے جس کا اُردو میں خلاصہ پیش ہے۔ ''یہود نے کہا

marfat.com

حضرت عزیرؑ اللہ کے بیٹے ہیں نصاریٰ نے کہا عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے ہیں۔ ان دونوں گروہوں کے اقوال کے مطابق ان کا شرک ثابت ہؤا اور ان کی عورتیں اس حکم میں شامل ہیں۔ مگر سورہ مائدہ کی آیت میں اہلِ کتاب سے مناکحت جائز ہے۔ اس اعتبار سے آیت کا اطلاق بت پرست عورتوں پر ہوتا ہے اگرچہ حرمت میں اہلِ کتاب کی عورتیں بھی شامل ہیں مگر سورہ مائدہ میں اہلِ کتاب سے نکاح جائز ہے' یہ قول قاضی بیضاوی کا ہے۔ تفسیر احمدی میں ہے کہ یہ حکم شدید ہے کہ جو آدمی حضورؐ کے دین کا منکر ہے وہ مشرک ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ آیت کا اطلاق بت پرست عورتوں پر ہوتا ہے اور علاوہ ازیں جو بھی شرک سے آلودہ ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ آیت کا حکم بت پرست عورتوں پر ہے اور اہلِ کتاب کے لئے منسوخ ہے (تفسیر نبوی پنجابی۔ ص ۲۴۰۔ ا۔ لاہور)

قارئین کرام! اس بحث کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ مسلمان اور مشرک کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ مندرجہ کلام سے صاف ظاہر ہے کہ مومن اور مشرک مرد عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ غور وفکر کی ضرورت ہے۔ حضرت مخدومۂ عالم سیدہ فاطمہ بنت اسد سلام اللہ تعالیٰ علیہا کا نکاح حضرت ابوطالبؑ سے ہؤا تھا۔ جو جوڑے ایسے تھے جن میں ایک مسلمان اور دوسرا مشرک ہوتو ان کو سرورِ کونین کشورِ رسالتؐ نے جدا کر دیا تھا جبکہ حضرت ابوطالبؑ کی وفات تک حضرت سیدہ فاطمہ بنت اسد رشتہ ازدواج میں رہیں اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ دونوں مومن موحد اور عاشقانِ رسول اللہؐ تھے۔ کچھ انصاف ہوتو مومن کافر کی پہچان ہو ہی جاتی ہے۔ حضرت ابوطالبؑ کے ایمان و عشقِ رسولؐ کی قوی دلیل ہے۔ کمیونسٹ ہستی باری تعالیٰ کے منکر ہیں تو کسی نے ان کا کوئی نقصان کیا؟ مسلمان کہلا کر بھی نہیں مانتے نہ مانیں' مگر ان کا دعویٰ اسلام درست نہ ہوگا۔

ہرگزم باور نمی آید زروئے اعتقاد
ایں ہمہ ہا کردن و دین پیمبر داشتن

یہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی دعویٰ اسلام کرنا عجیب بات ہوگی اگلی آیت بھی ملاحظہ ہو۔ ذرا دھیان سے۔

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز :

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۔ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۔ (۲۶ نور) ترجمہ: ''ناپاک عورتیں، ناپاک مردوں کے لئے، ناپاک مرد، ناپاک عورتوں کے لئے ہیں اور پاک (دامن) عورتیں، پاک (دامن) مردوں کے لئے اور پاک (دامن) مرد پاک (دامن) عورتوں کے لئے ہیں۔ یہ مبرا ہیں ان تہمتوں سے جو وہ (ناپاک) لگاتے ہیں ان کے لئے ہی (اللہ کی) بخشش ہے اور عزت والی روزی ہے''

marfat.com

تشریح: ۱۔آیت مذکورہ کی تفسیر میں علامہ مظہری نے طویل تشریح کی ہے آگے چل کر لکھتے ہیں۔
''ابن زید نے کہا خبیثات سے مراد ہے گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے اور طیبات سے مراد پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہوتے ہیں۔اور عائشہؓ پاک ہیں اس لئے اللہ نے ان کو اپنے رسول کی زوجیت کے لئے منتخب فرمایا (تفسیر مظہری۔ص ۳۱۴ جلد ہشتم) تفسیر حسینی میں بھی مظہری کی طرح ابتدائی تشریح کے بعد مفسر نے لکھا ہے کہ ناپاک مردان کی طرف رغبت کرتے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے واسطے ہیں اور پاک مردان کی طرف مائل ہیں خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اللہؐ جو تمام موجودات میں سب سے زیادہ پاکیزہ ہیں آپؐ کے واسطے کہ جنیسہ الفت اور صحبت کا سبب ہوتی ہے۔جلالین اور تفسیر ابن عباس میں بھی اسی طرح کا ہے۔

ذرہ ذرہ کاندریں ارض وسماست جنس خود راہم چوکاہ وکہرباست ''زمین وآسمان میں جو چیز بھی ہے وہ اپنی جنس کی متلاشی ہوتی ہے کائنات کے ذرے ذرے میں یہ عمل جاری ہے۔جیسے مقناطیس لوہے کو اور کہربا تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے (کہربا ایک منکا ہے جو تنکے کو کھینچ لیتا ہے)

ناریاں مر ناریاں راجاذب اند	نوریاں مر نوریاں را طالب اند

''آگ سے بنی ہوئی مخلوق اپنی جنس کو چاہتی ہے اور نوری مخلوق اپنے ہم جنسوں کو چاہنے والی ہے''۔

اہلِ باطل باطلاں رامیکشند	اہلِ حق از اہلِ حق ہم سر خوش اند

''نیک نیکوں کے ساتھی اور برے بروں کے دوست ہوتے ہیں ہر جنس اپنی جنس کی خواہش مند ہوتی ہے۔

طیبات آمد۔ز بہر طیبین للخبیثات الخبیثون است یقین۔
جیسے کہ قرآن حکیم میں ہے کہ بری عورتیں برے مردوں کے لئے ہوتی ہیں۔
قارئین کرام! حکمت لایزال ہے کہ ولی راولی می شناسد و دزد دزد می شناسد ''چور چور کا ہمدم ہوتا ہے اور ولی، ولی کا دوست''

اس اعتبار سے ولی اور چور کی دوستی ناممکن ہے نیک اور بد ایک دوسرے کی ضد ہیں۔کبھی آشنا اور خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔حضور سردارِ انبیاء بعد از خداوند قدوس تمام عالمین سے بلند شان وجلالت کے مالک ہیں آپ کا محبّ مقبول بارگاہ پروردگار ہے پھر کیوں نہ خواجہ ابو طالبؑ کی رفیقہ حیات حضرت سیدہ فاطمہ بنت اسد صلوات اللہ علیہا جن کے بارے میں فرمانِ رسالت ہے میری امی کے بعد میری امی ہیں۔نزول وحی کے بعد پورے دس سال خواجہ ابو طالبؑ کی اہلیہ محترمہ رہیں مگر جدائی نہ کروائی گئی۔جدائی ہوتی بھی کیسے؟ جبکہ دونوں مومن، دونوں پاسبان نبوت، دونوں مقبول بارگاہ نبوت اور فیضانِ نبوت سے مالا مال تھے جب دوسرے مومن

marfat.com

مشرک جوڑوں میں بحکم الٰہی جدائی کروائی گئی تو یہ رشتہ ازدواجی کیوں بحال رہا؟ ظاہر ہے کہ دونوں مومن ہیں۔
ایک شبہ اور اس کا ازالہ یہ ہے کہ حضرت نوحؑ اور حضرت لوطؑ کی بیویاں نافرمان تھیں تو پھر یہ اصول بے اثر ہو گیا۔
اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دونوں عورتیں بیویاں نہ تھیں بلکہ کنیزیں تھیں جبکہ کافر کنیز کا گھر میں ہونا معیوب بات
نہیں ہے۔ بحوالہ دستور حق حضرت محدث ہزاروی هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَائِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ۔ "و
مومن اور ان کی بیویاں بہشت میں چھاؤں میں تکیئے لگائے بیٹھے ہوں گے" قرآن کریم نے جو اصول دیئے قائم
رہیں گے۔ ان میں ذرہ بھر ترمیم یا تبدیلی ممکن نہیں۔ نیک لوگ اپنے بال بچوں کے ہمراہ بہشت میں داخل
ہوں گے۔ خواجہ ابو طالبؑ اور جنابہ سیدہ فاطمہ بنت اسد صلوات اللہ علیہما سابق الایمان مومن ہیں صحابیٔ رسول
ہیں ناصرین رسول ہیں۔ محافظان رسول اللہؐ ہیں۔ ان کی توہین بے ادبی، ایذائے رسولؐ کا باعث ہے جو حرام
فعل ہے۔"

مومنوں کے لئے خوشخبری

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ۔ (۷۰ زخرف) "تم اور تمہاری ایماندار بیبیاں خوش
خوش جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ازواجکم ...... یعنی تمہاری مومن عورتیں۔ تحبرون ...... یعنی اتنی خوشی کہ اس
کا اثر چہرے سے نمودار ہوگا۔ اس مطلب پر تحبرون ...... کا ترجمہ ہے۔ تم آراستہ کیئے جاؤ گے سجائے جاؤ
گے اس وقت تحبرون ...... کا مادہ حبر ہوگا۔ اور حبر کا معنی ہے زینت خوبصورتی' یا اس کا ترجمہ ہے تمہاری
پوری پوری عزت افزائی کی جائے گی (مظہری۔ ص ۳۸۱ جلد ۱۰)۔

قارئین کرام! آیت کریمہ کا مفہوم و مطلب واضح اور صاف ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں سے فرماتا
کہ تم اپنی مومن بیبیوں سمیت بہشت میں داخل ہو جاؤ اور تمہاری خوشیاں تمہاری تسلی اور اطمینان کا باعث ہیں
فیصلہ صاف ہے۔ غور فرمایئے مخالفین بنو ہاشم کی نظروں میں (معاذ اللہ) حضرت ابو طالبؑ صاحب ایمان نہ
(استغفر اللہ) یہ تو مانتے ہونا حضرت سیدہ فاطمہ بنت اسد تو مومنہ ہیں۔ مہاجرہ ہیں۔ اللہ اللہ! آپ کی
شان و عظمت کہ حضور صاحب قاب قوسینؐ آپ کو اُمِّیْ بَعْدَ اُمِّیْ میری والدہ مکرمہ معظمہ مخدومہ کے بعد میر
والدہ مکرمہ معظمہ ہیں حضرت فاطمہ بنت اسد کا وصال ہوتا ہے تو محبوب خداؐ ان کی قبر انور میں لیٹ کر رشک
عدن بنا دیتے ہیں کفن کے لئے اپنا پیراہن مقدس مرحمت فرماتے ہیں۔ صحابہ کرام نے گذارش کی یارسول اللہ
آج آپؐ نے قبر شریف میں لیٹ کر نیا کام کیا ہے۔ معلوم ہے آپ نے صحابہ کو کیا ارشاد فرمایا؟ فرمایا "میر
محترم چچا ابو طالبؑ کے بعد یہ سب سے زیادہ میری خیر خواہ اور ہمدرد ہیں۔ جواب آ گیا نا سمجھ میں چلو بھی بر کو
تسلیم کرتا ہے حضرت فاطمہ بنت اسد تو مومنہ ہیں اور کیسی مومنہ کہ جن کی قبر انور نور خدا سے معمور اور دنیا جہان
برکتوں سے بقعۂ نور بن گئی۔

marfat.com

پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی مومنہ کسی مشرک کی اہلیہ نہیں ہو سکتی ہے۔ اللہ کریم نے خوشخبری فرمائی کہ مومن لوگ اپنی مومنہ بیبیوں سمیت بہشت میں داخل ہو کر خوشیاں منائیں گے۔ تو بتایئے کہ حضرت فاطمہ بنت اسد والدہ مکرمہ امیر المومنین علی علیہ السلام کس کے ہمراہ بہشت میں تشریف لے جائیں گی؟ فرمانِ خداوندی ہے کہ مومن اپنی مومنہ بیویوں کے ساتھ جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ حضرت ابو طالبؑ اور سیدہ فاطمہ بنت اسد صلوات اللہ تعالیٰ علیہا کروڑوں خوشیوں کے ساتھ بہشت میں تشریف لے جائیں گے۔ اور کیوں نہ جائیں آپ کے ایک فرزند جعفرؓ طیار دوسرے قسیم النار والجنۃ ساقی کوثر آپ کے پوتے اہلِ جنت کے سردار آپ کی زوجہ ام النبی آپ کی بہو خاتونِ جنت اور آپ کے برادر زاد سید الانبیاء والمرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وسلامہ ہیں۔

چہ خم دیوار امت را کہ دارد چوں تو پشتیبان
چہ باک از موج بحر آن را کہ دارد نوحؑ کشتیبان

یہ ہے مقام ابو طالبؑ

تفریق زوجین

اسلام نے اس بات کی کبھی اجازت نہیں دی کہ بیوی شوہر میں سے ایک مسلمان اور دوسرا مشرک ہو تو وہ باہم زندگی بسر کریں نص قطعی گواہ ہے کہ نہ تو مسلمان مرد اور مشرک عورت نکاح کر سکتے ہیں اور نہ مسلمان عورت اور مشرک مرد عقد بحال رکھ سکتے ہیں۔ جیسے کہ مضمون کے شروع میں آیاتِ الٰہی نقل کی جا چکی ہیں۔ علامہ شبلی اور دوسرے مؤرخین نے لکھا ہے۔ ''مستورات میں سے حضرت ام کلثومؓ جو رئیس مکہ (عقبہ بن ابی معیط) کی صاحبزادی تھیں اور مسلمان ہو چکی تھیں مدینہ منورہ ہجرت کر کے آئیں لیکن ان کے ساتھ ان کے دونوں بھائی عمرو اور ولید بھی آئے اور آنحضرت ؐ سے درخواست کی کہ ان کو واپس دے دیجئے۔ آپؐ نے منظور نہیں فرمایا۔ صحابہ میں سے جن کی ازواج مکہ میں رہ گئیں تھیں اور اب تک کافر تھیں صحابہ نے انہیں طلاق دے دی'' (سیرت النبی۔ ص ۴۶۱۔ ۱)

واضح رہے کہ حضرت ابو طالبؑ کی وفات تک حضرت فاطمہ بنت اسد صلوات اللہ علیہا کی ازدواجی رفاقت قائم رہی حضورؐ نے ان دونوں کو اس سلسلے میں کچھ نہیں فرمایا جبکہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میری ماں کے بعد یہ میری ماں ہیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ابو طالبؑ کے بعد سب سے زیادہ یہی میرا خیال رکھتیں تھیں۔ ملّاں ہوش!!!!!!!!

marfat.com

باب پانزدہم

ایمان ابو طالب علیہ السلام بروئے حدیث

قارئین کرام! ایمان ابو طالبؑ پر جو مواد بھی کتب سیر میں موجود ہے اس کی بنیاد صحیح بخاری کی روایت منقول ہے جسے سعید ابن مسیب نے اپنے والد مسیب سے روایت کیا ہے وہ روایت الحق جیسی چند دوسر روایات تو خواجہ ابو طالبؑ کے خلاف ہیں۔ اب ہم چند احادیث ہدیۂ قارئین کرتے ہیں جن سے معلوم کہ آسان ہے کہ مومن کی کیا علامات اور صفات ہیں۔ ان احادیث میں جو صفات بھی ایک مومن میں ہونا چاہیئے تمام اوصاف خواجہ ابو طالبؑ میں بدرجہ اتم موجود تھے ملاحظہ فرمایئے۔ تعلیمات اسلامیہ کی وضاحت اور صراحت ہے کہ خاندانِ نبوت کی عصمت اور طہارت نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ ذیل میں صحیح بخاری کی چند احادیث صرف اُردو ترجمہ ہدیۂ قارئین ہے۔ ہم نے نہ صرف عربی متن کو بخوف طوالت درج نہیں کیا بلکہ ترجمہ میں اختصار سے نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ۱۔ ابو ہریرہؓ نے روایت کی کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ ا کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو جبرائیلؑ کو حکم ہوتا ہے کہ جبرائیل! میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اسے محبوب رکھو پھر حضرت جبرائیلؑ آسمان و زمین میں اعلان فرماتے ہیں کہ فلاں بندہ اللہ کا محبوب ہے تو ارض سماوی مخلوق میں وہ بندہ مقبول و محبوب ہو جاتا ہے۔ (بخاری اُردو حدیث نمبر ۹۷۷ کتاب الادب جلد سوم۔ ص ۹ کیا خواجہ ابو طالبؑ مقبول بارگاہِ رسالت نہ تھے؟ اور کیا یہ بات قابلِ تسلیم ہے کہ کسی آدمی سے حضورؐ محبت فرما ہوں اور اللہ کریم کا وہ بندہ محبوب نہ ہو؟ اور محبِ رسول ہی وہی ہے جو ساری مخلوق سے بڑھ کر آپؐ کو محبوب رکھ ہو۔ ۲۔ حضرت انسؓ بن مالک روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا کوئی آدمی اس وقت تک ایما کی لذت سے آشنا نہیں ہو سکتا جب تک صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے وہ کسی بندے سے محبت کرے اور وہ اسلام قبول کرنے کے بعد کفر میں جانے کو جہنم سمجھتا ہو۔ نیز اس کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے سب سے بڑھ کر محبت ہو۔ (بخاری حدیث نمبر ۹۷۸ بشرح صدر)

قارئین کرام! اس حدیث سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ مومن وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کا محب صادق اور عاشق ہو۔ خواجہ ابو طالبؑ سے بڑھ کر حضور صاحبِ معراج و صاحب قاب قوسینؐ سے محبت کرنے و کوئی نظر نہیں آتا۔ سکھ اور چین میں تو ہر کوئی دوستی کا دم بھرتا ہے مگر سچا دوست رفیق اور غمگسار تو وہی ہوتا ہے مشکلات و مصائب میں ساتھ دینے والا ہو۔ خواجہ ابو طالبؑ کے افعال کریمانہ ان کے دین و ایمان پر شاہد ہیں

marfat.com

حضرت حمزہؓ نے اسلام کا اعلان کیا تو حضرت ابو طالبؑ خوش ہوئے۔ خوشی میں شعر کہے اور تلقین و تاکید فرمائی کہ اے حمزہؓ اب کفر سے نفرت لازمی ہے دوسرے یہ کہ قریش میں اپنے دین کی تشہیر اور تبلیغ بھی کرو۔ لوگ خواجہ ابو طالبؑ کے کون سے ایمان کے متلاشی ہیں؟

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

۳۔ عبداللہؓ ابن عمر نے روایت کی کہ حجۃ الوداع میں منیٰ میں حضور صلعم نے فرمایا آج کون سا مہینہ، دن اور کون سا مقام ہے؟ سب نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ حرمت والا مہینہ حرمت والا دن اور حرمت یعنی عزت والا شہر مکہ مکرمہ ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم مسلمانوں پر ایک دوسرے کے خون مال اور عزتیں اس طرح حرام کر دی ہیں جس طرح اس مہینے اس دن اور اس شہر مکہ مکرمہ میں (بخاری حدیث نمبر ۹۸۰ ص ۴۲۰۔۳)

قارئین کرام! دیکھنا یہ ہے کہ اس حدیث اور اس جیسی دوسری حدیثوں پر کہاں تک عمل ہوا۔ بیت اللہ شریف کی بے حرمتی نہیں کی گئی؟ خانہ کعبہ کو منہدم اور نذر آتش نہیں کیا گیا؟ وہاں قتل و غارت اور بے حیائی کا دور دورہ نہیں ہوا؟ جنگ حرہ میں مدینۃ الرسولؐ کی تاخت و تاراج کس نے کی؟ اکابر صحابہ کرام کا قتلِ عام کس نے کیا؟ مسجد نبویؐ میں گھوڑے کس نے باندھے؟ تین دن تک مدینہ منورہ میں بدکاریاں کون کرتا رہا؟ صحابہ کرامؓ کی داڑھیاں کس نے نوچیں؟ اور دلدوز اور دلخراش واقعات سے پہلے قیامت صغریٰ واقعہ ہائلہ اور حادثہ عظیمہ کربلا کس نے برپا کیا؟ وہی تو تھے ناجبہ و دستار پہن کر راویانِ حدیث کہلاتے اور امیر المومنین سے کم پر راضی نہ ہوتے تھے۔ جب یہ سب کچھ ہوا تو ایک بے گناہ ابو طالبؑ کو بدنام کرنا ان امراؤ سلاطین کے لئے کون سی مشکل بات تھی۔ ان کی مشینری بہت تیز تھی۔ ۴۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا۔ مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اس سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے۔ اور مسلمان سے لڑنا کفر ہے۔ (حدیث نمبر ۹۸ بشرح صدر)

قارئین کرام! یہ حدیث بھی پڑھیں اور ان حالات و واقعات پر بھی غور فرمائیں جو اموی عباسی حکومتوں کے ہاتھوں رونما ہو کر تاریخ کے صفحات پر ثبت ہوئے۔ اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ مسلمان قوم کو سب وشتم کرنے کے لئے ایک ہی خاندان نظر آیا جو خاندانِ نبوت کہلاتا ہے۔ بالخصوص امویوں نے تلوار کی دھار قلم کی نوک اور زبان سے فریب کیا بھی تو خارجیوں کے امیر یزید نے حادثہ کربلا کے بعد اشعار میں کہا تھا کاش آج میرے وہ آباؤ اجداد زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے احمدؐ سے بدر کا انتقام لے لیا۔ ۵۔ حضرت ابوذر غفاریؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہؐ نے فرمایا جو آدمی کسی مسلمان کو فاسق یا کافر کہے اور در حقیقت وہ فاسق اور

marfat.com

کافر نہ ہو تو خود کہنے والا فاسق یا کافر ہو جائے گا۔(بخاری حدیث نمبر ۹۸۲ بشرح صدر)
قارئین کرام! خود فیصلہ کریں کہ پوری صدی کس پر سب وشتم کی بارش ہوتی رہی اور فتوے لگائے جاتے رہے اور وہ کون تھا جس نے مشکل ترین وقت میں دین اسلام اور رسولؐ خدا کی نصرت وحمایت کی اور مسلمانوں نے مقام ضحضاح میں جکڑ دیا۔۲۔حضرت ثابتؓ بن ضحاک روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان پر لعنت کرے تو ایسا ہے جیسے اس کا خون کیا یعنی جیسے اس کو قتل کر دیا اور جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے اور وہ کافر نہ ہو تو ایسا ہے جیسے اس کو قتل کر دیا ہو۔(حدیث نمبر ۹۸۴)
ذرا حدیث مندرجہ بالا اور تاریخ اسلام کے حوالے سے بنی امیہ اور بنی عباس کے ہاتھوں اہلِ بیت رسولؐ کو پہنچنے والی اذیتوں اور مظالم پر بھی توجہ فرمائیں تو ہر کہیں خاندانِ نبوت ہی مظالم کے لئے تختہ مشق دکھائی دیتا ہے۔بھلا بطور نمونہ ہی کوئی بتلا دے کہ کسی دوسرے خاندان کو بھی ان مظالم ومشکلات کا سامنا کبھی ہوا ہو۔ شاید یہ اس احسان کا شکریہ تھا کہ ہادیٔ اسلام نے بنی نوع انسان کو جہنم کے گڑھے کے کنارے سے بچا کر کلمۂ توحید ورسالت سے روشناس کروایا تھا۔مگر

"اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے"

فتنوں کی پیشن گوئی:

کتب احادیث میں منقول ہے کہ حضورؐ نے اپنے بعد ہونے والے فتنوں کی خبریں امت کو سنا دی تھیں۔درج ذیل احادیث بخاری جلد سوم کتاب الفتن سے نقل کی ہیں۔۱۔حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا' قیامت کے دن میں اپنے حوض پر ہوں گا اتنے میں کچھ لوگ میرے پاس آئیں گے اُن کو فرشتے گرفتار کرلیں گے میں کہوں گا کہ یہ تو میری امت کے لوگ ہیں جواب ملے گا کہ کیا آپ کو معلوم نہیں یہ لوگ اُلٹے پاؤں پھر گئے۔(بخاری حدیث نمبر ۱۹۳۳۔ص ۸۲۱۔۳)
قارئین کرام! زیب عنوان حدیث سے ثابت ہے کہ اطاعتِ رسولؐ سے روگردانی کرنے والے لوگ بارگاہ رسالتؐ سے دور ہو جاتے ہیں یاد رہے ایمان اطاعت اور ادب کا نام ہے ادب واحترام وہی کرے گا جو اطاعت گذار اور ناصر وحامی ہوگا۔اطاعت وادب اور وفاداری کا نام ابو طالبؑ ہے اگر آنکھ بینا اور دل جذبۂ عشق سے سرفراز ہو۔۲۔حضرت عبداللہؓ ابن مسعود نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میں حوضِ کوثر پر تم لوگوں کا پیش خیمہ ہوں گا۔اور تم میں سے کچھ لوگ میرے پاس لائے جائیں گے جب میں ان کو پانی دینے کا ارادہ کروں گا تو وہ ہٹا دیئے جائیں گے۔فَاَقُوْلُ اَیْ رَبِّ اَصْحَابِیْ یَقُوْلُ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ۔میں عرض کروں گا پروردگار! یہ تو میرے صحابی ہیں ارشاد ہوگا آپ جانتے ہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں نئی نئی باتیں نکالی ہیں۔(بخاری حدیث نمبر ۱۹۳۴)

marfat.com

قارئین کرام! گذشتہ حدیث کے مقابلہ میں اس حدیث میں یہ اہم بات ہے کہ امت کی بجائے صحابی لفظ آیا ہے۔ صحابی ہو' تابعی یا بعد کا مسلمان اطاعتِ رسولؐ واجب ہے۔ عہد نبوی کے بعد خلافت راشدہ کا دور کیسا تھا؟ اور اموی عباسی ادوار کیسے تھے؟ تاریخ کا طالبِ علم بخوبی جانتا ہے کہ مؤخر الذکر دور میں اسی فیصد کام خلافِ سنت ہوتے رہے۔ واقعہ حرۃ' خانۂ خدا کی بے حرمتی' مدینۃ الرسولؐ کی تاخت و تاراج حکمرانوں اور ان کے نوالہ ہم پیالہ علمائے اسلام کے فتوے اور خلافِ شرع مشورے اصول دین سے کوسوں دور تھے سب سے بڑھ کر یہ کہ خاندانِ نبوت پر سرِ عام طعن و تشنیع قبیح فعل اور رسوائے زمانہ رسم تھی اسی طرح امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے لے کر امیر المومنین حضرت حسن عسکری علیہم السلام تک تمام ائمہ کو بنو امیہ و بنو عباس نے اپنے اپنے دورِ حکومت میں شہید کیا۔ آخر خاندانِ رسالت کا قصور کیا تھا؟ اور دشمنی کا یہ طویل زمانہ اپنے اندر کون سے محرکات رکھتا تھا۔ خاتونِ جنتؑ کی اولاد اطہار اہلِ اسلام کو پسند کیوں نہ تھی؟ مولائے کائنات کے وہ احسانات امت نے کیوں فراموش کر دیئے تھے جن کے گواہ بدری' احدی' رضوانی' خندقی' خیبری' حنینی' اور طائفی صحابہ کرامؓ تھے۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو پندرہ سال کیوں جیل میں رکھا اور زہر دے کر شہید کیا؟ امام علی رضا علیہ السلام کو مامون الرشید عباسی نے اپنے ہاتھ سے زہر دیا' اور ایسے ہی تمام ائمہ کی شہادتیں عمل میں آئیں یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ یہ سب کچھ صرف اس لئے کہ خاندانِ نبوت کی شان و عظمت کا قبضہ عوام کے دلوں پر تھا اور حکمرانوں کا دباؤ اور ظلم جسموں پر تھا۔ چمنستان زہرا کی ایک ایک کلی بادشاہوں اور حکمرانوں کی تلواروں کا نشانہ بنی' گھر سے بے گھر ہوئے اسیری اور غریب الوطنی کا سامنا ہوا تو ایسے میں خواجہ ابو طالبؑ کے عشق و ایمان اور تقدس پر کیچڑ اچھالنا کوئی اچنبے کی بات نہیں نہ بعید از احوال و واقعات۔

حضور رسالت مآبؐ نے حتمی فیصلہ فرما دیا کہ جو علی علیہ السلام سے محبت رکھے گا وہی مومن ہے اور جو بغض و عناد رکھے گا وہ منافق ہے اور قرآن حکیم کا فیصلہ ہے کہ منافق کی جگہ جہنم کا نچلا طبقہ ہے۔ تو ثابت یہ ہوا کہ علی علیہ السلام کی دشمنی اور ایمان ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ حضرت علی علیہ السلام کرم اللہ وجہہ کے والد ہونے کے ناطے سے کون اموی یا عباسی کسی حدیث کے ثبوت سے ان کی صفائی پیش کر سکتا تھا؟ مورخ وہی کچھ لکھتے تھے جو ان کے آقاؤں اور سرداروں کی پسند ہوتی تھی۔ اہلِ بیت کرام کے جو مناقب پندرھویں صدی تک ان کی شان و عظمت پر گواہیاں ہیں یہ ان کی معجزانہ کرامات اور مشیت ایزدی کا نتیجہ ہے۔ اسی مضمون کی ایک حدیث سہل بن سعد نے بھی روایت کی ہے (بخاری) گذشتہ حدیثوں کی طرح بخاری اور دوسری کتب حدیث میں متعدد احادیث منقول ہیں۔ ہمیں ہمیشہ یہ خوف دامن گیر رہا کہ مضمون میں طوالت نہ واقع ہو مگر بامر مجبوری ضروری روایات لکھنا ہی پڑتی ہیں۔ ۳۔ حضرت عبداللہؓ ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا اے انصار تم میرے بعد اپنی حق تلفی ہوتی دیکھو گے۔ یعنی جو لوگ مستحق نہ ہوں گے ان کو حکومت ملے گی اور تم محروم رہو گے اور ایسی باتیں اور کام ہوں گے

marfat.com

جن کو تم برا سمجھتے ہو۔ ظاہر ہوں گے۔ یعنی حکمران خلافِ شرع کام کرنے لگیں گے تو ایسے میں تم صبر کرنا اور اپنا
اللہ تعالیٰ سے مانگنا۔ (بخاری۔ ص ۱۹۳۶)

قارئین کرام! حضور رحمۃ للعٰلمینؐ نے اپنے بعد ہونے والے واقعات کی پوری طرح پیشین گوئ
فرما کر اُمت کو متنبہ فرما دیا تھا تا کہ امت پر اتمام حجت ہو جائے اور بروز قیامت کوئی عذر باقی نہ رہے لیکن ا
وعباسی حکومتوں کے ادوار میں جو کچھ بھی ہوا اس پر غیر مسلم دانشور اور مذہبی رہنما بھی انگشت بدندان رہ گئے
لوگوں کے اعمال وافعال کوئی اتفاقی حادثہ تو نہ تھا بلکہ عمداً قصداً دشمنی اور عناد سے خاندانِ نبوت سے اپنے مش
آباؤ اجداد کا انتقام تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضورؐ نے انصار کو صبر کرنے اور فتنوں میں نہ پڑنے کی ہدایت فرمائی تھی۔
مضمون سے متعلق انہی احادیث پر اکتفا کیا جاتا ہے مقصد تو صرف یہ ہے کہ دین اسلام کو جو بھی نقصان پہنچ
اسلام کے ہاتھوں پہنچا غیر مسلم اقوام نے اگر کوئی مخالف اسلام کام کیا تو اس میں بھی ان منافقین کی ساز
کارفرما تھیں جو شجرِ اسلام کو پھلتا پھولتا نہ دیکھ سکتے تھے۔ دور کی بات نہیں حادثہ کربلا' واقعہ حرہ' اور انہدام خان
اور بعد کی اموی عباسی لڑائیوں میں کافر اور مشرک تو نہ تھے وہ سب مسلمان اور اہلِ قبلہ کہلاتے تھے کیا کربلا
میں ہندو نصرانی یا یہودی حملہ آور تھے؟ وہی تھے نا جو اپنے تئیں امیر المومنین سے کم درجے پر رہنا برداشت
کرتے تھے۔ اِدھر آیئے دیکھئے۔

جعفر از بنگال صادق از دکن
ننگ دیں ننگِ زماں ننگِ وطن

جعفر کس ملت سے تعلق رکھتا تھا؟ میر صادق کا کون سا مذہب تھا؟ اور مجاہد اسلام ٹیپو سلطان کا
مذہب تھا؟ جعفر اور صادق کا کردار ان پر ابدی پھٹکار کا موجب بنا اور سلطان ٹیپوؒ قوم سے ہمیشہ خراجِ تح
وصول کرتا رہے گا۔ قائداعظمؒ سر سید احمد خان اور حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ بھی ملاؤں کے فتوے کا
بنتے رہے۔ اختلاف عقیدہ پر مسلمانوں کا ہر فرقہ دوسرے پر خوبصورت فتوے صادر کرتا ہے۔ شک ہو تو م
کیجئے ''حسام الحرمین'' اور فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ کہ بالکل معمولی معمولی اختلاف پر تکفیر کے فتوے چسپاں کئے
علامہ مشرقی کا وہ فتویٰ بھی پڑھیے جو حضرت قائداعظمؒ پر لگایا تھا۔

علمائے سوء کی سزا

شب معراج سرکارِ ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ہیبت ناک منظر ملاحظہ فرمایا کہ آ
قینچیوں سے ایک قوم کی زبانیں اور ہونٹ کاٹے جا رہے ہیں اور پھر درست ہو جاتے ہیں اور یہ سلسلہ جاری
حضورؐ نے جبرائیلؑ سے فرمایا یہ کون ہیں؟ عرض کیا ھٰؤلاءِ خطباءُ الفتنۃِ مِنْ اُمّتِکَ یقُولُوْنَ مالا یَفْعلُو
''یہ حضور کی امت کے فتنہ باز خطیب ہیں جو وہ دوسروں کو کہتے ہیں اس پر خود عمل نہیں کرتے (کتب سیر

marfat.com

علمائے حق اور مبلغین اسلام کے مراتب و مدارج بہت بلند اور ارفع ہیں مگر جب تک خوفِ خدا اور سنت مصطفےٰ کی پیروی ہو۔ گاڑی جب پٹڑی سے اتر جائے تو پھر تباہی اور بربادی کا باعث ہوتا ہے۔ ہر مسافر کے لئے ایک نئی اور الگ مصیبت ہوتی ہے۔ ہر چیز اور ہر کام کے لئے میانہ روی اور اعتدال ہی بہتری کا ضامن ہوا کرتا ہے۔ دین میں جس قدر کمزوریاں واقع ہوتی ہیں ان کے پس منظر میں اختلاف علماء اور مزاجی فیصلوں کا ہاتھ کارفرما ہوتا ہے۔ حضورؐ کی مقدس صحبت میں بیٹھنے والے بعض افراد بھی خاندانِ نبوت پر سب وشتم کرنے کو اپنے دین کا جزو گردانتے تھے۔ قیامت صغریٰ واقعہ کربلا، حادثہ حرہ اور انہدام بیت المکرّم اموی حکمرانوں کے وہ مذموم کارنامے ہیں جو تاریخ اسلام کے افسوس ناک اور سیاہ ابواب ہیں۔ اگر بنظر انصاف دیکھا جائے آغاز زمانہ اسلام میں تبلیغ رسالت اور اشاعت دین کی بنیادی نصرت وحمایت ابو طالبؑ پر استوار ہوئی تھی۔ رسولؐ خدا کی پاسداری اور فاداری کا حق ادا کیا۔ کفار ومشرکین اچھی طرح جانتے تھے کہ جب تک خواجہ ابو طالبؑ اسلام کی حفاظت کے لئے آہنی حصار ہیں گے۔ ان کی کوئی سازش اور منصوبہ بار آور نہ ہو سکے گا۔ کفار کا یہ اندازِ فکر درست تھا۔ خواجہ ابو طالبؑ کی آنکھیں بند ہوتے ہی رسول اللہؐ پر مصیبتوں کے طوفان برپا ہوگئے۔ کفار کے لئے اسلام کی مخالفت آسان ہوگئی۔ سرِ عام مذموم حرکات اور انسانیت سوز سلوک کیئے جانے لگے حضور صلعم اذیتوں میں گھر گئے۔ صحابہ کرامؓ اپنی بے بسی اور مشکلات میں پریشان تھے۔ اس مصیبت کے عالم میں سرورِ کشورِ رسالت علیہ الصلوٰۃ و سلام کو محافظِ اسلام اور ناصرِ رسولؐ حضرت ابو طالبؑ کی جان نثاری اور قربانیاں یاد آتی ہیں۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوىٰ کی مقدس زبان ترجمانِ حق سے جو فقرہ ادا ہوتا ہے اس میں خوجہ ابو طالبؑ کا ایمان وایقان بھی مضمر ہے ورعشق وعرفان بھی، ارشاد ہوتا ہے ''يَا عَمِّ مَا اَسْرَعَ مَاوَجَدْتُ فَقْدَكَ۔'' ''اے چچا آپ کے کھو جانے کو یں کتنی جلدی میں محسوس کرنے لگا ہوں'' اس فقرے میں کتنے ارمان کتنی حسرتیں کتنی خواہشیں اور کتنی محسن یادیں پوشیدہ ہیں۔ اولوالعزم نبی اور رسول تو درکنار کوئی مومن بھی کسی غیر مسلم کو اتنے افسوس سے یاد کرتا نہ بھروسہ۔ یہاں چچا بھتیجا کا رشتہ نہ تھا بلکہ عاشقِ رسولؐ اور جانباز اسلام کی عقیدت تھی۔ محبّ اور محبوب کا معاملہ تھا۔ خواجہ ابو طالبؑ منوں مٹی تلے آسودہ خاک ہیں مگر حبیب کردگار یوں مخاطب ہیں گویا سننے والا سامنے ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ خواجہ کونین کی یہ دردبھری پکار ناصرِ رسولؐ نے ضرور سنی ہوگی مگر قانون قدرت کو تسلیم کئے بغیر عبد اور معبود کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔ کتنی حسرت آمیز اور غم واندوہ سے بھری ہوں گی وہ گھڑیاں جن میں محبوبِ خدا کے قلب حزیں سے انگڑائی لے کر یہ آواز زیر لب مقدس آئی ہوگی اور سات آسمانوں کو چیرتی ہوئی بارگاہ احدیت میں باریاب ہوئی ہوگی کیوں کہ فَتَرْضَىٰ کا عہد پختہ اور الٰہی انعام ہے۔ جو محبوبِ خدا کے لئے مخصوص ہے۔

marfat.com

کامل الایمان مومن

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِنَّ مِنْ اَکْمَلِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَاناً اَحْسَنَھُمْ خُلُقاً وَّ اَلْطَفُ
بِاَھْلِہٖ۔ (ترمذی) روایت ہے حضرت عائشہؓ سے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کامل تر مومنین میں ایمان کی رو سے ا
خلق والا ہے۔ اور اپنے اہل سے نرمی کرنے والا ہے۔

قارئین کرام! حدیث مذکورہ بالا کا ظاہر واضح کرتا ہے اس کو اخلاق حمیدہ کا مالک اور اپنے اہل و
سے بہتر سلوک کرنے والا آدمی صاحبِ ایمان ہی نہیں بلکہ اس کا ایمان کامل ہے۔ اب ہم اس حدیث کی
میں دیکھتے ہیں کہ خواجہ ابو طالبؑ کا خلق کیا تھا۔ نیز آپؑ اپنے اہل و عیال کے ساتھ کیسا سلوک کرتے تھے
اس کے بارے میں ہم یہی عرض کریں گے کہ

ع۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب

کوئی ہے مثال خواجہ ابو طالبؑ کے اخلاق حمیدہ کی؟ جس کنبہ میں حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ وا
موجود ہوں اس کی اعلیٰ تربیت کی تمام تر ذمہ داریاں حضرت ابو طالبؑ کے کندھوں پر تھیں۔ چشم فلک نے
محسن بلند اخلاق اور صاحبِ شرف و برکت انسان نہ دیکھا ہوگا جس کی آغوش تربیت میں حضورؐ ہوں اس
اخلاق کتنا بلند ہوگا۔ اپنے اہلِ خانہ اور قوم برادری کے ساتھ اس کا برتاؤ کتنا پاکیزہ اور نافع کل ہوگا۔ اس ک
کرداری اور حسن معاملگی کتنی بے مثال ہوگی اس کا خاندان اور آباؤ اجداد کتنے بلند مراتب ہوں گے جس
اور جس کے گھر کو خالق کائنات نے اپنی پناہ فرمایا یہ کسی داستان کو کا بیان نہیں۔ کسی افسانہ نویس اور ناول
نظریہ نہیں کسی شاعر اور ادیب کی طبع آزمائی نہیں یہ کسی ماہر لسانیات کی چرب زبانی نہیں اور نہ ہی کسی سائنس
اور مہندس کی تخلیق ہے بلکہ اس قادرِ مطلق کا فرمان ہے جس کے قبضۂ قدرت میں کائنات کا نظام ہے اسی پا
ذات والا صفات نے سورہ والضحیٰ میں فرمایا کہ ہم نے آپ کو یتیم پایا تو اپنی پناہ میں لے لیا۔ یہ ہے
ابو طالبؑ بن عبدالمطلب۔

ع۔ شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

دوستی کا اثر

عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلرَّجُلُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَا
(ترمذی) روایت ہے ابو ہریرہؓ سے فرمایا رسول اللہؐ نے آدمی اپنے دوست کے دین پر ہے۔ اسے چاہیے کہ
رکھے کہ کس سے دوستی ہے"
یعنی دیندار سے دوستی رکھے نہ کہ بے دین سے۔ قارئین کرام! ہم بار بار عرض کرتے ہیں کہ رسو

marfat.com

کی نصرت وحمایت کے لئے ایماندار ہونا فیصلہ خداوندی ہے۔اب رہی بات دوستی اور رفاقت کی تو قرآن حکیم میں صراحت موجود ہے کہ مسلمان کفار ومشرکین سے دوستی نہ رکھیں چاہے ان کے قریب ترین رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔زیب عنوان حدیث شریف میں فرمان رسالت ہے مومن کی دوستی صرف مومن ہی سے ہوسکتی ہے۔ہم خدا اور اس کے مقربِ و معظم رسول اللہؐ کی مدد کا سہارا لے کر چیلنج کرتے ہیں مورخین عالم کو، دانشوروں کو، علماء و فقہا، کو بلکہ دوست دشمن کو کہ کیا خواجہ ابو طالبؑ و صاحب قاب قوسین، رحمۃ للعلمین کی لازوال دوستی تھی یا نہ تھی کب سے تھی؟ کب تک رہی؟ کیسی رہی؟ کیا اس دوستی کے پس منظر یا پیش منظر میں محض دوستی مقصود تھی یا کوئی اور مقصد مضمر تھا؟ یادر کھو زمانہ اس بات کا شاہد ہے ہم پھر پوچھتے ہیں کہ ان دو مقدس ہستیوں کے درمیان دوستی کا کیا معیار تھا۔یادرہے کہ اس سے برتر دوستی کی کوئی مثال نہیں۔روز ازل سے تا صبح قیامت اس دوستی کے عدم استحکام پر کوئی بھی متنفس انگشت نمائی نہیں کرسکتا۔حتی کہ جو بدقسمت عدم ایمان کے بھی قائل ہیں اس مقدس رفاقت معاونت اور نصرت وحمایت کے وہ بھی معترف ہیں اور ثنا خواں ہیں، یادرہے حضورؐ اور سردار مکہ کی رفاقت و یگانگت معاونت اور مصاحبت مشیت الٰہی کا نتیجہ تھا۔اس میں کسی مشاورت اور رائے شماری کا دخل نہ تھا دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عبد المطلبؑ نے اپنے بیٹوں سے گفت وشنید کی تو اپنے لختِ جگر اور قرۃ العین سے مخاطب ہوئے کہ میرے بیٹے آپؐ اپنے چچاؤں میں سے کس کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں؟ تو جواب ارشاد کئے بغیر آپؐ اٹھ کر اپنے شفیق چچا حضرت ابو طالبؑ کے قریب تشریف فرما ہو گئے یہ فیصلہ مرضی الٰہی کے عین مطابق تھا۔کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے حبیبؐ کی خوشنودی مطلوب تھی۔

دو عالم رضا چاہتے ہیں خدا کی
خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

قارئین کرام! اب دو باتوں میں سے ایک کو تسلیم کرنا پڑے گا پہلی بات یہ ہے حضورؐ مومنِ ازلی و ابدی ہی نہیں مومن گر اور ہادی بھی ہیں جبکہ خواجہ ابو طالبؑ مومن، صحابی اور عمر بھر کے محافظ رسالت۔نتیجہ یہ نکلا کہ پیغمبرِ اسلام اور محافظِ اسلام کی رفاقت میں وہ لازوال طاقت اور عزم وہمت تھی کہ کفار ومشرکین کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ابو طالبؑ مومن ہی تھے۔جبھی تو ہادیٔ اسلام کی نصرت وحمایت میں اپنی زندگی تمام کردی۔

دوسری بات لکھنے سے پہلے ہم بارگاہ خداوندی میں معافی کی درخواست عرض کرتے ہوئے اس کی پناہ بھی چاہتے ہیں کیوں کہ بامر مجبوری بطور تمثیل چند کلمات نقل کرنا مقصود ہے' اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی پناہ میں رکھے آمین۔دوسری بات یہ ہے کہ سلطان الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام خود تو غیر مسلم سے مدد لیتے رہے اور امت کو فیصلہ دیا کہ خبردار کسی بے دین کو دوست نہ بنانا۔اب ماننا پڑے گا کہ نبی کا خدمت گار دوست اور ہمراز تو کوئی مومن صادق ہی ہوسکتا ہے۔کیوں کہ نبی کے لئے مشرک کی نصرت وحمایت حرام ہے۔

marfat.com

کسی عارف نے کہا ہے۔

ہمہ انبیاء در پناہ تو اند	مقیم دربار گاہ تو اند

یارسول اللہ تمام انبیاء آپ ہی کی پناہ میں مقیم ہیں

سبحان اللہ اللہ تعالیٰ نے کاشانۂ ابوطالبؑ کو اپنی پناہ اور آغوش رافت قرار فرمایا ہے۔ شانِ ابوطالب
آئی سمجھ میں۔

یہ امت روایات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

عَنْ اَنَسٍ اِنَّہٗ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ فَقَالَ مَتٰی قِیَامُ السَّاعَۃِ فَقَامَ النَّبِیُّ
الصَّلٰوۃِ فلما قَضٰی صَلٰوتَہٗ قَالَ اَیْنَ السائلُ۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی دربارِ رسا
نیں حاضر ہوا اور سوال عرض کیا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔ حضورؐ اٹھے نماز پڑھی فرمایا سائل کہاں ہے؟ ا
تشریح آگے آئے گی انشاء اللہ۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَلَ
اکْتَسَبَ۔ **روایت ہے** انسؓ بن مالک سے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جسے دوست ر
قیامت کے دن اور اس کو اجر ملے گا جو عمل کرے۔

قارئین کرام! عبارت مندرجہ بالا ترمذی مترجم سے نقل کی گئی ہے۔ اُردو قدیم طرز پر ہے۔
مطلب یہ کہ دنیا میں جو آدمی جس کے ساتھ دوستی رکھے گا قیامت کے دن بھی اسی کے ساتھ ہوگا۔ قائد المر
کا ارشاد ہی نہیں اٹل فیصلہ ہے کہ جو آدمی دنیا میں جس سے محبت کرے گا قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا۔
لئے کہ محب اور محبوب کے خیالات و جذبات یکساں ہوتے ہیں۔ محبِ صادق کا ہر عمل محبوب کی خوشنودی کا
ہوتا ہے۔ **اشتراکِ عمل** کا تقاضا ہے کہ اخروی دنیا میں بھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں۔ یہ اصول تو ہر خا
عام کے لئے ہے کہ ہر دوست کا حشر اپنے دوست کے ساتھ ہوگا۔ اب رہی یہ بات کہ حضورؐ کی محبت اور دو
انجام کیا ہوگا تو اس امر پر قرآن و حدیث کی پختہ شہادتیں موجود ہیں۔ قیامت کے ہولناک دن کا فرشور مچ
ہوئے کہے گا کاش کہ میری دوستی غیر سے نہ ہوتی۔ یہ نص قطعی سے ثابت ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ
سے طویل ترین صحبت اور خدمت گاری کس کو نصیب ہوئی۔ سابق الایمان صحابہ کرامؓ جو بوقت وصال شریف
حیات موجود تھے۔ ان کی صحبت کا زمانہ تئیس 23 سال سے زیادہ نہیں بنتا اور ان کے مراتب و مدارج ورئی ما
ہیں۔ جبکہ حضرت ابوطالبؑ کی کفالت اور صحبتِ مقدس کی مجموعی مدت پورے بیالیس سال بنتی ہے۔ اللہ
کہاں ایسے نصیب کسی کو نصیب ہوتے ہیں؟ افسوس کہ اتنی طویل دوستی' رفاقت' اور نصرت و حمایت کا صلہ
نے صحاح کے بغیر کچھ نہ دیا۔ اور امت ابوطالبؑ کو دیتی بھی کیا۔ جبکہ حضرت علی علیہ السلام ابن طالبؑ کو ایک

marfat.com

تک بہت کچھ دے چکی تھی مگر ۱۳۲ ہجری میں وہ اپنی ہی سلگائی ہوئی آگ میں جھلس گئے ان کے جانشین عباسیوں نے اپنے پیشرو خاندان بنی امیہ کی طرح سب وشتم تو نہ کیا مگر تلوار اور زہر خورانی کا عمل گیارہویں امام کی شہادت تک پورے اہتمام سے جاری رہا۔

حضرت ابو طالبؑ رسول اکرمؐ کے جانی دوست کفیل، خدمت گار، محافظ، حامی، جانباز اور عاشقِ صادق سابق الایمان۔ قرآن سے پوچھو ان کا مقام کیا ہے؟ رسول اللہؐ کے حضور عرض کرو ان کے مراتب کیا ہیں؟ صحابہؓ باوقار سے دریافت کرو وہ کیسے شجاع تھے؟ اور انہیں کفار و مشرکین سے پوچھو تمہارے منصوبے کہاں گئے؟ بارگاہ رسالت میں عرض کرو حضرت ابو طالبؑ کے بعد آپؐ پر کیا گذری؟ فرمانِ رسالت ہی پڑھ سن لیا ہوتا، جب تک ابو طالبؑ زندہ رہے مجھے کوئی خطرہ نہ تھا۔ خدا کا خوف، عقل کی رہنمائی، دین کی حقانیت حقائق پر نظر ہو تو ابو طالبؑ مومن نظر آتے ہیں عاشق صحابی دکھائی دیتے ہیں محافظِ اسلام و رسولؐ کے ناصر و مددگار ہی لگتے ہیں۔ حضرت ابو طالبؑ رسولِ خدا کے دوست ہیں دنیوی زندگی حضوری اور خیر خواہی میں گذاری۔ آخرت میں ساتھ ہوں گے ان کے ایمان پر نکتہ چینی نہ کریں کہیں اپنے ایمان کا بیڑہ غرق نہ ہو جائے اس لئے کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّہٗ۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا
محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

عَنْ اَنَسٍ اَنَّہٗ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ فَقَالَ مَتٰی قِیَامُ السَّاعَۃِ فَقَامَ النَّبِیُّ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَلَمَّا قَضٰی صَلٰوتَہٗ قَالَ اَیْنَ السَّائِلُ عَنْ قِیَامِ السَّاعَۃِ فَقَامَ الرَّجُلُ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَعْدَدْتَ لَھَا قَالَ مَا اَعْدَدْتُ لَھَا کَبِیْرَ صَلٰوۃٍ وَلَا صَوْمٍ اِلَّا اِنِّیْ اُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ وَاَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ ۔ فَمَا رَاَیْتُ فَرِحَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدَ الْاِسْلَامِ فَرِحَھُمْ بِھَا ۔ (ترمذی) ''روایت ہے انسؓ سے کہ آیا ایک مرد رسولِ خدا کے پاس عرض کیا یا رسول خدا کب قائم ہونا ہے قیامت کا؟ سو کھڑے ہوگئے رسولِ خدا نماز کی طرف پھر جب تمام فرما چکے اپنی نماز فرمایا آپ نے کہاں ہے وہ سائل جو قیام ساعت کا وقت پوچھتا تھا سو عرض کی اس نے کہ میں ہوں یا رسول اللہؐ۔ فرمایا آپ نے، کیا کیا تو نے قیامت کے لئے؟ عرض کی اس نے یا رسول اللہؐ نہیں کی میں نے اس کے لئے بڑی بڑی نمازیں نہ بہت روزے مگر اتنا ہی کہ میں دوست رکھتا ہوں اللہ کو اور اس کے رسول کو۔ فرمایا رسول اللہؐ نے آدمی اسی کے ساتھ ہوگا یعنی قیامت میں جسے دوست رکھتا ہے۔ راوی کہتا ہے نہ دیکھا میں نے مسلمانوں کو خوش ہوئے ہوں بعد اسلام کے اتنا کہ جتنا خوش ہوئے اس حدیث سے (ترمذی مترجم ص ۵۵-۲)

marfat.com

ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ خلاصہ مطلب یہ کہ کسی صحابی نے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر قیامت کے بارے میں عرض کیا آپؐ نے فرمایا تو نے قیامت کے لئے کیا عمل کیا ہے جواباً سائل نے عرض کیا رسول اللہؐ مجھے اپنے کسی عمل پر بھروسہ نہیں البتہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو جس سے محبت رکھتا ہے قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا اور تو بھی اس کے ساتھ ہوگا جس سے تجھے محبت ہے۔

قارئین کرام! روایت کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے کیوں کہ حضرت انس انصارِ مدینہ سے تھے اور کم عمر تھے۔ گذشتہ حدیث شریف میں ہم نے اچھی خاصی تشریح ہدیہ قارئین کرام کی ہے مرکزی خیال کے اعتبار سے دونوں حدیثوں کا منطقی نتیجہ ایک ہی ہے البتہ زیرِ نظر حدیث میں یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ کتنے ہی اعمال صالحہ ہوں اگر عشق و محبتِ رسولؐ نہیں تو سب اکارت۔ صحابی نے صاف صاف عرض کر دیا کہ نجات کے لئے نماز روزہ کی کوئی ضمانت نہیں۔ اگر کوئی چیز نفع بخش ہو سکتی ہے تو وہ محبت و اتباعِ رسول ہے اتباعِ رسولؐ پہلی ضمانت ہے نجات کی، محبت ہوگی تو فرمانبرداری بھی ہوگی۔ معلوم اور ثابت ہوا کہ نجات کا دار و مدار محبتِ رسول پر ہے نہ کہ اعمال پر۔ ملاں سمجھ آئی؟؟؟؟؟

خدا کو ماننے والا مسلمان ہو نہیں سکتا
بجز حبِ محمدؐ کامل ایمان ہو نہیں سکتا

اب ذرا موازنہ کیجئے ایک صحابی کی چند روزہ محبت کا اجر تو معیتِ رسولؐ ہے مگر پوری زندگی والہانہ محبت اور نصرت و حمایت میں گذارنے والے خواجہ ابو طالبؓ کا مرتبہ و مقام کتنا اعلیٰ و ارفع ہوگا۔ اس راز کا علم خدا و رسولؐ اور خواجہ ابو طالبؓ ہی کو ہوگا۔ سلام ہو محبوب اور محب پر الیٰ یوم النشور۔ ان احادیث سے یہ نتیجہ برآمد ہوا ہے کہ اللہ جل شانہ اور صاحب قاب قوسینؐ کی خالص محبت و اتباع ہی ذریعہ نجات ہے۔ جبکہ حضور کی ذات ابو طالبؓ کو پوری دنیا سے بڑھ کر یہ نعمت برکت اور معیت و صحبت نصیب ہوئی۔ سبحان اللہ سنگِ اسود کے بوسے نصیب کہاں کہ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی کے دن رات بوسے لینا خواجہ ابو طالبؓ کے مقدر میں تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست	تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

"عَنْ صَفْوَانَ بْنِ عَسَّالٍ قَالَ جَآءَ اَعْرَابِیٌّ" جَهْوَرِیُّ الصَّوْتِ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ الرَّجُلُ یُحِبُّ الْقَوْمَ وَلَمَّا یَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ (ترمذی) روایت ہے صفوان بن عسال سے کہ آیا ایک اعرابی بلند آواز اور عرض کی اس نے کہ یا محمدؐ آدمی دوست رکھتا ہے ایک قوم کو اور نہیں ملا ان سے یعنی عمل میں ان کے یا وہ زمانے کے اعتبار سے قدیم ہیں۔ فرمایا رسول اللہؐ نے آدمی قیامت کے دن اس کے ساتھ ہوگا جس سے دنیا میں اس کی دوستی ہے"

marfat.com

امام ترمذی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے تمام طریق سے۔قارئین کرام! اس حدیث کے اسرار و رموز کو آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔دیہاتی آتا ہے ادب و احترام کا لحاظ کیئے بغیر اونچی آواز سے آپ کا اسم گرامی لے کر مخاطب ہوتے ہوئے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے عرض کرتا ہے کہ ہم نے دین قبول کیا مگر مسلمان قوم اکابرین کے مراتب تو ہمیں حاصل نہیں۔اگر چہ اس کا انداز تکلم سادہ اور بے تکلفی پر مبنی تھا مگر قربان اس کی قسمت پر کہ عشق ومحبت کے رنگ میں رنگا ہوا تھا۔محسن انسانیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کامیابی کا دارومدار عشق رسولؐ پر ہے اعمال پر نہیں۔اس مضمون پر مشتمل احادیث کا خلاصہ اور مرادی مفہوم یہی ہے کہ مسلمان کی کامیابی کا تمام تر دارومدار عشق رسولؐ پر ہے اگر محبِ رسولؐ نہیں تو کوئی ریاضت وعبادت کام نہیں آئے گی۔حضرت ابوطالبؑ کے پاس اور کچھ تھا یا نہیں مگر محبوبِ خدا کے عشق ومحبت اور نصرت وحمایت کا لازوال حصہ انہیں نصیب ہو چکا تھا۔وہ ساری زندگی بارگاہِ رسالت میں حاضر رہے۔اور آخرت میں بھی بامراد ہیں۔
افسوس صد افسوس کہ سگ اصحابِ کہف نے نہ کوئی عبادت کی نہ وہ انسان یا جن تھا کہ اس پر عبادت فرض ہوتی اور نہ اسے اس امر ہی کا شعور تھا کہ اس کا مالک ان جوانوں کے ساتھ کہاں اور کیوں جا رہا ہے مگر صرف مالک کی وفاداری اسے جنت میں لے گئی۔اور قرآن حکیم میں ہے ''اور ان کا کتا غار کے دہانے پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہے کلبھم ان کا کتا ذرا نسبت دیکھو کاش کہ علمائے اسلام اختلافِ روایات کا شکار نہ ہوتے تو دین کو اتنا نقصان نہ پہنچتا۔حضرت آدمؑ سے لے کر حضور اکرمؐ تک تمام انبیاء علیہم السلام کا دین ایک ہی یعنی توحید ورسالت کا اقرار واتباع رسول رہا۔بنیادی اور حقیقی دین یہی ہے۔معاملات کے احکام بتقاضائے ضرورت بدلتے رہتے ہیں۔
مگر علمائے سوء نے دین کی ہر بات پر اپنے ذاتی اور مادی مفادات کو مقدم کر دیا۔فقہ اسلامی شخصی رائے میں تبدیل کر دی۔ستم بالائے ستم یہ کہ ایک دوسرے کو (معاذ اللہ) کافر کہا جانے لگا۔دوسرے فرقے کی مسجد میں نماز نہیں پڑھتے۔ایک دین ایک شریعت اور بیسیوں فرقے اگر سچ بولنا جرم ہے نہ غیبت، تو ہمیں کہنے دو کہ دین تباہ کیا علماء نے اور قوم تباہ کی سیاسی لیڈروں نے۔اسلام میں الیکشن کا کوئی تصور نہیں خدا اور رسولؐ نے مشاورت کا اصول دیا ہے۔جو لیڈر (رہنما) رشوتیں دے کر آگے آتے ہیں وہی رشوتیں بھی وصول کرتے ہیں۔قلندر پاکستان نے کیا خوب تعارف کروایا ہے۔

الیکشن ممبری کونسل وزارت
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
میاں نجار بھی چھیلے گئے ساتھ
بڑے ہی تیز ہیں یورپ کے رندے

marfat.com

بدیع الزمان کا بیان

حدیث بالا کی تشریح کرتے ہوئے ترمذی کے مترجم علامہ بدیع الزمان لکھتے ہیں: مترجم قولہٗ
آپ نے کیا تیار کیا آہ یعنی سوال کرنا قیامت کے وقت سے دلالت کرتا ہے کہ تو نے بہت کچھ عبادت اور
طاعت تیار کی ہے اس کے اجور (ثواب) ملنے کے لئے قیامت میں جلدی کرتا ہے۔ اور یہ سوال حضرت کا
حکمت اور غایت فطانیت اور نہایت ذکاوت پر دال ہے پھر اس نے عاجزانہ جواب دیا کہ سوائے محبت الٰہی
الفت رسولؐ الٰہی کے جیبِ عمل خالی ہے۔ نہ کثرت صلوٰات ساتھ ہے نہ وفور صیام۔ آپؐ نے فرمایا تو ملحق
اپنی محبوب قوم سے۔ گویا اشارہ فرمایا اس آیۂ مبارکہ کی طرف فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَ
تَارَفِيْقًا۔ یعنی اطاعت کرنے والے اللہ اور رسول کی، ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام
صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین سے اور نیک ہے ان کا رفیق۔ انتہی۔

ایسا ہی ذکر کیا طیبی نے اور مجمع میں ہے کہ معیت اس بات کی متقاضی نہیں کہ درجات میں مسا
ہو۔ انتہی اور شرح مسلم میں بھی کہا ہے کہ محب قوم' جو اس قوم کے ساتھ ہو گا اس کے لئے یہ ضروری نہیں ک
مرتبہ اور اجر اس قوم کی مانند ہو من جمع الوجوہ یعنی ہر لحاظ سے۔ واللہ اعلم۔ فقیر (بدیع الزمان) کہتا ہے جیس
بادشاہ کے قافلے میں ہواس کو کہہ سکتے ہیں کہ بادشاہ کے ساتھ ہے یہ ضروری نہیں کہ وہ بھی بادشاہ ہو۔ مگر یہ
پھر بھی فضیلت سے خالی نہیں۔ بدیع الزمان کا بیان ختم ہوا۔ (ترمذی مترجم اُردو۔ ص ۵۶۔ ۲)۔

مترجم کے مندرجہ بالا بیان سے ایک تو یہ نکتہ سامنے آیا کہ اللہ اور رسول اللہؐ سے محبت رکھنے وا
وصدیقین' شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوں گے۔'' دوسری بات یہ ہے کہ محب اور محبوب کے مراتب و درج
مساوی ہونا ضروری نہیں۔ تیسری بات بادشاہ کی معیت اور قرب کی فضیلت۔ جہاں تک اللہ اور رسول
اور اس کی معیت کا تعلق ہے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور ارضی و سماوی مخلوق میں حضورؐ ک
بھی کوئی ثانی نہیں۔ رہی بادشاہ کی مثال تو یہاں نیک و بد کی تمیز نہیں ہوتی بلکہ بادشاہ کی پسند و ناپسند پر دا
ہو گا۔ حضرت ابو طالبؑ محبّ اللہ و محبّ الرسولؐ ہیں ساری زندگی رسول اللہؐ سے والہانہ محبت رہی دور
حضوری میں عقیدت و احترام سے خدمت گذاری کی دشمنوں سے مقابلہ کیا دین کی اشاعت میں نمایاں ک
کیا۔ ایسی بے مثال محبت کرنے والا دنیا و آخرت میں حضورؐ کا ساتھی نہ ہو تو حضورؐ کے ارشادات کی نفی ہو گی
جہاں رسول اللہؐ وہاں عمِ رسول علیہما السلام۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

عَنِ نَوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّ
اَلْبِرِّ وَالْاِثْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِيْ نَ
وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ النَّاسُ عَلَيْهِ۔ (ترمذی اُردو۔ ص ۵۷۔ ۲) ''نواس بن سمعان سے روایت ہے کہ ایک

marfat.com

نے حضورؐ سے نیکی اور بدی کی حقیقت دریافت عرض کی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا نیکی حسنِ خلق ہے اور برائی وہ ہے کہ تیرے دل میں اس کی چبھن محسوس ہو جب لوگ اس سے باخبر ہوں۔

ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ قارئین کرام! اس حدیث سے ثابت ہے کہ سائل نے مطلق نیکی اور بدی کی پہچان کے بارے میں بارگاہِ رسالت میں عرض کیا تو حضور رحمۃ للعٰلمینؐ نے فرمایا اچھا اخلاق نیکی ہے اور جس فعل کو ضمیر پسند نہ کرے وہ گناہ ہے۔ اس حدیث کی رہنمائی میں دیکھا جائے تو خواجہ ابو طالبؑ کے تمام فعال اخلاق حمیدہ کا مجموعہ تھے اور آپ کا کوئی فعل ایسا نہ تھا جو قابلِ نفرت ہو۔ رہا ایمان تو نصرت رسولؐ کے لئے ایمان شرطِ اول ہے۔ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رسول اللّٰہ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَزَّوَجَلَّ الْمُتَحَابُّوْنَ فِىْ جَلَالِىْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَآءُ۔ (ترمذی)

"حضرت معاذؓ ابن جبل سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے حضورِ اکرمؐ سے سنا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری بزرگی کے لئے جو آپس میں محبت کرتے ہیں ان کے لئے منبر ہیں نور کے بنے ہوئے ان پر انبیاء اور شہید رشک کرتے ہیں" ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے۔

قارئین کرام! اس حدیث شریف نے تو دریائے حیرت میں ڈال دیا ہے کیوں کہ ہر لحاظ سے انبیاء علیہم السلام اور شہدائے کرام کے مدارج و مراتب تمام صالحین سے بلند ہیں۔ حدیث شریف میں ارشادِ الٰہی کا حوالہ ہے لہٰذا اس پر یقین کرنا بھی تقاضائے ایمان ہے۔ یہ بلند شان ان بندگانِ خدا کی ہے جو اپنے درمیان حق سبحانہٗ تعالیٰ کی جلالت و عظمت کے لئے آپس میں باہمی دوستی یگانگت رکھتے ہیں کیا شاندار اصول ہے۔ غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اب اس حدیث کی رہنمائی کی مدد سے یہ دیکھنا ہے کہ بندگانِ مقبول بارگاہِ ایزدی دو بلند ترین ہستیاں ہیں ایک ہستی وہ کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر، دوسری ہستی وہ جس نے اپنی ساری زندگی عشق رسول اللہؐ میں گذار دی یعنی خواجہ ابو طالبؑ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ حدیث میں ذکر ہے کہ خدا کے نیک بندوں کی باہمی محبت کا مگر یہاں تو شان ہی کچھ اور ہے محبّ ہیں محافظ رسالت اور محبوب ہیں سید الانبیاء والمرسلینؐ اور محبت ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اس محبت کے اجر اور نتیجے کا اندازہ کون لگائے گا؟

ع۔ یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

"قارئین کرام! یہ ہے شان ابو طالبؑ کی جو محبانِ رسول کے سرخیل ہیں۔ عاشقانِ مصطفٰے کے امیر کارواں اور جانبازوں کے سردار ہیں ایسا فدا کار، جان نثار، غمگسار، جانباز، خیر اندیش اور حامی و ناصر حواری اور جان فروش ساتھی کسی نبی کو نصیب نہ ہوا ہوگا جس نے تن تنہا کفار و مشرکین کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے۔ کون ہے جو کردارِ ابی طالبؑ کا حامل ہو سکتا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ تھے اور ہیں۔ سبز منبروں کے پہلے حقدار

marfat.com

خواجہ بطحا حضرت ابوطالبؑ بن عبدالمطلب علیہما السلام ہیں۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُصَاحِبْ مُؤْمِنًا وَلَا یَاْکُلُ طَعَامَکَ اِلَّا تَقِیٌّ" ۔ (ترمذی) روایت ہے ابی سعیدؓ سے انہوں نے سنا جناب رسول ا سے کہ فرماتے تھے مت صحبت میں رہ مگر مومن کی اور نہ کھاوے کھانا تیرا مگر متقی۔

خلاصہ یہ ہے کہ مومن کے بغیر کسی کی صحبت اختیار نہ کرنا اور صرف متقی کو کھانا کھلا۔ قارئین کرام! کسی تمہید کے ہم عرض کرتے ہیں کہ اس حدیث شریف میں سرکار ابد قرارؐ نے دو باتوں کی تاکید فرمائی ہے۔ ا یہ کہ مومن صرف مومن کی صحبت اختیار کرے۔ دوسرے یہ کہ مومن صرف متقی کی ضیافت کرے اور چھوڑ امر پر عقل و دانش فہم و ادراک اور دین وحکمت کے اصولوں کی روشنی میں غور کیجئے کہ حضور ہادیٔ کونین مومن تمام انبیاء علیہم السلام کے امام ہیں۔ خطبات جمعہ وعیدین میں اکثر خطیب حضرات حضرت علی علیہ السلام کرم اللہ کے نام نامی اسم گرامی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اِمَامُ الْمَشَارِقُ وَالْمَغَارِبُ ۔ تو حضور سلطان الانبیاء امام الا والآخرین کی شان امامت کیا ہوگی۔ یہ حقیقت نہ کسی تقریر وتحریر کے احاطے میں آسکتی ہے اور نہ کسی ذہن و میں سما سکتی ہے۔ خواجہ بطحا حضرت ابوطالبؑ نے ساری زندگی حضور اکرمؐ کی صحبتِ مقدسہ میں صرف کی او دوسرے فرد یا جماعت کی صحبت کا کبھی موقع ملا نہ خیال پیدا ہوا۔ خیال کیسے پیدا ہوتا کہ خداوند کریم کی نعمت آپ کے دامن اور آغوش میں تھی۔ آفتاب ہدایت کی ضوفشانیوں سے ایسے وابستہ ہوئے کہ دنیا کی بڑی بڑی طاقت اور اذیت الگ نہ کر سکی۔ اس لئے کہ خواجہ بطحا کا غیر متزلزل عزم بطحا کے پہاڑوں سے پختہ آ رحم دلی ابر نیساں سے بڑھ کر زندگی بخش آپ کی سخاوت بحرِ محیط آپ کا صبر وتحمل بے مثال آپ کا حسنِ تدبر نظیر آپ کی وفاداری بادِ بہاری آپ کا ایثار لازوال آپ کا حسنِ اخلاق بلند و بالا تھا۔

حضورؐ سے وابستگی

اگرچہ ابوطالبؑ نورِ خدا کی ولادت باسعادت ہی کے وقت سے عشق رسول اللہ سے وافر طور پر بہ ہو چکے تھے لیکن رئیسِ مکہ حضرت عبدالمطلب کے وصال کے بعد مکمل طور پر انتظام مکہ وکفالت وتربیت محبو آپ ہی کی ذمہ داری تھی اس ذمہ داری کو جس طرح آپ نے پورا کیا اس کی کوئی نظیر ہے نہ مثال۔ جہاں کے وقت حضورؐ کا بستر مبارک بچھایا جاتا آپ کو سلایا جاتا کچھ وقت گذرنے پر اپنے نور چشم ابن اخی کو وہا اٹھا کر دوسری جگہ سلا دیا جاتا اور وہاں پر اپنے کسی بھائی بھتیجے یا اپنے بیٹے کو سلا دیا جاتا تا کہ کسی بھی خطرے کا نہ بنیں اپنے ساتھ سلانا اپنے ساتھ کھلانا جس طرف جانا ساتھ لے جانا لہٰذا شب و روز کی نشست و برخا حرکات وسکنات اور سفر وحضر میں مچھلی اور پانی کی طرح معیت اور رفاقت رہی مودۃ یہی ہے۔

marfat.com

عزم مصمم

شروع ہی سے آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسا ساتھ نبھانا اختیار کیا کہ وقت کا کوئی طوفان اور کوئی آندھی آپ کے راستے کی رکاوٹ نہیں بن سکی کفار و مشرکین نے منتیں بھی کیں دھمکیاں بھی دیں طمع اور لالچ بھی دی مگر خواجہ ابو طالبؑ کے عزم صمیم میں بال بھر فرق نہ آیا۔ سوشل بائیکاٹ کیا شہر بدر کئے تین سال گھاٹی میں صبر آزما قید کاٹی مگر پائے استقلال میں کوئی لغزش نہ آئی۔ یہ تمام برکتیں اور کرامتیں تھیں اس نورِ مجسم کے مبارک قدموں کی جو صاحب قاب قوسین اور صاحب لولاک ہیں صلو علیہ و آلہ۔

عزم صمیم ہو تو نظر آئے کوہ کاہ
راسخ نہ ہو خیال تو تنکا پہاڑ ہے

رحم و کرم

رحم و کرم اور سخاوت ازل سے اس خاندان کا طرہ امتیاز تھا مکہ میں شدید قحط پڑا سردارِ مکہ حضرت ہاشم نے شام سے غلہ منگوایا اُونٹ ذبح کئے اور پورے شہر مکہ کے باشندوں کو شوربے میں روٹیاں ملا کر دیں اور ہاشم لقب پایا۔ حضرت عبدالمطلبؑ نے اپنے لختِ جگر اور نورِ نظر فرزند کے فدیے میں ایک سو اونٹ ذبح کئے نہ صرف مکہ شہر کے باشندوں نے کئی دن ضیافت کھائی بلکہ حیوانات اور پرندوں نے بھی لنگر ہاشمی سے اپنے شکم کو سیر کیا۔ دنیا نے ایسے سخی اور ایسے دستر خوان نہ دیکھے ہوں گے آخر یہی ہستیاں ذریتِ خلیل تھیں نا جب حضرت سیدہ آمنہ صلوات اللہ علیہا السلام کی گود نور میں نورِ خدا کا ظہور ہوا تو پوری کائنات ارضی و سماوی نے میلادِ مقدس کی خوشیاں منائیں سب سے بڑھ کر خوشی تو خاندانِ عبدالمطلبؑ کو حاصل ہوئی کیوں نہ ہوتی باعثِ تخلیق کائنات اور معلم اور مقصودِ کائنات آج خاتونِ اول و خاتونِ دنیا و آخرت حضور سیدہ آمنہ صلوات اللہ علیہا السلام کی آغوشِ رحمت درافت میں جلوہ فگن سب کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن چکے تھے۔ حضورؐ کے جدِ امجد نے اپنے خلیفہ اور جانشین فرزند حضرت خواجہ ابو طالبؑ کو حکم دیا کہ اُونٹ بکریاں وغیرہ ذبح کر کے تین دن تک اہلِ مکہ مشرفہ کی ضیافت کرو اور مکہ مکرمہ کی تمام پہاڑیوں پر گوشت کھانا ڈالو تا کہ انسانوں کے ساتھ وحوش و طیور بھی میلادِ مصطفیٰ کے لنگر سے مستفید ہوں۔ حضرت ابو طالبؑ نے حسب الحکم و ہدایت تعمیل کی۔ مذکورہ بالا دونوں ضیافتیں اپنی نوعیت کے اعتبار سے انوکھی اور عجیب و غریب تھیں اس سے پہلے اور بعد دیکھنے میں نہ آئیں۔

مفہوم صبر :

صبر کے یہ معنی نہیں کہ مشکل وقت میں زبان ذہن اور حس و حرکت کو انجماد کا لباس پہنا کر آدمی گھٹنوں پر سر رکھ کر اپنے آپ کو بے بس محض جان کر حالات کے رحم و کرم پر بیٹھ جائے اور قدرتی نتیجے کا انتظار کرے۔ بلکہ صبر کا مفہوم یہ ہے کہ جس قدر دکھوں مصیبتوں اور مشکلات کا غلبہ ہوتا اتنا ہی ہمت اور استقلال میں پختگی اور ہمت

marfat.com

پیدا ہو۔ یاد رہے کہ صبر کا لفظ یہاں وسیع ترین مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ دشمنانِ حق کے مظالم کو مردانگی کے ساتھ برداشت کرنا دین حق کو قائم اور سر بلند کرنے کی جدوجہد میں ہر قسم کے مصائب اور تکالیف کو سہہ جانا خوف اور لالچ کے مقابلہ میں راہ راست پر ثابت قدم رہنا شیطان کی تمام ترغیبات اور نفس کی ساری خواہشات کے برعکس فرض کو بجالانا بری باتوں اور حرام سے پرہیز کرنا حدود اللہ پر پوری طرح قائم رہنا گناہوں اور ساری خواہشات نفس کو ٹھکرا دینا نیکیوں کو ضائع ہونے سے بچانا دین کی خاطر دنیا کی ہر نعمت سے دست بردار ہونا اور ہر قسم کی محرومیوں کا شکار ہونا غرضیکہ اس ایک لفظ میں دین دنیا کی منفعتوں کو سمو دیا گیا ہے۔ دم گھٹنے اور خاموشی سے رونے کا نام صبر نہیں بلکہ ہر مشکل اور مصیبت کے وقت عزم و ہمت اور خود اعتمادی سے نامساعد حالات میں ثابت قدم رہنے کا نام صبر ہے۔ حضرت ابو طالبؑ مذکورہ بالا تمام کیفیات و حالات سے دوچار ہوئے لیکن آپ کی وفاداری، جان نثاری، غمگساری اور نصرت و حمایت میں سر مو فرق نہ آیا حضور نبی الرحمۃؐ پر ساری زندگی قربان کردی''۔

ع۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حُسنِ تدبر

حسن تدبر کا مفہوم ہے تمام معاملات کی نوعیت سمجھ کر ان کے حل کے طریقے معلوم کرنا اور ان کی اصلاح کرنا دنیا نے دیکھا مورخ نے لکھا اجرام فلکی و مکان ارضی نے مشاہدہ کیا کہ آغاز وحی کے زمانے ہی سے اکیلے ابو طالبؑ پر تحفظ رسولؐ اور اشاعت دین کے تمام امور کی ذمہ داری آن پڑی تھی مگر آپ گھبرائے نہ ہمت ہاری اور نہ ہی کسی خیر خواہ اور عزیز سے کوئی مشورہ لیا۔ کفار کا وفد آتا، آپ ان سے ایسی گفتگو کرتے کہ وہ آپ سے واپس چلے جاتے دوبارہ وفد آتا ہے آپ نے چٹا جواب دے دیا۔

کَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللّٰهِ نُبْزِیْ مُحَمَّدً	وَلَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَهٗ وَنُنَاضِلِ

''خدا کی قسم! یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ہم رسولؐ خدا کا ساتھ چھوڑ دیں (بلکہ ہم تو ان کی حمایت میں) تیروں اور تلواروں کے ذریعہ سے مقابلہ کریں گے''

دیکھا آپ نے کتنا رعب ہے اس شعر کے مضمون میں۔ فدا کار رسولؐ خدا کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر وعدہ کرتا ہے کہ (اے کفار) ہم تمہارے ساتھ بھرپور جنگ لڑنے کو تیار ہیں مگر رسولِ خدا کی حمایت سے دستبردار نہیں ہو سکتے۔ یہ خواجہ ابو طالبؑ کی ایمانی قوت تھی کہ پوری عرب قوم سے ٹکر لینے کو تیار تھے۔ پھر فرماتے ہیں۔

وَنَنْصُرُهٗ حَتّٰى نَصَرَّعَ حَوْلَهٗ	وَنَذْهَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

marfat.com

''ہم ان کی مدد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کی نظروں کے سامنے جان دے دیں اور اپنے اہل و عیال سے جدا ہو جائیں''

قارئین کرام! یہی وہ تاریخی شعر ہے جسے بدر کے شہید اوّل حضرت عبیدہؓ ابن حارث نے اپنی جان قربان کرتے وقت پڑھا تھا۔ فرمایا کاش آج ابو طالبؓ زندہ ہوتے تو جوانہوں نے ارادہ فرمایا تھا ہم نے کر دکھایا ان کے اس شعر کی تفسیر میں ہوں کہ نصرت رسول اللہؐ میں جان کا نذرانہ پیش کر دیا ہے۔ یاد رہے حضرت ابو عبیدہؓ بن حارث حضورؐ کے چچا زاد بھائی تھے۔ کفار مکہ نے معاشی مقاطعہ کیا تحریر خانہ کعبہ میں رکھ دی تین سال گذر گئے مخبر صادق نے ایک دن فرمایا چچا جان کفار کی تحریر کو دیمک نے چاٹ لیا سوائے اللہ تعالیٰ کے مقدس نام کے۔ کوئی اور ہوتا تو کفار کو پیغام بھیج دیتا مگر کفار دوسری تحریر کو دکھاتے۔ آپ نے حسنِ تدبر کا ایسا ثبوت تاریخ میں رقم کروایا کہ بڑے بڑے دانشور انگشت بدنداں ہیں۔ خواجہ ابو طالبؓ حرم شریف میں تشریف لاتے ہیں قریش کو خوشی ہوئی کہ شعبِ ابی طالبؓ کی قید نے مجبور کر دیا ہے اب تو ہماری بات مانی جائے گی۔ مگر نتیجہ کچھ اور ہی نکلا۔ حضرت ابو طالبؓ نے فرمایا اے گروہ قریش! وہ معاہدہ لاؤ جو تم نے ہمارے خلاف لکھا تھا۔ قریش کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ دوڑے معاہدہ لائے جسے کئی پردوں میں لپیٹا ہوا تھا۔ خوجہ ابو طالبؓ نے کہا کھولنے سے پہلے میری بات سن لیں فرمایا، میرے بھتیجے نے ارشاد فرمایا ہے کہ اب اس تحریر کی کوئی وقعت نہیں اس کو دیمک نے چاٹ لیا ہے اب تحریر کو کھولو اگر میرے ابن اخی کی بات درست ہے تو بائیکاٹ ختم ورنہ جو چاہو کرو۔ جب تحریر کو کھولا تو سراسر ختم تھی ماسوائے اسم ذات کے اب کفار کی تمام امیدوں پر اوس پڑ چکی تھی۔ رسوائی و ذلت بھوت بن کر ان کے حواس خمسہ پر سوار تھی کچھ خاموش تھے کچھ اہلِ اسلام کی حالت پر دل ہی دل میں رحم بھی کھا رہے تھے۔ اور کچھ ابو جہل کے کہنے پر مقاطعہ برقرار رکھنے پر اکڑے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت ابو طالبؓ نے خانہ خدا کے پردوں سے لپٹ کر انتہائی عاجزی اور خشوع سے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا ''اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا عَلٰی مَنْ ظَلَمَنَا وَقَطَعَ اَرْحَامَنَا وَاسْتَحَلَّ مَا یُحَرُّمُ عَلَیْہِ مِنَّا'' ''اے اللہ! جن لوگوں نے ہم پر ظلم کیا اور ہماری قطع رحمی کی ہے اور جو چیز ان پر حرام تھی وہ انہوں نے حلال بنالی ہے۔ ایسے لوگوں کے خلاف ہماری مدد فرما''

یہ تھا حسن تدبر اور معاملہ فہمی سردارِ مکہ خواجہ ابو طالبؓ کی جسے دنیا نے دیکھا۔

وفاداری

قارئین کرام! وفاداری اسلامی اقدار میں سے ایسی قدر ہے کہ اس پر بھروسہ کئے بغیر بھائی بھائی نہیں دوست دوست نہیں اور رشتہ دار رشتہ دار نہیں سمجھا جا سکتا۔ خواجہ ابو طالبؓ نے جس طریقہ سے عہد وفا کی پاسداری اور نگہبانی کی ہے اس کی مثال محال ہے۔ اپنی جان اپنے ضمیر اور اپنے دل و دماغ پر اس اذیت کو برداشت کرتے رہے جو بھی تکلیف دہ منصوبہ حضورؐ کے خلاف تیار کیا جاتا رہا۔ کفار و مشرکین کی طرف سے آنے والی ہر بلا کو

marfat.com

برداشت کرتے مگر کبھی اپنی پریشانی اور تنہائی کا ذکر اپنے آقا سے نہ کیا۔ جہاں تک ممکن ہوا دل جوئی کی کفار دھمکیوں کا جواب دیا اور حضور سے یہی کہتے رہے فریضۂ تبلیغ جاری رکھیں میں ان دشمنانِ دین کو آپ تک نہ پہنچنے دوں گا۔ ہاں میں اور میرا خاندان آپ پر قربان ہو جائیں ہم میں سے کوئی نہ ہو تو یہ دوسری بات ہے وفاداری کی پہچان کرنا ہو تو خواجہ ابو طالبؑ اور آپ کے پوتے حضرت عباسؑ علمدار کے کردار کو مشعل راہ بنا بغیر وفاداری کی پہچان مشکل ہی نہیں غیر ممکن بھی ہے۔ خواجہ ابو طالبؑ کا کلام پڑھنے سے روح وفا کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔''

ایثار

ایثار اسلامی اقدار میں بلند ترین قدر ہے۔ اس قدر کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی ضرورت موجود ہونے باوجود دوسرے حاجت مند کی حاجت براری کو ایثار کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ ہیں۔ وَيُؤْثِرُونَ عَلٰ اَنْفُسِهِمْ ۔ وہ یعنی مومن خود محتاج ہو کر دوسروں کی ضرورت پوری کرتے ہیں'' جذبہ ایثار خواجہ ابو طالبؑ کو اپ آباؤ اجداد سے ورثہ میں ملا تھا۔ ان کی برابری اگر ناممکن نہیں تو دشوار تر ضرور ہے۔ ساری عمر خدمت گذاری گذاردی کوئی سرمو ثابت نہیں کر سکتا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کبھی دل شکنی کی ہو یا کبھی بھی آپ کی کسی آ کو ٹھیس پہنچی ہو۔ آپ کی ہر ادا، ہر خواہش اور ضرورت کا احترام کیا۔ مصائب و آلام کی گھڑیوں میں شجاعت مردانگی کا مظاہرہ کیا کفار مکہ کے ہر قبیلے کو اپنے احسانات یاد دلائے اپنی سرداری کا حق یاد دلایا اپنی شجاعت دلیری کی دھاک بٹھائی۔ ماضی میں ہونے والے اپنے کردار و کارناموں کا تذکرہ کیا۔ اور ببانگِ دہل مشر سے جہاد کرنے کا اعلان کیا۔''

حسنِ اخلاق:

حضرت ابو طالبؑ میں تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں تو ہاں آپ خلق عظیم کے مالک تھے فر رسالت ہے حسنِ خلق ایمان ہے تو ایمان کی اس صفت میں بھی آپ اپنی مثال آپ تھے آپ نے اپنے ح تدبر اور اعلیٰ اخلاق کے اثر سے تمام بنی ہاشم کو ایک جھنڈے تلے لا کھڑا کیا اور سارا قبیلہ حضورؐ کی نصرت و حما کے لئے کٹ مرنے پر ہر وقت مستعد اور شمشیر بکف رہتا تھا۔ آلِ ہاشم کے اتحاد نصرت پر خواجہ ابو طالبؑ کو خو بھی تھی اور اعتماد بھی۔ جبھی فرماتے ہیں۔

مُحَمَّدُ تُفْدِ نَفْسَكَ كُلُّ نَفْسٍ	اِذَا مَا خِفْتَ مِنْ شَيْءٍ تَبَالًا

''اے محمدؐ اے میرے نورِ نظر! آپ کی جان اتنی قیمتی ہے کہ اگر کسی قسم کے خطرے مصیبت یا پریش کا اندیشہ ہو تو آپ کے قدموں پر ہر شخص کو اپنی جان قربان کرنا چاہیئے''

marfat.com

مراد یہ کہ وقت آنے پر پوری انسانی دنیا پر لازم ہے کہ وہ اپنی جانوں کو آپؐ کے قدموں پر نثار کردیں ع۔ ہر کس کہ جاں نداد بجاناں نمی رسد جو قربانی دینا نہیں جانتا وہ کوہر مقصود تک نہیں پہنچتا

قارئین کرام! گذشتہ سطور میں خواجہ ابو طالبؑ کی چند اخلاقی اقدار کا ذکر اجمالی طور پر عرض کیا تھا۔ کوئی یہ نہ جانے کہ محض لفاظی سے کام لیا گیا ہے۔ اس لئے ہم نے اپنے الفاظ کو زیب عنوان بنا کر مختصر عرض کیا ہے گر قبول افتدز ہے عز و شرف۔ مقام ابو طالبؑ کو سمجھنا محبؑ کے لئے آسان اور معترض کے لئے ناممکن ہے اس لئے کہ ایمان تو ادب و احترام اور عشق و محبت کا نام ہے۔ قارئین کرام! مندرجہ بالا چند صفحات احادیث کی روشنی میں مقام ابو طالبؑ پر بحث ہوئی ہے۔ احادیث نبوی نے جو معیار ایمان پیش کیا ہے حضرت ابو طالبؑ من کل الوجوہ اس معیار کے مستحق اور مصداق ہیں ہمیں اس بات کی پریشانی نہیں کون کہتا ہے کلمہ پڑھا اور کون انکار کرتا ہے اگر چہ مومن اول پر پوری ایک صدی تک سب وشتم کی برسات ہوتی رہی اگر حضرات حسنین کریمین پر دربار رسالت کے سامنے منبر رسولؐ کے قریب گالی گلوچ کرتے ہوئے داخل عبادت ہوں۔ اگر امام حسنؑ کو عباسی خارجی کا امیر مروان گالیاں دے کے تھک جائے اگر تمام اہل بیت پر سب وشتم کرنا داخل عبادت ہو تو خواجہ ابو طالبؑ تو اس کنبے کے سربراہ اعلےٰ تھے اس میں کونسی حیرانگی اور تعجب ہے۔

ہماری خواہش اور خوشی تو یہ ہے کہ خواجہ ابو طالبؑ نے حضور اکرمؐ کی اس وقت نصرت وحمایت کی جب عرب کا ہر بت پرست اور مکہ کا ہر گھر رسولؐ اسلام کا دشمن ہو چکا تھا۔ ہمیں یہ بھی خوشی ہے کہ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ کا سب سے پہلے بنی ہاشم بالخصوص ایک ہاشمی شہزادے اور ایک ہاشمی سردار نے جو آپس میں غیر نہیں باپ بیٹا تھے اثر قبول کیا اسلام کے جاں نثاروں میں سب سے بڑی قربانی بھی انہی دو ہستیوں کی ہے انتہائی مشکل حالات میں حضرت ابو طالبؑ نے کفر وشرک کے طوفان اور آندھیوں میں شجر اسلام کی آبیاری فرمائی۔ جب اسلام کے بال و پر یثرب تک پھیل گئے۔ وہاں کی مشکلات بھی کچھ کم نہ تھیں ایک طرف یہودی دشمن تھے تو دوسری جانب نصرانی مخالفت کرتے تھے۔ تیسرا گروہ منافقین کا تھا جو کفار مکہ کے حلیف اور جاسوس تھے اسلام کے ان تین دشمنوں کی سازشیں بہت خطرناک تھیں معاشی اعتبار سے بھی دشمنان اسلام مضبوط اور اہل اسلام کمزور ترین حالات سے دوچار تھے آئے دن معرکے لڑائیاں اور مقابلے ہونے لگے۔ ایسے نامساعد حالات میں ہاشمی شہزادے کا کردار اتنا ہی روشن تھا جتنا کے میں ہاشمی سردار والد علی علیہ السلام مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ عم محترم رسول خداؐ کا تھا ہم ہر مخالف روایت سے بچا کر نکل جانا چاہتے تھے مگر مجبوری کسی پر ترس نہیں کھایا کرتی۔ جب کسی گھاٹی سے گذرنا ضروری ہوتا ہے تو راستے کی رکاوٹوں کو ہٹائے بغیر گذرنا ناممکن ہوتا ہے اس لئے مخالف روایات کی جراحی اگر یہ ہوتی ہے ہماری حقیری کوشش اور کاوش کے اصل مصادر کی روشنی میں کردار و مقام ابو طالبؑ ہدیہ قارئین کرنا مقصود ہے اور بس۔

marfat.com

باب شانز دہم

علی مرتضیٰ علیہ السلام بحضور رفیقانِ مصطفیٰ ص

عام بات ہے کہ کسی گھر کی حقیقت حال کو کما حقہٗ اس گھر والے ہی بہتر جانتے ہیں۔ دشمنانِ اہلِ بیـ
نے تو خاندانِ نبوت کی شان و عظمت پوشیدہ رکھنے میں اپنی طرف سے کوئی کسر باقی نہیں رکھی لیکن پھونکوں سے
چراغ بجھایا نہ جائے گا۔ حضرت علی علیہ السلام کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ کی ذات گرامی وہ ہستی ہے کہ آپ علیہ السلام کی شان
فضائل میں بے شمار تصانیف ہر زبان اور ہر ملک میں موجود ہونے کے باوجود مزید کتب کی ضرورت محسوس
جا رہی ہے حضور کا یہ فرمان عالمگیر ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی علیہ السلام اس شہر کا دروازہ ہے۔ ب ہم دیکھتے
کہ مولائے کائنات نے اپنے علم کی روشنی میں اپنے والد گرامی اور رسول اسلام کے شفیق چچا سید البطحا حضرت
طالبؑ کے بارے میں کن پاکیزہ خیالات و جذبات کا اظہار فرمایا ہے۔ جب حضورؐ کے دو غمگسار یعنی حضرت
طالبؑ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایک ہی مہینے میں واصل بحق ہو گئے۔ جس سے آپؐ کو بہت صدمہ ہوا اور ا
سال کا نام عام الحزن (غم کا سال) رکھا اس پر حضرت علی علیہ السلام کرم اللہ وجہہ نے مرثیہ لکھا لیجئے پڑھئے اور در
سلام کے تحفے پیش کیجئے فرماتے ہیں:

اَعَیْنَیَّ جُوْدَا بَارَكَ اللهُ فِیْكُمَا	عَلٰی هَالِكَیْنِ لَاتَرٰی لَهُمَا مِثْلَا

"میری دونوں آنکھو تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں تم ان دو بزرگ ہستیوں کے وصال پر خو
آنسو بہاؤ۔ کیوں کہ ان دونوں نے اسلام کے لئے بہت ہی جانبازی غمگساری اور خیر خواہی سے کام کیا ہے
دونوں کا کوئی ثانی اور مثل نہیں۔

عَلٰی سَیِّدِ الْبَطْحَاءِ وَابْنِ رَئِیْسِهَا	وَسَیِّدَةِ النِّسْوَانِ اَوَّلُ مَنْ صَلّٰی

"ایک تو اس سردارِ مکہ حضرت ابو طالبؑ پر روؤ جو رئیسِ مکہ ہیں اور رئیسِ مکہ حضرت عبد المطلبؑ
لختِ جگر اور نورِ نظر ہیں دوسرے سیدۃ النساء حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ پر آنسو بہاؤ جنہوں نے طبقہ نسوان و مردا
میں سب سے پہلے نماز ادا فرمائی۔ صلوات اللہ علیہا۔

مُهَذَّبَةٌ قَدْ طَیَّبَ اللهُ خِیْمَهَا •	مُبَارَكَةٌ وَاللهُ سَاقَ لَهَا الْفَضْلَاءَ

حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ صلوات اللہ تعالیٰ علیہا کو اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ فطرت عطا فرمائی۔ آپ

marfat.com

زمانہ جاہلیت میں بھی طاہرہ (پاکیزہ) کے لقب سے پکارا جاتا تھا آپ بہت بابرکت اور طیب طاہر تھیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے درجات وفضائل بیان فرمائے ہیں۔

مُصَا بِهِمَا اَدْجیٰ لِیَ الْجَوَّ وَالْهَوَا	فَبِتُّ اُقَاسِیْ مِنْهُمَا الْهَمَّ وَالثُّکْلَا

اُف جی فراق! ھَم پگھلا دینے والی مصیبت: ان دونوں کی جدائی اور فراق نے میرے لئے ہوا اور خلا و فضا کو غم والم کے اندھیرے میں بدل دیا پس میں ان کی جدائی کی وجہ سے رنج والم میں ڈوبا ہوا مشکل سے راتیں گذارتا ہوں۔ یعنی غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں اور رات کی نیندیں اچاٹ ہوگئی ہیں۔

لَقَدْ نَصَرَا فِی اللّٰہِ دِیْنَ مُحَمَّدٍ	عَلیٰ مَنْ بَغیٰ فِی الدِّیْنِ قَدْرَ عَیَا اِلَّا

(دیوان علیؑ)

"بلاشک وشبہ حضرت ابوطالبؑ اور حضرت خدیجہ طاہرہؓ نے حضورؐ کے دین کی اشاعت کے بارے میں مدد وحمایت کی اور ہر اس آدمی کا مقابلہ کیا جس نے بھی سرکشی بغاوت اور مخالفت کی اور اپنی حمایت کے عہد وپیمان کا پاس کیا"

قارئین کرام! مقام غور وفکر ہے کہ امیر علیہ السلام نے حضرت ابوطالبؑ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ کی دینی خدمات تعاون ہمدردی اور نصرت کا ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے جدائی کا غم اور ان کے نہ ہونیکی وجہ سے ہونے والا نقصان ایک جیسا بیان فرمایا ہے دنیا جانتی ہے کہ قرآن پاک میں حضرت ابوطالبؑ اور ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی بے مثال خدمات وتعاون کا تذکرہ موجود ہے سورہ والضحیٰ کی آیت نمبر ۶ اور آٹھ میں ان دومقدس ہستیوں کی قربانیوں کا ذکر جمیل ہے۔ ان آیات کی تشریح وتصریح مناسب مقام پر نقل کی جائے گی انشاء اللہ۔

مخالفت کی بنیاد

مخالفتِ ابوطالبؑ کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ یہ کہ اموی خاندان نے غزوۂ بدر کے بعد خاندان نبوت کی مخالفت من کل الوجوہ اپنا معمول بنالیا تھا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ بدر میں مشرکین کے سردار بنی ہاشم ہی کی خون آشام تلواروں کا شکار ہوئے تھے۔ جبھی تو ہند زوجہ ابی سفیان نے ہاشمیوں کے سروں کا سودا اپنے غلام وحشی سے کیا تھا۔ جہاں کہیں اور جس صورت میں بھی داؤ چلا امویوں نے موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ یہ دشمنی مختلف مراحل سے دوچار ہوتی ہوئی کبھی قتل عثمانؓ کے انتقام میں ابھر کر بصرہ میں جنگ جمل کے نام سے معروف ہوئی تو کبھی صفین کے میدان کارزار میں سازشی جنگ بندی اور تحریبی تحکیم پر منتج ہوئی تو کبھی شہادت امیر المومنین کی شکل میں ظاہر ہوئی یہی دشمنی امیر المومنین نواسہ رسولؐ

marfat.com

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا سبب بنی اور امویوں کے آخری ارمان معرکۂ کربلا میں پورے ہوئے
دشمنی کا یہ وہ پہلو ہے جو بظاہر تیر و تلوار سے اپنا سفر طے کرتا رہا۔ حادثۂ کربلا کے بعد بھی آل سفیان کی آتش
انتقام شعلہ بار رہی اور اب تک جاری ہے۔ ۲۔ دشمنی و رقابت کا دوسرا پہلو تلوار سے زیادہ گھائل کرنے و
ثابت ہوا جو تلوار کی بجائے نوکِ قلم سے نبرد آزما رہا۔ امویوں عباسیوں کے ادوار میں حکومت میں قرآن
حدیث کو کتابی شکل دی جانے لگی ایک گروہ نے قرآن حکیم کی تفسیریں لکھنا شروع کیں تو دوسرے گروہ
احادیث جمع کرنے پر کمر ہمت باندھی۔ اگرچہ محدثین نے احادیث لکھنے اور جمع کرنے کا ایک اعلیٰ معیار مقرر
تھا۔ اور معیار کی بنیاد حق و صداقت کے اقوال پر مبنی تھی۔ لیکن بعض محدثین نے اپنی پسند کے راویوں کو بھی صادق
کی جماعت میں لا بٹھایا۔ مثلاً مروان بن حکم کے کردار سے ظاہر ہے کہ وہ جھوٹا مکار اور مفسد وشقی اور قاتل حضر
عثمانؓ تھا یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اسے راویانِ حدیث میں شامل کیا گیا ہے حالانکہ ام المومنین حضرت عا
صدیقہؓ کی روایت کے مطابق مروان مردود بارگاہِ نبوت اور ملعون ہے جب ایسے کذاب، مکار اور شاتم اہل
بیت بھی احادیث کے راوی ہوں تو حدیث کی صحت کا معیار کیا رہا۔ سوچئے پرکھئے اور انصاف کیجئے۔

کتب احادیث:

کتب احادیث میں چھ کتابیں یعنی بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ، جامع ترمذی، اور ابوداؤد کے مجمو
صحاح ستہ (یعنی چھ کتابوں) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ واقعاتی اعتبار سے موطاء امام مالک کو علمائے مدینہ م
کی صحبت حاصل رہی ہے لیکن صحت کا تاج بخاری اور مسلم کے سر ہے اور ان دونوں کے مجموعے کو صحیحین کہا
ہے۔ اسی مناسبت سے ان کے مؤلفین کو شیخین کہا جاتا ہے حضرات شیخین نے صحیحین میں ضحضاح نام کی حد
نقل کی ہے جس میں حضرت ابوطالبؑ کو (معاذ اللہ) جہنمی کہا گیا ہے۔ جتنے لوگوں نے حضرت ابوطالبؑ
خلاف قلم اٹھایا ہے وہ اسی حدیث کو حجت بناتے ہیں انشاء اللہ مناسب مقام پر ان احادیث پر بحث کی جا
گی۔"

مرثیہ

حضرت ابوطالبؑ کے فراق میں امیر علیہ السلام نے مرثیہ ارقام ارشاد فرمایا جیسے کہ پہلے بھی
کیا جا چکا ہے۔

اَرِقْتُ لِنَوْحِ اٰخِرَ اللَّیْلِ غَرِّدًا	لِشَیْخِیْ یُنْعَیٰ وَالرَّئِیْسِ الْمُسَوَّدَا

جب رات کا آخری پہر ہوا تو میں بلند آواز سے نوحہ کرتا ہوا اٹھا اور اس سردار کی یاد میں آ
بہانے لگا جس کی اندوہناک خبر رحلت مجھے مل چکی تھی۔ وہ عمر رسیدہ اور سرداروں کے سردار تھے۔

marfat.com

وَذَالْحِلْمِ وَلَا خَلْفاً وَلَمْ يَكُ قُعْدَداً	اَبَا طَالِبٍ مَّا وَالصَّعَا لَيْكَ ذَا النَّدَىٰ

ان کا اسم گرامی ابو طالبؑ ہے جو انتہائی سخی غریبوں اور بے کسوں اور یتیموں کی جائے پناہ ہیں۔ صاحبِ حلم ہیں۔ نالائق اور سست بے کار نہیں ہیں۔ یعنی ہمہ صفت موصوف ہیں۔

بَنُو هَاشِمٍ اَوْيُبَاحُ فَيُهْمَدَا	اَخَا الْمُلْكِ خَلّٰى ثُلْمَةً سَيَسُدُّهَا

سردار قوم نے اپنی موت سے حکومت و سیادت میں ایک ایسا خلا پیدا کر دیا ہے جسے پر کرنا دشوار تر ہو گیا ہے اب بنو ہاشم کے لئے دو راستوں میں سے ایک کو اختیار کرنا ہوگا یا تو حکومت و سرداری سے دستکش ہو جائیں گے یا نبی مکرم اس کو مباح فرما دیں گے۔ تب ہی یہ قبائلی نزاع کی گرمی کم ہو سکتی ہے۔

مطلب یہ کہ خاندانِ بنو ہاشم کی سیادت، سرداری اور رعب و داب کا دارو مدار سردارِ مکہ خواجہ ابو طالبؑ کے دم قدم سے قائم تھا۔ اب ان کے انتقال سے قبائل قریش کو کوئی خوف نہیں رہا اب بنی ہاشم کی آزادی و اختیارات کو بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا ہوگا۔

وَلَسْتُ اَرَىٰ حَيًّا لِشَيْءٍ مُخَلَّدَا	فَاَمْسَتْ قُرَيْشٌ يُفْرَحُوْنَ بِفَقْدِهٖ

اب تو قریش کے راستے میں کوئی رکاوٹ ہے ہی نہیں یہی وجہ ہے وہ حضرت ابو طالبؑ کی وفات حسرت آیات سے خوشیاں منا رہے ہیں۔ لیکن ان کی یہ خوشیاں کب تک رہیں گی کل وہ بھی لقمۂ اجل بن جائیں گے۔ مراد یہ ہے کہ اس دنیا میں ہمیشگی کسی کو نصیب نہیں ہر ایک کو جانا ہے۔

سَتُوْرِدُهُمْ يَوْماً مِنَ الْغَيِّ مَوْرِدَا	اَرَادَتْ اُمُوْرًا زَيَّنَتْهَا حُلُوْمُهُمْ

قریش نے اپنے برے ارادوں سے کام کرنا شروع کیا اور ان کی عقلوں نے رہنمائی کی کہ اسلام کی مخالفت اچھا کام ہے لیکن انہیں بہت جلد اپنی دشمنیوں اور گمراہیوں کا بدلہ مل جائے گا۔ یعنی بہت جلد اسلام کا غلبہ عالمگیر ہو جائے گا۔ مطلب یہ کہ اللہ کا دین پھیل کر رہے گا اور قریش کو ناکامی کا منہ دیکھنا ہوگا اور عنقریب وہ امور ان کو گمراہی کے گھاٹ اتار دیں گے۔"

وَاَنْ يَفْتَرُوْا بُهْتَانَ عَلَيْهِ وَيَجْحَدَا	يُرَجُّوْنَ تَكْذِيْبَ النَّبِيِّ وَقَتْلَهٗ

قریش کا ارادہ اور کام یہ ہے کہ وہ (معاذ اللہ) حضور نبی کریمؐ کو شہید کریں گے اور آپ پر طرح طرح کے الزام لگائیں گے اور بہتان باندھ کر بدنام کریں گے لیکن انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ان کے کئے کا وبال ان ہی پر نازل ہوگا۔ بے شک وہ دینِ حق سے انکار کریں اور جو چاہے کریں مگر:

صُدُوْرًا لِعَوَالِيْ وَالصَّفِيْحَ الْمُهَنَّدَا	كَذَبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ حَتّٰى نُذِيْقَكُمْ

خانہ خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ تم اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جاؤ۔ ابھی تو ہم تمہیں نیزوں کی

marfat.com

نوکوں اور ہندی تلواروں کے زخموں کا مزہ چکھانے والے ہیں۔

امیر علیہ السلام نے قریش کو خبردار کیا ہے کہ تم حضرت ابو طالبؑ کی رحلت سے خوش ہو کر اس خوش فہ
نہ بتلا ہو کہ حضور رسالت مآب کو کوئی نقصان پہنچا سکو گے۔ جب ہمارے نیزے اور ہندی تلواریں ہمار
ہاتھوں میں آئیں گی تو تمہاری تر کی تمام ہو جائے گی کیا ہوا خواجہ ابو طالبؑ موجود نہیں ابن ابی طالبؑ تو موج
ہے۔ یہی بات فرمائی تھی حضرت ابو طالبؑ نے جب کفار و مشرکین نے اسلام کی اشاعت کے خلاف دھمکی آ
حرکات و بیانات شروع کئے وہی بیان امیر علیہ السلام نے کفار کے خلاف جاری فرمایا۔ ایسا کیوں نہ ہو شجاع
و شرافت بیٹے کو باپ ہی سے ملی تھی۔

وَيَبْدُوْ مِنَّا مَنْظَرٌ ذُوْ كَرِيْمَةٍ ‖ إِذَا مَا تَسَرْ بَلْنَا الْحَدِيْدَ الْمُسَرَّدَا

(اے قریش اگر تم نے اپنی شرارتوں کو جاری رکھا) تو جب ہم ہتھیار بند ہو کر تمہارے مقابلے میں نک
گے تو وہ منظر پیش کریں گے جسے دیکھنا بھی تم کو دشوار اور گراں بار ہوگا اور تمہاری نجات مشکل ہو جائے گی۔

فَإِمَّا تُبِيْدُوْنَا وَإِمَّا نُبِيْدُكُمْ ‖ وَإِمَّا تَرَوْا اسْلَمَ الْعَشِيْرَ ارْشَدَا

تو اس منظر اور گھمسان کی جنگ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تم ہمیں شہید کر ڈالو گے یا ہم تمہیں کیفر کردار تک
دیں گے ہاں اگر اسلام کی مخالفت ترک کر کے صلح کر لو تو یہ صلح اپنے ہی قبیلے سے ہوگی۔

وَإِلَّا فَإِنَّ الْحَيَّ دُوْنَ مُحَمَّدٍ ‖ بَنُوْ هَاشِمٍ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ مُحْتِدَا

اور اگر صلح بھی تمہیں پسند نہ ہو تو حضور کی حفاظت اور نصرت کے لئے ابھی بنو ہاشم زندہ ہیں جو بحیثی
حسب و نسب اور بلحاظ مخلوق سب سے افضل ہیں۔ یاد رہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک لقب خیر البری
جو قرآن سے ماخوذ ہے۔

وَإِنَّ لَهُ فِيْكُمْ مِنَ اللّٰهِ نَاصِرًا ‖ وَلَسْتُ بِلَاقٍ صَاحِبَ اللّٰهِ اَوْحَدَا

اور حضور کی نصرت و امداد کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار ہے جو تم ہی میں موجود ہے۔
میں جب بھی اللہ تعالیٰ کے محبوبؐ سے ملا تنہا نہیں ہوں گا۔ بلکہ میرے ساتھ بنی ہاشم کا سارا قبیلہ ہوگا۔

اس شعر میں حضرت علی علیہ السلام کرم اللہ وجہہ نے واضح قرار دیا کہ مجھے (علی کو) خداوند کریم
نصرت رسولؐ پر مامور فرمایا ہے۔ اگر حضرت علی علیہ السلام مامور ہیں تو حضرت ابو طالبؑ بھی معمور تھے۔ جبک
وقت مسلمانوں کی جماعت کمزور اور بے سروسامان تھی۔

نَبِيٌّ أَتَى مِنْ كُلِّ وَحْيٍ بِخُطَّةٍ ‖ فَسَمَّاهُ رَبِّيْ فِي الْكِتَابِ مُحَمَّدَا

وہ ایسے نبیؐ ہیں جن پر نازل ہونے والی کتاب کا ایک مقصد اور الگ بیان ہوتا ہے۔ یہی وجہ

marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ان کا اسم گرامی قرآن حکیم میں محمدؐ یعنی تعریف کا مالک رکھا ہے۔

اَغَرَّ کَضَوْءِ الْبَدْرِ صُوْرَۃُ وَجْھِہٖ	جَلَا اَلْغِیْمَ عَنْہُ ضَوْءُہٗ فَتَوَقَّدَا

حضورؐ کا چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور خوبصورت ہے۔ ابر نے بھی آپؐ ہی سے روشنی حاصل کی ہے اور اس سے بجلی چمکتی ہے یعنی دنیا کی ہر چیز نورِ محمدیؐ سے روشن اور فیضیاب ہے۔

اَمِیْنٌ عَلٰی مَا اسْتَوْدَعَ اللّٰہُ قَلْبَہٗ	وَاِنْ کَانَ قَوْلًا کَانَ فِیْہِ مُسَدِّدَا

اللہ تعالیٰ نے جو بھی وحی آپؐ پر نازل فرمائی آپؐ اس کے امانت دار اور محافظ ہیں۔ آپؐ کی بارگاہ سے جو بھی فرمان جاری ہوتا ہے وہ سچا اور من جانب اللہ ہوتا ہے گفتہ او گفتہ اللہ بود۔

قارئین کرام! یہ کلام امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کرم اللہ وجہہ کا ہے جو حضرت ابو طالبؑ کا فرشتہ ہے آپ غور فرمائیں کہ امیر علیہ السلام نے حضرت ابو طالبؑ کی دینی خدمات اور رفاقتِ رسول کے حوالے سے یاد کیا ہے۔ اگر حضرت ابو طالبؑ کے دین میں خدانخواستہ کوئی کمی ہوتی تو حضرت علی علیہ السلام ضرور اس کمی کا ذکر فرماتے افسوس کرتے اور اللہ اور رسول کی بارگاہ سے امید مغفرت وابستہ کرتے۔ بس حدیث ضحضاح کسی خیر خواہ نے بیان کردی اور فساد بن گیا۔

مولائے کائنات کا نذرانہ :

فاتح خیبر و علمبردار بدر وحنین کو اپنے شفیق والد گرامی اور محسنِ رسولؐ حضرت ابو طالبؑ کی جدائی اور اسلام کو پہنچنے والے نقصان کا جو صدمہ ہوا ۔ کسی دوسرے کو اس کا اندازہ کب ہو سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حضورؐ کو پہنچنے والے صدمات کا اندازہ اسی بات سے ہو سکتا ہے کہ اس سال کا نام عام الحزن (غم کا سال) رکھا۔ گذشتہ صفحات میں شیر کردگار کے کلام سے کچھ نقل کیا جا چکا ہے لیجئے یہ بھی پڑھ لیجئے۔ فرماتے ہیں۔

اَبَا طَالِبٍ عِصْمَۃَ الْمُسْتَجِیْرِ	وَغَیْثَ الْمَحُوْلِ وَنُوْرَ الظُّلَمِ
لَقَدْ ھَدَّ فَقْدُکَ اَھْلَ الْحِفَاظِ	فَقَدْ کُنْتَ لِلْمُصْطَفٰی خَیْرَ عَمٍّ

(دیوان علی، ص ۱۴۳)

"اے حضرت ابو طالبؑ! اے پناہ چاہنے والوں کی جائے پناہ! خشک سالی کے پانی اور اندھیروں کے لئے نور! غیر تمندوں کو تیری موت نے کمزور اور شکستہ دل کر دیا اور آپ حضورؐ کے بہترین معاون اور چچا تھے"

قارئین کرام! اگر حضرت ابو طالبؑ کے بارے میں اور کوئی بھی ثبوت نہ ہوتا تو مولائے کائنات کے یہ دو شعر ہی حجت ہیں۔ یہ شعر کسی بدوی گھرانے کے روائتی شاعر کے نہیں باب مدینۃ العلم اور اسلام کے سب سے بڑے قاضی (چیف جسٹس) کے ہیں فرمانِ رسالتؐ ہے حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ۔ پھر فرمایا

marfat.com

علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ۔ یاد رہے حق طاقت ہے، طاقت حق نہیں۔ حضرت ابوطا
تو پناہ بیکساں اور غمگسار ضعیفاں ہیں کیا یہ بات قابلِ تسلیم ہے کہ حضور امام المشارق والمغارب (معاذ اللہ
غیر مسلم اور بت پرست کو بیکسوں کی پناہ قرار دے دیتے؟ عقل تسلیم کرتی ہے نہ فہم وادراک۔ حضرت علی علیہ السلام
قرآن حکیم کا ساتھ ملاحظہ ہو۔ فرمایا سورۃ فاتحہ قرآن پاک کا دل ہے اور سورۃ فاتحہ کا دل بسم اللہ ہے اور بسم
بسم اللہ کی ''ب'' ہے اور ''ب'' کا دل اس کا نقطہ ہے اور وہ نقطہ ہم ہیں۔ اَنَا اَلنُّقْطَةُ تَحْتَ الْبَاءِ۔ تمام صحاب
میں سے حضرت علی علیہ السلام کی واحد شخصیت ہے جس نے قرآن حکیم کی تمام آیات واحکام پر کما حقہ، عمل کر دکھ
پھر حضرت علی علیہ السلام نے پدری رشتے کی بنا پر تو پناہ بیکساں نہیں فرمایا بلکہ عین قرآنی اصول وتفسیر کے تقاض
پورا کیا۔ پھر فرماتے ہیں تاریکی کا نور باب مدینۃ العلم اور قرآن حکیم کے رموز واسرار کو جاننے والے حیدر کر
بت پرست کو تاریکی کا نور کہہ کر نص قطعی کی مخالفت کر سکتے ہیں؟ ابولہب نے اسلام کی مخالفت کی، ح
ابوطالبؑ اور حضرت علی علیہ السلام دونوں نے اپنے منظوم کلام کے ذریعے اسے سرزنش فرمائی۔ دیوانِ ابو
اور دیوانِ حضرت علی علیہ السلام کرم اللہ وجہہ میں ثبوت موجود ہے۔ ظاہر ہے نور سے مراد دین ہے اور تاریکی
جہالت وگمراہی ہے۔ پھر فرمایا حضرت ابوطالبؑ خشک سالی کا پانی ہیں۔ انصاف کا تقاضا نہیں کہ کسی بت پ
اور مشرک کو ابر رحمت اور خشک سالی کا پانی یقین کیا جائے۔ اس ادب واحترام کو باپ بیٹے کی باہمی محبت وال
قیاس نہ کیا جائے بلکہ اللہ ورسولؐ کی رضا وخوشنودی کا یہی تقاضا تھا۔ حضرت ابوطالبؑ باون سال تک
نبوت کے دیدار پر انوار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی اور ایمان کو مضبوط کرتے رہے۔ شمع رسالت کے پہلے
ناصر، حامی، غمگسار اور پاسبان تھے۔ کتنا ظلم اور گستاخی ہے کہ جس ہستی نے تن تنہا پورے عرب اور بالخصوص
کا مقابلہ کیا اور کفار ومشرکین کو بے بس کر دیا۔ جو لوگ اس کے حق میں غیر مناسب اور ناشائستہ الفاظ ا
کرتے ہیں۔ وہ یقیناً ایذائے رسولؐ کے مرتکب ہوتے ہوئے خدا کے غضب کو دعوت دیتے ہیں۔
ابوطالبؑ صادق الایمان مومن تھے۔ مومن کو کافر کہنے والوں کے ایمان کا بیڑہ غرق ہو جاتا ہے۔ خدا
حضرت ابوطالبؑ مسلمان نہیں تو تمہیں پریشانی کیا ہے؟ تم اپنے ایمان کی خیر مناؤ۔ جہاں انہیں پہنچا
آسانی سے وہاں پہنچ جاؤ گے۔

ولید بن مغیرہ کی دھمکی کا جواب:

ولید بن مغیرہ مردود نے حضرت علی علیہ السلام سے دھمکی آمیز باتیں کیں۔ فاتح خیبر ترکی بہ ترکی
دینا جانتے تھے پڑھئے کیا فرمایا؟

يُهَدِّدُنِىْ بِالْعَظِيْمِ الْوَلِيْد	فَقُلْتُ اَنَا ابْنُ اَبِىْ طَالِ

ولید تکبر اور غرور سے مجھے کتنی بڑی مصیبت اور طوفان کی دھمکی دیتا ہے۔ میں نے اسے خبردا

marfat.com

ہوئے کہا تو جانتا نہیں میں حضرت ابو طالبؑ کا بیٹا ہوں۔

اَنَا ابۡنُ الۡمُبَجَّلِ بِالۡاَبۡطَحَیۡن	وَبِالۡبَیۡتِ مِنۡ سَلَفِیۡ غَالِبِ

" پھر میں اس بہادر اور صاحبِ تکریم کا فرزند ہوں جس کو امور سیاست کے اعتبار سے مکہ معظمہ اور امور دین کے لحاظ سے خانہ خدا میں معزز و محترم بیان کیا جاتا ہے۔ اور اگر خاندانی شرافت کو دیکھنا ہے تو وہ میرے ہی اسلاف آلِ غالب سے ہیں۔

اگلے پانچ شعروں میں ولید کی کمزوریوں کا بیان ہے جس کا نقل کرنا باعث طوالت ہے۔ قارئین کرام! غور و فکر اور انصاف و خوفِ خدا کو مدِ نظر رکھیئے اور مندرجہ بالا دو اشعار کے ایک ایک لفظ پر توجہ مرکوز کیجئے کہ ولید کی دھمکی سن کر مولائے کائنات نے ایسی مقبول خدا ہستی کا اسم گرامی پیش کیا جس میں وہ تمام اوصاف وجود تھے جو کسی بلند ولی اللہ میں ہونا لازمی امر ہے۔ محبوبِ خدا سے والہانہ محبت رکھنے والا سب سے بڑا ولی ہوتا ہے کتنا ناز و فخر تھا اپنے ابا حضور کی دینی خدمات' نصرت رسولؐ حفظ اسلام اشاعت دین اور بالخصوص شجاعت بہادری پر، ولید کمینے کو بتایا کہ میں اس کا بیٹا ہوں جس کی تمام دینی خدمات پورا عرب جانتا ہے جس کی سیاسی اور مذہبی خدمات کو مشعل راہ بنایا جاتا ہے۔ حرم محترم اور اس کے گرد و نواح میں ہر خدا پرست انسان بلکہ غیر مسلم بھی ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پھر غور فرمائیے کتنے صحابہ کرام ایسے ہیں جن کے والدین یا والد مشرک تھے کبھی کسی صحابی نے اپنے مشرک باپ پر فخر کیا؟ اور کرتے بھی کیوں جبکہ مشرک والدین پر فخر کرنا گویا ان کے مذہب کی تعریف کرنا ہے جو مسلمان کے لئے حرام ہے۔ حضورؐ نے منع فرمایا ہے۔ پھر سوچئے مولائے مومناں نے فخر کیا کس پر؟ اسی پر جس نے اللہ کے رسولؐ کی نصرت و حمایت اس وقت کی جب پانچواں مسلمان بھی نہ تھا۔ شانِ مرتضٰی کے خلاف ہے کہ اسلام اور قرآن کو پسِ پشت ڈال کر (معاذ اللہ) خاکم بدہن، اپنے مشرک باپ پر فخر کرتے؟ ہم برابر یاد کراتے رہیں گے کہ جن کو مسلم اول شمار کیا جاتا ہے ان کے پورے خاندان کو تو نوے سال تک سب و شتم کا نشانہ بنائے رکھا' اگر ان کے والد محترم حواریٔ رسولؐ کو (معاذ اللہ) کافر کہہ کر جہنم میں ڈال دیا تو کیا تعجب ہے۔ یہ تو بدر و احد کے بدلے لئے جا رہے ہیں جن کا جال پھیلتے پھیلتے ۶۱ ھ میں کربلا ۶۲ ھ میں حرہ مدینہ منورہ اور ۶۳ ھ میں بیت اللہ شریف تک جا پہنچا۔ آگے جو کچھ ہوتا گیا وہ مبتداء تھی اس خبر کی جس سے اموئیوں کے ارمان پورے ہوئے ایمانداروں کا ایمان ہے کہ سردارِ مکہ حضرت ابو طالبؑ مومنِ اعظم ہیں ذرا ان کا کلام تو مطالعہ کر کے دیکھیں ابو طالبؑ کچھ اور ارشاد فرماتے ہیں اور راوی حضرات کسی اور الجھن میں ہیں۔

مقدمہ کتاب میں نقل ہے کہ چالیس چالیس لاکھ میں فتویٰ فروشی ہوتی رہی۔ وہ تمام روایات جو حضرت ابو طالبؑ کے خلاف کتابوں میں منقول ہیں بے حقیقت اور بے پرکی اڑائی ہوئی ہیں۔ ان روایات میں ہی ان کا ابطال موجود ہے۔ اپنے اپنے مقام پر تمام مخالف روایات تارِ عنکبوت کی طرح معدوم ہو جاتی ہیں۔ اصل مخالفت

marfat.com

کا سبب تو یہ ہے کہ حضرت ابو طالبؑ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کے والد محترم اور رسول اللہؐ کے مشفق جان نثار
چچا ہیں۔ جنہوں نے مشرکین کے ہر قبیلہ کو نام لے لے کر اسلام اور رسول اسلام کی مخالفت سے باز رکھا ہے کو
مائی کا لال ایسا ہے جس نے تن تنہا تمام قبائل عرب کا مقابلہ کیا ہو اور اپنی حکمتِ عملی سے دس سال تک اشاعت
دعوت اسلام کی تبلیغ کا راستہ ہموار کیے رکھا۔ بات کرنا اور ہے کر کے دکھانا اور ہے۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

یہ تھا اقتباس دیوان علی علیہ السلام سے جو مختصر سی تشریح کے ساتھ ہدیۂ قارئین کیا ہے۔

مقامِ ابو طالبؑ :

قارئین کرام! تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ احادیثِ نبوی کے الفاظ و عبارات تبدیل ہو سکتی ہیں لیکن ک
شاعر کا شعر اور انشاء پرداز کا خط چاہے کتنا قدیم ہو اپنی اصل عبارت ہی میں ہوتا ہے۔ پھر ان مقدس ہستیوں
خطوط اور نظم کلام تو بطور تبرک اہلِ علم کے سینوں اور کتب میں چلے آرہے ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام
کے مکتوبات ایک طرف تو بلند ترین انشاء پردازی کا نمونہ ہیں تو دوسری طرف احکام دین اور رشد و ہدایت
سیاستِ مدن کی اعلیٰ تعلیم کا شاہکار ہیں۔ معاویہ بن ابو سفیان کے ایک خط کے جواب میں جناب امیر علیہ السـ
نے جو خط تحریر فرمایا اس کا اقتباس ہدیۂ قارئین ہے۔ فرماتے ہیں وَاَمَّا قَوْلُكَ اِنَّا بَنُوْ عَبْدِ مُنَافٍ وَكَذٰ
نَحْنُ ۔ وَلٰكِنْ لَيْسَ اُمَيَّةُ كَهَاشِمٍ۔ وَلَا حَرْبٌ كَعَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَلَا اَبُوْ سُفْيَانُ كَاَبِيْ طَالِبٍ
اَلْمُهَاجِرُ كَالطَّلِيْقِ ۔ (مکتوبات حضرت علی علیہ السلام نہج البلاغہ مسعودی الامامت والسیاسـ
وغیرہ)۔ امیر علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ تیرا یہ کہنا کہ ہم اور تم عبد مناف کے ایک جیسے بیٹے ہیں تو یاد
امیہ ہاشم جیسا نہ تھا اور نہ ہی حرب عبد المطلب کے برابر تھا اور نہ ہی ابو سفیان حضرت ابو طالبؑ کے برابر تھا۔
نہ طلقا (معافی یافتہ) مہاجرین کی طرح ہیں۔

قارئین کرام! یہ خط طویل ہے۔ آگے اور بھی ایسے ہی درجات کا ذکر ہے ہمارا مقصد صرف یہ ہے
حضرت علی علیہ السلام کے علم و عرفان کے مطابق مقام ابو طالبؑ کا تعین اور تعارف ہو جائے۔ سوڈ نکے
چوٹ پر فرمایا کہ ابو سفیان کہاں اور ابو طالبؑ کہاں؟ قارئین کی خدمت میں ایک نکتہ عرض کیا جا رہا ہے کہ اگ
حضرت ابو طالبؑ کے ایمان و عقیدے میں ذرہ بھر بھی فرق ہوتا تو حضرت علی علیہ السلام جیسے صاحبِ علم و عرفان یہ
مراتب کا تصور کبھی پیش نہ فرماتے۔ اگر کسی بھی صورت حال کے پیش نظر نہ صرف زبان سے فرمایا بلکہ تحریر
ذریعے ہر اہلِ علم و دانش تک اس علم کو عام فرما دیا۔ اگر اس بیان میں ذرہ بھر بھی شک ہوتا تو معاویہ بن ابو سفی
کی طرف سے شدید قسم کا ردِ عمل دیکھنے اور سننے میں آتا مگر جواب میں ایک حرف تک نہ لکھا کہ دلیل محکم ہے۔

marfat.com

سرکارابد قرار کا ارشاد گرامی ہے کہ اَقْضٰی هُمْ عَلِیٌّ۔ صحابہ کرام کے قاضی (چیف جسٹس) علی علیہ السلام ہیں۔ یہ وہی علی علیہ السلام ہیں نا! قاضی شریح سے اپنے خلاف فیصلہ سن کر قاضی سے خوش ہوئے تھے۔ یہ ہے مقامِ ابوطالبؑ!

حضرت ابوطالبؑ کا ایمان بروئے تاریخ:

حضرت ابوطالبؑ نے عمر بھر اپنی جان سے عزیز بھتیجے کی خدمات جس وفا شعاری سے انجام دیں اس کی نظیر ڈھونڈ نے سے بھی ملنا مشکل ہے۔ اعلانِ نبوت کے بعد سرکارِ دو عالم کو جن خارہ گداز مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا ان میں آپ نے حضورؐ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑا۔ ساری قوم کی مخالفت اور عداوت مول لی لیکن حضورؐ کی رفاقت سے منہ نہیں موڑا اپنا اثر ورسوخ 'اپنا مال ومتاع' اپنے اہل وعیال سب کو حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وقف کر دیا۔ شعبِ ابی طالبؑ کی طویل اور روح فرسا تنہائی میں ساری مشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ ہر قدم پر حضورؐ کا ساتھ دیا ہر نازک مرحلہ پر دشمنوں کے ہر وار کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہوگئے اپنے خطبات میں حضورؐ کی مدحت سرائی کرتے رہے۔ طویل قصیدے لکھے جن میں آج بھی ہاشمی ومطلبی فصاحت کے انوار دمک رہے ہیں۔ ان قصائد میں ایسے اشعار موزوں کئے جنہوں نے بلغائے عرب اور فصحائے حجاز کو دم بخود کر دیا ان تمام قصائد میں حضورؐ کی تعریف وتوصیف کے ایسے سچے موتی پروئے جن کی چمک کے آگے آسمان کے ستارے خجل ہیں۔ محبت وعقیدت کے پھولوں سے ایسے گلدستے تیار کئے جن کی مہک سے آج بھی مشام جاں معطر ہو رہے ہیں۔ جن کی نظر افروز رنگت آج بھی آنکھوں کو ضیاء بخش رہی ہے۔ ان کے سارے کلام میں کہیں بت پرستی اور بت پرستوں کی ستائش نام کی کوئی چیز نہیں وہ اپنی عملی زندگی میں اسلام دشمن طاغوتی قوتوں کے سامنے ہمیشہ ایک چٹان بن کر کھڑے رہے۔ جب آپ بسترِ مرگ پر پیک اجل کا انتظار کر رہے تھے۔ اہلِ مکہ کا وفد حاضر ہو کر گذارش کرتا ہے ہمارے اور اپنے بھتیجے کے درمیان صلح مصالحت کر دیجئے۔ مصالحت کیجئے حضورؐ انہیں کلمہ شہادت کی دعوت دیتے ہیں۔ وہ برافروختہ ہو کر چلے جاتے ہیں حضرت ابوطالبؑ حضورؐ کی اس دعوت کے بارے میں اپنی زندگی کے آخری لمحات میں یوں اظہار فرماتے ہیں۔ وَاللّٰهِ مَا رَاَیْتُكَ سَاَلْتَهُمْ شَطَطًا۔ (خدا کی قسم آپ نے قریش سے اچھا سوال کیا ہے) اور دم واپسیں سے پہلے اپنے قبیلہ کے افراد کو جو آپ نے آخری وصیت کی صرف اس جملہ پر ایک نظر ڈال لیجئے۔ یَا مَعْشَرَ قُرَیْشٍ! اِبْنِ اَبِیْکُم کُوْنُوْا لَهٗ وَلَاةً وَلِحَرْبِهٖ حُمَاةً وَاللّٰهِ لَا یَسْلُكُ اَحَدٌ مِنْكُمْ سَبِیْلَهٗ اِلَّا رَشَدَ وَلَا یَاْخُذُ اَحَدٌ بِهَدْیِهٖ اِلَّا سَعِدَ۔ اے گروہ قریش یہ تمہارے باپ کے بیٹے ہیں۔ ان کے دوست بن جاؤ جنگوں میں ان کے حامی بن جاؤ۔ بخدا! تم میں سے جو شخص ان کے راستے پر چلے گا ہدایت پائے گا اور جو شخص ان کی ہدایت قبول کرے گا۔ وہ سعادت مند ہو جائے گا۔

marfat.com

اس کے بعد آپؑ کے بے شمار اشعار میں سے مندرجہ ذیل چند شعر پڑھیئے۔اور کہنے والے کے ایما
کے بارے میں فیصلہ کرنے میں آپ کو آسانی ہوگی۔

اَلَم تَعلَمُوا اَنَّا وَجَدنَا مُحَمَّدًا	نَبِیًّا کَمُوسیٰ خُطَّ فِی اَوَّلِ الکُتُبِ

کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمدؐ کو موسیٰ کی طرح نبی پایا ہے اور یہ بات پہلی کتابوں میں لکھی گئی تھی۔

فَلَسنَا وَرَبِّ البَیتِ نُسلِمُ اَحمَدًا	لِعَزَّ مِن عَضِّ الزَّمَانِ وَلَا کَرَبِ

"اس گھر کے رب کی قسم! ہم وہ لوگ نہیں ہیں۔ کہ احمدؐ کو تمہارے حوالے کر دیں زمانے کی شدتوں ا
تکلیفوں سے تنگ آ کر"

ایک اور قصیدے میں شانِ محمدیؐ کوثر و سلسبیل سے ڈھلی ہوئی زبان میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

وَاَبیَضَ یُستَسقَی الغَمَامُ بِوَجهِہٖ	ثِمَالُ الیَتَامٰی وَعِصمَةٌ لِلاَرَامِلِ

"وہ روشن چہرے والے جن کے روئے زیبا کے وسیلے سے بارش مانگی جاتی ہے جو یتیموں کی پناہ گاہ اور بیواؤں کا سہارا اور
ہیں"

وہ ہستی جس کا کردار اسلام اور پیغمبر اسلام کے بارے میں یہ تھا اور جس کا منظوم کلام اس قسم
دریائے شہوار سے بھرا ہوا تھا ایسی ہستی پر کفر و شرک کا الزام لگانا بڑا کٹھن کام ہے۔علامہ العصر امام محمد ابوزہرہؒ
سیرت کی نادرہ روزگار کتاب ''خاتم النبیین'' میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے رقم طراز ہیں ان کی تصنی
لطیف کے ایک اقتباس کا ترجمہ پیشِ خدمت ہے شاید اس موضوع پر شک وشبہ کی جو گرد پڑی ہوئی ہے وہ چھ
جائے اور حقیقت کا رخ زیبا بے حجاب ہو جائے۔اس موضوع پر تفصیل سے بحث کرنے کے بعد اس کا خلا
یوں تحریر فرماتے ہیں۔

شیخ ابوزہرہؒ کا بیان :

ہم اس بحث سے تین نتائج تک پہنچتے ہیں ان میں دو مسلمہ ہیں اور تیسرا محلِ نظر ہے۔پہلا نتیجہ یہ
کہ حضرت ابوطالبؑ اسلام کے حامی تھے۔حضور نبی کریمؐ اور مسلمانوں کا دفاع کیا کرتے تھے اپنے اشعار
انہوں نے حضورؐ کی دعوت کی جو مدح و ثنا کی ہے ذاتِ رسالت کے لئے اور صحابہ کرام کے لئے جس محبت پیار
شفقت کا اظہار کیا ہے اور مخالفین کی کذب بیانیوں کی جس شد و مد سے تردید کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے ک
رسول اللہؐ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ حضورؐ صادق ہیں راشد ہیں یعنی حضورؐ سچے ہیں اور راہ ہدایت
ہیں۔دوسرا مسلمہ نتیجہ یہ ہے کہ جب موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضورؐ کے اس مطالبہ کی صفائی پیش کی
آپؐ نے مشرکین مکہ سے کیا تھا اور دعوت محمدیؐ کے بعد یہ کہیں نہیں معلوم کہ آپؐ نے بتوں کی توصیف کی

marfat.com

ساری زندگی حضورؐ کی معیت میں اذیتیں برداشت کرتے رہے۔ اس کے ساتھ اس پاکیزہ محبت اور اس شفقت ظاہرہ کو بھی ملحوظ رکھتے جو انہیں ذاتِ پاک نبی کریمؐ سے تھی۔ تیسرا نتیجہ جو محلِ نظر ہے وہ یہ ہے کہ کیا آپؑ نے اپنی زبان سے کلمہ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحمدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه پڑھا۔ بے شک ایک روایت ایسی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی زبان سے یہ کلمہ پڑھا اور یہ وہی روایت ہے جس کے راوی حضرت عباسؓ ہیں۔ بعض لوگوں نے اپنی حد سے تجاوز کرتے ہوئے حضرت عباسؓ کے مقام رفیع پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ حضرت عباسؓ کو جھوٹ سے متہم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس بات کی پناہ مانگتے ہیں کہ آپؓ کی ذات کی طرف جھوٹ کی نسبت کریں خواہ اسلام سے پہلے ہی کیوں نہ ہو کیوں کہ آپ خاندان قریش کے سردار اور سرتاج تھے اور ایک عام عربی بھی جھوٹ نہیں بولتا تھا۔

کیا آپ نے امام بخاری کی وہ آیت نہیں پڑھی جس میں ہرقل نے ابوسفیان کو اپنے دربار میں طلب کیا تا کہ حضورؐ کے بارے میں چند استفسارات کرے۔ ابوسفیان کہتا ہے کہ میں نے بہت چاہا کہ آج موقع ہے میں سچ کی بجائے جھوٹ بولوں تا کہ ہرقل کی عقیدت حضورؐ سے ختم ہو جائے۔ لیکن اس خوف سے میں نے سچے جواب دیئے کہ کہیں اہلِ عرب مجھے جھوٹا نہ کہیں۔ اگر ابوسفیان جیسا آدمی جھوٹ بولنے کی جسارت نہیں کر سکتا تو حضرت عباسؓ جیسی ہستی جو ہاشمی خاندان کا سرتاج اور نبی کریمؐ کے محترم چچا ہیں کیا ان کے بارے میں یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا۔ امام ابوزہرہؒ یہاں علامہ ابن کثیر کی ایک روایت نقل کرتے ہیں اور پھر اس کا جواب دیتے ہیں۔ علامہ ابن کثیر کہتے ہیں۔ وَهُوَ فِیْ هٰذَا كُلِّهٖ یَعْلَمُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ صَادِقٌ" رَاشِدٌ" وَلٰكِنْ مَعَ هٰذَا لَمْ یُؤْمِنْ قَلْبُهٗ وَفَرْقٌ" بَیْنَ عِلْمِ الْقَلْبِ وَ تَصْدِیْقِهٖ۔

"ابو طالبؑ ان تمام امور میں جانتے تھے کہ رسول اللہؐ صادق ہیں، راشد ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کا دل ایمان نہیں لایا تھا اور دل کے جاننے اور ماننے میں فرق ہے"

وصال حضرت ابو طالبؑ

حضرت ابو طالبؑ کے انتقال پر ملال کا ذکر کرتے ہوئے علامہ ابن کثیر اولین سیرت نگار ابن اسحٰق کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"جب قریش کو آپ کی بیماری کا علم ہوا تو انہوں نے باہمی مشورہ کیا حمزہؓ اور عمرؓ بن الخطاب جیسے لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں اور آپؐ کی دعوت آہستہ آہستہ قریش کے جملہ قبائل میں بھی اپنا اثر دکھا رہی ہے اٹھو! سب ابو طالبؑ کے پاس چلیں اب ان کا آخری وقت ہے شاید ان کی آخری کوشش سے ہمارے درمیان اور محمدؐ (فداہ ابی وامی) کے درمیان کچھ مفاہمت ہو جائے کچھ ہم ان کی باتیں مان لیں اور کچھ وہ ہماری باتیں مان لیں

marfat.com

اس طرح ہمیں اس مصیبت سے چھٹکارہ مل جائے گا۔ آخر میں انہوں نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔ فَاِنَّا وَال
مَانَا مَنْ اَنْ یَبْتَزُّوْنَا اَمْرَنَا ۔ "ورنہ ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ وہ ہمارا خاتمہ کرکے چھوڑیں گے" یہ طے کرنے کے ب
مکہ کے رؤسا میں سے عتبہ بن ربیعہ' عتیبہ بن ربیعہ' ابوجہل بن ہشام' امیہ بن خلف' ابوسفیان بن حرب' اور د
دوسرے آدمی مل کر ابوطالبؓ کے پاس گئے اور بایں الفاظ اپنی حاضری کا مدعا بیان کیا۔ ''اے ابوطال
ہمارے دلوں میں آپ کی جو قدر و منزلت ہے اس سے آپ باخبر ہیں اب آپ کی یہ حالت ہے، ہم آپ
بارے میں طرح طرح کے اندیشوں میں مبتلا ہیں ہمارے اور آپ کے بھتیجے کے درمیان جو نزاع ہے وہ
آپ کو بخوبی معلوم ہے ہماری خواہش ہے کہ آپ انہیں بلائیں اور ہماری اور ان کی صلح کرادیں۔ کچھ ہمار
باتیں ان سے منوائیں اور کچھ ان کے مطالبات ہمیں ماننے کا حکم دیں تاکہ وہ ہمیں کچھ نہ کہیں اور ہم انہیں کچھ
کہیں۔ وہ ہمیں ہمارے حال پر رہنے دیں ہم جانیں اور ہمارے عقائد اور ہم ان کو ان کے حال پر رہنے دیں
جانیں اور ان کے نظریات'' حضرت ابوطالبؓ نے حضورؐ کو بلانے کے لئے آدمی بھیجے حضورؐ تشریف لائے
انہوں نے کہا'' اے میرے بھائی کے فرزند تیری قوم کے یہ سردار یہاں جمع ہوئے ہیں تاکہ کچھ دو اور کچھ لو
اصول پر تمہارا جھگڑا طے ہو جائے اور آئندہ تم صلح و آشتی سے زندگی بسر کرو'' اللہ کے پیارے رسولؐ نے جوا
دیا۔'' انہیں فرمائیں کہ میری صرف ایک بات مان لیں، سارے عرب کے یہ مالک بن جائیں گے اور سارا
بھی باج گذار بن جائے گا'' ابوجہل جھٹ بولا۔ ''نَعَمْ وَاَبِیْكَ وَعَشَرَ کَلِمَات''۔ تیرے باپ کی قسم! ای
بات نہیں آپ ایسی دس باتیں بھی کہیں تو ہم ماننے کے لئے تیار ہیں''
حضورؐ نے فرمایا کہو۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ ۔ وَتَخْلَعُوْنَ مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ۔ ''یعنی عبادت کے لائق کو
نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور اس کے بغیر تم جن معبودوں کی پرستش کرتے ہو ان کو پرے پھینک دو'' یہ سن
ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں اور کہنے لگے! یَا مُحَمَّدُ اَ تُرِیْدُ اَنْ تَجْعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَاحِدًا ؟ اِ
اَمْرَكَ تَعْجَب''۔ ''یعنی تم چاہتے ہو کہ ہم بہت سے خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کو مانیں یہ بڑی عجیب و غری
بات ہے''۔ آپس میں کہنے لگے کہ یہ شخص تمہارا کوئی مطالبہ تسلیم نہیں کرے گا چلو چلیں۔ تم اپنے عقید
لگے رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اور ان کے درمیان فیصلہ کردے۔ یہ کہہ کر وہ لوگ وہاں
واپس چلے گئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد حضرت ابوطالبؓ نے اپنے بھتیجے پر کسی ناراضگی، ناپسندیدگی کا اظہ
نہیں کیا بلکہ فرمایا''۔ وَاللہِ یَا ابْنَ اَخِیْ ۔ مَارَاَیْتُكَ سَاَلْتَهُمْ شَطَطًا۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ
کہا۔ وَاللہِ یَا ابْنَ اَخِیْ ۔ مَارَاَیْتُكَ سَاَلْتَهُمْ شَحَطًا۔ ''یعنی میں نہیں دیکھتا کہ تم نے کسی غلط بات کا ان
مطالبہ کیا ہے'' شططاً: قریب المعنی لفظ ہیں۔ اَلشَّطَطُ تَبَاعَدُ عَنِ الْحَقِّ ۔ جن سے دور ہو جانا۔ آپ کی یہ بات
سن کر حضورؐ کے دل میں ان کے بارے میں امید پیدا ہوئی اور انہیں فرمایا'' اَیْ عَمِّ ! فَاَنْتَ فَقُلْهَا اَسْتَحِلُّ لل

marfat.com

بِهَا الشَّفَاعَةَ یَوْمُ الْقِیٰمَةَ۔ "اے چچا! آپ یہ کلمہ کہیے اس سے قیامت کے دن آپ کے لئے میری شفاعت روا ہو جائے گی۔ انہوں نے جواب دیا۔ یَا ابْنَ اَخِیْ ! لَوْلَا مَخَافَةُ السُّبَّةِ عَلَیْكَ وَعَلٰی بَنِیْ اَبِیْكَ مِنْ بَعْدِیْ وَاَنْ تَظُنَّ قُرَیْشٌ " اَنِّیْ اِنَّمَا قُلْتُهَا جَزْعاً لِلْمَوْتِ لَقَلْتُهَا لَا اَقُوْ لُهَا اِلَّا سِرَّكَ بِهَا ۔ "اے بھتیجے! اگر اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ میرے مرنے کے بعد تمہیں اور تیرے بھائیوں کو لوگ مطعون کریں گے اور قریش یہ گمان کریں گے کہ میں نے کلمہ موت کے ڈر سے پڑھا تو میں ضرور پڑھتا اور میں یہ کلمہ صرف تمہیں خوش کرنے کے لئے پڑھتا'' جب موت کا وقت قریب آ گیا تو حضرت عباسؓ نے دیکھا کہ وہ اپنے ہونٹ ہلا رہے ہیں۔ انہوں نے کان لگا کر سنا اور عرض کیا۔ یَا ابْنَ اَخِیْ وَاللّٰهِ لَقَدْ قَالَ اَخِیَ الْکَلِمَةَ الَّتِیْ اَمَرْتَهٗ اَنْ یَقُوْلَهَا ۔ ''اے میرے بھتیجے بخدا! میرے بھائی نے وہی کلمہ پڑھا ہے جس کے پڑھنے کا آپؐ نے انہیں حکم دیا ہے''، رسول اللہؐ نے فرمایا لَمْ اَسْمَعْ میں نے نہیں سنا۔ (استفادہ از ضیاء النبیؐ ص ۴۱۹-۲)

قارئین کرام! یہ تحقیق علامہ ابن کثیر کی ہے، ہم نے اسی کتاب میں کسی جگہ لکھا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کو چار اشخاص نے دل کھول کر کافر کہا ہے۔ (نعوذ باللہ) امام بخاری، امام مسلم، امام اہلِ سنت مولوی احمد رضا خان بریلوی نے، امام حرم حضرت امام سید احمد دحلان سے علمی سندات تو حاصل کیں اور بہت بڑے بڑے القاب کے التزام کے ساتھ نام لکھے ہیں مگر اپنے رسالہ کو استاد ممدوح کی تحقیق پر فوقیت دے کر استادِ معظم کو در خورِ اعتنا نہیں سمجھا۔

ضیاء النبی میں آگے لکھا ہے، شیخ ابوزہرہ فرماتے ہیں

''علامہ ابن کثیر ابوطالبؑ کے علم کو یہودیوں کے علم کے ساتھ تشبیہ دے رہے ہیں۔ یَعْرِفُوْنَهٗ" کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَائَهُمْ کہ یہودی حضورؐ کو پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ایمان نہیں لائے تھے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں اس بات کی اجازت چاہتا ہوں کہ حافظ ابن کثیر کے اس خیال کی مخالفت کروں اور یہود کے علم کو جس طرح انہوں نے حضرت ابوطالبؑ پر منطبق کیا ہے اس کی تردید کروں۔ میں کہتا ہوں کہ ابوطالبؑ کے علم میں اور یہود کے علم میں زمین و آسمان کا فرق ہے ابوطالبؑ کا علم ایسا ہے جس کے ساتھ تصدیق اور یقین پایا جاتا ہے اور آپ کی ساری زندگی اور آپ کے سارے قصیدے اس بات کی تائید کرتے ہیں اس لئے میں کہتا ہوں۔ اِنَّهٗ لَا یُمْکِنُ اَنْ یَکُوْنَ مُشْرِکًا قَطُّ ۔ کہ حضرت ابوطالبؑ کا مشرک ہونا ممکن نہیں ہے، اس کی پہلی دلیل یہ ہے کہ آپ نے قریش کے اقوال کو مسترد کر دیا اور دعوت توحید کی تائید کی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ آپ نے ساری عمر توحید اور اہل توحید کا دفاع کیا اور اس راستہ میں جتنی اذیتیں مسلمانوں نے برداشت کیں اتنی اذیتیں ابوطالبؑ نے بھی برداشت کیں تیسری وجہ یہ ہے کہ انہوں نے صراحۃً یہ کہا کہ محمدؐ صادق اور راشد ہیں اور اس بحث کے آخری پیرا میں فرماتے ہیں۔'' اب تک ہم نے جو لکھا ہے اس سے یہ مستنبط

marfat.com

ہوتا ہے کہ آپؑ ہرگز مشرک نہ تھے کیوں کہ مشرک وہ ہوتا ہے جو بتوں کی عبادت کرے اور انہیں اللہ تعالیٰ
ساتھ شریک بنائے اور آپ کی ساری زندگی اس بات کی شاہد عادل ہے کہ آپ بتوں اور ان کی پرستش کو با
اور لغو سمجھتے تھے۔'' وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ ھُوَ الْعَلَمُ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ وَمَا تُخْفِی الْاَنْفُسُ ۔ لیکن اگر کسی
نزدیک دوسری روایتیں اس روایت سے زیادہ قابلِ اعتبار ہوں تب بھی اسے آپؑ کے حق میں کوئی ناشا
بات کہنے سے احتراز کرنا چاہئے۔ آپؑ کی بینظیر خدمات کا یہ معاوضہ ہماری طرف سے نہیں دینا چاہئے ک
منبروں پر کھڑے ہو کر اپنا سارازورِ بیان ان کو کافر ثابت کرنے اور ان کو کافر کہنے اور کہتے چلے جانے پر ہی صر
کرتے رہیں اس سے بڑھ کر ناشکری اور احسان فراموشی کی کوئی مثال پیش نہیں کی جاسکتی چنانچہ علامہ آلوسی
ہیں۔مَسْئَلَۃُ اِسْلَامِہٖ خِلَافِیَۃٌ'' ...... ثُمَّ اِنَّہٗ عَلَی الْقَوْلِ بِعَدَمِ اِسْلَامِہٖ لَا یَنْبَغِیْ سَبُّہٗ: اَلتَّکَلُّمُ فِیْہِ بِفَضْ
الْکَلَامِ فَاِنَّ ذٰلِکَ مِمَّا یَتَاَذّٰی بِہِ الْعَلَوِیُّوْنَ بَلْ لَا یَبْعُدُ اَنْ یَّکُوْنَ مِمَّا یَتَاَذّٰی بِہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَ
عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ۔اَلَّذِیْ نَطَقَتِ الْاٰیَۃِ بِنَاءً عَلٰی ھٰذِہِ الرِّوَایَاتِ بِحُبِّہٖ اِیَّاہُ وَالْاِحْتِیَاطُ لَا یَخْفٰی
ذِیْ فَھْمٍ ۔ لِاَجْلِ عَیْنٍ اَلْفَ عَیْنٍ تُکْرَمُ۔ ''حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کا مسئلہ اختلافی مسئلہ ہے اور جو
آپ کے ایمان کے قائل نہیں انہیں بھی یہ مناسب نہیں کہ اپنی زبان پر کوئی ناروا جملہ لے آئیں کیونکہ اس
حضرت سیدنا علی علیہ السلام کرم اللہ وجہہ کی اولاد کو اذیت پہنچتی ہے اور کوئی بعید نہیں کہ حضورؐ کا دل مبارک بھی ر
ہوتا ہو۔ ہر عقل مند آدمی جانتا ہے کہ ایسے نازک مقامات پر احتیاط سے کام لینا چاہئے'' مولانا شبلی نے
موضوع پر جو لکھا ہے وہ بھی اس قابل ہے کہ اہلِ علم اس کا مطالعہ کریں۔ (استفادہ ضیاء النبی جلد دوم)

قارئین کرام! مندرجہ بالا تحقیقی بیانات سے بخوبی وضاحت وصراحت ہوگئی کہ کردار ابوطالبؑ
تقاضا نہیں جو الزامات کے گردوغبار سے معلوم ہوتا ہے۔ مندرجہ بالا بیانات میں تین مستند علماء کی آراء کا
ہے کہ خواجہ ابوطالبؑ صادق الایمان مومن' مواحد اور عاشق وناصر رسولؐ ہیں۔ ان کی ذات والاصفات کبھی
شرک کے گردوغبار سے آلودہ نہ ہوئی۔ جبکہ حضرت عبدالمطلبؑ نے بت پرستی، شراب خوری اور دیگر بہ
برائیوں کو حرام قرار دے رکھا تھا۔ ہم نے جن تین علماء کا حوالہ دیا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔ امام العصر علا
ابوزہرہ' علامہ آلوسی مفسر اور پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری۔ خداوند کریم ان علمائے حق کی مرقدوں پر
لازوال رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!

سگِ اصحابِ کہف:

کتا اگرچہ پالتو جانوروں میں سے ہے مگر اپنی ذات کے اعتبار سے نجس اور ناپاک ہے عباد
ریاضت کے لئے مکلّف بھی نہیں، برتن میں منہ ڈال دے تو برتن ناپاک، غرضیکہ کتا مِنْ کُلِّ الْوُجُوْہٖ ناپ
ہے مگر حیرانی کی بات ہے ایک کتا بشکل انسان بہشت میں جاتا دکھائی دیتا ہے۔ کیا وہ مسلمان ہوگیا تھا؟ اس

marfat.com

عبادت کی تھی؟ اس نے خیرات کی تھی؟ یا احکام الٰہی بجالایا تھا؟ نہیں ان کاموں میں سے کوئی بھی نہیں کیا تھا۔ مگر اس کتے نے ایک معمولی سا کام کیا جس کا نفع نقصان بھی اسے معلوم نہ تھا کہ وہ چند نیک انسانوں کے ہمراہ ہولیا تھا وہ بندگانِ خدا نہ پیغمبر تھے نہ رسول، وہ ایک کافر بادشاہ کے وزراء یا مقربین تھے وہ بادشاہ کے شر سے بچنے کے لئے شہر چھوڑ جنگل کی جانب جارہے تھے حقیقت احوال سے متعارف ہوکر ایک چرواہا بھی ان کے ہمراہ ہوگیا چرواہے کا کتا بھی پیچھے چل پڑا۔ لاکھ روکا مگر نہ رکا ساتھ چلا گیا۔ قرآن حکیم میں اس کتے کا ذکر دو حوالوں سے ہے ایک تو یہ کہ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ۔ (کہف) اوران کا کتا غار کے دہانے پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔ (تفہیم القرآن) تفسیر حسینی میں بحوالہ امام ثعلبی لکھا ہے کہ اس کتے کا سر سرخ پشت سیاہ' سینہ سفید اور دم ابلق تھی اور اس کا نام قطمیر یا قطفیر تھا۔ حافظ ابن کثیر نے اصحاب کہف کا قصہ تفصیل سے لکھا ہے مگر چرواہے کا ذکر نہیں کیا طویل بحث کے بعد لکھا ہے۔ ''ان کا کتا بھی انگنائی میں دروازے کے پاس مٹی میں چوکھٹ کے قریب بطور پہریدار بازو زمین پر ٹکائے ہوئے بیٹھا ہوا ہے۔ اس کتے کو بھی نیند آگئی ہے۔ سچ ہے بھلے لوگوں کی صحبت بھی بھلائی پیدا کرتی ہے دیکھئے اس کتے کی کتنی شان ہوگئی کہ کلام اللہ میں اس کا ذکر آیا ہے'' کہتے ہیں ان میں سے کسی کا یہ شکاری کتا پلاہوا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ کتا بادشاہ کے باورچی کا تھا چونکہ وہ بھی ان کے ہم مسلک تھے ہجرت میں ان کے ساتھ تھے۔ ان کا کتا بھی ان کے پیچھے چلا گیا تھا۔ واللہ اعلم (ابن کثیر اُردو۔ ص ۸۵) مندرجہ بیان ابن کثیر اُردو سے نقل کیا گیا ہے۔

قارئین کرام! محبت و مجلس کے اعتبار سے یہ واقعہ نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ عجائباتِ عالم میں سے ایک ہے خود قرآن حکیم میں اس واقعہ کے عجیب و غریب ہونے کا ذکر ہے مگر حضرت امام حسین علیہ السلام کے سرِ اقدس کا نیزے کی نوک پر قرآن پڑھنا اس سے بھی زیادہ تعجب خیز حیران کن ہے۔

مختلف مفسرین وغیرہ نے سگ اصحاب کہف کی صحبت کا تذکرہ کیا ہے مولانا روم کا یہ شعر بھی ملاحظہ فرمائیں۔

چوں زگرگی وارہد محرم شود	چوں سگ کہف از بنی آدم شود

''یعنی جب بھیڑیا اپنی درندگی ترک کرتا ہے تو سگ اصحابِ کہف کی طرح انسانی صفت اختیار کرلیتا ہے''

مطلب یہ ہے کہ بھیڑیا اوصاف درندگی کو چھوڑ دے تو انسان سے مانوس ہوجاتا ہے۔ جس طرح اصحابِ کہف کا کتا اپنے اوصاف واطوار چھوڑ کر انسانوں جیسے اوصاف سے بہرہ ور ہوگیا اب شکل تو کتے کی ہے مگر صفت انسانی اختیار کرنے سے اسے مقام آدمیت مل گیا ہے۔ بدبختو! بیالیس سال سید الانبیاء کی نصرت و حمایت کرنے والے خواجہ ابو طالبؑ کی شان و عظمت کو پہچانو! اور بے ادبی گستاخی سے بچو ورنہ صحاح سے بہت زیادہ سخت مقام ملے گا۔

marfat.com

تفسیر مظہری

اوران کا کتا غار کے دہانے کے اندر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے پڑا ہے۔مجاہد اور ضحاک نے وصید
ترجمہ کیا ہے غار کا صحن، عطا نے ترجمہ کیا ہے دہلیز۔مسدی نے کہا۔وصید دروازہ کو کہتے ہیں عکرمہ کی روایت میں
حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی قول آیا ہے اکثر اہلِ تفسیر نے لکھا ہے کہ اصحاب کہف کا کتا واقعی کتا ہی تھا۔بعض
علماء نے کہا کتا نہ تھا شیر تھا' کلب ہر درندہ کو کہتے ہیں رسول اللہؐ نے عتبہ بن ابولہب کو بددعا دی تھی اور فرمایا تھا اللہ
اپنے کسی کلب کو اس پر مسلط کردے (بددعا قبول ہوئی) عتبہ کو شیر نے پھاڑ کھایا۔اول قول معروف ہے اور دو
ابن جریج کا ہے۔حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا وہ چتکبرا کتا تھا ایک اور روایت میں آیا قلطی سے بڑا اور کر
(کتے) سے چھوٹا، مقاتل نے کہا اس کا رنگ زرد تھا۔قرطبی نے کہا گہرا زرد مائل بسرخی تھا کلبی نے کہا اس کا رنگ
ڈھلی ہوئی اون (یا روئی) کی طرح تھا۔بعض نے کہا مجری رنگ کا تھا حضرت ابن عباسؓ کے قول پر اس کا نام قطم
اور حضرت علی علیہ السلام کے قول پر اس کا نام ریان تھا۔اوزاعی نے کہا تصور تھا۔سدی نے کہا ثور تھا اور کعب نے
صبیا تھا۔خالد بن معدان نے کہا سوائے اصحاب کہف کے کتے اور بلعم (بن باعور) کے گدھے کے اور کو
چوپایہ جنت میں نہ جائے گا۔سدی کا قول ہے کہ اصحاب کہف کروٹ لیتے تھے تو کتا بھی ان کے ساتھ کروٹ
لیتا تھا اصحابِ کہف دائیں طرف کروٹ لیتے تو کتا اپنا دایاں کان موڑ کر (دائیں) بل پر ہوجاتا اور اصحاب کہف
بائیں کروٹ لیتے تو کتا اپنا بایاں کان موڑ کر (بائیں) بل پر ہوجاتا تھا (مظہری ۱۹۲۔ ۷ اُردو)

گفتۂ رومی :

ہمراہ اصحاب کہف آں کلب شد	تاسگی از وے بکلی سلب شد

''وہ کتا اصحابِ کہف کے ساتھ چلا گیا اور وہ بھی پاک ہوگیا'' مطلب یہ ہے کہ تھا وہ نجس کتا،
نیکوں کی صحبت نے اس کی نجاست کو ختم کردیا۔اب جہاں بھی اصحابِ کہف کا ذکر ہوتا ہے ان کے کتے کا تذ
بھی لازمی ہوا کرتا ہے۔شعر ملاحظہ ہو۔

در سگ اصحاب خوئے زاں رقود	رفتہ تا جویائے رحمن گشتہ بود

''اصحابِ کہف کے کتے میں غار کے اندر سونے والوں کی خصلت مؤثر ہوگئی تھی۔اسی وجہ سے
طالب رحمٰن بن گیا تھا''

اب مقام ابوطالبؑ معلوم ہوجانا چاہیے مگر عقل کے اندھے کیا کریں۔قارئین کرام! ایک عقلی د
ہے کہ جو چیز جس کی صحبت اختیار کرتی ہے اس میں صحبت اور مجلس کے کم وبیش اثرات ضرور پائے جا
ہیں۔لوہے کو دیکھئے ایک ٹھوس اور وزنی دھات ہے آگ کو لے لیجئے جب جلتی ہے تو اس کے شعلے اور انگا

marfat.com

اور دھواں اس کی موجودگی کی علامت ہوتی ہے۔ جب بجھ جاتی ہے تو خاکستر کے بغیر کچھ نہیں ہوتا مگر لوہا جب آگ کی صحبت اختیار کرتا ہے تو اس میں آگ کا اثر پوری طرح نمایاں ہوتا ہے۔ نہ صرف اس میں آگ کی گرمی جذب ہو جاتی ہے بلکہ لوہے کا ٹکڑا مکمل طور پر آگ کا انگارہ دکھائی دیتا ہے اب اس کی تاثیر دیکھئے جس جس چیز کو آگ جلاسکتی ہے وہ چیز لوہے سے بھی اسی طرح جلتی ہے لیکن یہ بات اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ گرم ترین لوہے کو بھی آگ نہیں کہا جائے گا۔ بلکہ لوہا ہی کہا جائے گا صحبت کا اثر حیوانات میں بھی پایا جاتا ہے۔ انسان تو اشرف المخلوقات ہے انسان کی صحبت میسر ہونے پر وحشی درندے بھی رام ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ بحث سگ اصحاب کہف کے حوالے سے چل رہی ہے اور کتنی بڑی مثال ہے کہ نجس کتا نیک انسانوں کی صرف محبت اختیار کرتا ہے تو وہ بھی اس گروہ صالحین کا ایک رکن شمار ہوتا ہے حالاں کہ اس کی محبت میں سوائے وفاداری اور خاموشی سے پہرا دینے کے کتے کا کوئی عمل نہیں تھا۔ پاسبانی اور وفاداری کا اسے یہ صلہ ملا کہ وہ آدمی کی شکل میں بہشت میں جائے گا۔ اثر صحبت ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ آیا سمجھ میں مقام ابوطالبؑ ؟

تا رسد از مہر او نوری ترا	باش مردان خدا را خاکپا

''اولیاء اللہ کے پاؤں کی خاک بن جاتا کہ تجھے اس کی مہربانی سے نور حاصل ہو''

تا رہا ند زیں تفاوت اصطفاش	رو سگ کہف خداوندگاش

''اے مخاطب اصحاب کہف کے کتے کا مالک بن جاتا کہ اس بزرگی کے سبب تو بندشوں سے آزاد ہو جائے''

کتے کو تو صحبت صالحین کا بہترین اور ابدی صلہ مل گیا تو جس فدا کار نے بیالیس سال امام الانبیاء کی نہ صرف کفالت و تربیت کی بلکہ نزول وحی سے لے کر اپنی زندگی کے آخری لمحات تک نصرت و حمایت و حفاظت و فدا کاری میں سرگرم عمل رہا اسے کچھ نہ ملا ہوگا؟ کھلی ہوئی حقیقت ہے انبیاء کی نصرت و حمایت مومن ہی کیا کرتے ہیں نہ کہ مشرک و بت پرست، اگر کوئی مشرک کسی نبی کی حفاظت کرے تو اسے نبی نہ ماننے کا کون سا جواز باقی رہ جاتا ہے۔ جن لوگوں نے دنیا میں ہونے والا اپنی نوعیت کا ظلم عظیم یعنی اولادِ رسول کا قتل عام اپنے دین کا حصہ بنایا ان کے لئے موضوع حدیثیں بیان کرنا اور آلِ رسول اللہ کی توہین میں روایات جمع کرنا نہ صرف آسان کام تھا بلکہ یہی فعل بد اور رسوائے زمانہ عمل ان کی پہچان اور تعارف تھا۔

اس زمانے (۱۴۲۲ ہجری) تک اس گروہ نے اپنی خباثت کا جال بچھا رکھا ہے اور حکومت کے تمام ذرائع ابلاغ سے وقتاً فوقتاً خارجی اور ناصبی، خاندانِ نبوت کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں۔ خواجہ ابوطالبؑ کے ایمان واسلام پر الزام کا غبار اٹھانے والے اپنے ایمان کی خیر مانگیں جب قیامت کے دن ولایت علیؑ کے بارے میں سوال ہوگا تو گستاخان اہل بیت مثبت جواب سے محروم و مایوس ہونے پر اپنے ہاتھوں کو کاٹ کاٹ

marfat.com

کھائیں گے اور افسوس کرتے ہوئے کہیں گے کاش ہم محبِ رسولؐ ہوتے اور بے دین خارجی کو اپنا دوست بناتے۔ جو روایت بھی کفار و مشرکین کے حق میں ہے اسی کو خواجہ ابو طالبؑ اور خاندانِ نبوت سے منسوب کر ہے۔ یہ فعل ایذائے رسولؐ بن کر خداوند کریم کے قہر و غضب کو دعوت دیتا ہے۔ خداوند کریم ہمیں محبت اہل بیت رکھے اور حشر و نشر بھی اسی پر ہو۔ آمین!

نہ مانا جس نے تجھے جہاں میں، جلال قدرت کا ہے وہ منکر
نہ جانا جس نے تجھے جہاں میں، وہ خاک جانے جمال کیا ہے

خواجہ ابو طالبؑ کا دم واپسیں اور ان کی وصیت :

آپؑ کی زندگی کے آخری لمحات ہیں آپؑ کے قبیلے کے سرکردہ لوگ اکٹھے ہیں۔ اس وقت آپؑ ان سب کو ایک وصیت کی جس سے آپؑ کی اولوالعزمی بالغ نظری حکمت و دانائی کے ساتھ ساتھ آپؑ کی فصاحت و بلاغت کے جلوے بھی نظر آتے ہیں۔ جس کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر اس کا لفظی ترجمہ خدمت ہے۔ آپؑ نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

''اے گروہ قریش! تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے چن لیا ہے تم سارے عرب کا دل ہو یہ طرح جان لو کہ تم نے تمام اچھی صفات اپنے اندر جمع کر لی ہیں۔ شرف و عزت کے تمام مدارج تم نے پا لئے انہی گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے تمہیں دوسری قوموں پر برتری حاصل ہوئی۔ میں تمہیں اس مکان (بیت شریف) کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں کیوں کہ اسی میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے اور اسی پر تمہاری معاش کا مدار ہے اور اسی وجہ سے تمہارا دبدبہ قائم ہے قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنا قطع رحمی سے باز رہنا۔ کیو صلہ رحمی سے زندگی طویل ہوتی ہے اور دوستوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے بغاوت و سرکشی کو ترک کر دو کیو اسی وجہ سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں۔ جو دعوت دے اسے قبول کرنا۔ سائل کو خالی نہ لوٹانا۔ کیوں کہ اسی میں اور موت کی عزت ہے۔ سچ بولنا۔ امانت میں خیانت نہ کرنا ان خوبیوں کی وجہ سے خواص کے دلوں میں محبت ہوتی ہے اور عوام کے دلوں میں عزت۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ محمد ﷺ کے ساتھ بھلائی کرنا۔ کہ سارے قبیلہ قریش میں وہ الامین کے لقب سے ملقب ہیں اور سارے اہلِ عرب انہیں الصدیق ہیں۔ جن خصائل حمیدہ کی میں نے تمہیں وصیت کی ہے وہ ان تمام کے جامع ہیں بخدا میں دیکھ رہا ہوں کہ کے مفلسوں اور ناداروں نے دور دراز علاقوں میں رہنے والوں نے، کمزور اور ضعیف لوگوں نے ان کی دعوت قبول کر لیا ہے۔ ان کے دین کی تعظیم کی ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کی برکت سے وہ لوگ قریش کے بن گئے ہیں اور قریش کے سردار پیچھے رہ گئے ہیں ان کے محلات غیر آباد ہو گئے ہیں عرب کے سارے باشندے ان کے ساتھ دل سے محبت کرنے لگے ہیں اپنے دلوں کو ان کی محبت و عقیدت کے لئے انہوں نے مخصوص

marfat.com

ہے اور اپنی زمام قیادت ان کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ اے گروہ قریش! اپنے باپ کے بیٹے کے مددگار اور دوست بن جاؤ، جنگوں میں اس کے حامی وناصر بن جاؤ۔ خدا کی قسم جو شخص اس کی راہ پر چلے گا اور جو اس کے دین کو قبول کرے گا وہ نیک بخت اور بلند اقبال بن جائے گا اگر میری زندگی میں کچھ گنجائش ہوتی اور میری موت میں کچھ تاخیر ہوتی تو میں ساری جنگوں میں اس کی کفالت کرتا اور تمام مصائب و آلام سے اس کا دفاع کرتا۔ اس وصیت کے بعد آپؑ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

قارئین کرام! انصاف بلکہ ایمان کا تقاضا ہے کہ اگر خواجہ ابو طالبؑ کے بارے میں کوئی دلیل اور ثبوت نہ بھی ہو تو اس وصیت کا ایک ایک حرف و جملہ وضاحت وصراحت کرتا ہے کہ یہ وصیت کسی عاشق زار دل سوختہ فدا کار کے ایمان کی ترجمان ہے اس وصیت میں معاشرتی روابط کا بھی ذکر ہے تو صلہ رحمی کی تعلیم بھی، قریش قبائل کی خاندانی شرافت کا تذکرہ ہے تو خانۂ خدا کی عظمت و احترام کی تاکید بھی' لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ حضور کی اطاعت و پیروی اور نصرت وحمایت اور وفاداری کی تاکید فرمائی دین اسلام کی حقانیت بیان فرمائی مستقبل کے حالات اور کفار سے لڑائیوں کی پیشین گوئی فرمائی۔ اتباع وتعاون رسول کو ذریعہ نجات قرار دیا۔ نجات اور عزت و اکرام کے لئے اطاعتِ رسول کو وسیلہ بنانے کی تلقین فرمائی نیز حسرت وافسوس کا اظہار فرمایا کہ کاش کچھ عرصہ میری زندگی وفا کرتی تو میں ان آلام ومصائب میں رسول خداؐ کی نصرت وحمایت کرتا جن کو میں اپنی نظروں سے دیکھ رہا ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس وصیت کے فوراً بعد آپؑ واصل بحق ہو گئے۔

ع۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

''اصل روایت تو یہ ہے وہ کلمہ پڑھانے والی اور کفار کی مداخلت اور ملامت کا خوف، یہ ساری باتیں ذہنی اختراعات' افترا پردازی اور خاندانِ نبوت سے ذاتی دشمنی کے محرکات ہیں۔

دشمنانِ رسولؐ کے رویّے پر کیفیتِ ناصرِ رسولؐ

تَطَاوَلَ لَیْلِیْ بِھَمٍّ وَصَبٍّ	وَدَمْعٌ کَسَحِّ السِّقَاءِ السَّرِبْ
لِلَعْبِ قُصَیٍّ بِاَحْلَامِھَا	وَھَلْ یَرْجِعُ الْحِلْمُ بَعْدَ اللَّعِبْ
وَنَفِیُ قُصَیٍّ بَنِیْ ھَاشِمٍ	کَنَفِیِ الطُّھَاۃِ لِطَافَ الْخَشَبْ
وَقَوْلٍ لِاَحْمَدَ: اَنْتَ امْرَءٌ	خَلُوْفُ الْحَدِیْثِ ضَعِیْفُ السَّبَبْ
وَاِنْ کَانَ اَحْمَدُ قَدْ جَاءَ ھُمْ	بِحَقٍّ وَلَمْ یَاتِھِمْ بِالْکَذِبْ

marfat.com

عَلٰى اَنَّ اِخْوَانَنَا وَازَرُوْا	بَنِیْ هَاشِمٍ وَ بَنِیْ الْمُطَّلِبْ
هُمَا اَخَوَانِ كَعَظْمِ الْيَمِيْنِ	اَمَرًا عَلَيْنَا بِعَقْدِ الْكُرَبْ
فَيَالَ قُصَيٍّ اَلَمْ تَخْبُرُوْا	بِمَا حَلَّ مِنْ شُئُوْنٍ فِیْ الْعَرَبْ
فَلَا تُمْسِكُنَّ بِاَيْدِيْكُمُوْ	بَعِيْدَ الْاُنُوْفِ بِعَجْبِ الذَّنَبْ
وَرُمْتُمْ بِاَحْمَدَ مَا رُمْتُمُوْ	عَلَى الْاَصِرَّاتِ وَ قُرْبِ النَّسَبْ
اِلَامَ اِلَامَ تَلَاقَيْتُمُوْ	بِاَمْرٍ مِزَاحٍ وَحُلْمٍ عَزَبْ؟
زَعَمْتُمْ بِاَنَّكُمْ جِيْرَةٌ	وَ اَنَّكُمُوْ اِخْوَةٌ فِیْ النَّسَبْ
فَكَيْفَ تُعَادُوْنَ اَبْنَاءَهٗ	وَاَهْلَ الدِّيَانَةِ بَيْتَ الْحَسَبْ
فَاِنَّا وَمَنْ حَجَّ مِنْ رَاكِبٍ	وَ كَعْبَةُ مَكَّةَ ذَاتِ الْحُجُبْ
تَنَالُوْنَ اَحْمَدَ اَوْتَصْطَلُوْا	ظُبَاةَ الرِّمَاحِ وَ حَدَّ الْقُضُبْ
وَتَعْتَرِفُوْا بَيْنَ اَبْيَاتِكُمْ	صُدُوْرَ الْعَوَالِیْ وَ خَيْلًا عُصَبْ
اِذَا الْخَيْلُ تَخْزَعُ فِیْ جَرْيِهَا	بِسَيْرِ الْعَنِيْقِ وَ حَثِّ الْخُبَبْ
تَرَاهُنَّ مِنْ بَيْنِ ضَافِی السَّبِيْبِ	قَصِيْرَ الْحِزَامِ طَوِيْلَ اللَّبَبْ
وَ جَرْدَاءَ كَالظَّبْیِ سَيْمُوْحَةٍ	طُوَاهَا النَّقَائِعَ بَعْدَ الْحَلَبْ
عَلَيْهَا كِرَامُ بَنِیْ هَاشِمٍ	هُمُ الْاَنْجَبُوْنَ مَعَ الْمُنْتَخَبْ

"پے در پے رنج و غم اور تفکرات کی وجہ سے میری راتیں طویل ہوتی جارہی ہیں اور میرے آنسو
طرح بہتے رہتے ہیں جیسے مشکیزہ سے پانی بہ رہا ہو۔ کیونکہ قصی کی اولاد اپنی عقلوں سے کھیل رہی ہے اور کیا ا
کھیل کے بعد (انسان کے اندر) دانشمندی واپس آ سکتی ہے؟ قصی کے خاندان والوں نے، خاندان بنی ہا
اس طرح الگ کر رکھا ہے، جیسے تنور والے چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کو چن کر الگ کر دیتے ہیں۔
اور یہ لوگ (میرے بھتیجے) محمد مصطفیٰ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ "تمہاری باتیں غلط ہیں" یہ بہت

marfat.com

ورواہیات بات ہے۔ جبکہ محمدؐ تو ان کے پاس حق (کا پیغام) لےکر آئے ہیں، انہوں نے کوئی غلط بات تو نہیں کہی۔ البتہ خاندان بنی ہاشم، اور خاندان مطلب کے ہمارے بھائیوں نے ہمارا ساتھ دیا ہے۔ ہمارے یہ بھی در حقیقت ہمارے داہنے ہاتھ جیسے ہیں (جس میں زیادہ قوّت ہوتی ہے اور انسان اس ہی سے زیادہ کام لیتا ہے) جب ہم پریشانیوں میں گھرے تو ان ہی لوگوں نے ہمیں تقویت پہنچائی۔

اے قصی کے خاندان کے لوگو! تمہیں اس بات کی اطلاع نہیں کہ اہل عرب کن حالات سے گذر رہے ہیں؟ تم صاحبان شرافت و کرامت لوگ ہو، اُن لوگوں کا ساتھ مت دو جو پست ہمّت اور ارفع و اعلیٰ باتوں سے دور ہیں۔ اور (افسوس، صد افسوس، تم نے میرے بھتیجے محمدؐ جس کا نام) احمدؐ (بھی ہے) اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ جبکہ اس کے ساتھ تمہاری قرابت بھی ہے اور نسبی رشتہ بھی۔

کب تک تم لوگ (رُشد و ہدایت کی باتوں کو) ہنسی مذاق سمجھتے رہو گے اور ذہنی فتور کا مظاہرہ کرتے رہو گے؟ جبکہ تم خود کو اُن کا پڑوسی بھی سمجھتے اور نسبی قرابتداری (کو مدِ نظر رکھا جائے تو) تم اُن کے بھائی بھی (قرار پاتے) ہو۔

پھر کیسے تم ان سے دشمنی کر رہے ہو جبکہ وہ تمہارے رشتہ دار ہی کی اولاد ہیں اور حسب و نسب کے لحاظ سے تم سے قریب ہیں۔ ہم لوگ، اور وہ لوگ جو سواریوں پر حج بیت اللہ کے لیے، مکہ معظمہ آتے ہیں (سب کے سب) غلاف کعبہ سے وابستہ ہیں۔ (یاد رکھو اگر) تم لوگوں نے احمدؐ (محمد مصطفٰیؐ) کو گزند پہنچانے کی کوشش کی اور ان کے مقابلے پر آئے تو تمہیں نیزوں کی انیوں اور تلواروں کی دھار کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر تم سب گروہ در گروہ، اپنے گھوڑوں اور بلند و بالا نیزوں کے ساتھ، اپنے اپنے گھروں کے سامنے ہی (مرے ہوئے) بکھرے پڑے ہوگے۔ (یہ اُس وقت ہوگا) جب گھوڑوں کو تیزی سے دوڑایا جائے گا اور دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے انہیں آمادہ کیا جائے گا (اُبھارا جائے گا)۔ اُن گھوڑوں کو تم دیکھو گے جن کی گردن اور دُم کے بال لمبے ہوں گے، ان کی لگام چھوٹی ہوگی لیکن ان کا سینے بند بڑا ہوگا۔

(یہ گھوڑے) ہرن کی طرح چوکڑی بھرنے والے ہوں گے۔ اُن کے جسم کے بال چھوٹے ہوں گے۔ اُن گھوڑوں کے شہسوار خاندان بنی ہاشم کے انتہائی شریف النفس اور عالی ہمّت افراد ہوں گے جو (خداوند عالم کے) منتخب بندہ کے ہمراہ ہوں گے۔

خواجہ ابو طالبؑ کی تنبیہہ

جناب ابو طالبؑ نے ایک اور موقع پر عبدالشمس بن عبد مناف اور نوفل بن عبد مناف کے خاندان کے لوگوں کو اپنے اشعار میں مخصوص انداز سے مخاطب کر کے اُن کی حمیت و غیرت کو للکارا ہے۔ ان دونوں خاندانوں کے افراد حبشہ اور عراق کی طرف تجارتی قافلے لے کر جاتے تھے اور مکہ میں بہت مالدار اور باثر سمجھے

marfat.com

جاتے جب اُن لوگوں کی طرف سے رسول خداؐ کی مخالفت بہت بڑھ گئی تو جناب ابو طالبؑ نے ایک نظم کے
ذریعہ سے اُن کو مخاطب کیا جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

اُعِيذُ كَمَا اَنْ تَبعَثَا بَيْنَنَا حَرْبًا	اَيَا اَخَوَيْنَا عَبْدَ شَمْسٍ وَ نَوْفَلًا

''اے عبد الشمس اور نوفل بن عبد مناف کے خاندان والو! (چونکہ ہم بھی خاندان عبد مناف ہی
ہیں اس بناء پر رشتہ میں) تم ہمارے بھائی (ہو) میں تم لوگوں کو تنبیہ کرتا ہوں کہ ہمارے خلاف جنگ کا بازار
نہ کرو''

مہاجرین حبشہ کے بارے میں شاہِ بطحاؑ کا اضطراب

جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تو حضرت ابو طالبؑ نے وہاں کے بادشاہ نجاشی کو لکھ
اِن مسلمانوں کا احترام کرنا اور ان کی عزت و کرامت کا خیال کرنا، چنانچہ فرماتے ہیں:

اَلَا لَيْتَ شِعْرِی كَيْفَ فِی النَّأيِ جَعْفَرُ
وَ عَمْرٌو وَ اَعْدَاءُ النَّبِیِّ الْاَقَارِبُ
فَهَلْ نَالَ اَفْعَالُ النَّجَاشِیِّ جَعْفَرًا
وَاَصْحَابَهُ اَوْ عَاقَ ذٰلِكَ شَاغِبُ
تَعَلَّمْ اَبَيْتَ اللَّعْنَ اَنَّكَ مَاجِدٌ
كَرِيمٌ فَلَا يَشْقَى لَدَيْكَ الْمُجَانِبُ
تَعَلَّمْ بِاَنَّ اللّٰهَ زَادَكَ بَسْطَةً
وَاَفْعَالُ خَيْرٍ كُلُّهَا بِكَ لَازِبُ
وَاَنَّكَ فَيْضٌ ذُو سِجَالٍ غَزِيرَةٍ
يَنَالُ الْاَعَادِی نَفْعَهَا وَالْاَقَارِبُ

''(کاش میں سمجھ سکتا کہ حبشہ میں (میرے بیٹے) جعفر (طیار) (اور ان کے دشمن) ع
عاص) کا کیا حال ہے اور کتنے تعجب کی بات ہے کہ نبی اکرمؐ کی مخالفت وہ (قریش) کر رہے ہیں جو

marfat.com

قرابتدار بھی ہیں۔

پتہ نہیں (حبشہ کے بادشاہ) نجاشی نے جعفر (طیار) اور اُن کے ساتھیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا' یا وہ بدسرشت (عمرو بن عاص) رکاوٹ بن گیا؟ (اے نجاشی! خدا کرے تم ہمیشہ برائی سے دور رہو) یاد رکھو تم صاحب مجد و کرامت ہو (صاحبِ جاہ و حشم ہو) کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے پڑوسی (جنہوں نے مشرکین مکہ سے جان چھڑا کر تمہارے پاس پناہ لی ہے) سختی میں مبتلا ہوں۔ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ پروردگار عالم کے کرم سے تمہیں حکومت و سلطنت کی وجہ سے بہت اختیار حاصل ہیں' لہٰذا تمام نیک کاموں میں تمہیں پابندی سے حصہ لینا چاہئے۔ اور تم تو سخی و فیاض بھی ہو جس سے دوست اور دشمن دونوں ہی فیضیاب ہوتے رہتے ہیں۔

اقرار و مدحتِ رسالت ﷺ

ایک اور موقع پر جناب خواجہ ابو طالبؑ نے حضوؐر اکرم کی تعریف و توصیف میں ایک قصیدہ کہا جس کے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

اَنْتَ الرَّسُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَعْلَمُهٗ
عَلَيْكَ نَزَلَ مِنْ ذِی الْعِزَّةِ الْكُتُبُ

''ہم یہ جانتے ہیں کہ آپ ہی رسول برحق ہیں جنہیں خداوند عالم نے مبعوث برسالت فرمایا ہے اور اس صاحب عزت وجلال (ربّ) کی جانب سے آپ پر کتاب (قرآن مجید) نازل ہوئی ہے۔

خواجہ ابو طالبؑ کا استقلال

ایک اور شعر میں اس حقیقت کا اظہار فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم کی مدد و نصرت اور اُن کے تمام مخالفین سے بھرپور مقابلہ کرنے کی پوری صلاحیت و طاقت رکھتا ہوں چنانچہ فرماتے ہیں:

بَكَيْتُ اَخَالَا وَاءَ بِحَمْدِ يَوْمُهٗ
كَرِيْمٌ رُءُوْسُ الدَّارِ عِيْنَ ضَرُوْبُ

''میں (جرأت و ہمت کا نمونہ) اخولاواء (کی جدائی) پر گریہ کر رہا ہوں جس کے ایام بہت لائق تعریف تھے اور میں وہ معزز (انسان ہوں) جس نے سر پر خود پہن رکھا ہے اور (میدان جنگ میں) بھرپور شمشیرزنی کرنے والا ہوں''

اس شعر کے بارے میں ڈاکٹر محمد تونجی کہتے ہیں کہ یہ شعر علم نحو کے شواہد کے لحاظ سے بہت مشہور ہے

marfat.com

جس کا تذکرہ ابنِ یعیش نے شرح مفصل جلد ۶ ص ۱۷ پر کیا ہے۔ اور اپنی کتاب کی جلد اصفحہ ۱۱۱ پر کسی نسبت کے بغیر درج کیا ہے۔ اور سیبویہ نامی مشہور نحوی نے ''شرح ابیات'' کی جلد نمبر ایک کے صفحہ ۴۱۲ پر اس کا تذکرہ کیا ہے۔ شاہد مثال اس شعر کا یہ فقرہ ہے ''رُءُوسُ الدَّارِ عِینَ ضَرُوبُ

عام الحزن (غم واندوہ کا سال)

شعبِ ابی طالبؑ کی محصوری سے رحمتِ عالمؐ اور ان کے ساتھیوں کی رہائی نبوت کے دسویں سال میں ہوئی مشہور سیرت نگار موسیٰ بن عقبی کی تحقیق کے مطابق یہ مدت تین سال تھی جس کا آغاز ماہ محرم نبوت کے ساتویں سال سے ہوا تھا اور محمد بن سعد کی روایت یہ ہے کہ یہ مدت دو سال تھی بہرحال اس طویل عرصہ میں محصورین کو جن مصیبتوں، دشواریوں اور محرومیوں کا سامنا کرنا پڑا اس کے بارے میں آپ ابھی پڑھ آئے ہیں۔ ان جانگداز اور روح فرسا تکالیف کے باوجود حضورؐ کا شوقِ تبلیغ کم نہیں ہوا بلکہ ان مصائب نے اس میں اضافہ ہی کیا ذوق و شوق میں افزائش ہی ہوئی۔ ظالمانہ حصار ٹوٹ جانے کے بعد ہادیٔ برحقؐ نے اپنا فرض رسالت پہلے سے بھی کئی گنا زیادہ سرگرمی سے ادا کرنا شروع کر دیا۔ چاہئیے تو یہ تھا کہ اب حالات قدرے پرسکون رہتے اور حضورؐ پوری قوت اور پوری یکسوئی سے گم کردہ راہ مخلوق کو صراط مستقیم کی طرف راہبری کرتے لیکن قدرت الٰہی کی حکمتوں کا کون احاطہ کر سکتا ہے اس محاصرہ کو ختم ہوئے ابھی پورا ایک مہینہ بھی نہ گذرا تھا کہ حضورؐ کے شفیق مہربان چچا حضرت ابو طالبؑ داغِ مفارقت دے کر عالم جاوداں کو سدھارے، قلب و جگر کو پارہ پارہ کر دینے والے اس صدمہ پر ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گذرا تھا کہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے بھی پیک اجل کو لبیک کہا اور فردوس بریں میں جا کر فروکش ہو گئیں۔ یہ دو صدمے تھے اس لئے اس سال کو عام الحزن (غم واندوہ کا سال) کے نام سے موسوم کیا گیا۔ بعض مورخین کی رائے یہ ہے کہ حضرت ام المومنین سلام اللہ علیہا کی وفات پہلے ہوئی تھی اور حضرت ابو طالبؑ نے آپ کے بعد انتقال کیا لیکن صحیح قول یہی ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نے اور ان کے چند روز بعد ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ نے سفر آخرت اختیار کیا۔

اَلْمَشْهُوْرُ اَنَّهٗ مَاتَ قَبْلَ مَوْتِ خَدِيْجَةَ وَكَانَ مَوْتُهُمَا فِیْ عَامٍ وَاحِدٍ قَبْلَ مُهَاجَرَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ بِثَلَاثِ سِنِيْنَ۔ مشہور قول یہ ہے کہ حضرت ابو طالب کی وفات حضرت خدیجہؓ کی وفات سے پہلے ہوئی یہ دونوں وفاتیں ایک سال میں ہوئیں اور ہجرت سے تین سال پہلے (ضیاء النبیؐ وغیرہ)

marfat.com

ارشاداتِ ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے والد کے مرثیے میں یہ اشعار کہے:

''ابو طالبؑ! اے پناہ لینے والوں کی پناہ گاہ! اور اے رحمت کی زوردار بارش اور اے اندھیروں کی روشنی سچ تو یہ ہے کہ آپ کے نہ رہنے سے غیرت مند مردوں کے دل ٹوٹ گئے اور وہ سست پڑ گئے ہیں۔ اور نعمتوں کے مالک پروردگار نے آپ پر رحمت نازل کی اور آپ کو اپنی خوشنودی سے نوازتا رہا کیوں کہ آپ پیغمبرؐ کے لئے واقعی بہترین چچا تھے''

اس ضمن میں ابن ابی الحدید نے بھی امام علی علیہ السلام سے مندرجہ ذیل اشعار نقل کئے ہیں:

''رات گئے بولنے والے پرندوں کی آوازوں پر میرا دل بھر آیا انہوں نے پھر سے مجھے وہ سخت دکھ یاد دلایا۔ ابو طالبؑ کے اٹھ جانے کا دکھ کہ بڑے سخی اور فقیروں کی پناہ گاہ تھے قبیلہ قریش کے لوگ ان کی وفات پر خوش ہوئے ہیں اور میں نے تو کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو ہمیشہ زندہ رہا ہو۔ قریش اپنے اس منصوبے پر عمل کرنے لگے جو اُن کی آرزوؤں کا آئینہ دار تھا اور یہ ناروا آرزوئیں جلد ہی انہیں ایک ناپسندیدہ مقام پر لے جائیں گی۔ وہ رسول اکرمؐ سے جھوٹی باتیں منسوب کرنے اور انہیں قتل کرنے کے خواہشمند ہیں اور وہ آنحضرتؐ کی گذشتہ زندگی کے بارے میں افتراء باندھتے ہیں قسم ہے خدا کے گھر کعبہ کی! کہ تم جھوٹ بولتے رہو گے یہاں تک کہ ہم تمہیں نیزوں کی نوکوں اور ہندی تلواروں کا مزہ چکھائیں پس یا تم ہمیں نابود کردو گے یا ہم تمہیں (نابود کر دیں گے) یا یہ کہ تم رشتہ داروں کے ساتھ صلح کو بہتر پاؤ گے ورنہ حقیقی زندگی تو فقط محمدؐ کے پہلو ہی میں مل سکتی ہے اور ہم بنی ہاشم بہترین اور ممتاز ترین انسان (رسول اکرمؐ) کے ساتھ ہیں''

امیر المومنین حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے منسوب دیوان میں ابو طالبؑ کے مرثیے کے سلسلے میں معمولی تغیر اور اضافے کے ساتھ اور بھی بہت سے موثر اشعار موجود ہیں ہم نے تکرار کلام سے بچنے کے لئے ان کو یہاں نقل نہیں کیا جبکہ گذشتہ صفحات میں اشعار و ترجمہ نقل ہے''۔

ارشاد حضرت امام سجاد علیہ السلام:

روایت ہے کہ جب حضرت امام علی بن حسینؑ (سجاد) سے ایمان ابو طالبؑ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا! یہ بڑی عجیب بات ہے! خدا تعالیٰ اپنے رسول کو، کافر سے مسلمان عورت کا نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جبکہ امام علی کی والدہ اور ابو طالبؑ کی زوجہ فاطمہ بنت اسد جو سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھیں وہ ابو طالبؑ کے عقد میں رہیں حتی کہ وہ وفات پا گئے''۔

marfat.com

کلماتِ امام محمد باقر علیہ السلام:

امام باقرؑ سے اس بارے میں سوال کیا گیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں ابو طالبؑ کا ٹھکانا آگ کا ایک گ
(جہنم) ہے (معاذ اللہ) امام باقرؑ نے فرمایا: اگر ابو طالبؑ کا ایمان ترازو کے ایک پلڑے اور آج کے لوگو
ایمان دوسرے پلڑے میں رکھا جاتا تو بھی ابو طالبؑ کے ایمان کا پلڑا بھاری رہتا۔ پھر فرمایا کیا تم نہیں ج
امیر المومنین نے حکم دیا تھا کہ عبد اللہ، ان کے فرزند اور ابو طالبؑ کے لئے حج بجالایا جائے۔ پھر آپ اپنی و
میں بھی ان کے لئے فریضۂ حج انجام دیتے رہنے کی تاکید فرما گئے''

کلماتِ امام جعفر صادق علیہ السلام

امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

''اصحابِ کہف نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا اور کفر کا اظہار کیا پس خدا تعالیٰ نے انہیں اس کا دگ
عطا فرمایا اسی طرح ابو طالبؑ نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا چنانچہ خدا نے انہیں بھی اس کا دگنا بدلہ عنای
ہے'' علامہ امینی کہتے ہیں: ''یہ حدیث ثقۃ الاسلام شیخ کلینی نے بھی امام صادقؑ سے غیر مرفوع طور پر ان الف
روایت کی ہے: ''ابو طالبؑ کی مثال اصحابِ کہف کی سی ہے کہ جنہوں نے اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھا اور پ
نے انہیں اس کا دگنا بدلہ عطا فرمایا'' سید فغار بن معد نے حسین بن احمد مالکی کے طریقے سے ابن ابی ا
مذکورہ بالا عبارت نقل کی ہے اور اس پر ان الفاظ کا اضافہ بھی کیا ہے: ''ابو طالبؑ اس دنیا سے رخصت نہیں
یہاں تک کہ ان کو خدائے تعالیٰ سے جنت کی بشارت مل گئی'' سبحان اللہ۔

کلماتِ امام علی رضا علیہ السلام:

ابان بن محمود نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے نام ایک خط میں یوں لکھا 'میں آپ
جاؤں مجھے ایمان ابو طالبؑ کے بارے میں شک ہو گیا ہے۔ امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں لکھا:
ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول اکرمؐ کی مخالفت کرے اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کوئی او
اختیار کرے تو جدھر وہ پھر گیا ہے ہم بھی اسے ادھر ہی پھیر دیں گے پھر جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت
ہے۔ بعد ازیں تم جان لو کہ اگر تم ایمان ابو طالبؑ پر یقین نہیں رکھتے تو تمہارا ٹھکانا جہنم ہے''

مذکورہ بالا پاکیزہ کلمات میں سے ہر معصوم کا کلام بجائے خود ہمارے مدعا (یعنی ایمانِ ابو طال
ثابت کرنے کے لئے کافی ہے جبکہ یہاں وہ سب پاکیزہ کلمات یکجا ہو گئے ہیں پس یہ ایک قطعی بات
ائمہ جو ابو طالبؑ کی اولاد سے ہیں اور اپنی عصمت کی وجہ سے حق و حقیقت کے علاوہ کچھ نہیں کہتے وہ اپنے

marfat.com

کے حالات (اسلام وایمان) کو دوسروں کی نسبت بہتر طور پر جاننے اور بیان کرنے والے ہیں۔ قارئین کرام! یہ ہے اجماع ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام۔

امام سہیلی اور ایمان ابو طالبؑ :

امام سہیلی جو ابن ہشام کے شارح اور روض الانف کے مصنف ہیں ۵۸۱ھ میں فوت ہوئے اہلِ سنت کے قابلِ قدر سیرت نگار اور محقق ہیں انہوں نے خواجہ ابو طالبؑ کے ایمان اور عدم ایمان کے بارے میں روایات نقل کرنے کے بعد خواجہ ابو طالبؑ کی وہ وصیت نقل کی ہے جس کے فوراً بعد آپ کا وصال ہوا۔ قارئین کرام! پھر اس اعتبار سے وہ تمام روایات تارِ عنکبوت کی طرح بے حقیقت اور غیر مؤثر ہو جاتی ہیں، جو خواجہ ابو طالبؑ کے خلاف ایک طوفان کی حیثیت سے پیش کی جا رہی ہیں۔ امام سہیلی کا بیان تو یہ ہے کہ قریش اور خصوصاً بنی ہاشم کو وصیت فرمانے کے بعد حضرت خواجہ ابو طالبؑ کا اسی وقت وصال ہو گیا رسالت کا کیسا اقرار جبکہ روایات میں صرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا ذکر ہے جبکہ خداوند تعالیٰ کی ہستی کو کسی نہ کسی صورت میں تو ہر مذہب کے ماننے والے تسلیم کرتے ہیں بات تو رسالت کی ہے کافر کی پہچان صرف یہ ہے کہ وہ منکرِ رسالت ہے۔ خواجہ ابو طالبؑ نہ صرف امام الانبیاء کی رسالت پر پختہ ایمان رکھتے تھے بلکہ آپ انبیائے سابقین پر بھی ایمان لائے ہوئے تھے جیسے کہ آپؑ کے کلام سے ثابت ہے۔

امام حرم حضرت علامہ سید احمد زینی دحلان کا بیان:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

یہ عبدِ فقیر حرم شریف کے طالبانِ علم کا خادم بہت گنہگار اور معرفت الٰہیہ کا طلب گار احمد بن زینی دحلان کہتا ہے کہ میری نظر سے علامہ نبیل وشہیر سید محمد بن رسول برزنجیؒ متوفی ۱۱۰۳ھ کی ایک جلیل القدر تالیف مبارکہ گذری جو کہ رسول اللہؐ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کی نجات کے متعلق ہے اور اس کتاب میں حضورؐ کے چچا حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نجات کے متعلق بھی بحث کی گئی ہے اور اس امر کو کتاب وسنت اور اقوال علماء سے استنباط کرتے ہوئے پایۂ ثبوت کو پہنچا دیا ہے۔ چنانچہ جو شخص بھی ان کے پیش کردہ دلائل و براہین پر غور کرے گا اس پر واضح ہو جائے گا کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً نجات حاصل کریں گے۔ انہوں نے ان نصوص کو صحیح قطعی معنی پہنا دیئے ہیں جو اس کے خلاف کا اقتضاء کرتی ہیں حتیٰ کہ یہ تمام نصوص حضرت ابو طالبؑ کی نجات کی دلیل بن گئی ہیں۔ علامہ برزنجیؒ نے جو مسلک اختیار کیا ہے اس میں آپ پر کسی کو بھی سابقت حاصل نہیں اور حضرت ابو طالبؑ کی نجات کا ہر منکر ان کے دلائل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہے۔

marfat.com

چنانچہ قائلین عدم نجات نے جس دلیل سے بھی استدلال کیا ہے آپ نے اس کو اسی پر لوٹا کر دلیل نجات ہے اور قائلین عدم نجات کی کسی بھی دلیل کو نظر انداز نہیں کیا، بلکہ جن باتوں نے انہیں شبہ میں ڈال رکھا تھا پورا پورا ازالہ کر دیا ہے اور اپنے ہر دعویٰ پر دلیل قائم کی ہے۔ آپ کی پیش کردہ مباحث میں بعض ایسے دقیق بھی ہیں جنہیں بڑے بڑے علماء ہی سمجھ سکتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی طالب علموں کی کم فہمی کو مدنظر رکھتے ہو اثبات مطلوب سے کچھ یہ مباحث بھی ذکر کی ہیں تاکہ تمام امور واضح اور آشکارا ہو جائیں اور حصولِ مقصو لئے تقویت کا باعث ہوں۔

''چنانچہ مجھے خواہش ہوئی کہ ان اوراق میں آپ کے بیان کردہ ان مقاصد کی تلخیص بیان کردو سے حضرت ابو طالبؑ کی نجات کا اثبات ہوتا ہے تاکہ ان دلائل کو جاننے والا ہر مجلس میں غالب رہے۔ میں اس کتاب میں علامہ برزنجیؒ کی دقیق عبارات کو حتی الامکان آسان بنانے کی بھی کوشش کی ہے اور کوئی دقیق کو حذف بھی کر دیا ہے اور ان کی جگہ ''مواہب الدنیہ'' اور ''سیرت حلبیہ'' کی ان عبارات کا اضافہ کر دیا اس مضمون سے مطابقت رکھتی تھیں یہ تمام امور حصولِ مقصد کے لئے وافی و کافی ہیں چنانچہ بندوں میں شخص بھی ان پر مطلع ہوگا اسے انشاء اللہ العزیز نفع اور فائدہ حاصل ہوگا۔ میں نے تالیف کا نام ''اسنیٰ المطال نجات ابی طالبؑ'' رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اعانت اور توفیق اور اخلاص و قبولیت کے لئے دعا گو ہوں کہ و محمد مصطفیٰ کی عزت کے صدقے خاتمہ بالخیر فرمائے''

ایمان اور اسلام:

علامہ برزنجیؒ نے پہلے تو حضرت ابو طالبؑ کے لئے دلائل و براہین کے ساتھ ایمان کا اثبات کیا اس کے بعد ان کی نجات کے اثبات میں محققین علماء کے ان اقوال سے استدلال کیا ہے جن میں زیا حاصل ہے۔ ایمان کے اثبات کا مدار پہلے تو ایمان کے معنوں کی معرفت رکھا جا سکتا ہے اور شرعی طور پر ایم معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور نبی کریم کی رسالت اور ہر اس چیز کی تصدیق کرنا جو آپ اللہ تعالیٰ ک سے لے کر تشریف لائے اور اسلام کے شرعی طور پر معنی یہ ہیں کہ ظاہری طور پر شرعی افعال کی اطاعت ک اور اس امر پر رسول اللہ کا یہ ارشاد مبارک دلالت کرتا ہے کہ اَلْاِسْلَامُ عَلَانِیَۃٌ وَالْاِیْمَانُ فِی الْقَلْ اسلام اعلانیہ اظہار کا نام ہے اور ایمان کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔ اسلام اور ایمان ہر دو اس شخص کے دل ہو جاتے ہیں جو دل سے تصدیق کرتا ہے اور زبان سے شہادت یعنی توحید و رسالت کا اقرار کرتا ہے۔

❀❀❀

marfat.com

ایمان کا اسلام سے الگ ہونا:

منافق میں اسلام ایمان سے الگ ہو جاتا ہے جو توحید و رسالت کی گواہی بھی دیتا ہے اور ظاہر طور احکام اسلامیہ کا مطیع بھی ہوتا ہے مگر دل سے اس کی صداقت کا قائل نہیں ہوتا اور اسے جھوٹا سمجھتا ہے۔

اسلام کا ایمان سے الگ ہونا:

ایمان اسلام سے اس وقت الگ ہو جاتا ہے جب کوئی شخص دل سے تو توحید و رسالت کی تصدیق کرتا ہے مگر عناد کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی صداقت کی گواہی زبان سے نہیں دیتا اور نہ ہی ظاہر طور پر افعال شرعیہ کی اطاعت کرتا ہے اور یہ بات یہودیوں کے ان کثیر علماء کی طرح ہے جنہوں نے اچھی طرح جان لیا تھا کہ سیدنا محمدؐ اللہ تبارک وتعالیٰ کے سچے رسول ہیں مگر انہوں نے عناد کی وجہ سے نہ تو توحید و رسالت کی گواہی دی اور نہ ہی حضور رسالت مآبؐ کی لائی ہوئی تعلیم مبارکہ کی اتباع و اطاعت کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ یَعْرِفُونَہٗ کَمَا یَعْرِفُونَ اَبْنَاءَ ھُمْ ۔ یعنی وہ آپ کو اس طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں مگر انہوں نے عناد کی وجہ سے آپؐ کی رسالت کا اقرار نہیں کیا۔ حالاں کہ ان کے دلوں میں یہ اعتقاد تھا کہ آپؐ اپنے دعوئ رسالت میں سچے ہیں چونکہ یہ لوگ باطن میں آپؐ پر ایمان رکھتے ہیں مگر ظاہر طور پر آپؐ کی تکذیب کرتے تھے اس لئے ان کا یہ باطنی ایمان انہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ کیوں کہ ان کا ظاہر طور پر حضور رسالت مآبؐ کی تکذیب کرنا عناد پر مبنی تھا۔

عذر و مجبوری:

ان دونوں باتوں کے علاوہ تیسری بات یہ ہے کہ جب ظاہری طور پر عدم اطاعت و عدم شہادت عناد کی بجائے کسی عذر کی بنا پر ہو تو قیامت کے دن ایمان باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں اسے یقیناً فائدہ دے گا مگر بظاہر اس کا معاملہ کفار جیسا ہی ہوگا اور ظاہری احکام کی بنا پر اسے کافر ہی کہا جائے گا۔

چوتھی بات:

علاوہ ازیں وہ عذر جو ظاہر طور پر اطاعت و فرمانبرداری سے مانع رہے۔ اس کے متعدد اسباب ہو سکتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اسے کسی ظالم کا خوف ہے کہ اگر اس نے اظہار اسلام و اطاعت کیا تو وہ اسے قتل کر دے گا یا شدید اذیت پہنچائے گا یا اس کی اولاد و اقارب میں سے کسی کو تکلیف پہنچائے گا تو ایسے شخص کے لئے اپنے اسلام کو اخفاء میں رکھنا جائز ہوگا اور ایسے ہی کوئی ظالم شخص کسی مسلمان کو کفر پر کلمہ کہنے پر مجبور کر دے تو اس کے لئے کلمہ کفر کہنا جائز ہوگا۔ چنانچہ اس امر کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اس ارشاد مبارک میں ارشاد فرماتا ہے ''اِلَّا مَنْ اُکْرِہَ وَقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ ۔'' یعنی جو شخص انکار پر مجبور کیا جائے مگر اس کا دل ایمان پر مطمئن

marfat.com

ہوتو اس کے لئے کلمہ کفر کہنا جائز ہوگا مگر جو شخص کفر کے لئے اپنے سینے کو کھول دے تو اس کیلئے خدا تعالیٰ کا ق
غضب اور عذاب عظیم ہے۔

حضرت ابوطالبؑ کا عذر شرعی:

حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اطاعت ظاہری سے رکنا اسی قبیل سے ہے کہ وہ اپنے بھائی
بیٹے یعنی رسول اللہؐ کو تکلیف پہنچنے کے خوف کی وجہ سے ظاہر طور پر اطاعت نہ کر سکتے تھے۔ کیوں کہ وہ رسول اللہ
کی نصرت وحمایت کیا کرتے تھے اور آپؐ پر آنے والی تمام مصیبتوں کو دور کرتے تھے اور کفار قریش بھی حضر
ابوطالبؑ کا لحاظ کرتے تھے اور ان کی وجہ سے حضورؐ کو ایذا دینے سے باز رہتے تھے کیوں کہ حضرت ابوطالبؑ
کو اپنے والد گرامی حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد قریش کی سرداری مل چکی تھی اور ان لوگو
آپ کا حکم چلتا تھا اور انہیں حضرت ابوطالبؑ کی حمایت اس لئے بھی منظور وقبول تھی کہ وہ انہیں اپنے دین وملہ
پر متصور کرتے تھے اور اگر کفار کو یہ معلوم ہو جاتا کہ حضرت ابوطالبؑ رسول اللہؐ کی اتباع کرتے ہیں اور آ
نے اسلام قبول کر لیا ہے تو وہ لوگ اس نصرت وحمایت کو ہرگز قبول نہ کرتے جو وہ حضورؐ کی اشاعت اسلام
سلسلے میں کر رہے تھے بلکہ یقینی امر یہ ہے کہ وہ لوگ آپ سے جنگ کرتے اور رسول اللہؐ کو تکلیفیں پہنچاتے
حضور علیہ الصلوٰۃ السلام سے بھی زیادہ اذیت حضرت ابوطالبؑ کو دیتے۔ بلاشک وریب یہ ایک مضبوط اور قو
عذر ہے جس کی وجہ سے حضرت ابوطالبؑ اظہار اطاعت اور نبی کریمؐ کی اتباع ظاہری سے رکے رہے۔ یہی
ہے کہ وہ کفار کے سامنے ''بظاہر'' انہی کے دین پر ہونے کی بات کرتے اور فرماتے کہ وہ رسول اللہؐ کی نصر
حمایت اور دفاع اپنی قرابت کی وجہ سے کرتے ہیں اور کفار بھی یہی خیال کرتے تھے کہ حضرت ابوطالبؑ
بھتیجے کی حمایت ونصرت ان کے تابع ہونے کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ اس کا باعث ان کی حمیت ہے اور خا
حمیت کی وجہ سے ایک دوسرے کی پاسداری کرنا عربوں میں ایک مشہور بات ہے۔ مگر رسول اللہؐ کے معجز
کے مشاہدہ کی وجہ سے حضرت ابوطالبؑ کا دل آپؐ کی رسالت کی تصدیق کے لئے لبریز تھا جس کی وضاح
عنقریب بیان ہوگی۔

بہرکیف! حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعض اوقات ایسے الفاظ بھی استعمال فرماتے جو ان
ایمان پر واضح طور پر دلالت کرتے تھے اور کچھ الفاظ وہ ادا کر دیتے تھے جن سے کفار کو گمان ہوتا تھا کہ وہ انہی
دین پر ہیں اور حضور سرور کائناتؐ کے دین پر نہیں ہیں اور یہ آپ اس لئے کرتے تا کہ رسول اللہؐ کی نصر
حمایت کا سلسلہ جاری رکھ سکیں اور کفار کو یہ شک نہ گذرے کہ وہ آپؐ کے پیروکار ہیں۔

maarfat.com

توحیدو رسالت کی گواہی ﷺ

اس وضاحت کے بعد علامہ برزنجی نے ''شہادتین''یعنی توحیدو رسالت کی گواہی میں علمائے کرام کا آپس میں اختلاف بیان کیا ہے کہ کیا یہ گواہی ایمان کے نام کا جزو ہے یا احکام دنیوی کے اجزاء سے مشروط ہے تو اس کی دو صورتیں سامنے آتی ہیں اول یہ کہ اگر جزو ہو تو جو شخص اظہار توحیدو رسالت کی قدرت رکھنے کے باوجود اخفار کھے گا وہ کافر ہو جائے گا اور ہمیشہ ہمیشہ آگ میں رہے گا۔ دوم یہ کہ''اگر دنیوی احکام کے اجزاء سے مشروط ہے تو ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔ علامہ سفاقسیؒ نے''شرح التمہید''میں بیان کیا ہے کہ ایمان محض تصدیق کا نام ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے اس امر کو صحیح روایت سے بیان فرمار کھا ہے۔''علامہ عینیؒ نے''عمدۃ القاری شرح بخاری'' میں بیان فرمایا ہے کہ اجزاء احکام کے لئے زبان سے اقرار کرنا مشروط ہے اور جو شخص رسول اللہ کی لائی ہوئی تمام تعلیمات کی دل سے تصدیق کرتا ہے تو وہ اگر زبان سے نہ بھی تصدیق کرے جب بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے مابین جو معاملہ ہے اس پر ایمان رکھتا ہے اور عنداللہ مومن ہے۔

حافظ الدین علامہ نسفی علیہ الرحمۃ کا بھی یہی خیال ہے اور یہی قول امام ابومنصور ماتریدی علیہ الرحمۃ کا ہے امام عضد الدینؒ اپنی کتاب''المواقف''میں رقم طراز ہیں کہ ایمان اس بات کا نام ہے کہ رسول اللہ کی لائی ہوئی ان تمام چیزوں کی تصدیق کرے جن کا ضروریات دین سے معلوم ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں''المواقف'' کے شارح سید شریف الدینؒ اس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم اس سلسلہ میں امام ابوالحسن اشعریؒ کی پیروی کرتے ہیں۔ امام غزالیؒ نے اس امر کو اپنی کتاب''احیاء علوم الدین''میں وضاحت سے بیان فرمایا ہے اور اس پر کھل کر بحث کی ہے اور یہی قول اشاعرہ کے امام الحرمین قاضی باقلانیؒ اور استاذ العلماء علامہ ابواسحٰق اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

احادیث شفاعت:

علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ نے اس قول کو جمہور محققین کی طرف منسوب فرمایا ہے اور اس پر احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ''مَنْ عَلِمَ اَنَّ اللّٰہَ رَبُّہٗ وَاِنِّیْ نَبِیُّہٗ صَادِقًا عَنْ قَلْبِہٖ حَرَّمَ اللّٰہُ لَحْمَ عَلَی النَّارِ یعنی رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ جان لے کہ اس کا پروردگار اللہ ہے اور مجھے دل سے اللہ تعالیٰ کا سچا نبی تسلیم کرے تو اس کے گوشت کو آگ پر حرام کر دیا گیا ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے''المعجم الکبیر''میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا ہے۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت عثمانؓ بن عفان روایت بیان کی ہے''مَنْ مَاتَ وَھُوَ یَعْلَمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ۔ یعنی رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ جانتے ہوئے فوت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا

marfat.com

کوئی عبادت کے لائق نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ طبرانی نے سلمہ بن نعیم الاشجعیؓ سے حدیث بیان کی
مَنْ تَقَى اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئاً دَخَلَ الْجَنَّةَ " قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَإِنْ زَنٰى وَإِنْ سَرَقَ قَالَ وَإِنْ زَ
وَإِنْ سَـــــرَقَ " یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے بغیر کسی کو اللہ کا شریک بنائے اللہ تعالیٰ
ملاقات کی وہ جنت میں ہوگا۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خواہ وہ شخص کوئی چور یا زانی ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں! خو
زانی بھی ہو اور چور بھی۔! قاضی دحلان مکیؒ فرماتے ہیں کہ احادیث شفاعت میں اس قسم کی بے شمار باتیں مو
ہیں حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم دوزخ سے اس شخص کو بھی نکال لیں گے جس
دل میں رائی کے برابر یا اس سے کم تر ایمان ہوگا اور کم سے کم تر کا لفظ آپ نے مکرر تین بار ارشاد فرمایا۔ حض
علامہ سید محمد بن رسول برزنجیؒ نے اس باب میں ایک مستقل فصل قائم فرمائی ہے۔ جس میں اس قسم کی بہ
احادیث کا تذکرہ فرمایا ہے جو تمام تر اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جس شخص کے دل میں ایک ذرے سے بھی
ایمان ہوگا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں نہیں رہے گا۔

نجات وایمان کی مزید وضاحت:

علامہ تفتازانی علیہ الرحمۃ نے "شرح المقاصد" اور کمال بن الہمام علیہ الرحمۃ نے "المسایرہ" میں
علامہ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے "شرح اربعین" میں بیان فرمایا کہ آخرت میں شرط نجات یہ ہے کہ آدمی "شہاد
یعنی توحید ورسالت کی گواہی کا مطالبہ نہ کیا گیا تو وہ نجات پائے گا۔

مگر جب اس سے توحید ورسالت کی تصدیق کی گواہی طلب کی جائے تو وہ اسلام سے کراہت وع
وجہ سے یہ گواہی دینے سے رک جائے یا انکار کردے تو اسے نجات حاصل نہیں ہوگی۔

مطالبۂ شہادت میں کراہت وعناد کی اس شرط سے جو چیز واضح طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے ک
کوئی شخص گواہی دینے سے انکار وعناد کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی اور عذر صحیح کی وجہ سے رک جاتا ہے اور اس
ایمان سے مطمئن ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملات میں کافر نہیں ہوگا۔ بلکہ اگر وہ اس حالت میں
کفر بھی کہہ دے تو اس کو نقصان نہیں پہنچے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے "إِلَّا مَـنْ أُكْرِهَ وَ قَـ
مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيْمَانِ " یعنی اس کا ایسا کرنا مجبوراً ہے اور اس کا دل مطمئن ہے۔

چنانچہ یہ تمام تر نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ ایمان محض تصدیق کا نام ہے جب کہ اس
ساتھ ہی یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ ایمان کے لئے صرف دل سے تصدیق کر دینا ہی کافی نہیں بلکہ اس
ساتھ ہی زبان سے اظہار بھی ضروری امر ہے لہٰذا جو شخص باوجود قدرت اظہار رکھنے کے ظاہر نہیں کر
ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا اور یہ بات بھی بہت سے لوگوں نے کہی ہے۔

marfat.com

اختلافِ بیان

علامہ نوویؒ نے ''مسلم شریف'' کی شرح میں نقل کیا ہے کہ محدثین و متکلمین اور فقہائے اہل سنت کا اس قول پر اتفاق ہے مگر بیانِ اتفاق پر اعتراض وارد کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حجر ''شرح اربعین'' میں فرماتے ہیں کہ مذاہب اربعہ کے اماموں میں سے ہر ایک کا یہ قول ہے کہ ایسا شخص ترکِ اظہارِ اسلام کی وجہ سے نافرمان مومن ہے۔

جمہور اشاعرہ اور بعض محققین حنفیہ کا مذہب جیسا کہ کمال بن ہمامؒ وغیرہ نے فرمایا ہے یہ ہے کہ زبان سے اقرار کرنا صرف دنیوی احکام کے اجراء کی شرط ہے بعد ازاں انہوں نے اس کے متعلق علمائے کرام کے اختلاف کا بھی تذکرہ کیا ہے کہ توحید و رسالت کی گواہی انہی الفاظ میں دی جاسکتی ہے جو معروف ہیں یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ یا ایسے غیر معروف الفاظ سے بھی کام چل سکتا ہے جن سے اظہارِ ایمان ہوتا ہو؟ چنانچہ اس سوال کے جواب میں وہ علمائے کرام کے دو قول بیان فرماتے ہیں:

اوّل یہ کہ گواہی معروف الفاظ سے ہی مشروط ہے اور دوسرے الفاظ ناکافی ہوگئے دوم وہ قول جسے پہلے پر ترجیح حاصل ہے یہ ہے کہ ایمان کے لئے توحید و رسالت کی گواہی معروف الفاظ سے مشروط نہیں' بلکہ ایمان معروف الفاظ ادا کرنے کے بغیر بھی انعقاد پذیر ہو جاتا ہے۔

علامہ برزنجی کی تحقیق یہی ہے کہ توحید و رسالت کی گواہی دینے سے مراد یہ نہیں ہے کہ مخصوص الفاظ ہی ادا کئے جائیں جب کہ امام غزالی کا قول سے اختلاف ہے جس کا ذکر ''الروضہ'' میں علامہ نوویؒ نے کیا ہے۔

علامہ حلیمیؒ کا قول ''منہاج'' میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ ایمان بغیر معروف الفاظ دہرائے بھی منعقد ہو جاتا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص معروف قول لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی بجائے لَا اِلٰہَ غیر اللّٰہ یا ماعداللّٰہ یا'' سوی اللّٰہ ''یا'' من اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ''یا'' لَا اِلٰہَ اِلَّا الرحمٰن ''یا'' الا البارى '' کے الفاظ استعمال کرتا ہے تو وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے '' لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ '' کہا ہے۔

اسی طرح اگر وہ '' محمد رسول اللّٰہ '' کی بجائے '' محمد نبی اللّٰہ '' یا '' محمد مبعوثہ '' یا '' احمد و ماحی '' وغیرہ کے الفاظ استعمال کرے یا وہ ان الفاظ کے معنی عجمی زبانوں میں ادا کرے تو اس کا اسلام درست ہوگا اور اس پر مسلمان ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

حضرت ابوطالب کا ایمان و اسلام:

بعد ازاں علامہ برزنجیؒ فرماتے ہیں کہ جب تو ان امور کو اچھی طرح جان گیا ہے تو ہم کہتے ہیں اخبارِ متواترہ سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نبی کریمؐ سے محبت بھی کرتے تھے نیز رسول اللّٰہ

marfat.com

کے فہامین عالیہ کو سن کر اس کی تصدیق بھی فرماتے تھے اور اپنے بیٹوں سیدنا جعفرؓ اور سیدنا حضرت علی علیہ السلام
پ کی اتباع کاملہ اور مدد کرنے کا حکم بھی صادر فرمایا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں حضرت ابوطالبؑ اپنے اشعا
ں حضورؐ کی تعریف و توصیف اور نعت و منقبت ایسے الفاظ میں بیان فرمایا کرتے تھے جو واضح طور پر آپ کی
تصدیق کرنے پر دلالت کرتے ہیں اور دین اسلام کی صداقت کے اعلان میں آپؑ کے مشہور کلام کا ایک شعر
ہے کہ "میں جانتا ہوں محمد مصطفیٰؐ کا دین تمام مخلوقات کے دین سے بہتر ہے" اور ایک دوسرے شعر میں حضرت
بوطالبؑ دوسروں کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں "کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمدؐ کو ایسے رسول پایا ہے جس
طرح موسیٰ علیہ السلام تھے"

اور بے شک حضرت ابوطالبؑ نے قریش کو رسول اللہ ؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کی وصیت
کرتے ہوئے فرمایا: "خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ نے غلبہ حاصل کر لیا ہے اور عرب و عجم آپؐ کے مطیع
چکے ہیں تو اب کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ دوسرے لوگ تم پر سبقت لے جائیں اور تم سے زیادہ سعادت مند
جائیں" جناب حضرت ابوطالبؑ نے یہ وصیت اپنی زندگی میں متعدد بار کی ہے کبھی آپؑ یہ الفاظ جمیع قریش ۔
سامنے دہراتے اور کبھی محض اپنے قبیلہ بنو ہاشم کو اس امر کی ترغیب دیتے۔ خاص طور پر آپؑ نے اپنے وصال ۔
قت تمام قریش کو جمع کر کے ایک طویل وصیت فرمائی جو دوسرے مقام پر منقول ہے۔

محبوبِ الٰہی:

حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل
ہے کہ حضورؐ کے چچا حضرت ابوطالبؑ کے بارے میں گفتگو ہوئی تو فرمایا۔ لکھتے ہیں کہ وہ قیامت کے دن جن
بں جائیں گے ایک مرتبہ حضرت خواجہ شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات حضرت خضر سے ہوئی آپ نے عجیب
ریب سوال کئے۔ منجملہ یہ بھی کہ میں نے سنا کہ قیامت کے دن حضرت ابوطالبؑ دوزخ میں نہیں جائیں ۔
رمایا ٹھیک سنا ہے۔ میں نے سرور کائنات کی زبان سے سنا ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ ابوطالبؑ قیامت کے د
ہشت میں جائیں گے۔ خواجہ شفیق نے پوچھا دلیل؟ فرمایا ایک دلیل تو یہ ہے کہ جب آپؑ فوت ہوئے تو د
سے باایمان گئے اس دن سے شیطان غم ناک ہے اور اس کی قوم نے غم ناکی کی وجہ دریافت کی تو اس نے جوا
یا اس واسطے کہ ایک خاص بندہ دنیا سے باایمان گیا ہے۔ (راحت المحبین مترجم۔ ص ۱۱۶ جلد دوم مؤلفہ حضر
میر خسروؒ)

قارئین کرام: مندرجہ بالا روایت کوئی "نتھو خیرا" کی بیان کردہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے تین ولیوں

marfat.com

نسبت سے چوتھے ولی حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے سرکار ابد قرارؐ کے حوالے سے بیان فرمائی ہے دراصل ان لوگوں کے بے ذوق دلوں میں خاندان نبوت کا احترام ہے نہ محبت، جو عدم ایمان پر دلائل دے کر ایذائے رسولؐ کے مرتکب ہوتے ہیں یہ اپنا اپنا نصیب ہوتا ہے جسے چاہے نوازدے یہ درحبیب کی بات ہے۔

برادران یوسف اور دو قمیصیں:

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے مختلف اوقات میں دو قمیصیں لا کر حضرت یعقوب کی خدمت اقدس میں پیش کیں۔ پہلی قمیص بھی وہی لائے مگر اس قمیص کا اثر یہ ہوا کہ پیغمبر خدا پر غم کے طوفان برپا ہوگئے۔ تقریباً چالیس سال زار وقطار روتے اور صدمہ غم ہجراں برداشت فرماتے رہے، حتی کہ آنکھیں سفید ہوگئیں۔ فرق یہ تھا کہ اس قمیص کو حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کی ذوات مقدسہ سے کوئی تعلق تھا نہ نسبت، بلکہ بزبان وحی بِدَمٍ كَذِبٍ مکر وفریب اور حیلہ گری تھی یہی وجہ تھی کہ پیغمبر خدا نے بے حد صدمے برداشت کئے۔

دوسری قمیص لانے والے بھی وہی برادران یوسفؑ تھے مگر اس قمیص نے پیغمبر خدا کے جسم اطہر کو بوسے دیئے تھے اور اِذْهَبُوْا قَمِيْصِيْ هٰذَا کے فرمان اقدس سے مشرف تھی جس کا اثر یہ ہوا کہ قمیص مصر سے چلی تو کنعان (فلسطین) میں اس کی خوشبو نے کلبۂ احزاں کو خوشخبری اور مسرت میں بدل دیا۔

ایسا کیوں ہوا؟ اس لئے کہ بعد میں آنے والی قمیص کو حضرت یوسف علیہ السلام کی نسبت کا شرف حاصل تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے سارے آلام ومصائب یکسر ہوا ہوگئے۔

اب ذرا غور کرتے ہیں کہ قمیص سے حضرت یوسف علیہ السلام کا تعلق نسبت زیادہ تھا یا خواجہ ابو طالبؑ اور سردار انبیاءؐ کا تعلق نسبی، نسبتی اور رفاقت دائمی وغیر فانی تھی۔

کائنات کا ذرہ ذرہ زبانِ حال سے پکار پکار کر اہل نظر کو دعوت فکر دیتا ہے کہ ناصر رسولؐ کی شان فہم و ادراک سے بلند ہے۔

❖◆❖◆❖

marfat.com

تعارف مقالہ نویس

۱۹۹۵ء میں ایک خط ملا، پہلے سے کوئی جان پہچان نہ تھی تحریر سے ظاہر ہوتا تھا کہ نویسندہ محبت اہل بیعت میں گم ہے اس سلسلے میں کئی موضوعات پر بحث تھی۔ پھر کیا ہوا خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہوگیا۔ مجھے ملاقات کے لئے بلایا میں بھی شوق و محبت کے گھوڑے پر سوار کشاں کشاں راولپنڈی جا پہنچا، کیا دیکھتا ہوں کلینک میں ایک قد آور شخصیت رونق افروز، بظاہر ڈاکٹر مگر حقیقت میں ایک مرد درویش، ایک تسبیح ہاتھ میں دوسری گلے میں، مریضوں کی تشخیص میں مصروف ہے۔ علیک سلیک کے فور بعد فرمایا، ''کشمیر کالونی جہلم سے آئے ہونا''

میں نے اثبات میں جواب دیا۔

یہ تھے جناب ''ڈاکٹر آغا سیّد مقبول حسین صاحب کاظمی'' بعد ازاں بھی ایک بار شرف ملاقات حاصل ہوا، مگر خط و کتابت کا سلسلہ تادمِ تحریر سطور ہذا جاری ہے اور انشاء اللہ تاحیات جاری رہے گا۔ بتقاضائے حالات سردارِ مکہ خواجہ ابو طالبؑ کی شخصیت و کردار پر کچھ لکھنے کا ارادہ کافی عرصہ پہلے سے جوشزن تھا۔

اگرچہ میں نے کئی اکابر سادات کی خدمات میں مکتوبات برائے مقالات ارسال کئے مگر سب سے پہلا عریضہ جناب آغا صاحب کی خدمت میں ارسال کیا۔ جواب ملا مقالہ ضرور ملے گا۔ پھر وہ دن بھی آ گیا کہ مقالہ مسمّٰی بہ ''روشن چراغ'' ملا۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں کہ میں جناب آغا صاحب قبلہ کا شکریہ ادا کرسکوں۔ البتہ اجر و ثواب کا وافر حصہ ان کے لئے مقدر ہو چکا ہوگا۔

قارئین کرام! لیجئے مقالہ پڑھئے اور لطف اُٹھایئے۔

حیدری

❖◆❖◆❖

marfat.com

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم۔

روشن چراغ

ماسٹر سیّد مُحمد یعقوب شاہ حیدری صاحب، تعلیم وتدریس کے پیشے سے منسلک رہے ہیں اور چونکہ کتابیں پڑھنا اور پڑھانا انکا شغل رہا ہے شائد اسی وجہ سے اس سے قبل چند ایک کتب تصنیف کر چکے ہیں جن میں سے ایک دو کتب اس فقیر کی نظر سے بھی گذری ہیں جو اپنے عنوان اور مواد کے تحت واقعی قابلِ قدر اور لائق مطالعہ ہیں۔ ماضی قریب میں یعقوب شاہ صاحب کا حسنِ اتفاق سے اس فقیر سے نہ صرف رابطہ و تعارف ہوا بلکہ آپ تشریف بھی لائے اور اس طرح بہ نفس نفیس ملاقات ہوگئی جو میرے لئے حیرانگی کا باعث بنی کہ ایک لاغر اور کمزور سا شخص جو بصارت کے عارضے میں مبتلا ہے اور اس کے ہاں ضروری وسائل و ذرائع کا بھی فقدان ہے، ان تلخ حقائق کے باوجود ذہنی طور پر ایسا شخص اس قدر توانا اور باہمت بھی ہوسکتا ہے۔

کاش! اس جیسا شخص کسی قابلِ قدر معاشرہ میں جنم لیتا جو اُن کی صلاحیتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھاتا۔ میری حیرانگی کا یہ عالم ابھی قائم ہی تھا کہ یعقوب حیدری صاحب نے ایک دھماکہ کر دیا۔ آپ حیران نہ ہوں کم ازکم میرے لئے یہ دھماکہ ۲۸ مئی ۱۹۹۸ء کے ایٹمی دھماکے سے کسی طور کم نہ تھا۔ ہوا یوں کہ ایک روز حسب معمول کی ڈاک وصول ہوئی تو اس میں ماسٹر صاحب کا بھی ایک مکتوب ملا جس میں تحریر تھا کہ وہ معذوری نظر کے باوجود انتہائی مشکل موضوع یعنی سردارِ مکہ حضرت ابوطالبؑ پر کتاب لکھ رہے ہیں۔

مزید تحریر تھا کہ دعا بھی فرمائیں اور ایک مقالہ عنایت فرمائیں تا کہ کتاب موضوع کے اعتبار سے مکمل ہو سکے۔ میں ابھی سنبھل بھی نہیں پایا تھا کہ ہفتہ عشرہ بعد دوسرا حکمنامہ صادر ہوا تحریر تھا آپ نے چند سطور میں قیمتی جملے اور راہنما اصول تحریر فرمائے ہیں آپ کا مقالہ ایمان کے موضوع پر ہو اور موضوع کے اعتبار سے کتاب کی جان ہوگا۔

قارئین آپ یقیناً حیران ہوں گے کہ میں نے یعقوب شاہ صاحب کے خطوط کو دھماکے سے تعبیر کیا ہے تو میں عرض کروں گا۔ کہ اگر کوئی کسی انجینئر سے کہے کہ ایک غزل سے نوازیں یا کسی شاعر سے کہا جائے کہ ایک بڑا کمپلیکس تعمیر کرنا ہے اس کا ڈیزائین بنا دیں تو یقیناً یہ فرمائش ان کے لیے دھماکے سے کم نہ ہوگی، کیونکہ ان کا میدان غزل لکھنا یا ڈیزائن بنانا نہیں ہے بالکل یہی سانحہ میرے ساتھ بھی پیش آ گیا۔ اب اگر انکار کرتا ہوں تو حیدری صاحب نہیں مانتے اور اگر اقرار کرتا ہوں تو لکھوں کیا اور نا معلوم کیا لکھ ڈالوں۔ کیونکہ مجھ جیسے طفلِ مکتب اور طالب علم سے یہ کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ میں اور انبیاء کے وارث، مبلغ توحید محافظِ نبوت سرکار

marfat.com

ابو طالبؑ کے ایمان پر مقالہ لکھوں آخر میری اوقات ہی کیا ہے؟ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے آفتاب کی روشنی، ماہتا
کی چاندنی اور ستاروں کے وجود کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لیے فرمائش کر دی جائے کیونکہ حق و صداقت
بذاتِ خود اپنی دلیل اور اپنے وجود کا ثبوت ہے۔

اب اگر کوئی آدمی یا کئی لوگ حق کو تسلیم کریں تو اس سے حق کی حقانیت میں کوئی فرق نہیں آتا او
کوئی کمی واقع ہوتی ہے کیونکہ حق بہر حال حق ہے۔ اب اس کو تسلیم کرنا یا نہ کرنا اپنے اپنے نصیب اور مقدر کی با
ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ بندہ نے دو چار کتب پڑھی ہیں چند علماء کی تقاریر بھی سنی ہیں لیکن اس کا ہر گ
مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ میں اس پہاڑ جیسے موضوع پر مقالہ لکھنے کے قابل ہو گیا ہوں اور پھر مقالہ بھی ایسا جو ر
کتاب ہو۔

سبحان اللہ! قارئین محترم میں نہ کوئی عالم ہوں نہ علامہ، نہ مفکر و مؤرخ، نہ مفتی و مجتہد، نہ ادیب
شاعر، نہ دانشور و فلاسفر، نہ منطقی و سکالر اور نہ حضرت صاحب و پیر، بلکہ اس کے برعکس ایک اندھا محتاج سا
ہوں۔ اندھا اس لئے کہ خالقِ کائنات کی عطا کردہ قوت بصارت متعین حدود سے آگے تجاوز نہیں کر سکتی اور مح
اس لئے کہ "میں" کچھ بھی تو نہیں۔ اتنا بے اختیار و بے بس کہ اپنی مرضی سے ایک سانس بھی ادھر اُدھر نہیں ک
۔ ہاں! اتنا ضرور ہے کہ خالق مطلق کی عطاء کی ہوئی نعمتوں سے فیضیاب ہو کر حق و صداقت کی راہِ مستقیم پر قائم
ثابت قدم ہوں یہ سب میرے مولا کریم کا لطف و کرم اور میرے والد محترم، میرے مرشد آغا سید فریاد علی
موسوی الکاظمی کی تربیت، پرورش اور سبق کا اثر ہے جسے اب بھی یاد کرتا رہتا ہوں اس مقام پر جی چاہتا ہے کہ آ
بڑھنے سے پہلے ان کا مختصر سا تعارف پیش کر دوں اس حقیقت کے باوجود کہ میرے والد گرامی "چٹے" اَن
تھے اور انہوں نے کسی سکول اور مدرسے سے تعلیم حاصل نہیں کی، وہ تمام کتب، قرآن کریم اور اخبار
باقاعدگی اور روانی سے مطالعہ کیا کرتے تھے ایسا کیونکر ممکن ہوا یہ آج تک میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔ جسمانی
ڈول کے لحاظ سے مضبوط اور توانا جسم کے مالک تھے اور اسی نسبت سے وہ پیر بوٹے شاہ کے نام سے مشہور
ساری عمر رزقِ حلال کمایا تقریباً ساری عمر اے اسمٰعیل جی اینڈ سنز لمیٹڈ بمبی، بادامی باغ لاہور اور پھر راولپنڈ
میں بطور فورمین کام کرتے رہے۔ آپ کو لوہے سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا آپ دِل کے غنی، ہاتھ کے سخی اور م
کے ہنس مکھ و خوش طبع تھے، لیکن حق و صداقت اور اصول پرستی میں فولاد کی طرح سخت تھے۔ دین فروش، قوم ف
، ضمیر فروش اور اصول فروش طبقے کے سخت ترین مخالف تھے یہی وجہ تھی کہ احباب میں "جلالی سیّد" مشہور
آخر عمر میں تجارت کی طرف مائل ہوئے اور غلے کے کاروبار سے منسلک رہے زندگی حق کی لئے وقف تھی
سے نفرت اور مظلوم کی امداد اُن کی زندگی کا بنیادی اصول رہا، علماء کی محفل بہت پسند فرماتے تھے، تاریخ اور ف

marfat.com

سے گہرا لگاؤ تھا۔ برصغیر کے تمام جیّد اور مستند علمائے کرام ان کے احباب میں شامل تھے جن میں بطورِ خاص علامہ مائری، حشمت علی مجتہد، مولانا محمد باقر، حافظ کفایت حسین، سیّد محمود دہلوی، سیّد اظہر حسن زیدی، پروفیسر لطیف انصاری، مرزا یوسف حسین لکھنوی، محمد بشیر انصاری، علامہ عباس حیدر عابدی، غلام حسین عرف پنڈت نیک رام اور مولانا محمد اسمٰعیل دیوبندی نمایاں تھے۔

دیگر احباب میں، پروفیسر صفدر حسین کربلائی، چوہدری محمد اسحٰق کربلائی، مولانا جابر حسین رضوی راولپنڈی، شیخ غیاث الدین لاہور، جسٹس جمیل حسین رضوی لاہور، نواب محمد شفیع خان مردان، شیخ محمد صدیق اخبار ''رضا کار'' لاہور، پیر فضل شاہ سرگودہا اور حاجی غلام حیدر بمبئی پلائی ووڈ انڈسٹری قابلِ ذکر ہیں'

والدِ محترم اپنے خاندان اور قبیلے کے سربراہ تھے اور علاقے کی اہم شخصیات میں شمار ہوتے تھے اپنی دینی سماجی اور معاشرتی خدمات کے علاوہ تعلیماتِ محمدؐ وآلِ محمد کی ترویج وتبلیغ کی بناء پر مولوی فریاد علی کے نام سے جانے جاتے تھے۔ اوائل عمری میں بیل ذبح کرنے کے مشہور واقعہ میں دیگر افراد کے ساتھ گرفتار ہوئے اور لکھنؤ (انڈیا) کے تاریخی ایجی ٹیشن میں بھرپور حصہ لیکر بنارس جیل میں قید رہے اس کے علاوہ تحریک پاکستان میں بڑی سرگرمی سے عملی طور پر حصہ لیا۔ آپؒ کی والدہ کے دادا حکیم سیّد غلام مصطفےٰ کاظمی مہاراجہ جموں کے شاہی طبیب تھے۔ آپ کے برادرِ نسبتی یعنی بندہ فقیر کے ماموں سیّد یاور حسین رضوی اپنے خاندان (بابے دا تبّر) کے سربراہ ایک اہم سیاسی شخصیت اور چوہدری غلام عباس کی مسلم کانفرس کے اپنی تحصیل کے صدر رہتے۔ دونوں گاؤں (بڈھیال قاضیاں اور چک موسیٰ) کے سرکردہ افراد مثلاً سیّد شریف حسین کاظمی، سیّد اولاد حسین کاظمی، سید مظہر حسین کاظمی ذیلدار، سید محمد اکبر کاظمی ڈپٹی سیکرٹری، میجر سید غضنفر علی رضوی، صوبیدار مرّوت حسین رضوی، مولوی محبّ حسین کاظمی، حاجی غلام حسین کاظمی، اور صوبیدار علی احمد رضوی آپؒ کے مخصوص احباب میں سے تھے۔ آپؒ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ فریاد علی بن سوہنے علی بن راجن شاہ بن رحیم بخش شاہ۔ آپؒ کی والدہ کا سلسلہ نسب شاہ بی بی بنت سیّد غلام نبی بن سیّد غلام مصطفےٰ بن میر غلام محمد سے ہوتا ہوا پینتیسویں پشت میں سرکار ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ المرتضیٰ ابن سرکار امام موسیٰ کاظم سے جاملتا ہے۔ اس طرح آپؒ اپنے ماں باپ دونوں کی طرف سے نجیب الطرفین سیّد ہیں اور آپؒ کے پردادا سید رحیم بخش شاہ، طاہر شاہؒ سرکار نسل سے ہیں۔ طاہر شاہ سرکار رحمۃ اللہ علیہ المعروف طٰہٰ شاہ چونکہ دراز قد کے مالک تھے اسلئے لمبے مشہور ہوئے اسی لئے آپ کی اولاد، لمیاں داتبّر (دراز قد والوں کا خاندان) کے نام سے مشہور ہوئی آپ کے جد سیّد رحیم بخش شاہ تقریباً ۱۷۱۰ء میں اپنے آبائی علاقہ سید کسراں (موجودہ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی) سے ہجرت کر کے موضع میگرہ سیّداں (ضلع سیالکوٹ) میں جا کر آباد ہوئے اور وہاں دینِ حقہ کی تبلیغ وترویج کے ساتھ زراعت کا پیشہ اختیار کیا۔

marfat.com

۱۸۳۰ میں جب مینگرہ سیّداں طوفان کی زد میں آ کر دریا برد ہو گیا تو یہ خاندان دیگر سادات کے
ہجرت کر کے سیالکوٹ شہر سے تقریباً ۱۴ میل دور سادات کے مشہور و معروف تاریخی قصبے بڈھیال س
المعروف بڈھیال قاضیاں میں جا کر آباد ہو گیا۔ ۱۸۶۰ء میں سید راجن سید رحیم بخش نے دیگر سربراہان سا
کاظمیہ کے ساتھ مل کر بڈھیال قاضیاں سے تقریباً ڈیڑھ میل دور نہر کے کنارے پر واقع ایک ویران اور تبا
گاؤں چک موسیٰ حکومت وقت سے ذاتی ملکیّت کے طور پر خرید لیا اور وہاں سکونت اختیار کی۔ اس گاؤں
قیمت مبلغ۔/۶۰۰ روپے سکہ رائج الوقت حکومت کو ادا کر دی گئی۔ اس بیعنامہ انتقال اور قبضے کا مکمل ریکارڈ حک
وقت (اب ضلع جموں) کے پاس محفوظ ہے حصہ داران کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ مہر سیّد غلام مصطفےٰ۔/۲۰۰ روپیہ (۲) سید بڈھن شاہ۔/۱۵۰ روپے

۳۔ جمال الدین شاہ۔/۱۵۰ روپیہ

۴۔ سید ماہی شاہ۔/۵۰ روپے

۵۔ سید راجن شاہ ولد سیّد رحیم بخش شاہ۔/۵۰ روپیہ کل مبلغ۔/۶ صد روپیہ، اس طرح سید سوہنے علی شاہ و
راجن شاہ اپنے باپ اور اپنی بیوی شاہ بی بی بنت سید غلام مصطفےٰ دونوں کی طرف سے موضع چک موسیٰ
ملکیّت میں حصہ دار ہیں۔

موضع چک موسیٰ، معروف مشہور چک خاندان کے ایک نامور شیعہ اور محب اہل بیت فرد موس
اپنے نام پر آباد کیا تھا جو اُس کی ذاتی ملکیت تھا جنگ میں چک خاندان کی شکست کے بعد یہ قصبہ ایک انگر
بطور جاگیر اپنے قبضہ میں لے لیا لیکن اُس کے جانے کے بعد یہ قصبہ ویران ہو گیا جسے بعد میں ۱۸۶۰ س
بڈھیال قاضیاں نے خرید لیا، جس کا تذکرہ اوپر کی سطور میں ہو چکا ہے سادات نے یہاں ایک بڑی وسیع و
مسجد تعمیر کی۔ ساری آبادی سادات اثناء عشریہ پر مشتمل تھی جن میں شہریاں داٹبر، موٹیاں داٹبر، لسیاں داٹبرا
یاں داٹبر شامل تھے پورا علاقہ زرخیز و میدانی، نہری اور نہایت سرسبز و شاداب تھا اہم فصلوں میں گندم
اور تمام سبزیاں سرفہرست تھیں۔

سید راجن شاہ بن سید رحیم بخش کے جدّ طاہر شاہ المعروف طٰہٰ شاہ کا نسب بائیسویں پشت میں
باب الحوائج امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے جا ملتا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

طاہر شاہ بن محمود شاہ بن رحمت شاہ بن محمود شاہ بن زین العابدین المعروف اُبو محمود شاہ، زین بادش
الدین بن سید شاہ علی شیر عرف سید ابراہیم بن عبدالکریمؒ بن وجہ الدینؒ بن محمد ولی الدینؒ شاہ ثانی بن محمدؒ ثا
کابل بن ریاض الدینؒ بن صدر الدینؒ بن سلطان محمد احمد بن ابوالقاسمؒ سلطان شاہ حسین مشہدی بن علیؒ اب

marfat.com

بلخی المعروف زندہ پیر علی الامیر پیر بریاں بن سلطان شاہؒ عبدالرحمن رئیس الزماں عرف بلال شاہ بن سلطان اسحقؒ ثانی بن موسیٰ حسنؒ اول المعروف ابی الحسن زاہد بن ابوالحسن سلطانؒ سید محمد ثانی بن سلطان قاسمؒ عبداللہ بن سید محمدؒ اول بن سید اسحق الموٗفق بن باب الحوائج امام موسیٰؑ کاظم علیہ السلام المعروف اسیر بغداد۔

اس بندہ فقیر کی مادر گرامی تو پہلے ہی ۲ دسمبر ۱۹۶۳ء کو اس جہان فانی سے انتقال فرما چکی تھیں آخر ۲۰ دسمبر ۱۹۷۴ء کو والد محترم پیر ومرشد باوا سرکار آغا سید فریاد علی ہاشمی موسوی الکاظمی بھی عالم فنا سے عالم بقاء کی طرف کوچ کر گئے۔

اس مختصر سے تمہیدی تعارف کے بعد قبل اس کے کہ ہم نفس مضمون کا آغاز کریں۔ قارئین سے گذارش ہے کہ مندرجہ ذیل ارشادات الہیٰ اور فرمانِ نبوی کو ضرور پیشِ نظر رکھیں۔

۱۔ اللہ اور قیامت پر ایمان لانے والا انسان دشمن خدا اور رسولؐ سے دوستی نہیں رکھ سکتا خواہ اُن کے درمیان کیسی ہی قرابت کیوں نہ ہو اور خواہ اُن کے تعلقات کتنے ہی استوار کیوں نہ ہوں۔ (قرآن)

۲۔ اے اہل ایمان دشمن دین وایمان کو اپنا دوست نہ بناؤ نہ اُن سے مدد مانگو اور نہ اُن کی مدد کرو۔ (قرآن)

۳۔ اگر ماں باپ، بھائی جیسے رشتہ دار صاحبان ایمان نہ ہوں تو اُن سے قطع تعلق کا حکم ہے۔ (قرآن)

۴۔ جو لوگ خدا اور رسولؐ کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا وآخرت میں لعنت ہے اور اُن کے لیے دردناک عذاب مہیا کیا گیا ہے۔ (قرآن)

۵۔ جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت دی اُس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اُس نے خدا کو اذیت دی (فرمانِ رسولؐ)

سید القریش، شیخ البطحا، رئیس مکہ، سربراہ خاندان بنو ہاشم علیہ السلام اور ناصرِ اسلام سرکار حضرت ابوطالبؑ کا مقام حقیقی نہ تو زبان بیان کر سکتی ہے اور نہ ہی قلم احاطۂ تحریر میں لا سکتا ہے کیونکر بشری فہم وفراست اور عقل ودانش میں اتنی طاقت ہی نہیں کہ مبلغ توحید، محافظ رسالتؐ اور کلید بردار کعبہ کے حقیقی اور معنوی مقام کا ادراک کر سکے اس لئے اس موضوع پر جو کچھ بھی ذیل میں لکھا جائے گا وہ قرآن کریم اور وارثان قرآن کے دستر خوان سے چنے ہوئے وہ چند متبرک ریزے ہوں گے جنہیں عقل انسانی بلا چوں چراں تسلیم کرنے مجبور ہو۔ جذبات، عقیدت اور ذاتی پسند وناپسند کا معیار الگ ہوتا ہے جو ضروری نہیں کہ ہمیشہ درست ہو لیکن حق وصداقت اور حقیقت ایک ایسا معیار اور کسوٹی ہے جس پر بدترین مخالف بھی اعتراض نہیں کر سکتا باقی رہی بات میں نہ مانوں کی تو اس قبیل سے نہ مجھے کوئی بحث ہے نہ سروکار کیونکہ دین میں نہ کوئی جبر ہے نہ زبردستی البتہ غور وفکر اور تدبر کائی مقامات پر حکم ہے۔ لاتعداد افراد ذات توحید کے منکر ہیں لیکن اس سے اللہ تعالیٰ، خالق کائنات کی

marfat.com

ذات کو کوئی فرق نہیں پڑتا لاکھوں افراد نبوت کے انکاری ہیں لیکن کیا اُن کے انکار سے شانِ رسالت اور مقام محمد مصطفیٰؐ میں کوئی کمی آ سکتی ہے؟ ہرگز نہیں!

اِسی طرح موجودہ سائنس جب تک تجربات کی روشنی میں کسی چیز کو ثابت نہ کرے عظمت قرآن اور دین اِسلام کی قائل نہیں ہوتی۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ تو اپنے اپنے بخت مقدر و نصیب کی بات ہے کہ حق وصداقت کو تسلیم کرلیا جائے کیونکہ حق کل بھی حق تھا، آج بھی حق ہے اور کل بھی حق ہی رہے گا جو انسان بھی حق متلاشی ہے اُس کے لئے لازم ہے کہ پہلے اپنے جذبات کی اصلاح کرے، اندھی عقیدت اور تقلید سے اپنے آپ کو الگ کرے اور پھر ایک مخلص، پاکباز اور طالب حقیقت کی طرح تحقیق شروع ہو جائے گی اخلاص، دیانت اور عقل بنیادی شرائط ہیں۔ سورج کو آپ لاکھ پردوں میں چھپائیں کسی نہ کسی روزن سے اُس کی شعاعیں سورج کا وجود ثابت کرنے کے لئے یقیناً مشعل راہ بن جائیں گی کیونکہ آفتاب کیونکر یہ برداشت کر سکتا ہے کہ اُس کی سیر تو باقی رہے اور دنیا تاریک رہے۔ بادل کتنے ہی کیوں نہ چھائے رہیں، آسمان کتنا ہی ابر آلود اور تاریک کیوں نہ ہو ایک ایسی ہوا بھی آئے گی جو اُن تاریکیوں کو پارہ پارہ کردے اور پھر افق کی چمک ضرور اپنی راہ بنا لے گی۔ ایسا کیوں وہ اس لئے کہ یہ قانون فطرت ہے کہ حق کو ناصر و مددگار بہر حال ضرور مل جاتے ہیں حق کمزور تو ہو سکتا ہے مٹ نہیں سکتا۔ باطل کو بقاء نصیب ہو ہی نہیں سکتی باطل کا مقدر فنا ہے اور نور الٰہی کی تکمیل مسلم ہے، آغاز کلام میں نجانے کیوں میرا جی چاہ رہا ہے کہ سرکار ابو طالبؑ کے دو تاریخی خطبے ہدیہ قارئین کردوں۔

جناب اُبو طالبؑ نے جناب فاطمہ بنت اسد سے اپنا عقد نکاح کرتے وقت جو خطبہ پڑھا اُس کے الفاظ تاریخ میں اس طرح محفوظ ہیں ''تمام تعریفیں اُس معبود برحق کے لئے ہیں جو تمام کائنات، عرش عظیم مقام کریم اور شعر و حطیم کا مالک ہے اُسی نے ہمیں منتخب کر کے علم شرافت صاحب سیادت و معرفت اور اہل زعامت و ریاست قرار دیا ہے'' دوسرے مقام پر سرکار ختمی المرتبت حضور محمد مصطفیٰؐ اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے عقد نکاح کی محفل منعقد ہے امام قریش اور سردار عرب سرکار ابو طالبؑ خطبہ نکاح پڑھ رہے ہیں جو تاریخ میں اس طرح مکمل محفوظ ہے۔

''شکر ہے اُس معبود کا جس نے ہمیں ابراہیم علیہ السلام کی ذریت، اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل، معد کا معدن مضر کا جوہر، کعبہ کا نگران اور حرام کا محافظ بنایا حرم کعبہ ہمارے حوالے کر کے ہمیں تمام لوگوں کا حاکم بنایا! یاد رکھو یہ میرا بھتیجا ہے محمدؐ، شرافت و نجابت، فضل و عقل کے اعتبار سے، تمام کائنات سے بہتر ہے یہ اگرچہ مالی اعتبار سے کمزور ہے لیکن مال کیا چیز ہے۔ ایک ڈھلتا ہوا سایہ، ایک پلٹا کھاتی ہوئی شے، ایک واپس ہونے والی رعایت

marfat.com

تم لوگ محمدؐ کی قرابت سے واقف ہو۔ اب اُنہوں نے خدیجہ بنت خویلد کو پیغام دیا ہے اور مہر مقرر کیا ہے۔ یاد رکھو ان سب باتوں کے علاوہ محمدؐ بڑے جلیل القدر اور عظیم المرتبہ انسان ہیں"

حضرت اُبوطالبؑ کے والد کا نام عامر تھا لیکن کچھ عرصہ مدینہ میں زندگی بسر کرنے کے بعد جب ان کے چچا مطلب ان کو مکہ معظمہ میں لائے تو لوگ جناب عامر کو مطلب کا غلام سمجھ کر ان کو عبدالمطلب کہنے لگے اس طرح آپ اسی نام یعنی عبدالمطلب سے مشہور ہو گئے۔

بالکل اسی قسم کا اتفاق زید بن حارث کے ساتھ بھی ہو گیا۔ زید حضورؐ کے چچا حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ استمداد زمانہ میں حارث سفر میں فوت ہو گئے اور زید بحیثیت غلام فروخت ہو کر حضورؐ کی کفالت میں آ گئے اور حضورؐ کے غلام مشہور ہو گئے اب ایسا کیوں ہوا یہ بھی حکمت الٰہی ہے بالکل اُسی طرح جیسے حضرت سلیمان فارسی جو حضرت عیسیٰ کے بارہ حواریوں یا نائبین میں سے تھے غلام بن کر فروخت ہو گئے۔ حضرت ابوطالبؑ کے فرزندوں میں بڑے بیٹے کا نام طالبؑ تھا اس وجہ سے آپ کی رکنیت ابوطالبؑ تھی جو اصل نام سے بھی زیادہ مشہور ہوگئی۔ اس طرح آپ کا نام بھی عمران کے بجائے ابوطالبؑ ہی مشہور ہو گیا حالانکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آپ کا اصل نام عمران تھا۔ حضرت عبداللہ تو حضرت عبدالمطلب کی زندگی میں ہی انتقال فرما چکے تھے اس لئے حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد اُن کے تمام اختیارات اور اعزازات حضرت عمران یعنی ابوطالبؑ کو حاصل ہوئے آپ جہاں تمام انبیاء علیہم السلام کے ورثہ کے وارث تھے اُن کے ساتھ ابراہیم و حضرت اسمٰعیل کی متروکہ امانتوں کے بھی حامل تھے ان امانتوں میں سب سے بڑی امانت سرکارِ رسالت حضرت محمد مصطفیٰؐ کی ذات اقدس تھی، بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ قدرت کے وہ تمام مقاصد جو ذات محمد مصطفیٰؐ سے وابستہ تھے اُن سب کی حفاظت اب حضرت ابوُ طالبؑ کے ذمہ تھی حضرت ابوطالبؑ نے ایسے رفیع الشان و جلیل القدر خاندان اور ایسے شفیق باپ کی تعلیمات اور ارشادات حقہ کے زیر سایہ زندگی گزاری جس کی عظمت خود ہی صراط مستقیم کی دعوت دیتی ہے اب اگر ابوطالبؑ انسانیت کی تصویر کامل اور بشریت کا مثالی نمونہ نظر آئیں تو کوئی تعجب اور حیرانگی کی بات نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا ایک قدرتی اور فطری امر ہے کیونکہ قدرت نے ابوطالبؑ کو اپنے نبیؐ کی کفالت کے لئے منتخب کیا ہے۔ درحقیقت ابوطالبؑ اپنے خاندان کی وہ نورانی، عظمت و ہیبت اور جلالت کی تصویر ہیں جس میں عبدالمطلب سے لیکر مورث اعلیٰ تک کے تمام کمالات نمایاں طور پر نظر آتے ہیں جن کی نگرانی اور حفاظت میں رسولؐ اکرم نے اپنے بچپن اور جوانی کا دور گذارا۔ گویا حضرت ابوطالبؑ کی ذات عظمت و حفاظت دونوں جلالتوں کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ عظمت نے رسول اکرمؐ کا کفیل بنایا تو حفاظت نے ناصر رسولؐ اور مومن کامل قرار دیا ان کی ذات کا اتنا باعظمت ہونا بھی ایک یقینی اور حتمی حیثیت سے یوں قائم رہے کہ ان دونوں

marfat.com

ذمہ داریوں میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ اس کی نظیر پوری تاریخ اسلام میں نہیں مل سکتی در اصل ابو طالب کمالات روحانیہ کی وہ دولت اپنے پہلو میں چھپائے ہوئے تھے جس میں کوئی دوسرا اُن کا شریک نہ تھا اور جواُن کی عظمت ومرتبت کو حتمی بنا رہی تھی در حقیقت یہی وہ عظمت ہوتی ہے اور یہی وہ منصب ہوتا ہے جو ہر شخص کو نہیں مل سکتا آپ کی خصوصیات اور کمالات اتنے زیادہ ہیں کہ اُن سب کا بیان کرنا اس مقام پر ممکن نہیں آپ کی جلالت، ہیبت اور وقار کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے زیرِ سایہ رہنے والے ہر بلا سے محفوظ رہتے ہیں اور زمانے کی آندھیاں اُنہیں خوفزدہ نہیں کر سکتی تھیں آپ توحید پرست، ملتِ ابراہیم کے پابند اور جاہلیت کی تمام خباثتوں اور گندگیوں سے پاک وصاف تھے۔ زمانہ کے کفر آمیز حالات آپ کو ایک آن کے لئے بھی اپنے مسلک سے نہیں ہٹا سکے صرف اس لئے کہ آپ ایک باہوش وفکر، دوررس اور عقل سلیم کے مالک تھے اور آپ کو وراثت میں بشری کمالات اور انسانی نفسیات عطا ہوئے تھے۔ یہی وہ چیزیں تھیں جنہوں نے آپ کو ماحول سے متاثر نہ ہونے دیا اور معیار سے گرنے نہ دیا بلکہ آپ میں ایک ایسی قوت پیدا کر دی جس سے ماخوذ ماحول کو بدل دیں اور انسانیت کو علم وعقل سے آشنا کر دیں۔

کائنات میں حضور نبی کریم کے انوارِ رسالتؐ پھیلنے سے پہلے قدرت نے ابو طالبؑ کو نبوت کا مقدمہ بنایا جو ایک تاریخی ضرورت بھی تھا کیونکہ قدرت نہیں چاہتی تھی کہ نورِ نبوت کے یکبارگی سامنے آنے سے دنیا کی نظریں خیرہ ہو جائیں اس لئے ہراول کے طور پر ایسے فرد کو بھیجا جو اپنے کمالات اور اپنی سیرت سے بشریت کو اُس نورِ نبوت سے اکتساب فیض کے قابل بنا دے یہ جذبات عقیدت نہیں بلکہ حقیقتاً آپ گو ایسے چراغ کی ضرورت تھی جس کی لو ایک شعاع اکمل کا پیش خیمہ ہو ایک ایسے ستارے کی حاجت تھی جس سے روشنی حاصل کی جا سکے یعنی اظہار نورِ نبوت سے پہلے اتمام حجت کے لئے ایک ایسے ہی انسان کی ضرورت تھی جو ابو طالبؑ ہوتا کہ اُس کے ذریعہ بشریت آنے والے کمالات کا اندازہ کر سکے اور نورِ نبوت کے تحمل کی عادی بن جائے یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو طالبؑ کی معرفت کامل اور آپ کا علم بڑا عمیق تھا جہاں آپ نے بت پرستی، شراب خواری اور دیگر مہلکات کو روز اول سے ہی اپنے آپ پر حرام کر لیا تھا وہیں آپ شرک وکفر جاہلیت کی کثافتوں اور جہالت کے مخالف تھے اور آپ خیر کا سرچشمہ، حوادث وآفات کی جائے پناہ، مصیبت زدہ کا ملجاء وماویٰ، نادار کے لئے ابر کرم، حیات کے لئے شادابی، بارش کے لئے ذریعہ توسل، مشکلات کے معالج، نیک سیرت، رحمدل، بے منت وبے طلب کے محسن وسخی، ارادہ کے قوی دل کے مضبوط قلب کے مطمئن، چہرہ کے حسین وجمیل، فصاحت وبلاغت اور منطق وگفتار کے مالک، ہیبت وجلالت کے حامل اور تعظیم واحترام کے قابل تھے یہی وہ انصاف وکمالات تھے جن کی بناء پر حضرت ابو طالبؑ کو یہ مرتبہ حاصل تھا کہ ہر دل میں انکی محبت تھی اور ہر قلب میں انکی عظمت تھی اور ہر نظر

marfat.com

بس ایسی حاکمیت کہ جس میں اس وقت تک شرکت کی کوئی گنجائش نہیں جب تک آپ کے قدم اس زمین پر رہے اور آپ کے دل کی دھڑکنیں باقی رہیں۔ کھلی آنکھیں رکھنے والے اہلِ انصاف کے لیے تاریخ آپ کے اوصاف وکمالات سے بھری پڑی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو؟

ابوطالبؑ آسمانی اور زمینی برکات کا سرچشمہ نسل وخلیل کا بقیہ اور خاندانِ ذبیح اللہ کا وارث ہے۔ دین اسلام میں چونکہ نہ کوئی جبر ہے اور نہ زبردستی اس لیے جو حضرت ابوطالبؑ کو معاذ اللہ مشرک یا کافر مانتے ہیں ان کا عقیدہ ان کو مبارک۔ یہ بندۂ فقیر تو نہ صرف مومن کامل بلکہ مجسّم ایمان اور محافظ توحید ونبوت مانتا ہے یہاں پر یہ وضاحت بھی ضروری ہو جاتی ہے کہ یہ ہمارا کوئی ذاتی عقیدت کا جذباتی فیصلہ نہیں ہے، بلکہ قرآن کریم پر غور و فکر کرنے کے بعد ہر عقلِ سلیم اس تحقیق کو حق تسلیم کرنے پر مجبور ہے آیئے چند لمحوں کے لیے بحثیت انسان عقل سے گفتگو کرتے ہیں اور پھر عقل جو فیصلہ دے اسے قرآن کی کسوٹی سے تصدیق کر کے تسلیم کر لیتے ہیں۔ عقل انسانی کا فطری تقاضا ہے کہ کوئی بھی انسان کسی پاک اور صاف چیز کو ناپاک اور نجس ظرف میں نہیں رکھتا کسی نجس برتن کو استعمال نہیں کرتا، کسی نجس شخص کا کھانا نہیں کھاتا اور اُن کی چیزیں استعمال نہیں کرتا۔ اپنی رفتار، گفتار، کردار اور بود و باش میں اپنے آپ کو ہر قسم کی گندگی، غلاظت اور نجاست سے دور رکھتا ہے۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ جب حضرت انسان جو خطا کار، گنہگار، بدکار اور بے عمل ہونے کے باوجود اپنی پوری کوشش کرتا ہے کہ اپنی ذات کو تمام نجاستوں اور غلاظتوں سے الگ رکھے تو اُس خالق حقیقی سے جس کا خود قرآن میں ارشاد ہے کہ مشرک اور کافر نجس ہیں کس طرح یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ نورِ مجسم، وجہ تخلیق کائنات، سید الانبیاء والمرسلین، خاتم النبین، رحمت اللعالمین اور شافع روزِ محشر حضور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو معاذ اللہ ایک مشرک اور کافر کی کفالت میں دیتے جو نہ صرف حضور کی ہر طرح سے پرورش کرے بلکہ نورِ نبوت کی اس طرح حفاظت کرے جو حفاظت کا حق ہے اس کفالت کے انتظام پر اللہ تعالیٰ بھی خاموش ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی کوئی اعتراض نہیں کرتے اب یا تو اللہ اور اللہ کا نبیؐ دونوں مل کر ''معاذ اللہ'' کوئی ڈرامہ کررہے ہیں یا پھر مسلمان نے قسم کھا رکھی ہے کہ وہ نبیؐ جس کا دین شریعت گوشت پوست خون اور بدن سب ابوطالبؑ کی پرورش اور کفالت کا نتیجہ ہیں سب طیّب وطاہر ہیں لیکن محسنِ توحید ونبوت حضرت ابوطالبؑ ''معاذ اللہ'' نجس ہیں اس مقام پر ہمیں حضرت ابراہیم کی معروف دعا یاد آرہی ہے۔ جس میں فرماتے ہیں کہ خدایا مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے محفوظ رکھنا اور خود سرکار ختمی مرتبت نے اپنی اور حضرت علی علیہ السلام کی تخلیق کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا! اللہ نے ہمیشہ ہمیں پاک صلب سے پاک رحم کی طرف منتقل کیا ہے، ہم اس دنیا میں آنے تک کسی وقت بھی جاہلیت کی گندگیوں سے آلودہ نہیں ہوئے اللہ نے ہمیں حضرت آدم علیہ السلام کے بعد بھی برابر ارحام طیبہ اور اصلاب

marfat.com

طاہرہ کے ذریعہ منتقل کیا ہے"

اب قارئین خود فیصلہ کر لیں کہ حق و صداقت کیا ہے؟

اب آیئے ہم ایک اور پہلو سے غور کرتے ہیں جو اس سے بھی زیادہ نازک اور اہم ہے سنتے ہیں ک
اُمت مسلمہ کے ۷۲ فرقے ہیں اور سب اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں حالانکہ فرمانِ سرکار رسالتؐ ہے کہ حق پر ا
ہی ہوگا۔ ہمیں تو آج تک کوئی ایسا نہیں ملا کہ اپنے فرقے کو باطل بھی سمجھتا ہو اور اس کا پیروکار بھی ہو کیونکہ
ممکن ہی نہیں کہ کوئی کلمہ گو انسان باطل کی پیروی کرتا ہو کیونکہ انسان بے عمل تو ہو سکتا ہے لیکن جس بھی عقید
نظریئے کی اطاعت کر رہا ہے اسے یقیناً صراطِ مستقیم ہی سمجھتا رہا۔

قرائین محترم ذرا آنکھیں بند کر کے ٹھنڈے دل و دماغ سے عقل کی قوت سے غور و فکر کریں اور سوچ
کہ جب اللہ ایک قرآن ایک نبیؐ ایک اور کعبہ ایک تو پھر فرقے ایک سے زیادہ کیوں اور یہ اختلاف کیسا؟

میرے جدّ امجد مولائے کائنات حضرت علیؑ کا فرمان ہے کہ جب دو افراد میں کسی بات پر اختلاف
جائے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ دونوں حق پر ہوں ان میں سے یا تو ایک حق پر ہوگا یا دونوں غلط ہوں گے۔ یہ نہیں ہو
کہ دونوں حق پر ہوں کیونکہ اگر دونوں حق پر ہوں تو پھر اختلاف کیوں؟

اب ظاہر ہے کہ ان ۷۲ فرقوں میں سے یقیناً ایک فرقہ ہی حق پر ہوگا۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ ک
سا فرقہ حق پر ہے ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ دین' نبیؐ' قرآن اور کعبہ یہ سب اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف
اپنی مرضی سے بنائے ہیں اس میں نہ کسی سے کوئی رائے یا مشورہ لیا اور نہ کوئی الیکشن کروایا ہاں اتنا ضرور ہے
قادرِ مطلق نے اپنے حبیب حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذمے یہ فرض ضرور لگایا گیا کہ م
ذات اور میرے دین و کتاب کی خبر میری مخلوق تک پہنچا دیں گویا بنانے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور مخلو
بتانے والی نبی کریم محمد مصطفیٰؐ کی ذات اقدس ہے اس سے عقلی طور پر یہ ثابت ہوا کہ تمام مخلوق صرف اور صرف
ہستیوں کی محتاج ہے ایک اللہ تعالیٰ خالق کائنات اور دوسری اللہ کا نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
ذات ملتی ہے نہ دین اسلام اور نہ قرآن و کعبہ" گویا اس نتیجہ پر پہنچے کہ جہاں دین قرآن اور کعبہ صدقہ ہے ذ
محمد مصطفیٰ کا وہاں خود ذات توحید نے بھی اپنا تعارف کروانے کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
منتخب کر کے عظمت محمد مصطفیٰؐ وجہ تخلیق کائنات اور عظمت کی سند عطا کر دی ہے گویا تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضو
کریمؐ کی ذات کی حیثیت مرکزی ہے اور اگر نبیؐ کی ذات نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں وہ اسلئے کہ خالق اور مخلوق
درمیان واسطہ' وسیلہ اور رابطہ ذات نبی کریم محمد مصطفیٰؐ ہے آج تک پوری تاریخ انسانیت میں کوئی ایسا فرد نظر
آتا جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ اس کو خود ذات احدیت نے بلا واسطہ یہ فرمایا ہو کہ میں اللہ ہوں' یہ میری کتاب

marfat.com

یہ میرا دین ہے اور یہ میرا کعبہ ہے وغیرہ وغیرہ۔

لوگوں نے خدا ہونے کے جھوٹے دعوے تو ضرور کیے ہیں لیکن خدا کے مقرر منتخب کردہ انبیاء کے علاوہ کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا ہے کہ میں اللہ کا منتخب کردہ نبی ہوں اور تمہاری ہدایت کے لئے آیا ہوں گویا ذات توحید اور دین حقہ کی معرفت کے لئے تمام کائنات حضور محمد مصطفیٰ کی محتاج ہے اور یہی عصمت اور عظمت مقام مصطفیٰ کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو پیغام جس طرح چاہا حضورؐ نے اسی طرح من وعن مخلوق تک پہنچا دیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کیا اپنے اور کیا پرائے سب صداقت محمدؐ کے قائل ہو گئے اور خداوند تعالیٰ کو حضور کی صداقت اور عصمت اتنی پسند آئی کہ اپنے کلام کو محمدؐ کی زبان سے ادا کروا دیا اور ذات محمدؐ کو اپنے دین کی مکمل تصویر بنا دیا دوسرے لفظوں میں یوں کہنا احسن ہوگا کہ آپؐ کے قول وفعل اور عمل کا ہی دوسرا نام اسلام دینِ حقہ ہے دین کے مسئلے میں حضرت انسان مکمل طور پر بے بس محتاج ہے اس کو اپنی رائے دینے یا نظریہ پیش کرنے کا کوئی اختیار ہی نہیں ہے اور نہ ہی اس میں اس کی مرضی اور پسند یا ناپسند کا دخل ہے اسی کو تو دینِ فطرت کہتے ہیں جس کا دوسرا نام اسلام ہے اگر آپ عقلی اور استدلالی طور پر ہمارے ساتھ چل رہے ہیں تو یقیناً آپ کی سمجھ میں آچکا ہوگا کہ دینِ فطرت کے مقابلے میں جہاں جہاں جب جب اور جس جس نے اپنی رائے مرضی اور پسند یا ناپسند کو داخل کیا وہیں اختلاف کی بنیاد پڑ گئی اور ایک سے زیادہ فرقے عالمِ وجود میں آگئے اب وہ فرد یا افراد چاہے کوئی بھی ہوں جنہوں نے دین میں اختلاف پیدا کیا وہ دینِ اسلام کے بدترین مجرم بن گئے۔ لہٰذا دین میں ناجائز مداخلت اور اس کے آثار ونتائج سب ان کے نامۂ اعمال میں درج ہوتے رہیں گے اور روزِ محشر الٰہی کمپیوٹر ان کے سامنے تمام ریکارڈ پیش کر دے گا۔ قرآن کی متعدد آیات میں اس کا تذکرہ ہے۔

قارئینِ محترم چونکہ خالق اللہ کی ذاتِ اقدس ہے اور دین اللہ کا ہے لہٰذا حق ملکیت بھی یقیناً اللہ ہی کو ہوگا اور ظاہر ہے حکم ہمیشہ مالک کا ہی چلتا ہے لہٰذا یہاں بھی مرضی صرف اللہ ہی کی چلے گی کیونکہ کسی اور کو کسی قسم کا کوئی اختیار ہی نہیں ہے۔ حضور محمد مصطفیٰ اللہ کا دین مخلوق خدا تک لے کر آئے ہیں اس کے لئے بھی خالق کل اور قادرِ مطلق نے میرا یا آپ کا یا کسی اسمبلی والیکشن یا اقوام متحدہ کا دیا ہوا اختیار نہیں دیا ہے بلکہ یہ مختار نامہ عام مالک کل کا دیا ہوا ہے۔

لہٰذا اب اختیار صرف اور صرف حضور محمد مصطفیٰ کا چلے گا کیونکہ آپؐ رب العالمین کے مقرر کردہ رحمت العالمینؐ ہیں اب جس نے جہاں بھی جب بھی اور جس رنگ میں بھی حضورؐ کے اس اختیار میں مداخلت کی یا اپنی مرضی، رائے اور پسند و ناپسند ٹھونسنے کی کوشش کی وہ عدالت الٰہی میں اللہ اور اللہ کے معصوم نبیؐ دونوں کا مجرم ٹھہرے گا۔ اللہ اور اللہ کے نبیؐ کے مجرم کی سزا کیا ہوگی۔ قرآن پڑھ لیں خود سمجھ آجائے گی۔

marfat.com

ہاں اگر اللہ کے نبیؐ نے کبھی کسی وقت اللہ کے حکم کے تحت اجتماع عام میں واضح طور پر یہ اعلان فرماد
ہو کہ میرے بعد میرا یہ الٰہی اختیار فلاں شخص کے پاس ہوگا اور وہی شخص الٰہی مسند کے تحت اُمتِ مُسلمہ کا آ قا و مو
اور قابلِ اطاعت ہوگا تو اب ہر کلمہ گو مسلمان اور دین حقہ کا پیروکار ہونے کا دعویٰ کرنے والے پر یہ فرض ہو جا
گا کہ وہ اس ہستی کی اطاعت میں داخل ہو جائے گا اور بعد از نبیؐ اُسے اپنا آ قا و مولیٰ اور راہبر کامل تسلیم کرلے ا
اعلان کو دوسرے الفاظ میں نیابت رسولؐ وصی نبیؐ جانشین محمد مُصطفیٰؐ خلیفہ برحق اور امام اُمت کہتے ہیں۔ اب ج
بھی اپنی مرضی استعمال کرے گا یا اپنی رائے پسند یا ناپسند پر عمل کرے گا اس کی سادہ سے الفاظ میں یوں وضاح
کی جاسکتی ہے کہ اگر ہندو بت پرست ہیں اور مندروں کے طواف کرتے ہیں اور حج کے دوران پتھر کے
ہوئے تین شیطانوں کے بتوں پر کنکر پھینکتے ہیں۔ ان کا بڑا مندر اور دیگر مساجد ہیں، جس طرح کعبہ ہمارے
مقدس اور واجب الاحترام ہے کعبہ میں رکھا ہوا حجرِ اسود یا بڑا بت پاک و طاہر ہے اسی طرح اُن کے بُت بھی ا
کیلئے قابل پوجا و احترام ہیں۔ آخر ہم میں اور اُن میں کیا فرق ہے؟

عقل سلیم فوراً جواب دے گی کہ انہوں نے اپنی مرضی سے اپنے لئے خود بُت تراشے ہوئے ہیں
جبکہ ہم اللہ اور اللہ کے نبیؐ کے بنائے ہوئے اور منتخب کردہ مخصوص پتھر اور اللہ کے گھر کا احترام کرتے ہیں وہ ا
مرضی سے اپنی پسند کی عبادت کرتے ہیں لیکن ہم اللہ کی اطاعت میں صرف اُس کے ہی حکم کی پیروی کرتے
اس میں ہماری مرضی رائے یا ذاتی پسند و ناپسند کو دخل نہیں ہے کیونکہ ہمیں دین بنانے کا اختیار نہیں ہے اس تم
کے بعد عرض ہے کہ ایک کلمہ گو مسلمان تو کسی دوسرے مسلمان کلمہ گو امام کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتا کہ اس
نماز قبول نہیں ہوگی اور دوسرے کسی مکتبِ فکر کی شریعت کے مطابق اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح نہیں پڑھواتا کہ نک
باطل ہوگا اور اگر نکاح ہی باطل ہوا تو پوری نسل ہی حرامی ہوگی اور کوئی صاحب عقل انسان اِسے پسند نہیں کر
گا کہ اُس کا شمار ناجائز نسل کے افراد میں ہو اب عقل حیران و ششدرر ہے کہ ایک عام کلمہ گو مسلمان تو اپنے د
اور خود ساختہ شرعی اصولوں پر اتنی سختی سے کار بند ہو لیکن خالقِ کائنات کو معاذ اللہ اتنی بھی توفیق نہ ہو کہ وہ کم ا
اپنے حبیب حضور محمد مصطفیٰؐ کا نکاح کسی صاحب ایمان اور کلمہ گو مسلمان سے ہی پڑھوالے کہ حضورؐ کا نکاح ج
ہوتا کہ آئندہ پوری اُمت مسلمہ کے نکاح تو قائم رہیں۔ آپ اگر ایک لمحے کیلئے فرض کرلیں کہ حضورؐ کا نکا
معاذ اللہ استغفر اللہ باطل ہے تو پھر پوری اُمتِ مسلمہ اپنے اصلی مقام کا خود ہی تعین کرلے کیونکہ اللہ تعالیٰ
اپنے حبیبؐ کے نکاح کے لیے ایک ایسی ہستی کا انتخاب کیا ہے جو معاذ اللہ مشرک و کافر ہے گویا عام مسلمان
عقل، دین کی طہارت کا معیار اور سمجھ بوجھ خالق کائنات سے معاذ اللہ کہیں زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذا
اقدس نے خود ہی دین فطرت کی بنیاد غلط رکھدی ہے" لَا حَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ"

marfat.com

گویا مسلمان نے دشمنی ابوطالبؑ میں یہ قسم اُٹھا رکھی ہے کہ اللہ کی ذات پاک پر حرف آجائے تو کوئی ت نہیں، توہین رسالت ہوجائے کوئی پرواہ نہیں بلکہ سارے اسلام کا بیڑہ غرق ہوجائے تو ہوتا رہے، لیکن ابو الب کو مومن تسلیم نہیں کرنا ہے۔

قارئین محترم جس طرح قرآن کریم میں ارشاد رب العزت ہے کہ اے میرے حبیب تو یتیم تھا ہم نے تمہیں پناہ دی تو تنگدست تھا ہم نے تمہیں غنی کر دیا (سورہ الضحیٰ) اب پوری دیانتداری اور ایمانداری سے سلہ کریں کہ جب پناہ ابوطالبؑ نے دی، مال ابوطالبؑ نے خرچ کیا اور دولت بی بی خدیجہ کی اسلام پر خرچ ئی تو اللہ تعالیٰ یہ کیوں ارشاد فرما رہا ہے کہ یہ سب کچھ ہم نے کیا تو کیا از روئے قرآن یہ ثابت نہیں ہوجاتا کہ د تبارک تعالیٰ ابوطالبؑ اور سیّدہ خدیجہؓ کے افعال کو اپنا فعل کہہ رہا ہے گویا رسول اکرم کا نکاح ابوطالبؑ ں بلکہ خود خدا پڑھ رہا ہے ابوطالبؑ کی اس سے بڑی کوئی عقلی اور قرآنی دلیل ہوسکتی ہے۔

تاریخ میں ایک بڑا اہم واقعہ رقم ہے کہ ایک دن ایک صحابی رسولؐ نے حضورؐ کی دعوت کی، حضورؐ تشریف ئے کھانا چن دیا گیا حضورؐ نے پوچھا یہ کھانا کیا ہے؟ میزبان نے عرض کی! ''حضورؐ! بھیڑ کا گوشت ہے'' فرمایا کہاں سے آیا ہے؟'' میزبان نے عرض کی! کہ ''حضورؐ! آیا تو ایک مشرک کے گھر سے ہے، لیکن اسے پکایا ہم ہے'' اتنا سُننا تھا کہ رُخ انور کا رنگ متغیر ہوگیا اور فرمایا! کہ ''اسے پھینک دو! ہم نہیں کھائیں گے!''

مشرک کا کھانا! مشرک سے امداد لینا، مشرک کا احسان لینا، ہمارے دین میں حرام ہے، اب اُمت ل، اُمت مسلمہ اور کلمہ گو مسلمان اُس رسولؐ کے بارے میں کیا فتویٰ لگائیں گے جو تقریباً ۴۵ سال ابوطالب پناہ میں رہے اور ابوطالبؑ کا کھانا کھاتے رہے اور ابوطالبؑ کی سرپرستی میں رہے اور ابوطالبؑ بھی وہ جس ل کو اللہ خود اپنی ذات سے منسوب کرتا رہا۔ (اللہ اکبر)

مسلمان حضرت ابوطالبؑ پر جس قدر نکتہ چینی کرتے جائیں گے جو بھی الزام رکھتے جائیں گے اُس ابوطالبؑ کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ بلکہ مسلمانوں کو عظمتِ توحید اور عصمت رسالتؐ بچانا مشکل ہوجائے گا۔ وہ الزامات ذات توحید اور رسالت پہ لگ جائیں گے۔

اب آیئے ایک نظر دعوت ذوالعشیرہ پر بھی ڈال لیں۔ یہ قرآن ہے (معاذ اللہ) کوئی افسانہ یا کہانی ں ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے میرے حبیب اپنے اقربین کو تبلیغ کریں۔ حضورؐ حکم الٰہی کی تعمیل میں کافرین کو تبلیغ لئے دعوت پر بلاتے ہیں۔ سب آتے ہیں اچھی طرح پیٹ بھر کر کھانا کھاتے ہیں اور محمدؐ کا کلام سننے کے ے حضورؐ کو جادوگر کہتے ہوئے تمسخر اڑاتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں دوسرے دن پھر دعوت کی جاتی ہے۔ ز گذشتہ کی طرح آج بھی سب لوگ کھانا کھا کر حضورؐ کی بات نہیں سنتے اور مذاق اُڑاتے ہوئے واپس چلے

marfat.com

جاتے ہیں۔ پوری تاریخ کھنگال جائیے چاہے اپنوں نے لکھی ہو یا مخالفوں نے کہیں سے بھی یہ نہیں ملے
ابوطالبؑ اور ابوطالبؑ کی اولاد بھی ان کے ساتھ واپس چلے گئے ہوں آخر کیوں؟

یہی تو مقام فکر ہے کہ کئی چچا اور بھی تھے، چچازاد بھائی بھی تھے وہ واپس چلے گئے کسی نے حضور کی
سننا گوارا نہیں کیا تو آخر ابوطالبؑ اُن کے بیٹے علیؑ اکثریت کے ساتھ کیوں شامل نہیں ہوئے۔

یہ محض اس لئے کہ جہاں پہلے باپ تمام انبیاء علیہم السلام کے ورثہ اور امانتوں کا وارث تھا اب
بیٹا قادر مطلق کے پروگرام اور مرضی کے تحت خاتم النبیین کا وارث نامزد ہونے والا تھا۔ بہرحال جب تیں
روز پھر سب کو دعوت پہ بلایا گیا اور حسبِ معمول جب سب کھانا کھا کر پیٹ بھر کر اور ہنسی مذاق کرتے
واپس جانے لگے تو ایک گرجدار بارعب اور تحکمانہ آواز فضا میں بلند ہوئی "ٹھہرو رک جاؤ اور میرے بھتیجے کی
سن کر جاؤ" سب لوگ خاموشی سے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ پھر بھتیجے سے مخاطب ہو کر کہا "کہو کہو، جو
تمہارے رب نے تمہیں دیا ہے ان کو سناؤ اور اُس کی تبلیغ کرو کسی کی مجال نہیں کہ میرے ہوتے ہوئے تمہیں
قسم کا کوئی نقصان پہنچا سکے" یہ آواز سید القریش، شیخ البطحا رئیس مکہ سربراہ خاندان بنوہاشم، محسنِ توحید وا
رسالتؐ سرکار ابوطالبؑ کی تھی آج مشرکوں اور منکروں کو توحید و نبوت کا پہلا سبق ملنے والا ہے گویا آج بت
ابتداء ہو رہی ہے۔ آج ذات رسالتؐ ذرا مضطرب ہے اور ایک انجانے خوف میں مبتلا ہے۔ لیکن
ابوطالبؑ ڈھال بن کر سینہ سپر ہو گئے تو نبوت نے ابوطالبؑ کی پناہ اور حفاظت کی سرپرستی کی گود میں اپن
آغاز کر دیا آج ابوطالبؑ نہ صرف توحید کی تبلیغ کا وسیلہ بن رہے ہیں بلکہ ساتھ ہی ساتھ مبلغ توحید کی حفاظ
فرما رہے ہیں۔ قدرت کو ابوطالبؑ کا یہ انداز اور ادا کچھ ایسی پسند آئی کہ آپ کے کہے ہوئے الفاظ کو ق
جزو بنا دیا خطبہ نکاح کے الفاظ کو آغاز قرآن میں سورۂ فاتحہ کا جزو بنا دیا اور دعوت ذوالعشیرہ میں ادا کئے
الفاظ کو آیہ بلغ کی صورت میں تکمیل دین کی سند عطا کر دی۔ آیہ بلغ کی شان نزول ملاحظہ ہو کہ آخری حج
ہے اور مقام خم غدیر کا میدان ہے آج اللہ کا رسولؐ پھر ذرا مضطرب ہے متفکر ہے اور کچھ اندیشے پیش
۔دعوت ذوالعشیر میں آغاز دین کا مرحلہ درپیش تھا۔ مخالف مشرک، کافر اور بت پرست تھے آج یہا
دین کا مرحلہ درپیش ہے۔ دعوت ذوالعشیرہ میں کیے ہوئے وعدے کے ایفاء کا دن ہے اور رسالتؐ کے
کی نامزدگی کا دن ہے آج جہاں اپنے بھی ہیں تو وہاں ان میں منافق حاسد اور دنیا پرست بھی ہیں رسال
سوچوں میں گم تھی۔ سامعین منتظر تھے کہ زبان رسالتؐ سے کیا اہم اور تاریخی اعلان ہونے والا ہے
قدرت خود ڈھال بن کر رسالت کی حفاظت کر رہی ہے اور ساتھ تسلی اور اطمینان بھی دلا رہی ہے کہ میرے
گھبراؤ نہیں ہم تمہارے محافظ ہیں بلاخوف و خطرہ اپنے وصی اور نائب کا اعلان کر دو۔ آج خداوند عالم ا

marfat.com

کے احسان کا بدلہ دے رہا ہے کہ اے ابوطالبؑ تو نے میرے حبیب محمد مصطفیٰ کی حفاظت کی تیری نصرت وامداد کیوجہ سے میری توحید اور میرے نبی کی نبوت کی تبلیغ ہوئی اور دین اسلام نافذ ہوا تو اب میں مرضی اور رضا سے پنے حبیب کا کیا ہوُا وعدہ اپنے حبیبؐ کی زبان سے ہی ادا کر دار ہا ہوں کہ جس طرح اے ابوطالبؑ تو تمام انبیا علیہم السلام کا آخری وارث تھا اسی طرح تیرا فرزند علی، تمام انبیاء سمیت میرے آخری نبی کا وارث ہوگا جانشین گا تمام مخلوق کا امام، ہادی اور راہبر ہوگا اور میرے حبیبؐ کا وصی اور عالمین کا مولا ہوگا۔

اے ابوطالبؑ یہ تمہارے احسانات کا بدلہ تو نہیں ہوسکتا البتہ میں اپنے حبیبؐ کے آخری جانشین جدار امامت اور بارہویں لعل ولائیت مہدی علیہ السّلام کا ظہور کروں گا تو پھر میری قدرت کاملہ کے لطف وکرم انعامات کا اندازہ کر لینا یہاں پر یہ ذہن نشین رہے کہ حضرت عبداللہ تو حضورؐ کی ولادت سے پہلے ہی دنیا سے شریف لے جا چکے تھے اب حضورؐ کی ظاہری ولادت گھر میں ابوطالبؑ کے ہو رہی ہے اور بی بی فاطمہ بنت اسد اور بیٹے دونوں کی نگہداشت کر رہی ہیں اس کے ساتھ یہ بھی ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے کہ حضورؐ کا محمد بھی ابوطالبؑ نے ہی رکھا نہ تو اللہ نے اس نام کو بدلا اور نہ ہی کسی اور کو یہ جرأت ہوئی کہ کم از کم اعلانِ ت کے بعد ہی سہی ایک مشرک اور کافر (معاذ اللہ) کا رکھا ہوُا نام ہی بدل دیں۔ ہم یہاں یہ کہنے پر مجبور ہیں یا تو اللہ کو ابوطالبؑ کا رکھا ہوُا نام پسند آ گیا یا اللہ کی مشیت اور ارادہ ابوطالبؑ کے علم میں تھا کہ آنے والے کا نام محمدؐ ہوگا۔ حضرت عیسیٰ جواز روئے قرآن پیدائشی نبی بن کر آئے اور اپنے ساتھ کتاب بھی لیکر آئے اُن خوراک کا انتظام تو اللہ کرے اور حضرت زکریا کی ڈیوٹی لگا دے، حضرت موسیٰ اپنی ماں کے علاوہ سی اور کا ھ پینا بھی گوارا نہ کرتے لیکن نبیوں کا سردار مظہر نور خدا اور شافع محشرؐ ایک دو روز کیلئے نہیں بلکہ پورے رھے تین سال بنو ہاشم کے ساتھ شعب ابوطالبؑ میں قید رہے اور وہاں ابوطالبؑ کا احسان اُٹھاتے رہیں اور ے آئین و دستور کی خود ہی مخالفت کرتے رہیں۔ اس سے زیادہ اللہ اور اُس کے رسُول کی توہین و گستاخی اور ہوسکتی ہے۔

عام عقل تو یہ گوارا نہ کرے کہ دودھ کو گندے برتن میں رکھدے یا صاف وشفاف پانی میں کوئی غلاظت جائے لیکن خالق عقل نور نبوت کی غذا رہائش اور نصرت کے لئے ایک مشرک اور کافر کا انتخاب کرے جواز ے قرآن نجس ہے۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم

اس مقام پر ہر عقلمند محقق اور حق وصداقت کا متلاشی یہ سوچنے پر ضرور مجبور ہوگا کہ آخر ابوطالبؑ کا جرم کیا ۔ فوراً جواب ملے گا کہ ابوطالبؑ کا وہی جرم تھا جو اس کے پوتے حسینؑ کا کربلا میں تھا۔ ابوطالبؑ کو توحید

marfat.com

ونبوت کی حفاظت کے جرم میں مسلمانوں نے مشرک اور کافر بنادیا۔حق وصداقت کا متلاشی پھر سوچے گا اور
غیر جانبداری سے پورے عالم اسلام سے سوال کرے گا کہ جب مسلمانوں کا رسولؐ خدا کی وحدانیت کی تبلی
بنو ہاشم کا خاندان اطاعت رسولؐ کے جرم میں شعب ابوطالبؑ میں قید ہوا تو اس دوران مکہ مدینہ اور عرب
بڑے بڑے بہادر پہلوان جانباز، فداکار اور سرفروش کلمہ گو مسلمان کہاں تھے؟ جو اس مشکل ترین وقت میں
کے حبیب کے کام آتے۔ آخر یہ سب نام نہاد دعویدار کہاں چلے گئے تھے، ان کو زمین کھا گئی یا آسمان
انسانی یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوگی اور حق وصداقت کی تحقیق کرنے والا بے اختیار یہ اعلان کرے گا کہ ا
شعب ابی طالبؑ حق پر ہیں اور مخالفین باطل ہیں گویا ابوطالبؑ اور شعب ابوطالبؑ حق و باطل کے درمیان
حدِ فاصل ہے اب کون حق پر ہے کون باطل ہے یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے لیکن مکمل غیر جانبداری اور عقل
بنیادی شرط ہے۔اس مقام پر یہ بندۂ فقیر تو بڑے عاجزانہ طور پر بارگاہ رب العزت میں دست بستہ عرض ک

اے میرے خالق و مالک تو مجھ سے بہتر جانتا ہے کہ ابوطالبؑ کے کیا کیا احسانات ہیں کہ عبد
صرف اتنا جانتا ہے کہ اگر تیرے دین اسلام میں سے ابوطالبؑ اور اولادِ ابوطالبؑ کو نکال دیا جائے تو پھر
توحید، تیرے نبیؐ کی نبوت اور تیرے دین کے پاس باقی رہ ہی کیا جاتا ہے کیونکہ اگر ابوطالبؑ نہ ہوتے
دین ہی قائم نہ ہوتا۔میرے مولا تو ہی میری راہنمائی فرما کہ جو تیری توحید اور تیرے نبیؐ کا محافظ ونگہبان و
اس ہستی کے مقام کے بارے میں یہ بندہ حقیر کیا ثابت کرے

آیئے پھر دعوت ذوالعشیرہ کی جانب پلٹتے ہیں تاریخ بتاتی ہے کہ تیسرے دن جب حضور محمدؐ
اپنے چچا حضرت ابوطالب علیہ السّلام کی حفاظت وامان میں توحید اور اپنی نبوّت کی تبلیغ کر چکے تو اعلان ف
!کون ہے جو اس کارِ رسالت میں میرا ساتھ دے اور میری نصرت کر سکے اور مزید فرمایا کہ جو بھی اس ک
میری نصرت کرے گا، وہ میرا نائب میرا وصیؑ، میرا جانشین، خلیفہ اور تمام امت کا امام ہوگا۔

مرضی الٰہی:

اللہ تعالیٰ اپنے انتخاب میں کسی سے رائے نہیں لیتا اور اس کے دین میں کوئی الیکشن Election
عوامی انتخاب یا ووٹ نہیں ہے صاحبان لغت مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ اصطفی کے معنی پاکیز
طہارت کے ہیں۔
لہٰذا بہ نص قرآن اس آیت سے یہ حتمی طور پر ثابت ہوگیا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ خود منتخب کرتا ہے ا

marfat.com

منتخب کردہ طیب وطاہر اور مصفیٰ ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، آل ابراہیمؑ اور آل عمران طیب و طاہر اور برگزیدہ ہیں جس کو دوسرے الفاظ میں ہم معصوم کہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ہم تمام انبیاء کی عصمت کے قائل ہیں جو دین کا بنیادی جزو ہے اس لئے کہ تمام انبیاء خداوند تعالیٰ نے خود منتخب کئے ہیں سارا قرآن اور پوری تاریخ اسلام چھان جائیے آپ کو کہیں یہ نہیں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی ایک نبی کے لئے بھی کوئی ووٹنگ کرائی ہو یا کسی سے رائے لی ہو۔ حضرت آدم علیہ السّلام کے وقت بھی جب اللہ تعالیٰ نے ملائیکہ سے فرمایا کہ میں زمین پر اپنا نائب یا خلیفہ بھیجنے والا ہوں جب اسے خلق کردوں تو سب سجدے میں گر جانا تو ملائیکہ نے اپنا استحقاق پیش کرنے کی کوشش کی لیکن معمولی سے امتحان میں فیل ہو کر اپنی عاجزی کا اقرار کرلیا اور اطاعت الٰہی میں آدمؑ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر آدمؑ کی افضلیت کو تسلیم کرلیا حیف ہے اس مسلمان پر جو آدم کو ملائکہ کا استاد مانتا ہے اور ملائکہ سے افضل مانتا ہے لیکن نبیوں کے سردار حضور محمد مصطفیٰؐ کو جبرائیل کا شاگرد سمجھتا ہے۔ بہر حال یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ آدم سے لیکر آخری نبیؐ تک اللہ نے صرف اور صرف اپنی مرضی سے انتخاب کیا ہے کسی اسمبلی یا مشاورتی کونسل سے کوئی رائے یا مشورہ نہیں لیا اور نہ الیکشن کروائے سیدھی سی بات ہے عقل بھی تسلیم کرتی ہے دین اللہ کا، کائنات اللہ کی خالق اللہ کی ذات لہٰذا ظاہر ہے کہ مالک اللہ ہی کی ذات ہے جب اُس کی ذات مالک الملک ہے تو کسی دوسرے کو رائے یا مشورہ دینے یا اپنی مرضی کے استعمال اور مداخلت کا اختیار ہو بھی سکتا ہے۔

ابلیس علیہ لعنت نے اپنی رائے، مرضی اور مداخلت کی جسارت کر کے اپنا حشر اور انجام دیکھ لیا ہے اب پوری مخلوق میں کون ایسی جرأت کا تصور کرسکتا ہے؟

تخلیق آدم پر اللہ تعالیٰ واضح طور پر آشکار کر رہا ہے کہ بنانے والا میں ہوں اور چونکہ میرا بنایا ہوا معصوم ہوا کرتا ہے لہٰذا وہ قابل اطاعت ہوتا ہے اب اپنی مرضی سے کبھی کسی ہادی کا انتخاب کرنا اور نہ ہی اُس کی اطاعت کرنا کیونکہ تمہارا بنایا ہوا غیر معصوم ہوگا اور غیر معصوم کی اطاعت واجب نہیں ہوتی۔ اس اُلٰہی اصول کے تحت دین سلام کی پوری تاریخ میں جہاں بھی اور جس نے بھی اپنی رائے یا مرضی سے اپنے ہادی و راہبر کا انتخاب کیا ایک تو وہ خدا کا مجرم ہوگا اور دوسرے چونکہ انسان کا منتخب کردہ نمائندہ غیر معصوم ہوگا لہٰذا اس کی اطاعت اور پیروی بھی باطل ہوگی۔ اسی آیت پر اگر استدلالی طور پر بحث کی جائے تو سارا دین اسلام سمجھ میں آسکتا ہے لیکن فی الحال باقی سب سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف لفظ اصطفیٰ غور وفکر کرتے ہیں۔ اصطفیٰ کے لغوی معنیٰ ''پاکیزگی اور طہارت'' کی بنیاد پر چن لینا اور برگزیدہ کرنا ہے علاوہ ازیں اصطلاحی طور پر چند دیگر معنیٰ بھی موجود ہیں جن سے یک یہ ہے کہ کسی مخصوص خصوصیت اور انفرادی اعزاز کے باعث تمام نوع پر فضیلت دینا مقصود ہوتا ہے۔ حضرت دم سے لیکر حضرت عیسیٰؑ تک تمام انبیاء پاکیزہ ہیں، طیب و طاہر ہیں اور معصوم ضرور ہیں لیکن مقام مصطفیٰؐ پر فائز

marfat.com

نہیں ہیں۔ حضرت آدمؑ چونکہ اوّل نبیؑ اور خلیفہ اللہ ہیں لہٰذا اس خصوصیت کی بناء پر قدرت ان کا اصطفیٰ کر
ہے لیکن یہ خیال رہے کہ ان کی نبوت و رسالت ایک مخصوص وقت کیلئے ہے اسی طرح حضرت نوحؑ جو طوفان
کے بعد آدمؑ ثانی کہلائے لیکن ان کی نبوت و شریعت بھی ایک متعین وقت کے لئے ہے اُن کے برعکس حضر
مصطفیٰؐ جہان تخلیق کائنات ہیں۔ سیّدالانبیاء والمرسلین ہیں خاتم النبین ہیں وہاں آپؐ تمام نوع مخلوق میں ا
ترین بھی ہیں اس کے علاوہ دیگر تمام انبیاء آپؐ کی اُمت سے ہیں اور آپؐ کے کلمہ گو ہیں۔ آپؐ عالمین
ہیں اور آپؐ کا دین و شریعت بھی ہمیشہ قائم رہنے والی ہے اس لئے آپؐ تمام انبیاء میں بھی برگزیدہ ہیں یہ
ہے کہ مخصوص خصوصیات اور اعزازات کی بناء پر آپؐ دائمی طور پر مقام مصطفیٰ پر فائز ہیں اور لفظ مصطفیٰ مح
آپؐ کے نام جزو بن گیا اسی لئے دیگر انبیاء اپنی عصمت و پاکیزگی کے باوجود چونکہ ان مخصوص خصوصیات
حامل نہیں ہیں اس لئے وہ اصطفیٰ ہونے کے باوجود مصطفیٰ نہیں کہلائے۔

یہی وجہ ہے کہ قارئین کو کوئی کلمہ گو مسلمان آدم مصطفیٰ، نوح مصطفیٰ ابراہیم مصطفیٰ یا عیسیٰ مصطفیٰ ک
نہیں ملے گا۔ جبکہ اس کے برعکس حضور نبی کریم کا مبارک نام محمدؐ لفظ مُصطفیٰ کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتا اس
آیت سے یہ اصول بھی بالکل واضح طور پر سامنے آ گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پاکیزگی اور طہارت کی بنیاد
ہستیوں کو چن کر سب جہانوں پر برگزیدہ کرتا ہے وہ یا تو انبیاء اور مرسلین ہوتے ہیں اولیا اور اوصیاء
وذریت ہوتی ہے۔ وہ اس لئے کہ آیت زیر بحث میں آدم ونوح کا نام آیا یہ دونوں اللہ کے نبی ہیں،
ابراہیم کا نام آیا جس سے نبی کی آل ثابت ہوئی اور آخر میں آلِ عمران کا نام ہے تمام انبیاء میں عمران نام
نبی یا رسول نہیں ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہ عمران خواہ کوئی بھی ہو کسی نبی کا وصی یا نائب ہوگا جس کی آ
درجہ اصطفیٰ پر فائز ہے اور قانون آئین خداوندی کا ہے میرا، آپ کا یا کسی دیگر مخلوق کا بنایا ہوا قانون نہیں
منتخب کردہ نبی، وصی اور دونوں کی منتخب کردہ آل کو معصوم اور عالمین میں افضل ماننا پڑے گا۔ مذکورہ آیت
ونوحؑ کے بعد آلِ ابراہیم کا ذکر ہے آلِ ابراہیمؑ سے دو سلسلے یعنی بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل مراد ہیں
دونوں سلسلوں میں حضرت اسحٰق اور حضرت اسمٰعیل کی نسل سے جتنے بھی نبی گذرے ہیں وہ سب شامل
میں حضرت موسیٰ حضرت ہارون، حضرت عیسیٰ اور خود حضور محمد مُصطفیٰ یہ سب آل ابراہیم میں شمار ہو
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خلاق عالم نے حضرت نوح کے بعد کس مخصوص خصوصیت کی بناء پر آل ابرا
اصطفاء کا اعلان کیا ہے اس کے لئے پھر جب ہم قرآن ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں تو آلِ ابراہیم
ہمیں سب سے پہلا مخصوص اور منفرد اعزاز یہ ملتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اب نبوت اور رسالت کے
عہدے اور کتاب کی امانت صرف ابراہیم کی ذریت یعنی خاندان عصمت وطہارت کے لئے مخصوص کرد

marfat.com

کہ سورہ عنکبوت آیت ۲۷ میں ابراہیم کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد رب العزت ہے ہم نے اُس کی ذریت میں نبوت اور کتاب رکھدی۔ اس کے بعد آل ابراہیم کو سورہ بقرہ آیت ۱۲۴ کے مطابق عالمین کی امامت کی سند بھی عطا کردی لیکن اس کے لئے ایک بڑی کڑی شرط عائد کردی کہ اے ابراہیم میرا یہ عہد تمہاری ذریت میں ظالموں کے لئے نہیں ہوگا۔ اب یہیں سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ابراہیم کی ذریت وخاندان میں یقیناً کوئی ظالم بھی ہوگا جس طرح قابیل فرزند آدم ضرور ہے لیکن اُس کا شمار ظالمین میں ہے اور نوح کا بیٹا نبی کا فرزند ہونے کے باوجود ظالمین میں شمار ہوتا ہے۔ تمام مفسرین اور اہل عقل و دانش کے علم میں ہے اور اس بات پر سب متفق ہیں کہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے لہٰذا اس سے ثابت یہ ہوا کہ ذریت ابراہیمؑ میں سے جتنے بھی نبی ہوں گے وہ شرک سے پاک ہوں گے اور نبی کی جانشینی اور عہدہ امامت کے لئے شرک سے پاک ہونا لازمی اور بنیادی شرط ہے کیونکہ یہ عہد الٰہی ہے لہٰذا ایک واضح اصول بن گیا کہ جو کوئی کبھی بھی مشرک رہ چکا ہوا سے عہدہ ہرگز نہیں مل سکتا۔

آلِ ابراہیم کی مخصوص عظمت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ کتاب، نبوت اور امامت کے بعد خداوند عالم آل ابراہیم کو حکمت اور ملک عظیم کا انعام بھی عطا فرماتا ہے۔ جس کی سند سورہ نساء آیت ۵۴ میں موجود ہے۔ لہٰذا عقلِ سلیم یہ کہنے پر مجبور ہے کہ یہی وہ تمام مخصوص خصوصیات اور اعزازات تھے جن کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے آدم ونوح کے بعد آلِ ابراہیمؑ کے اصطفاء کا اعلان فرمایا ہے اور ان سب سے بھی بڑا اعزاز اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ خود حضور محمد مصطفٰے جن کے پاس ختم الرسل کی سند ہے۔ آلِ ابراہیم میں شامل ہیں جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے آل ابراہیم میں سے حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور آخر میں حضرت عیسیٰ الٰہی وعدے کے مطابق عہدہ نبوت پر فائز ہوئے اور حضورؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب اسی آل ابراہیمؑ کے آخری وصی اور سب امانتوں کے وارث ہیں اگر کوئی حضرت عبدالمطلب کو حضرت عیسیٰؑ کا آخری وصی اور امانتوں کا وارث تسلیم نہ کرے تو اس سے سوال کیا جاسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ سے لیکر تا اعلان نبوت محمد مصطفٰےؐ کتاب اور نبوت تو یقیناً حضرت عیسیٰ کی رہی لیکن اس عرصہ کے درمیان امامت اور ہدایت کے عہدے کس ہستی کے پاس رہے کیونکہ اس عرصہ میں کسی ہادی اور وصی کا وجود تسلیم نہ کریں تو یہ خلاف قانونِ قدرت ہوگا وہ اس لئے کہ خالق مطلق کا قرآنِ کریم میں واضح ارشاد ہے کہ میں ہر قوم کے لئے ہر زمانہ میں ہادی رکھتا ہوں اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت عبدالمطلب حضرت عیسیٰ یعنی آلِ ابراہیم کے آخری وصی اور سب انبیاء کی امانتوں کے نہ صرف وارث بلکہ اپنے دور کے ہادی ورہبر تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے آخری وصی، وارث اور اپنے دور کے ہادی ہونے کی اس سے بڑی دلیل کیا ہوسکتی ہے کہ جب مشرکین اور کافرین خانہ خدا بیت اللہ پر حملہ آور ہوتے ہیں تو حفاظت کے لئے اپنے دور کا ہادی اور وصی عبدالمطلبؑ ہی میدان میں آتا ہے۔ کوئی پوچھے کہ خانہ کعبہ سے آپؑ کا کیا تعلق ہے، مکہ والے

marfat.com

اپنے شہر کی آبرو کا خیال کیوں نہیں کرتے اور عالم عرب کی غیرت اور حمیت کو کیا ہو گیا ہے۔

حضرت عبدالمطلبؑ: مادی اعتبار سے حضرت عبدالمطلبؑ کے پاس اتنی قوت نہیں کہ ابرہہ کے بے پ
لشکر کا مقابلہ کر سکیں اور اگر مقابلہ بھی کرتے تو بات ابرہہ اور عبدالمطلبؑ کے درمیان مقابلہ کی ہو کر رہ جاتی ا
کے برعکس عبدالمطلبؑ کا منشاء تھا کہ ابرہہ کے سامنے الٰہی طاقتوں کا مظاہرہ ہو جائے اس وقت مکہ میں بزعم خ
بڑے بڑے اور نامور ٹھیکیداران ضرور موجود ہوں گے لیکن کیا کہنا جناب عبدالمطلب کی دوررس نگاہوں کا
آپ نے اس وقت تک ابرہہ سے کوئی بات نہیں کی جب تک کہ مشیت الٰہی کا اندازہ کر کے قلب مطمئن نہیں
ہو گیا۔ کریم کا بیٹا اور کریم کا باپ عبدالمطلب بڑے اطمینان و سکون سے ابرہہ کے پاس اپنے جانوروں کا مطا
کرنے جاتا ہے ابرہہ بڑی حقارت اور توہین آمیز نظروں سے کہتا ہے ''تمہیں اپنے اونٹوں کی تو فکر ہے لیکن ا
گھر کی فکر نہیں جو تمہاری نظر میں مقدس ترین مکان ہے،، مگر کیا کہنا ذریت ابراہیم کے وارث کا جس پر نہ کفر
تاریکیاں مسلط تھیں اور نہ جہالت کی ہوائیں جس کا ایمان اتنا مستحکم تھا کہ توحید الٰہی اور دین ابراہیم کے بار
میں کسی قسم کے شک کو کبھی اپنے دل میں جگہ ہی نہ دی جس نے کفر جاہلیت اور گمراہی کے دور میں بھی اپنے ط
طریقہ سے شراب خوری اور محرم عورتوں سے نکاح حرام، کعبہ کا طواف سات مرتبہ ضروری، ننگے ہو کر طواف ک
ناجائز، چور کے ہاتھ کا ٹنا ضروری، زنا کاری، لڑکیوں کا دفن کرنا، قمار بازی اور جواء بازی کا ذبیحہ حرام اور نذر کا
کرنا واجب جیسے احکامات صادر کر کے دین و ملت ابراہیمی کو باقی رکھا اور جس ہستی کو خلیل خدا سے دین توحید
نسل والوں کا تعلق تھا بڑے اطمینان سنجیدگی اور سکون قلب سے ابرہہ کی بکواس کے جواب میں اپنے ایمان مح
اور ہادی دوراں ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے فرمایا! میں اونٹوں کا مالک ہوں اس گھر کا مالک کوئی اور ہے وہ خ
ہی اپنے گھر کی حفاظت کرے گا،،

پھر آپ خانہ کعبہ کے قریب آئے اور زنجیر پکڑ کر بارگاہ رب العزت میں عرض کرنے لگے آپ
دعا اور مناجات کے ایک ایک لفظ پر غور کریں۔ ''خدایا اب تیرے سوا کوئی نہیں ہے، تو ہی اپنے حرم کی حفاظت
'خدایا دشمن کعبہ تیرا بھی دشمن ہے، اسے اتنا موقع نہ دے کہ اس حرم کو برباد کر سکے، خدایا بندہ اپنے مال کا تحفظ ک
ہے تو اپنے مال کا تحفظ کر، خدایا ایسا نہ ہو کہ مسیحت کے آثار تیرے گھر پر غالب آ جائیں۔ آج کے تیرے فع
سے تمام افعال کی تکمیل ہو گی تو ہی وہ ہے کہ جب کسی باغی کے مقابلے میں تجھ سے کچھ چاہتے ہیں تو ملتا ہے، خد
یہ رسوا ہو کر پلٹیں اور انہیں ہلاک بھی کر دیا جائے۔ میں نے اتنی گندی ذہنیت سنی بھی نہیں کہ اب تجھ سے بھی جنگ
ہو گی۔ یہ اپنے وطن کا سارا اجتماع معہ ہاتھی کے لیکر آئے ہیں تا کہ تیری پناہ والوں کو پکڑیں۔ یہ تیرے حرم کا قص
کر چکے ہیں اور تیرے جلال کو بھول گئے ہیں اگر آج تو نے انہیں چھوڑ بھی دیا تو تیری خاص مصلحت ہو گی،،

marfat.com

پھر آپؐ نے قریش سے مخاطب ہو کر فرمایا! ''یاد رکھو یہ لوگ اس گھر تک نہیں پہنچ سکتے اس لئے کہ اس گھر کا محافظ موجود ہے ،، ادھر دُعا ختم ہوئی اُدھر زمانے نے دیکھا کہ آسمان پر ابابیل اُڑنے لگے اور الٰہی میزائلوں نے ابرہہ کی فوج کو تباہ برباد کر کے رکھ دیا۔ یہ خدائی ایٹم بم تھے جنہوں نے صرف مجرموں کو ہلاک کیا او کسی بے قصور کو نقصان نہیں پہنچایا۔ آج کا میزائل نہیں جو بے گناہ اور گنہگار کے امتیاز کو مٹا کر پوری بشریت کو ہلاک کر دے یہ انسان کا بنایا ہوا ایٹم بم ہے اور وہ خالق بشریت کی تخلیق تھی اسی سے انسان کے اپنے بنائے ہوئے اور خالق منتخب کردہ ہادیوں کے فرق کا پتہ چل سکتا ہے خالق مطلق کو عبدالمطلب کا یہ ایمان یہ یقین اور یہ ادا ایسی پسند آئی کہ پورے واقعہ کو قرآن کا جزو بنا دیا۔ یہی عبدالمطلبؑ تھے جنہوں نے کبھی ایک لمحے کیلئے بھی نہ کسی خود ساختہ اور تراشے ہوئے پتھر کو سجدہ کیا اور نہ کسی بوسیدہ لکڑی کے ٹکڑے کو بلکہ اس کے برعکس غار حرا میں عبادت کی بنیادیں آپ ہی نے قائم کی تھیں کیونکہ ماہ رمضان میں آپؑ پہاڑ پر چلے جاتے تھے اور عظمت و جلالت الٰہی میں تفکر و تدبر کیا کرتے تھے۔ یہی عبدالمطلب ہیں کہ جب اللہ نے آپ کو دس فرزند عطا کیے تو اظہار تشکر کے طور پر فرماتے ہیں ''خدایا تو قابل تعریف بادشاہ ہے خدایا تو قابل پرستش شہنشاہ ہے خدایا نیا پرانا جو کچھ ہے سب تیرا ہی عطیہ ہے'' اسی عبدالمطلب کے فرزند جناب حضرت عبداللہ کے یہاں جب حضور محمد مصطفیٰؐ کا ظہور ولادت ہوتا ہے تو آپ اس بچے کو گود میں لیکر خانہ کعبہ کی طرف جاتے ہیں بارگاہ الٰہی میں اس فضل و کرم اور نعمت و احسان کا شکریہ ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں ''شکر ہے اس معبود کا جس نے مجھے یہ طیب و طاہر بچہ عنایت کیا ہے۔ اللہ اسے بچائے یہ بچہ تو گہوارہ میں آثار سعادت رکھتا ہے اللہ اسے ہر افتراق پرداز سے محفوظ رکھے اور اسے کامیاب بنائے۔ خدا اسے حاسدوں کے شر سے اپنی پناہ میں رکھے'' آپؐ کے یہ الفاظ بھی تاریخ اسلام میں پوری طرح محفوظ ہیں کہ ''دنیا سے کوئی ظالم اُس وقت تک نہیں جا سکتا جب تک اُس سے انتقام نہ ہو جائے یا اُس پر عتاب نہ ہو جائے' خدا کی قسم اس گھر کے بعد دوسرا گھر بھی ہے جہاں احسان کا بدلا اور گناہوں کی پاداش ملے گی''۔

آخری نبیؐ کا ظہور ہو چکا ہے صرف اعلان نبوت باقی ہے حضورؐ کے والد حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلبؑ حضورؐ کی ولادت سے پہلے ہی اس جہان فانی سے کوچ فرما چکے ہیں حضرت عبدالمطلبؑ اپنے بیٹے عمران المعروف ابوطالبؑ کو جو حضرت عبداللہ کے ماں اور باپ ''دونوں کی طرف سے سگے بھائی ہیں اور حضورؐ کے حقیقی چچا ہیں سے فرماتے ہیں'' اے ابوطالبؑ اس بچے کی بڑی شخصیت ہے اس کو بچاؤ اس سے تمسک کرو۔ یہ تنہا ہے اس کی ماں کی طرح پرورش کرو۔ دیکھو کوئی ناگوار خاطر بات نہ ہونے پائے'' حضرت عبدالمطلب اپنے آخری وقت میں ذات نورِ مجسم حضور محمد مصطفیٰ اور دیگر تمام امانتوں کو اپنے وصی ابوطالبؑ کے سپرد کر کے خالق حقیقی کے ہاں تشریف لے جاتے ہیں اب یہ بڑی اہم اور نازک ذمہ داری ابوطالبؑ پر آن پڑی ہے جو آل

marfat.com

ابراہیم کے تمام وارثوں کے وارث، امانتوں کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ محافظ خاتم النبین بھی ہیں
عمران کے فرض منصبی کا مرحلہ شروع ہو چکا ہے اللہ تبارک وتعالےٰ نے آدم ونوح کے اور آلِ ابراہیم اور پھر
میں آلِ عمران کی پاکیزگی، طہارت اور اصطفاء کا اعلان کیا ہے آیئے اب ہم بھی کھلے ذہن سے قرآن
روشنی میں عقل سلیم سے کام لیتے ہوئے آلِ عمران کی حقیقت کو تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ خداوند
ہمیں آلِ عمران ہی کے صدقے میں تحقیق حق اور پھر حق وصداقت کو تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین
مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انتخاب کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے پاکیزگی اور طہارت کی
ابراہیم اور عمران دونوں کی آل وذریت کو جہانوں میں برگزیدہ کیا ہے۔ آلِ ابراہیم کو جتنے بھی اعزاز
انعامات اللہ تعالیٰ نے عطا کئے ہیں ان میں ابوطالبؑ جناب عبدالمطلب کے وصی وجانشین ہونے کے نا
شامل ہیں اس لئے کہ ابوطالبؑ بذات خود آلِ ابراہیم میں شامل ہیں لیکن اب عمران کی آل کا ذکر
کے مقام کی عظمت کا اسی حقیقت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خداوند عالم نے سورہ کا نام ہی آلِ عمران
عقل انسانی کو دعوت فکر دے دی ہے کہ پوری سورۃ کو ہی آلِ عمران کے نام سے منسوب کر دیا ہے تاریخ
میں صرف اور صرف تین عمران گزرے ہیں جن کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے باپ کا نام عمران تھا جو چوتھی پشت میں حضرت یعقوب
جا ملتے ہیں۔

۲۔ حضرت مریم کے والد یعنی حضرت عیسیٰ کے نانا کا نام عمران تھا آپ حضرت یعقوب کی ستا
پشت میں سے تھے۔

۳۔ حضور نبی کریم کے حقیقی چچا اور جناب عبدالمطلبؑ کے بیٹے کا نام عمران تھا جن کی کنیت اور مع
شناخت ابوطالبؑ ہے۔

قارئین محترم ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ بالکل غیر جانبدار ہو کر عقلی اور ذہنی طور پر دیانت
سے ہمارے ساتھ ساتھ چلیں تا کہ ہم حق وصداقت کی جستجو میں عمران نامی ہستی کو تلاش کرنے میں کامیا
جائیں۔

شعب ابی طالبؑ تین یا ساڑھے تین سال کی طویل محصوری اور قید کی مدت کے بعد ایک دن
سرورِ کونینؐ وحی الٰہی کے مطابق اپنے چچا ابوطالبؑ کو خبر دیتے ہیں کہ قریش کے عہد نامہ کو دیمک چاٹ گئی
اور اُس میں صرف اللہ کا نام ہی باقی رہ گیا ہے تو جناب ابوطالبؑ بڑے اطمینان، یقین محکم اور سکونِ قلب
ساتھ ہاشمیوں کے ایک جھرمٹ میں شعب سے باہر نکلتے ہیں مسجد حرام کے باہر پہنچے اور کمال پر سکون لہ

marfat.com

آواز دی: ''قریش والو! اب تو عہد نامہ سے بھی زیادہ باتیں ہونے لگی ہیں۔ اچھا اب اُسے لے آؤ شاید صلح کی کوئی صورت نکل آئے'' عہد نامے کی دستاویز سامنے آ گئی اور مہر توڑنے کا انتظام شروع ہوا اور اس مقام پر صبر و سکون کا عظیم پہاڑ نبوت کا معتقد، صداقت، کا معترف، عقیدے کا مجاہد، مبلغ توحید محافظ رسالت، کفیل محمد، محسن اسلام اور ایمان مجسم ابو طالبؑ بڑے، ہی یقین کامل، جاہ جلال اور نہایت ہی پُر وقار انداز میں فرماتے ہیں۔

''میں تمہارے درمیان انصاف کے لئے آیا ہوں۔ میرے بھتیجے نے خبر دی ہے کہ اللہ نے تمہاری دستاویز پر دیمک کو مسلط کر دیا ہے اور اُس نے نام خدا کے سوا سب صاف کر دیا ہے، میرا بھتیجا اللہ کا نبیؐ صادق القول اور امین ہے یہ جھوٹ کا خوگر نہیں ہے۔ لہٰذا اگر اس کا کلام صحیح ہے جو یقیناً صحیح ہے تو اب ہوش میں آ جاؤ جب تک ایک بھی ہاشمی باقی ہے ہم اِن کو تمہارے حوالے نہیں کریں گے۔ ہاں اگر یہ غلط کہتا ہے تو یہ تمہارے حوالے ہے۔ چاہے قتل کرو یا زندہ رکھو''

اس مقام پر عقلِ سلیم چلا چلا کر حضرت انسان سے کہے گی کہ ایمان محکم اور صداقتِ نبوت پر یقین محکم کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو شخص کل تک محمدؐ کے لیے اپنی ہر چیز قربان کر رہا ہے اسے محمدؐ کی نبوت اور نبوّت کی صداقت پر اتنا یقین ہے۔ کہ آج اپنی سب سے قیمتی الٰہی امانت کا سودا کر رہا ہے۔ اگر محمدؐ صرف بھتیجا ہوتا تو ابو طالبؑ اتنا اندھا اعتماد و یقین نہ کرتے لیکن یہاں تو معاملہ ہی اور تھا محمدؐ نہ صرف بھتیجا ہیں بلکہ اللہ کا نبیؐ صاحب وحی اور ہادی و رہبر بھی ہے۔

لہٰذا بلا تامل ابو طالبؑ نے قریش کو اپنا قول دے دیا۔

بہر حال معاملہ طے ہو گیا اور صحیفہ عہد نامہ کھولا گیا تو برہان واضح دلیل روشن اور محمدؐ کی نبوت اور نبوت کی صداقت آشکار ہو چکی تھی حضرت ابو طالبؑ نے موقع کو غنیمت سمجھا اور بڑی سختی اور تندی سے بگڑ کر بولے: ''آخر ہم کس بات پر محصور ہیں۔ اب تو مطلب بالکل واضح ہو چکا ہے۔ حق و باطل کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ اے اہلِ قریش! اب تو تم سے قطع تعلق ہونا چاہیے'' یہ کہہ کر کعبہ کے پردہ کو تھاما اور بارگاہِ ربّ العزّت میں دُعا کے لیے ہاتھ بلند کر دیئے۔

''خدایا ہمیں غلبہ عنایت کر اُن لوگوں نے ہم سے قطع رحم کر لیا ہے اور ہمارے لیے حرام کو حلال کر لیا ہے۔ اب تو ہماری نصرت کر'' حصار شعب ٹوٹا۔ شعب سے قافلہ باہر آیا اور حق باطل پر غالب آیا اور ثابت ہوا کہ حق طاقت ہے، طاقت حق نہیں۔

غم کا سال:

آخر وہ وقت معیّن بھی آ ہی گیا کہ جب ناصرِ اسلام مومن کامل اور کفیلِ رسالتؐ اس جہانِ فانی سے

marfat.com

رخصت ہوا۔ اسلام کے ناصرِ اوّل کا جنازہ مسلمانوں کے کندھوں پر اٹھا۔ آگے آگے جنازہ اور پیچھے پیچھے ا
کا پیغمبرؐ اور اللہ کا نبیؐ اپنے محسن اور کفیل چچا ابو طالبؑ کا مرثیہ پڑھتے ہوئے جنازے کی مشایعت کر رہے
۔ تاریخ میں سرورِ کونینؐ کے مرثیئے کے الفاظ اس طرح رقم ہیں "چچا آپ نے صلۂ رحم کیا" آپ نے مجھے پالا
ذمہ داری لی اور بڑا ہونے کے بعد بھی میری نصرت کی اور میرا ہاتھ بٹایا۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے" جنا
کے قریب پہنچا اور رسول اکرمؐ کی زبانِ اقدس پر یہ کلمات جاری ہو گئے۔ "خدا کی قسم چچا میں استغفار بھی کر
اور شفاعت بھی ایسی شفاعت جس سے جن وانس دونوں متحیر رہ جائیں" ابھی رسولؐ کا یہ مرثیہ ختم نہیں ہوا تھا
آہ و بین کا نوحہ شروع ہو گیا حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور آپؐ ان الفاظ میں گریہ فرما رہے
"چچا آخر کس طرح صبر کروں آپ نے بچپنے سے پالا، بڑا ہونے کے بعد محبت و شفقت سے سلوک کیا
آپ کی آنکھوں کا نور اور آپ کے لیے روح رواں تھا" یہ مرثیہ، گریہ اور نوحہ تاجدارِ انبیاء اور ختم الرسل
جو مسلمانوں کی تاریخ میں محفوظ ہے۔ اب فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ وہ خود اندازہ کریں کہ جس ہستی
لیے عالمین کا نبیؐ نوحہ و بین کرے اور استغفار و شفاعت کا عہد کرے اس ہستی کا خداوند عالمین کے نزدیک
مقام و رتبہ ہو گا اور اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیبؐ "محبوب کا محسن، غم گسار اور محافظ کس قدر محبوب ہو گا! عقلِ انسانی
ہستی کی عظمتوں کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ چہ جائیکہ اس فضول اور لایعنی بحث میں الجھا جائے کہ وہ ہستی مسلما
یا مومن یا مومن کامل یا ایمانِ مجسم! اسی لیے اس عاجز اور حقیر بندۂ فقیر نے آغاز کلام میں لکھا تھا کہ بشر
وفراست اور عقل و دانش میں اتنی طاقت ہی نہیں کہ وہ مبلغ توحید وارث آل ابراہیم، جلال عمران، ناصر اسلام
الرسولؐ، محافظ نبوت و رسالت حاجب کعبہ، سید البطحا اور فخر بنو ہاشم حضور خواجہ ابو طالبؑ کے مقام و درجا
ادراک کر سکے۔

پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ اپنے دو غمگسار اور محسنوں کی جدائی نے محبوب خدا کو غم و الم سے ہمک
دیا۔ اب کفار و مشرکین کو کھلی چھٹی مل گئی اور بے دریغ اذیتیں دینے اور ستانے لگے۔ میں ابھی اپنا یہ مقالہ ختم
چکا تھا کہ میری نظر ایک اور مستند تاریخی کتاب پر جا پڑی اور چاہتا ہوں کہ اُس میں سے ایک اقتباس قارئین کی
کر دوں۔ صاحب کتاب تحریر فرماتے ہیں!

ہم اس مقام پر ضروری خیال کرتے ہیں کہ اُس حق کی آواز کو بھی ظاہر کر دیں جو ایک مسیحی کی ز
سے نکلی ہے وہ مسیحی جس نے نورِ حق کو چھپانے کی کوشش نہیں کی بلکہ ہدایت کو عالم آشکار کرنے کی سعی مشکور کی
نے امیر المومنین کی شان میں مفصل قصیدہ لکھ کر عربی ادب پر احسان کیا ہے اور زبان میں ایک غیر معمولی اض
کیا ہے یہ مورخ اس انداز سے قمطراز ہے کہ۔

marfat.com

''مورخین میں اس مسئلے پر اختلاف ہے کہ ابوطالبؑ مسلمان ہوئے تھے یا کفر ہی پر باقی تھے۔ دونوں طرف کے دلائل ہیں، دونوں طرف احادیث رسولؐ ہیں مجھے اس اہم مسئلے میں رائے دینے کی جرات نہیں ہو سکتی لیکن میں اتنی سی بات کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت ابوطالبؑ ایک مردِ مومن تھے اس لئے کہ انسان کس قدر بھی صلہ رحم کرنے والا ہو، کتنا بھی اپنی اولاد اور اپنے اعزہ سے محبت کرنے والا ہو لیکن وہ کسی وقت بھی اُس نظریے یا عقیدہ سے غافل نہیں ہو سکتا جو اُس کے قریب یا رشتہ دار کے ذہن میں پایا جا رہا ہے بلکہ جس کی بناء پر وہ اپنے دین کو تباہ و برباد کر کے ایک دوسرے دین کی بنیاد ڈالنا چاہتا ہے اس لئے کہ انسان کو اپنا مذہب بہت عزیز ہوتا ہے، وہ اُس کا احترام کرتا ہے، اُس پر جان قربان کرتا ہے، بلکہ اپنا عزیز قریب باپ بیٹا اور بھائی بھی اس کی مخالفت کرتا ہے تو اُسے قتل کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے ظاہر ہے۔ کہ جب یہ دستور ایک عام انسان کا ہے تو ابوطالبؑ جیسے صاحب جاہ وحشم انسان پر تو خود اپنی ذاتی اور مرکزی دونوں حیثیتوں سے لازم تھا کہ وہ اپنے دین کا دفاع ہونے دیں اور اپنی قوم میں اپنا وقار برباد نہ ہونے دیں۔

لیکن دیکھا یہ جاتا ہے کہ آپ اپنے بھتیجے کی مدد کر رہے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ دل سے ضرور مومن تھے اگرچہ اس کا اظہار نہیں فرمایا اس لئے کہ مصلحت وقت اور سیاست زمانہ کے تقاضے اس اظہار کے خلاف تھے۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ ابتدائے بعثت اور صبح اسلام ہی سے اپنے ایمان و اسلام کا اظہار کر دیتے تو تمام قریش اُسی وقت سے مخالف ہو جاتے آپ کا پورا وقار و احترام ختم ہو جاتا اور پھر اس طرح محمد عربیؐ کی امداد نہ کر سکتے جس طرح آپ نے کی ہے نتیجہ یہ ہوتا کہ دین ضعیف کا ضعیف ہی رہتا۔ یہی وہ اسباب تھے جنہوں نے آپ کو ایمان کے پوشیدہ رکھنے پر مجبور کر دیا ورنہ آپ کے قصائد، خطبے، اعمال و افعال اس بات کی واضح دلائل ہیں کہ آپ مومنِ کامل تھے آپ کا جہاد و دفاع آخر وقت تک رسولؐ اکرم کی مدح و ثنا، خطبے اور وہ وصیت آخر اس بات کی دلیل ہے کہ آپ بہترین اصحابؓ اور منتخب ناظرین میں سے تھے۔ کاش! آج بھی اسلام کو ایسے ہی نصرت کرنے والے اور اسی انداز کے اعلائے کلمۃ الحق والے مل جاتے جیسے کہ صدرِ اسلام اور ابتدائے دعوت میں حضرت ابوطالبؑ تھے۔ اگر ایسا ہو جائے تو آج بھی اسلام کا وقار بلند تر ہو جائے۔ یہ ہیں حضرت ابوطالبؑ، محمد مصطفیٰؐ کے کفیل و ناصر، امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی ابنِ ابی طالبؑ کے والد بزرگوار، بلکہ یہ ہے وہ عظیم انسان جس کی آغوش تربیت میں پل بڑھ کر یہ دونوں ستارے زینت آسمان زینت دین و دنیا بن گئے ہیں۔''

اس کے بعد ہماری نظر ''جارج جرداق'' کی کتاب پر پڑتی ہے۔ جس میں فاضل مؤلف نے شیخ بطحا کی خدمت میں عقیدت کے گلدستے اور مدح و ثنا کے پھول پیش کئے ہیں آپ فرماتے ہیں!

''جب حضرت عبدالمطلب کا انتقال ہوا تو آنحضرتؐ کی کفالت ابوطالبؑ کے حوالے ہوئی آپ

marfat.com

انہیں کی محبت، شفقت اور حسنِ تربیت کے سایہ میں پروان چڑھے جیسا کہ باپ کا منشا تھا''

پھر حضرت عبدالمطلب کی ابوطالبؑ سے وصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں!

''حضرت عبدالمطلب نے ابوطالبؑ کا انتخاب اس لئے کیا تھا کہ وہ اُن کے حالات و جذبات کے صحیح طریقے سے واقف تھے آپ کی اولاد میں شفقت و محبت کا جذبہ اکثر دل میں موجود تھا لیکن وہ جذبہ جو ابوطالبؑ کے دل میں تھا وہ کسی کو بھی حاصل نہ تھا اور ظاہر ہے کہ محبت و عطوفت کے جذبات تربیت کے مقابلے میں زیادہ موثر ثابت ہوتے ہیں یہی وجہ تھی کہ حضرت عبدالمطلب نے ابوطالبؑ کا انتخاب کیا۔ علاوہ ازیں اس کے ابوطالبؑ خود بھی اپنے بھتیجے سے ایک ایسی محبت و الفت رکھتے تھے جو ہمدردی کیلئے کسی وصیت و نصیحت کی محتاج نہ تھی چہ جائیکہ جب اتنی اہم وصیت کا اضافہ بھی ہو جائے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت ابوطالبؑ جلیل القدر عظیم المرتبت شخصیت کے مالک تھے آپ کی حیثیت ایک ایسے امین اور تجربہ کار انسان کی تھی جو مصلحت، ہر امانت داری اور ہر پاکیزگی و اخلاص پر عمل پیرا رہتا ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس دن اللہ نے عبدالمطلب کی اولاد میں محمدؐ کو نبوت کے لئے منتخب کیا تھا اُسی دن ابوطالبؑ کو ان کی کفالت اور تربیت کے لئے چن لیا تھا۔ ابوطالبؑ نے اپنی قوت فکر و نظر کی بناء پر محمدؐ میں اُس بات کا ادراک کر لیا تھا جسے کوئی نہ سمجھ سکا تھا۔''

اس کے بعد تحریر کرتے ہیں!

اگر ابوطالبؑ کے نفس مبارک کی معنویت محمدؐ کے نفس مقدس میں نظر آئے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ نفس ذات کا ایک جزو ہے اور اُس ذات نے تکمیل کی منزلیں ابوطالب کے زیر سایہ گذاری ہیں حضرت ابوطالبؑ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام میں رسول اکرمؐ کی مدد کی اور اُن کی تبلیغی نشر و اشاعت کے لئے اشعار نظم کئے ہیں۔ آپ کی نظر میں محمدؐ کی شان میں معمولی سے معمولی بات بھی بہت بڑی معلوم ہوتی تھی۔ ابوطالبؑ آن بھی اس بات کو فراموش نہیں کیا کہ محمدؐ میرے خاندانی اخلاق کے فرد اکمل ہیں اور وہ ایک استمراری شکل ہے جس میں حضرت عبدالمطلب، حضرت عبداللہ اور ابوطالبؑ کی تصویریں وقت واحد میں اجاگر ہوتی ہیں جس وقت ابوطالب کا انتقال ہوا۔ نبی کریمؐ نے محسوس کیا کہ آج ایک عظیم ستون منہدم ہو گیا ہے ایک بڑی طاقت ختم ہو گئی ہے اور حضرتؐ کا یہی احساس اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپؐ کا ابوطالبؑ سے ایک بڑا مستحکم روحانی تعلق تھا اگر محمد عربیؐ کے اس احساس کا منشاء فقط یہ تھا کہ ابوطالبؑ کے مرنے سے ایک جاں نثار کم ہو گیا ایک فدا کار مر گیا، ایک دفاع کرنے والا اُٹھ گیا ایک بچانے والا نہ رہا جیسا کہ خود اُن کے قول سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک چچا زندہ رہے قریش کو نظر بھر کر دیکھنے کی جرأت نہ ہو سکی تو پھر اس عمیق حزن اور گہرے الم کا منشا

marfat.com

کیا تھا۔ جو ہر وقت محمدؐ کے دل پر چھایا رہتا تھا جب کہ انہیں اس بات کا یقین تھا کہ چاہے ساری دنیا مخالف ہو جائے میری رسالت کامیاب ہو کر رہے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ محمدؐ کے اس مستقل حزن والم کا منشاء صرف یہ تھا کہ آپ اپنے لئے ایک بہت بڑا خلاء محسوس کر رہے تھے۔ اپنے سامنے ایک بڑے عزیز اور شفیق کو غائب دیکھ رہے تھے یا یوں کہا جائے کہ اپنی ذات میں ایک کمی محسوس کر رہے تھے۔ اس لئے کہ آپ کا ماضی وحال سب مرنے والے ہی سے وابستہ تھا"۔

اس کے بعد فاضل مولف دوسرے مقام پر محمدؐ اور ابوطالبؑ اور محمدؐ وعلی کے درمیان قلبی تعلق کو اس طرح تحریر کیا ہے۔

"محمدؐ وعلی میں مؤدت اور اخوت کے تعلقات برابر جاری رہے۔ پیغام الہٰی کی اشاعت دونوں برابر کوشاں رہے اس اتحاد واتفاق کی بنیادیں اس وقت قائم ہوئی تھیں جب محمدؐ نے ابوطالبؑ کو دیکھا تھا اور علی نے محمدؐ کو ظاہر ہے کہ جب ایسے تین افراد ایک گھر میں جمع ہوئے ہوں تو عظمت کا کیا عالم ہوگا۔ یہی وہ خاندانی کمالات وخصوصیات تھے جو حضرت ابوطالبؑ کو محمدؐ اور علی کی عظمت کی تحلیل پر آمادہ کر رہے تھے جس کا نتیجہ ابوطالبؑ کے یہاں قربانی اور فداکاری کی شکل میں ظاہر ہوا اور علی کے یہاں فکر رسا، شعور عمیق اور معجز نما قربانی کی صورت میں" ایک اور فاضل "استاذ عبدالعزیز سید الاہل" حضرت ابوطالبؑ کے بارے میں اپنی تصنیف کے مقدمے میں تحریر کرتے ہیں۔

"یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ ایک ایسا شخص جس نے نبوت کی حمایت وحفاظت میں چالیس سال سے زیادہ گذارے ہوں اُس کی خبریں اس طرح قطع وبرید کے ساتھ بیان کی جائیں، اُسکے سوانح حیات کو اس طرح منتشر کر دیا جائے کہ اُس کے نقل کرنیوالے بہت کم ہوں اور اس قلیل تعداد کے افراد بھی مختلف الخیال ہوں۔ نتیجہ یہ ہو کہ تمام زندگی رسالت کی خدمت کرنے والے انسان کے بارے میں وقت احتضار کیلئے ایسی باتیں بیان کی جائیں جن سے غرض مندی اور خواہش پرستی بالکل نمایاں ہو۔ حضرت ابوطالبؑ نے پوری زندگی نصرت رسولؐ میں گذار دی، اپنے بچوں کو انکے اتباع کا حکم دیا، اپنا سارا گھر ان کی خاطر لٹا دیا، دشمنوں سے مقابلہ کیا اور عزم محکم کے ساتھ آخر وقت تک نصرت رسولؐ پر کمربستہ رہے۔ اُن کا وجود نصرت رسول اکرمؐ کیلئے ایک طبعی اور الٰہی ضرورت تھا جس کا ظہور پذیر ہونا اسلام کی تبلیغ اور پیغام الٰہی نشرواشاعت کیلئے انتہائی ضروری تھا جیسا کہ ابن خلدون نے بھی اعتراف کیا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مشیت تھی ورنہ کوئی نظام اور کوئی قانون اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتا جب تک اس کے انصار واعوان نہ ہوں اسلام کا انتشار واشتہار بھی اگرچہ انصار وأعوان ہی کے ذریعہ ہوا ہے لیکن ان کی حیثیت اسلام کے مقابلے میں ثانوی تھی یہ سب اسلام کے چاہنے والے

marfat.com

تھے اور ابو طالبؑ اسلام کے قائم کرنے والے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو ان کا ذکر ہی نہ ہوتا،،

آ گے چل کر مزید لکھتے ہیں:۔

''حضرت ابو طالبؑ نے اپنے فریضے کو پوری طرح ادا کیا اور اپنے بار کو صحیح طریقے سے اُٹھایا۔ انہوں
کریم کی نصرت کی، ان کا ہاتھ بٹایا، دشمنوں کا مقابلہ کیا اور کسی قسم کے تکبر سے کام نہیں لیا جب کہ دوسر
بہک رہے تھے اور تمام قریش کے آپ سردار بھی تھے،، پھر رقمطراز ہیں۔ ابو طالبؑ کی وفات پر رسولؐ اکر
اُن کی تربیت کی تھی اُن کی کفالت وحفاظت کی تھی اُنؐ کے لئے باپ اور نصرت کے وقت ناصر تھے،

یہ ہے وہ ہستی جو دینِ اسلام کا سرمایہ اور افتخار ہے اور تاریخ میں جس کا نام عمران المعروف ابو
ہے آپ کا وقت آخر ہے زندگی کی شمع بجھ رہی ہے اور حیات کا شعلہ خاموش ہونے کو ہے لیکن اس وقت بھی
ضعیف مگر پر ہیبت آواز میں قریش کے حاضرین کو خطاب کر کے تمام حجت کے طور پر وصیت فرماتے ہیں:۔

''اے گروہ قریش تم اللہ کے برگزیدہ بندے ہو، تم عرب کی جان ہو تم میں قابل اطاعت سر
معرکہ شجاع موجود نہ ہو تم سب سے افضل اور سب تمہارے محتاج ہیں لوگوں نے سے متفقہ طور پر جنگ کا
لیا ہے لہٰذا تمہارا فریضہ ہے کہ خانہ کعبہ کی تعظیم کرو اسی میں اللہ کی مرضی، معاش کی وسعت اور قدم کا ثبات
ہے۔ ظلم اور نافرمانی کو ترک کرو اس سے قومیں ہلاک ہو چکی ہیں سائل کا سوال رد نہ کرو، طالبؑ کی طلب
کرو اسی میں حیات وممات کا شرف ہے، سچ بولو امانت داری سے کام لو اسی میں خصوصی محبت اور عمومی کر
ہے۔ دیکھو میں تمہیں محمدؐ کے ساتھ نیکی کی وصیت کرتا ہوں، یہ قریش میں امین اور عرب میں صدیق ہیں
پیغام ایسا ہے جسے دل نے قبول کر لیا ہے یہ اور بات ہے کہ خوف اختلاف سے زبان پر نہیں آ سکا۔

خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے فقراء ومساکین، و بیچارگان اس کے دین کو قبول کر کے
عظمت بڑھا رہے ہیں اس کے نتیجہ میں قریش کے روساء وزعما پست ہو رہے ہیں۔ ان کے گھر برباد ہو رہے
کے بزرگ محتاج نظر آ رہے ہیں، عرب اس محمدؐ کے دوست ہوئے جا رہے ہیں اور اس کی قیادت تسلیم کرتے ہیں
اے قریش! یہ تمہارے خاندان کا فرد ہے اس کا ساتھ دو اور اس کی حمایت کرو۔ خدا کی قسم اس کا متبع ر
اس کا تابع نیک بخت ہے اگر اب بھی میری زندگی میں کچھ اضافہ ہو جاتا تو میں اس کی طرف سے تمام م
ومشکلات کا مقابلہ کرتا۔،، اس کے بعد آپ نے بنی عبدالمطلب اور بنو ہاشم کو بالخصوص خطاب کر کے ان
میں رسولؐ اکرم کے اتباع کی دعوت دی۔

اے بنی ہاشم محمدؐ کی اطاعت اور اُن کی تصدیق کرو۔ اس میں فلاح بھی ہے اور عقلمندی بھی،،
ہاشم میں سے چار افراد کو مخصوص طور پر منتخب کر کے یہ وصیت فرمائی۔

marfat.com

میں پیغمبر خیر و برکت کی نصرت کیلئے اپنے بیٹے کو وصیت کرتا ہوں اُن کا فرض ہے کہ وہ اُن کا دفاع کریں۔ میرے شیرو! میں تم پر قربان۔ تم محمد کیلئے ایک محکم سپر کے مانند بن جاؤ۔ تمہارے ہاتھ میں ایسی چمکدار تلواریں ہوں جو تاریکی شب میں مشعل راہ معلوم ہوں''۔

مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے جنگ صفین سے واپسی پر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

''آل محمدؑ کا قیاس اس امت کے کسی فرد پر نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ساری کائنات پر ان کے احسانات ہیں اور احسان مند کبھی محسن کے برابر نہیں ہوسکتا یہ دین کی بنیاد اور یقین کے ستون ہیں حد سے بڑھنے والا اُن کی طرف پلٹتا ہے اور پیچھے رہ جانے والا اُن سے ملحق ہوتا ہے یعنی یہ کمال وشرف کے نقطۂ اعتدال پر ہیں۔ اُنہیں حق ولایت حاصل ہے اور انہیں میں پیغمبر کی وصیت و وراثت منحصر ہے''۔

ابن ابی الحدید اس خطبہ کی شرح میں تحریر کرتے ہیں۔

''میں کیا مدح کرسکتا ہوں اس شخص کی جس کا باپ ابو طالبؑ جیسا انسان سید البطحا، شیخ قریش اور رئیس مکہ ہو'' پھر فرماتے ہیں ابو طالبؑ ہی انسان کبیر ہے۔ جس نے رسول اکرم کا تحفظ کیا، ان کی نگرانی کی کفار ومشرکین کے شر سے انہیں محفوظ رکھا اور پھر ان کی خاطر زحمتیں مصیبتیں اور اذیتیں برداشت کیں۔ چنانچہ روایئت میں ہے کہ جب آپ کا انتقال ہوگیا تو رسول اکرم پر وحی نازل ہوئی کہ اب مکہ چھوڑ دیجئے اس لئے کہ آپ کا مدد گار اور ناصر مر گیا ہے،،

پھر آگے مزید قمطراز ہیں! ''یہ بھی یاد رہے کہ حضرت علی تمام افراد پر تقدم، شرف اور احسان کے مدعی تھے اس لئے کہ ان کے بھائی رسول اکرمؐ اور ان کے باپ ابو طالبؑ تھے اور ابو طالبؑ اس شخصیّت کا نام ہے جس کے بارے میں ہر سیرت کا مطالعہ کرنے والا جانتا ہے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو اسلام کوئی قابل ذکر چیز نہ ہوتا اب اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ابو طالبؑ کی یہ تعریف خلاف حقیقت ہے اس لئے کہ پروردگار نے خود ترویج دین کی ذمہ داری لی ہے خواہ ابو طالبؑ زندہ رہیں یا مر جائیں تو میں یہ جواب دوں گا کہ پھر رسول اکرم کی مدح وثنا بھی بے کار ہے اور یہ کہنا بھی غلط ہے کہ رسولؐ اکرم نے لوگوں کو ضلالت سے نکالا، جہالت سے بچایا اور آپ کا مسلمانوں پر کوئی حق ہے یا اگر آپؐ نہ ہوتے تو زمین پر کوئی خدا ترس نہ ہوتا اس لئے کہ یہ تمام باتیں بھی اللہ ہی کی طرف سے ہوئی ہیں''

آگے پھر فرماتے ہیں! ''اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اکرم کی مدح وثناء اس لئے کی جاتی ہے کہ پروردگار عالم نے اپنے افعال کو انؐ کے ہاتھوں انجام دیا ہے، اپنے خیر و برکات کیلئے اُن کو وسیلہ و واسطہ قرار دیا ہے تو میں

marfat.com

بعینہٖ (یعنی بالکل اسی طرح) یہی بات ابوطالبؑ کے بارے میں کہوں گا"

اس مقام پر یہ بندہ حقیر یہ عرض کرنے کی جسارت کرے گا کہ اگر معاذ اللہ ابوطالبؑ ہی جنت میں نہ جائیں گے تو پھر جنت خلق ہی کس لئے ہوئی ہے! اگر ابوطالبؑ کو بطور جزاء جنت نہیں ملے گی تو پھر اور کسے ملے گی! جس ہستی کے ذاتی اعمال پر دین کی بنیاد عقیدہ کا استحکام اور اسلام کی ترویج کا دار و مدار ہوا سے شفاعت کی کیا ضرورت ہے! وہ تو خود مجسم دین ہے اور اپنے ذاتی اور اپنے اعمال ہی سے عدالت الٰہیہ کے اصولوں کے مطابق نہ صرف جنت کا مالک بن سکتا ہے بلکہ شفاعت بھی رکھتا ہے شاید بلکہ یقیناً یہی وجہ ہے کہ آپ کا بیٹا علیؑ قسیم النار والجنۃ ہے کیونکہ باپ کی میراث کا وارث بیٹا ہی تو ہوا کرتا ہے۔

جی تو چاہتا ہے کہ اس عظیم ہستی کے بارے میں مسلسل لکھتا ہی چلا جاؤں کیونکہ قرآن اور عقل کی رو سے وہ ہستی ہے ہی اس قابل لیکن اگر ذکر خیر کی اس عبارت کو کسی مقام پر موقوف ہونا ہے تو پھر بہتر یہی خیال کرتا ہوں کہ اس طیّب وطاہر تذکرے کو اسی مقام پر ختم کردوں اسلئے کہ عقیدت وحقیقت کے گلدستے، محبت کے نذرانے اور اعترافات کے خزانے قرآن، عقل سلیم اور تاریخ وفلسفہ ومنطق کی روشنی میں سیّد البطحا کی خدمت اقدس میں پیش کئے جاچکے ہیں اب حق واضح ہو چکا ہے، حقیقت عالم آشکار ہو چکی، باطل کی آواز دب گئی، مسموم فضا شفاف ہو چکی، فضیلت اور رذالت کا امتیاز قائم ہو چکا اور قرآن مقدس قول وفعل رسول اکرم تاریخ اسلام، اغیار کے اقرار اور عقل سلیم کی رو سے یہ مسلمہ حقیقت روزِ روشن کیطرح عیاں ہوگئی کہ:

حضرت ابوطالبؑ رسول اکرم کے چچا تھے اور باپ تھے وہی جواُن کے کفیل وناصر اور اُن کے دین پر کار بند تھے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو دین قائم نہ ہوتا اور اس حقیقت کے اثبات میں اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ سورج کو دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اُس کی پھیلی ہوئی روشنی ہی اُس کے وجود کا ثبوت مہیّا کر دیتی ہے کیونکہ حق بہر حال حق ہے اور حق ظاہر ہو کر رہتا ہے کہ یہ قانونِ قُدرت ہے کیونکہ حق طاقت ہے، طاقت حق نہیں"

جہاں تک اس بندہ حقیر نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے اُس سے ایک بات بہر حال روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ایک مخصوص گروہ کی طرف سے حضرت ابوطالبؑ نے تہمتوں اور بہتانوں کا ہدف درحقیقت خود ان کی ذات نہیں ہے بلکہ اس کا بالواسطہ نشانہ امیر المومنین حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی ذات ہے اور سرے سے حضرت ابوطالبؑ کا قصور صرف یہ ہے کہ آپ حضرت علیؑ کے باپ ہیں اور حضرت علیؑ سے مخاصمت اور دشمنی کی وجہ صرف یہ ہے کہ آپ بنصِ قرآن اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق وصی رسولؐ، زوج بتول، مولائے کائنات، عقدہ کشائے عالم، قسیم النار والجنۃ اور تاجدارِ آلِ عمران ہیں۔ بنو اُمیہ اور عباسی ادوار کی تاریخ اس مخاصمت کی تفصیل سے بھری پڑی ہے لیکن ہم اس تفصیل میں جانا نہیں چاہتے، ہم تو صرف بارگاہِ

marfat.com

العزت میں عرض پرداز ہیں کہ بارالٰہی اس بات سے محفوظ رکھنا کہ ہم تیرے صاحبِ عصمت اور نورِ مجسم رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کو اذیت دے کر تیرے عذاب کے مستحق نہیں بنیں ۔ کیونکہ خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ وسلم کو اذیت دینے والوں کے لئے لعنت اور رسوا کن عذاب ہے۔ (قرآن سورہ احزاب آیت نمبر ۵۷)

آیئے آخر میں صدق نیت اور خلوص قلب سے رب العلمین کے حضور دعا کریں کہ اے ربِّ ذوالجلال تجھے واسطہ اپنی قدرت کاملہ اور عزت وجلال کا' تجھے واسطہ رحمت العالمینؐ اور خاندانِ تطہیر کا' بحق آدم و نوح' ابراہیم اور جمیع انبیاءاللہ' اوصیاءاللہ' اولیاءاللہ اتقیاءاللہ' شہداءاللہ' اصحابؓ الصالحین وعباداللہ الصالحین کا حق و صداقت کی جستجو اور پھر صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہنے کی توفیق مرحمت فرما اور دنیا اور آخرت میں ہمیں اپنی امان اور پناہ میں رکھ اور سرکار محمدؐ و آلِ محمدؐ ہمارے حفظ وناصر اور وارث وضامن ہوں اس بندۂ حقیر' فقیر اور عبدِ ذلیل کی یہ عاجزانہ سی سعی اپنے دربار میں مقبول ومنظور فرما اور اس کے صدقے میں اپنی رحمتوں کے دروازے کھول کر اس اندھے محتاج اور بے بس کو اپنے لطف وکرم کی دولت سے مالا مال کردے آمین یارب الاالعالمین۔

اختتامیہ:

بخدا میرا چچا قیامت کے دن ایسی شفاعت کا مالک ہوگا کہ ثقلین انگشتِ بدنداں ہو جائیں گے
(فرمان رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

تمام شُد

آج بروز سوموار ۲۴ ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ روز عید مباہلہ ۱۲ اپریل ۱۹۹۹ء بمطابق ۳۰ چیت ۲۰۵۵ ب۔

بوقت: ۴۹۔۵ بجے شام

بندۂ علی:

ڈاکٹر آغا مقبول حسین ہاشمی الموسوی الکاظمی المشہدی حیدر کلینک چوہڑ پشاور روڈ۔ راولپنڈی کینٹ

آغا مقبول کاظمی ۱۹۹۹۔۴۔۱۲

استفادہ: ۱۔قرآن' حدیث وعقل سلیم ۲۔تاریخ اسلام

۳۔نور مبین' علامہ رعنا لاہوری حنفی بریلوی ۴۔ایمان ابوطالبؑ: صائم چشتی بریلوی

۵۔ابوطالبؑ مومن قریش: عبداللہ الفنیزی حنفی ۶۔الاَمعتہ الساکبہ: آقائے محمد باقر دہدشتی نجفی

۷۔عصمت ابوطالبؑ: پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری ۸۔ایمان ابوطالبؑ: کاظم حسین اثیر جاڑوی

۹۔The fall of shi' a Islam محمد رضا المظفر

◆❖◆

marfat.com

عرضِ آخر

الحمدللہ کہ میں نے ۱۹۹۸ء میں انتہائی نامساعد حالات میں حضرت ابو طالب علیہ السلام کی شخصیت
کردار پر لکھنا شروع کیا تھا جو اپریل ۲۰۰۱ء کے آخری ہفتے میں کتاب کی شکل میں ہدیۂ قارئین ہے۔

بنو امیہ کا دورِ حکومت جس نے خاندان نبوت پر ہر قسم کے ظلم وستم روا رکھے رہے اسی طرح خواجہ ا
طالب علیہ السلام کے پاکیزہ کردار کو بھی قسم قسم کے الزامات سے آلودہ کرنے کی سازشیں جاری رہیں اور تا
تحریرِ ہذا تلوار سے نہیں تو زبان وقلم سے مسلسل جاری ہے۔

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید — ایں دو قوت از حیات آید پدید

یعنی حق و باطل کا مقابلہ ہر زمانے میں ہوتا رہے گا۔

بدر میں بہت سے سرداران کفار ومشرکین خاندان نبوت کے بہادروں کی تلواروں کا لقمہ بن چکے
اگر چہ مقتول مشرکین کی آنے والی نسلیں بادل نخواستہ مسلمان ہو چکی تھیں لیکن اپنے آباء واجداد کے انتقا
آگ ان کے دلوں میں نارِ نمرود کی طرح بھڑک رہی تھی وہ ہر وقت مناسب موقع کی تلاش میں رہے چونک
منصوبے کی ابتداء غزوۂ بدر سے ہو چکی تھی اور وہ وقت جس کا امویوں کو انتظار تھا اتفاقاً نہیں ان کی لگاتار کوشش
کے نتیجے میں محرم ۶۱ ھجری میں میسّر آ گیا۔ گلستان نبوت کی کلی کلی کو مسل دیا، جو مظالم بھی ان سے روا رکھے جا
تھے، برپا کیے آل رسولؐ کے ساتھ وہ کچھ کیا جو کافروں کے ساتھ بھی نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن — پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گ

محسنِ رسولؐ، ناصرِ اسلام، نعت خوان مصطفیٰ خواجہ ابو طالب علیہ السلام کے خلاف جو روایات بھی
ہوئیں، وہ سب اموی قالب میں ڈھلی ہوئی تھیں، حکمرانوں نے رشوت خور ملاؤں کو حکم جاری کیا ہوا تھ
خطبات جمعہ میں آل رسول پر درود پڑھنے کی بجائے اجتماعی وانفرادی طور پر سب وشتم (گالی گلوچ) کی بو
کی جائے جہاں یہ جائز تھا وہاں ابو طالبؑ کیسے محفوظ رہ سکتے تھے وہ تو حضرت علی کے والد محترم اور رسول ا
کے محترم چچا و ناصر اسلام ہیں۔ بہر حال وہ تمام روایات من گھڑت ہیں جو حضرت ابو طالبؑ کے خلاف
ہوتی رہیں۔ جو تین آیات بیّنات حضرت ابو طالبؑ کے حالات وواقعات سے منسوب کر رکھی تھیں۔ ثقہ روا
کے مطابق کسی طرح بھی خواجہ حضرت ابو طالبؑ کے حق میں ثابت نہیں۔ تمام روایات تارِ عنکبوت کی طرح
کر بے اثر ہو چکی ہیں لہٰذا یہ حقیقت سامنے آ چکی ہے کہ خواجہ حضرت ابو طالبؑ اور حضورؐ کے والدین کریمین
خلاف جو کچھ بھی بیان ہوا دشمنان دین کی اختراع پردازی، افتریٰ اور جھوٹ ہے۔

اے مالک ارض وسماء! اے خالق کائنات! تیری ہی مقدس ذات تمام تعریفوں کے لائق ہے

marfat.com

ذات کے بغیر کوئی لائق عبادت نہیں۔ تو ہی تاریک مٹی میں ننھے سے بیج کی حفاظت فرماتا ہے اور گٹھلی کو ڑ کر دانہ نکالتا ہے تیرا رعب وجلال و کبریائی کائنات کے ذرے ذرے پر چھائی ہوئی ہے۔

اے قادرِ مطلق! تو نے اپنے پیارے حبیبؐ صاحب قاب قوسین کو مبعوث فرما کر اپنی مخلوق پر عظیم ت اور احسان فرمایا ہے۔ اپنے محبوبؐ کی خصوصی نصرت و حفاظت کے لئے آغوش ابی طالبؑ کو اپنی پناہ مایا، خواجہ ابوطالبؑ نے اپنی ساری زندگی اور آل اولاد کو تیرے محبوبؐ پر قربان کر دیا۔

یا ذوالجلال! تو نے اپنے محبوبؐ کی فرمانبرداری اور اتباع کا نام ایمان رکھا۔ آل رسولؐ کی تقلید، محبت مؤدۃ کو تبلیغ رسالت کا اجر قرار دیا عترت رسولؐ، سادات کرام کو اہل زمین کے لئے باعث امن بنایا۔

اے میرے مالک! اپنے پیارے حبیبؐ اور ان کی آل کے صدقے میں اپنے گنہگار بندے اور غلام کی حقیری سی کاوش اور عقیدت کو اپنی پر جلال و عظمت بارگاہ قدس میں شرفِ قبولیت بخش، کربلا کے ستم رسید شہیدوں ان کی پیاس، مظلومیت و بیچارگی کے صدقے میں مجھے اپنی پناہ میں جگہ عنایت فرما کر دنیا و آخرت کی ندامتوں محفوظ فرما۔ میرے مولا! میرے پیر و مرشد خواجہ خواجگان حضور قبلہ بسا ہنوی مکی مدنی حجونی نور اللہ مرقدہ پر لازوال ت نازل فرما، جن کے قدموں کی خاک کے صدقے میں مجھے اس خدمت کی توفیق نصیب ہوئی۔

کروڑوں رحمتیں نازل ہوں میرے اساتذہ کرام پر جن کے فیض و برکت سے مجھے بقدر ظرف مناقب بیت اور کردار ابوطالبؑ کا تعارف کروانے کا حصہ نصیب ہوا۔ بے حساب رحمتوں کا نزول ہو میرے والدین م پر جن کی خصوصی تربیت، شفقت اور توجہ نے مجھے اس خدمت کے قابل بنایا۔

قارئین کرام سے خصوصی درخواست ہے کہ میری کم علمی، نادانستگی کی وجہ سے قلمی لغزشوں پر گرفت کی ئے، عفو و کرم کی چادر سے پردہ پوشی فرمائیں اور اگر میری اس تالیف میں کوئی اچھائی محسوس کریں، تو دعا فرمائیں خداوند کریم اس ناچیز کو محبت اہل بیت پر رکھے اسی پر خاتمہ ہو اور اسی پر حشر، آمین یا رب العلمین بحرمت رحمۃ لمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

بریں زادم وہم بریں گذرم	یقیں دان کہ خاک پئے حیدرم

گدائے بے نوا، بر آستانہائے ائمہ اہلبیت صلوات اللہ علیہم اجمعین

نیازمند حیدری

مہاجر کشمیر، کشمیر کالونی جہلم پاکستان

مورخہ ۲۹ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ، ۲۴ اپریل ۲۰۰۱ء

marfat.com

نورِ ہدایت میرے محسن اور مہربان ڈاکٹر آغا سید مقبول حسین موسوی الکاظمی صاحب نے راولپنڈی سے اس اصرار کے ساتھ ارسال کیا ہے کہ اُسے ناصرِ رسولؐ میں جگہ دی جائے، لہٰذا اُن کی خواہش کے احترام میں یہ مقالہ قارئین کی نذر ہے۔ لیجئے پڑھئے اور اپنے دلوں کو نور سے بھر لیجئے۔

حیدری

نورِ ہدایت

تمام حمد و ثناء اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے جو تمام عالمین کا خالق، مالک، رازق اور قادرِ مطلق ہے۔ تمام درود وسلام محمدﷺ وآلِ محمدﷺ صلوات اللہ علیہم اجمعین کے لئے جن کو خالق نے اپنے نور سے مخلوقِ اوّل بنایا اور پھر تمام عالمین کو خلق فرما کر ان ذواتِ مطہرہ کو عالمین کا بااختیار حکمران بنایا۔ ہمارے لاکھوں کروڑوں سلام ان اصحاب الصالحین کیلئے جو آخر تک اللہ ورسولﷺ کی اطاعت اور رضائے محمدﷺ وآلِ محمدﷺ پر قائم واستوار رہے۔ یہ بندہ حقیر، فقیر، عبد ذلیل ڈاکٹر آغا سید مقبول حسین موسوی الکاظمی ان پڑھ ضرور ہے لیکن الحمدوللہ جاہل نہیں ہے۔ خداوند کریم کے لطف وکرم، اس کی عطا کردہ قوتِ توفیق اور امام زمانہ علیہ السلام کی نصرت وتائید سے عقل سلیم کی روشنی میں قرآن ومستند احادیث اور فرامین آئمہؑ اطہار کی بنیاد پر چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ لکھ کر اپنا فرض ادا کر رہا ہوں اور اپنی تحریر کی ابتداء سرکار امام علی نقی الھادی علیہ السلام سے منقول زیارت سے کر رہا ہوں۔ جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

marfat.com

”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سب آئمہ راشد، ہدایت یافتہ، معصوم ، بزرگ، مقرب، پرہیز گار صدق مقال، منتخب اور خدا کے فرمانبردار ہیں اور اس کے حکم سے قائم و استوار ہیں اور اس کے ارادے کے مطابق کام کرنے والے ہیں اور اس کی بزرگی سے وقار حاصل کرنے والے ہیں اس نے آپ علیہ السلام کو اپنے علم کی بنیاد پر منتخب فرمایا اور اپنے غیب کے لئے چنا اور اپنے بھید کے لئے انتخاب کیا اور اپنی قدرت سے اختصاص فرمایا اور اپنی ہدایت سے سربلند فرمایا اور اپنی برھان کے ساتھ خصوصی عنائت کی اور اپنے نور کے لئے آپ علیہ السلام کو چنا اور اپنی روح سے آپ کی تائید کی اور آپ کو زمین پر اپنا جانشین بنایا اور مخلوقات پر اپنی حجت قرار دیا اور اپنے دین کا مددگار بنایا اور لغزشوں سے محفوظ فرمایا اور فتنوں کے مقابل امن عطا کیا اور آلودگیوں سے پاک کیا اور ناپاکی کو دور فرمایا اور پاک کیا جیسا کہ آپؑ سب آئمہ کو پاک کرنا تھا“

فرمان معصوم کا خلاصہ: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سب ہمارے پیشوا تمام انسانی صفات میں اس اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں جن کے اوپر کوئی درجہ نہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی علم اور قدرت عطا فرمائی ہے تاکہ آپ تمام انسانوں کو راہ راست اور خدا شناسی کی طرف رہنمائی فرمائیں اور انھیں ہر طرح کی فکری عملی، انفرادی اور اجتماعی انحراف سے نجات بخشیں۔ ان ذوات مطاہرہؑ پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی سلامتی نازل ہوتی ہے“

انسانی زندگی کا دارومدار عقیدہ اور عمل پر منحصر ہے۔ عقیدے کا تقاضا ہے کہ اس کے مطابق تمام اعمال سرانجام دیئے جائیں اور عمل کے لئے عقیدہ کا صحیح ہونا بنیادی شرط ہے۔ اگر عقیدہ جس کو دوسرے الفاظ میں ایمان کہتے ہیں درست ہوگا تو اس کے تحت جتنے بھی اعمال خلوص نیت سے کئے جائیں گے وہ بارگاہ رب العزت میں یقیناً قبول ہوں گے

marfat.com

اور انسان اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے جزا اور اجر کا حقدار ہو گا لیکن اگر عقیدہ یعنی ایمان
بنیاد ہی درست نہیں تو خواہ کتنے ہی اعمال کیوں نہ کئے جائیں، نمازیں پڑھی جائیں قرآ
پڑھا جائے وہ سب بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوں گے اور حضرتِ انسان عذاب عظیم کا مس
ہوگا۔ عقیدہ، علم، عقل اور تحقیق سے قائم ہوتا ہے جس کے لئے علماء دین سے رہنمائی اور
حاصل کی جاسکتی ہے۔ عقیدہ کسی فتویٰ کا محتاج نہیں ہے اور نہ ہی کوئی عالمِ دین / مجتہد
میں فتویٰ دینے کا اختیار رکھتا ہے۔ کیونکہ انسان ذاتی طور پر اس میں مکمل طور پر آزاد اور
مختار ہے جس نے غور و فکر سے تحقیق کر کے فیصلہ کرنا ہوتا ہے جس کا وہ اور صرف وہ خود ذ
دار ہے عقیدے اور ایمان میں کوئی جبر یا زبردستی نہیں ہے اس کے برعکس اعمال یعنی ار
دین کا تعلق چونکہ شریعت محمدیؐ سے ہے اس لئے وارث دین محمدیؐ یعنی امامؑ زمانہ کی غیب
کے دوران ان امور میں جید اور مستند علماء کرام فتویٰ دینے کے مجاز ہیں اور وہ اپنے فتویٰ
ذمہ دار ہوں گے چونکہ ہر انسان کے لئے عملی طور پر یہ مشکل ہے کہ وہ شریعت کا پور
حاصل کر کے تمام امور پر مکمل عبور حاصل کر لے اس لئے شریعت محمدیؐ یعنی فروعات دی
یہ شعبہ علماء دین کے سپرد ہے لیکن اس میں بھی انسان پر فرض ہے کہ وہ بہتر سے بہتر اور
عالم دین کی پیروی کرے جس کو اس کی عقل قبول کرتی ہے یہ علماء کرام (خدا ان کو اجر جز
عطا فرمائے کیونکہ ان کی بہت خدمات ہیں) کے فتویٰ کی ضرورت بھی سرکار امامؑ زمان
غیبت کبریٰ کے بعد پیش آئی ہے ورنہ آئمہ ھدیٰ کی ظاہری زندگی کے دوران تمام شرعی ا
میں آئمہ طاہرین کا قول، قولِ فیصل ہوتا تھا۔ علمائے کرام کے خیالات اور فتاویٰ کا اختلا
کیوں ہے؟ یہ ایک الگ موضوع ہے اس پر بشرطِ زندگی پھر کبھی تفصیل سے عرض کروں گا
آئمہ ھدیٰ یعنی محمد ﷺ و آلِ محمد ﷺ کوئی صرف مولوی عالم دین یا مجتہد نہیں ہیں ک

marfat.com

صرف شریعت کے ہی ذمہ دار ہیں بلکہ یہ پورے عالم کون ومکاں کے لئے ہادی رہنما پیشوا، حاجت روا اور مشکل کشا ہیں اور پوری کائنات کے وارث اور با اختیار حاکم ونگران اور بادشاہ ہیں اور یہ مقام خود خالقِ کائنات نے ان کو عطا کیا ہے کیونکہ یہ اول مخلوق ہیں اور ساری کائنات خداوند کریم نے ان کے لئے ہی خلق کی ہے اور اسی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چونکہ یہ سب کچھ ان کے لئے ہی خلق ہوا ہوا ہے لہٰذا یہ حاکم ہیں ان کو اقتدار بھی ہے تصرف بھی ہے اور اختیار بھی حاصل ہے المختصر پوری کائنات ان کی محتاج ہے یہ سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے کسی کے محتاج نہیں بلکہ ساری کائنات کے خدا کی طرف سے بنائے ہوئے مالک وارث اور صاحبِ اختیار حاکم ہیں اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات ان کے لئے کیوں خلق کی؟ ان کو کیوں وارث اور مالک بنایا؟ ان کو کیوں اقتدار اور اختیار دیا؟ اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت کیوں واجب قرار دیا؟ تو اس کے دو جواب ہیں پہلا تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات خالق و مالک ہے اور قادرِ مطلق ہے۔ عدل اس کی شان ہے اور وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا لہٰذا اس کے علم میں ان کی کوئی خصوصیت یقینی ہوگی (جو اس کی ہی عطا کی ہوئی ہوگی) جس کی بنا پر اس نے ان کو اتنا اعلیٰ ترین اور منفرد مقام عطا کیا اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اپنی مرضی کا مالک ہے وہ (معاذ اللہ) کسی کا ملازم یا محتاج تو نہیں ہے وہ مالکِ کُل ہے اس کی مرضی جو چاہے کرے اسے کون پوچھ سکتا ہے۔ وہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردے زندہ کرنے کا اختیار دے دے تو اس کی مرضی حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک اور حکومت عطا کر دے اس کی مرضی اور اگر محمد ﷺ اور آلِ محمد علیہم السلام کو سارے عالمین کا بادشاہ بنا دے تو اس کی مرضی کسی کی کیا مجال ہے کہ کوئی اعتراض کرے شک کرے یا پوچھنے کی جرأت کرے اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ عالمِ برزخ اور روزِ محشر کا انتظار کرے انشاء اللہ

marfat.com

العزیز سب روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گا۔ اگر کنویں کے مینڈک کو سمندر کی وسعت سمجھ میں نہ آئے تو اس سے سمندر کی شان میں کوئی فرق نہیں آجاتا اور اگر آئمہ ھدیٰ کو اپنے جیسا عاجز سمجھنے والے کسی ملّا یا جاہل مطلق کی کھوپڑی میں عظمت مقام محمد ﷺ و آلِ محمد ﷺ نہ سمائے تو اس میں ان کا یا اللہ تعالیٰ کا کیا قصور؟ ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نور سے خلق کیا ہے جو ظاہری شکل وصورت میں ہمیں ہم جیسے ہی نظر آتے ہیں لیکن ان کی حقیقت کیا ہے اسے اللہ تعالیٰ جانے یا یہ خود جانیں۔

ہم اس حقیقت کی ممکنہ وضاحت کے بعد عرض یہ ہے کہ یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہے کہ اگر عقیدہ اور ایمان درست ہے لیکن فروعاتِ دین پر عمل نہیں کیا تو وہ شخص بے عمل اور گناہگار ضرور ہے لیکن اس سے بخشش کا امکان کلی طور پر ختم نہیں ہوا کیونکہ ممکن ہے کہ ایسے شخص کو کسی وقت بھی اپنی بے عملی اور بد اعمالیوں کا احساس ہو جائے اور وہ توبہ واستغفار کر کے صالح بن جائے تو بارگاہ رب العزت میں اس کی توبہ قبول ہو جائے گی جو اس کی بخشش اور مغفرت کا باعث بن جائے گی لیکن اس کے برعکس اگر عمل تو ساری زندگی کرتا رہا لیکن اعمال کی بنیاد یعنی عقیدہ ہی درست نہ ہو تو پھر بخشش کا کوئی امکان ہی پیدا نہیں ہوتا یہی قانونِ قدرت ہے جو اس کے عدل، فطرت اور عقل کے عین مطابق ہے۔ یہاں پر میں تھوڑی سی وضاحت کر دوں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو جائے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کے لئے کعبہ کی طرف رخ کرنے کو لازم قرار دیا ہے لیکن اگر کوئی شخص کعبہ کی طرف رخ کرنے کی بجائے کسی دوسری طرف رخ کر کے (حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر سمت موجود ہے) صبح کی دو رکعت کی بجائے ہزار رکعت پڑھ لے یا بالفاظ دیگر ساری عمر نمازیں پڑھتا رہے تو اس کی عبادت خدا کے نزدیک قبول نہیں ہوگی اور رد کر دی جائے گی کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم

marfat.com

کی تعمیل شامل نہیں ہے جو اصل دین ہے۔ نماز مختلف عبادتوں میں سے افضل ترین عبادت ہے لیکن یہ جب ہی قبول ہوگی اگر عقیدہ درست ہوگا اور نماز اللہ تعالیٰ یا اس کے جانشینوں کے حکم کے مطابق ادا ہو۔ یہ اس لئے کہ دین میں اپنی کسی مرضی یا پسند ناپسند کا دخل نہیں ہے مرضی اور حکم صرف قادرِ مطلق کا چلے گا وہ چاہے تو ملائکہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کروادے یا کعبہ میں رکھے ہوئے پتھر کو سجدہ کرواوے یہ اس کی مرضی ہے۔ باپ اور بھائیوں سے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کروادے اس کی مرضی ہے حالانکہ درحقیقت یہ سب سجدے خالقِ حقیقی کو ہی سجدے ہیں کیونکہ اس کے حکم کی تعمیل میں ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں اگر صرف نماز یا عبادت ہی بخشش کی ضمانت ہوتی تو حضرت ابلیس علیہ لعنت نے خدا جانے کتنی مدت لاکھوں کروڑوں سال عبادت کی ہوگی لیکن پروردگارِ عالم نے محض ایک حکم عدولی کی وجہ سے اسے ہمیشہ کے لئے مردود اور لعنتی بنادیا قرآن مقدس میں کئی جگہ حکم آیا ہے کہ نمازی جہنم میں جائیں گے اس کی محض ایک ہی وجہ ہے کہ یہ نمازی اللہ تعالیٰ کی عبادت اپنی مرضی سے کرتے رہے ہوں گے اس کے برعکس اگر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کروایا ہے یا اب کعبہ کو سجدہ کروارہا ہے تو یہ اس کی مرضی ہے کسی کی کیا مجال ہے کہ کوئی اعتراض کرے۔ آدم علیہ السلام کو سجدہ اور کعبہ کو سجدے جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے درحقیقت خالق کائنات کو ہی سجدے ہیں کیونکہ اس کے حکم کی تعمیل میں ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں جس کی خلاف ورزی کا تصور ہی نہیں ہو سکتا اللہ کی عبادت اس کی اطاعت میں ہے اور اس کا قرآن میں حکم ہے کہ میری اطاعت کرو یعنی میرا حکم مانو پھر تمہاری عبادت قبول ہوگی اب بڑے غور و فکر کا مقام ہے کہ سارے کا سارا قرآن پڑھ جائیں۔ میں پوری ذمہ داری سے لکھ رہا ہوں کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جہاں جہاں بھی اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے اس کے ساتھ ہی

marfat.com

بغیر کسی فصل کے پوری وضاحت سے رسول ﷺ کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے یعنی اطاعت میں اللہ تعالیٰ اور اللہ کا رسول ﷺ مشترک ہیں اللہ خالق کی حیثیت سے اور اللہ کا رسول ﷺ مخلوقِ اوّل اور اللہ کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے، میں دوبارہ عرض کر رہا ہوں کہ جہاں جہاں بھی قرآن میں اطیعواللہ آیا ہے اس کے ساتھ اطیعوالرسول بھی آیا ہے اب عقل سلیم کو بغیر کسی اگر مگر، چونکہ چنانچہ اور چوں چرا کے لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعتِ رسول ﷺ کی اطاعت کے بغیر ہو سکتی ہی نہیں اب اگر کوئی بندہ اللہ کی عبادت میں حالتِ نماز میں ہے اور ایک رسول اُسے بلائے تو اس بندے پر واجب ہے کہ وہ نماز توڑ کر نماز چھوڑ کر فوراً کہے لبیک یا رسول اللہ ﷺ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اطاعت افضل ہے کیونکہ وہ عقیدہ ہے اور ایمان کی بنیاد ہے جس کے تحت نماز ادا کی جارہی ہے اس میں اعتراض اور شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں کیونکہ ادھر شک پیدا ہوا یا اعتراض کیا ادھر دین سے خارج کیونکہ دین اصول ہے عقیدہ ہے اور بنیاد ہے جو اطاعت کا نام ہے یہاں پر کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ رسول ﷺ (معاذ اللہ) اللہ ہیں یا اللہ سے افضل ہیں اور نماز کے مخالف ہیں یا میں نماز کا مخالف ہوں استغفر اللہ۔ اللہ، اللہ ہے۔ خالق وقادرِ مطلق ہے اور رسول، رسول ہیں اور مخلوق ہیں۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق جن وانس اور ملائکہ اجمعین کو ایک طرف عقیدے اور عمل کا فرق بتا رہا ہے اور دوسری طرف عظمت مقام محمد ﷺ وآلِ محمد ﷺ سمجھا رہا ہے کہ اگر آدم علیہ السلام کے جسد میں اپنی رُوح (نور محمد ﷺ وآلِ محمد ﷺ) پھونک دوں تو اے میرے ملائکہ فوراً سجدے میں جھک جانا یہ میرا حکم ہے اور میرے حکم کی اطاعت ہی اصل عبادت ہے اور اسی طرح اگر کعبہ میں رکھے ہوئے پتھر کو سجدہ کرواؤں تو تمہارا کام سجدہ کرنا ہے چوں چراں کرنا تمہارا کام نہیں ہے اور دیکھو جس طرح میری اطاعت واجب ہے۔

marfat.com

اسی طرح اے جن و انس و ملائکہ میرے حبیب محمد ﷺ اس کی آلِ طاہرہ کی اطاعت بھی تم پر واجب ہے میرے حبیب ﷺ کو کہیں اپنے جیسا بشر سمجھنے کی غلطی نہ کر بیٹھنا گو یہ ظاہری طور پر تمہیں بشر ہی نظر آتا ہے لیکن ایسا بشر جو عالم غیب سے رابطہ رکھتا ہے ۔ میری قدرت کاملہ کا مظہر ہے میرا منتخب کردہ ہے جو دنیا کے تمام جن و انس کی رہبری اور ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے ۔ یہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں بولتا یہ بشر ہو کر بھی عالم بالا کے فرشتوں پر بالاتری رکھتا ہے اور اپنی ساری زندگی میں کسی گناہ یا لغزش یا سہو و نسیان کا مرتکب نہیں ہوتا ہے ۔ کیونکہ میں نے اس کو مخصوص جوہر عصمت سے نوازا ہے اسی لئے میرے حکم کے تحت تم سب پر اس کی اطاعت لازم ہے اور واجب ہے اگر مجھے ملنا ہے تو اس کی اطاعت کرو اگر بخشش یا مغفرت اور توبہ کے طالب ہو تو اس کے در پر آؤ اور توبہ و استغفار کرو اگر یہ کہے گا تو تمہاری توبہ قبول کروں گا (القران) تم اگر میری رضا کے طالب ہو تو اس کی رضا حاصل کرو کیونکہ میں تو خود اس کو راضی کرنا چاہتا ہوں (القرآن) یہ سارے عالمین تو میں نے صرف اس کے لئے اور اس کی طیب و طاہر اور معصومین آل کے لئے خلق کئے ہیں ۔ اگر میں احسن الخالقین اور رب العالمین ہوں تو یہ وجہ تخلیق اور رحمت العالمین ہے ۔ پہلے اپنا عقیدہ اور ایمان درست کرلو پھر میری عبادت کرو کیونکہ ان کے (محمد ﷺ و آلِ محمد ﷺ) معنوی اور روحانی امتیازات مقامات اختیارات اتنے زیادہ بلند ہیں کہ تم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے کیونکہ میں نے اپنی ذات کی معرفت، شناسائی، رضا اور اطاعت کو ان کی معرفت، رضا، شناسائی اور اطاعت میں پابند کر دیا ہے ۔ اس حقیقت کے باوجود کہ حقیقی خالق و مالک و رازق میری ہی ذات ہے یہ ہستیاں میری رضا کی مالک ہیں ۔ پوری کائنات کو میں نے خلق ہی ان کے لئے کیا ہے تو یہ میرے دیئے ہوئے اختیارات سے کائنات

marfat.com

کے مالک ہیں، وارث ہیں، نگران ہیں اور حاکم ہیں ان کو میری طرف سے کلی اختیار ہے ۔نیز یہ کوئی کارندے یا کارکن نہیں ہیں بلکہ صاحبِ اختیار بادشاہ ہیں۔ان کا حکم چلتا ہے ان کے کارندے تو ملائکہ ہیں جو کبھی دربان کی شکل میں نظر آتے ہیں اور کبھی ان کا جھولا جھلاتے نظر آتے ہیں ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے، بیماروں کو شفا دیتے تھے اور اندھوں کو بینائی دیتے تھے وہ میرے ہی اذن سے تھا کیونکہ خالقِ حقیقی ہونے کی حیثیت میں اس کو میں نے ہی اختیار دیا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی ایک وسیع سلطنت میں نے ہی دی تھی ۔ جنات اور ہوا کو میں نے ہی اس کے قبضہ قدرت میں دیا تھا اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اے سلیمان! یہ میری طرف سے عطا ہے اس کو چاہے اپنے پاس رکھو یا کسی کو بخش دو تمہیں پورا اختیار ہے اس کا کوئی حساب نہیں (القرآن)

محمد ﷺ و آلِ محمد ﷺ تو میرے حبیب اور محبوب ہیں ان کو تو میں نے ملک عظیم (تمام عالمین) کی حکومت واقتدار عطا کیا ہے۔اے گروہ جن وانس وملائکہ! اگر تمہیں کوئی تکلیف ہو، حاجت ہو، مشکل ہو یا پریشانی ہو تو مجھ سے مانگو یا ان سے مانگو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں کیونکہ اگر مجھ سے مانگو گے تو میں دوں گا کیونکہ میں اللہ اور خالق حقیقی ہوں اور اگر ان سے مانگو گے تو یہ دیں گے کیونکہ یہ میری مخلوق اول ہونے کے ناطے میری طرف سے عالمین پر اختیار، تصرف اور اقتدار وحاکمیت رکھتے ہیں یہ میری رضاؤں کے مالک ہیں کیونکہ یہ سب کچھ جو بھی میں نے خلق کیا ہے ان کے لئے ہی تو خلق کیا ہے اور مجھ اللہ کا وعدہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا ان کو ملک عظیم دینے سے، اختیار و قدرت وعلم دینے سے میری الوہیت، خلاقیت، معبودیت اور قدرت میں کوئی کمی یا نقص پیدا نہیں ہو جاتا ۔اے میری مخلوق! ایک بات یاد رکھنا کہ جب مجھے پکارو تو ان کے واسطے

marfat.com

سے، وسیلہ سے اور صدقہ میں پکارو، میں دوں گا بلا واسطہ تمہاری فریاد سننا مجھے قبول نہیں اور جب ان کو پکارو تو انہیں میرے محبوب، عباد خاص اور میری طرف سے میری با اختیار مخلوق سمجھ کر پکارو تمہیں یہ سب کچھ دیں گے وہ اس لئے کہ یہ اپنی طرف سے کچھ چاہتے ہی نہیں مگر صرف وہ جو میں چاہتا ہوں اور میں صرف وہی کرتا ہوں جو یہ چاہتے ہیں اسی لئے میں نے ان کو اپنے امر اور مشیت کا خزانہ بنایا ہے۔ میرے اور ان کے درمیان صرف اتنا فرق ہے کہ میں خالق ہوں یہ مخلوق، میں معبود ہوں یہ عابد اور میں مالکِ کل ہوں یہ میرے ہی بنائے ہوئے وارث کل ہیں یہ میرا امر ہیں، میری رضا ہیں، میری مشیت ہیں، میرا ارادہ ہیں۔ میرے علم کے مخزن ہیں اور میری قدرت کے مظہر ہیں ان کو ان کی ظاہری شکل و صورت کی وجہ سے کہیں اپنے جیسا انسان نہ سمجھ لینا کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری ساری عبادتیں ساری نمازیں اور سارے اعمال غارت ہو کر رہ جائیں اور تم ان نمازیوں میں شمار ہو جاؤ جن کو میں جہنم میں داخل کروں گا۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ کا رسول ﷺ مسجد نبوی میں اپنے اصحاب کرام کو عملی طور پر مقام امام، مقام عظمت، مقام اختیار اور دین کی بنیاد یعنی عقیدے اور ایمان کا تعارف کروا رہا تھا کہ خود سجدے میں ہے اور حسن علیہ السلام حسین علیہ السلام پشتِ رسول ﷺ پر کھیل رہے ہیں۔ رسول ﷺ (معاذ اللہ معاذ اللہ) کوئی مداری نہیں تھے کہ اپنے اصحاب کو (نعوذ باللہ) کوئی تماشا دکھا رہے تھے بلکہ اللہ کی اطاعت میں عملی طور پر بتا رہے تھے کہ میرے وارثوں اور اللہ تعالیٰ کی منتخب کردہ ہستیوں کے مقام کی معرفت حاصل کر کے اپنا عقیدہ درست کر لو پھر تمہاری نماز و عبادت قبول ہوگی بصورت دیگر محض ٹکریں ہوں گی اور تمہارا قرآن پڑھنا بھی ایک طوطے کی طرح ہوگا جسے اتنا علم بھی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور کیا بول رہا ہے اور کیوں بول رہا ہے، معرفت حقیقتِ امام کے بغیر تمہارے سارے اعمال

marfat.com

رائیگاں جائیں گے، میرے بعد ان کو اپنے جیسا نہ سمجھ لینا۔لیکن مقامِ افسوس تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے رسول ﷺ کو رسول ﷺ ہی نہ سمجھا تو پھر آلِ رسول ﷺ کو کیا سمجھتے۔انا للہ۔

خالق کائنات الٰہ ہے، حی وقیوم ہے، واجب الوجود ہے، ازلی وابدی ہے، احد وصمد ہے لم یلد ولم یولد ہے، قادرِ مطلق ہے، علیم وخبیر اور سمیع وبصیر ہے، لاشریک ہے اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیت کے مطابق مولائے کائنات ہے۔ازروئے قرآن مقدس، مستند احادیث اور فرامین آئمہ اطہار جس کا اللہ مولیٰ ہے اس کا محمد ﷺ مولیٰ ہے، علی علیہ السلام مولیٰ ہے فرق صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق و مالک ہونے کی نسبت سے مولیٰ ہے اور یہ ہستیاں اس کے منتخب اور بنائے ہوئے بااختیار اور صاحبان قدرت مولیٰ ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ ان کی اطاعت کو بھی واجب اور لازم قرار دیا ہے۔صرف دعا اور عبادت کے مقام پر اللہ نے ان کو اپنی ذات سے الگ رکھا ہے۔کیونکہ دعا صرف خالقِ کائنات سے ہوگی اور عبادت بھی مطلق خالق کائنات کی ہی ہوگی لیکن ان کی عظمت کی انتہا ہے کہ دعا میں بھی ان کا واسطہ / وسیلہ شامل ہے اور عبادت میں بھی ان کا ذکر شامل ہے سبحان اللہ۔

یہاں ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں تاکہ کسی کے ذہن میں کوئی غلط فہمی نہ پیدا ہو جائے وہ یہ کہ دعا الگ چیز ہے اور اپنی حاجات و مشکلات کے لئے امداد طلب کرنا حل طلب کرنا، نصرت طلب کرنا، استغاثہ کرنا اور فریاد کرنا الگ چیز ہے جب اللہ تعالیٰ سے دعا ہوگی تو اس کو خالقِ کل اور قادرِ مطلق سمجھتے ہوئے دعا ہوگی اور اس میں فریاد بھی شامل ہوگی لیکن جب محمد ﷺ یا آلِ محمد ﷺ سے دعا یا استغاثہ ہوگا تو ان کو اللہ کی مخلوق لیکن اللہ کے دیئے ہوئے اختیار اور قدرت کا مالک سمجھتے ہوئے ہوگا تمام عالم اسلام اس پر متفق ہے کہ جو مولیٰ ہوگا وہ مالک ہوگا، حاکم ہوگا صاحبِ اقتدار و اختیار ہوگا اور اپنے اختیار میں قادر ہوگا۔اگر امتِ مسلمہ

marfat.com

لفظ مولیٰ (قرآن) کو سمجھ لے تو حقیقت محمد ﷺ اور آلِ محمد ﷺ اور ان کے مقام کی عظمت خود بخود سمجھ میں آجائے گی کہ پوری کائنات یعنی تمام عالمین ان کے محتاج ہیں اور یہ ہستیاں سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی محتاج نہیں ہیں۔ اللہ بحیثیت خالق اپنی جگہ بے مثل و بے مثال اور لاشریک ہے تو یہ بحیثیت اول مخلوق اپنی جگہ بے مثل و مثال اور لاشریک ہیں۔

پورا قرآن پڑھ جائیں اللہ خود کو نہ رسول کہتا ہے اور نہ نبی نہ امام نہ غوث نہ قطب بلکہ اس نے ایک صفت میں ان کو اپنا شریک بنالیا ہے اور وہ ہے ولی یعنی اللہ خود اپنے آپ کو ولی کہہ رہا ہے کہ تمہارا ولی خدا ہے اور اس کا رسول ﷺ ہے اور وہ جو حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں اس سے کتنی واضح ہوگئی یہ بات کہ اطاعت اور ولایت میں اللہ نے خود اپنی مرضی سے ان کو اپنے ساتھ شامل رکھا ہے اور پھر کلام مجید میں فرمایا کہ تم میں کوئی بھی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میرے رسول ﷺ کو اپنی جان و مال اور اولاد یعنی سب سے اولیٰ قرار نہ دے خود خدا قرآن میں مولیٰ کا مطلب بھی سمجھا رہا ہے پھر مزید فرمایا کہ اگر کوئی مجھ سے محبت کرنا چاہتا ہے تو پہلے میرے رسول ﷺ کی پیروی (اطاعت) کرے اور اہلِ علم و عرفان نے لغت میں مولیٰ یعنی "ولی کی یہ تعریف کی ہے" ولی کے معنی مدبر عالم اور متصرف فی عالم ہیں ولی اکبر آسمان زمین تک تمام امور کی تدبیر کرتا ہے تمام اولیاء متصرفان امور عالم ولی خدا یعنی علی المرتضیٰ علیہ السلام کے تحت ہیں اور جو کچھ ولی حمید (اللہ) سے صادر ہوتا ہے وہ اس ولی اکبر کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے خواہ خلق ہو یا رزق، حیات ہو یا موت، علم ہو یا حکمت، ملائکہ مقربین تو ان کے کارندوں کے طور پر مختلف حیثیتوں میں کام کرتے ہیں۔ اللہ اکبر۔

جب یہ ذوات مطہرہ اور مقدسہ مقام عبدیت اور بندگی میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی انکساری اور بے بسی کا اظہار کرتے ہیں تو ایک طرف تو یہ عظمت اور

marfat.com

قدرت جلال الٰہی کا اعتراف ہوتا ہے تو دوسری طرف مخلوق کو انتباہ کرتے ہیں کہ ہمارا مقام ، ہمارے اختیارات اور ہمارے معجزات و کمالات دیکھ کر کہیں ہمیں اللہ نہ سمجھ لینا ورنہ مشرک ہو جاؤ گے اسی لئے ولی خدا مولائے کائنات علی المرتضیٰ کا فرمان ہے کہ ہمیں اللہ، خالق، معبود یا اس کا شریک نہ سمجھ لینا ہمارے پاس جو قدرت قوت اور اختیار ہے وہ سب خالقِ کائنات کا لطف و کرم اور عطا ہے۔ ہمیں اللہ کے علاوہ جو چاہو سمجھ لو لیکن پھر بھی تمہاری عقلیں ہماری حقیقت سمجھنے سے عاجز رہیں گی۔

ان کی قدرت اور اختیار کی ایک چھوٹی سے مثال شیخ الاسلام ابو جعفر کلینیؒ کی کتاب روضۃ الکافی سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں تمیم بن حاتم روایت کرتے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ امیر المومنین کے ساتھ تھے کہ زمین کو سخت زلزلہ آیا امیر المومنینؑ نے زمین کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ''ٹھہر جا کیا ہوا تجھے'' اور زلزلہ رک گیا۔ پھر آپ ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ''اگر یہ وہ زلزلہ ہوتا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے تو زمین مجھ سے اپنے احوال بھی بیان کرتی لیکن وہ قیامت کا زلزلہ نہیں تھا'' سورۃ زلزال کی طرف اشارہ ہے اس موضوع پر پھر کبھی لکھوں گا۔

ایک زمانے میں ''قرآن کافی ہے'' کی صدا بلند ہوئی۔ پھر قرآن و حدیث کی صدائیں بلند ہوئیں۔ پھر قرآن و صحابہؓ اور قرآن و نماز کی صدائیں بلند ہوئیں اور اب بھی ہو رہی ہیں لیکن عقیدہ اور ایمان کی بنیاد آئمہ اطہار کا ذکر ہمیشہ چھپایا جاتا رہا حالانکہ یہ حقیقت اپنی جگہ قائم اور مسلم ہے کہ خالق کائنات کے بنائے اور منتخب کردہ مولائے کائنات ولی الامر نے اس جہانِ فانی سے ظاہری طور پر حقیقی اور ابدی زندگی کی طرف منتقل ہوتے ہوئے صرف قرآن نہیں بلکہ قرآن اور اپنی عترت اہلِ بیت کو دنیا کی رشد و ہدایت

marfat.com

تمسک ومحبت اور اطاعت و پیروی کے لئے چھوڑا تھا۔

کوئی کلمہ گو مسلمان قرآن، حدیث، نماز اور اصحاب الصالحین کا منکر نہیں ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس وقت تک کارآمد یا فائدہ مند نہیں ہو سکتی جب تک کہ اطاعت و پیروی اور محبت محمد ﷺ و آلِ محمد ﷺ کا عقیدہ بنیاد اور ایمان نہ ہو عقیدہ صرف زبانی اقرار کر لینے کا نام نہیں ہے بلکہ جب خلوصِ قلب سے انسان کی رفتار و گفتار و کردار اور سوچ وفکر اسی عقیدے اور ایمان کی بنیاد پر قائم ہوگی تو پھر انسان کو نماز پڑھنے کا، قرآن کی تلاوت کرنے اور سمجھنے کا، عبادت کرنے کا اور دیگر اعمالِ خیر کرنے کا لطف ہی اور آئے گا اور نگاہِ بصیرت سے اللہ تعالیٰ یعنی خالق حقیقی کا جلوہ نظر آئے گا خداوند عالم ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ بحق محمد ﷺ و آلِ محمد ﷺ و اصحابؓ الصالحین و جمیع شہدائے کربلا، کوفہ و شام رحمت اللہ علیہم اجمعین۔

اب جب کہ مقام عظمت محمد ﷺ و آلِ محمد ﷺ واضح ہوگیا تو آیئے آغاز تحریر میں امام معصومؑ سے منقول زیارت جامعہ کے خط کشیدہ الفاظ پر دل و دماغ کی آنکھوں سے غور وفکر کریں تو نگاہوں سے پردے اٹھتے جائیں گے اور حقائق کا انکشاف ہوتا جائے گا۔ معصوم فرماتے ہیں۔

1 راشد ہیں۔ یعنی پہلے بھی راشد تھے اور اب بھی ہیں۔

2 ہدایت یافتہ ہیں۔ یعنی اپنے وقتِ خلقت سے ہی ہدایت یافتہ اور معصوم ہیں۔

3 معصوم ہیں۔ یعنی اپنے خلقت کے وقت سے ہی عصمت کے جوہر کے مالک ہیں۔

4 منتخب ہیں۔ یعنی خالقِ کائنات نے خود منتخب کیا ہے مخلوق کے الیکشن سے نہیں۔

5 فرمانبردار ہیں۔ یعنی یہ وہ چاہتے ہی نہیں جو میں نہیں چاہتا۔

6 قائم واستوار ہیں۔ یعنی مر نہیں گئے ہیں پہلے کی طرح قائم وحاضر ہیں۔

marfat.com

7 ارادے کے مطابق کام کرنے والے ہیں۔ یعنی امراللہ ہیں اور اللہ کے ارادے یا امر کا ان ذریعہ ظہور ہوتا ہے۔

8 غیب کے لئے چنا۔ یعنی اللہ کی عطا کردہ قوت سے مستقل طور پر عالم الغیب ہیں۔

9 بھید کے لئے انتخاب کیا۔ یعنی اللہ کے علم اور تمام رازوں کے امین ہیں۔

10 اپنے نور کے لئے چنا۔ یعنی مظہر نور الٰہی ہیں اور نوری مخلوق میں اللہ نظر آتا ہے۔

11 اپنی روح سے تائید کی۔ یعنی خالقِ کائنات کی قدرت کاملہ ان کی ناصر و مددگار ہے۔

12 جانشین بنایا۔ یعنی اللہ نے خود اپنی حکومت الٰہیہ میں ان کو اپنا جانشین بنایا ہے۔

13 اپنی حجت قرار دیا۔ یعنی خدا کی طرف سے کائنات پر حاکم ہیں اور کل اختیارات کے مالک ہیں۔

14 دین کا مددگار بنایا۔ یعنی دین میں جو کچھ شامل ہے جیسے ایمان، ہدایت، جان و مال، آل اولاد، رزق و زندگی، موت و حیات، صحت و بیماری، فتح و شکست جو بھی ہے اس کے لئے اللہ نے ناصر، مددگار حاجت روا اور مشکل کشاء بنایا امر الٰہی کا مالک بنا کر کن فیکون کا مظہر بنا دیا۔

❁ جو شخص بھی قرآن مجید، مستند روایات اور تاریخ سے ذرا بھی آشنائی رکھتا ہے اسے یہ بات تسلیم کرنے میں تردد نہیں ہوگا کہ پیغمبران خدا خصوصاً رسول اکرم ﷺ اور آئمہ طاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین معجزات اور فوق الفطرت کام انجام دیتے رہے ہیں۔

❁ آئمہ خدا سے کسی چیز کے دنیا میں ظاہر ہونے یا خلق ہونے کی دعا کرتے ہیں تو خدا اس دعا کو قبول فرماتا ہے پھر وہ دعا کرتے ہیں کہ کسی شخص کو کوئی چیز عطا کردے خدا اس دعا کو بھی قبول کر لیتا ہے۔ اس لئے کہ ایک تو ان کے سوال کے جواب میں اور دوسرے ان کے مقام و منزلت کی بلندی کے لئے۔ (بحار الانوار جلد 25)

marfat.com

- اللہ تعالیٰ نے حضرت علی علیہ السلام کو غیر معمولی قدرت عطا فرمائی تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس آپ علیہ السلام کی قدر و منزلت کتنی زیادہ ہے۔ (بحار الانوار جلد 25)
- حضرت علی علیہ السلام کو خدا کے عطا کردہ مقام سے آگے نہ بڑھاؤ اور نہ ہی اس مرتبہ سے نیچے گراؤ۔ (امام باقر علیہ السلام)
- اللہ تعالیٰ اس شخص کو اپنی رحمت سے دور فرمائے جو ہمارے بارے میں وہ باتیں کہتا ہے جو ہم خود نہیں کہتے۔ (امام جعفر علیہ السلام)
- اللہ تعالیٰ نے دین کا کام رسول اکرم ﷺ کو سونپا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے لیکن خالقیت اور رازقیت پیغمبر کے حوالے نہیں کی گئی ہے (خیال رہے کے حوالے کر دینے اور اختیار دے دینے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔)

(امام علی رضا علیہ السلام)

- جہاں جہاں اور جب بھی توحید و نبوت کی شہادت دو دو ہیں امامت و ولائت کی شہادت بھی تم پر واجب و لازم ہے۔ (امام جعفر صادق علیہ السلام)
- وہ بندہ کیسے مومن ہو سکتا ہے جو ہماری اطاعت، پیروی اور محبت کا دعویٰ تو کرے لیکن احکام پر عمل نہ کرے۔ (فرمان معصوم علیہ السلام)
- حق طاقت ہے۔ طاقت حق نہیں۔ (فرمان معصوم علیہ السلام)

وماعلینا الا البلاغ المبین

ڈاکٹر آغا سید مقبول حسین موسوی الکاظمی

آج مورخہ 24 جولائی 2002ء بروز بدھ

بمطابق ۱۳ جمادی الاول ۱۴۲۳ھ

marfat.com

مصنف کی دیگر کتب

1983ء سے 2000ء تک مندرجہ ذیل کتب تصنیف کی ہیں۔

(1)۔عترت رسولؐ: عدم نکاح سیدہ باغیر سید،علوم اسلامی کے حوالجات سے ثبوت۔

(2) عرفان اہلبیت: آل رسولؐ کے فضائل ودرجات بروئے قرآن وحدیث وعدم مساوا

(3) گلستانِ بتولؑ، مخدومۂ کائنات وائمہ اہلبیت علیہم السلام کا مختصر تعارف۔

(4) شرعی طلاق وحلالہ، مصادر حقہ سے غیر جانب دارانہ کاوش کا مجموعہ۔

(5) انوار محمدی ، شیخ المشائخ، زائر نجف وکربلا وحرمین شریفین حضرت خواجہ السید محمد شا

نور اللہ مرقدہ کالو چک شریف (گجرات) کے ملفوظات گرامی کا مجموعہ ہے۔

(6) احسن المدارج فی ردِ خوارج: نواصب وخوارج کے نظریات باطلہ کا توڑ ہے۔

(7) غدیر خم: واقعہ غدیر خم محقق مصادر سے ماخوذ باذوق مومنین کے لئے مژدۂ جاں فزا ہے (ز

(8) کنز الانساب، لوط بن ابی مخف خزاعی کی قدیم اور مشہور تصنیف ''کنز الانساب'' ف

اُردو کا لبادہ اوڑھایا ہے۔ یہ کتاب حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت امام ز

مہدی علیہ السلام تک شجرۂ نسب ہے (زیر طبع)

(9) مصنف کے خواہر زادہ صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب کاظمی جو عنفوان شباب

واصل بحق ہوئے ان کا پنجابی مرثیہ (سی حرفی)۔

(10) ناصر رسولؐ: سید العرب، ناصر رسولؐ پاسبان حرم حضرت خواجہ ابو طالب علیہ السل

پاکیزہ کردار کا تعارف بروئے قرآن وحدیث آثار صحابہ واہلبیت اور جید علماء مفسرین محد

مورخین کے نقطۂ نظر سے انتخاب پیش خدمت ہے۔

❀❀❀

marfat.com

سیّد یعقوب حیدری کی دیگر کتب

عترتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم	70.00
عرفانِ اہل بیت	60.00
گلستانِ بتول	70.00
شرعی طلاق وحلالہ	60.00
احسن المدارج فی ردِ خوارج	60.00
غدیرِ خُم	50.00
آلِ ابوطالب ترجمہ کنز الانساب	70.00
اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور مُلّا	60.00
اُردو کا مستقبل اور پاکستان	زیرِ طبع

مکتبہ حیدری کشمیر کالونی جہلم